مختصر

معارف القرآن

2

از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

تلخیص نگار

ابوالحسن اعظمی

www.toobaaelibrary.com

مکتبہ صوت القرآن، دیوبند

www.toobaaelibrary.com

55130
18/6/09

مختصر

معارف القرآن

جلد ۲

از

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

آٹھ ضخیم جلدوں میں پھیلی ہوئی اس مقبول ترین تفسیر کو مختصر کر کے صرف تین جلدوں میں
جس میں ترجمہ و خلاصۂ تفسیر حضرت تھانویؒ کو باقی رکھتے ہوئے
حضرت مفتی صاحبؒ کے معارف و مسائل کا جوہری خلاصہ
اور پوری تفسیر کا عطر کشید کر دیا گیا ہے

تلخیص کار

حضرت مولانا قاری ابو الحسن اعظمی صاحب

صدر شعبۂ تجوید و قرارت دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبۂ صوت القرآن دیوبند

www.toobaaelibrary.com

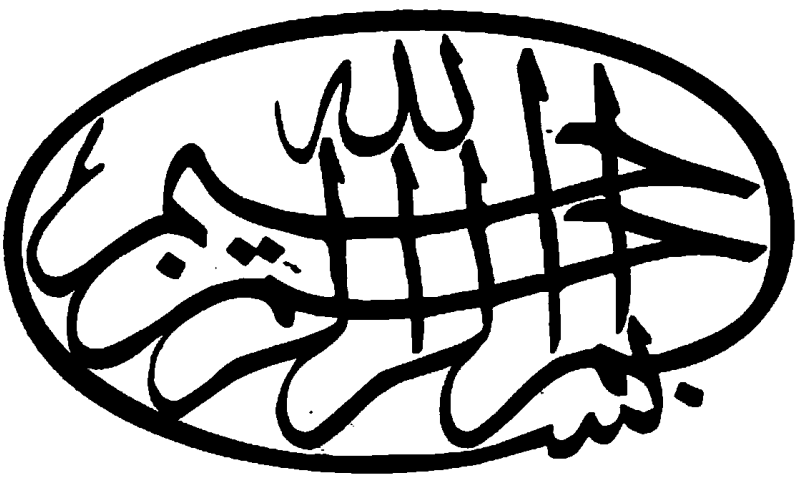

www.toobaaelibrary.com

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ
● سورۃ الاعراف	۴
● وزنِ اعمال ایک شبہ اور اس کا جواب	۶
● نماز کے لیے اچھا لباس	۱۶
● پیدائش عالم کے لیے چھ روز کی مدت کیوں؟	۳۱
● عاد و ثمود کی مختصر تاریخ	۴۱
● پیغمبر کی چند اہم خصوصیات	۹۳
● فوائد و بصائر	۱۰۴
● احکام و فوائد	۱۱۴
● سورۃ الانفال	۱۱۹
● سورۃ التوبۃ	۱۶۴
● علم دین کے حصول کی فرضیت	۲۲۰
● سورۃ یونسؑ	۲۲۵
● سورۃ ہودؑ	۲۶۰
● سورۃ یوسفؑ	۳۰۶
● خواب کی حقیقت اور قسمیں	۳۰۸
● جزءِ نبوت ہونے سے کیا مراد ہے؟	۳۰۸
● مسائل و ہدایات	۳۳۷
● سورۃ الرعد	۳۶۷
● سورۃ ابراہیم	۳۸۶
● عربی کی خصوصیات	۳۸۹
● دعا ابراہیمی کے اسرار و حکم	۴۰۳
● سورۃ الحجر	۴۰۹
● حفاظت قرآن ایک واقعہ	۴۱۱

عنوان	صفحہ
● روح اور نفس	۴۱۷
● سورۃ النحل	۴۲۶
● ترکِ وطن اور ہجرت کی مختلف اقسام و احکام	۴۳۹
● نبوت پر کفار کے شبہات کا جواب مع تہدید	۴۶۱
● دعوت الی اللہ کے پیغمبرانہ آداب	۴۷۱
● سورۃ بنی اسرائیل	۴۷۴
● سورۃ الکہف	۵۲۰
● فضائل سورۂ کہف	۵۲۲
● سورۃ مریم	۵۶۲
● سورۃ طٰہٰ	۵۸۳
● سورۃ الانبیاء	۶۲۱
● سورۃ الحج	۶۵۱
● سورۃ المومنون	۶۸۰
● سورۃ النور	۷۰۳
● قصہ افک و بہتان	۷۱۵
● حکم پنجم استیذان اور آداب ملاقات و باہمی	۷۲۲
● حکم ششم عورتوں کے پردہ کے احکام	۷۲۴
● سورۃ الفرقان	۷۵۲
● عباد الرحمٰن - تیرہ اوصاف	۷۷۲
● سورۃ الشعراء	۷۷۳

● ● ●

www.toobaaelibrary.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمٓصٓ ۝ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَاۗءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْهُمْ قَاۗىِٕلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَاۗءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَلَنَسْـَٔــلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔــلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَاۗىِٕبِيْنَ ۝ وَالْوَزْنُ يَوْمَىِٕذِۨ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

الٓمٓصٓ، (اس کے معنی تو اللہ ہی کے علم میں ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے درمیان ایک راز ہے، جس پر امت کو اطلاع نہیں دی گئی بلکہ اس کی جستجو کو بھی منع کیا گیا،) (كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ الخ) یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جو (اللہ تعالیٰ کی جانب سے) آپؐ کے پاس اس لیے بھیجی گئی ہے کہ آپؐ اس کے ذریعہ (لوگوں کو سزائے نافرمانی سے) ڈرائیں، سو آپ کے دل میں (کسی کے نہ ماننے سے) بالکل تنگی نہ ہونی چاہیے (کیونکہ کسی کے نہ ماننے سے آپؐ کے اصل مقصد بعثت میں جو کہ حق پہنچانے کا ہے کوئی خلل نہیں آتا، پھر کیوں آپ دل تنگ ہوں) اور یہ (قرآن خصوصیت کے ساتھ) نصیحت ہے ایمان والوں کے لیے (آگے عام امت کو خطاب ہے کہ جب قرآن کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہو گیا تو) تم لوگ اس (کتاب کا) اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے (اتباع کتاب یہ ہے کہ اس کی دل سے تصدیق بھی کرو اور اس پر عمل بھی) اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر (جس نے تمہاری ہدایت کے لیے قرآن نازل کیا) دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو، (جو تم کو گمراہ کرتے ہیں جیسے شیاطین الجن والانس) مگر باوجود اس مشفقانہ فہمائش کے) تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو، اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ان کو (یعنی ان کے رہنے والوں کو ان کے کفر و تکذیب کی بنا پر) ہم نے تباہ و برباد کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب (یا تو) رات کے وقت پہنچا (جو سونے اور آرام کرنے کا وقت ہے) یا ایسی حالت میں (پہنچا) کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے (یعنی کسی کو کسی وقت کسی کو کسی وقت)

www.toobaaelibrary.com

سو جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا اس وقت ان کے منہ سے بجز اس کے اور کوئی بات نہ نکلتی تھی کہ واقعی ہم ظالم (اور خطاوار) تھے (یعنی ایسے وقت اقرار کیا جب کہ اقرار کا وقت گذر چکا تھا، یہ تو دنیوی عذاب ہوا) پھر (اس کے بعد آخرت کے عذاب کا سامان ہوگا کہ قیامت میں) ہم ان لوگوں سے (بھی) ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے (کہ تم نے پیغمبروں کا کہنا مانا یا نہیں) اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے (کہ تمہاری امتوں نے تمہارا کہا مانا یا نہیں؟ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَا ذَا اُجِبْتُمْ، اور دونوں سوالوں سے مقصود کفار کو زجر و تنبیہ ہوگی) پھر چونکہ ہم پوری خبر رکھتے ہیں خود ہی (سب کے روبرو ان کے اعمال کو) بیان کر دیں گے، اور ہم (عمل کے وقت اور جگہ سے) غائب تو نہ تھے۔ اور اس روز (یعنی قیامت کے دن اعمال و عقائد کا) وزن واقع ہونے والا ہے (تاکہ عام طور پر ہر ایک کی حالت ظاہر ہو جائے) پھر (وزن کے بعد) جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا (یعنی وہ مومن ہوگا) سو ایسے لوگ (تو) کامیاب ہوں گے (یعنی نجات پائیں گے) اور جس شخص کا پلہ (ایمان کا) ہلکا ہوگا (یعنی وہ کافر ہوگا) تو یہ لوگ وہ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا بسبب اس کے کہ وہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کیا کرتے تھے، اور بے شک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی، اور ہم نے تمہارے لیے اس (زمین) میں سامانِ زندگی پیدا کیا (جس کا مقتضی یہ تھا کہ تم اس کے شکر میں فرمانبردار و اطاعت شعار ہوتے، لیکن) تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو (مراد اس سے اطاعت ہے اور کم اس لیے فرمایا کہ تھوڑا بہت نیک کام تو اکثر لوگ کر ہی لیتے ہیں، لیکن بوجہ ایمان نہ ہونے کے وہ قابل اعتبار نہیں)

تلخیص معارف و مسائل

اس سورہ کے مضامین بیشتر معاد یعنی آخرت اور نبوت و رسالت سے متعلق ہیں، چنانچہ ابتداء سے چھٹے رکوع تک تقریباً یہی مضمون ہے، پھر آٹھویں رکوع سے اکیسویں رکوع تک انبیاء سابقین اور ان کی امتوں کے حالات و واقعات ان کی جزا و سزا اور ان پر آنے والے عذاب کا مفصل تذکرہ ہے۔

آیت: ۲: فَلَا یَكُنْ فِیْ صَدْرِكَ حَرَجٌ اشارہ یہ ہے کہ کتاب نازل کرنے والے نے آپ کی امداد و حفاظت کا بھی انتظام کر دیا ہے اس لیے آپ کیوں دل تنگ ہوں، بعض نے یہاں دل تنگی سے مراد یہ بیان کیا ہے کہ قرآن اور احکام اسلام سن کر لوگ مسلمان نہ ہوتے تھے تو آپ پر بوجہ شفقت کے شاق ہوتا تھا، اس لیے یہ بتلایا گیا کہ آپ کا فرض منصبی صرف تبلیغ و دعوت ہے۔

www.toobaaelibrary.com

آیت:۶: یعنی عوام الناس سے سوال ہوگا کہ تم نے پیغمبروں کا کہنا مانا یا نہیں، اور رسولوں سے سوال ہوگا کہ تمہاری امتوں نے تمہارا کہنا مانا یا نہیں؟

آیت:۸: لوگ دھوکہ نہ کھائیں کہ وزن اور تول تو ثقیل اور بوجھل چیزوں کا ہوتا ہے، آج کل دنیا میں وزن معلوم کرنے کے ایسے ایسے آلات ایجاد ہو چکے ہیں اور ایسی ایسی چیزیں بھی تولی جاتی ہیں جن کا آج سے پہلے تصور بھی نہ تھا اس لئے شبہ کی کوئی گنجائش نہیں، اگر خالق کائنات اپنی قدرت کاملہ سے انسانی اعمال کا وزن کرلیں تو اس میں کیا استبعاد ہے، پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر بھی مکمل قدرت ہے کہ اعمال کو جوہری صورت و شکل عطا فرمادیں، روایات اس پر شاہد بھی ہیں کہ برزخ اور محشر میں انسانی اعمال خاص خاص شکلوں اور صورتوں میں آئیں گے، قبر میں انسانی اعمال صالحہ ایک حسین صورت میں اس کے مونس بنیں گے، اور برے اعمال سانپ بچھو بن کر لپٹیں گے، اسی طرح کی بے شمار روایات حدیث ہیں، قرآن میں بھی ارشاد ہے: وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِراً اور سورۂ زلزال میں خَيْراً يَّرَهٗ اور شَرًّا يَّرَهٗ وارد ہے یعنی اعمال کی جزا کو موجود پائے گا، دیکھے گا، مگر ظاہر ہے انسان سارے امور کو اپنی موجودہ حالت اور کیفیت پر قیاس کرتا ہے، آیت مذکورہ میں اسی لیے اہتمام کر کے یہ فرمایا گیا: وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ.

وزن اعمال کے متعلق ایک شبہ اور اس کا جواب

ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں ایک لمبی حدیث منقول ہے جس کا ایک حصہ یہ ہے کہ ایک شخص امت محمدیہ میں سے محشر میں ایسا لایا جائے گا جس کے ننانوے نامۂ اعمال ہونگے اور ہر نامۂ اعمال تا حد نظر طویل ہوگا اور سب کے سب برائیوں اور گناہوں سے لبریز ہونگے، آخر میں ہے..... کہ اس کے گناہوں سے بھرے ہوئے نامۂ اعمال ایک پلہ میں رکھے جائینگے، دوسرے میں کلمہ اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبدهٗ و رسولهٗ کا ایک پرچہ رکھا جائے گا تو اس کلمہ کا پلہ بھاری ہو جائے گا، (مظہری) یہ استثنائی صورت سے متعلق ہے جو عام ضابطہ سے الگ مخصوص فضل و کرم کا مظہر ہے۔

ان روایات کا مقتضا تو یہ ہے کہ مؤمن کا پلہ ہمیشہ بھاری رہے گا خواہ وہ کتنے بھی گناہ کرے، لیکن قرآن و حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کی حسنات اور سیئات کو تولا جائے گا، کسی کی حسنات کا پلہ بھاری ہوگا، کسی کی سیئات کا، اسی کے مطابق نجات و عذاب ہوگا، مثلاً دیکھئے سورۂ انبیاء

www.toobaaelibrary.com

کی آیت: ۴۷، اور القارعہ اور خود اسی سورۃ کی آیت: ۸ اور ۹۔

اس لیے بعض علماء تفسیر نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں وزن دو مرتبہ ہوگا، اول کفر و ایمان کا وزن ہوگا جس کے ذریعہ مؤمن و کافر کا امتیاز کیا جائے گا، اس وزن میں جس کے نامۂ اعمال میں صرف کلمۂ ایمان بھی ہے اس کا پلہ بھاری ہو جائیگا، اور وہ کافروں سے الگ کر دیا جائے گا، ہر دوسرا وزن نیک و بد اعمال کا ہوگا اس میں کسی مسلمان کی نیکیاں اور کسی کی برائیاں ہونگی —— اس طرح تمام آیات اور روایات کا مضمون اپنی اپنی جگہ درست اور مربوط ہو جاتا ہے (بیان القرآن)۔

وزن اعمال کس طرح ہوگا

ارشادات رسالت: قیامت کے روز بعض موٹے فربہ آدمی لائے جائینگے جن کا وزن اللہ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہ ہوگا، شہادت میں یہ آیت پڑھی فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا (کہف آیت: ۱۰۵) بخاری و مسلم عن ابی ہریرہؓ، اور —— حضرت ابن مسعودؓ کے مناقب میں یہ حدیث کہ: ان کی ٹانگیں ظاہر میں کتنی پتلی ہیں لیکن قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قیامت کی میزان عدل میں ان کا وزن جبل احد سے بھی زیادہ ہوگا، بخاری کی آخری حدیث دیکھیے سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم (عن ابی ہریرہؓ)۔

سبحان اللہ کہنے سے میزان عمل کا آدھا پلہ بھر جاتا ہے اور الحمد للہ سے باقی آدھا پورا ہو جاتا ہے (عن ابی ہریرہؓ)، میزان عمل میں حسن خلق کے برابر کوئی عمل نہیں ہوگا (ترمذی وغیرہ عن ابی الدرداءؓ) حضرت ابو ذر غفاریؓ سے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ تمھیں ایسے دو کام بتا دیتا ہوں جن پر عمل کرنا انسان کے لیے کچھ بھاری نہیں، اور میزان عمل میں وہ سب سے زیادہ بھاری ہونگے —— ایک حسن خلق، دوسرے زیادہ خاموش رہنا، بلا ضرورت کلام نہ کرنا۔

پیغمبر علیہ السلام کے پاس حضرت جبرئیلؑ نے کسی کو روتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ انسان کے تمام اعمال کا تو وزن ہوگا مگر خدا اور آخرت کے خوف سے رونا ایسا عمل ہے جسے تولا نہ جائے گا، بلکہ ایک آنسو جہنم کی بڑی سے بڑی آگ کو بجھا دے گا (مظہری: کتاب الزہد لامام احمد عن حازمؒ)۔

میدان حشر میں ایک شخص اپنے نیک اعمال کو بہت کم پا کر گھبرائے گا کہ اچانک ایک چیز بادل کی طرح اٹھ کر آئے گی اور اس کے نیک اعمال کے پلے میں گر جائے گی، اور اس کو بتلایا جائے گا کہ یہ تیرے اعمال کا ثمرہ ہے جو تو دنیا میں لوگوں کو دین کے احکام و مسائل بتلاتا اور سکھاتا تھا، اور تیری یہ تعلیم

www.toobaaelibrary.com

کا سلسلہ آگے چلا تو جس شخص نے اس پر عمل کیا ان سب کے عمل میں تیرا حصہ بھی لگایا گیا، (مظہری عن ابن مبارک)، جو شخص جنازہ کے ساتھ قبرستان تک جائے اس کی میزان عمل میں دو قیراط رکھ دی جائے گی (وزن قیراط احد پہاڑ کے برابر ہوگا، طبرانی عن ابن عباسؓ)، انسان کی میزان عمل میں سب سے پہلے جو عمل رکھا جائے گا وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے اور ان کی ضروریات پورا کرنے کا نیک عمل ہے، (طبرانی عن جابرؓ) "قیامت کے دن علماء کی روشنائی جس سے انھوں نے علم دین اور احکام دین لکھے ہیں، اور شہیدوں کا خون تولا جائے گا تو علماء کی روشنائی کا وزن شہیدوں کے خون کے وزن سے بڑھ جائے گا" (ذہبی عن عمران بن حصینؓ) روایات تو بہت ہیں چند کو اختصار کے ساتھ اس لیے ذکر کر دیا گیا کہ ان سے خاص خاص اعمال کی فضیلت اور قدر و قیمت کا اندازہ ہوتا ہے —— ان تمام روایات سے وزن اعمال کی کیفیت معلوم ہوتی ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل کرنے والے انسان تولے جائیں گے، بعض سے نامۂ اعمال، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اعمال مجسم ہو جائیں گے وہ تولے جائیں گے، امام ابن کثیرؒ ان روایات کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ ہو سکتا ہے کہ وزن مختلف صورتوں سے کئی مرتبہ کیا جائے۔ (واللہ اعلم)

آیت: ۱۰: ساری ضروریات انسانی اللہ تعالیٰ نے زمین میں ودیعت کر رکھی ہیں جس کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر حال میں حق تعالیٰ کا شکر گزار ہو مگر وہ غفلت میں پڑ کر اپنے خالق و مالک کے احسانات کو بھول جاتا ہے اسی لیے آخر میں شکایتاً فرمایا قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ.

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَاۗىِٕلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۭ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَــَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ

www.toobaaelibrary.com

الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور ہم نے تم کو پیدا (کرنے کا سامان شروع) کیا (یعنی آدم علیہ السلام کا مادہ بنایا، اسی مادے سے تم سب لوگ ہو) پھر (مادہ بنا کر) ہم نے تمہاری صورت بنائی (یعنی اس مادے میں آدم علیہ السلام کی صورت بنائی، پھر وہی صورت ان کی اولاد میں چلی آرہی ہے، یہ نعمت ایجاد ہوئی) پھر (جب آدم علیہ السلام بن گئے اور علوم اسماء سے مشرف ہوئے تو) ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو (اب سجدہ کرو یہ نعمت اکرام ہوئی) تو سب فرشتوں نے سجدہ کرلیا، بجز ابلیس کے کہ وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا، حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو کونسا امر مانع ہے، جب کہ میں (خود) تجھ کو سجدہ کا حکم دے چکا، کہنے لگا (وہ امر مانع یہ ہے کہ) آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس (آدم) کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے (یہ شیطانی استدلال کا پہلا مقدمہ ہے، اور دوسرا مقدمہ جس کا ذکر نہیں کیا وہ یہ ہے کہ آگ بوجہ نورانی ہونے کے خاک سے افضل ہے، تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ افضل کی فرع اور اولاد بھی غیر افضل کی فرع سے افضل ہوتی ہے، چوتھا مقدمہ یہ ہے کہ افضل کا سجدہ کرنا غیر افضل کو نامناسب ہے، ان چاروں مقدمات کو ملا کر شیطان نے اپنے سجدہ نہ کرنے کی یہ دلیل بنائی کہ میں افضل ہوں اس لیے غیر افضل کو سجدہ نہیں کیا، مگر پہلے مقدمہ کے سوا سارے ہی مقدمات غلط ہیں، اور پہلا مقدمہ بھی عام انسانوں کے حق میں اس معنی میں صحیح ہے کہ انسان کی تخلیق میں جزو غالب مٹی کا ہے، باقی مقدمات دلیل کا غلط ہونا کھلا ہوا ہے، کیونکہ آگ کا خاک پر افضل ہونا ایک جزوی فضیلت تو ہو سکتی ہے، کلی طور پر اس کو افضل کہنا دعویٰ بے دلیل ہے، اسی طرح افضل کی فرع اور اولاد کا افضل ہونا بھی مشکوک ہے، ہزاروں واقعات اس کے خلاف سامنے آئے ہیں، کہ نیک کی اولاد بد اور بد کی اولاد نیک ہو جاتی ہے، اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ افضل کو مفضول کے لیے سجدہ کرنا نامناسب ہے، بعض اوقات مصالح کا تقاضا اس کے خلاف ہونا شاید ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا (جب تو ایسا نافرمان ہے) تو آسمان سے نیچے

www.toobaaelibrary.com

اتر، تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے، (خاص کر) آسمان میں رہ کر (جہاں فرمانبرداروں ہی کا مقام ہے) تو (یہاں سے) نکل (دور ہو) بے شک تو (اس تکبر کی وجہ سے) ذلیلوں میں شمار ہونے لگا، وہ کہنے لگا مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی، وہ کہنے لگا کہ بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو (بحکم تکوین) گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان (کے یعنی آدم اور اولاد آدم کی رہزنی کرنے) کے لیے آپ کی سیدھی راہ پر (جو کہ دین حق ہے جا کر) بیٹھ جاؤں گا پھر ان پر (ہر چار طرف سے) حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور بائیں جانب سے بھی (یعنی ان کے بہکانے میں کوشش کا کوئی پہلو باقی نہ چھوڑوں گا تاکہ وہ آپ کی عبادت نہ کرنے پاویں) اور (میں اپنی کوشش میں کامیاب ہوں گا، چنانچہ) آپ ان میں سے اکثروں کو (آپ کی نعمتوں کا) احسان ماننے والا نہ پاویں گے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں (آسمان) سے ذلیل وخوار ہو کر نکل جا (اور تو جو اولاد آدم کو بہکانے کو کہتا ہے تو جو تیرا جی چاہے کر لے میں سب سے بے نیاز ہوں نہ کسی کے راہ راست پر آنے سے میرا کوئی فائدہ ہے نہ گمراہ ہونے سے کوئی نقصان) جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم سے (یعنی ابلیس اور اس کی بات ماننے والوں سے) جہنم کو بھر دوں گا۔ اور ہم نے (آدم علیہ السلام کو) حکم دیا کہ تم اور تمہاری بی بی (حوا) جنت میں رہو، پھر جس جگہ سے چاہو (اور جس چیز کو چاہو) دونوں آدمی کھاؤ اور (اتنا خیال رہے کہ) اس (خاص) درخت کے پاس (بھی) مت جاؤ (یعنی اس کا پھل نہ کھاؤ) کبھی ان لوگوں کے شمار میں آجاؤ جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتے ہیں، پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تاکہ (ان کو وہ ممنوع درخت کھلا کر) ان کا مستور بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا دونوں کے روبرو وبے پردہ کر دے (کیونکہ اس درخت کے کھانے کی یہی تاثیر ہے، خواہ بالذات یا بوجہ ممانعت کے) اور (وہ وسوسہ یہ تھا کہ دونوں سے) کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت (کے کھانے) سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں (اس کو کھا کر) کہیں فرشتے نہ بن جاؤ، یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ (حاصل وسوسہ کا یہ تھا کہ اس درخت کے کھانے سے قوت ملکیت اور دائمی زندگی پیدا ہو جاتی ہے، مگر شروع میں آپ کا وجود اس طاقتور غذا کا متحمل نہ تھا، اس لیے منع کر دیا گیا تھا، اب آپ کی حالت اور قوت میں ترقی ہو گئی، اور آپ کے قویٰ میں اس کا تحمل ہو گیا تو اب وہ ممانعت باقی نہ رہی) اور ان دونوں کے روبرو (اس بات پر) قسم کھالی کہ یقین جانیے

www.toobaaelibrary.com

میں آپ دونوں کا (دل سے) خیر خواہ ہوں تو (ایسی باتیں بنا کر) ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا، (نیچے لانا باعتبار حالت اور رائے کے بھی تھا کہ اپنی رائے عالی کو چھوڑ کر اس دشمن کی رائے پر مائل ہو گئے، اور مقام کے اعتبار سے بھی کہ جنت سے اسفل کی طرف اتارے گئے) پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا (فورا) دونوں کا مستور بدن ایک دوسرے کے سامنے کھل گیا، (یعنی جنت کا لباس اتر پڑا اور دونوں شرما گئے) اور (بدن چھپانے کے لیے) دونوں اپنے (بدن کے) اوپر جنت کے (درختوں کے) پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے اور (اس وقت) ان کے رب نے ان کو پکارا، کیا میں تم دونوں کو اس درخت (کے کھانے سے) ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ بتلا چکا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے، (اس کے بہکانے سے بچتے رہنا) دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے بڑا نقصان کیا (کہ پوری احتیاط اور تامل سے کام نہ لیا) اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہم بڑے خسارہ میں پڑ جائیں گے، حق تعالیٰ نے (آدم وحوا علیہما السلام سے) فرمایا کہ (جنت سے) نیچے (زمین پر) ایسی حالت میں جاؤ کہ تم (یعنی تمہاری اولاد) باہم بعضے بعض کے دشمن رہو گے، اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ (تجویز کی گئی) ہے اور (اسباب معیشت سے) نفع حاصل کرنا (تجویز ہوا ہے) ایک وقت خاص تک (یعنی موت کے وقت تک اور یہ بھی) فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے (قیامت کے روز) پھر زندہ ہو کر نکلنا ہے۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۱۴، ۱۵: ابلیس کی دعا قیامت تک زندگی کی ــــ قبول ہوئی یا نہیں، بصورت قبول دو آیتوں کے تعارض الفاظ کی تطبیق کیا ہوگی؟ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اس سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ یہ مہلت حشر تک دی گئی، مگر یہاں اس کی صراحت نہیں ہے، لیکن دوسری جگہ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ بھی آتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص مدت تک دی گئی ہے جو علم الٰہی میں محفوظ ہے، تو حاصل یہ نکلا کہ دعا تو قبول ہوئی مگر ناتمام۔

اس بارے میں تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ یوم البعث اور یوم الوقت المعلوم دو الگ الگ دن ہیں، ابلیس نے یوم البعث تک کی مہلت مانگی تھی وہ پوری قبول نہ ہوئی اس کو بدل کر یوم الوقت المعلوم تک مہلت دی گئی حضرت حکیم الامتؒ نے بیان القرآن میں ترجیح اس کو دی ہے، بلکہ فرمایا کہ اولیٰ سے لے کر دخول جنت و نار تک ایک طویل دن ہوگا اس کے مختلف حصوں میں مختلف واقعات ہونگے،

www.toobaaelibrary.com

انہی واقعات مختلفہ کی بنا پر اس دن کی ہر واقعہ کی طرف نسبت کر سکتے ہیں، مثلاً اس کو یوم فتح صور و یوم فنا بھی کہہ سکتے ہیں اور یوم بعث اور یوم جزا بھی، اس سے سب اشکالات دفع ہو گئے۔ فللہ الحمد۔

کیا کافر کی دعا قبول ہو سکتی ہے؟ آیت قرآن وَ مَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہیں قبول ہوتی، مگر واقعۂ ابلیس سے قبولیت دعا کا اشکال ظاہر ہے، جواب یہ ہے کہ دنیا کے متعلق تو کافر کی دعا قبول ہو سکتی ہے حتی کہ ابلیس جیسے اکفر کی بھی قبول ہو گئی، مگر آخرت کے متعلق کافر کی دعا قبول نہ ہوگی اور آیت مذکور ہو مَا دُعَاءُ الخ، آخرت کے متعلق ہے۔

بارگاہ عزت و جلال میں ابلیس کو ایسی بے باکانہ گفتگو کی جرأت اس لیے ہو گئی کہ یہ قہر الٰہی کا انتہائی سخت مظہر ہے کہ ابلیس کے مردود ہو جانے کے باعث ایک ایسا حجاب حائل ہو گیا جس نے اس پر حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کو مستور کر دیا، اور بے حیائی اس پر مسلط کر دی (بیان القرآن ملخصاً)۔

آیت: ۱۷: شیطان کا حملہ انسان پر چاروں طرف میں محدود نہیں بلکہ عام ہے یعنی ہر سمت اور ہر پہلو سے۔

آیت مذکورہ: ۱۳ میں شیطان کو آسمان سے نکل جانے کا حکم دو مرتبہ ذکر کیا گیا ہے — غالباً پہلا کلام (آیت ۱۳) ایک تجویز ہے، اور دوسرے (: ۱۸) میں اس کی تنفیذ۔ (بیان القرآن ملخصاً)

واقعہ آدم و ابلیس سے متعلق مزید تفصیلات سورہ بقرہ میں دیکھی جائیں۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۡ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

ترجمہ و خلاصۂ تفسیر

اے اولاد آدم (ایک ہمارا انعام یہ ہے کہ) ہم نے تمہارے لیے لباس پیدا کیا جو تمہارے ستر (یعنی پردہ والے بدن) کو بھی چھپاتا ہے اور (تمہارے بدن کے لیے) موجب زینت بھی (ہوتا) ہے، اور (اس ظاہری لباس کے علاوہ ایک

www.toobaaelibrary.com

معنوی لباس بھی تمہارے لیے تجویز کیا ہے جو) تقویٰ (یعنی دینداری) کا لباس (ہے کہ) یہ اس (لباس ظاہری) سے بڑھ کر (ضروری) ہے (کیونکہ اس ظاہری لباس کا مطلوب شرعی ہونا اسی تقویٰ یعنی دینداری کی ایک فرع ہے، اصل مقصود ہر حالت میں لباس تقویٰ ہی ہے) یہ (لباس پیدا کرنا) اللہ تعالیٰ (کے فضل وکرم) کی نشانیوں میں سے ہوتا ہے، تاکہ یہ لوگ (اس نعمت کو) یاد رکھیں (اور یاد رکھ کر اپنے منعم اور محسن کا حق اطاعت ادا کریں اور وہ حق اطاعت وہی ہے جس کو لباس تقویٰ فرمایا ہے) اے اولاد آدم! شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے (کہ خلاف دین وتقویٰ تم سے کوئی کام کرا دے) جیسا کہ اس نے تمہارے دادا دادی (یعنی آدم وحوا علیہما السلام) کو جنت سے باہر کرا دیا (یعنی ان سے ایسا کام کرا دیا کہ اس کے نتیجہ میں وہ جنت سے باہر ہو گئے، اور باہر بھی) ایسی حالت سے (کرایا) کہ ان کا لباس بھی ان (کے بدن) سے اتروا دیا، تاکہ دونوں کو ایک دوسرے کے پردہ کا بدن دکھائی دینے لگے (جو شریف انسان کے لیے بڑی شرم ورسوائی ہے، غرض شیطان تمہارا قدیم دشمن ہے، اس سے بہت ہوشیار رہو اور زیادہ احتیاط اس لیے اور بھی ضروری ہے کہ) وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو (عادۃً) نہیں دیکھتے ہو (ظاہر ہے کہ ایسا دشمن بہت خطرناک ہے، اس سے بچنے کا پورا اہتمام چاہیے، اور یہ تمام اہتمام ایمان کامل اور تقویٰ سے حاصل ہوتا ہے وہ اختیار کر لو تو بچاؤ کا سامان ہو جائے گا، کیونکہ) ہم شیطانوں کو انہی کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے (اگر بالکل نہیں تو پوری طرح شیطان مسلط ہو جاتا ہے، اور اگر ایمان تو ہے مگر کامل نہیں تو اس سے کم درجہ کا تسلط ہوتا ہے، بخلاف مومن کامل کے کہ اس پر شیطان کا بالکل قابو نہیں چلتا، جیسا جہ قرآن کریم کی ایک آیت میں ہے: اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ، اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں (یعنی ایسا کام جس کی برائی کھلی ہوئی ہو اور انسانی فطرت اس کو برا سمجھتی ہو، جیسے ننگے بدن طواف کرنا) تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے (اے رسولؐ ان کے جاہلانہ استدلال کے جواب میں) آپؐ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش کام کی کبھی تعلیم نہیں دیتا، کیا (تم ایسا دعویٰ کر کے) خدا کے ذمہ ایسی باتیں لگاتے ہو جس کی تم کوئی سند نہیں رکھتے، آپؐ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ (تم نے جن فحش اور غلط کاموں کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہے وہ تو غلط ہے، اب وہ بات سنو جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے واقعی طور پر دیا ہے وہ یہ ہے کہ) میرے رب نے تو حکم دیا ہے انصاف کرنے کا اور یہ تم ہر

www.toobaaelibrary.com

سجدہ (یعنی عبادت) کے وقت اپنا رخ سیدھا (اللہ کی طرف) رکھا کرو (یعنی کسی مخلوق کو اس کی عبادت میں شریک نہ کرو) اور اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ کے ہی کے واسطے رکھا کرو (اس مختصر جملہ میں تمام مامورات شرعیہ اجمالاً آگئے، قسط میں حقوق العباد، اقیموا میں اعمال و طاعت، مخلصین میں عقائد) تم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح شروع میں پیدا کیا تھا اسی طرح تم (ایک وقت) پھر دوبارہ پیدا ہو گے، بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے (دنیا میں) ہدایت کی ہے (ان کو اس وقت جزا ملے گی) اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے (ان کو سزا ملے گی) ان لوگوں نے شیطانوں کو اپنا رفیق بنالیا، اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور (باوجود اس کے پھر اپنی نسبت) خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں، اے اولاد آدم تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت (نماز کے لیے ہو یا طواف کے لیے) اپنا لباس پہن لیا کرو اور (جس طرح ترک لباس گناہ تھا، ایسے ہی حلال چیزوں کے کھانے پینے کو ناجائز سمجھنا بھی بڑا گناہ ہے، اس لیے حلال چیزوں کو) خوب کھاؤ اور پیو اور حد شرعی سے مت نکلو، بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۲۶: اس سے پہلے رکوع میں جیسا کہ گذرا کہ شیطانی اغوار کا پہلا اثر یہ ہوا تھا کہ حضرت آدم حوا علیہما السلام کا جنتی لباس اتر گیا اور وہ ننگے رہ گئے اور پتوں سے اپنے ستر چھپانے لگے —— اس آیت میں تمام اولاد آدمؑ کو خطاب فرمایا کہ تمہارا لباس قدرت کی ایک عظیم نعمت ہے اس کی قدر کرو، انداز خطاب سے اشارہ ہے کہ لباس اور ستر پوشی بغیر امتیاز مذہب وملت انسان کی فطری خواہش اور ضرورت ہے (ارتقاء کا جدید فلسفہ باطل ہے)، پھر اس کی تفصیل میں تین قسم کے لباسوں کا ذکر فرمایا اول لِبَاساً يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ، پورا چھپانا، سوءات جمع ہے سوءۃ کی بمعنی قابلِ شرم اعضاء، یعنی ہم نے ایک ایسا لباس اتارا ہے جس سے تم اپنے قابل شرم اعضاء کو چھپا سکو، وَرِيْشاً (۲) وہ لباس جو برائے زینت و جمال ہو، مطلب یہ ہے کہ صرف ستر پوشی کے لیے تو مختصر سا لباس بھی کافی ہے مگر ہم نے اس سے زیادہ لباس اس لیے عطا کیا کہ تم اس کے ذریعہ زینت و جمال حاصل کر سکو، اور اپنی ہیئت کو شائستہ بنا سکو، اَنْزَلْنَا سے مراد یہ ہے عطا کرنا، یعنی یہ محض اللہ تعالیٰ کی عطیہ ہے، اور لباس بنانے سے متعلق صنعتیں انسانی ہاتھوں سے ضرور متعلق ہیں مگر یہ صنعت بھی اللہ تعالیٰ ہی کی بتلائی اور سکھائی ہوئی ہے، اس لیے نگاہ حقیقت میں یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کا ایسا عطیہ ہے جیسے آسمان سے اتارا گیا ہو۔

www.toobaaelibrary.com

ترتیب بیان سے یہ واضح ہے کہ انسانی لباس کا اصل مقصد ستر پوشی ہے اور یہی عام جانوروں سے اس کا امتیاز ہے اور اغوائے شیطانی کے اس واقعہ کے بیان کے بعد لباس کے ذکر میں اس طرف اشارہ ہے کہ انسان کے لیے ننگا ہونا اور قابل شرم اعضاء کا دوسروں کے سامنے کھلنا انتہائی ذلت و رسوائی اور بے حیائی کی علامت ہے اور طرح طرح کے شر و فساد کا مقدمہ ہے۔

انسان پر شیطان کا پہلا حملہ اس کو ننگا کرنے کی صورت میں ہوا، آج بھی نئی شیطانی تہذیب انسان کو برہنہ یا نیم برہنہ کرنے میں لگی ہوئی ہے، شیطان نے انسان کے اس کمزور پہلو کو بھانپ کر پہلا حملہ اس کی ستر پوشی پر کیا تو شریعت اسلام جو انسان کی ہر صلاح و فلاح کی کفیل ہے اس نے ستر پوشی کا اہتمام اتنا کیا کہ ایمان کے بعد سب سے پہلا فرض ستر پوشی کو قرار دیا۔

جب کوئی نیا لباس پہنے تو یہ دعا پڑھے: الحمد للہ الذی کسانی ما اُوَارِی بہ عورتی و اتجمل بہ فی حیاتی، (عن عمرؓ) اور فرمایا کہ نیا لباس پہننے کے بعد پرانے لباس کو غربا اور مساکین پر صدقہ کر دے تو وہ اپنی موت و حیات کے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری اور پناہ میں آ گیا (مسند احمد عن ابن الزبیرؓ) فلاسفروں کا یہ قول سراسر غلط ہے کہ انسان اول ننگا پھرا کرتا تھا پھر ارتقائی منزلیں طے کرنے کے بعد اس نے لباس ایجاد کیا۔

لباس کی تیسری قسم ہے ولباس التقوی ذالک خیر، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عروہ ابن زبیرؓ کی تفسیر کے مطابق لباس تقوی سے مراد عمل صالح اور خوف خدا ہے (روح) یعنی یہ ایک معنوی لباس ہے جو انسان کے اخلاقی عیوب اور کمزوریوں کا پردہ ہے اور دائمی تکلیفوں سے نجات کا ذریعہ ہے اسی لیے وہ سب سے بہتر لباس ہے، ظاہری لباس کا بھی اصل مقصد تقوی حاصل کرنا ہے جس کا ظہور اس کے لباس میں بھی اس طرح ہونا چاہیے کہ اس میں ستر پوشی ہو، اتنا چست نہ ہو کہ اعضاء نمایاں ہوں نیز فخر و غرور کا انداز نہ ہو بلکہ تواضع کے آثار ہوں، اسراف بیجا بھی نہ ہو، عورتوں کے لیے مردانہ اور مردوں کے لیے زنانہ لباس نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض و مکروہ ہے، لباس میں کسی دوسری قوم کی نقالی نہ ہو جو اپنی قوم و ملت سے غداری اور امراض کی علامت ہے۔

آیت: ۲۸: جاہلیت عرب کے زمانہ میں شیطان نے لوگوں کو ایک اور بیہودہ رسم میں مبتلا کر رکھا تھا کہ قریش کے سوا کوئی شخص بیت اللہ کا طواف اپنے کپڑوں میں نہیں کر سکتا تھا، کسی قریشی سے مانگے یا پھر ننگا طواف کرے، ظاہر ہے کہ سب کو قریشی کہاں تک کپڑے مہیا کر سکتے لہٰذا لوگ ننگے طواف

www.toobaaelibrary.com

کرتے تھے، مرد بھی اور عورتیں بھی عورتیں رات کے اندھیرے میں کرتی تھیں، اور اس فعل شیطانی کی حکمت یہ بیان کرتے تھے کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کیے ہیں انہی میں بیت اللہ کا طواف کرنا خلاف ادب ہے، یہ عقل کے اندھے یہ نہیں سمجھتے کہ ننگے طواف کرنا اس سے زیادہ خلاف ادب و انسانیت ہے، قریش کا قبیلہ خدام حرم ہونے کی وجہ سے عریانی کے اس قانون سے مستثنیٰ تھا، یہ آیت اسی بے ہودہ رسم کو مٹانے کے لیے نازل ہوئی، ان لوگوں نے ننگے طواف کے جواز پر تقلید آبائی کی دلیل پیش کی جو لغو اور ناقابل توجہ تھی، دوسری یہ پیش کی کہ وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا یہ سراسر بہتان ہے اور اس کی طرف ایک غلط حکم کو منسوب کرنا ہے، اس لیے جواب دیا گیا قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ۔

آیت:۲۹: قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ قسط بمعنی انصاف و اعتدال اس جگہ معنی ہے وہ عمل جو افراط و تفریط سے خالی ہو، قسط کے مفہوم میں تمام عبادات طاعات اور احکام شرعیہ داخل ہیں (روح)۔

عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ اکثر مفسرین کے نزدیک مسجد بمعنی سجدہ و عبادت ہے وَ اَقِيْمُوْا ..... لَهُ الدِّيْنَ اس میں پہلا حکم انسان کے ظاہری افعال سے متعلق ہے اور دوسرا اس کے قلب و باطن سے، یعنی انسان کو چاہیے کہ اپنے ظاہر و باطن دونوں کو درست رکھے، ظاہر کو شریعت کے مطابق رکھے اور باطن کو بھی اللہ تعالیٰ کے لیے خالص رکھے، اور شریعت و طریقت کو دو مختلف طریقہ نہ سمجھے، كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ: اس جملہ کا فائدہ یہ ہے کہ احکام شرعیہ پر پوری طرح قائم رہنا انسان کے لیے آسان ہو جائے۔

آیت:۳۱: ایک بیہودہ رسم یہ بھی تھی کہ ایام حج میں یہ لوگ کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے بس اتنا ہی کھاتے کہ جس سے سانس چلتا رہے خصوصاً گھی دودھ اور پاکیزہ غذاؤں سے بالکل اجتناب کرتے تھے، (ابن جریر) یہ آیت اسی بیہودہ طریقہ کار کے خلاف نازل ہوئی، وَلَا تُسْرِفُوْا: جس طرح حج کے مقاصد اور ذکر اللہ سے غافل ہو کر کھانے پینے میں ہی مشغول رہنا اسراف ہے اسی طرح حلال غذاؤں سے اجتناب بھی اسراف میں داخل ہے، نیز ضرورت سے زائد کھانا بھی اسراف و ناجائز ہے۔

نماز کے لیے اچھا لباس لباس کو لفظ زینت سے تعبیر کر کے اس طرف اشارہ فرما دیا گیا کہ نماز میں اولیٰ یہ ہے کہ اپنی وسعت کے مطابق لباس زینت اختیار کیا جائے۔

ستر پوشی کی حد کو آپؐ نے تفصیل کے ساتھ فرمایا کہ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک اور عورت کا ستر سارا بدن، صرف چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور قدم مستثنیٰ ہیں، اس کے خلاف میں نماز نہیں ہو

www.toobaaelibrary.com

گی ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس مکان میں عورت ننگے سر ہو وہاں نیکی کے فرشتے نہیں آتے، عورت کے چہرہ وغیرہ کے استثناء کا مطلب نماز سے متعلق ہے نہ کہ غیر محرموں کے سامنے بھی وہ چہرہ بغیر شرعی عذر کے کھول کر پھرا کرے، مرد کا ننگے سر یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اسی طرح ایسے لباس میں بھی مکروہ ہے جس کو پہن کر اپنے دوستوں اور عوام کے سامنے جانا قابل شرم سمجھے۔

کلوا واشربوا اس میں مفعول ذکر نہیں فرمایا کہ کیا کھاؤ، یہ اس کے عموم کی طرف اشارہ کرتا ہے، اشیاء عالم میں اصل اباحت وجواز ہے جب تک کسی دلیل سے ممانعت ثابت نہ ہو کوئی چیز حرام نہیں ہوتی۔

کھانے پینے میں اعتدال ہی نافع دین و دنیا ہے، پیغمبر علیہ السلام نے اسے بھی اسراف میں داخل فرمایا ہے کہ جس چیز کو جی چاہے اس کو ضرور ہی پورا کرے انّ من الاسراف انْ تاکل کلّ ما اشتھیت (ابن ماجہ عن انسؓ) ایک بار حضرت عائشہ صدیقہؓ کو حضورؐ نے دیکھا کہ دن میں دو مرتبہ کھانا تناول فرمایا، تو ارشاد فرمایا: اے عائشہ! کیا یہ تمہیں پسند ہے کہ تمہارا شغل صرف کھانا ہی رہ جائے، (بیہقی) اور میانہ روی ہر چیز میں پسند و محبوب ہے، ہر وقت کھانے کی فکر میں رہنا بھی اسراف ہے۔

اور طبی طور پر غور کیا جائے تو صحت و تندرستی کے لیے اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں، ہارون رشید کے پاس ایک نصرانی طبیب رہتا تھا اس نے علی بن حسین واقد سے پوچھا: کہ تمہاری کتاب قرآن میں علم طب کا کوئی حصہ نہیں حالانکہ دنیا میں دو ہی علم ہیں علم ادیان، علم ابدان، اسی کا نام طب ہے، علی بن حسین نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سارے فن طب و حکمت کو آدھی آیت میں جمع کر دیا ہے وہ یہ کلوا واشربوا ولا تسرفوا، پھر اس نے کہا کہ اچھا تمہارے رسول (ؐ) کے کلام میں بھی طب کے متعلق کچھ ہے؟ انھوں نے فرمایا: رسول اللہؐ نے چند کلمات میں سارے فن طب کو جمع کر دیا ہے، آپؐ نے فرمایا کہ معدہ بیماریوں کا گھر ہے، اور مضر چیزوں سے پرہیز دوا کی اصل ہے، اور ہر بدن کو وہ چیز دو جس کا وہ عادی ہے۔ (کشاف، روح)

نصرانی طبیب نے یہ سن کر کہا کہ تمہاری کتاب اور تمہارے رسول (ؐ) نے جالینوس کے لیے کوئی طب نہیں چھوڑی۔

شعب الایمان بیہقی میں بروایت ابو ہریرہؓ منقول ہے، فرمایا کہ معدہ بدن کا حوض ہے سارے بدن کی رگیں اسی حوض سے سیراب ہوتی ہیں اگر معدہ درست ہے تو ساری رگیں یہاں سے صحت مند غذا لے کر لوٹیں گی، اور وہ خراب ہے تو ساری رگیں بیماری لے کر بدن میں پھیلیں گی۔ (اس روایت

www.toobaaelibrary.com

کے الفاظ میں محدثین نے کچھ کلام کیا ہے لیکن کم کھانے اور محتاط رہنے کی تاکیدات جو بیشمار احادیث میں موجود ہیں ان پر سب کا اتفاق ہے: روح)۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ۭ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(جو لوگ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزیں ملبوسات اور مطعومات ومشروبات کو بے دلیل بلکہ خلاف دلیل حرام سمجھ رہے ہیں ان سے) آپ فرما دیجئے کہ (یہ بتلاؤ) اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے کپڑوں کو جو اس نے بندوں کے (استعمال کے) واسطے بنائے ہیں اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو (جن کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے) کس شخص نے حرام کیا ہے (یعنی حلال وحرام قرار دینا تو خالق ومالک کائنات کا کام ہے، تم اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام کہنے والے کون؟ آیات مذکورہ میں لباس اور کھانے پینے کی چیزوں کو انعام خداوندی قرار دیا ہے، اس سے کفار کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ یہ انعام تو ہمیں خوب مل رہا ہے، اگر اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہوتا اور ہمارے عقائد واعمال اس کے خلاف ہوتے تو یہ انعام ہمیں کیوں ملتا، اس شبہ کے جواب کے لیے فرمایا کہ اے محمد) آپ ان سے کہہ دیجئے کہ (انعامات الٰہیہ کے متعلق استعمال کی اجازت دلیل مقبولیت نہیں، ہاں

www.toobaaelibrary.com

جس استعمال کے بعد کوئی وبال نہ ہو وہ دلیل مقبولیت ہے، اور ایسا استعمال خالص اہل ایمان کا حصہ ہے، کیونکہ کافر جتنا زیادہ دنیاوی نعمتوں کو استعمال کرتے ہیں اتنا ہی ان کا وبال اور عذاب آخرت بڑھتا رہتا ہے، اس لیے فرمایا کہ) یہ اشیاء (لباس اور کھانے پینے کی چیزیں) اس طور پر کہ قیامت کے روز (بھی کدورات سے اور عذاب سے) خالص رہیں دنیوی زندگی میں خاص اہل ایمان ہی کے لیے ہیں (بخلاف کفار کے کہ گو دنیا میں انہوں نے اللہ کی نعمتوں کو استعمال کر کے عیش و عشرت میں بسر کیا، مگر چونکہ ان نعمتوں کا شکر ایمان و اطاعت کے ذریعہ ادا نہیں کیا، اس لیے وہاں یہ نعمتیں وبال اور عذاب بن جاویں گی) ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھ داروں کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں، آپ (ان سے یہ بھی) فرمایئے کہ (تم نے جن حلال چیزوں کو بلا وجہ حرام سمجھ رکھا ہے وہ تو اللہ نے حرام نہیں کی) البتہ میرے رب نے صرف ان چیزوں کو جن میں سے اکثر میں تم مبتلا ہو) حرام کیا ہے (مثلاً) تمام فحش باتوں کو ان میں جو علانیہ ہیں وہ بھی (جیسے ننگے ہو کر طواف کرنا) اور ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی (جیسے بدکاری) اور ہر گناہ کی بات کو (حرام کیا ہے) اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو (حرام کیا ہے) اور اس بات کو (حرام کیا ہے) کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک (عبادت) ٹھیراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند (اور دلیل) نازل نہیں فرمائی (نہ کلیاً نے جزءاً) اور اس بات کو (حرام کیا ہے) کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاؤ جس کی تمہارے پاس کوئی سند نہ ہو (جس طرح آیت قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ میں تمام مامورات جن پر عمل کرنا مشروع ہے داخل ہو گئے، اسی طرح اِنَّمَا حَرَّمَ میں تمام منہیات جن کی ممانعت ہے شامل ہو گئے، اور (اگر ان محرمات کے ارتکاب کرنے والوں کو فوراً سزا نہ ہونے سے ان کی تحریم میں کسی کو شبہ ہو جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ علم الٰہی میں) ہر گروہ (کے ہر فرد کی سزا) کے لیے (بمقتضائے حکمت) ایک میعاد معین ہے سو جس وقت ان کی (وہ) میعاد معین نزدیک آجائے گی اس وقت ایک ساعت نہ (اس سے) پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے (بلکہ فوراً ہی سزا جاری ہو جائے گی، اس میعاد سے قبل سزا نہ ہونا اس کی دلیل نہیں کہ ان محرمات پر سزا نہ ہوگی) ہم نے عالم ارواح ہی میں کہہ دیا تھا) اے اولاد آدم کہ اگر تمہارے پاس پیغمبر آویں جو تم ہی میں سے ہوں گے جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے سو (ان کے آنے پر) جو شخص (تم میں ان آیات کی تکذیب سے) پرہیز رکھے اور (اعمال کی) درستی کرے (مراد یہ کہ کامل اتباع کرے) سو ان لوگوں پر (آخرت میں) نہ کچھ اندیشہ (کی بات واقع ہونے والی) ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ (تم میں سے) ہمارے ان احکام کو جھوٹا بتاویں گے اور

www.toobaaelibrary.com

ان (کے قبول کرنے) سے تکبر کریں گے وہ لوگ دوزخ (میں رہنے) والے ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (جب تکذیب کرنے والوں کا مستحق وعید شدید ہونا اجمالاً معلوم ہو گیا سو اب تفصیل سنو کہ) اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے (یعنی جو بات خدا کی کہی ہوئی نہ ہو اس کو خدا کی کہی ہوئی کہے) یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلاوے (یعنی جو بات خدا کی کہی ہوئی ہو اس کو بے کہی بتلاوے) ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ (رزق اور عمر) ہے وہ تو ان کو (دنیا میں) مل جاوے گا (لیکن آخرت میں مصیبت ہی مصیبت ہے) یہاں تک کہ (برزخ میں مرنے کے وقت تو ان کی یہ حالت ہوگی کہ) جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی جان قبض کرنے آویں گے تو (ان سے) کہیں گے کہ (کہو) وہ کہاں گئے جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے (اب اس مصیبت میں کیوں نہیں کام آتے) وہ (کفار) کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہو گئے (یعنی واقعی کوئی کام نہ آیا) اور (اس وقت) اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے (لیکن اس وقت کا اقرار محض بے کار ہوگا، اور بعض آیات میں ایسے ہی سوال و جواب کا وقوع قیامت میں بھی مذکور ہے سو دونوں موقعوں پر ہونا ممکن ہے، اور قیامت میں ان کا حال یہ ہوگا کہ) اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ جو فرقے (کفار کے) تم سے پہلے گذر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ (چنانچہ آگے پیچھے سب کفار اس میں داخل ہوں گے، اور یہ کیفیت واقع ہوگی کہ) جس وقت بھی کوئی جماعت (کفار کی) داخل (دوزخ) ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو بھی (جو انہی جیسے کافر ہوں گے اور ان سے پہلے دوزخ میں جا چکے ہوں گے) لعنت کرے گی (یعنی باہم ہمدردی نہ ہوگی، بلکہ بوجہ انکشاف حقائق کے ہر شخص دوسرے کو بری نظر سے دیکھے گا اور برا کہے گا) یہاں تک کہ جب اس (دوزخ) میں سب جمع ہو جاویں گے تو (اس وقت) پچھلے لوگ (جو بعد میں داخل ہوئے ہوں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو کفر میں دوسروں کے تابع تھے) پہلے (داخل ہونے والے) لوگوں کی نسبت کہیں گے اے ہمارے پروردگار ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا، سو ان کو دوزخ کا عذاب (ہم سے) دوگنا دیجئے، (اللہ تعالیٰ) ارشاد فرمائیں گے کہ (ان کو دوگنا ہونے سے تم کو کون سی تسلی و راحت ہو جائے گی، بلکہ چونکہ تمہارا عذاب بھی ہمیشہ آناً فاناً بڑھتا جاوے گا، اس لیے تمہارا عذاب بھی ان کے دوگنے عذاب ہی جیسا ہو گیا، پس اس حساب سے) سب ہی کا (عذاب) دوگنا ہے، لیکن (ابھی) تم کو (پوری) خبر نہیں (کیونکہ ابھی تو عذاب کی ابتدا ہی ہے، اس تزاید کو دیکھا نہیں اس لیے ایسی باتیں بنا رہے ہو جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے کے تضاعف عذاب کو

www.toobaaelibrary.com

اپنے لیے موجب شفا غیظ و باعث تسلی سمجھ رہے ہو) اور پہلے (داخل ہونے والے) لوگ پچھلے (داخل ہونے والے) لوگوں سے (خدا تعالیٰ کے اس جواب سے مطلع ہو کر) کہیں گے (کہ جب سب کی سزا کی یہ حالت ہے تو) پھر تم کو ہم پر (تخفیف عذاب کے بارے میں) کوئی فوقیت نہیں (کیوں کہ تخفیف نہ ہم کو نہ تم کو) سو تم بھی اپنے کردار (بد) کے مقابلہ میں عذاب (متزاید) کا مزہ چکھتے رہو۔

تلخیص معارف و مسائل

عمدہ لباس اور لذیذ کھانے سے پرہیز اسلام کی تعلیم نہیں، سلف صالحین اور ائمہ صالحین میں سے بہت سے اکابر جن کو اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت عطا فرمائی تھی اکثر عمدہ اور بیش قیمت لباس استعمال فرماتے تھے، خود پیغمبر علیہ السلام نے بھی جب وسعت ہوئی عمدہ سے عمدہ لباس بھی زیب تن فرمایا ہے ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ باہر تشریف لائے تو آپ کے بدن مبارک پر ایسی چادر تھی جس کی قیمت ایک ہزار درہم تھی، امام اعظمؒ نے چار سو گنی کی قیمت کی چادر استعمال فرمائی، امام مالکؒ ہمیشہ نفیس لباس استعمال فرماتے تھے ان کے لیے تو کسی صاحب نے سال بھر کے لیے تین سو ساٹھ جوڑوں کا سالانہ انتظام اپنے ذمہ لے لیا تھا اور جو جوڑا امام کے بدن پر ایک مرتبہ پہنچتا تھا دوبارہ استعمال نہ ہوتا تھا کیونکہ ایک روز استعمال کر کے کسی غریب طالب علم کو دے دیتے تھے، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اپنی نعمت اور وسعت عطا فرمائیں تو اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتے ہیں کہ اس کی نعمت کا اثر اس کے لباس وغیرہ میں دیکھا جائے اس لیے کہ اظہار نعمت بھی ایک قسم کا شکر ہے، اور وسعت ہوتے ہوئے استعمال نہ کرنا ناشکری ہے۔

پیغمبر علیہ السلام، حضرت فاروق اعظمؓ اور دوسرے صحابہؓ اور سلف صالحین سے جو عام حالات میں معمولی قسم کا لباس یا پیوند زدہ کپڑے کا استعمال کرنا منقول ہے اس کی دو وجہ تھی، ایک تو یہ کہ اکثر جو کچھ مال آتا وہ فقراء مساکین اور دینی کاموں میں خرچ کر ڈالتے تھے، اپنے لیے باقی ہی نہ رہتا تھا، دوسرے یہ کہ آپ مقتدائے خلائق تھے، اس سادگی سے دوسرے امراء کو اس کی تلقین کرنا تھا کہ عام غرباء و فقراء پر ان کی مالی حیثیت کا رعب نہ پڑے۔

جس طرح عمدہ لباس اور غذا کی جستجو تکلف ہے اسی طرح عمدہ کو خراب کرنا یا اس کو چھوڑ کر گھٹیا استعمال کرنا بھی تکلف مذموم ہے۔

قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ اٰمَنُوا الخ اس جملہ سے اس کی خاص حکمت یہ بتلائی گئی ہے کہ دنیا کی تمام

www.toobaalibrary.com

نعمتیں دراصل اطاعت شعار مؤمنین کے لیے ہی پیدا کی گئیں ہیں، دوسرے لوگ ان کے طفیل میں کھا پی رہے ہیں، دنیا میں عادۃ اللہ یہ ہے کہ اگر مؤمن وفرمانبردار بندوں سے اطاعت شعاری میں کچھ کمی آجاتی ہے تو دوسرے لوگ ان پر غالب آکر دنیوی نعمتوں کے خزائن پر قابض ہو جاتے ہیں اور یہ فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور حضرت ابن عباسؓ نے اس جملہ کا یہ مطلب بتایا ہے کہ دنیا کی ساری نعمتیں اور راحتیں اس خاص کیفیت کے ساتھ کہ وہ آخرت میں وبال جان نہ بنیں صرف فرمانبردار مؤمنین کا حصہ ہے، بخلاف نافرمانوں کے کہ گو دنیا میں نعمتیں ان کو بھی ملتی ہیں بلکہ زیادہ ملتی ہیں مگر ان کی یہ نعمتیں آخرت میں وبال جان اور عذاب دائمی بننے والی ہیں اس لیے نتیجہ کے اعتبار سے ان کے لیے یہ کوئی عزت وراحت کی چیز نہ ہوئی۔

آیت: ۳۳: لفظ اثم کے تحت وہ تمام گناہ آگئے ہیں جن کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے اور بغی میں وہ گناہ جن کا تعلق دوسروں کے معاملات اور حقوق سے ہو اور شرک وافترا علی اللہ تو گناہ عظیم ہے ہی، اس آیت میں ہر طرح کے محرمات اور گناہ پورے آگئے خواہ عقیدہ کے ہوں یا عمل کے پھر ذاتی عمل کے ہوں یا لوگوں کے حقوق۔

آیت: ۳۴: اس میں مجرمین کے انجام بد اور آخرت کی سزا و عذاب کا بیان ہے وَ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ: یہاں اصل مقصد تو یہ ہے کہ میعاد معین کے بعد تاخیر نہیں ہوگی تقدیم کا ذکر تاخیر کے ساتھ بطور محاورۂ عوام کے کر دیا گیا۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۚ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ۭ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ۝ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۭ وَعَلَى

www.toobaaelibrary.com

الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۝ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر (یہ حالت تو کفار کے دخول نار کی ہوئی، اب حرمان جنت کی کیفیت سنو کہ) جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان کے ماننے سے تکبر کرتے ہیں ان (کی روح کے صعود) کے لیے (مرنے کے بعد) آسمان کے دروازے نہ کھولے جاویں گے (یہ تو حالت مرنے کے بعد برزخ میں ہوئی) اور (قیامت کے روز) وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جاویں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جاوے (اور یہ محال ہے تو ان کا جنت میں داخل ہونا بھی محال ہے) اور ہم ایسے مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں (یعنی ہم کو کوئی عداوت نہ تھی جیسا کیا ویسا بھگتا، اور اوپر جو دوزخ میں جانا مذکور ہوا وہ آگ ان کو ہر چہار طرف سے محیط ہوگی کہ کسی طرف سے کچھ راحت نہ ملے، چنانچہ یہ حال ہوگا کہ) ان کے لیے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں (جن کا ذکر فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ میں اوپر آیا ہے) اور جو لوگ (آیات الٰہیہ پر) ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے (اور یہ نیک کام چنداں مشکل نہیں، کیونکہ ہماری عادت ہے کہ) ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے (یہ جملہ معترضہ تھا غرض) ایسے لوگ جنت (میں جانے) والے ہیں، (اور) وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور ان کی حالت اہل دوزخ کی سی نہ ہوگی کہ وہاں بھی ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتے رہیں گے بلکہ ان کی یہ کیفیت ہوگی کہ) جو کچھ ان کے دلوں میں (کسی معاملہ کی وجہ سے دنیا میں باقتضاء طبعی) غبار (اور رنج) تھا ہم اس کو (بھی) دور کر دیں گے (کہ باہم الفت ومحبت سے رہیں گے اور) ان کے (مکانات کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ (غایت فرح وسرور سے) کہیں گے اللہ تعالیٰ کا (لاکھ لاکھ) احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہونچایا اور ہماری کبھی (یہاں تک) رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے (اس میں یہ بھی آگیا کہ یہاں تک پہونچنے کا جو طریقہ تھا ایمان اور اعمال وہ ہم کو بتلایا اور اس پر چلنے کی توفیق دی) واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے، (چنانچہ انہوں نے جن اعمال پر جنت کا وعدہ کیا تھا وہ سچا ثابت ہوا) اور ان سے پکار کر کہا جاوے گا کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے اعمال

www.toobaaelibrary.com

(حسنہ) کے بدلے اور (جب اہل جنت جنت میں جا پہنچیں گے اس وقت وہ) اہل جنت اہل دوزخ کو (اپنی حالت پر خوشی ظاہر کرنے کو اور ان کی حسرت بڑھانے کو) پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا (کہ ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کرنے سے جنت دیں گے) ہم نے اس کو واقع کے مطابق پایا سو (تم بتلاؤ کہ) تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا (کہ کفر کے سبب دوزخ میں پڑو گے) تم نے بھی اس کو مطابق واقع کے پایا (یعنی اب تو حقیقت اللہ اور رسولؐ کے صدق اور اپنی گمراہی کی معلوم ہوئی) وہ (اہل دوزخ جواب میں) کہیں گے ہاں (واقعی سب باتیں اللہ اور رسولؐ کی ٹھیک نکلیں) پھر (ان دوزخیوں کی حسرت اور جنتیوں کی مسرت بڑھانے کو) ایک پکارنے والا (یعنی کوئی فرشتہ) دونوں (فریق) کے درمیان میں (کھڑا ہو کر) پکارے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مار ہو ان ظالموں پر جو اللہ کی راہ (یعنی دین حق) سے اعراض کرتے تھے اور اس (دین حق) میں (ہمیشہ بزعم خود) کجی (کی باتیں) تلاش کرتے رہتے تھے (کہ اس میں عیب اور اعتراض پیدا کریں) اور وہ لوگ ((اس کے ساتھ) آخرت کے بھی منکر تھے (جس کا نتیجہ آج بھگت رہے ہیں، یہ کلام تو اہل جنت کا اور ان کی تائید میں اس سرکاری منادی کا مذکور ہوا، آگے اعراف والوں کا ذکر ہے) اور ان دونوں (فریق یعنی اہل جنت اور اہل دوزخ) کے درمیان آڑ (یعنی دیوار).....ہوگی جس کا ذکر سورہ حدید میں ہے فضرب بینھم بسور الخ اس کا خاصہ یہ ہوگا کہ جنت کا اثر دوزخ تک اور دوزخ کا اثر جنت تک نہ جانے دے گی، رہا یہ کہ پھر گفتگو کیونکر ہوگی، سو یہ ممکن ہے کہ اس دیوار میں جو دروازہ ہوگا، جیسا کہ سورۂ حدید میں ہے بسور لہ باب، اس باب میں سے یہ گفتگو ہو جاوے، یا ویسے ہی آواز پہنچ جاوے) اور (اس دیوار کا یا اس کے بالائی حصہ کا نام اعراف ہے، اور اس پر سے جنتی اور دوزخی سب نظر آویں گے سو) اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے (جس کی حسنات اور سیئات میزان میں برابر وزن کی ہوئیں) وہ لوگ (اہل جنت اور اہل دوزخ میں سے) ہر ایک کو (علاوہ جنت اور دوزخ کے اندر ہونے کی علامت کے) ان کے قیافہ سے (بھی) پہچانیں گے (قیافہ یہ کہ اہل جنت کی چہروں پر نورانیت اور اہل دوزخ کے چہروں پر ظلمت اور کدورت ہوگی، جیسا کہ دوسری آیت میں ہے وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ الخ) اور یہ اہل اعراف اہل جنت کو پکار کر کہیں گے، السلام علیکم، ابھی یہ اہل اعراف، جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، اور اس کے امیدوار ہوں گے، (چنانچہ حدیثوں میں آیا ہے کہ ان کی امید پوری کر دی جاوے گی، اور جنت میں جانے کا حکم ہو جاوے گا) اور

www.toobaaelibrary.com

جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف جا پڑیں گی، (اس وقت ہول کھا کر) کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ (عذاب میں) شامل نہ کیجئے۔

تلخیص معارف ومسائل

ماسبق میں ایک عہد و میثاق کا ذکر ہوا ہے، آیت: ۴۰، ۴۱ میں اس عہد کی عہد شکنی کرنے والے منکرین ومجرمین کا ذکر ہے اور اس کے بعد: ۴۲، ۴۳ میں عہد پورا کرنے والے مؤمنین متقین کا ذکر ہے، آیت: ۴۰ میں فرمایا کہ انبیاء کرام کی تکذیب اور آیات ربانی کی تکذیب اور اس کے مقابلہ میں تکبر کرنے والوں کے لیے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے، یعنی نہ ان کی دعاؤں کے لیے نہ اعمال کے لیے، علیین میں ان کے اعمال لے جانے سے روک دیے جائیں گے (بحر محیط عن ابن عباسؓ)، نیز منکرین و کفار کی ارواح آسمان سے نیچے پھینک دی جائیں گی (عن ابن عباسؓ وغیرہ صحابہؓ) اس کی تائید حضرت براء بن عازبؓ کی اس طویل حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ وغیرہ نے نقل کیا ہے، وَلَا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط : مطلب یہ ہے کہ جیسے اونٹ جیسے عظیم الجثہ جانور کا داخل ہونا محال ہے اسی طرح ان کا جنت میں جانا محال ہے اس سے ان کا دائمی عذاب جہنم بیان کرنا مقصود ہے۔

آیت: ۴۱ میں عذاب جہنم کی مزید شدت کا بیان ہے۔

آیت: ۴۲: یہ احتمال کہ تمام اعمال صالحہ ہر جگہ ہر حال میں بجالانا تو انسان کے بس میں نہیں، ان الفاظ سے دور کر دیا گیا کہ ہم رحمت وکرم سے تمام انسانی زندگی کے مختلف ادوار و حالات کا جائزہ لیکر ہر حال میں اور ہر وقت اور ہر جگہ کے لیے مناسب احکام دیتے ہیں، جن پر عمل کرنا کوئی دشوار کام نہیں ہے، فرمایا: لَا نکلف الا وسعها.

آیت: ۴۳: اس آیت میں اہل جنت کے دو خاص حال بیان کیے گئے ہیں، ایک یہ کہ اہل جنت کے دلوں سے باہمی کدورتیں نکال دی جائیں گی، اور ایک دوسرے سے بالکل خوش بھائی بھائی ہو کر جنت میں جائیں گے۔

بخاری میں ہے کہ مؤمنین جب پل صراط سے گذر کر جہنم سے نجات حاصل کر لیں گے تو انھیں جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل (یہ پل بظاہر پل صراط کا آخری حصہ ہوگا جو جنت سے متصل ہے) کے اوپر روک لیا جائے گا اور جس کسی کو کسی سے رنجش یا کسی پر حق ہوگا تو یہاں ایک دوسرے سے انتقام

www.toobaaelibrary.com

لے کر معاملات صاف کرلیں گے اور صفائی قلب کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے، اور یہ ضروری نہیں کہ انتقام یا ادائیگیٔ حقوق میں، سب کو یہی صورت پیش آئے بلکہ بدوں انتقام لیے بھی باہمی کدورتیں دور ہو جائیں، جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ جب یہ لوگ پل صراط سے گذر لیں گے تو پانی کے ایک چشمہ پر پہنچیں گے اور اس کا پانی پئیں گے اس پانی کا خاصہ یہ ہوگا کہ سب کے دلوں سے باہمی کینہ و کدورت دھل جائے گی، امام قرطبیؒ نے آیت وَ سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا کی تفسیر بھی یہی نقل کی ہے دوسرا حال اہل جنت کا وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ الخ سے بیان کیا گیا ہے۔

ہدایت کے مختلف درجات ہیں، ادنیٰ درجہ ہدایت کا کفر و شرک سے نجات اور ایمان ہے، پھر بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان جس قدر فاصلہ ہے اس کو طے کرنے کہ ہر درجہ کا نام ہدایت ہے، اس لیے ہدایت کی طلب سے کوئی انسان حتی کہ انبیاء اور رسل بھی مستغنی نہیں، پیغمبر علیہ السلام نے آخر عمر تک اھد نا الصراط المستقیم کی تعلیم امت کو دی خود بھی اس کی دعاء کا اہتمام کیا، کیونکہ تقرب الی اللہ کے درجات کی کوئی انتہا نہیں، یہاں تک کہ جنت کے داخلہ کو بھی اس آیت میں لفظ ہدایت سے تعبیر کیا گیا کہ یہ ہدایت کا آخری مقام ہے۔

آیت: ۴۴، ۴۵: جنت اور جہنم میں ظاہر ہے ہر حیثیت سے بُعدِ بعید ہوگا لیکن بہت سی قرآنی آیات اس پر شاہد ہیں کہ ان دونوں مقامات کے درمیان کچھ ایسے راستے ہوں گے جن سے ایک دوسرے کو دیکھ سکے گا اور باہم مکالمات ہوں گے، سورۂ صٰفّٰت میں دو شخصوں کا مفصل ذکر آیا ہے فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ۝ الخ اور یہ ایک دوسرے کو دیکھنے اور باتیں کرنے والے راستے بھی درحقیقت اہل جہنم کے لیے ایک اور طرح کا عذاب ہوگا، ہر طرف سے ان پر ملامت ہوگی، اور اہل جنت کی نعمتوں اور راحتوں کو دیکھ کر مزید آتش حسرت میں بھی جلیں گے، اسی طرح اہل جنت کے لیے نعمت و راحت میں ایک نئی طرح کا اضافہ ہوگا کہ دوسرے فریق کی مصیبت دیکھ کر اپنی راحت و نعمت کی قدر ہوگی۔

آیت: ۴۶: کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو جہنم سے تو نجات پا گئے مگر ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے، البتہ اس کے امیدوار ہیں، انھیں اہل اعراف کہا جاتا ہے، اعراف کیا چیز ہے اس کی تشریح سورۂ حدید (پ: ۲۷ آیت: ۱۳) سے ہوتی ہے اس سورۂ اعراف کی آیت مذکورہ میں ابن جریر اور دوسرے ائمہ تفسیر کی تحریر کے مطابق لفظ حجاب سے وہی حصار مراد ہے جس کو سورۂ حدید کی آیت میں لفظ سور (بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ) سے تعبیر کیا گیا ہے، اس حصار کے بالائی حصہ کا نام اعراف ہے، اعراف عرف کی

www.toobaaelibrary.com

جمع ہے اور عرف ہر چیز کے اوپر والے حصہ کو کہا جاتا ہے کیونکہ وہ دور سے معروف و ممتاز ہوتا ہے۔

اصحاب اعراف کے اہل جنت و جہنم دونوں سے مکالمات ہوں گے، اصحاب اعراف کون ہوں گے؟ اس بارے میں اقوال و روایات مختلف و متعدد ہیں لیکن صحیح اور راجح جمہور مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے حسنات اور سیات کے دونوں پلڑے برابر ہوں گے، حسنات کے سبب تو جہنم سے تو نجات پا جائیں گے، لیکن سیات کے سبب ابھی جنت میں ان کا داخلہ نہ ہوا ہوگا اور بالآخر رحمت خداوندی سے یہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

ایک روایت میں اہل اعراف کے بارے میں سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے والدین کی مرضی کے خلاف جہاد میں شریک ہوئے اور اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے تو ان جنت کے داخلہ سے ماں باپ کی نافرمانی نے روک دیا اور جہنم کے داخلہ سے شہادت فی سبیل اللہ نے روک دیا (ابن مردویہ عن جابر بن عبداللہ)

آیت: ۴۷ جب اہل اعراف کی نظر اہل جہنم پر پڑے گی تو ہول کھا کر کہیں گے رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاۗءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَاۗءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰي عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاۗءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

ترجمہ و خلاصۂ تفسیر

اور (جیسے ان اہل اعراف نے اوپر اہل جنت سے سلام کیا اسی طرح) اہل اعراف (دوزخیوں میں سے) بہت سے آدمیوں کو (جو کہ کافر ہوں گے اور (جن کو ان کے قرائن ظاہرہ کے ذریعہ پہچانتے ہوں گے (کہ یہ کافر

www.toobaelibrary.com

ہیں) پکاریں گے (اور) کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا (اور انبیاء کا اتباع نہ کرنا) تمہارے کچھ کام نہ آیا (اور تم اسی تکبر کی وجہ سے مسلمانوں کو حقیر سمجھ کر یہ بھی کہا کرتے تھے کہ یہ بیچارے کیا مستحق فضل وکرم ہوتے، جیسا کہ اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا سے بھی یہ مفہوم مفہوم ہوتا ہے، تو ان مسلمانوں کو اب تو دیکھو) کیا یہ (جو جنت میں عیش کر رہے ہیں) وہی (مسلمان ہیں) جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نہ کرے گا (تو ان پر تو اتنی بڑی رحمت ہوئی (ان کو یہ حکم ہو گیا کہ جاؤ جنت میں (جہاں) تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہو گے، (اور اس کلام میں جو رجالاً کی تخصیص کی، غالباً وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعض عصاۃ مومنین بھی دوزخ میں پڑے ہوں گے، قرینہ اسکا یہ ہے کہ جب اہل اعراف امید جنت میں ہیں مگر داخل جنت نہیں ہوئے ہوں گے، تو گنہ گار لوگ جن کے سیئات اہل اعراف کے سیئات سے زیادہ ہیں، ظاہراً بدرجۂ اولیٰ دوزخ سے ابھی نہ نکلے ہوں گے، مگر ایسے لوگ اس کلام کے مخاطب نہ ہوں گے، واللہ اعلم، اور (جس طرح اوپر جنت والوں نے دوزخ والوں سے گفتگو کی اسی طرح) دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ (ہم مارے بھوک اور پیاس اور گرمی کے بے دم ہوئے جاتے ہیں) خدا کے واسطے ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو (شاید کچھ تسکین ہو جائے) یا اور ہی کچھ دیدو، جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے، (اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امید کر کے مانگیں گے، کیونکہ غایت اضطراب میں بعید از وقوع باتیں بھی منہ سے نکلا کرتی ہیں) جنت والے (جواب میں) کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کی (یعنی جنت کے کھانے اور پینے کی) کافروں کے لیے بندش کر رکھی ہے، جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو (جس کا قبول کرنا ان کے ذمہ واجب تھا () لہو ولعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا (اس لیے دین کی کچھ پروا ہی نہ کی، اور یہ دار الجزا ہے، جب دین نہیں اس کا ثمرہ کہاں، آگے حق تعالیٰ اہل جنت کے اس جواب کی تصدیق وتائید میں فرماتے ہیں) سو (جب ان کی دنیا میں یہ حالت تھی تو) ہم بھی آج (قیامت) کے روز ان کا نام نہ لیں گے (اور کھانا پینا خاک نہ دیں گے) جیسا انہوں نے اس (عظیم الشان) دن کا کا نام تک نہ لیا، اور جیسا یہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے، اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچا دی ہے (یعنی قرآن) جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح واضح کر کے بیان کر دیا ہے (اور یہ بیان سب کے سنانے کو کیا ہے لیکن) ذریعہ ہدایت اور رحمت ان (ہی) لوگوں کے لیے (ہوا) ہے جو

www.toobaaelibrary.com

(اس کو سن کر) ایمان لے آتے ہیں (اور جو باوجود اتمام حجت کے ایمان نہیں لاتے، ان کی حالت سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ) کہ ان لوگوں کو اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف اس (قرآن) کے بتلائے ہوئے اخیر نتیجہ (یعنی وعدہ سزا) کا انتظار ہے (یعنی قبل از عذاب وعید سے نہیں ڈرتے تو خود عذاب کا وقوع چاہتے ہوں گے سو) جس روز اس کا (بتلایا ہوا) اخیر نتیجہ پیش آئے گا (جس کی تفصیل دوزخ وغیرہ کی اوپر مذکور ہوئی) اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے، (مضطر ہو کر یوں) کہنے لگیں گے واقعی ہمارے رب کے پیغمبر (دنیا میں) سچی سچی باتیں لائے تھے (مگر ہم سے حماقت ہوئی) سو اب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کر دے یا کیا ہم پھر (دنیا میں) واپس بھیجے جا سکتے ہیں، تاکہ ہم لوگ (پھر دنیا میں جا کر) ان اعمال (بد) کے جن کو ہم کیا کرتے تھے برخلاف دوسرے اعمال (نیک) کریں (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اب کوئی صورت نجات کی نہیں) بے شک ان لوگوں نے اپنے کو (کفر کے) خسارے میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے، (اس وقت) سب گم ہو گیا، (اب بجز سزا کے اور کچھ نہ ہوگا)۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۴۹: اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اصحاب اعراف کا سوال و جواب جنتیوں اور جہنمیوں کے ساتھ ہو چکے گا اس وقت اللہ تعالیٰ اہل دوزخ کو خطاب کر کے یہ کلمات اہل اعراف کے بارے میں فرمائیں گے کہ تم لوگ قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ان کی مغفرت نہ ہوگی اور ان پر کوئی رحمت نہ ہوگی، سو اب دیکھو ہماری رحمت اور اس کے ساتھ اہل اعراف کو خطاب ہوگا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ تمہیں پچھلے معاملات کا کوئی خوف ہونا چاہیے اور نہ آئندہ کوئی غم و فکر (ابن کثیر)۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۖ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ۗ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ۝ ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ إِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ حَتّٰى إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۚ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُونَ ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز (کے برابر وقت) میں پیدا کیا، پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو اس کی شان کے لائق ہے) چھپا دیتا ہے شب (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو (یعنی شب کی تاریکی سے دن کی روشنی پوشیدہ اور زائل ہو جاتی ہے) ایسے طور پر کہ وہ شب دن کو جلدی آلیتی ہے (یعنی آناً فاناً گذرتا معلوم ہوتا ہے یہاں تک کہ دھندلکا آجاتی ہے) اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا، ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم (تکوینی) کے تابع ہیں، یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا، بڑے کمالات والے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں۔ تم لوگ (ہر حالت میں اور ہر حاجت میں) اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی (البتہ یہ بات) واقعی (ہے کہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو (دعا میں) حد (ادب) سے نکل جاویں (مثلاً محالات عقلیہ یا محرمات شرعیہ کی دعا مانگنے لگیں) اور دنیا میں بعد اس کے کہ (تعلیم توحید اور بعثت انبیاء کے ذریعہ) اس کی اصلاح اور درستی کر دی گئی ہے، فساد مت پھیلاؤ، اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ (بارش کی امید دلا کر دل کو) خوش کر دیتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں، پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں، پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں، (جس سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور قدرت مطلقہ مردوں کو زندہ کرنے کی ثابت ہوتی ہے، اس لیے فرمایا) یوں ہی (قیامت کے روز) ہم مردوں کو (زمین سے) نکال کر کھڑا کریں گے (یہ سب اس لیے سنایا) تاکہ تم سمجھو (اور قرآن اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایت اگرچہ سب کے لیے عام ہے مگر اس سے فائدہ اٹھانے والے کم لوگ ہوتے ہیں اس کی مثال اسی بارش سے سمجھ لو کہ بارش تو ہر زمین پر برستی ہے، مگر کھیتی اور درخت ہر جگہ نہیں پیدا ہوتے صرف ان زمینوں میں پیدا ہوتے ہیں جن میں صلاحیت ہے، اسی لیے فرمایا کہ) جو زمین ستھری ہوتی ہے اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس کی پیداوار (اگر نکلی بھی تو) بہت کم نکلتی ہے اسی طرح ہم (ہمیشہ) دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں (مگر وہ سب) انہی لوگوں کے لیے (نافع ہوتے ہیں) جو (ان کی) قدر کرتے ہیں۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۵۴: اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت مطلقہ کا بیان ہے، اس سے اہل عقل انسان کو دعوت فکر دی گئی ہے کہ ایسی

www.toobaaelibrary.com

ذات کے لیے ان تخلیقات مذکورہ کو معدوم کر کے قیامت کے روز دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے، اس لیے قیامت کا انکار چھوڑ کر اسی ذات کو اپنا رب سمجھیں۔

چھ روز کی مدت کیوں

اللہ تعالیٰ قادر ہیں کہ سارا جہان ایک آن میں پیدا فرما دیں، یہ بات قرآن کریم میں بار بار دہرائی گئی ہے پھر پیدائش عالم کے لیے چھ روز صرف ہونے کی وجہ؟ جواب: بمقتضائے حکمت چھ روز لگائے گئے تا کہ انسان کو نظام عالم چلانے میں تدریج اور پختہ کاری کی تعلیم دی جائے (سعید ابن جبیرؓ) ارشاد رسالتؐ بھی ہے فرمایا کہ غور و فکر اور وقار و تدریج کے ساتھ کام کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے۔ (مظہری بحوالہ شعب للبیہقی)

ایک سوال اور ہے کہ دن اور رات کا وجود تو آفتاب کی حرکت سے پہچانا جاتا ہے، آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے آفتاب ماہتاب نہ تھے تو چھ دن کی تعداد کس حساب سے ہوئی؟ جواب: دن و رات کی اصطلاح کہ طلوع سے غروب اور غروب سے طلوع تک دن و رات ہیں، یہ تو اس دنیا کی اصطلاح ہے، ممکن ہے اس وقت اللہ تعالیٰ نے دوسری علامات مقرر فرما رکھی ہوں جیسے جنت میں ہوگا کہ وہاں کا دن و رات حرکت آفتاب کے تابع نہ ہوگا، اور پھر یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ چھ دن ہمارے چھ دن کے برابر ہوں، اس سے بڑے ہو سکتے ہیں جیسے آخرت کے دن کے بارے میں ارشاد ہے کہ وہ ایک ہزار سال کے برابر ایک دن ہوگا، امام احمد بن حنبلؒ اور مجاہد کا یہی قول ہے کہ آخرت کے چھ دن مراد ہیں، اور بروایت ضحاکؒ حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے۔

اور یہ چھ دن اتوار سے شروع ہو کر جمعہ پر ختم ہوتے ہیں، اس کی تفصیل سورۂ حم سجدہ میں آیت: ۹، ۱۰ میں اس طرح آئی ہے کہ دو دن میں زمین بنائی گئی پھر دو دن میں زمین کے اوپر پہاڑ، دریا، معدن، درخت، نباتات اور انسان و حیوان کے کھانے پینے کی چیزیں بنائی گئیں (یہ منگل و بدھ میں) کل چار دن ہو گئے اس کے بعد ارشاد فرمایا: فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ پھر ساتوں آسمان بنائے دو دن میں (ظاہر ہے یہ جمعرات اور جمعہ ہوں گے)

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ، استواء علی العرش کا کیا مطلب ہے؟ اس کے بارے میں صاف اور صحیح مسلک یہ ہے کہ انسانی عقل اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی حقیقت کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے، اس کی کھوج میں پڑنا بے کار بلکہ مضر ہے، بس ان پر اجمالاً ایمان لانا چاہیے کہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی

www.toobaaelibrary.com

مراد ہے صحیح وحق ہے۔

یغشی اللیل النھار : یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت قاہرہ کے تابع اتنی جلدی اور آسانی سے ہو جاتا ہے کہ ذرا دیر نہیں لگتی، آگے چند مثالوں کے ذکر کے بعد قدرت قاہرہ مطلقہ کا بیان ایک کلی قاعدے کی صورت میں اس طرح کیا گیا کہ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ، یعنی یہ ساری چیزیں پیدا کرنا بھی اسی کا کام ہے اور ان سے کام لینا بھی کسی دوسرے کے بس کی بات نہ تھی۔

صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ خلق اور امر دو عالم ہیں، خلق کا تعلق مادہ اور مادیات سے اور امر کا تعلق مجردات لطیفہ کے ساتھ ہے، آسمان وزمین اور ان کے درمیان جتنی چیزیں ہیں یہ سب تو مادی ہیں ان کی پیدائش کو خلق کہا گیا ہے اور مافوق السموات جو مادہ اور مادیات سے بری ہیں ان کی پیدائش کو لفظ امر سے تعبیر کیا گیا۔ (مظہری)

آیت: ۵۵: جب قدرت مطلقہ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے تو مصیبت وحاجت کے وقت اسی کو پکارنا چاہیے، تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً دونوں لفظوں میں دو اہم آداب دعا کا بیان ہے، (۱) ضروری ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز وانکساری کا اظہار کر کے دعا کرے الفاظ اور لہجہ بھی عجز وانکسار کے مناسب ہوں، دعا مانگنے کی ہیئت بھی ایسی ہی ہو، آج کل دعاء، مانگنا بلکہ پڑھنا ہے، غرض اس لفظ میں روح دعا بتلا دی گئی، (۲) دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ دعا کا خفیہ اور آہستہ مانگنا افضل اور قرین قبول ہے، کیونکہ جہر میں اولاً تو تواضع اور انکسار نہیں باقی رہتا، ثانیاً اس میں ریاء اور شہرت کا بھی خطرہ ہے، نیز اس کی صورت عمل ایسی ہے کہ گویا یہ شخص یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ سمیع وعلیم ہیں، اسی لیے غزوۂ خیبر کے موقع پر صحابہ کرامؓ کی آواز دعا میں بلند ہو گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم کسی بہرے کو یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو، جو اتنی بلند آواز سے کہتے ہو بلکہ ایک سمیع وقریب تمہارا مخاطب ہے، خود اللہ تعالیٰ نے ایک مرد صالح کی دعا کا ذکر ان الفاظ سے فرمایا ہے اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو دعاء کی یہ کیفیت پسند ہے، دعاء سری کی فضیلت دعاء جہری پر ستر گنا ہے۔ (حسن بصریؒ)

ابن جریجؒ نے فرمایا دعاء میں آواز بلند کرنا اور شور کرنا مکروہ ہے، اللہ تعالیٰ ائمہ مساجد اور واعظین کو ہدایت فرماویں کہ قرآن وسنت کی اس تلقین کو اور بزرگان سلف کی ہدایات کو یکسر چھوڑ بیٹھے، اور اگر دعاء کے معنی ذکر وعبادت کے لیے جائیں تو اس میں بھی علماء سلف کی تحقیق یہی ہے کہ ذکر سرّ ذکر جہر سے افضل ہے، مشائخ چشتیہ جو مبتدی کو ذکر جہری کی تلقین کرتے ہیں تو وہ اس شخص کے حال کی

www.toobaaelibrary.com

مناسبت سے بطور علاج ہوتا ہے تاکہ کسل اور غفلت دور ہو، ورنہ فی نفسہٖ ذکر میں جہر ان کے یہاں بھی مطلوب نہیں کو جائز ہے، امام احمد بن حنبل، ابن حبان، بیہقی وغیرہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت سے نقل کیا ہے فرمایا: خیر الذکر الخفی و خیر الرزق ما یکفی، یعنی بہترین ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو انسان کو کافی ہو جائے۔

اور جو خاص خاص حالات اور اوقات میں جہری افضل اور مطلوب ہے ان کی تفصیل پیغمبر علیہ السلام نے اپنے قول و عمل سے واضح فرما دی ہے مثلاً اذان و اقامۃ کا بلند آواز سے کہنا، جہری نمازوں میں بالجہر قراءت، تکبیرات نماز، تکبیرات تشریق، حج میں تلبیہ وغیرہ۔ فقہائے کرام نے اس باب میں اسی لیے یہ فیصلہ فرمایا کہ ان خاص خاص حالات و مقامات کے علاوہ دوسرے حالات میں ذکر خفی اولیٰ و انفع ہے۔

اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ، حقیقتاً دین اسلام نام ہی ہے حدود و قیود کی پابندی اور فرمانبرداری کا دعاء اور تمام عبادات و معاملات حدود سے تجاوز کرنے میں گناہ بن جاتے ہیں، دعاء میں حد سے تجاوز کی کئی صورتیں ہیں، لفظی تکلفات قافیہ وغیرہ اختیار کیے جائیں، غیر ضروری قیدیں شرطیں لگائی جائیں، حضرت ابن مغفلؓ نے اپنے صاحبزادے کو اس طرح دعاء مانگتے ہوئے دیکھا کہ اے اللہ میں آپ سے جنت میں سفید رنگ کا داہنی جانب والا محل طلب کرتا ہوں تو موصوف نے ان کو روکا اور فرمایا دعاء میں ایسی قید لگانا حد سے تجاوز ہے (مظہری بروایت ابن ماجہ وغیرہ)، عام مسلمانوں کے لیے بد دعاء کرے یا ایسی خیر مانگے جو عام لوگوں کے لیے مضر ہو، اسی طرح دعاء میں بلا ضرورت آواز بلند کی جائے۔ (مظہری احکام القرآن)

آیت: ۵۶: اس میں زمین کی درستی کرنے کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں، ایک ظاہری درستی یعنی زمین کھیتی باری وغیرہ کے قابل بنایا کہ نہ تو پانی کی طرح نرم ہے جس پر قرار نہ ہو سکے، اور نہ پتھر لوہے کی طرح سخت ہے جس کو کھودا نہ جا سکے، درمیانی حالت میں رکھا گیا ہے، انسان اور دوسرے جانداروں کے لیے زمین سے ہر قسم کی ضروریات زندگی اور آسائش کے سامان پیدا فرمائے، دوسرا مفہوم یہ ہے کہ زمین کی باطنی اور معنوی اصلاح فرمائی اس طرح کہ اپنے رسول، اپنی کتابیں اور ہدایات بھیج کر اس کو کفر و شرک اور گمراہی سے پاک کیا، اب معنی آیت کے یہ ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو ظاہری اور باطنی طور پر درست فرمایا ہے اب تم اس میں اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کے ذریعے فساد نہ مچاؤ، خرابی نہ پیدا کرو۔

www.toobaaelibrary.com

اگرچہ قرآن وسنت کا اصل وظیفہ اصلاح باطنی ہے اور اس کے بالمقابل فساد باطنی سے روکنا ہے مگر اس دنیا میں ظاہر و باطن کے صلاح وفساد میں ایک ایسا ربط ہے کہ ایک کا فساد، دوسرے کے فساد کا موجب بن جاتا ہے، اسی لیے شریعت قرآن نے باطنی فساد کی طرح ظاہری فساد کو بھی منع فرمایا، ظاہری فساد کا باطنی فساد کے لے مستلزم ہونا تو اس لیے ظاہر ہے کہ وہ اطاعت احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی ہے، اور خدا تعالیٰ کی نافرمانی ہی کا دوسرا نام فساد باطنی ہے، اور فساد باطنی، فساد ظاہری کا سبب اس طرح بنتا ہے کہ سارے جہان کی ہر چھوٹی بڑی چیز اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی اور اس کے تابع فرمان ہے، جب تک انسان تابع فرمان الٰہی رہتا ہے تو یہ چیزیں انسان کی صحیح صحیح خدمت گار ہوتی ہیں، اور نافرمانی کی صورت میں یہ چیزیں بھی در پردہ انسان کی نافرمان ہو جاتی ہیں، جو بظاہر دیکھتا نہیں لیکن ان چیزوں کے خواص وآثار، نتائج وفوائد میں غور کرنے سے بدیہی طور پر اس کو ثبوت مل جاتا ہے، کیونکہ بظاہر یہ ساری چیزیں انکار نہیں کرتیں مگر دراصل مقصد ان چیزوں کا انسان کو راحت وآرام پہنچانا ہے، پریشانی اور تکلیف دور ہو اور بیماریوں سے شفا ہو، اب دنیا کے حالات پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ سامان راحت وشفا کی فراوانی کے باوجود انسانوں کی اکثریت انتہائی پریشانیوں اور بیماریوں کا شکار ہے، کوئی مطمئن اور آسودہ نہیں، بلکہ ا: مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ ——— اس کی وجہ بجز اس معنوی اور باطنی سبب کے نہیں ہے کہ ہم نے اپنے رب کی نافرمانی اختیار کی تو اس کی مخلوقات نے معنوی طور پر ہم سے نافرمانی شروع کر دی۔

چوں از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت!

اسی لیے فرمایا وَ ادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا، یعنی اس طرح کہ ایک طرف دعاء کے نا قابل قبول ہونے کا خوف لگا ہوا ہو اور دوسری طرف اس کی رحمت سے پوری امید بھی لگی ہوئی ہو، اور امید وبیم ہی طریق استقامت میں روح انسانی کے دو بازو ہیں جن سے وہ پرواز کرتی ہے، بعض علماء نے فرمایا کہ تندرستی کے زمانہ میں خوف کو غالب رکھے تاکہ اطاعت میں کوتاہی نہ ہو، اور جب موت کا وقت قریب آئے تو امید کو غالب رکھے کیونکہ اب اطاعت کی طاقت رخصت ہو چکی ہے امید رحمت ہی اس کا عمل رہ گیا ہے (بحر محیط) خلاصہ یہ ہے کہ اس سے پہلے دعاء کے دو ظاہر آداب بتلائے گئے اور اس میں دو باطنی آداب کا ذکر ہے، اپنی گناہوں اور خطاؤں سے بے فکر ہو جانا بھی خلاف ایمان ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وسعہ سے مایوس ہو جانا بھی کفر ہے، قبولیت دعا کی جب ہی توقع کی جاسکتی ہے جب کہ ان

www.toobaaelibrary.com

دونوں حالتوں کے درمیان درمیان رہے۔

اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ اشارہ اس طرف ہے کہ اگرچہ بوقت خوف وامید دونوں ہی حالتیں ہونی چاہئیں لیکن ان میں سے امید کی جانب ہی راجح ہے، ہاں اگر عدم قبولیت کا خطرہ ہوسکتا ہے تو اپنی بداعمالیوں کی نحوست سے ہوسکتا ہے کیوں کہ رحمت کے قریب ہونے کے لیے محسن یعنی نیک عمل ہونا درکار ہے، ارشاد رسالتؐ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جب دعا مانگو تو اس حالت میں مانگو کہ تمہیں قبول ہونے میں کوئی شک نہ ہو۔

آیت: ۵۷: اس آیت میں بھی ایک اہم نعمت یعنی بارش کا ذکر ہے جس سے پیدا ہونے والے درخت اور کھیتیاں اور ترکاریاں ہیں، جن پر تمام مخلوقات کی حیات وبقا کا دارومدار ہے، پچھلی آیتوں میں عالم علوی سے متعلق نعمتوں کا ذکر تھا اس آیت میں عالم سفلی کی نعمتوں سے متعلق، (بحر محیط) نتیجہ یہ نکالا کہ اس ذات کے لیے دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے، آیت: ۵۸: تعلیمات الٰہیہ بھی بارش کی طرح ہر انسان کے لیے عام ہے مگر جس طرح بارانِ رحمت سے ہر زمین فائدہ نہیں اٹھاتی اسی طرح روحانی بارش کا فائدہ بھی صرف وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جن میں یہ صلاحیت ہے، نتیجہ کے طور پر یہ طرح طرح کے دلائل بھی انھیں لوگوں کے لیے مفید ہیں جو صلاحیت رکھتے ہیں، اور وہ اس کی قدر ومنزلت پہچانتے ہیں، اس طرح یہ دونوں آیتیں مبدأ اور معاد کے اہم مسائل پر مشتمل ہوگئیں۔

عادۃ اللہ یہ ہے کہ بارش سے پہلے ایسی ٹھنڈی ہوائیں بھیجتے ہیں جس سے خود انسان کو راحت و بشاشت ہوتی ہے، پھر بارش کی اطلاع پاکر اپنا انتظام کرلیتا ہے، گویا یہ دو نعمتوں کا مجموعہ ہے، حَتّٰى اِذَا اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا بحکم خدا دریا سے خود بخود بخارات (مان سون) اٹھنا شروع ہوجاتے ہیں اور اوپر جاکر بادل بنتا ہے اور اس طرح یہ ہزاروں لاکھوں گیلن پانی سے بھرا ہوا جہاز خود بخود ہوا کے دوش پر سوار ہوکر آسمان کی طرف چڑھتا ہے، لِبَلَدٍ اصل مقصد بادو باراں کا انسان کی ضروریات مہیا کرنا ہے جس کا مسکن شہر وبستی ہے ورنہ جنگل کی سرسبزی خود کوئی مقصد نہیں۔

حدیث میں ہے کہ قیامت میں صور دو مرتبہ پھونکے جائیں گے اور ان دونوں مرتبہ کے صور کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا اور اس چالیس سال میں مسلسل بارش ہوتی رہے گی اسی عرصہ میں ہر مردہ انسان اور جانور کے اجزاء بدن اس کے ساتھ جمع کرکے ہر ایک کا مکمل ڈھانچہ بن جائے گا اور پھر دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے وقت ان لاشوں کے اندر روح آجائیگی اور زندہ ہوکر کھڑے ہوجائیں گے۔

www.toobaaelibrary.com

(بخاری، مسلم اور ابن ابی داؤد کی کتاب البعث)

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

ہم نے نوح (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے (اس قوم سے) فرمایا کہ اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کی قابل) نہیں (اور بتوں کی پرستش چھوڑ دو جن کا نام سورۂ نوح میں ہے ود اور سواع اور یغوث اور نسر) مجھ کو تمہارے لیے (درصورت میرا کہنا نہ ماننے کے) ایک بڑے (سخت) دن کے عذاب کا اندیشہ ہے (کہ وہ یوم قیامت یا یوم طوفان) ان کی قوم کے آبرو دار لوگوں نے کہا کہ ہم تم کو صریح غلطی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں (کہ توحید کی تعلیم کر رہے ہو اور عذاب کا ڈراوا دکھلا رہے ہو) انہوں نے (جواب میں) فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں تو ذرا بھی غلطی نہیں لیکن (چونکہ) میں پروردگار عالم کا (بھیجا ہوا) رسول ہوں (انہوں نے مجھ کو توحید پہنچانے کا حکم کیا ہے اس لیے اپنا منصبی کام کرتا ہوں کہ) تم کو اپنے پروردگار کے پیغام (اور احکام) پہنچاتا ہوں (اور اس پہنچانے میں میری کوئی دنیوی غرض نہیں بلکہ محض) تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں (کیونکہ توحید میں تمہارا ہی نفع ہے) اور (عذاب یوم عظیم سے جو تم کو تعجب ہوتا ہے تو تمہاری غلطی ہے کیونکہ) میں خدا کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں (تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتلا دیا ہے کہ ایمان نہ لانے سے عذاب یوم عظیم واقع ہوگا) اور (تم کو جو میرے رسول ہونے پر بوجہ میرے بشر ہونے کے انکار ہے جیسا سورۂ مؤمنون میں تصریح ہے مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً الخ تو) کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا (بشر) ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی (وہ نصیحت کی بات یہی ہے جو مذکور ہوئی یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ الیٰ قولہ اِنِّيْٓ اَخَافُ) تاکہ وہ شخص تم کو (بحکم خداوندی

www.toobaaelibrary.com

عذاب سے) ڈراوے اور تاکہ تم (اس کے ڈرانے سے) ڈر جاؤ اور تاکہ (ڈرنے کی وجہ سے مخالفت چھوڑ دو جس سے) تم پر رحم کیا جائے سو (باوجود اس تمام تر فہمائش کے) وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے (طوفان کے عذاب سے) بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے (طوفان میں غرق کر دیا بے شک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے، (حق و باطل، نفع و نقصان کچھ نہ سوجھتا تھا)

تلخیص معارف و مسائل

اس رکوع سے تقریباً آخر سورت تک انبیاءؑ اور ان کی امتوں کے احوال و واقعات کا ذکر ہے۔

سلسلۂ انبیاء میں سب سے پہلے اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں، مگر ان کے زمانہ میں کفر و ضلالت کا مقابلہ نہ تھا زیادہ تر زمین کی آبادکاری اور انسانی ضروریات کے متعلق احکام تھے، کفر و کافر موجود نہ تھے، کفر و شرک کا مقابلہ حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہوا اور رسالت و شریعت کی حیثیت سے دنیا میں وہ سب سے پہلے رسول ہیں، طوفان نوح میں غرق شدہ میں سے جو بچے وہ ان کے رفقاء تھے انہی سے نئی دنیا آباد ہوئی اسی لیے انھیں آدم اصغر کہا جاتا ہے اسی بناء پر قصص انبیاء کا آغاز بھی انھیں سے کیا گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی آٹھویں پشت میں ہیں، دونوں حضرت کے درمیان دس قرن گذرے ہیں گویا دونوں کے درمیان ایک ہزار سال کا عرصہ ہو گیا، حضرت نوح علیہ السلام کی ولادت وفات آدمؑ سے آٹھ سو چھبیس سال بعد ہوئی (ابن جریر) اور بتصریح قرآن ان کی عمر نو سو پچاس سال ہوئی، اور حضرت آدم علیہ السلام کی عمر چالیس کم ایک ہزار سال ہے اس طرح پیدائش آدمؑ سے وفات نوحؑ تک کل دو ہزار آٹھ سو چھپن سال ہو جاتے ہیں۔ (مظہری)

نوح علیہ السلام کا اصلی نام شاکر، یا سکن، یا عبدالغفار آیا ہے، اکثر صحابہؓ کا قول یہ ہے کہ حضرت نوحؑ حضرت ادریسؑ سے پہلے ہیں، (بحر محیط) ارشاد رسالتؐ ہے کہ نوح علیہ السلام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اور طوفان کے بعد آٹھ سال زندہ رہے۔ (مستدرک حاکم عن ابن عباسؓ)

آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت اپنی قوم کے لیے تھی ساری دنیا کے لیے عام نہ تھی اور قوم عراق میں آباد تھی بظاہر مہذب مگر شرک میں مبتلا تھی۔

نوح علیہ السلام کی دعوت کے جواب میں قوم نے جو دل خراش اور دلآزار انداز میں جو کچھ کہا

www.toobaaelibrary.com

اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام نے پیغمبرانہ لہجہ میں جو جواب دیا وہ مصلحین اور مبلغین کے لیے ایک اہم تعلیم وہدایت ہے۔

سورۂ مؤمنون میں ان کا دوسرا جواب یہ تھا کہ یہ تو ہمارے ہی جیسے بشر ہیں ان کو اپنا مقتدا ہم کیسے مان لیں، اگر پیغمبر ہوتا تو کوئی فرشتہ ہوتا، بس یہ تو ہم پر اپنا تفوق قائم کرنا چاہتا ہے، اس کے جواب میں فرمایا اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَاءَ کُمْ الخ، حقیقت یہ ہے کہ عام انسانوں کی طرف رسالت و نبوت کا مقصد بشر ہی کے ذریعہ پورا ہوسکتا ہے فرشتوں سے یہ کام نہیں ہوسکتا، انھیں کی جنس کوئی شخص نمونۂ عمل بن کر ان کو دکھلائے کہ بشری تقاضوں اور خواہشوں کے ساتھ بھی احکام الٰہیہ کی اطاعت اور اس کی عبادت جمع ہوسکتی ہے۔

افسوس ہے کہ قرآن کی اتنی تصریحات کے باوجود آج بھی کچھ لوگ پیغمبر علیہ السلام کی بشریت کا انکار کرنے کی جرأت کرتے ہیں مگر جاہل انسان اس حقیقت کو نہیں سمجھتا وہ کسی اپنے ہم جنس کی برتری کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔

غرض حضرت نوح علیہ السلام کا مشفقانہ اور ناصحانہ رویہ بھی ان کی بے حسی پر اثر انداز نہ ہوا بلکہ اندھے بن کر جھٹلانے ہی میں لگے رہے، تو پھر عذاب الٰہی کے شکار ہو کر غرق کر دیے گئے، حضرت زید ابن اسلم فرماتے ہیں کہ یہ طوفان کا عذاب ان پر اس وقت آیا جب کہ وہ اپنی کثرت وقوت کے اعتبار سے بھرپور تھے، عراق کی زمین اور پہاڑ سب تنگ ہو رہے تھے، اور اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے دستور یہی رہا ہے کہ عذاب اس وقت بھیجتے ہیں جب قوم اپنی کثرت وقوت ودولت میں انتہا کو پہنچ کر بدمست ہو جائیں (ابن کثیر)۔

کشتی نوح علیہ السلام میں اسی آدمی تھے جن میں ایک کا نام بُرْبُم تھا یہ عربی زبان بولتا تھا، (ابن کثیر بروایت ابن ابی حاتم عن ابن عباسؓ) چالیس مرد اور چالیس عورتیں تھیں، طوفان کے بعد یہ سب حضرات موصل میں جس جگہ مقیم ہوئے اس بستی کا نام ثمانون مشہور ہو گیا تھا۔

غرض اس قصہ میں ایک تو یہ بتلا دیا کہ تمام انبیاء کی دعوت اور اصول عقائد ایک ہی تھے، دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی تائید ومدد کس طرح حیرت انگیز طریقہ پر کرتے ہیں کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ جانے والے طوفان میں بھی ان کی سلامتی کو کوئی خطرہ نہیں ہوتا، تیسرے یہ کہ انبیاء کی تکذیب عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ۝ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے (برادری یا وطن کے) بھائی (حضرت) ہود (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں (اور بت پرستی چھوڑ دو جیسا آگے وَ نَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا سے معلوم ہوتا ہے) سو کیا تم (ایسے بڑے جرم عظیم یعنی شرک کے مرتکب ہو کر عذاب الٰہی سے) نہیں ڈرتے ان کی قوم میں جو آبرو دار لوگ کافر تھے انہوں نے (جواب میں) کہا کہ ہم تم کو کم عقلی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں (کہ توحید کی تعلیم کر رہے ہو اور عذاب سے ڈرا رہے ہو) اور ہم بے شک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں (یعنی نعوذ باللہ نہ تو توحید صحیح مسئلہ ہے اور نہ عذاب کا آنا صحیح ہے) انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں لیکن (چونکہ) میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں (انہوں نے مجھ کو تعلیم توحید اور انذار عذاب کا حکم کیا ہے اس لیے اپنا منصبی کام کرتا ہوں کہ) تم کو اپنے پروردگار کے پیغام (اور احکام) پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ امانت دار ہوں (کیونکہ توحید و ایمان میں تمہارا ہی نفع ہے) اور (تم جو میرے بشر ہونے سے میری نبوت کا انکار کرتے ہو جیسا سورۂ ابراہیم میں بعد ذکر قوم نوح و عاد و ثمود کے ہے قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اور سورۂ فصلت میں بعد ذکر عاد و ثمود کے ہے قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً الخ تو) کیا تم اس بات

www.toobaalibrary.com

سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا (بشر) ہے کوئی نصیحت کی بات آ گئی (وہ نصیحت کی بات وہی ہے جو مذکور ہوئی یٰقَوْمِ اعْبُدُ اللّٰهَ الیٰ قولہ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ) تاکہ وہ شخص تم کو (عذاب الٰہی سے) ڈرا دے (یعنی یہ تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیا بشریت و نبوت میں منافاۃ ہے اوپر اَفَلَا تَتَّقُوْنَ میں ترہیب تھی آگے ترغیب ہے) اور (اے قوم) تم یہ حالت یاد کرو (اور یاد کر کے احسان مانو اور اطاعت کرو) کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد (روئے زمین پر) آباد کیا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ (بھی) زیادہ دیا سو خدا تعالیٰ کی (ان) نعمتوں کو یاد کرو (اور یاد کر کے احسان مانو اور اطاعت کرو) تاکہ تم کو (ہر طرح کی) فلاح ہو وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا (خوب) آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہوں گے کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور جن (بتوں) کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ہم ان (کی عبادت) کو چھوڑ دیں (یعنی ہم ایسا نہ کریں گے) اور ہم کو (نہ ماننے پر) جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو (جیسا اَفَلَا تَتَّقُوْنَ سے معلوم ہوتا ہے) اس (عذاب) کو ہمارے پاس منگوا دو اگر تم سچے ہو انہوں نے فرمایا کہ (تمہاری سرکشی کی جب یہ حالت ہے تو) بس اب تم پر خدا کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے (پس عذاب کے شبہ کا جواب تو اس وقت معلوم ہو جائے گا اور باقی توحید پر جو شبہ ہے کہ ان بتوں کو معبود کہتے ہو جن کا نام تو تم نے معبود رکھ لیا ہے، لیکن واقع میں ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں تو) کیا تم مجھ سے ایسے (بے حقیقت) ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو (یعنی مسمیات بمنزلہ بعض اسماء کے ہیں) جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے (آپ ہی) ٹھہرا لیا ہے (لیکن) ان کے معبود ہونے کی خدا تعالیٰ نے کوئی دلیل (نقلی یا عقلی) نہیں بھیجی (یعنی جدال میں مدعی کے ذمہ دلیل ہے اور مقابل کی دلیل کا جواب بھی، سو تم نہ دلیل قائم کر سکتے ہو نہ میری دلیل کا جواب دے سکتے ہو پھر جدال کا کیا معنی) سو تم (اب جدال ختم کرو اور عذاب الٰہی کے) منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں غرض (عذاب آیا اور) ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو (یعنی مؤمنین کو) اپنی رحمت و (کرم) سے (اس عذاب سے) بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ تک کاٹ دی (یعنی بالکل ہلاک کر دیا) جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ (بوجہ غایت قساوت کے) ایمان لانے والے نہ تھے (یعنی اگر ہلاک بھی نہ ہوتے جب بھی ایمان نہ لاتے اس لیے ہم نے بمقتضائے اس وقت کی حکمت کے خاتمہ ہی کر دیا)

www.toobaaelibrary.com

تلخیص معارف ومسائل

عاد اور ثمود کی مختصر تاریخ

نوح علیہ السلام کی پانچویں نسل میں ان کے بیٹے سام کی اولاد میں ایک شخص کا نام عاد ہے پھر اس شخص کی اولاد اور پوری قوم عاد کے نام سے مشہور ہوگئی، قرآن میں کہیں عاد کے ساتھ اُولیٰ اور کہیں اِرَمَ ذَاتِ العماد بھی آیا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی عاد ثانیہ بھی ہے، زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ عاد کے دادا کا نام اِرم ہے اس کے ایک بیٹے عوص کی اولاد میں عاد ہے، یہ عادِ اولیٰ کہلاتا ہے اور دوسرے بیٹے پشو کا بیٹا ثمود ہے یہ عاد ثانی کہلاتا ہے، حاصل یہ کہ عاد و ثمود دونوں اِرَم کی شاخیں ہیں، لفظ اِرم دونوں میں مشترک ہے۔

بعض کا قول ہے کہ قوم عاد پر عذاب کے وقت ان کا ایک وفد مکہ معظمہ گیا ہوا تھا وہ محفوظ رہا اس کو عاد اخریٰ کہتے ہیں (بیان القرآن)۔

اور ہود علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کی پانچویں نسل اور سام کی اولاد میں ہیں قوم عاد اور حضرت ہودؑ کا نسب نامہ چوتھی پشت میں سام پر جمع ہوتا ہے اس لیے ہود علیہ السلام عاد کے نسبی بھائی ہیں قرآن نے اس لیے اَخَاهُمْ هُوْدًا فرمایا۔

قوم عاد کے تیرہ خاندان تھے، عمان سے حضر موت اور یمن تک ان کی بستیاں تھیں، بڑے قد آور اور قوی الجثہ تھے، (زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً) اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ساری ہی نعمتوں کے دروازے ان پر کھول دیے تھے، مگر ان کی کج فہمی نے انھیں نعمتوں کو ان کے لیے وبالِ جان بنا دیا، اپنی قوت وشوکت کے نشہ میں بدمست ہو کر مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً کی ڈینگ مارنے لگے، اور بت پرستی میں مبتلا ہو گئے۔

ماہر انساب عرب ابو البرکات جونی نے لکھا ہے کہ ہودؑ کے بیٹے یعرب بن قحطان ہیں جو یمن میں جا کر آباد ہوئے، یمنی اقوام انھیں کے نسل ہیں اور عربی زبان کی ابتدا انھیں سے ہوئی، اور یعرب کی مناسبت سے ہی زبان کا نام عربی اور بولنے والوں کو عرب کہا گیا (بحر محیط) مگر صحیح یہ ہے کہ عربی زبان تو عہد نوحؑ سے جاری تھی، کشتی نوحؑ کے رفیق جو ہم تھے (جیسا کہ گزرا) جو عربی بولتے تھے (بحر محیط) انھیں سے مکہ معظمہ کی آبادی شروع ہوئی، ہاں یہ ممکن ہے کہ یمن میں عربی زبان کی ابتدا یعرب سے ہوئی اور جونی کی تحقیق کا یہی مطلب ہو۔

www.toobaaelibrary.com

قوم عاد پر ان کی دولت وقوت کے نشہ میں سرشاری اور نافرمانی کے نتیجے میں پہلا عذاب تو یہ آیا کہ تین سال تک مسلسل بارش بند ہوگئی، ان کی زمینیں خشک ریگستانی صحرا بن گئیں اور باغات جل گئے، یہ پھر بھی شرک وبت پرستی سے باز نہ آئے تو آٹھ دن اور سات راتوں تک ان پر شدید آندھی کا عذاب مسلط ہوا جس نے ان کے رہے سہے باغات اور محلات کو زمین پر بچھا دیا، آدمی اور جانور ہوا میں اڑتے اور پھر سر کے بل آکر گرتے تھے، اس طرح قوم عاد سب کے سب ہلاک کر دیے گئے، وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا کا مطلب بعض نے یہی قرار دیا ہے کہ اس وقت جو لوگ تھے سب ہی فنا کر دیے گئے، اور بعض نے کہا کہ آئندہ کے لیے بھی قوم عاد کی نسل اللہ تعالیٰ نے منقطع کر دی۔

بوقت عذاب ہود علیہ السلام نے مع رفقاء کے ایک حظیرہ (گھر) میں پناہ لی، یہ عجیب بات تھی کہ ادھر محلات منہدم ہو رہے تھے مگر اس گھر میں ہوا نہایت معتدل ہو کر داخل ہوتی تھی، یہ حضرات اس وقت بھی مطمئن ہو کر بیٹھے رہے، قوم کی ہلاکت کے بعد مکہ معظمہ میں منتقل ہو گئے، یہیں وفات پائی۔ (بحر محیط)

سورۂ مؤمنون کے لفظ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ کی بنا پر بعض مفسرین نے کہا کہ سخت ہیبت ناک آواز کا عذاب مسلط ہوا تھا، مگر دونوں باتوں میں تعارض نہیں ہو سکتا ہے کہ سخت آواز بھی ہوئی ہو اور ہوا کا طوفان بھی۔

ابھی تک قوم نوح کا عذاب عظیم لوگوں کے ذہنوں سے غائب نہیں ہوا تھا اس لیے حضرت ہود علیہ السلام کو عذاب کی شدت وعظمت بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی صرف اتنا فرمانا کافی سمجھا اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کہ تم اللہ کے عذاب سے ڈرتے نہیں، پھر بعد کی آیتوں میں قوم کا جواب پھر ہود کا جواب یہ سارا معارضہ ایسا ہی ہے جیسا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے ان سے کہا تھا، صرف بعض الفاظ کا فرق ہے۔

اس کے بعد ہود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے وہ انعامات یاد دلائے جو اس قوم پر ہوئے۔ (آیت: ۹۶)

آیت: ۷۰: مگر اس سرکش اور بدمست قوم نے ایک نہ سنی اور گمراہوں کا سا جواب دیا، بہر حال ان کی سرکشی پر عذاب الٰہی کی خبر دیدی مگر ساتھ ہی پیغمبرانہ شفقت ونصیحت نے پھر مجبور کیا اس کلام کے دوران یہ بھی فرما دیا کہا: اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْ اَسْمَآءٍ الخ.

اس قصہ میں غافل انسانوں کے لیے خدا کی یاد واطاعت میں لگ جانے کی ہدایت اور نافرمانوں کے لیے سامان عبرت اور مبلغین مصلحین کے لیے پیغمبرانہ طریقہ تبلیغ واصلاح کی تعلیم ہے۔

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ

www.toobaaelibrary.com

بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں (انہوں نے ایک خاص معجزہ کی درخواست کی کہ اس پتھر میں سے ایک اونٹنی پیدا ہو تو ہم ایمان لائیں، چنانچہ آپ کی دعا سے ایسا ہی ہوا کہ وہ پتھر پھٹا اور اس کے اندر سے ایک بڑی اونٹنی نکلی، ---رواہ محمد بن اسحٰق--- آپ نے فرمایا کہ) تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل (میرے رسول ہونے کی) آچکی ہے (آگے اس کا بیان ہے) یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لیے دلیل (بنا کر ظاہر کی گئی) ہے (اور اسی لیے اللہ کی اونٹنی کہلائی کہ اللہ کی دلیل ہے) سو (علاوہ اسکے میری رسالت پر دلیل ہے خود اس کے بھی کچھ حقوق ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ) اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں (گھاس چارہ) کھاتی پھرا کرے (اسی طرح اپنی باری کے دن پانی پیتی رہے جیسا دوسری آیت میں ہے) اور اس کو برائی (اور تکلیف دہی) کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو دردناک عذاب آپکڑے اور (اے قوم) تم یہ حالت یاد کرو (اور یاد کر کے احسان مانو اور اطاعت کرو) کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو

www.toobaaelibrary.com

(قوم) عاد کے بعد (روئے زمین پر) تمہیں بسا دیا اور تم کو زمین پر رہنے کو (دلخواہ) ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر (بھی بڑے بڑے) محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں (بھی) گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی (ان) نعمتوں کو (اور دوسری نعمتوں کو بھی) یاد کرو (اور کفر و شرک کے ذریعہ) زمین میں فساد مت پھیلاؤ (یعنی ایمان لے آؤ مگر باوجود اس قدر فہمائش کے کچھ غربا، ایمان لائے اور ان میں اور رئیسوں میں یہ گفتگو ہوئی یعنی) ان کی قوم جو متکبر سردار تھے انہوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا کہ کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح (علیہ السلام) اپنے رب کی طرف سے (پیغمبر بنا کر) بھیجے ہوئے (آئے) ہیں انہوں نے (جواب میں) کہا کہ بے شک ہم تو اس (حکم) پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دے کر بھیجا گیا ہے وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس چیز پر ایمان لائے ہوئے ہو ہم تو اس کے منکر ہیں، غرض (نہ صالح علیہ السلام پر ایمان لائے اور نہ اونٹنی کے حقوق ادا کیے بلکہ (اس اونٹنی کو (بھی) مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم (ماننے) سے (بھی) سرکشی کی (وہ حکم اعتقاد توحید و رسالت تھا) اور (اس پر یہ بیباکی کی کہ) کہنے لگے کہ اے صالح جس (عذاب) کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو منگوایئے اگر آپ پیغمبر ہیں (کیونکہ پیغمبر کا صادق ہونا لازم ہے) پس پکڑا ان کو زلزلہ نے سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے اس وقت صالح (علیہ السلام) ان سے منہ موڑ کر چلے اور (بطور حسرت کے فرضی خطاب کر کے) فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا (جس پر عمل کرنا موجب فلاح تھا) اور میں نے تمہاری (بہت) خیر خواہی کی (کہ کس طرح شفقت سے سمجھایا) لیکن (افسوس تو یہ ہے کہ) تم لوگ (اپنے) خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے (اس لیے ایک نہ سنی اور آخر روز بد دیکھا) اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو (چند بستیوں کی طرف پیغمبر بنا کر) بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم (یعنی اپنی امت) سے فرمایا کیا تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا (یعنی) تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر (اور اس کام کے ارتکاب میں یہ نہیں کہ تم کو کوئی دھوکہ ہو گیا ہو) بلکہ (اس باب میں) تم حد (انسانیت) ہی سے گذر گئے ہو اور (ان مضامین کا) ان کی قوم سے کوئی (معقول) جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ (آخر میں بیہودگی کی راہ سے) آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو (یعنی لوط علیہ السلام کو اور ان کے ساتھی مؤمنین کو) تم اپنی (اس) بستی سے نکال دو (کیونکہ) یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں (اور ہم کو گندہ بتلاتے ہیں پھر

www.toobaaelibrary.com

گندوں میں پاکوں کا کیا کام، یہ بات انہوں نے براہ تمسخر کہی تھی) سو (جب یہاں تک نوبت پہنچی تو) ہم نے (اس قوم پر عذاب نازل کیا اور) لوط (علیہ السلام) کو اور ان کے متعلقین کو (یعنی ان کے گھر والوں کو اور دوسرے ایمان والوں کو بھی اس عذاب سے) بچالیا (اس طرح کہ وہاں سے نکل جانے کا پہلے ہی حکم ہو گیا) بجز ان کی بیوی کے کہ وہ (بوجہ ایمان نہ لانے کے) ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے اور (وہ عذاب جو ان پر نازل ہوا یہ تھا کہ) ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا (کہ وہ پتھروں کی بارش تھی) سو (اے دیکھنے والے) دیکھ تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا (اگر تو غور سے دیکھے گا تو تعجب کرے گا اور سمجھے گا کہ نافرمانی کا کیا انجام ہوتا ہے)۔

تلخیص معارف مسائل

قوم عاد کی طرح قوم ثمود بھی دولتمند، قوی بہادر قوم اور سنگ تراشی اور فن تعمیر میں ماہر تھی، بڑے بڑے محلات بنانے کے علاوہ پہاڑوں کو کھود کر ان میں طرح طرح کی عمارتیں بناتے تھے، مگر دنیا کی دولت وثروت کا نتیجہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ ایسے لوگ خدا اور آخرت سے غافل ہو کر غلط راستوں پر پڑ جاتے ہیں، قوم ثمود کا بھی یہی حال ہوا۔

قوم عاد کی تباہی کے بعد قوم ثمود ان کے مکانات اور زمینوں کے وارث بنی اور انھیں مقامات پر اپنے عشرت کدے تیار کیے جن میں ان کے بھائی ہلاک ہو چکے تھے، اور ٹھیک وہی اعمال وافعال بھی کر دیے، اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت مستمرہ کے مطابق ان کی ہدایت کے لیے حضرت صالح علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا، آپ نے اپنی قوم کو وہی دعوت دی جو ان سے پہلے انبیاء کرامؑ دیتے چلے آئے ہیں، ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ اس نشان سے مراد ایک عجیب وغریب ناقہ ہے جس کا اجمالی ذکر اس آیت میں بھی ہے، اور مختلف سورتوں میں اس کی تفصیل ہے، واقعہ اس ناقہ کا یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام قوم کو اپنی جوانی کے زمانہ سے لے کر بڑھاپے تک دعوت دیتے رہے، قوم نے آپ کے اصرار سے تنگ آ کر ایک ایسا مطالبہ کیا کہ (اپنی دانست میں) جسے وہ پورا نہ کر سکیں، وہ مطالبہ یہ تھا کہ اگر آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں تو ہماری کاتبہ پہاڑی کے اندر سے ایک دس ماہ کی گابھن اور قوی تندرست اونٹنی نکال دیجیے، حضرت صالح علیہ السلام نے پہلے عہد لیا کہ مطالبہ کی تکمیل کے بعد میری دعوت پر ایمان لے آؤ گے، جب سب نے معاہدہ کر لیا، تو صالح علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی، دعا کرتے ہی پہاڑی کے اندر جنبش پیدا ہوئی اور اس کی ایک بڑی چٹان پھٹ

www.toobaalibrary.com

کر اس میں سے ایک اونٹنی مطالبہ کے مطابق نکل آئی، یہ کھلا معجزہ دیکھ کر ان میں کچھ لوگ مسلمان ہو گئے اور باقی تمام قوم نے بھی ارادہ کر لیا مگر چند خاص پجاری قسم کے جو سردار تھے انھوں نے بہکا کر اسلام قبول کرنے سے روک دیا، حضرت صالح علیہ السلام نے جب دیکھا کہ قوم کی عہد شکنی پر عذاب آجائے گا تو پیغمبرانہ شفقت کی بنا پر یہ نصیحت فرمائی کہ اس اونٹنی کی حفاظت کرو، اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ تو شاید تم عذاب سے محفوظ رہو، ورنہ فوراً تم پر عذاب آجائے گا، ارشاد باری ہے: هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ الخ چونکہ معجزانہ طور پر پیدا ہوئی تھی اس لیے ناقۃ اللہ کہا، جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہا گیا، تَاْكُلْ فِيْ اَرْضِ اللّٰهِ، یعنی اس اونٹنی کو آزاد چھوڑ دو کہ عام چراگاہوں میں کھاتی پھرے۔

قوم ثمود جس کنوئیں سے پانی پیتے پلاتے تھے اسی سے یہ اونٹنی بھی پانی پیتی تھی مگر عجیب الخلقت اونٹنی جب پانی پیتی تو پورے کنوئیں کا پانی ختم کر دیتی، حضرت صالح علیہ السلام نے باذن ربانی یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ ایک دن یہ اونٹنی پانی پیے گی اور دوسرے دن قوم کے سب لوگ پانی لیں گے، اور جس دن یہ اونٹنی پانی پیے گی تو دوسروں کو پانی کے بجائے اونٹنی کا دودھ اتنی مقدار میں مل جاتا تھا کہ وہ اپنے سارے برتن اس سے بھر لیتے تھے، قرآن کریم میں متعدد جگہ پر اس تقسیم کا ذکر آیا ہے۔ (سورہ قمر آیت: ۲۸، سورہ شعراء آیت: ۱۵۵)

آیت: ۷۴: میں اس وعدہ فراموش سرکش قوم کی خیر خواہی اور ان کو عذاب سے بچانے کے لیے پھر ان کو اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات یاد دلائے کہ اب بھی یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز آجائیں۔

آیات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اصول عقائد میں تمام انبیاء علیہم السلام متفق ہیں، دوسرے یہ کہ قوم کے بڑے اور دولت مند دعوت کو قبول نہیں کرتے، تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دنیا میں کافروں پر بھی مبذول ہوئی ہیں، چوتھے یہ کہ بڑے بڑے محلات و عالیشان مکانات کی تعمیر بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، اور بنانا جائز ہے، یہ دوسری بات ہے کہ انبیاء و اولیاء نے اس لیے پسند نہیں فرمایا کہ یہ چیزیں انسان کو غفلت میں ڈالنے والی ہیں، پیغمبر علیہ السلام کے ارشادات اونچی تعمیرات کے بارے میں جو منقول ہیں وہ اسی انداز کے ہیں۔

آیت: ۷۵، ۷۶: میں قوم ثمود کے دو گروہوں (مؤمنین و کافرین) کے درمیان مکالمہ و مباحثہ کا بیان ہے۔

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں فرمایا کہ یہاں دونوں گروہوں کے دو وصف قرآن نے بتلائے مگر

www.toobaaelibrary.com

کفار کا وصف بصیغۂ معروف اِستکبَرُوْا اور مؤمنین کا بصیغۂ مجہول اُستُضعِفُوْا اس میں اشارہ یہ پایا جاتا ہے کہ یہ تکبر کفار کا اپنا فعل تھا جو قابل مؤاخذہ ہوا، اور مؤمنین کا جو وصف بیان کرتے تھے کہ وہ حقیر وضعیف ہیں یہ کفار کا کہنا ہے، خود مؤمنین کا واقعی حال اور وصف نہیں جس پر کوئی ملامت ہو سکے، بلکہ قابل ملامت وہ ہیں جو انھیں ضعیف کہتے ہیں۔

آیت: ۷۵ میں مؤمنین نے جواب بلیغ انداز میں دیا کہ یہ بحث کہ وہ رسول ہیں یا نہیں یہ بات قابل بحث ہی نہیں، بلکہ بدیہی ویقینی ہے، بات کچھ ہو سکتی ہے تو یہ کہ کون ان پر ایمان لاتا ہے، کون نہیں۔ اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ.

دنیا کی محبت اور دولت کے نشہ سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے کہ وہ انسان کی آنکھوں کا پردہ بن جاتے ہیں وہ بدیہی چیزوں کا انکار کرنے لگتا ہے۔

آیت: ۷۷: قوم ثمود اس اونٹنی کے وجہ سے ایک تکلیف میں مبتلا تھی، چاہتے تھے کہ کس طرح یہ ہلاک ہو جائے مگر عذاب سے ڈرتے تھے، شیطان کا سب سے بڑا فریب عورت کا فتنہ ہے، قوم کی دو حسین وجمیل عورتوں نے یہ بازی لگادی کہ جو شخص اس ناقہ کو قتل کرے گا ہم اور ہماری لڑکیوں میں سے جس کو چاہے اس کی ہے، قوم کے دو نوجوان مصدع اور قدار اس نشہ میں مدہوش ہو کر اونٹنی کو قتل کرنے کے لیے نکلے اور مصدع نے تیر کا اور قدار نے تلوار کا وار کر کے ناقہ کی ٹانگیں کاٹ کر قتل کر دیا، قرآن نے اسی کو قوم کا سب سے بڑا شقی قرار دیا ہے: اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا کیونکہ ان کی وجہ سے پوری قوم عذاب میں گرفتار ہوگئی۔

حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا تو قوم کو بحکم الٰہی بتلا دیا کہ اب تمھاری زندگی کے صرف تین دن باقی ہیں، (ہود آیت: ۶۵) حضرت صالح علیہ السلام کے اس ارشاد پر بھی ان بدبختوں نے مذاق اڑانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ کیسے آئے گا، کہاں سے آئے گا کیا علامت ہوگی حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: لو علامات بھی سن لو، کل جمعرات کو تم سب کے چہرے زرد ہو جائیں گے مرد عورت بوڑھا بچہ کوئی مستثنیٰ نہ ہوگا، پرسوں جمعہ کو سخت سرخ اور ترسوں ہفتہ کو شدید سیاہ ہو جائیں گے اور یہ دن تمھاری زندگی کا آخری دن ہوگا، بدنصیب قوم یہ سن کر بجائے توبہ واستغفار کرنے کے حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کر دینے کا فیصلہ کیا، کیونکہ اگر یہ سچے ہیں تو عذاب آنا ہی ہے تو پہلے انھیں کا کام کیوں نہ تمام کر دیں اور اگر جھوٹے ہیں تو جھوٹ کا خمیازہ بھگتیں، چنانچہ قتل کے ارادہ سے رات میں

www.toobaaelibrary.com

مکان پر گئے مگر اللہ تعالیٰ نے راستہ میں پتھر برسا کر ہلاک کر دیا۔ وَ قَدْ مَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ (نمل آیت:۵۰) بالآخر حسب ارشاد صالح علیہ السلام جمعرات کی صبح سب کے چہرے زرد ہو گئے، اس علامت کو دیکھ لینے کے بعد بجائے ایمان لانے کے ان کا غیض وغضب اور بڑھ گیا، اور پوری قوم ان کے قتل کی فکر میں پھرنے لگی، اور پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی سخت سرخ اور سیاہ ہو گئے، اب تو سب زندگی سے مایوس ہو کر انتظار کرنے لگے کہ کس طرح سے عذاب آتا ہے، اسی حال میں زمین سے ایک شدید زلزلہ آیا اور اوپر سے سخت ہیبت ناک چیخ جس سے سب کے سب بیٹھے بیٹھے اوندھے گر کر مر گئے، فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ (آیت:۷۸) دوسری آیت میں الصَّيْحَةُ کا لفظ ہے معلوم ہوا کہ دونوں طرح کے عذاب ان پر جمع ہو گئے تھے، جٰثِمِيْنَ یعنی جو جس حال میں تھا وہیں ڈھیر ہو گیا، نعوذ باللہ من قہرہ۔

بخاری میں ہے کہ: غزوہ تبوک کے سفر میں پیغمبر علیہ السلام اور صحابہ کرام کا گذر اس مقام حجر پر ہوا جہاں قوم ثمود پر عذاب آیا تھا تو آپ نے صحابہ کرام کو ہدایت فرمائی کہ اس معذب بستی کی زمین میں کوئی اندر نہ جائے اور نہ اسکے کنویں کا پانی استعمال کرے۔ (مظہری)

اور بعض روایات میں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ قوم ثمود پر جب عذاب آیا تو ان میں بجز ایک شخص ابو رغال کے کوئی نہ بچا، یہ شخص اس وقت حرم مکہ میں پہنچا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے حرم کے احترام کے سبب اس وقت اسے بچا لیا بالآخر جب یہ حرم سے نکلا تو وہی عذاب اس پر بھی آ گیا اور یہیں ہلاک ہو گیا، پیغمبر علیہ السلام نے لوگوں کو مکہ سے باہر ابو رغال کی قبر کا نشان بھی دکھایا اور یہ بھی فرمایا کہ اس کے ساتھ ایک سونے کی چھڑی بھی دفن ہو گئی، صحابہ کرامؓ نے قبر کھولی تو سونے کی چھڑی مل گئی وہ نکالی، اس روایت میں یہ بھی ہے کہ طائف کے باشندے بنو ثقیف اسی ابو رغال کی اولاد ہیں۔ (مظہری)

ان معذب قوموں کی بستیوں کو اللہ تعالیٰ نے آئندہ نسلوں کے لیے عبرتکدہ بنا کر قائم رکھا ہے اور قرآن کریم نے عرب کے لوگوں کو بار بار اس پر متنبہ کیا ہے۔ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا۔

آیت:۷۹: یہ خطاب ایسا ہی ہے جیسے پیغمبر علیہ السلام نے غزوۂ بدر میں مرے ہوئے قریشی مشرکین کو خطاب فرمایا تھا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خطاب نزول عذاب سے پہلے ہوا ہو، اگرچہ بیان میں اسے مؤخر ذکر کیا ہے، بہرحال اس میں بھی ایک عبرت ہے۔

قوم پر یہ عذاب نازل ہونے کے بعد حضرت صالح علیہ السلام اور مؤمنین (چار ہزار) بھی اس

www.toobaaelibrary.com

جگہ کو چھوڑ کر یمن کے علاقہ حضرموت میں چلے گئے اور وہیں حضرت صالح علیہ السلام کی وفات ہوئی اور بعض روایات سے ان کا مکہ معظمہ چلا جانا اور وہیں وفات ہونا معلوم ہوتا ہے۔

آیت: ۸۰ تا ۸۴: حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں، دونوں کا اصل وطن بصرہ کے قریب ارض بابل کے نام سے معروف تھا، یہاں بت پرستی کا عام رواج تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے میں زوجۂ محترمہ حضرت سارہ اور بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام مسلمان ہوئے۔ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ۔ بالآخر انھیں دونوں کو لیکر ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی۔

حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرما کر اردن اور بیت المقدس کے درمیان مقام سدوم کے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا، یہ علاقہ پانچ اچھے بڑے شہروں پر مشتمل تھا، جن کے نام سدوم، عمورہ، ادمہ، صبویم اور بالع یا صوغر تھا، ان کے مجموعہ کو قرآن نے مؤتفکۃ اور مؤتفکات کے الفاظ میں کئی جگہ بیان کیا ہے، سدوم ان سب میں مرکز تھا، حضرت لوط علیہ السلام نے یہیں قیام فرمایا، زمین سرسبز و شاداب تھی، ہر طرح کے غلے اور پھلوں کی کثرت تھی، (بحر)

عام انسانی عادت کے تحت دولت و ثروت کے نشہ میں مبتلا ہو کر عیش و عشرت اور ہوا و ہوس کے اس کنارے پر پہنچ گئے کہ انسانی غیرت و حیا اور اچھے برے کی فطری تمیز بھی کھو بیٹھے ایسے خلاف فطرت فواحش میں مبتلا ہو گئے جو حرام و گناہ ہونے کے علاوہ فطرت سلیمہ کے لیے نفرت اور گھن کا کام ہیں کہ عام جانور بھی اس کے پاس نہیں جاتے، حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے مامور فرمایا، آیت: ۸۰ کا ترجمہ پھر دیکھیے، زنا کے بارے میں تو قرآن نے فَاحِشَةً بغیر الف لام کے ذکر کیا ہے مگر یہاں اَلْفَاحِشَةَ فرما کر اشارہ فرما دیا کہ یہ خلاف فطرت بدکاری گویا کہ تمام فواحش کا مجموعہ اور زنا سے بھی زیادہ شدید جرم ہے، مَا سَبَقَكُمْ بِهَا عمر بن دینار نے فرمایا کہ اس قوم سے پہلے دنیا میں کبھی ایسی حرکت نہ دیکھی گئی تھی، (مظہری) اموی خلیفہ عبدالملک نے کہا کہ اگر قرآن میں یہ واقعہ مذکور نہ ہوتا تو میں کبھی یہ گمان نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی انسان ایسا کام کر سکتا ہے۔ (ابن کثیر)

اس میں ان کی بے حیائی پر دو حیثیت سے تعجب کی گئی اول یہ کہ بہت سے گناہوں میں انسان اپنے ماحول یا اپنے اسلاف کی تقلید کی وجہ سے مبتلا ہو جاتا ہے گو وہ بھی کوئی شرعی عذر نہیں مگر عرفاً اس کو کسی وجہ میں معذور کہا جا سکتا ہے مگر ایسا گناہ جو پہلے کسی نے نہیں کیا نہ اس کے لیے خاص مقتضیات ہیں یہ اور بھی زیادہ وبال ہے، دوسرے یہ کہ کسی برے کام یا بری رسم کو جو شخص ایجاد کرتا ہے اس پر اپنے

www.toobaaelibrary.com

فعل کے گناہ وعذاب کے ساتھ ان تمام لوگوں کا عذاب بھی اسی کی گردن پر ہوتا ہے جو قیامت تک اس کے فعل سے متاثر ہو کر مبتلاء گناہ ہو جاتے ہیں، صحابہؓ وتابعین وائمہ مجتہدین نے اس جرم کو عام بدکاری سے زیادہ شدید جرم وگناہ قرار دیا ہے، حضرت امام اعظمؒ نے فرمایا کہ ایسے کو وہی سزا دینا چاہیے جو قوم لوطؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی کہ آسمان سے پتھر برسے، زمین کا تختہ الٹ گیا اس لیے ایسے شخص کو کسی اونچے پہاڑ سے گرا کر اوپر سے پتھراؤ کر دیا جائے، ارشاد رسالت ہے، فاقتلوا الفاعل والمفعول به (ترمذی وغیرہ عن ابن عباسؓ، ابن کثیر)

آیت: ۸۲:- حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت کے جواب میں اور کچھ نہ بن سکا تو کہنے لگے یہ بڑے صفائی کے مدعی ہیں انھیں کو بستی سے نکال دو۔

آیت: ۸۳، ۸۴: میں قوم سدوم کی کج روی کی سزائے آسمانی کا ذکر ہے، فَاَنْجَيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ بعض مفسرین کا قول ہے کہ اہل میں دو لڑکیاں بھی جو مسلمان ہوئی تھیں بیوی مسلمان نہ ہوئی تھی، ایک دوسری آیت میں مما وجدنا فيها غير بيت من المسلمين مذکور ہے کہ ایک گھر کے سوا کوئی مسلمان نہ تھا، اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صرف ان کے گھر کے آدمی مسلمان تھے جن کو عذاب سے نجات ملی، ان میں بیوی داخل نہ تھی، بعض مفسرین نے فرمایا کہ اہل سے مراد عام ہے یعنی گھر والے اور دوسرے متعلقین جو مسلمان ہو چکے تھے خلاصہ یہ کہ یہ چند گنے چنے مسلمان تھے، اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ بیوی کے سوا دوسرے اہل ومتعلقین کو لے کر آخری رات میں اس بستی سے نکل جائیں اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں کیونکہ بستی سے نکلتے ہی عذاب آجائے گا، آپ نے ایسا ہی کیا، بیوی کے متعلق دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ وہ ساتھ چلی ہی نہیں دوسری یہ کہ کچھ دور تک ساتھ چلی مگر حکم خداوندی کے خلاف پیچھے مڑ کر بستی والوں کا حال دیکھنا چاہتی تھی تو اس کو عذاب نے پکڑ لیا، صورت نجات دوسری آیات میں مذکور ہے، یہاں آیت: ۸۴ میں عذاب کو مختصر لفظوں میں ذکر کیا ہے سورۂ ہود میں اس عذاب کی مفصل کیفیت بیان فرمائی ہے دیکھیے سورۂ ہود آیت: ۸۳۔

اس میں مَّنْضُوْدٍ کا لفظ ہے یعنی تہ بر تہ پتھر برسائے گئے، مُّسَوَّمَةً نشان کیے ہوئے تھے، بعض مفسرین نے فرمایا کہ ہر ایک پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جس کی ہلاکت کے لیے پھینکا گیا تھا، اور سورۂ حجر کی آیت میں اس عذاب سے پہلے یہ بھی مذکور ہے فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ (آیت: ۷۳) اس سے معلوم ہوا کہ پہلے آسمان سے کوئی سخت آواز چنگھاڑ کی صورت میں آئی پھر اس کے بعد

www.toobaalibrary.com

دوسرے عذاب آئے، جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا، یہ سزا ان کی فحش و بے حیائی کے ساتھ خاص مناسبت بھی رکھتی ہے کہ انھوں نے قلب موضوع کا ارتکاب کیا ہے، سورۂ ہود کی آیات کے آخر میں فرمایا کہ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ یعنی یہ الٹی ہوئی بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں، سفر شام کے راستہ میں ہر وقت ان کے سامنے آتی ہیں مگر حیرت ہے کہ یہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے، نعوذ باللہ من غضبہ و عذابہ.

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَاۗىِٕفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ۝ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ۭ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ۭ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۭ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ۝ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَىِٕنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ۔ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰي قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور ہم نے مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا انہوں نے (اہل مدین سے) فرمایا کہ میری قوم تم (صرف) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (بننے کے قابل) نہیں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے (میرے نبی ہونے پر) واضح دلیل (کہ کوئی معجزہ ہے) آچکی ہے (جب میری نبوت ثابت ہے) تو (احکام شرعیہ میں میرا کہنا مانو، چنانچہ میں کہتا ہوں کہ) تم ناپ

www.toobaaelibrary.com

اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو (جیسا کہ تمہاری عادت ہے) اور روئے زمین میں بعد اس کے کہ (تعلیم وتوحید و بعثت انبیاء وایجاب عدل وادائے حقوق کیال ومیزان سے) اس کی درستی (تجویز) کردی گئی فساد مت پھیلاؤ (یعنی ان احکام کی مخالفت اور کفر مت کرو کہ موجب فساد ہے) یہ (جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرنا) تمہارے لیے (دنیا و آخرت دونوں میں) نافع ہے اگر تم (میری) تصدیق کرو (جس پر دلیل قائم ہے اور تصدیق کر کے عمل کرو تو امور مذکورہ دارین میں نافع ہیں آخرت میں تو ظاہر ہے کہ نجات ہوگی اور دنیا میں عمل بالشرع سے امن وانتظام قائم رہتا ہے خاص کر پورا ناپنے تولنے میں بوجہ اعتبار بڑھنے کے تجارت کو ترقی ہوتی ہے) اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو (ایمان لانے پر) دھمکیاں دو اور (ان کو) اللہ کی راہ (یعنی ایمان) سے روکو اور اس (راہ) میں کجی (اور شبہات) کی تلاش میں لگے رہو (کہ بے جا اعتراض سوچ سوچ کر لوگوں کو بہکاؤ یہ لوگ ضلال مذکور سابق کے ساتھ اس اضلال میں بھی مبتلا تھے کہ سڑکوں پر بیٹھ کر آنے والوں کو بہکاتے کہ شعیب علیہ السلام پر ایمان نہ لانا نہیں تو ہم تم کو مار ڈالیں گے، آگے تذکیر نعمت سے ترغیب اور تذکیر نقمت سے ترہیب ہے یعنی) اور اس حالت کو یاد کرو جب تم (شمار میں یا مال میں) کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو (شمار یا مال میں) زیادہ کر دیا (یہ تو ترغیب تھی ایمان لانے پر) اور دیکھو تو کیسا برا انجام ہوا فساد (یعنی کفر وتکذیب وظلم) کرنے والوں کا (جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود گذر چکے ہیں اسی طرح تم پر عذاب آنے کا اندیشہ ہے یہ ترہیب ہے کفر پر) اور اگر (تم کو عذاب نہ آنے کا شبہ ہو کہ) تم میں بعضے (تو) اس حکم پر جس کو دے کر مجھ کو بھیجا گیا ہے ایمان لائے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے (اور پھر بھی دونوں فریق ایک ہی حالت میں ہیں یہ نہیں کہ ایمان نہ لانے والوں پر عذاب آ گیا ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا عذاب سے ڈرانا بے اصل ہے) تو (اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ فوراً عذاب نہ آنے سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ عذاب نہ آئے گا) ذرا ٹھیر جاؤ یہاں تک کہ ہمارے (یعنی دونوں فریق کے) درمیان میں اللہ تعالیٰ (عملی) فیصلہ کیے دیتے ہیں (یعنی عذاب نازل کر کے مؤمنین کو نجات دیں گے اور کفار کو ہلاک کریں گے) اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہیں (کہ ان کا فیصلہ بالکل مناسب ہی ہوتا ہے)۔ ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے (جو یہ باتیں سنیں تو انہوں نے گستاخانہ) کہا کہ اے شعیب (یاد رکھیے) ہم آپ کو اور آپ کے ہمراہ جو ایمان لے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم

www.toobaaelibrary.com

ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ (تو البتہ ہم کچھ نہ کہیں گے، یہ بات مؤمنین کے لیے اس لیے کہی کہ وہ لوگ قبل ایمان کے اسی طریق کفر پر تھے لیکن شعیب علیہ السلام کے حق میں باوجود اس کے کہ وہ انبیاء سے کبھی کفر صادر نہیں ہوتا اس لیے کہی کہ ان کے سکوت قبل بعثت سے وہ یہی سمجھتے تھے کہ ان کا اعتقاد بھی ہم ہی جیسا ہی ہوگا) شعیب (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آجائیں گے گو ہم (بدلیل وبصیرت) اس کو مکروہ (اور قابل نفرت) ہی سمجھتے ہوں (یعنی جب اس کے باطل ہونے پر دلیل قائم ہے تو ہم کیسے اس کو اختیار کرلیں) ہم تو اللہ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جائیں (اگر خدانہ کرے) ہم تمہارے مذہب میں آجائیں (خصوصاً) بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو (کیونکہ اول تو مطلقاً کفر کو دین حق سمجھنا یہی اللہ پر تہمت لگانا ہے کہ یہ دین معاذ اللہ اللہ کو پسند ہے خصوصاً مؤمن کا کافر ہونا چونکہ بعد علم وقبول دلیل حق کے ہے اور زیادہ تہمت ہے ایک تو وہی تہمت دوسری وہ تہمت کہ اللہ نے جو مجھ کو دلیل کا علم دیا تھا جس کو میں حق سمجھتا تھا وہ علم غلط دیا تھا اور شعیب علیہ السلام نے لفظ عود یا تو تغلیباً دوسروں کے اعتبار سے یا ان کے گمان کو فرض کر کے یا مشاکلۃً برتا) اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آجائیں لیکن ہاں یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے، (ہمارے) مقدور (میں) کیا ہو (جس کی مصلحت انہی کے علم میں ہے تو خیر اور بات ہے) ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے (اس علم سے سب مقدرات کے مصالح کو جانتے ہیں مگر) ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں (اور بھروسہ کر کے یہ امید کرتے ہیں کہ وہ ہم کو دین حق پر ثابت رکھے اور اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ان کو اپنے خاتمہ بالخیر کا یقین نہ تھا انبیاء کو یہ یقین دیا جاتا ہے بلکہ مقصود اظہار عجز اور تفویض الی المالک ہے جو کہ لوازم کمال نبوت سے ہے اور دوسرے مؤمنین کے اعتبار سے لیا جائے تو کوئی اشکال ہی نہیں یہ جواب دے کر جب دیکھا کہ ان سے خطاب کرنا بالکل مؤثر نہیں اور ان کے ایمان لانے کی بالکل امید نہیں ان سے خطاب ترک کر کے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ) اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری (اس) قوم کے درمیان فیصلہ کر دیجئے (جو کہ ہمیشہ) حق کے موافق (ہوا کرتا ہے کیونکہ خدائی فیصلہ کا حق ہونا لازم ہے یعنی اب عملی طور پر حق کا حق اور باطل کا باطل ہونا واضح کر دیجئے) اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں، اور ان کی قوم کے (انہی مذکور) کافر سرداروں نے (شعیب علیہ السلام کی یہ تقریر بلیغ سن کر اندیشہ کیا کہ کہیں سامعین پر اس کا اثر نہ ہو جائے اس لیے انہوں نے بقیہ کفار سے) کہا کہ اگر تم شعیب (علیہ السلام)

www.toobaaelibrary.com

کی راہ چلنے لگو گے تو بے شک بڑا نقصان اٹھاؤ گے (دین کا بھی کیونکہ ہمارا مذہب حق ہے حق کو چھوڑنا خسارہ ہے اور دنیا کا بھی اس لیے کہ پورا ناپنے تولنے میں برکت کم ہوگی غرض وہ سب اپنے کفر و ظلم پر جمے رہے اب عذاب کی آمد ہوئی) پس ان کو زلزلہ نے پکڑا سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے جنہوں نے شعیب (علیہ السلام) کی تکذیب کی تھی (اور مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنے کو آمادہ تھے خود) ان کی حالت یہ ہوگئی جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے جنہوں نے شعیب (علیہ السلام) کی تکذیب کی تھی (اور ان کے اتباع کرنے والے کو خاسر بتلاتے تھے خود) وہی خسارہ میں پڑ گئے اس وقت شعیب علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے اور (بطور حسرت کے فرضی خطاب کر کے) فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیے تھے (جن پر عمل کرنا ہر طرح کی فلاح کا سبب تھا) اور میں نے تمہاری (بڑی) خیر خواہی کی (کہ کس کس طرح سمجھایا مگر افسوس تم نے نہ مانا اور یہ روز بد دیکھا پھر ان کے عناد و کفر وغیرہ کو یاد کر کے فرمانے لگے کہ جب انہوں نے اپنے ہاتھوں مصیبت خریدی تو) پھر میں ان کافر لوگوں (کے ہلاک ہونے) پر کیوں رنج کروں۔

تلخیص معارف و مسائل

قصص انبیاء کے سلسلے کا یہ پانچواں قصہ ہے، حضرت شعیب علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صاحبزادہ مدین کی اولاد میں سے ہیں (محمد ابن اسحاق) اور حضرت لوط علیہ السلام سے رشتۂ قرابت رکھتے ہیں، مدین کے نام سے ان کی نسل اور اولاد بھی مشہور ہوگئی، اور ان کی بستی کا نام بھی مدین تھا، گو یا مدین ایک قوم بھی ہے اور ایک شہر کا نام بھی، یہ شہر آج بھی اردن کی بندرگاہ معان کے قریب موجود ہے، حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کے حسن بیان کی وجہ سے خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا (ابن کثیر، بحر) حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا قرآن میں ایکۃ کے نام سے بھی ذکر کیا گیا ہے یعنی جنگل، بن۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ دونوں قومیں الگ الگ تھیں اور دونوں کی بستیاں بھی الگ تھیں، ایک قوم کی ہلاکت کے بعد دوسری قوم کی طرف مبعوث فرمائے گئے، دونوں قوموں پر جو عذاب آیا اسکے الفاظ الگ الگ ہیں، اصحاب مدین پر کہیں صیحۃ، کہیں رجفۃ اور اصحاب ایکۃ پر عذاب ظلہ ذکر کیا گیا ہے، اصحاب ایکۃ پر عذاب کی صورت یہ ہوئی کہ پہلے چند دن ان کی بستی میں ایسی سخت گرمی پڑی کہ ساری قوم بلبلا اٹھی، پھر ان کے قریب جنگل میں ایک گہرا سایہ دار بادل آیا، ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگیں، یہ دیکھ کر سب کے سب اس بادل کے سایہ میں جمع ہو گئے اس طرح یہ خدائی مجرم بغیر کسی وارنٹ

www.toobaaelibrary.com

وسپاہی کے اپنے پاؤں چل کر اپنی ہلاکت کی جگہ پہنچ گئے، جب سب جمع ہو گئے تو بادل سے آگ برسی اور زمین میں بھی زلزلہ آیا جس سے سب ہلاک ہو گئے۔

اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ دونوں ایک ہی قوم کا نام ہے اور عذاب کی تینوں قسمیں اس پر جمع ہو گئیں پہلے بادل سے آگ برسی، پھر سخت آواز آئی پھر زلزلہ آیا، ابن کثیرؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

واضح ہو کہ اسلام جو تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترک دعوت ہے اس کا خلاصہ ادائے حقوق ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد اور یہ قوم ان دونوں حقوق سے بے خبر اور دونوں کے خلاف کام کر رہی تھی، ایمان نہ لا کر حقوق اللہ کی اور خرید و فروخت میں ناپ تول گھٹا کر حقوق العباد کو ضائع کر رہے تھے، مزید یہ کہ قزاقی اور لوٹ مار بھی کرتے تھے راستوں پر بیٹھ کر لوگوں کو ایمان لانے سے روکتے تھے، اس طرح روئے زمین پر فساد مچا رکھا تھا، ان شدید جرائم کی اصلاح کے لیے حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا، وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ : فرما کر ہر طرح کے حقوق میں کمی کوتاہی کو عام کر دیا خواہ مال کے متعلق ہو یا عزت و آبرو سے اور کسی دوسری چیز سے متعلق ہو (بحر محیط) یعنی صاحب رتبہ کے احترام میں، واجب الاطاعت کی اطاعت میں واجب التعظیم کی تعظیم میں کمی کوتاہی یہ سب اس جرم میں داخل ہیں۔

آیت: ۸۶: وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ الخ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت کے دونوں جملے ایک مفہوم کو ادا کرتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ یہ دو الگ الگ جرم تھے، کہ راستوں پر بیٹھ کر لوٹ کھسوٹ بھی کرتے تھے اور حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے سے دھمکی دے کر روکتے تھے، بحر محیط وغیرہ میں اسی کو اختیار کیا ہے، نیز علامہ قرطبیؒ نے فرمایا کہ جو لوگ راستوں پر بیٹھ کر خلاف شرع ناجائز ٹیکس وصول کرتے ہیں وہ بھی اسی قوم کی طرح مجرم ہیں بلکہ ان سے زیادہ ظالم و جابر ہیں، وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ وَ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ اس میں ان کی تنبیہ کے لیے ترغیب و ترہیب کے دونوں پہلو استعمال کیے گئے۔

آیت: ۸۷: ایک شبہ کا جواب ہے کہ جو قوم منکر رہی وہ بھی مجرم ہوتے ہوئے عیش و آرام میں ہے، جب کہ مجرم کو سزا ملتی ہے، جواباً فرمایا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا اس پر قوم کے متکبر سرداروں نے وہی بات کہی جو ہمیشہ ظالم اور متکبر کہا کرتے ہیں، آیت: ۸۸ دیکھئے، اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا کہنا قوم شعیبؑ کے مؤمنین کے متعلق تو صادق ہے یہ پہلے انھیں کے مذہب پر تھے مگر حضرت

www.toobaaelibrary.com

شعیب علیہ السلام کے لیے تو ایسا کوئی سوال ہی نہ تھا پھر ان کے لیے یہ کہنا غالباً اس وجہ سے تھا کہ قبل از نبوت آپ ان کے باطل اقوال و اعمال پر سکوت فرماتے تھے اور قوم کے اندر ملے رہتے تھے اس لیے ان کا خیال یہی تھا کہ یہ ہمارے ہم خیال ہیں، دعوت ایمان کے بعد معلوم ہوا کہ ان کا مذہب ہم سے مختلف ہے، اور خیال کیا کہ یہ ہمارے مذہب سے پھر گئے حضرت شعیبؑ نے جواب دیا اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ.

وَ مَا يَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا الخ اس میں اپنے عجز و ضعف کا اظہار اور اللہ تعالیٰ پر توکل و تفویض ہے جو کمالات نبوت میں سے ہے یعنی ہماری حیثیت کیا ہے، کسی نیکی کا کرنا یا برائی سے بچنا سب اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے ہے، ارشاد رسالتؐ ہے لو لا الله ما اهتدينا و لا تصدقنا و لا صلينا.

آیت:۸۹ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ فتح کے معنی اس جگہ فیصلہ کرنے کے ہیں، درحقیقت یہ الفاظ قوم کفار کے لیے ہلاکت کی دعا تھے، جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر انھیں زلزلہ کے ذریعہ ہلاک کر دیا، كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا غنی کا ایک معنی کسی مقام میں خوش عیشی کے ساتھ بسر کرنا ہے اس جگہ یہی مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ عذاب کے بعد ایسے ہو گئے گویا کبھی یہاں عیش و آرام کا نام ہی نہ تھا۔

آیت:۹۳ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ جمہور مفسرین نے فرمایا کہ یہ حضرات یہاں سے مکہ معظمہ آ گئے اور پھر آخر تک یہیں قیام رہا، وَ قَالَ الخ آپ نے اپنی قوم کی انتہائی سرکشی سے مایوس ہو کر بددعا تو کر دی مگر عذاب کے بعد پیغمبرانہ شفقت و رحمت کی وجہ سے دل دکھا تو آپ نے دل کو تسلی دینے کے لیے قوم کو خطاب کر کے فرمایا: يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ اَوَ اَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور ہم نے (ان مذکورہ اور ان کے علاوہ اور بھی دوسری بستیوں میں سے) کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ وہاں کے رہنے والوں کو (اس نبی کے نہ ماننے پر اول اول تنبیہ نہ کی ہو اور تنبیہ کی غرض سے ان کو) ہم نے محتاجی اور بیماری میں نہ پکڑا ہو تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں (اور اپنے کفر و تکذیب سے توبہ کریں) پھر (جب اس سے متنبہ نہ ہوئے تو استدراجاً یا اس غرض سے کہ مصیبت کے بعد جو نعمت ہوتی ہے اس کی زیادہ قدر ہوتی ہے اور نعمت دینے والے کی آدمی بالطبع اطاعت کرنے لگتا ہے) ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی یہاں تک کہ ان کو (غنیٰ اور صحت کے ساتھ مال و اولاد میں) خوب ترقی ہوئی اور (اس وقت براہ کج فہمی) کہنے لگے کہ (وہ پہلی مصیبت ہم پر کفر و تکذیب کے سبب نہ تھی ورنہ پھر خوش حالی کیوں ہوتی بلکہ یہ اتفاقات زمانہ سے ہے چنانچہ) ہمارے آباؤ اجداد کو بھی (یہ دو حالتیں کبھی) تنگی اور (کبھی) راحت پیش آئی تھیں (اسی طرح ہم پر یہ حالتیں گذر گئیں جب وہ اس بھول میں پڑ گئے) تو (اس وقت) ہم نے ان کو دفعۃً (عذاب مہلک میں) پکڑ لیا اور ان کو (اس عذاب کے آنے کی) خبر بھی نہ تھی (یعنی گو ان کو انبیاء نے خبر کی تھی مگر چونکہ وہ اس خبر کو غلط سمجھتے تھے اور عیش و آرام میں بھولے ہوئے تھے اس لیے ان کو گمان نہ تھا) اور (ہم نے جو ان کو عذاب مہلک میں پکڑا تو اس کا سبب صرف ان کا کفر اور مخالفت تھی ورنہ) اگر ان بستیوں کے رہنے والے (پیغمبروں پر) ایمان لے آتے اور (ان کی مخالفت سے) پرہیز کرتے تو ہم بجائے ارضی و سماوی آفات کے) ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے (یعنی آسمان سے بارش اور زمین سے پیداوار ان کو برکت کے ساتھ عطا فرماتے اور گو اس ہلاکت سے پہلے ان کو خوش حالی ایک حکمت کے لیے دی گئی لیکن اس خوش حالی میں اس لیے برکت نہ تھی کہ آخر وہ وبال جان ہو گئی بخلاف ان نعمتوں کے جو ایمان و اطاعت کے ساتھ ملتی ہیں کہ ان میں یہ خیر و برکت ہوتی ہے کہ وہ وبال کبھی نہیں ہوتیں نہ دنیا میں نہ آخرت میں، حاصل یہ ہے کہ اگر وہ ایمان و تقویٰ اختیار کرتے تو ان کو بھی یہ برکتیں دیتے) لیکن انہوں نے تو (پیغمبروں کی) تکذیب کی تو ہم نے (بھی) ان کے اعمال (بد) کی وجہ سے ان کو عذاب مہلک میں پکڑ لیا (جس کو اوپر اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً سے تعبیر فرمایا ہے آگے کفار موجودین کو عبرت دلاتے ہیں) کیا (ان قصص کو سن کر) پھر بھی ان (موجودہ) بستیوں کے رہنے والے (جو رسول اللہ ﷺ کے دور نبوت میں موجود ہیں) اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر (بھی) ہمارا عذاب شب کے وقت آ پڑے جس وقت وہ پڑے سوتے ہوں اور کیا ان (موجودہ)

www.toobaaelibrary.com

بستیوں کے رہنے والے (باوجود کفر و تکذیب کے جو کہ کفار سابقین کے ہلاک کا سبب تھا) اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ (انہی سابقین کی طرح) ان پر ہمارا عذاب دن دوپہر آپڑے جس وقت کہ وہ اپنے لایعنی قصوں میں مشغول ہوں (مراد اس سے دنیوی کاروبار ہیں) ہاں تو کیا اللہ تعالیٰ کی اس (ناگہانی) پکڑ سے (جس کا اوپر بیان ہوا ہے) بے فکر ہو گئے سو (سمجھ رکھو کہ) خدا تعالیٰ کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آ گئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔

تلخیص معارف و مسائل

کئی رکوع پہلے سے اب تک پانچ انبیاء کے قصص اور ان کی قوم کی تاریخ، ان کے عبرت ناک حالات و واقعات کے بعد اوپر مندرجہ آیات میں کچھ تنبیہات مذکور ہیں۔

آیت: ۹۴: ارشاد باری ہے کہ یہ پیش آنے والے واقعات کچھ انہیں اقوام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عام عادت ہے، اور اولاً مصائب و تکالیف میں انہیں اس لیے مبتلا کر دیا جاتا ہے کہ تکلیف و مصیبت ان کا رخ اللہ رب العزت کی طرف پھیر دیں کیونکہ یہ فطرت انسانی ہے کہ مصیبت کے وقت خدا ہی یاد آتا ہے، اور دراصل یہ ظاہری مصائب بھی رحمٰن و رحیم کی رحمت و عنایت ہوتی ہے، رومیؒ فرماتے ہیں کہ ؎

خلق را با تو چنیں بدخو کنند ● تا ترا ناچار رو آں سو کنند!

بُؤس، اور بَأساءً، بمعنی فقر و فاقہ، ضرّ اور ضرّاء بمعنی بیماری و مرض، بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ بُؤس اور باساء مالی نقصان کے لیے اور ضرّ اور ضرّاء جانی نقصان کے لیے ہے، حضرت ابن عباسؓ نے پہلا ہی معنی بیان فرمایا ہے، دونوں کا حاصل بھی یہی ہے۔

اب اس رکوع کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کا مفصل قصہ بیان ہو رہا ہے۔

یہ واضح رہے کہ قرآن کریم عام تاریخی کتابوں کے بجائے، بیان قصص میں صرف مقام کے مناسب قصہ کا صرف عبرت آموز حصہ اور اس سے پیدا شدہ نتائج بیان کرتا ہے۔

مذکورہ رکوع کی آیات سے متعلق ذیل میں تنبیہات کا ذکر ہے۔

آیت: ۱: عادت اللہ یہ ہے کہ قوموں کی ہدایت کے لیے انبیاء کرامؑ کو مبعوث فرماتے ہیں، نافرمانی کی صورت میں اولاً مصائب و تکالیف میں مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ ان کا رخ اطاعت الٰہی کی طرف پھر جائے، کیونکہ فطرۃً تکلیف میں خدا ہی یاد آتا ہے، اور ظاہری تکلیف بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔

www.toobaaelibrary.com

آیت:۲: اس کے اندر دوسری طرح کا امتحان ہے کہ فقر فاقہ اور بیماری میں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں رجوع ہوئے تو اس کی جگہ مال و دولت میں وسعت و فراخی اور بدن میں صحت و سلامتی عطا کر دی گئی تا کہ اب تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں، مگر ان کی غفلت شعاری کی انتہا کہ وہ اور بدمست ہو کر کہنے لگے کہ کوئی نئی بات نہیں ہے، یہ تو زمانہ کی عادت ہے، جب ان دونوں طرح کے امتحانوں میں ناکام ہوئے تو عذاب آنا ہی تھا اور آ گیا،..... فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ.

آیت:۳: اس آیت میں بَرَكٰتٍ کا لفظ ہے برکت کا لفظی معنی زیادتی کے ہے، مطلب یہ ہے کہ ہر طرح کی بھلائی ہر طرف سے ان کے لیے کھول دیتے یعنی حسب ضرورت آسمان سے بارش ہوتی، زمین سے حسب خواہش پیداوار ہوتی، ان سے نفع حاصل کرنے کے سارے سامان جمع کر دیے جاتے تا کہ ہر طرح وہ بے فکر ہو جاتے۔

دنیا میں برکت کا ظہور اس طرح بھی ہوتا ہے کہ اصل چیز ہی واقعتاً بڑھ جاتی ہے جیسے حضور علیہ السلام کا یہ معجزہ کہ ایک معمولی برتن کے پانی سے پورے قافلہ کا سیراب ہو جانا، تھوڑے سے کھانے سے پورے مجمع کا شکم سیر ہو جانا، ---- اور دوسری طرح ظہور برکت کا اس طرح بھی ہوتا ہے کہ اصل شی مقدار میں تو اتنی ہی رہتی ہے مگر اتنی ہی سے بہت کام نکل جاتے ہیں، جیسے برتن، کپڑا، مکان اور دیگر سامان کہ ان سے آدمی تا حیات راحت اٹھاتا ہے کام نکالتا ہے۔

اور یہ برکت انسان کی جان و مال وقت اور کام سب میں ہوتی ہے۔

اس آیت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کی مخلوقات و موجودات کی ساری برکات ایمان اور تقویٰ پر موقوف ہیں، دنیا کے حالات پر غور کرنے سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ ساری ایجادات اور استعمال اشیاء کی بہتات کے باوجود آج کا انسان کس قدر مضطرب اور پریشان ہے، ظاہر ہے۔

یہ بات بھی محل نظر ہے کہ دنیا کی نعمتیں اور برکتیں کبھی سرکشی میں حد سے تجاوز کر جانے پر ان کے جرم کو مزید واضح کرنے کے لیے عارضی طور پر صرف چند روزہ ہوتی ہیں اور یہ اس بات کی علامت کے طور پر ہے کہ یہ استدراج یعنی قہر الٰہی کی ایک صورت ہے، دیکھئے سورۂ انعام آیت:۴۴۔

آیت:۴: اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ عیش و عشرت میں مست ہو کر بے فکر نہ ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ کا عذاب رات یا دن میں کسی وقت اور کسی بھی حالت میں آ سکتا ہے، پچھلی قوموں کا انجام دیکھ لینا چاہیے اور ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

www.toobaaelibrary.com

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ۝ وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ ۖ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَقَالَ مُوسَىٰ يَا فِرْعَوْنُ إِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۝ قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُبِينٌ ۝ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(آگے اس کی علت بتلاتے ہیں کہ ان کو عذاب سے کیوں ڈرنا چاہئے، اور وہ علت ان کا امم سابقہ کے ساتھ جرمِ کفر میں شریک ہونا ہے یعنی) اور ان (گذشتہ) زمین پر رہنے والوں کے بعد جو لوگ (اب) زمین پر بجائے ان کے رہتے ہیں کیا ان واقعات مذکورہ نے ان کو یہ بات (ہنوز) نہیں بتلائی کہ اگر ہم چاہتے تو ان کو (بھی مثل امم سابقہ کے) ان کے جرائم (کفر و تکذیب) کے سبب ہلاک کر ڈالتے (کیونکہ امم سابقہ ان ہی جرائم کے سبب ہلاک کی گئیں) اور (واقعی یہ واقعات تو ایسے ہیں کہ ان سے سبق لینا چاہئے تھا لیکن اصل یہ ہے کہ) ہم ان کے دلوں پر بند لگائے ہوئے ہیں اس سے وہ (حق بات کو دل سے) سنتے (بھی) نہیں (اور ماننا تو درکنار رہا پس اس بند لگانے سے ان کی قساوت بڑھ گئی کہ ایسے عبرت خیز واقعات سے بھی عبرت نہیں ہوتی اور اس بند لگانے کا سبب انہی کا ابتداء میں کفر کرنا ہے، لقولہ تعالیٰ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ آگے شاید رسول اللہ ﷺ کی تسلی کے لیے سارے مضمون مذکور کا خلاصہ ہے کہ) ان (مذکورہ) بستیوں کے کچھ کچھ قصے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان سب (بستیوں میں رہنے والوں) کے پاس ان کے پیغمبر معجزات لے کر آئے تھے (مگر) پھر (بھی ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کی کیفیت یہ تھی کہ) جس چیز کو انہوں نے اول (وہلہ) میں (ایک بار) جھوٹا کہہ دیا یہ بات نہ ہوئی کہ پھر اس کو مان لیتے (اور جیسے یہ دل کے سخت تھے) اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں اور (ان میں سے بعضے لوگ مصیبتوں میں ایمان لانے کا عہد بھی کر لیتے تھے لیکن) اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا (یعنی زوالِ مصیبت کے بعد پھر ویسے کے ویسے ہی ہو جاتے

www.toobaaelibrary.com

تھے، اور ہم نے اکثر لوگوں کو (باوجود ارسال رسل و اظہار معجزات و نزول بینات و توثیق معاہدات) بے حکم ہی پایا (پس کنار ہمیشہ سے ایسے ہی ہوتے رہے ہیں، آپ بھی غم نہ کیجئے) پھر ان (مذکور پیغمبروں) کے بعد ہم نے (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے دلائل (یعنی معجزات) دے کر فرعون اور اس کے امراء کے پاس (ان کی ہدایت و تبلیغ کے لیے) بھیجا سو (جب موسیٰ علیہ السلام نے وہ دلائل ظاہر کیے تو) ان لوگوں نے ان (معجزات) کا بالکل حق ادا نہ کیا (کیونکہ ان کا حق اور مقتضا یہ تھا کہ ایمان لے آتے) سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا (برا) انجام ہوا (جیسا اور جگہ ان کا غرق اور ہلاک ہونا مذکور ہے، یہ تو تمام قصہ کا اجمال تھا آگے تفصیل ہے یعنی) اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (فرعون کے پاس بحکم الٰہی جا کر) فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے (تم لوگوں کی ہدایت کے واسطے) پیغمبر (مقرر ہوا) ہوں (جو مجھ کو کاذب بتلائے اس کی غلطی ہے کیونکہ) میرے لیے یہی شایان ہے کہ بجز سچ کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں (اور میں رسالت کا خالی دعویٰ ہی نہیں کرتا بلکہ) میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل (یعنی معجزہ) بھی لایا ہوں (جو طلب کے وقت دکھلا سکتا ہوں) سو (جب میں رسول مع الدلیل ہوں تو میں جو کہوں اس کی اطاعت کر، چنانچہ منجملہ ان امور کے ایک یہ کہتا ہوں کہ) تو بنی اسرائیل کو (اپنی بیگار سے خلاصی دے کر) میرے ساتھ (ملک شام کو جو ان کا اصلی وطن ہے) بھیج دے فرعون نے کہا کہ اگر آپ (من جانب اللہ) کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو اب پیش کیجئے اگر آپ (اس دعویٰ میں) سچے ہیں، بس آپ نے (فوراً) اپنا عصا (زمین پر) ڈال دیا سو وفتہ وہ صاف ایک اژدہا بن گیا (جس کے اژدہا ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا تھا) اور (دوسرا معجزہ یہ ظاہر کیا کہ) اپنا ہاتھ گریبان کے اندر بغل میں دبا کر) باہر نکال لیا سو وہ یکایک سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا (کہ اس کو بھی سب نے دیکھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو یہ معجزات عظیمہ ظاہر ہوئے تو فرعون نے اہل دربار سے کہا کہ یہ شخص بڑا جادوگر ہے اس کا اصل مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو سے تم لوگوں پر غالب آ کر یہاں کا رئیس ہو جائے اور تم کو یہاں آباد نہ رہنے دے سو اس بارے میں تمہارا کیا مشورہ ہے چنانچہ سورۂ شعراء میں یہ قول فرعون کا منقول ہے۔

تلخیص معارف وسائل

اس رکوع کی ابتدائی تین آیتوں کا خلاصہ وہی ہے جو اوپر کے رکوع آیت ۴۰ کے تحت مذکور ہوئے۔

آیت: اَفَاَمِنَ بمعنی کیا نشان دہی کرنا، بتلانا، علم کے معنی چھپانا، مہر لگانا، انسان گناہ پر

www.toobaaelibrary.com

گناہ کرتا چلا جاتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو قلب پر لگے سیاہی کے نقطے پورے قلب کو گھیر لیتے ہیں اور بھلے برے کی پہچان اور برائیوں سے بچنے کا مادہ فنا یا مغلوب ہو جاتا ہے پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اچھائی کو برائی، برائی کو اچھائی اور مفید کو مضر اور مضر کو مفید سمجھنے لگتا ہے، قرآن کریم نے اسی کو لفظ رَانَ (قلب کا زنگ) سے تعبیر کیا ہے، اسی کے آخری نتیجے کو لفظ طبع مہر لگانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔

آیت: ۱ میں بظاہر موقع تھا فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ○ کا کہ قلب پر مہر لگنے کا نتیجہ عقل و فہم کا معدوم ہو جانا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ لَا يَسْمَعُوْنَ سننے سے مراد یہاں اطاعت کرنا ہے جو سمجھنے کا نتیجہ ہے، نیز یہ کہ قلب تمام اعضاء کا مرکز ہے قلب کے اختلال سے سارے اعضاء مختل ہو جاتے ہیں۔

آیت: ۲: ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں، سارے معجزات اور دلائل کے بعد بھی تصدیق و اقرار کے لیے آمادہ نہیں ہوئے۔

معجزات تو تمام انبیاء و رسل کو عطا ہوئے، مگر قرآن میں بعض انبیاء کے معجزات کا ذکر آیا ہے (مِنْ اَنْبَآئِهَا) اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ باقی انبیاء سے کوئی معجزہ نہیں ثابت ہے، سورۂ ہود میں هَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ، یہ قول محض عناد اور ہٹ دھرمی کی بناء پر تھا۔

نیز غلط بات پر اس کی تن پروری اور اس پر ہٹ دھرمی صرف ان مذکورہ اقوام ہی کا حال نہیں ہے بلکہ بکثرت مسلمان اور بعض علماء بھی اس میں مبتلاء پائے جاتے ہیں، واضح رہے کہ یہ غضب الٰہی کا موجب ہے۔

آیت: ۳: مِنْ عَهْدٍ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ عہد سے مراد عہد اَلَسْتُ ہے، (اس کی تفصیلات آگے سورت کی آیت ۱۷۲، کے تحت آئیں گی) اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عہد ایمانی ہے، (سورہ مریم آیت: ۸۷، اس میں عہد ایمان و طاعت مراد ہے) بہرحال عہد کی خلاف ورزی کی۔ بڑے سے بڑا فاجر بھی مصیبت میں مبتلا ہونے کے بعد طاعت و عبادت کا عہد زبان سے کرتا ہے لیکن نجات کے بعد جب راحت ملتی ہے تو پھر اسی ہوا و ہوس میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور عہد کو بھول جاتے ہیں۔

آیت میں لفظ اَكْثَرُ سے مراد یہ ہے کہ تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک تو اوپر والے، دوسرے ایسے بھی شقی ہوتے ہیں کہ مصائب پر بھی خدا یاد نہیں آتا، ان سے بدعہدی کی کیا شکایت، اور تیسرے بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ عہد کرتے تو ہیں اور کرتے ہیں

www.toobaelibrary.com

اب آیت:۴۰ سے چھٹا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بالتفصیل بیان ہوگا جس میں سیکڑوں احکام و مسائل اور بے شمار عبرت و نصائح کے مواقع ہیں اسی لیے قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کے اجزا بار بار دہرائے گئے ہیں، اس قصے کی تشریح و تفصیل کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہ معجزات بہ نسبت انبیاء سابقین کے تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور قوت ظہور میں بھی، اسی طرح قوم بنی اسرائیل بھی جہالت اور ہٹ دھرمی میں پچھلی امتوں کے مقابلے میں زیادہ اشد ہے۔

آیت:۴۰:- اٰیٰتِنَا، آیات سے مراد تورات کی آیات بھی ہو سکتی ہیں اور معجزات بھی۔ فِرْعَوْنَ اس زمانہ میں ہر بادشاہ مصر کا لقب ہوتا تھا اس فرعون کا نام قابوس بیان کیا جاتا ہے (قرطبی) فَظَلَمُوْا بِهَا یعنی انھوں نے آیات الٰہیہ کی ناقدری کی، ان پر شکر، اقرار اور ایمان کے بجائے ناشکری انکار اور کفر اختیار کیا۔ فَانْظُرْ الخ. یعنی ان کے انجام بد پر غور کرو اور عبرت حاصل کرو۔

حَقِيْقٌ عَلٰٓى الخ یعنی میرے حال اور منصب نبوت کا تقاضا یہی ہے کہ میں سوائے سچ کے اور کچھ نہ کہوں، کیونکہ نبوت و رسالت ایک خدائی امانت ہوتی ہے اور انبیاء علیہم السلام ہر خیانت سے پاک و معصوم ہوتے ہیں، پھر یہ کہ میرے دعوے پر میرے معجزات دلیل بھی ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ میری بات پر یقین کرتے ہوئے بنی اسرائیل کو مصنوعی غلامی سے نجات دے کر میرے ساتھ کر دیں۔

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ الخ: فرعون نے اور کسی بات پر کان نہ دھر کر معجزہ کا طالب ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مطالبہ کو مان کر معجزہ دکھلایا مُبِيْنٌ: یعنی یہ معجزہ کسی گوشے اور اندھیرے میں نہ تھا کہ کوئی دیکھے کوئی نہ دیکھے جیسا کہ شعبدہ بازوں کا طرز ہوتا ہے بلکہ یہ معجزہ بھرے دربار میں پیش آیا، سب نے دیکھا۔

حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے بعض نے نقل کیا ہے کہ اژدہا نے جب فرعون کا رخ کیا تو وہ تخت سے کود کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پناہ لی اور ہزاروں درباری اس کی دہشت سے گھبرا گئے۔ (تفسیر کبیر)

لاٹھی کا سانپ بن جانا ناممکن و محال نہیں البتہ حیرت انگیز ضرور ہے اور معجزہ و کرامت کا نشان بھی ہوتا ہے۔

وَ نَزَعَ يَدَهٗ الخ: نزع کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز میں سے کسی قدر سختی سے نکالنا، یعنی آپ ہاتھ کو کھینچ کر نکالا، یہاں یہ ذکر نہیں کہ کس چیز میں سے نکالا، مگر اس کا ذکر دوسری جگہ ہے، اُدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ اور وَ اضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ سے معلوم ہوا کہ ہاتھ نکالنا

www.toobaelibrary.com

گریبان کے اندر سے (فِیْ جَیْبِكَ) یا بازو کے نیچے سے (اِلٰی جَنَاحِكَ) ہوتا تھا۔ مِنْ غَیْرِ سُوْءٍ : یعنی یہ بیضاء اور سفیدی کسی مرض برص وغیرہ کی وجہ سے نہ تھی اور یہ سفیدی اتنی غیر معمولی ہوتی تھی کہ ساری فضا روشن ہو جاتی تھی۔ (قرطبی عن ابن عباسؓ) لِلنّٰظِرِیْنَ : اس سے اشارہ اس کے عجیب وغریب ہونے کی طرف ہے، کہ اسے دیکھنے کو لوگ جمع ہو جاتے تھے۔

اس رکوع میں دو معجزے دکھائے گئے، پہلا تربیتی ہے اور دوسرا ترغیبی ہے اس میں اشارہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم ایک نور ہدایت ہے اس کا اتباع باعث فلاح ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ۙ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَ اَرْسِلْ فِی الْمَدَآىِٕنِ حٰشِرِیْنَ ۝ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِیْمٍ ۝ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْۤا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۝ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤی اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ ۝ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْیُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ ۝ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ۝ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ ۝ وَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ۝ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ۝ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(اس کو سن کر جیسا کہ مصاحبین سلاطین کی عادت ان کی ہاں میں ہاں ملانے کی ہوتی ہے فرعون کے قول کی تصدیق وموافقت کے لیے) قوم فرعون میں جو سردار (اور اہل دربار) لوگ تھے انہوں نے (ایک دوسرے سے) کہا کہ واقعی (جیسا ہمارے بادشاہ کہتے ہیں کہ) یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے (ضرور) یہ (ہی) چاہتا ہے کہ (اپنے جادو کے زور سے خود مع بنی اسرائیل کے رئیس ہو جائے اور) تم کو (بوجہ اس کے کہ بنی اسرائیل کی نظر میں خار ہو) تمہاری (اس) سرزمین سے باہر کر دے سو تم لوگ (جیسا بادشاہ دریافت کر رہے ہیں) کیا مشورہ دیتے ہو۔ (غرض مشورہ طے کر کر کے) انہوں نے (فرعون سے) کہا کہ آپ ان (موسیٰ علیہ السلام) کو مہلت دیجئے اور (اپنی حدود حکمرو کے) شہروں میں (گرد آوروں کو

www.toobaaelibrary.com

یعنی) چرواہوں کو (حکم نامے دے کر) بھیج دیجئے کہ وہ) (سب شہروں سے) سب ماہر جادوگروں کو (جمع کر کے) آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیں (چنانچہ ایسا ہی انتظام کیا گیا) اور وہ جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے (اور) کہنے لگے کہ اگر ہم (موسیٰ علیہ السلام پر) غالب آئے تو (کیا) ہم کو کوئی بڑا صلہ (اور انعام) ملے گا، فرعون نے کہا ہاں (انعام بھی بڑا ملے گا) اور (مزید برآں یہ ہوگا کہ) تم (ہمارے) مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے (غرض موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی جانب سے اس کی اطلاع دی گئی اور مقابلہ کے لیے تاریخ معین ہوئی اور تاریخ پر سب ایک میدان میں جمع ہوئے اس وقت) ان ساحروں نے (موسیٰ علیہ السلام سے) عرض کیا کہ اے موسیٰ (ہم آپ کو اختیار دیتے ہیں) خواہ آپ (اول اپنا عصا میدان میں) ڈالیے (جس کو آپ اپنا معجزہ بتلاتے ہیں) اور یا (آپ کہیں تو) ہم ہی (اپنی رسیاں اور لاٹھیاں میدان میں) ڈالیں، موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ تم ہی (پہلے) ڈالو جب انہوں نے (اپنی رسیوں اور لاٹھیوں کو) ڈالا تو (جادو سے دیکھنے والے) لوگوں کی نظر بندی کر دی (جس سے وہ لاٹھیاں اور رسیاں سانپ کی شکل میں لہراتی نظر آنے لگیں) اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا اور (اس وقت) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو (وحی کے ذریعہ سے) حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے (جیسا ڈالا کرتے ہیں) سو عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے (اژدہا بن کر) ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا پس (اس وقت) حق (کا حق ہونا) ظاہر ہو گیا اور انہوں نے (یعنی ساحروں نے) جو کچھ بنایا دنایا تھا سب آتا جاتا رہا پس وہ لوگ (یعنی فرعون اور اس کی قوم) اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہوئے (اور اپنا سا منہ لے کر رہ گئے) اور جو ساحر تھے وہ سجدہ میں گر گئے، (اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا بھی رب ہے۔ فرعون (بڑا گھبرایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ساری رعایا ہی مسلمان ہو جائے تو ایک مضمون گھڑ کر ساحروں سے) کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لائے ہو بدون اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں بیشک (معلوم ہوتا ہے کہ) یہ (جو کچھ جنگ زرگری کے طور پر ہوا ہے) ایک کارروائی تھی جس پر تمہارا عمل درآمد ہوا ہے اس شہر میں (خفیہ سازش ہو گئی ہے کہ تم یوں کرنا ہم یوں کریں گے پھر اس طرح ہار جیت ظاہر کریں گے اور یہ کارروائی ملی بھگت اس لیے کی ہے) تاکہ تم سب (مل کر) اس شہر سے وہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو (پھر بفراغ خاطر سب مل کر یہاں ریاست کرو) سو (بہتر ہے) اب تم کو

www.toobaaelibrary.com

حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے) اور وہ یہ ہے کہ) میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا (تا کہ اوروں کو عبرت ہو) انہوں نے جواب دیا کہ (کچھ پرواہ نہیں) ہم مر کر (کسی برے ٹھکانے تو نہ جائیں گے بلکہ) اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے (جہاں ہر طرح امن وراحت ہے سو ہمارا نقصان ہی کیا ہے) اور تو نے ہم میں کون سا عیب دیکھا ہے (جس پر اس قدر شور وغل ہے) بجز اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے (سو یہ کوئی عیب کی بات نہیں پھر اس سے اعراض کر کے حق تعالیٰ سے دعا کی کہ) اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما (کہ اگر یہ سختی کرے تو مستقل رہیں) اور ہماری جان حالت اسلام پر نکالیے (کہ اس کی سختی سے پریشان ہو کر کوئی بات ایمان کے خلاف نہ ہو جائے)۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۱: سرداران قوم فرعون ساری عمر فرعون کو خدا، اور جادوگروں کو اپنا رہبر سمجھنے والے اللہ رب العزت کی قدرت کاملہ سے بے خبر، اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھ کر کہہ بھی کیا سکتے تھے لیکن لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ : عَلِیْمٌ کا لفظ بڑھا کر اپنے اس احساس کا اظہار کر دیا تھا کہ یہ عام جادوگری سے کوئی ممتاز شے ہے۔

معجزہ اور جادو میں فرق اگر ہٹ دھرمی نہ ہو تو خود بخود سمجھ میں آسکتا ہے، جادوگر زیادہ سے زیادہ ناپاکی میں رہتے ہیں اس کے برخلاف حضرات انبیاء علیہم السلام طبعی طور پر نظیف الطبع ہوتے ہیں، نیز دعوائے نبوت کے ساتھ کسی کا جادو نہیں چل سکتا، نیز جادو سے ظاہر شدہ چیزیں اسباب طبعیہ کے اندر ہوتی ہیں، فرق یہ ہے کہ عام لوگوں سے مخفی ہوتی ہیں، بخلاف معجزہ کے کہ اس میں اسباب طبعیہ کا مطلق دخل نہیں ہوتا، براہ راست قدرت حق کا فعل ہوتا ہے، اسی لیے قرآن کریم میں اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا گیا۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى. (الانفال:۱۷)

آیت ــــ قَالُوْا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ الخ: اَرْجِهْ میں ایک دوسری قرارت اَرْجِئْهُ کی ہے، جو اس لفظ کے مصدر سے قریب ہے، اَرْجِهْ اِرْجَاءٌ سے مشتق ہے۔

مذکورہ دونوں معجزات اور اس آیت قدر کا عقلی تقاضا تو یہ تھا کہ فرعون ایمان لاتا، مگر اس نے وہی کیا جو اہل باطل کیا کرتے ہیں، قوم نے فرعون کو غلط رخ پر ڈالا اور مشورہ دیا کہ یہ جادوگر ہے اور اپنے جادو کے زور سے تمہارا ملک فتح کرنا چاہتا ہے، ہمارے ملک میں ایک سے بڑھ ایک جادوگر ہیں، اس سے مقابلہ ہمارے لیے مشکل نہیں، سپاہیوں کو اطراف ملک میں بھیج کر ہر شہر کے جادوگروں کو بلا لیجیے۔

www.toobaaelibrary.com

اللہ تعالیٰ کی یہی قدیم سنت ہے کہ ہر زمانہ کے پیغمبر کو اس زمانہ کے مناسب معجزات عطا فرماتے ہیں، چنانچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سحر اور جادو کا رواج عام تھا، عوام پر جادوگروں کا تسلط واقتدار تھا، اس لیے آپ کو عصا اور ید بیضا کا معجزہ عطا ہوا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طب یونانی اپنے عروج پر تھا تو انہیں یہ معجزہ عطا ہوا کہ مادرزاد نابیناؤں کو بینا بنادیں اور جذامیوں کو تندرست کریں، حضرت خاتم الانبیاء کے عہد میں عرب کا سب سے بڑا کمال فصاحت و بلاغت تھا تو آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کریم بنایا گیا جس کے مقابلہ سے سارا عرب وعجم عاجز ہو گیا۔

ملک بھر سے جمع شدہ جادوگروں کی تعداد میں تاریخی روایات نو سو سے تین لاکھ تک آتی ہیں، ان کے ساتھ لاٹھیوں اور رسیوں کا اتنا بڑا انبار تھا جو تین سو اونٹوں پر لاد کر لایا گیا تھا۔ (قرطبی)

وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ الخ اہل باطل کے سامنے صرف دنیا کے فوائد ہوتے ہیں ہر کام میں پہلے معاوضہ اور اجرت کا سوال سامنے آتا ہے، قَالُوْا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا، اس لیے آتے ہی سودا بازی کی بات شروع کر دی، بخلاف حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کے تابعین کے کہ ہر قدم پر ان کا اعلان ہوتا ہے، وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ!

بہر حال فرعون سے گفتگو کے بعد ساحروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقام اور وقت کا تعین کرایا، چنانچہ ایک کھلا میدان، اور عید کے روز آفتاب کے بلند ہونے کے بعد کا وقت مقابلہ کے لیے تجویز ہوا، جیسا کہ قرآن میں دوسرے موقع پر ہے، قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَ اَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝ (طٰہٰ: ۵۹)۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ساحروں سے فرمایا کہ اگر میں غالب آ گیا تو کیا تم مجھ پر ایمان لاؤ گے، ساحروں نے کہا کہ ہمارے پاس ایسے سروسامان ہیں کہ ان پر تمہارے غلبہ کا سوال ہی نہیں، اگر بالفرض تم غالب آ گئے تو ہم علی الاعلان فرعون کے سامنے تم پر ایمان لائیں گے (مظہری و قرطبی)۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِمَّا الخ: جادوگروں کے انداز بیان سے محسوس یہی ہوتا ہے کہ اقدام وہی کرنا چاہتے تھے، مگر بے فکری اور اپنی بڑائی جتانے کے لیے اور اظہار قوت کے لیے یہ سوال کیا اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ: سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے معجزہ پر مکمل اطمینان کے باعث فرمایا اَلْقُوْا! پہلے تم ہی ڈالو، ابن کثیر کہتے ہیں کہ جادوگروں کی پیش کش میں حضرت موسیٰ

www.toobaaelibrary.com

علیہ السلام کے ساتھ ادب و احترام کا جذبہ تھا، اسی کا اثر تھا کہ ایمان کی توفیق ہو گئی۔

جادو اور اس کا استعمال بلاشبہ فعل حرام اور کفر ہے، لفظ "اَلْقُوْا" میں فعل حرام و کفر کی اجازت نہ سمجھی جائے، حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کا مقابلہ میں سحر پیش کرنا تو یقینی تھا، گفتگو صرف اس میں تھی کہ پہلے کون؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا، آپ کی اولوالعزمی ثابت کرتی ہے، نیز اس میں فائدہ بھی تھا کہ معجزہ عصا کی عظمت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ نہ صرف جواب میں سانپ بنتے ہوئے ان سب جادوگروں کے ساختوں کو نگل بھی جائے تاکہ اول دھلہ ہی میں جادوگری کی شکست سامنے آجائے۔ (بیان القرآن)

اور یہ کہ اس میں ان کی رسوائی کو واضح کرنا بھی تھا۔

فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ○ معلوم ہوا کہ یہ سب محض نظر بندی تھی، ایک قسم کا مسمریزم تھا ان کی رسیاں اور لاٹھیاں، سانپ نہیں بن گئی تھیں، نظر بندی انسانی خیال و نظر کو مغلوب کر دیتا ہے، لیکن یہ نہ سمجھا جائے کہ سحر صرف اسی ایک قسم میں منحصر ہے، بلکہ کہیں قلب ماہیت بھی ہوتا ہے۔

اور پھر مقابلے کا نتیجہ یہ نکلا کہ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ○ وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ○ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ○

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر کچھ ایسے مبہوت ہوئے کہ بے اختیار سجدہ ریز ہو گئے، نیز اس میں توفیق ربانی کی طرف اشارہ بھی ہے رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ○ بڑھا کر یہ بتلا دیا کہ ہم تمہاری خدائی کے قائل نہیں ہیں جو تم خود کو بیوقوفی سے رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ سمجھ بیٹھے ہو۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ الخ تاریخی روایات میں ہے کہ ساحروں کے سردار کے اسلام لانے کے بعد انہیں دیکھ فرعون کی قوم کے چھ لاکھ آدمی ایمان لے آئے، اب تک تو صرف دو ہی مخالف اور مقابل تھے مگر اب چھ لاکھ کی جمعیت، اتنی بڑی طاقت مقابلہ پر آگئی بایں ہمہ حال فرعون کی پریشانی بے جا نہ تھی، مگر اپنی سراسیمگی کو چھپاتے ہوئے ایک ہوشیار سیاست داں کی طرح جادوگروں پر باغیانہ خفیہ سازش کا الزام لگاتے ہوئے کہا اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ، پھر جادوگروں کو خطاب کر کے کہا اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ، یہ استفہام انکاری بطور زجر و توبیخ کے تھا، اور یہ کہ چاہتے تو ہم بھی تھے کہ موسیٰ کا حق ہم پر واضح ہو جائے تو ہم بھی

www.toobaaelibrary.com

مان لیں اور تمہیں بھی اجازت دیں، مگر تم حقیقت کو سمجھے بغیر سازش کا شکار ہو گئے، گویا ایک طرف سازش قرار دے کر انہیں قدیم گمراہی میں مبتلا رکھنے کا انتظام کیا، دوسری طرف اسے ایک ملکی اور سیاسی مسئلہ بنانے کے لیے کہا: لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا اَهْلَهَا، اور پھر انہیں دھمکیاں دینی شروع کیں، پہلے تو مبہم انداز میں "فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ" کہا اور پھر واضح کر کے بتلایا: لَاُقَطِّعَنَّ ..... الخ اس طرح پر قطع و برید کا مطلب یہ تھا کہ دونوں جانبیں زخمی و بیکار اور بدہیئت ہو جائیں، فرعون کی ظالمانہ سزائیں پہلے ہی سے مشہور تھیں، لیکن ایمان و اسلام ایک ایسی عظیم قوت ہے کہ جب وہ کسی کے دل میں گھر کر لیتی ہے تو پھر انسان ساری دنیا اور اس کے تمام وسائل کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

جادوگر چونکہ فرعون کی سطوت و جبروت سے واقف تھے اس لیے اس کی دھمکی کو صحیح مان کر کہا: قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ، یعنی تو جو چاہے کر لے، ہم تو اس دنیا کی زندگی کو اب کچھ نہیں سمجھتے، یہ دنیاوی زندگی تو جیسی تیسی گذر ہی جائے گی، فکر کی چیز تو آخرت ہے جس کے بعد موت نہیں جس کی راحت بھی دائمی ہے اور کلفت بھی دائمی ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ ان میں یک بارگی اتنا بڑا انقلاب کیسے آ گیا، کیا سے کیا ہو گئے، اور پھر یہ کہ ان میں جہاد فی سبیل اللہ کی ہمت کیسا تھ ان پر حقیقی علم و معرفت کے دروازے بھی کھل گئے تھے، اسی لیے اپنے اس جرأت مندانہ بیان کے ساتھ یہ دعائیں بھی کرنے لگے، رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۝ معلوم ہوا کہ اگر اللہ نہ چاہے تو انسان کا عزم و ہمت بھی کسی کام کا نہیں، اسی لیے ثابت قدمی کی دعا کی گئی، یہ دعا ہر ابتلاء اور مشکل کے حل کا بہترین ذریعہ بھی ہے، یہ انقلاب حال حضرت موسیٰ علیہ السلام معجزۂ عصا اور ید بیضاء سے کچھ کم نہ تھا۔

فکر آخرت اور صبر و ثبات وہ عظیم جوہر قابل ہیں کہ اغیار نے بھی اس کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے، یورپ کی پچھلی جنگ عظیم کی رپورٹ اس کی شاہد ہے جو من کے ماہرین فنون حرب نے اپنی فوجوں میں دین داری اور خوف آخرت پیدا کرنے کی سعی اور تلقین کی تھی، (المنار)۔

افسوس کہ اس قوت اور وحدت کی روح کو خود مسلمان قوم نے بھلا دیا ہے۔

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ۝ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۝ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا

www.toobaaelibrary.com

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰي رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

اور (جب موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ عظیمہ منظر عام پر ظاہر ہوا اور ساحرین ایمان لے آئے اور بعضے اور لوگ بھی آپ کے تابع ہو گئے اس وقت) قوم فرعون کے سرداروں نے (جو کہ اعیانِ سلطنت تھے یہ دیکھ کر کہ بعضے آدمی مسلمان ہو چلے فرعون سے) کہا کہ کیا آپ موسیٰ (علیہ السلام) کو اور ان کی قوم (تابعین) کو یوں ہی (مطلق بالطلیح ومطلق العنان آزاد) رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں (فساد یہ کہ اپنا مجمع بڑھائیں جس کے اخیر میں اندیشہ بغاوت ہے) اور وہ (یعنی موسیٰ علیہ السلام) آپ کو اور آپ کے (تجویز کئے ہوئے) معبودوں کو ترک کئے رہیں (یعنی ان کے معبود ہونے کے منکر رہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم بھی ایسا ہی کرے یعنی آپ اس کا انتظام کیجئے) فرعون نے کہا کہ (سردست یہ انتظام مناسب معلوم ہوتا ہے کہ) ہم بھی ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں (تاکہ ان کا زور نہ بڑھنے پائے) اور (چونکہ عورتوں کے بڑھنے سے کوئی اندیشہ نہیں نیز ہم اپنے کار وخدمت کے لئے بھی ضرورت ہے اس لیے) عورتوں کو زندہ رہنے دیں اور ہم کو ہر طرح کا ان پر زور ہے (اس انتظام میں کوئی دشواری نہیں ہوگی، اس مجلس کی گفتگو کی خبر بنی اسرائیل کو پہنچی تو بڑے گھبرائے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چارہ جوئی کی تو) موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو (گھبراؤ مت) یہ زمین اللہ کی ہے جس کو چاہیں مالک (اور حاکم) بنائیں اپنے بندوں میں سے) سو چند روز کے لیے فرعون کو دے دی ہے) اور اخیر کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں (سو تم ایمان وتقویٰ پر قائم رہو، انشاء اللہ تعالیٰ یہ سلطنت تم کو مل جائیگی، تھوڑے دنوں انتظار کی ضرورت ہے) قوم کے لوگ (غایت حسرت وحزن سے جس کا طبعی اقتضاء تکرار شکوہ ہے) کہنے لگے کہ (حضرت) ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے آپ کی تشریف آوری کے قبل بھی (کہ فرعون بیگار لیتا تھا اور مدتوں ہمارے لڑکوں کو قتل کرتا رہا) اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی (کہ طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائی جارہی ہیں یہاں تک کہ اب پھر قتل اولاد کی تجویز ٹھہری ہے) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا (گھبراؤ مت) بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے اور بجائے ان کے تم کو اس زمین کا حاکم بنا دیں گے پھر تمہارا طرز عمل دیکھیں گے (کہ شکر وقدر وطاعت کرتے ہو یا

www.toobaaelibrary.com

بے قدری اور غفلت و معصیت، اس میں ترغیب ہے طاعت کی اور تحذیر ہے معصیت سے)۔

تلخیص معارف و مسائل

اصل مخالف تو سیدنا حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام تھے، مگر ان کی ہیبت کا یہ اثر تھا کہ فرعون کا سارا زور و سیاسی چالاکی جادوگروں پر ختم ہو گئی، اصل مخالف کے لیے فرعون کی زبان سے کچھ نہ نکلا، یہ قوم فرعون کے لیے ایک اچنبھا تھا اس لیے انہیں کہنا پڑا: اٰمَنَّا بِرَبِّ مُوْسٰی الخ اس پر مجبوراً فرعون نے کہا: سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ الخ مفسرین فرماتے ہیں کہ فرعون نے قوم کے جھنجھوڑنے پر وہ سب تو کہا لیکن معجزہ اور واقعہ نے فرعون کی قلب و دماغ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہیبت اتنی بٹھلا دی تھی کہ اب بھی آپ کے بارے میں اس کی زبان پر کوئی بات نہ آئی۔

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر فرعون کا یہ حال ہو جاتا تھا کہ دیکھتے ہی اس کا پیشاب خطا کر جاتا تھا، حق کی ہیبت کا حال ایسا ہی ہوتا ہے، مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ● ترسید از وے جن و انس ہر کہ دید!

وَ یَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ: اس سے پتہ چلا کہ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی کے دعویٰ کے باوجود فرعون خود بتوں کی پرستش کرتا تھا۔

قتل ابناء کا یہ ظالمانہ قانون اب یہ دوسری بار نافذ کیا گیا اس سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے ہو چکا تھا۔

قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا: قتل اولاد کے عذاب فرعونی سے قوم کی گھبراہٹ کو محسوس فرما کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیغمبرانہ شفقت و حکمت کے مطابق اس بلا سے نجات کے لیے دو نسخہ اکسیر بتلایا، ایک استعانت باللہ، دوسرے صبر، مشکلات و مصائب میں بلاشبہ یہ ایسا نسخہ ہے جو کبھی خطا نہیں کرتا، صبر کی بارے میں ارشاد رسالت ہے کہ صبر ایسی نعمت ہے کہ اس سے زیادہ وسیع نعمت کسی کو نہیں ملی، (ابوداؤد)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ حکیمانہ نصیحت کج روی کی خوگر بنی اسرائیل کی سمجھ میں تو آئی نہیں، سن کر بول اٹھے، اُوْذِیْنَا الخ: یعنی آپ کی آمد سے پہلے اس امید پر دن گذارے جا سکتے تھے کہ کوئی پیغمبر ہماری گلوخلاصی کے لیے آئے گا، مگر یہ سلسلۂ ایذا تو آپ کی آمد کے بعد بھی رہا، اسی لیے حقیقت امر کی وضاحت کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: عَسٰی رَبُّكُمْ الخ.

www.toobaaelibrary.com

فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ یعنی حکومت و سلطنت کوئی مقصود نہیں ہے، بلکہ یہ ایک وسیلہ ہے عدل و انصاف قائم کرنے کا، اس لیے جب اقتدار قائم ہو جائے تو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے، ایسا نہ ہو کہ اقتدار کے نشہ میں پہلے لوگوں کی طرح انجام کو بھلا بیٹھو، اس آیت میں ہر حکمراں طبقہ کے لیے ایک تنبیہ ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۚ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰي قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (جب فرعون اور اس کے تابعین نے انکار و مخالفت پر کمر باندھی تو) ہم نے فرعون والوں کو (مع فرعون کے حسب عادت مذکورہ رکوع اول پارۂ ہذا، ان بلیات میں) مبتلا کیا (۱) قحط سالی میں اور (۲) پھلوں کی کم پیداواری میں تاکہ وہ (حق بات کو) سمجھ جائیں (اور سمجھ کر قبول کرلیں) سو (وہ پھر بھی نہ سمجھے بلکہ کیفیت یہ تھی کہ) جب ان پر خوش حالی (یعنی ارزانی و پیداواری) آجاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لیے ہونا ہی چاہیے۔ (یعنی ہم مبارک طالع ہیں یہ ہماری خوش بختی کا اثر ہے، یہ نہ تھا کہ اس کو خدا کی نعمت سمجھ کر شکر بجالاتے اور اطاعت اختیار کرتے) اور اگر ان کو کوئی بدحالی (جیسے قحط و کم پیداواری مذکور) پیش

www.toobaaelibrary.com

آتی تو موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے (کہ یہ ان کی نحوست سے ہوا، یہ نہ ہوا کہ اس کو اپنے اعمال بد کفر و تکذیب کی شامت اور سزا سمجھ کر تائب ہو جاتے حالانکہ یہ سب ان کی شامتِ اعمال تھی، جیسا کہ فرماتے ہیں کہ) یاد رکھو کہ ان کی (اس) نحوست (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے (یعنی ان کے اعمال کفریہ تو اللہ کو معلوم ہیں یہ نحوست انہی اعمال کی سزا ہے) لیکن (اپنی بے تمیزی سے) ان میں اکثر لوگ (اس کو) نہیں جانتے تھے اور (بلکہ اوپر سے) یوں کہتے (کہ خواہ) کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اس کے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے، (جب ایسی سرکشی اختیار کی تو) پھر ہم نے (ان دو بلاؤں کے علاوہ یہ بلائیں مسلط کیں کہ (۳) ان پر (کثرت بارش کا) طوفان بھیجا (جس سے مال و جان تلف ہونے کا اندیشہ ہو گیا) اور (اس سے گھبرائے تو موسیٰ علیہ السلام سے عہد و پیمان کیا کہ ہم سے یہ بلا دور کرائیے تو ہم ایمان لائیں اور جو آپ کہیں اطاعت کریں پھر جب یہ بلائیں دور ہوئیں اور دل خواہ غلہ وغیرہ نکلا پھر بے فکر ہو گئے کہ اب تو جان بچ گئی مال بھی خوب ہو گا اور بدستور اپنے کفر و طغیان پر اڑے رہے تو ہم نے ان کے کھیتوں پر (۴) ٹڈیاں (مسلط کیں) اور (جب پھر کھیتوں کو تباہ ہوتے دیکھا تو گھبرا کر پھر ویسے ہی عہد و پیمان کیے اور پھر جب آپ کی دعا سے وہ بلا دور ہوئی اور غلہ وغیرہ تیار کر کے اپنے گھر لے آئے پھر بے فکر ہو گئے کہ اب تو غلہ قابو میں آ گیا اور بدستور اپنے کفر و مخالفت پر جمے رہے تو ہم نے اس غلہ میں (۵) گھن کا کیڑا (پیدا کر دیا) اور (جب گھبرا کر پھر اسی طرح عہد و پیمان کر کے دعا کرائی اور وہ بلا بھی دور ہوئی اور اس سے مطمئن ہو گئے کہ اب پیس کوٹ کر کھائیں گے، پھر وہی کفر اور وہی مخالفت، تو اس وقت ہم نے ان کے کھانے کو یوں بے لطف کر دیا کہ ان پر (۶) مینڈک (ہجوم کر کے ان کے کھانے کے برتنوں میں ہنڈیوں میں گرنا شروع ہوئے جس سے سب کھانا غارت ہوا اور ویسے بھی گھر میں بیٹھنا مشکل کر دیا، اور پینا یوں بے لطف کر دیا کہ (۷) ان کا پانی) خون (ہو جاتا، منہ میں لیا اور خون بنا، غرض ان پر یہ بلائیں مسلط ہوئیں) کہ یہ سب (موسیٰ علیہ السلام کے) کھلے کھلے معجزے تھے (کہ ان کی تکذیب و مخالفت پر ان کا ظہور ہوا اور یہ ساتوں حصا اور یہ بینا: ماکر آیات تسعہ کہلاتے ہیں) سو (چاہئے تھا کہ ان معجزات و آیات قہر کو دیکھ کر ڈھیلے پڑ جاتے مگر) وہ (پھر بھی) تکبر (ہی) کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ (کہ اتنی سختی پر بھی باز نہ آتے تھے) اور جب ان پر کوئی عذاب (مذکورہ بلاؤں میں سے) واقع ہوتا تو یوں کہتے، اے موسیٰ! ہمارے لیے اپنے

www.toobaaelibrary.com

رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے (وہ بات قہر دور کر دینا ہے ہمارے باز آجانے پر، سو ہم اب وعدہ کرتے ہیں کہ) اگر آپ اس عذاب کو ہم سے ہٹا دیں (یعنی دعا کر کے ہٹوا دیں) تو ہم ضرور ضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آئیں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے پھر جب (ہر کت دعائے موسیٰ علیہ السلام) ان سے عذاب کو ایک خاص وقت تک کہ ان کو پہنچنا تھا ہٹا دیتے تو فوراً ہی عہد شکنی کرنے لگتے) جیسا اوپر بیان ہوا) پھر (جب ہر ہر طرح دیکھ لیا کہ وہ اپنی شرارت سے باز ہی نہیں آتے تب اس وقت) ہم نے ان سے (پورا) بدلہ لیا یعنی ان کو دریا میں غرق کر دیا (جیسا دوسری جگہ ہے) اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے (اور تکذیب وغفلت بھی ایسی ویسی نہیں بلکہ اصرار وعناد کے ساتھ کہ اطاعت کا وعدہ کر لیں اور توڑ دیں)، اور (فرعون اور آل فرعون کو غرق کر کے) ہم نے ان لوگوں کو جو بالکل کمزور شمار کیے جاتے تھے (یعنی بنی اسرائیل) اس سرزمین کے پورب پچھم (یعنی تمام حدود) کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے (ظاہری برکت کثرت پیداوار سے اور باطنی برکت ذی فضائل ومدفن ومسکن انبیاء علیہم السلام ہونے سے) اور آپ کے رب کا اچھا وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا (جس کا حکم انہیں دیا گیا تھا بِمَا صَبَرُوْا) اور ہم نے فرعون اور اس کی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا اور (جس دریا میں فرعون کو غرق کیا گیا) ہم نے بنی اسرائیل کو (اس) دریا سے پار اتار دیا (جس کا قصہ سورۂ شعراء میں ہے) پھر (پار ہونے کے بعد) ان لوگوں کا ایک قوم پر گذر ہوا جو اپنے چند بتوں کو لگے بیٹھے تھے (یعنی ان کی پوجا پاٹ کر رہے تھے) کہنے لگے اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایک (مجسم) معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں، آپ نے فرمایا واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے، یہ لوگ جس کام میں لگے ہیں (یہ منجانب اللہ بھی) تباہ کیا جائے گا (جیسا کہ عادۃ اللہ ہمیشہ سے جاری ہے کہ حق کو باطل پر غالب کر کے اس کو درہم برہم کر دیتے ہیں) اور ان کا یہ کام محض بے بنیاد ہے (کیونکہ شرک کا بطلان یقینی وبدیہی ہے، اور) فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو تمہارا معبود بنا دوں حالانکہ اس نے تم کو (بعض نعمتوں میں) تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی ہے اور (اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے قول کی تائید کے لیے ارشاد فرمایا کہ) وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں (کے ظلم وایذاء) سے بچا لیا تم کو بڑی سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے کہ

www.toobaaelibrary.com

تمہارے بیٹوں کو بکثرت قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو (اپنی بیگار اور خدمت کے لیے) زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس (واقعہ) میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی۔

تلخیص معارف و مسائل

اس رکوع کی آیات میں قوم فرعون کا طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہونا اور بالآخر غرق دریا ہو کر ختم ہو جانا ذرا تفصیل سے بیان ہوا ہے۔

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ الخ: طائر بمعنی پرندہ، عرب پرندہ کے داہنی بائیں جانب اڑنے سے اچھی بری فالیں لیا کرتے تھے، اس لیے مطلق فال کو بھی "طائر" کہنے لگے، اس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ فال اچھی بری اور عالم میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے سب قدرت الٰہی سے ہوتا ہے، اس میں کسی کی نحوست اور برکت کا دخل نہیں، یہ سب ان کی خام خیالی ہے، وَ قَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا الخ: بالآخر قوم فرعون نے سارے ہی معجزات کو سحر کہہ کر نظر انداز کرتے ہوئے "فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝" کا اعلان کر دیا۔

تاریخی روایات کے اعتبار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر میں بیس سال تک قوم فرعون کو پیغام حق سناتے رہے، اس عرصہ میں نو معجزات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے جسے "تِسْعُ اٰيٰتٍ" فرمایا گیا جن میں سے تین کا ذکر ماسبق میں گذرا، عصا، ید بیضاء اور اس رکوع کی پہلی آیت میں قحط مسلط کیے جانے کا ذکر ہوا، قحط کے رفع ہونے کے لیے دعاء کرائی، جب رفع ہو گیا تو پھر وہی سرکشی، قحط مسلط ہوا تو اسے حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست کہا، رفع ہو گیا تو کہا کہ یہ تو ہمارے حال کا تقاضا ہے۔

باقی چھ آیات و معجزات میں سے پانچ کا ذکر فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ الخ: میں بیان ہوا ہے، اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ہر عذاب ایک ہفتہ تک رہا، ہفتہ سے شروع ہو کر دوسرے ہفتہ کے دن رفع ہو جاتا، درمیان میں تین ہفتہ کی مہلت دی جاتی تھی، الطُّوْفَانَ یعنی پانی کا عذاب، پانی نے اس طرح زمین کو گھیر لیا کہ بیٹھنے لیٹنے، اور کاشت کرنے کے لیے کچھ بھی باقی نہ رہا، اور عجب بات یہ تھی کہ انھیں لوگوں کے پاس بنی اسرائیل کی ساری زمینیں تھیں، مگر سارے مکان ان کے اور زمینیں خشک رہتیں۔

درخواست دعاء پر دعاء کی اور پھر طوفان تھما تو اب یہ زمینیں ان کی پہلے سے زیادہ ہری بھری ہو گئیں، مگر یہ سب پھر سارے عہد و پیمان نظر انداز کر گئے، پھر ٹڈیوں (اَلْجَرَادَ) کا عذاب آیا ساری کھیتیاں اور باغات کھا گئے، حتی کہ دروازوں کی لکڑیاں اور چھت تک کھا گئے، مگر عجیب بات یہ کہ یہ سب قبطی قوم تک رہا، پاس ہی ملے ہوئے بنی اسرائیل سارے محفوظ، — اس کے بعد پھر دعاء کی

www.toobaalibrary.com

درخواست، اور دعا کے بعد رفع عذاب اور پھر ان کی سرکشی، دیکھا کہ ہمارے پاس سال بھر کھانے کا غلہ موجود ہے تو پھر وہی سرکشی۔

ایک ماہ کی مہلت کے بعد "اَلْقُمَّل" کا عذاب آیا قُمَّل ایسی جوں کو کہتے ہیں جو انسان کے کپڑوں اور بالوں کو بھی لگتی ہے، اور بعض گھن کے بھی جو غلہ میں لگ جاتا ہے، اس شکل میں جوؤں کا ایسا طوفان امنڈا کہ غلوں کے ساتھ ان کے بال، پلکیں اور بھویں تک کھا گئیں، اور قوم فرعون بلبلا اٹھی، اور پھر رفع عذاب کی دعا کی درخواست اس وعدہ کے ساتھ کیا کہ اب ہم نہ پھریں گے، مگر دعا سے عذاب ہٹا، عافیت ملی تو پھر وہی سرکشی کہ منکر ہو گئے، انھیں جو ہلاک ہونا تھا، اس کے بعد چوتھا عذاب "اَلضَّفَادِع" مینڈک کو مسلط کیا گیا، ہر عذاب ایک سے بڑھ کر ایک جہاں بیٹھتے مینڈک ہی مینڈک، سوتے تو سارا بدن مینڈکوں سے ڈھک جاتا کروٹ لینی ناممکن، پکی ہوئی ہنڈیاں، رکھے ہوئے کھانے میں مینڈک، سب عاجز ہو گئے، روئے اور پختہ عہد کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی، عذاب رفع ہو گیا، مگر قوم پر تو قہر الٰہی مسلط ہو چکا تھا، عقل و ہوش کھو چکے تھے، ہٹ دھرمی پر جم گئے اور وعدے سے پھر کر پھر منکر ہو گئے۔

ایک ماہ کی مہلت ملی، کوئی فائدہ نہ اٹھایا، پھر پانچواں عذاب "اَلدَّم" خون کا مسلط کیا گیا، اس طرح کہ کھانے پینے کی ہر چیز خون بن گئی، کنویں اور حوض کا پانی خون، کھانا پکانے کے لیے رکھیں تو خون بن جائے اور یہ واضح رہے کہ یہ معجزہ برابر رہا کہ بنی اسرائیل ان عذابوں سے مامون محفوظ رہی، بنی اسرائیل کے گھروں سے اگر قوم فرعون پانی مانگے تو ان کے ہاتھوں میں پہنچ کر خون بن جائے، ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھاتے ہوئے بنی اسرائیل کے ہاتھ میں کھانا پانی اپنی حالت پر رہتا، قوم فرعون قبطی کے ہاتھ میں خون بن جاتا، قبطی نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم پانی پی کر میرے منہ میں تھوکو، وہ تھوکتا تو قبطی کے منہ میں خون بن جاتا، سات روز تک بدستور یہ عذاب بھی رہا، قوم چلا اٹھی، فریاد کی، پہلے سے زیادہ مضبوط وعدے کیے، دعا کی گئی عذاب ہٹ گیا، مگر یہ پھر اپنی ہٹ دھرمی پر جم گئے، ان کی اسی ہٹ دھرمی اور گمراہی کو قرآن کریم نے بیان کیا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ پھر ایک چھٹے عذاب الرِّجْز کا ذکر آرہا ہے، یہ لفظ اکثر طاعون اور چیچک وغیرہ وبائی امراض کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس طاعونی وبا سے قوم فرعون کے ستر ہزار آدمی ہلاک ہو گئے، اس پر ان کی فریاد پر عذاب ہٹا مگر پھر وہی عہد شکنی۔

اتنی ہلاکتوں اور مسلسل آزمائشوں کے بعد بھی جب ان میں کوئی احساس نہ پیدا ہوا تو پھر آخری

www.toobaaelibrary.com

55130/ 18/6/85

عذاب آ گیا کہ دریا قوم میں غرق کر دیے گئے، فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ الخ.

اب اگلی آیتوں میں بنی اسرائیل کی فتح و کامرانی کا ذکر ہے، كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ یعنی وہ دراصل کمزور و ذلیل نہ تھے بلکہ قوم فرعون نے انھیں ضعیف سمجھا تھا، وَ اَوْرَثْنَا یعنی درحقیقت وارث ہی مال و جائداد کا مالک و مستحق ہوتا ہے، مَشَارِقَ اور مَغَارِبَ : اختلاف موسم کی وجہ سے جمع کا لفظ لایا گیا، الْاَرْضِ یعنی سرزمین ملک شام و مصر بٰرَكْنَا فِیْهَا، ملک شام کے بارے میں تو قرآن کریم کی متعدد آیات میں محل برکات ہونے کا ذکر ہے، الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ: (اسراء آیت ۱:) ملک مصر کے لیے بھی آیات اور مشاہدات ہیں، سیدنا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مصر کا دریائے نیل سید الانہار ہے، حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ برکات کے دس حصوں میں سے نو مصر میں ہیں اور باقی ایک پوری زمین میں، (بحر محیط)

جنھیں ذلیل اور کمزور سمجھا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے انھیں سلطنت کا مالک بنا کر اپنا وعدہ پورا فرما دیا وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى الخ.

بِمَا صَبَرُوْا الخ بنی اسرائیل پر انعام و احسان کی وجہ بتلا دی اور یہ انھیں کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جو قوم اور جو شخص اس عمل کو اختیار کرے ہمارے انعام کا مستحق ہوگا کیونکہ یہی کلید کامیابی ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو ● اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اُوْذِیْنَا سے عدم صبر کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ ان کا صبر بمقابلہ فرعونی ایذاؤں کے اور ایمان پر ثبات مسلسل ثابت ہے، اگر ایک بار لفظ شکایت نکل بھی گیا تو اس پر نظر نہیں کی گئی، نیز یہ کہ یہ بطور اظہار رنج و غم کے بھی ہو سکتا ہے۔

وَ جٰوَزْنَا بِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ الخ: یہاں سے بنی اسرائیل کی فتح و کامرانی کے بعد ان کی سرکشی اور جہالت کا ذکر ہے، اس ذکر سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دینا ہے کہ پچھلے انبیاء نے اپنی امتوں کے ہاتھوں کیسی کیسی تکلیفیں اٹھائی ہیں، انھیں سامنے رکھنے سے موجودہ سرکشوں کی ایذاء ہلکی ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر احسان فرمایا مگر جب انھیں اطمینان ملا تو عیش و عشرت میں مبتلا قوموں کی طرح جاہلانہ چیزیں پیدا ہونی شروع ہوئیں، اور اصنام پرست قوموں کو دیکھ کر انھیں بھی بت پرستی پسند آنے لگی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کی فرمائش شروع کر دی، تو فرمایا: قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ○ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ الخ،

رکوع کی آخری آیت میں بنی اسرائیل کو ان کی پچھلی مجبور و مقہور حالت یاد دلائی گئی، حضرت

www.toobaaelibrary.com

موسیٰ علیہ السلام کی برکت و دعاء سے عذابوں سے نجات ہوئی تو کیا ان احسانات کا یہی اثر ہو کہ تم مشرک ہو جاؤ وَفِي ذٰلِكُمْ بَلَاءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۡ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (جب بنی اسرائیل سب پریشانیوں سے مطمئن ہو گئے تو موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اب ہم کو کوئی شریعت ملے تو اس پر اطمینان کے ساتھ عمل کریں، موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے درخواست کی، حق تعالیٰ اس کا قصہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) سے تیس راتوں کا وعدہ کیا (کہ طور پر آ کر اعتکاف کریں تو آپ کو شریعت اور کتاب تورات دی جائے گی) اور دس راتیں مزید ان تیس راتوں کا تتمہ بنا دیا (یعنی تورات دے کر ان میں دس راتیں عبادت کے لئے اور بڑھا دیں جس کی وجہ سورۂ بقرہ میں مذکور ہو چکی ہے) اس طرح ان کے پروردگار کا (مقرر کیا ہوا) وقت (سب مل کر) پوری چالیس راتیں ہو گیا اور موسیٰ (علیہ السلام کوہ طور آنے لگے تو چلتے وقت) اپنے بھائی ہارون (علیہ السلام) سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بدنظم لوگوں کی رائے پر عمل نہ کرنا، اور جب موسیٰ (علیہ السلام اس واقعہ میں) ہمارے وقت (موعود) پر آئے (تھے جس کا قصہ بیان ہو رہا ہے) اور ان کے رب نے ان سے) بہت سی لطف و عنایت کی) باتیں کیں تو (شدت انبساط سے

www.toobaaelibrary.com

دیدار کا اشتیاق پیدا ہوا) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھ کو کرا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں، ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکتے، (کیونکہ یہ آنکھیں تاب جمال نہیں لاسکتیں، کما فی المشکوٰۃ عن مسلم لاحرقت سبحات وجھہ) لیکن (تمہاری تشفی کے لیے یہ تجویز کرتے ہیں کہ) تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو (ہم اس پر ایک جھلک ڈالتے ہیں) سو اگر یہ اپنی جگہ برقرار رہا تو (خیر) تم بھی دیکھ سکو گے (غرض موسیٰ علیہ السلام اس کی طرف دیکھنے لگے) پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی تو تجلی نے اس (پہاڑ) کے پرخچے اڑا دیے اور موسیٰ (علیہ السلام: بے ہوش ہو کر گر پڑے، پھر جب افاقہ میں آئے تو عرض کیا بے شک آپ کی ذات (ان آنکھوں کی برداشت سے) منزہ (اور بلند) ہے میں آپ کی جناب میں (اس مشتاقانہ درخواست سے معذرت کرتا ہوں اور (جو کچھ حضور کا ارشاد ہے کہ لَنْ تَرَانِی) سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں، ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ! (یہی بہت ہے کہ) میں نے (تم کو) اپنی (طرف سے) پیغمبری (کا عہدہ دے کر) اور اپنے (ساتھ) ہم کلامی (کا شرف بخش کر اس) سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے تو (اب) جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے (رسالت و ہم کلامی و توریت) اس کو لو اور شکر کرو اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی (ضروری) نصیحت اور (احکام ضروریہ کے متعلق) ہر چیز کی تفصیل ان کو لکھ کر دی (یہی تختیاں تورات ہیں، پھر حکم ہوا کہ جب یہ تختیاں ہم نے دی ہیں) تو انکو کوشش کے ساتھ (خود بھی) عمل میں لاؤ اور اپنی قوم کو (بھی) حکم کرو کہ ان کے اچھے اچھے احکام پر (یعنی سب پر کہ سب ہی اچھے ہیں) عمل کریں میں اب بہت جلد تم لوگوں کو (یعنی بنی اسرائیل کو) ان حکموں کا (یعنی فرعونیوں کا یا عمالقہ کا) مقام دکھلاتا ہوں (اس میں بشارت اور وعدہ ہے کہ مصر یا شام پر عنقریب تسلط ہوا چاہتا ہے، مقصود اس سے ترغیب دینا ہے اطاعت کی کہ اطاعت احکام الٰہیہ کے یہ برکات ہیں، اب ترغیب اطاعت کے بعد ترہیب مخالفت کے لیے ارشاد ہے کہ) میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں (احکام ماننے سے) تکبر کرتے ہیں جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں (کیونکہ اپنے کو بڑا سمجھنا حق اس کا ہے جو واقع میں بڑا ہو، اور وہ ایک خدا کی ذات ہے) اور (برگشتگی کا ان پر یہ اثر ہوگا کہ) اگر تمام (دنیا بھر کی) نشانیاں (بھی) دیکھ لیں تب بھی (غایت قساوت سے) ان پر ایمان نہ لاویں اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں اور گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنا لیں (یعنی حق کے قبول کرنے سے پھر دل سخت ہو جاتا ہے اور برگشتگی اس حد تک پہنچ جاتی ہے) یہ

www.toobaaelibrary.com

(اس درجہ کی برگشتگی) اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو (تکبر کی وجہ سے) جھوٹا بتلایا اور ان (کی حقیقت میں غور کرنے) سے غافل رہے (یہ سزا تو دنیا میں ہوئی کہ ہدایت سے محروم رہے) اور (آخرت میں یہ سزا ہوگی کہ) یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا ان کے سب کام جن سے ان کو توقع نفع کی تھی) غارت گئے (اور انجام اس بخل کا جہنم ہے) ان کو وہی سزا دی جائے گی جو کچھ یہ کرتے تھے۔

تلخیص معارف ومسائل

وَعَدْنَا، وعدہ کہتے ہیں ——— کسی کو نفع پہنچانے سے پہلے اس کا اظہار کر دینا کہ ہم تمہارے لیے فلاں کام کریں گے۔

غرق فرعون کے بعد بنی اسرائیل نے اطمینان حاصل کر لینے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کتاب وشریعت کی درخواست کی، اس درخواست پر اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر چالیس راتیں اعتکاف گذارنے کی شرط کے ساتھ نزول کتاب کا وعدہ فرمایا، وَعَدْنَا یعنی دونوں طرف سے وعدہ ومعاہدہ اور ایسا ہی ہوا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول کتاب کا وعدہ، موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے چالیس راتوں کا اعتکاف۔

یکبارگی چالیس کہنے کے بجائے یہ انداز تدریج اور آسانی کی غرض سے اختیار کیا گیا، نیز تعلیم بھی مقصود تھی کہ مہلت کے ساتھ حکم دیا جائے، یا یہ کہ مطلوبہ کیفیت کے حاصل نہ ہونے پر دس روز کا اضافہ فرمایا گیا، یا اس لیے کہ مسلسل بغیر افطار کے تیس روز تک روزوں کے بعد آپ نے مسواک کر لی تھی اور روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کو پسند ہے اس لیے فرمایا کہ دس روز اور مگر اس سے بحالت روزہ مسواک کو مکروہ نہ سمجھا جائے کیونکہ شریعت محمدیہ میں حدیث عائشہؓ سے مسواک بحالت روزہ بہترین عمل کا ثبوت ہوتا ہے۔

فائدہ: تلاش خضر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام آدھے دن میں بھوک سے نڈھال ہو کر ناشتے کی فرمائش کر بیٹھے اور یہاں تیس روز تک مسلسل بغیر افطار کے؟ جواب: نوعیت سفر کا فرق ہے، پہلا سفر مخلوق کی تلاش میں تھا، اور کوہ طور کا سفر خالق کی جستجو میں تھا یہاں بشری تقاضے مضمحل ہو گئے اور کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی (روح البیان)۔

مسئلہ: مناسک اور عبادات میں قمری حساب معتبر ہے اور دنیوی معاملات میں شمسی حساب کی گنجائش ہے، دن کے بجائے راتوں کا ذکر آیت کریمہ میں آیا، فَتِمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً. قمری تاریخ رات سے شروع ہوتی ہے اور یہی حال ہے ہر آسمانی مذہب کا۔

www.toobaaelibrary.com

حسب تفسیر حضرت ابن عباسؓ یہ ماہ ذی قعدہ کی راتیں تھیں، اس سے معلوم ہوا کہ توراۃ کا عطیہ ایام نحر میں ملا۔

اصلاح نفس میں چلہ کا خاص دخل ہے، حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے (روح البیان)۔

اس آیت میں — انسان کو اپنے سب کاموں میں تدریج اور آہستگی کی تعلیم ہے کہ اہم کاموں میں ایک خاص میعاد مقرر ہو، یہی سنت الٰہیہ ہے، عجلت ناپسند ہے، پیدائش عالم کے لیے چھ روز کی میعاد متعین فرمائی، حالانکہ کُن کہہ دینا کافی ہے، مگر اس طرح سے غور و فکر اور تدریج کا اصول بتلایا، چنانچہ بنی اسرائیل اس اصول کو نظر انداز کر دیئے اور عجلت بازی کے باعث گمراہی میں مبتلا ہو کر ایک نئے پیشوا سامری کی خواہش کر بیٹھے اور گئو سالہ کی پرستش شروع کر دی۔

اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت ناظم امور، اپنا قائم مقام تجویز کر جائے، پیغمبر علیہ السلام کی بھی عادت شریفہ یہی تھی، جب کبھی مدینہ کے باہر تشریف لے جاتے تو کسی کو خلیفہ مقرر کر جاتے۔

وَ اَصْلِحْ، وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ○ معلوم ہوا کہ نائب کو سہولت ہدایات بھی دینی چاہیے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کوتاہی محسوس کرے تو باز پرس بھی کرے، بدنظمی اور بے اصولی کوئی بزرگی کی بات نہیں ہے۔

لَنْ تَرَانِیْ: بجائے لَنْ اُرٰی کے لَنْ تَرَانِیْ اشارہ ہے کہ رؤیت ناممکن نہیں مگر مخاطب بحالت موجودہ اس کو برداشت نہیں کر سکتا، جمہور اہل سنت کا مذہب یہی ہے کہ دنیا میں رؤیت باری عقلاً ممکن ہے مگر شرعاً ممتنع ہے، مسلم شریف کی روایت ہے کہ لَنْ یُّرٰی اَحَدُکُمْ رَبَّہٗ حَتّٰی یَمُوْتَ مرنے سے پہلے اپنے رب کو کوئی نہیں دیکھ سکتا، اسی امر کی شہادت کے طور پر فرمایا کہ پہاڑ کی طرف دیکھو، جب پہاڑ ادنیٰ سی تجلی برداشت نہیں کر سکتا تو انسان تو ضعیف الخلقت ہے۔

صوفیہ کرام کے نزدیک تجلی کسی چیز کو بالواسطہ دیکھنے کے معنی میں ہے، جیسے کوئی شے بواسطہ آئینہ دیکھی جائے، اسی لیے رؤیت کی نفی فرما دی مگر تجلی کا اثبات حضور اکرمؐ نے خنصر کے سرے پر انگوٹھا رکھ کر اشارہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نور کا صرف اتنا سا حصہ ظاہر کیا گیا تھا جس سے پہاڑ کے اتنے حصے کے ٹکڑے اڑ گئے، سارے پہاڑ کے نہیں، تجلی والا حصہ ہی متاثر ہوا۔ (حاکم، احمد، ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا، ایک تو عطاء نبوت کے وقت اور دوسری بار

www.toobaaelibrary.com

تورات کے وقت، اور کلام بلا واسطہ ہوا لیکن اس کلام کی حقیقت کیا ہے، اس میں بڑے احتمالات نکل سکتے ہیں کسی ایک کو بلا دلیل متعین کرنا درست نہیں ہے، اس سلسلے میں سلف صالحین صحابہ اور تابعین ہی کا مسلک اسلم ہے، اسے بحوالۂ خدا ہی کیا جائے۔ (بیان القرآن)

سَاُورِیْکُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ ○ دار الفسقین سے ملک مصر اور ملک شام دونوں مراد ہونے کے اقوال ہیں، فتح سے پہلے مصر پر فرعون اور ملک شام پر عمالقہ کا قبضہ تھا اور یہ دونوں کافر فاسق تھے، اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ غرق فرعون کے بعد بنی اسرائیل واپس ہو کر مصر پر قابض ہو گئے تھے یا نہیں، آیت وَاَوْرَثْنَا الخ سے تو قبضہ کی تائید ہوتی ہے تو پھر یہ قبضہ واقعہ تجلی طور سے پہلے ہو چکا ہے پھر تو دار الفسقین سے ملک شام کی تعیین ہوتی ہے اور اگر اس وقت واپس نہیں گئے تو دونوں ملک مراد ہو سکتے ہیں۔

وَ کَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ یعنی تورات کی لکھی لکھائی تختیاں سپرد کی گئی تھیں۔

یَتَکَبَّرُوْنَ: مگر التکبر مع المتکبرین تواضع (مسائل السلوک)

آیات سے مراد تورات اور قرآن کی آیات بھی ہو سکتی ہیں اور آیات تکوینیہ بھی جو آسمان و زمین اور مخلوقات میں پھیلی ہوئی ہیں، تکبر انسان کو فہم سلیم اور علوم الٰہیہ سے محروم کر دیتا ہے، علوم ربانیہ صرف اللہ کی رحمت سے حاصل ہوتے ہیں اور رحمت خداوندی تواضع سے متوجہ ہوتی ہے۔

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ○ وَلَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَیَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ○ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَی الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَكَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ۪ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۫ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ○

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر اور جب (موسیٰ علیہ السلام طور پر تورات لانے تشریف لے گئے تو) موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم (یعنی بنی اسرائیل) نے ان کے (جانے کے) بعد اپنے (مقبوضہ) زیوروں کا (جو کہ قبطیوں سے مصر سے نکلتے وقت بہ بہانہ شادی کے مانگ لیا تھا) ایک بچھڑا (بنا کر جس کا قصہ سورہ طٰہٰ میں ہے، اس کو معبود) ٹھہرایا جو کہ (صرف اتنی حقیقت

www.toobaaelibrary.com

رکھتا تھا کہ) یک قالب تھا جس میں ایک آواز تھی (اور اس میں کوئی کمال نہ تھا، جس سے کسی عاقل کو اس کی معبودیت کا شبہ ہو سکے)۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ (اس میں آدمی کے برابر بھی تو قدرت نہ تھی چنانچہ) وہ ان سے بات تک نہیں کرتا تھا اور نہ ان کو (دنیا یا دین کی) کوئی راہ بتلاتا تھا (اور خدا کی سی صفات تو اس میں کیا ہوتیں، غرض یہ کہ) اس (بچھڑے) کو انہوں نے معبود قرار دیا اور (چونکہ اس میں اصلاً کوئی شبہ کی وجہ نہ تھی اس لیے انہوں نے) بڑا بے ڈھنگا کام کیا اور (بعد رجوع موسیٰ علیہ السلام کے جس کا قصہ آگے آتا ہے ان کے تنبیہ فرمانے سے) جب (متنبہ ہوئے اور اپنی اس حرکت پر) نادم ہوئے اور معلوم ہوا کہ واقعی وہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے تو (ندامت سے بطور معذرت) کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا (یہ) گناہ معاف نہ کرے تو ہم بالکل گئے گذرے (چنانچہ خاص طریقہ سے ان کو تکمیل توبہ کا حکم ہوا جس کا قصہ سورۂ بقرہ آیت فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ میں گذرا ہے) اور (موسیٰ علیہ السلام کو متنبہ فرمانے کا قصہ یہ ہوا کہ) جب موسیٰ (علیہ السلام) اپنی قوم کی طرف (طور سے) واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے (کیونکہ ان کو وحی سے یہ معلوم ہو گیا تھا، طٰہٰ میں ہے قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا الخ) تو (اول قوم کی طرف متوجہ ہوئے) فرمایا کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی، کیا اپنے رب کے حکم (آنے) سے پہلے ہی تم نے (ایسی) جلد بازی کر لی (میں تو احکام ہی لینے گیا تھا اس کا انتظار تو کیا ہوتا) اور (پھر حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور دینی حمیت کے جوش میں) جلدی سے (توریت کی) تختیاں (تو) ایک طرف رکھیں (اور جلدی میں ایسے زور سے رکھی گئیں کہ دیکھنے والے کو اگر غور نہ کرے تو شبہ ہو کہ جیسے کسی نے پٹک دی ہوں) اور (ہاتھ خالی کر کے) اپنے بھائی (ہارون علیہ السلام) کا سر (یعنی بال) پکڑ کر ان کو اپنی طرف کھینچنے لگے (کہ تم نے کیوں پورا انتظام نہ کیا اور چونکہ غلبہ غضب میں ایک گونہ بے اختیاری ہو گئی تھی اور غضب بھی دین کے لیے تھا اس لیے اس بے اختیاری کو معتبر قرار دیا جائے گا اور اس اجتہادی لغزش پر اعتراض نہ کیا جائے گا) ہارون (علیہ السلام) نے کہا کہ اے میرے ماں جائے (بھائی میں نے اپنی کوشش بھر بہت روکا لیکن) ان لوگوں نے مجھ کو بے حقیقت سمجھا اور (بلکہ نصیحت کرنے پر) قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں تو تم مجھ پر (سختی کر کے) دشمنوں کو مت ہنساؤ اور مجھ کو (برتاؤ سے) ان ظالم لوگوں کے ذیل میں مت شمار کرو (کہ ان کی سی ناخوشی مجھ سے بھی برتنے لگو) موسیٰ (علیہ السلام) نے (اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور) کہا کہ اے

www.toobaaelibrary.com

میرے رب میری خطا (گو وہ اجتہادی ہو) معاف فرمادے اور میرے بھائی کی بھی (کوتاہی جو ان مشرکین کے ساتھ معاملہ متارکت میں شاید ہوگئی ہو جیسا اس قول سے معلوم ہوتا ہے، ما مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا اَنْ لَّا تَتَّبِعَنِ الآیہ) اور ہم دونوں کو اپنی رحمت (خاص) میں داخل فرمایئے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں (اس لیے ہم کو قبول دعا کی امید ہے)

تلخیص معارف ومسائل

یہاں سے بنی اسرائیل کی گئوسالہ پرستی کا واقعہ ذکر فرمارہے ہیں۔

سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے دس روز کی مدت بڑھانے سے بنی اسرائیل اپنی کج روی کے باعث طرح طرح کی باتیں کرنے لگے، انھیں میں ایک شخص سامری تھا جو قوم میں بڑا مانا جاتا تھا، عقیدے کا کچا تھا، بنی اسرائیل کو ورغلا کر ان سے زیورات حاصل کیے اور چاندی سونے ملا کر اس نے ایک بچھڑے کا مجسمہ بنایا، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کی سم کے نیچے کی مٹی جو کہیں سے جمع کر رکھی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس میں حیات وزندگی کا خاصہ رکھا تھا، زیورات کو پگھلاتے وقت وہ مٹی اس میں شامل کردی جس کے اثر سے اس مجسمہ میں زندگی کے آثار پیدا ہوگئے اور اس میں سے گائے کی سی آواز نکلنے لگی، عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ.

سامری بنی اسرائیل میں پہلے سے ہی مانا جاتا تھا اس نے اس حیرت انگیز شیطانی حرکت کے بعد دعوت دی کہ یہی تمہارا خدا ہے، اس شعبدہ کو دیکھتے ہی معتقد ہوگئے اور گائے کو خدا سمجھ کر عبادت کرنے لگے۔

یہاں اس واقعہ کا ذکر مختصر ہے، دوسرے مقام پر ذرا تفصیل سے بیان ہے۔

اس کے بعد کی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تنبیہ کے بعد بنی اسرائیل کی ندامت کا ذکر ہے، وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ.

اس کے بعد کی آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی اور قوم کی گئوسالہ پرستی کو دیکھ کر غصہ کا ذکر ہے۔

وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ یہاں اِلقاء سے یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام غصہ میں تورات کی تختیوں کی بے ادبی کی، کیونکہ یہ تو ایک گناہ عظیم ہے اور انبیاء کرام تمام گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، اصل مراد اور مقصود حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے ہاتھوں کو خالی کرنا تھا اور غصہ کی حالت میں الواح کو جلدی سے رکھ دیا، جسے قرآن نے تنبیہاً القاء ڈالنے کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ (بیان القرآن)

www.toobaaelibrary.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سمجھ کر کہ حضرت ہارون علیہ السلام سے نیابت کے فرائض میں کوتاہی ہوئی، ان کے سر کے بال پکڑ کر کھینچنے لگے، مگر ان کی معذرت کے بعد دعاء مغفرت کی، اور اس میں حضرت ہارون کو اس لیے شریک کیا کہ شاید ان سے کچھ کوتاہی ہوئی اور خود اپنے لیے اس لیے کہ القاء الواح کی غلطی پیش نظر رہی ہو، نیز یہ کہ دعاء کے آداب میں سے یہ ہے کہ دوسرے کے لیے دعاء کرتے ہوئی اپنے کو شامل کرلے۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ۝ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ۝ وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ۖ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ ۖ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ۖ إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ ۖ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ ۖ أَنتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ۝ وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ ۚ قَالَ عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ ۖ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۚ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ ۖ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(پھر حق تعالیٰ نے ان گوسالہ پرستوں کے متعلق موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ) جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی ہے (اگر اب بھی توبہ نہ کریں گے تو) ان پر بہت جلد ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت اس دنیاوی زندگی ہی میں پڑے گی اور (کچھ ان ہی کی تخصیص نہیں) ہم (تو) افتراء پردازوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں (کہ دنیا ہی میں مغضوب اور ذلیل ہو جاتے ہیں گو کسی عارض سے اس ذلت کا ظہور نہ ہو یا دیر میں ہو، چنانچہ سامری نے جو توبہ نہ کی اس پر غضب اور ذلت کا نزول ہوا جس کا قصہ سورہ طٰہٰ میں ہے، فَاذْهَبْ فَإِنَّ لَكَ فِي الْحَيَاةِ أَن تَقُولَ لَا مِسَاسَ الآیۃ) اور جن لوگوں نے گناہ

www.toobaaelibrary.com

کے کام کیے (مثلاً گوسالہ پرستی ان سے سرزد ہوگئی مگر) پھر وہ ان (گناہوں) کے (کرنے کے) بعد توبہ کرلیں اور اور (اس کفر کو چھوڑ کر) ایمان لے آئیں، تمہارا رب اس توبہ کے بعد (ان کے) گناہ معاف کردینے والا (اور ان کے حال پر) رحمت کرنے والا ہے (گو کہ تکمیل توبہ کے لیے اُقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ کا بھی حکم ہوا ہو کیونکہ اصل رحمت آخرت کی ہے چنانچہ تائبین کی خطا اسی طرح معاف ہوئی) اور جب (ہارون علیہ السلام کی یہ معذرت سن کر) موسیٰ (علیہ السلام) کا غصہ فرو ہوا تو ان تختیوں کو اٹھالیا اور ان (تختیوں) کے مضامین میں ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی (مراد احکام ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے موصوف بہدایت اور موعود برحمت ہوتا ہے) اور (جب گوسالہ کا قصہ تمام ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے اطمینان سے تورات کے احکام سنائے، ان لوگوں کی عادت تھی ہی شبہات نکالنے کی، چنانچہ اس میں بھی شبہ نکالا کہ ہم کو کیسے معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں، ہم سے اللہ تعالیٰ خود کہہ دیں تو یقین آجائے، آپ نے حق تعالیٰ سے عرض کیا، وہاں سے حکم ہوا کہ ان میں کے کچھ آدمی جن کو یہ لوگ معتبر سمجھتے ہوں منتخب کرکے ان کو کوہِ طور پر لے آؤ ہم خود ان سے کہہ دیں گے کہ یہ ہمارے احکام ہیں اور اس لانے کے لیے ایک وقت معین کیا گیا چنانچہ) موسیٰ (علیہ السلام) نے ستر آدمی اپنی قوم میں سے ہمارے وقت معین (پر لانے) کے لیے منتخب کیے (چنانچہ وہاں پہنچ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا تو اس میں ایک شاخ نکالی اور کہنے لگے کہ خدا جانے کون بول رہا ہوگا ہم تو جب یقین لائیں کہ خدا تعالیٰ کو کھلم کھلا اپنی آنکھ سے دیکھ لیں، لقولہ تعالیٰ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً، خدا تعالیٰ نے اس گستاخی کی سزا دی نیچے سے زلزلہ شدید شروع ہوا اوپر سے ایسی کڑک بجلی ہوئی کہ سب وہاں ہی رہ گئے) سو جب ان کو زلزلہ (وغیرہ) نے آپکڑا تو موسیٰ (علیہ السلام) ڈرے کہ بنی اسرائیل جاہل اور بدگمان تو ہیں ہی، یوں سمجھیں گے کہ کہیں لے جاکر کسی طریق سے ان سب کا کام تمام کردیا ہے گھبرا کر) عرض کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار (یہ تو مجھ کو یقین ہے کہ ان لوگوں کو محض سزا دینا منظور ہے خاص ہلاک کرنا مقصود نہیں کیونکہ) اگر آپ کو یہ منظور ہوتا تو آپ اس کے قبل ہی ان کو اور مجھ کو ہلاک کردیتے (کیونکہ ان کا اس وقت ہلاک ہونا بنی اسرائیل کے ہاتھوں میرا ہلاک ہونا ہے سو اگر آپ کو یہ مقصود ہوتا تو آپ پہلے بھی ایسا کرسکتے تھے مگر جب ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوگیا کہ ان بھی ہلاک کرنا مقصود نہیں کیونکہ اس سے میری ہلاکت بھی ہے اور بدنامی کے ساتھ، آپ سے امید ہے کہ مجھ کو بدنام

www.toobaaelibrary.com

نہ کریں گے اور بھلا) کہیں آپ ہم میں کے چند بے وقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دیں گے (کہ بے وقوفی تو کریں یہ لوگ کہ ایسی گستاخی کریں اور ساتھ میں بنی اسرائیل کے ہاتھ سے ہلاک ہوں میں بھی، آپ سے امید ہے کہ آپ ایسا نہ کریں گے پس ثابت ہوا کہ) یہ واقعہ (رجفہ اور صاعقہ کا) محض آپ کی طرف سے ایک امتحان ہے، ایسے امتحانات سے جس کو آپ چاہیں گمراہی میں ڈال دیں (کہ حق تعالیٰ کی شکایت اور ناشکری کرنے لگے) اور جس کو آپ چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں (کہ اس کی حکمتوں اور مصلحتوں کو سمجھتا ہے سو میں آپ کے فضل و کرم سے آپ کے حکیم ہونے کا علم رکھتا ہوں لہٰذا اس امتحان میں مطمئن ہوں اور) آپ ہی تو ہمارے خبر گیراں ہیں ہم پر مغفرت فرمایئے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ ہیں (سو ان کی گستاخی بھی معاف کر دیجئے، چنانچہ وہ لوگ صحیح سالم اٹھ کھڑے ہوئے، سورۂ بقرہ میں تفصیل ملاحظہ ہو) اور (اس دعا کے ساتھ آپ نے تفصیل رحمت کے لیے یہ بھی دعا کی کہ) ہم لوگوں کے نام دنیا میں بھی نیک حالی لکھ دیجئے اور (اسی طرح) آخرت میں بھی (کیونکہ) ہم آپ کی طرف (خلوص و اطاعت کے ساتھ) رجوع کرتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کی اور) فرمایا کہ (اے موسیٰ اول تو مطلقاً میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے چنانچہ) میں اپنا عذاب (اور غضب) تو اسی پر واقع کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں (گو کہ مستحق عذاب ہر نافرمان ہوتا ہے لیکن پھر بھی سب پر واقع نہیں کرتا بلکہ ان میں خاص خاص لوگوں پر واقع کرتا ہوں جو غایت درجہ سرکش اور متمرد ہوتے ہیں) اور میری رحمت (ایسی عام ہے کہ) تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے (باوجودیکہ ان میں بہت سی مخلوق مثلاً سرکش و معاند لوگ اس کے مستحق نہیں مگر ان پر بھی ایک گونہ رحمت ہے گو دنیا ہی میں سہی، پس جب میری رحمت غیر مستحقین کے لیے بھی عام ہے) تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام تو (کامل طور پر) ضرور ہی لکھوں گا جو کہ (اس کے حسب وعدہ مستحق بھی ہیں بوجہ اس کے کہ وہ اطاعت کرتے ہیں چنانچہ) خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں (جو منجملہ اعمال قلب سے ہے) اور زکوٰۃ دیتے ہیں (جو کہ اعمال جوارح سے ہے) اور جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں (جو کہ عقائد میں سے ہے، تو ایسے لوگ تو پہلے سے مستحق رحمت ہیں گو آپ درخواست نہ بھی کرتے اور اب تو آپ درخوست بھی کر رہے ہیں، اِذْ حَمَّنَا وَ اكْتُبْ لَنَا، پس ہم بشارت قبول دیتے ہیں کیونکہ آپ تو ایسے ہیں ہی اور آپ کی قوم میں بھی جو مورد رحمت بننا چاہے وہ ایسے ہی اوصاف اختیار کرے کہ مستحق ہو جائے) جو لوگ ایسے رسول نبی امی

www.toobaaelibrary.com

کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ اپنے پاس تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں (جن کی صفت یہ بھی ہے کہ) وہ ان کو نیک کاموں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کے لیے حلال بتاتے ہیں (گو وہ پہلی شرائع میں حرام تھیں) اور گندی چیزوں کو (بدستور) ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو (پہلے شرائع میں) بوجھ اور طوق) (لدے ہوئے) تھے (یعنی سخت اور شدید احکام جن کا ان کو پابند کیا ہوا تھا) ان کو دور کرتے ہیں) سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے (یعنی قرآن) ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں (کہ ابدی عذاب سے نجات پائیں گے)

تلخیص معارف ومسائل

پہلی آیت میں گئو سالہ پرستوں کی سزا کا ذکر ہے، بعض گناہوں کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے، سامری کو لوگوں سے الگ تھلگ کر دیا گیا، وہ کسی کو اور کوئی اسے ہاتھ تک نہ لگائے، چنانچہ ساری عمر جانوروں کے ساتھ پھرتا رہا، جب وہ کسی کو یا اسے کوئی ہاتھ لگاتا تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا (قرطبی عن قتادہؓ)

بدعتی بھی اختراع علی اللہ کے مجرم ہو کر اس سزا کے مستحق ہوتے ہیں (سفیان بن عیینہؒ، مظہری)

آخرت میں عذاب اور دنیا میں ذلت کی سزا کا استدلال امام مالک نے اسی آیت سے فرمایا ہے۔ (قرطبی)

دوسری آیت میں توبہ اور توبہ کی کڑی شرط (آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا) بجالائے تو ان کی توبہ قبول کیے جانے کا ذکر ہے، اس قتل عام میں جو مارے گئے وہ شہید ہوئے، جو بچے ان کی مغفرت ہو گئی، اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ توبہ اور اس کے بعد مقتضاء ایمان کے مطابق اعمال کی اصلاح سے مغفرت ہو جاتی ہے۔

وَ فِیْ نُسْخَتِهَا: کسی کتاب سے منقولہ تحریر کو نسخہ کہتے ہیں، بعض روایات میں ہے کہ تختیاں جلدی سے رکھ دینے سے ٹوٹ گئی تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے کسی دوسری چیز میں لکھا ہوا عطا فرمایا، اس کو نسخہ کہا گیا ہے۔

وَ اخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا الخ: اس آیت میں بنی اسرائیل کے ان ستر منتخب لوگوں کی ہلاکت کا ذکر ہے جنہوں نے اپنی کج روی کے باعث تورات کے کتاب الٰہی ہونے کے بارے میں خیر تیقنی کا معاملہ کیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء کے بعد کوہ طور پر حسب

www.toobaaelibrary.com

وعدہ اپنا کلام سنا دیا، یہ پھر شک کرنے لگے اور کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی فرمائش کی، چونکہ یہ سوال انکا ہٹ دھرمی اور مبنی بر جہالت تھا اس لیے غضب الٰہی متوجہ ہوا، فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ، نیچے سے زلزلہ نے انہیں پکڑ لیا، اور اوپر سے بجلی کی کڑک آئی جس سے یہ بیہوش ہو کر اس طرح گر گئے جیسے کہ مر گئے ہوں، قوم کے منتخب افراد کی اس حالت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سخت صدمہ ہوا، نیز یہ کہ قوم کو جا کر کیا جواب دیں گے، اور یہ کہ قوم انہیں قتل نہ کر ڈالے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا، اور رحمت و مغفرت کی دعا کی، چنانچہ وہ سب صحیح سالم اٹھ کھڑے ہوئے۔

وَاكْتُبْ لَنَا الخ: اس آیت میں اوپر کی دعا کا تکملہ ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ چونکہ اس آیت میں قبولیت دعا مذکور نہیں ہے جیسا کہ دیگر مواقع پر، قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يَا مُوْسٰى، اور قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا، میں صراحت ہے، اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کے بارے میں تو قبول نہیں ہوئی البتہ امت محمدیہ کے حق میں قبول کر لی گئی، جن کا ذکر اس کے بعد کی آیت میں ہے، مگر روح المعانی میں اس احتمال کو بعید قرار دیا گیا ہے، اور صحیح یہ ہے کہ اس دعا کے دو جز تھے، ایک عذاب و عتاب کی معافی، دوسرا یہ کہ میرے اور میری قوم کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی مکمل طور پر لکھ دی جائے، اس آیت میں پہلی دعا کا جواب مذکور ہے، اور دوسری دعا کا جواب دوسری آیت میں ہے۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وسعت رحمت کے یہ معنی ہیں کہ رحمت کا دائرہ کسی سے تنگ نہیں، اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر چیز مرحوم ہے، دوسری دعا جس میں دنیا و آخرت کی مکمل بھلائی لکھ دینے کی درخواست تھی اس کے متعلق چند شرائط لگائی گئیں جن کا ذکر آیت اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ الخ: میں ہے۔ اور اس آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ ان صفات کے پورے طور پر جامع آخر زمانہ میں نبی امی کے متبعین ہوں گے، اور نتیجتاً مستحق فلاح کامل ہوں گے۔ —— وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ، میں ایمان کی شرط اولین ہے اس شرط کے باعث ابلیس بھی مایوس ہو گیا، اور نبی امی پر ایمان کی شرط سے یہود و نصاریٰ خارج ہو گئے۔

اس آیت میں پیغمبر علیہ السلام کے چند خصوصی فضائل و کمالات کو ذکر فرما کر یہ بتلایا کہ ایمان لانا ہی نہیں بلکہ اتباع کا حکم دیا گیا ہے کہ فلاح آخرت کے لیے اتباع سنت و شریعت ضروری ہے، اُمّی کی صفت، صفت مدح نہیں بلکہ ایک عیب ہے مگر پیغمبر علیہ السلام کے علوم و معارف اور خصوصیات کمالات

www.toobaaelibrary.com

کے ساتھ یہ صفت امّی بڑی صفت کمال بن گئی ہے، بلکہ ایک امّی سے ایسے کمالات اور علوم کا مظاہرہ ایک کھلا ہوا ناقابل انکار معجزہ ہے، ایک امی سے چالیس سال کی عمر میں یکا یک ایسے کلام کا صادر اور جاری ہونا جس کی مثال ناممکن ہو بلاشبہ رسول منجانب اللہ اور قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے پر عظیم شہادت ہے۔

چوتھی صفت "یَجِدُوْنَهٗ" سے بتلانا ہے کہ بنی اسرائیل جن کتابوں کے قائل ہیں ان میں آپ کی صفات کو اتنی وضاحت و تفصیل سے لکھا ہوا پائیں گے کہ جیسے خود آنحضور کو دیکھ لیا۔

اب تورات و انجیل محرف شدہ ہیں، اس وقت بہت حد تک صحیح حالت میں نہیں، اس لیے یہود و نصاریٰ اختلاف نہ کر سکے اور ان کی زبانوں پر مہر لگی رہی۔

پیغمبر علیہ السلام کے صفات و حالات کا ذکر قرآن کریم میں تو ہے ہی، روایات حدیث سے مزید برمزید تفصیلات سامنے آتی ہیں، آپ کے حالات و کمالات کے لیے کتب سیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے، خاص طور سے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ کی کتاب "اظہار الحق" جس کا عربی سے اردو ترجمہ شائع ہو گیا ہے قابل دید ہے۔

معروف نیک کام صرف انہیں سمجھا جائے گا جو قرون اولیٰ کے مسلمانوں میں رائج ہوا، جو ایسا نہ ہو وہ منکر کہلائے گا۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اگرچہ جملہ انبیاء کی دعوت ہے مگر یہاں خاص امتیاز اور خصوصیت کو بتلانا ہے جو آپ کو حاصل ہے، یعنی کام کا صحیح اور عمدہ سلیقہ جو دل میں اتر جائے، تاریخ کے واقعات اس پر شاہد عدل ہیں۔

دوسری صفت یہ بیان کی گئی کہ —— پسندیدہ چیزوں کو حلال فرما دیں گے اور گندی چیزوں کو حرام، یعنی بہت سی پاکیزہ چیزیں جو بنی اسرائیل پر بطور سزا کے حرام کر دی گئیں تھیں، پیغمبر علیہ السلام اس کی حرمت کو ختم کر دیں گے، مثلاً حلال جانوروں کی چربی وغیرہ، اور گندی چیزیں جیسے خون، مردار جانور شراب اور تمام حرام جانور اور تمام حرام ذرائع آمدنی، اور بعض حضرات نے برے اخلاق و عادات کو انہیں میں شمار کیا ہے۔

اِصْرٌ، بار گراں، غُلٌّ وہ ہتکڑی جس سے مجرم کو باندھ دیا جاتا ہے جس سے وہ حرکت نہ کر سکے، ان سے مراد وہ احکام شاقہ اور دشوار واجبات ہیں جو اصل دین میں مقصود نہ تھے بلکہ بنی اسرائیل پر بطور سزا کے لازم کر دیے گئے تھے، مثلاً نجاست لگ گئی تو کپڑا کاٹ ہی کر پاک کیا جا سکتا، اور مال غنیمت

www.toobaaelibrary.com

جان کے لیے حرام تھا، اعضاء سے گناہ ہوں تو اعضاء کا کاٹ دیا جانا اور قتل عمداً ہو یا خطأً بہر حال قاتل کو قتل کرنا واجب تھا، خوں بہا کا قانون نہ تھا۔

حدیث میں ہے "اَلدِّیْنُ یُسْرٌ" قرآن کریم میں ہے، "وَ مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ۔

آخری آیت کے شروع میں یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ اور آخر میں وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهٗ۔ اس سے ثابت ہوا کہ نجات آخرت کتاب وسنت دونوں کے اتباع پر موقوف ہے، اتباع رسولؐ کے ساتھ ادب واحترام اور محبت بھی فرض ہے، پیغمبر علیہ السلام کے ادب واحترام سے متعلق متعدد آیات قرآنی میں صراحت موجود ہے، وَتُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ، نیز، لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ، نیز "لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ"، نیز "لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا"

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے پیغمبر علیہ السلام کے شریک کار رہتے ہوئے بھی مکمل درجہ کے ادب واحترام اور تعظیم وتوقیر کرتے تھے، جس کی نظیر عالم میں نہیں، اسی تعظیم وتکریم کی برکت تھی کہ ان حضرات کو کمالات نبوت سے خاص حصہ ملا، اور انبیاء کرام کے بعد انکو سب سے اونچا مقام عطا ہوا۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ۝ وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا، وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ، فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا، قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ، وَظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى، كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ، وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ قِیْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِیْٓـٰٔتِكُمْ، سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

آپ کہہ دیجئے کہ اے (دنیا جہان کے) لوگوں! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا (پیغمبر) ہوں جس کی بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین میں، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے وہی موت دیتا

www.toobaaelibrary.com

ہے، اس لیے اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امّی پر (بھی ایمان لاؤ) جو کہ (خود بھی) اللہ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں (یعنی جب باوجود اس رتبۂ عظیمہ کے ان کو اللہ اور سب رسولوں اور کتابوں پر ایمان لانے سے عار نہیں تو تم کو اللہ و رسول پر ایمان لانے سے کیوں انکار ہے) اور ان (نبی) کا اتباع کرو تا کہ تم راہ (راست) پر آجاؤ اور (اگرچہ بعض لوگوں نے آپ کی مخالفت کی لیکن) قومِ موسیٰ میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو دینِ حق (یعنی اسلام) کے موافق (لوگوں کو) ہدایت بھی کرتے ہیں اور اسی کے موافق (اپنے اور غیروں کے معاملات میں) انصاف بھی کرتے ہیں (مراد اس سے عبداللہ ابن سلام وغیرہ ہیں) اور ہم نے (ایک انعام بنی اسرائیل پر یہ کیا کہ انکی اصلاح و انتظام کے لیے) ان کو بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے سب کی الگ الگ جماعت مقرر کر دی (اور ہر ایک پر ایک سردار نگرانی کے لیے مقرر کر دیا، جن کا ذکر مائدہ کے رکوع سوم میں ہے وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا) اور ایک (انعام یہ کیا کہ) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا جب کہ ان کی قوم نے ان سے پانی مانگا (اور انہوں نے حق تعالیٰ سے دعا کی اس وقت یہ حکم ہوا) کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو (اس سے پانی نکل آوے گا) بس (مارنے کی دیر تھی) فوراً اس سے بارہ چشمے (بعدد ان بارہ خاندانوں کے) پھوٹ نکلے (چنانچہ) ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع معلوم کر لیا اور (ایک انعام یہ کیا کہ) ہم نے ان پر ابر کو سایہ فگن کیا اور (ایک انعام یہ کیا کہ) ان کو (خزانۂ غیب سے) ترنجبین اور بٹیریں پہنچائیں (اور اجازت دی کہ کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم دی ہیں (لیکن وہ لوگ اس میں بھی ایک بات خلاف حکم کر بیٹھے) اور (اس سے) انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا، لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے، (یہ واقعات وادیٔ تیہ کے ہیں جن کی تفصیل سورہ بقرہ میں گذر چکی) اور (وہ زمانہ یاد کرو) جب ان کو حکم دیا گیا کہ تم لوگ آبادی میں جا کر رہو اور کھاؤ اس (کی چیزوں میں) سے جس جگہ تم رغبت کرو اور (یہ بھی حکم دیا گیا کہ جب اندر جانے لگو تو) زبان سے یہ کہتے ہوئے جانا کہ توبہ ہے (توبہ ہے) اور (عاجزی سے) جھکے جھکے دروازے میں داخل ہونا ہم تمہاری (پچھلی) خطائیں معاف کر دیں گے (یہ تو سب کے لیے ہوگا اور) جو لوگ نیک کام کریں گے ان کو مزید برآں اور دیں گے، سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس (کے کہنے) کی ان سے فرمائش کی گئی تھی، اس پر ہم نے ان پر ایک آفت سماوی بھیجی، اس وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے۔

www.toobaaelibrary.com

تلخیص معارف ومسائل

اس رکوع کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کو یہ عام اعلان کر دینے کا حکم فرمایا ہے کہ میری بعثت برخلاف دیگر انبیاء کے تمام دنیا کے تمام انسانوں کے لیے ہے اور قیامت تک کے انسانوں اور جناتوں کی تمام نسلوں کے لیے ہے، اسی وجہ سے آپ خاتم الانبیاء ہیں، آپ پر نبوت ختم ہے، یہی راز ہے مسئلۂ ختم نبوت کا، نیز اس امتِ محمدیہ کی اس میں خصوصیت بھی یہی ہے کہ ہمیشہ ایک جماعت ایسی قائم رہے گی جو تمام دینی فتنوں کا انسداد کرتی رہے گی اور اللہ رب العزت کی ہر طرح کی نصرت و حمایت اس جماعت کو حاصل رہے گی، اور یہ جماعت سب پر غالب رہے گی۔

حضرت امام رازیؒ نے "كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ" کے تحت بتلایا ہے کہ اس آیت میں یہ اشارہ موجود ہے کہ دنیا میں صادقین کی ایک جماعت ہمیشہ ضرور باقی رہے گی ورنہ صادقین کی معیت اور صحبت کا حکم ہی نہ ہوتا، اور اسی سے آپ نے ہر دور میں اجماع امت کا حجت شرعیہ ہونا ثابت کیا ہے۔

پیغمبر علیہ السلام کی چند اہم خصوصیات

غزوہ تبوک کے موقع پر پیغمبر علیہ السلام نے تہجد کی نماز سے فراغت کے بعد فرمایا کہ آج رات مجھے ایسی چیزیں عطا فرمائی گئیں ہیں جو مجھ سے پہلے کسی رسول و نبی کو نہیں ملیں، (۱) میری نبوت و رسالت کو ساری دنیا کے کل اقوام کے لیے عام کیا گیا ہے، (۲) مجھے میرے دشمن کے مقابلہ میں ایسا رعب عطا کیا گیا ہے کہ ایک مہینہ کی مسافت پر ہوں تو میرا رعب اس پر چھا جاتا ہے، (۳) میرے لیے کفار سے حاصل شدہ مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا، پچھلی امتوں کے مال غنیمت کا صرف یہ مصرف تھا کہ آسمان سے ایک بجلی آئے اور اسے جلا کر خاکستر کر دے، (۴) میرے لے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے، ہماری نماز زمین پر ہر جگہ ہو جاتی ہے مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں، (۵) جب پانی پر کسی وجہ سے قدرت نہ ہو تو مٹی سے تیمم کو اس امت کے لیے طہارت اور وضو کے قائم مقام بنا دیا گیا ہے، اور چھٹی خصوصیت بے نظیر ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہر رسول کو ایک دعاء مستجاب عطا فرمائی، ہر رسول اور نبی نے وہ دعاء استعمال کر لی ہے اور وہ مقصد حاصل ہو گیا، مجھے بھی وہ دعاء مستجاب عطا ہوئی میں نے وہ دعاء آخرت کے لیے محفوظ کرا دیا، وہ دعاء ہے "تمہارے اور قیامت تک جو شخص لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دینے والا ہوگا اس کے کام آئے گی۔"

دوسری بات اس آیت سے یہ ثابت ہوئی کہ حضور کی بعثت کے بعد اب نجات کا صرف ایک ہی

www.toobaaelibrary.com

راستہ ہے کہ آپ پر ایمان لایا جائے، ساری سابقہ شریعت اور کتابیں منسوخ ہو گئیں، آپ پر ایمان لانے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں، اللہ کے کلمات سے مراد اللہ تعالیٰ کی کتابیں ہیں۔

تیسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں ایک ایسی جماعت تھی جو تورات و انجیل کے زمانہ میں ان کی ہدایت پر عمل پیرا رہی، اور جب پیغمبر آخر الزماں تشریف لائے تو ان کتابوں کی بشارت کے موافق آپ پر ایمان لائے اور اتباع کیا، اس کا ذکر قرآن کریم کی متعدد آیات میں آیا ہے۔

اس رکوع کی بقیہ آیات سے متعلق سورۃ البقرہ میں تفصیل و تلخیص گذر چکی ہے وہاں دیکھی جائے۔

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۚ كَذٰلِكَ ۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْۗءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَىِٕيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۝ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۭ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۭ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور آپ ان (اپنے ہم عصر یہودی) لوگوں سے (بطور جیسے کے) اس بستی (والوں) کا جو کہ دریائے شور کے قریب آباد تھے (اور اس میں یہودی رہتے تھے جن کو ہفتہ کے روز شکار کرنا ممنوع تھا) اس وقت کا حال پوچھئے جب کہ وہ (وہاں کے بسنے والے) ہفتہ (کے متعلق جو حکم تھا اس) کے بارے میں حد (شرعی) سے نکل رہے تھے جب کہ ان

کے ہفتہ کے روز تو ان (کے دریا) کی مچھلیاں (پانی سے سر نکال نکال) ظاہر ہو ہو کر (سطح دریا پر) ان کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں (بلکہ وہاں سے کہیں دور چلی جاتی تھیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ) ہم ان کی اس طرح پر (شدید) آزمائش کرتے تھے (کہ کون حکم پر ثابت رہتا ہے کون نہیں رہتا اور یہ آزمائش) اس سبب سے (تھی) کہ وہ (پہلے سے) بے حکمی کیا کرتے تھے (اسی لیے ایسے سخت حکم سے ان کی آزمائش کی اور اہل طاعت کی آزمائش لطف اور توفیق اور تائید سے مقرون ہوا کرتی ہے) اور (اس وقت کا حال پوچھئے) جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے (جو کہ ان کو نصیحت کرتے کرتے اثر و نفع ہونے سے مایوس ہو گئے تھے ایسے لوگوں سے جو اب بھی نصیحت کئے چلے جا رہے تھے اور اس قدر مایوس بھی نہ ہوئے تھے جیسا لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ سے معلوم ہوتا ہے) یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو نصیحت کیوں کیے جاتے ہو جن (سے قبول کی کچھ امید نہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان) کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا (ہلاک نہ ہوئے تو) ان کو (کوئی اور طرح کی) سخت سزا دینے والے ہیں (یعنی ایسوں کے ساتھ کیوں دماغ خالی کرتے ہو) انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے (اور اپنے) رب کے روبرو عذر کرنے کے لیے (ان کو نصیحت کرتے ہیں کہ اللہ کے روبرو کہہ سکیں کہ اے اللہ ہم نے تو کہا تھا مگر انہوں نے نہ سنا ہم معذور ہیں) اور (نیز) اس لیے کہ شاید ڈر جائیں (اور عمل کرنے لگیں مگر وہ کب عمل کرتے تھے) سو (آخر) جب وہ اس امر کے تارک ہی رہے جو ان کو سمجھایا جاتا تھا (یعنی نہ مانا) تو ہم نے ان لوگوں کو تو (عذاب سے) بچا لیا جو اس بری بات سے منع کیا کرتے تھے (خواہ برابر منع کرتے رہے اور خواہ بوجہ عذر یاس کے بیٹھ رہے) اور ان لوگوں کو جو کہ (حکم مذکور میں) زیادتی کرتے تھے ان کی (اس عدول حکمی کی وجہ سے) ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا یعنی جب وہ جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے (یہ تو تفسیر ہوئی نسیان مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ کی) تو ہم نے ان کو (براہ قہر) کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل ہو جاؤ (یہ تفسیر ہوئی عذاب بئیس کی) اور وہ وقت یاد کرنا چاہیے کہ جب آپ کے رب نے (انبیاء بنی اسرائیل کی معرفت (یہ بات بتلا دی کہ وہ ان یہود پر (ان گستاخیوں اور نافرمانیوں کی سزا میں) قیامت (کے قریب) تک ایسے (کسی نہ کسی) شخص کو ضرور مسلط کرتا رہے گا جو ان کو سزائے شدید (ذلت و خواری و محکومیت) کی تکلیف پہنچاتا رہے گا (چنانچہ مدت سے یہودی کسی نہ کسی سلطنت کے محکوم و معتوب ہی چلے آتے ہیں) بلاشبہ آپ کا رب واقعی (جب چاہے) جلدی ہی سزا دے دیتا ہے اور بلاشبہ وہ واقعی

www.toobaaelibrary.com

(اگر باز آجاوے تو) بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا (بھی) ہے اور ہم نے دنیا میں ان کی متفرق جماعتیں کر دیں (چنانچہ) بعضے ان میں نیک (بھی) تھے اور بعضے ان میں اور طرح کے تھے (یعنی بد تھے) اور ہم (نے ان بدوں کو بھی اپنی عنایت اور تربیت و اصلاح کے اسباب جمع کرنے سے مہمل کبھی نہیں چھوڑا بلکہ ہمیشہ) ان کو خوشحالیوں (یعنی صحت و غنا) اور بدحالیوں (یعنی بیماری و فقر) سے آزماتے رہے کہ شاید (اسی سے) باز آجائیں (کیونکہ گاہے حسنات سے ترغیب ہو جاتی ہے اور گاہے سیئات سے ترہیب ہو جاتی ہے، یہ حاصل تو ان کے سلف کا ہوا) پھر ان (سلف) کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ کتاب (یعنی تورات) کو (تو) ان سے حاصل کیا (لیکن اس کے ساتھ ہی وہ حرام خور ایسے ہیں کہ احکام کتاب کے عوض میں) اس دنیائے دنی کا مال متاع (اگر ملے تو بے تکلف اس کو) لے لیتے ہیں اور (بے باک ایسے ہیں کہ اس گناہ کو حقیر سمجھ کر) کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہو جاوے گی (کیونکہ ہم اَبناءُ اللّٰہ وَ اَحِبَّاءُ اللّٰہ ہیں ایسے گناہ ہماری مقبولیت کے روبرو کیا چیز ہیں) حالانکہ (اپنی بے باکی اور اتخناف معصیت پر مُصر ہیں حتی کہ) اگر ان کے پاس (پھر) ویسا ہی (دین فروشی کے عوض) مال متاع آنے لگے تو (اسی بے باکی کے ساتھ پھر) اس کو لے لیتے ہیں، (اور اتخناف معصیت کا خود کفر ہے، جس پر مغفرت کا احتمال بھی نہیں، تا تحقیق چہ رسد، چنانچہ آگے بھی ارشاد ہے کہ) کیا ان سے) اس کتاب کے اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ خدا کی طرف بجز حق (اور واقعی) بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں (مطلب یہ ہے کہ جب کسی آسمانی کتاب کو مانا جاتا ہے تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم اس کے سب مضامین مانیں گے) اور (عہد بھی کوئی اجمالی عہد نہیں لیا گیا بلکہ تفصیلی عہد لیا گیا چنانچہ) انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ (لکھا) تھا اس کو پڑھ (بھی) لیا (جس سے وہ احتمال بھی جاتا رہا پھر بھی یہ ایسی بڑی بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ باوجود اتخناف معصیت کے مغفرت کا اعتقاد کیے ہوئے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ پر محض تہمت ہے) اور (انہوں نے یہ سب قصہ دنیا کے لیے کیا، باقی) آخرت والا گھر ان لوگوں کے لیے (اس دنیا سے) بہتر ہے جو (ان عقائد و اعمال قبیحہ سے) پرہیز رکھتے ہیں پھر کیا (اے یہود) تم (اس بات کو) نہیں سمجھتے۔ اور (ان میں سے) جو لوگ کتاب (یعنی تورات) کے پابند ہیں (جس میں رسول اللہؐ پر ایمان لانے کا بھی حکم ہے، پس پابندی یہی ہے کہ مسلمان ہو گئے) اور (عقائد کے ساتھ اعمال صالحہ کے پابند بھی ہیں چنانچہ) نماز کی پابندی کرتے ہیں، ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی (اس طرح) اصلاح کریں ثواب

www.toobaaelibrary.com

ضائع نہ کریں گے اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم پہاڑ کو اٹھا کر چھت کی طرح ان (بنی اسرائیل) کے اوپر (محاذات میں) معلق کر دیا اور ان کو یقین ہوا کہ اب ان پر گرا (اس وقت) کہا کہ (جلدی) قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے (یعنی تورات اور) مضبوطی کے ساتھ (قبول کرو) اور یاد رکھو جو احکام اس (کتاب) میں ہیں، جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔

تلخیص معارف ومسائل

اس رکوع کی چار آیات سے متعلق سورۃ البقرہ میں دیکھئے۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ الخ: قوم یہود کی ذلت وخواری کے سلسلے میں آج کل اسرائیلی حکومت سے شبہ نہ کیا جائے، درحقیقت ان کی اپنی آج بھی نہ کوئی قوت ہے اور نہ کوئی حکومت، وہ روس اور امریکہ کی اسلام دشمن سازش کے نتیجہ میں ان کی ایک چھاؤنی ہے اور بس، جس دن یہ طاقتیں اپنا ہاتھ کھینچ لیں گی اسی روز اسرائیل کا وجود دنیا سے ختم ہو سکتا ہے۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا الخ: اس سے معلوم ہوا کہ کسی قوم کا ایک جگہ اجتماع اور اکثریت اللہ تعالیٰ کا انعام واحسان ہے اور ان کا انتشار ایک طرح کا عذاب الٰہی ہے، مسلمانوں پر اللہ کا یہ انعام ہمیشہ رہا ہے۔ یہود کا اجتماع فلسطین کے ایک حصہ میں ـــــ تو آخر زمانہ میں ان کا اجتماع ایک جگہ ہونا ہی چاہئے کیونکہ قرب قیامت کے سلسلے میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح احادیث میں خود اس کی خبر دی گئی ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، نصاریٰ سب مسلمان ہو جائیں گے اور یہودیوں سے جہاد کر کے ان کو قتل کریں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسانی کے لیے یہودیوں کو ان کے مقتل میں اللہ نے جمع فرما دیا۔ اس لیے یہ اجتماع اس عذاب کے منافی نہیں۔

وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّیِّاٰتِ الخ: لیکن قوم یہود دونوں ہی امتحانوں میں فیل ہو گئی۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر نعمت اور مال ودولت کے دروازے کھولے تو کہنے لگے: "اِنَّ اللّٰهَ فَقِیْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِیَآءُ" اور جب ان کو افلاس وناداری سے آزمایا گیا تو کہنے لگے "هٰذِهٖ مَغْلُوْلَةٌ"۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ الخ: یعنی پہلے دور کے اچھے اور برے یہودیوں کے بعد ان کی نسل میں جو ان کے خلیفہ اور قائم مقام اور تورات کے وارث بنے انہوں نے بھی اللہ کی کتاب کو سوداگری کا مال بنا لیا کہ رشوت لے کر تورات میں تحریف کرنے لگے، اور آگے یہ جرأت دیکھئے کہ کہتے ہیں یُغْفَرُ لَنَا، کہ تحریف اور رشوت گناہ تو ہے مگر ہم بخش دیئے جائیں گے، یہ تو ایسے ہیں

www.toobaaelibrary.com

کہ اگر انہیں پیسے ملیں تو یہ تحریف سے باز نہ آئیں گے، گناہ پر اصرار کرتے ہوئے مغفرت کی امید رکھنا خود فریبی ہے، مغفرت تو تائبین کے لیے ہے، اور دار آخرت تو پرہیزگاروں کے لیے ہے۔

وَ الَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ الخ: یعنی کتاب کو صرف احتیاط اور تعظیم سے رکھ لینا مقصود نہیں ہے، بلکہ اصل ہے احکام کی تعمیل اور پابندی، نیز یہ کہ تورات کے سیکڑوں احکام میں سے صرف نماز کے ذکر پر اکتفا کیا گیا، کیونکہ تمام احکام میں سب سے اہم، افضل اور اعلیٰ نماز ہے، نماز کی پابندی دیگر احکام الٰہیہ کی خاص نشانی اور علامت ہے۔ نماز کی پابندی سے دیگر احکام خداوندی کی پابندی سہل ہو جاتی ہے، ارشاد رسالت ہے کہ نماز دین کا عمود ہے جس پر اس کی تعمیر کھڑی ہوئی ہے جس نے اس عمود کو قائم کر لیا اس نے دین کو قائم کر لیا اور جس نے اسے منہدم کر دیا اس نے دین کی عمارت منہدم کر دی۔

نماز میں کوتاہی سے دیگر اوراد اور وظائف بے معنی ہیں۔

اس رکوع کی آخری آیت سے متعلق واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی خواہش کے مطابق تورات ملی اور اس میں بہت سے احکام ان کی سہولت پسند طبیعت کی خلاف تھے تو سن کر انکار کرنے لگے اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا، انہوں نے تین مربع میل کوہ طور کو اس بستی کے اوپر معلق کر دیا، انہوں نے جب اس طرح موت کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا تو سجدے میں گر گئے اور احکام کی پابندی کا عہد کر لیا، مگر پھر اس کے بعد خلاف ورزی کرتے رہے، اس واقعے میں جبر و اکراہ نہ سمجھا جائے، "لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن" کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ یہ مسلمان ہو کر شرارت کر رہے تھے اس لیے انہیں سزاؤں کا دیا جانا صحیح ہے۔ "دین میں اکراہ نہیں ہے" یہ غیر مسلم کے لیے ہے۔

وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْۢ بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ۙ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ۝ وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ۝ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ۝ سَآءَ مَثَلًا ۨ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ ۝ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلْ

www.toobaaelibrary.com

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۡ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۡ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (ان سے اس وقت کا واقعہ ذکر کیجئے) جب کہ آپ کے رب نے (عالمِ ارواح میں آدم علیہ السلام کی پشت سے تو خود ان کی اولاد کو اور) اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور (ان کو سمجھ عطا کر کے) ان سے انہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں سب نے (اس عقل خداداد سے حقیقت امر کو سمجھ کر) جواب دیا کہ کیوں نہیں (واقعی آپ ہمارے رب ہیں، حق تعالیٰ نے وہاں جتنے ملائکہ اور مخلوقات حاضر تھے سب کو گواہ کر کے سب کی طرف سے فرمایا) ہم سب (اس واقعہ کے) گواہ بنتے ہیں (اور یہ اقرار اور شہادت سب اس لیے ہوا کہ) تاکہ تم لوگ (یعنی جو تم میں ترک توحید اور اختیار شرک پر سزا پائیں) قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس (توحید) سے محض بے خبر تھے یا یوں کہنے لگو کہ (اصل) شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کے بعد ان کے نسل میں ہوئے (اور عادۃً نسل عقائد و خیالات میں تابع اپنی اصل کے ہوتی ہے اس لیے ہم بے خطا ہیں، پس ہمارے فعل پر تو ہم کو سزا ہو نہیں سکتی، اگر ہوگی تو لازم آتا ہے کہ ان بڑوں کی خطا میں ہم ماخوذ ہوں) سو کیا ان غلط راہ (نکالنے) والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں (سو اب اس اقرار و اشہاد کے بعد تم یہ عذر نہیں پیش کر سکتے پھر اس کے بعد ان سب سے وعدہ کیا گیا کہ یہ عہد تم کو دنیا میں پیغمبروں کے ذریعہ سے یاد دلایا جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا یہاں بھی اول میں اذ اخذ کے ترجمہ سے معلوم ہوا کہ آپ کو اس واقعہ کے ذکر کا حکم ہوا) اور (اخیر میں بھی اس یاد دہانی کو جتلاتے ہیں کہ) ہم اسی طرح (اپنی) آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں (تاکہ ان کو اس عہد کا ہونا معلوم ہو جائے) اور تاکہ (معلوم ہونے کے بعد شرک وغیرہ سے) وہ باز آ جائیں۔ اور ان لوگوں کو (عبرت کے واسطے) اس شخص کا حال پڑھ کر سنایئے کہ اس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں (یعنی

www.toobaaelibrary.com

احکام کا علم دیا) پھر وہ ان (آیتوں) سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا، سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں (کے مقتضا پر عمل کرنے) کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے (یعنی اگر وہ ان آیتوں پر عمل کرتا جس کا واسطۂ قضاء وقدر ہونا امر معلوم ہے تو اس کا رتبۂ قبول بڑھتا) لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور (اس میلان کے سبب) اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا (اور آیات واحکام پر عمل چھوڑ دیا) سو (آیات کو چھوڑ کر جو پریشانی اور ذلت دائمی اس کو نصیب ہوئی اس کے اعتبار سے) اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے (اور مار کر نکال دے) تب بھی ہانپے یا اس کو (اس حالت پر چھوڑ دے تب بھی ہانپے (کسی حالت میں اس کو راحت نہیں، اسی طرح یہ شخص ذلت میں تو کتے کے مشابہ ہو گیا اور پریشانی میں کتے کی اس صفت میں شریک ہوا پس جیسی اس شخص کی حالت ہوئی) یہی حالت (عام طور پر) ان لوگوں کی ہے جنھوں نے ہماری آیتوں کو (جو کہ توحید ورسالت پر دال ہیں) جھٹلایا (کہ وضوح حق کے بعد محض ہوی پرستی کے سبب حق کو ترک کرتے ہیں) سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ (اس کو سن کر) کچھ سوچیں، (حقیقت میں) ان لوگوں کی حالت بھی بری حالت ہے جو ہماری آیات (دالہ علی التوحید والرسالہ) کو جھٹلاتے ہیں اور (اس تکذیب سے) وہ اپنا (ہی) نقصان کرتے ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے سو ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے اور جس کو گمراہ کر دے سو ایسے ہی لوگ (ابدی) خسارہ میں پڑ جاتے ہیں (پھر ان سے توقع ہدایت کی کرنا اور ہدایت نہ ہونے سے مغموم ہونا بیکار) اور (جب وہ لوگ اپنے قوی مدرکہ سے کام نہیں لیتے تو ہدایت کہاں سے ہو، سو ان کے نصیب میں تو دوزخ ہی ہے چنانچہ) ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ (ہی میں رہنے) کے لیے پیدا کیے ہیں جن کے (نام کو تو) دل (ہیں مگر) ایسے ہیں جن سے (حق بات کو) نہیں سمجھتے (چونکہ اس کا ارادہ نہیں کرتے) اور جن کے (نام کو تو) آنکھیں (ہیں مگر) ایسی ہیں جن سے (نظر استدلال کے طور پر کسی چیز کو نہیں دیکھتے) اور جن کے (نام کو تو) کان (ہیں مگر) ایسے ہیں جن سے (متوجہ ہو کر حق بات کو) نہیں سنتے (غرض) یہ لوگ (آخرت کی طرف سے بے توجہ ہونے میں) چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ (اس حیثیت سے کہ چوپایوں کو آخرت کی طرف متوجہ ہونے کا مکلف تو نہیں بنایا گیا سو ان کا متوجہ نہ ہونا مذموم نہیں اور ان کو تو اس کا حکم ہے پھر بھی بے توجہی

www.toobaaelibrary.com

کرتے ہیں سو اس اعتبار سے) یہ لوگ (ان چوپایوں سے بھی) زیادہ بے راہ ہیں (کیونکہ) یہ لوگ (باوجود توجہ دلانے کے آخرت سے) غافل ہیں (بخلاف چوپایوں کے، جیسا اوپر بیان ہوا) اور اچھے اچھے (مخصوص) نام اللہ ہی کے لیے (خاص) ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور (دوسروں پر ان ناموں کا اطلاق مت کیا کرو بلکہ) ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے (مذکورہ) ناموں میں کج روی کرتے ہیں (اس طرح سے کہ غیر اللہ پر ان کا اطلاق کرتے ہیں جیسا وہ ان کو معبود اور الٰہ اعتقاد کے ساتھ کہتے تھے) ان لوگوں کو ان کے کیے کی ضرور سزا ملے گی۔ اور ہماری مخلوق جن وانس میں (سب گمراہ نہیں بلکہ) ایک جماعت (ان میں) ایسی بھی ہے، جو (دین) حق (یعنی اسلام) کے موافق (لوگوں کو) ہدایت (بھی) کرتے ہیں اور اسی کے موافق (اپنے اور غیروں کے معاملات میں) انصاف بھی کرتے ہیں۔

تلخیص معارف ومسائل

اللہ رب العزۃ تمام جہان کا خالق ومالک ہے، اس کے کسی فعل پر کسی کو سوال کرنے کا حق نہیں، وہ ہر قانون وضابطہ سے بالاتر ہے، اسکا ذاتی علم ہر شئی پر محیط ہے، کوئی ضرورت نہ تھی کہ نگراں مقرر کیے جائیں، اعمال نامے لکھے جائیں، اعمال تولے جائیں اور گواہ کھڑے کیے جائیں... لیکن پھر بھی محض اپنے فضل وکرم سے نظام عالم کے لیے ایک ضابطہ اور قانون بنایا، اور اللہ تعالیٰ چونکہ ارحم الراحمین اور رب العٰلمین ہے، اسی نظام ربوبیت کے تقاضے سے، انبیاء بھیجے اور آسمانی ہدایت نامے بھیجے، فرشتوں کی بڑی تعداد نیکیوں کی ہدایت کرنے اور مدد کرنے کے لیے مقرر فرمائے، اسی نظام کے تحت غافل انسان کو بیدار کرنے اور عمل صالح پر لگانے کے لیے یہ انتظام بھی فرمایا کہ مختلف اوقات وحالات میں اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ عہد وپیمان لیکر انکو قانون کی پابندی کے لیے تیار کیا گیا۔

قرآن کریم کی متعدد آیات میں بہت سے معاہدات اور مواثیق کا ذکر کیا گیا ہے، انبیاء علیہم السلام کے پیغام رسالت کو امت تک پہنچانے کے لیے عہد لیا گیا، انہوں نے اپنے اس معاہدے کا پورا حق ادا کر دیا، اسی طرح امتوں سے عہد لیا گیا اطاعت کا، جسے کسی نے پورا کیا، کسی نے نہیں کیا، اسی طرح ایک اہم معاہدہ وہ ہے جو تمام انبیاء کرام سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لیا گیا۔

مذکور الصدر آیات میں اس عالمگیر معاہدے کا بیان ہے جو تمام اولاد آدم سے اس عالم دنیا میں

www.toobaaelibrary.com

آنے سے بھی پہلے ازل میں لیا گیا جو عام زبانوں میں عہد الست کے نام سے معروف و مشہور ہے۔

اس مقام پر چند چیزیں قابل غور ہیں۔

۱ پہلی بات یہ ہے کہ یہ عہد و اقرار کس جگہ اور کس وقت لیا گیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ عہد اس وقت لیا گیا جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا گیا اور مقام اس کا وادی نعمان ہے جو میدان عرفات کے نام سے معروف و مشہور ہے (عن ابن عباسؓ تفسیر مظہری)

۲ دوسری بات یہ کہ یہ نئی مخلوق جسے ابھی پوری طرح وجودِ عنصری بھی عطا نہیں ہوا، انکی سمجھ سے بھی یہ عہد و اقرار بالاتر ہے بایں صورت یہ ایک قسم کی تکلیف مالا یطاق ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس خالقِ کائنات نے اپنی قدرت کاملہ سے تمام انسانوں کو ایک ذرّہ کی صورت میں پیدا فرمایا اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ اس نے ان کو عقل و فہم اور شعور و ادراک بھی اس وقت بقدر ضرورت دیدیا ہو،

۳ تیسرا سوال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں آنے کے بعد کسے یہ عہد یاد رہ سکتا ہے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسی نوع بنی آدم میں بہت سے ایسے افراد ہیں جنہوں نے یہ اقرار کیا ہے کہ ہمیں یہ عہد پوری طرح یاد ہے جیسے حضرت ذوالنون مصریؒ وغیرہ۔ عام لوگوں کے سمجھنے کے لیے یہ ہے کہ بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بالخاصہ اثر رکھتے ہیں، چاہے وہ کام کسی کو یاد رہے یا نہ رہے خواہ اس کی خبر بھی نہ ہو، یعنی یہ عہد و اقرار ایسی حیثیت رکھتا ہے کہ اس نے ہر انسان کے دل میں معرفتِ حق کا ایک بیج ڈالدیا جو پرورش پا رہا ہے اور یہ اسی بیج کے پھل پھول ہیں کہ ہر انسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ کی محبت و عظمت پائی جاتی ہے، پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد "كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ" سے بھی یہی پتہ چلتا ہے، بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کی سنت میں بھی یہی حکمت ہے کہ اس کے ذریعہ اقرار ازلی کو قوت پہنچا کر کانوں کی راہ سے دل میں ایمان کی تخم ریزی کی جاتی ہے، اسی کا یہ اثر ہے کہ بڑا ہو جانے کے بعد خواہ وہ اسلامیات سے کتنا ہی دور ہو جائے مگر خود کو مسلمان کی فہرست سے الگ ہونے کو انتہائی برا سمجھتا ہے۔ اسی لیے آخر آیت میں ارشاد فرمایا: اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝

اس کے بعد کی آیت، اَوْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اَشْرَكَ الخ اللہ رب العزت نے اس آیت میں یہ بتلا دیا کہ ایسا نہیں ہے کہ دوسروں کی سزا تم کو دیجا رہی ہے بلکہ تمہاری غفلت کی سزا ہے، اس اقرار ازل نے انسان میں ایک ایسی عقل و بصیرت کا تخم ڈالدیا تھا کہ ذرا بھی غور و فکر سے کام لیتا تو یہ سمجھ لینا

www.toobaaelibrary.com

کچھ مشکل نہیں تھا کہ سوائے مالک حقیقی اور اللہ وحدہٗ لاشریک کے کوئی بھی مخلوق لائق عبادت نہیں ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ الخ: یعنی اس عہد و میثاق کی طرف رجوع کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی یہی نشانیاں کافی ہیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا الخ۔ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا، قرآن کریم میں اس شخص کا نام اور کوئی تشخص مذکور نہیں، روایات اس سلسلے میں مختلف ہیں، عندالجمہور مشہور اور قابل اعتماد روایت ابن مردویہ عن عبداللہ بن عباسؓ کی ہے کہ اس شخص کا نام بلعم بن باعوراء ہے اس کا واقعہ یہ ہے کہ یہ بیت المقدس کے قریب کنعان کا باشندہ تھا، قوم جبارین کو معلوم تھا کہ قوم فرعون غرق و غارت ہوگئی یہ سب جمع ہو کر بلعم کے پاس گئے اور کہا کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو ہمارے مقابلہ سے واپس کردیں، بلعم کو اسم اعظم معلوم تھا۔ اور اس کے ذریعہ اس کی دعا قبول ہوتی تھی۔ اس نے جواب دیا کہ تم کیا کہہ رہے ہو، وہ اللہ کے سچے نبی ہیں، اگر میں ایسا کروں گا تو میرا دین اور دنیا سب برباد ہو جائیں گے۔ لیکن ان کے اصرار بیحد پر بلعم نے کہا کہ میں استخارہ کرتا ہوں کہ اس کی مجھے اجازت ہے یا نہیں، استخارہ میں بذریعہ خواب اسے بتلایا گیا کہ ہرگز ایسا نہ کرے، اس نے قوم کو مطلع کردیا، اس کے بعد قوم نے بلعم کو کوئی بڑا ہدیہ جو رشوت تھی پیش کیا اس نے قبول کرلیا، پھر انکا اصرار بڑھا، بیوی نے بھی زور دیا، اس وقت بیوی کی رضا جوئی اور مال کی محبت سے اندھا ہو کر اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف بددعا شروع کی، مگر قدرت الٰہیہ سے ایسا ہوا کہ کلمات بددعا الٹے نکلنے لگے، قوم جبارین چلا اٹھے کہ تم ہمارے لیے بددعا کر رہے ہو، بلعم نے جواب دیا کہ یہ اختیار سے باہر ہے میری زبان اس کے خلاف پر قادر نہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم پر تباہی نازل ہوئی اور بلعم کو یہ سزا ملی کہ اس کی زبان اس کے سینہ پر لٹک گئی، اس نے قوم سے کہا کہ میری تو دنیا و آخرت تباہ ہوگئی، اب دعا تو چلتی نہیں مگر تمہیں ایک چال بتلاتا ہوں، وہ یہ کہ تم بنی اسرائیل کے لشکر میں اپنی حسین لڑکیوں کو مزین کر کے بھیج دو، اور انہیں یہ تاکید کردو کہ بنی اسرائیل ان کے ساتھ جو کچھ کریں کرنے دیں، یہ مسافر ہیں، گھروں سے مدت سے دور ہیں، ممکن ہے حرام کاری میں مبتلا ہو جائیں، اور اللہ تعالیٰ پھر انہیں قہر و عذاب میں مبتلا کردے، یہ شیطانی چال ان کی سمجھ میں آگئی، اس پر عمل کیا بنی اسرائیل کا ایک بڑا آدمی باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روکنے کے اس چال کا شکار ہوگیا، نتیجہ بنی اسرائیل پر ایسا سخت طاعون پھیلا کہ ایک روز میں ستر ہزار اسرائیلی مر گئے، تا آنکہ اس برے شخص کو مع جوڑے کے

www.toobaaelibrary.com

بنی اسرائیل نے قتل کر کے مشتہر عام پر لٹکا دیا، سب کو عبرت ہوئی، توبہ کی پھر طاعون رفع ہوا۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ.... اس آیت میں اشارہ ہے کہ آیات الٰہیہ اور انکا علم ہی سربلندی اور ترقی کا سبب ہے لیکن انکا احترام نہ کرنے اور دنیا کی ذلیل خواہشات کو آیات الٰہیہ پر مقدم کرنے سے یہی علم وبال بن جاتا ہے۔

لَهَثَ: یعنی زبان نکالکر سختی کے ساتھ سانس لینا، اندر کی گرم اور زہریلی ہوا باہر اور باہر کی تازہ ہوا اندر حلق اور ناک کے ذریعہ اندر لینے میں دنیا کا ہر جانور برابر ہے مگر صرف کتا ایسا جانور ہے جسے سختی کے ساتھ بہت زور لگانا پڑتا ہے، قرآن کریم میں اس شخص کی مثال کتے سے دی گئی، کیونکہ اس کی زبان منہ سے نکل کر سینہ پر لٹک گئی تھی اور وہ برابر کتے کی طرح ہانپتا تھا۔

ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ الخ: حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد اہل مکہ ہیں کہ ہمیشہ ایک ہادی برحق کی تمنا کی اور جب وہ تمام صداقتوں اور نشانیوں کے ساتھ آ گیا تو تکذیب کی، بعض مفسرین کے نزدیک بنی اسرائیل ہیں۔

فوائد و بصائر آیات مذکورہ سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں، (۱) کسی شخص کو اپنے علم اور زہد وعبادت پر ناز نہ کرنا چاہیے، (۲) گناہ کے مواقع اور اس کے مقدمات سے بھی آدمی کو پرہیز کرنا چاہئے۔ (۳) گمراہ اور غلط لوگوں سے ہدیہ اور ان کی دعوت قبول نہ کرنا چاہئے (۴) بے حیائی اور حرام کاری پوری قوم کی تباہی اور بربادی کا سامان ہوتی ہے۔ (۵) آیات الٰہیہ کی خلاف ورزی خود ہی ایک عذاب ہوتی ہے کہ اس کی وجہ سے شیطان غالب ہو جاتا ہے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ الخ: اس آیت میں اَلْمُهْتَدِيْ بصیغۂ واحد ہے، اور مُضِلّ کو بصیغۂ جمع هُمُ الْخٰسِرُوْنَ فرمایا، اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ راہ ہدایت ایک ہی دین حق ہے۔ جو حضرت آدم سے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تک سب کا مشترک طریق کار رہا ہے اس لیے پیروکار حق سب ایک ہیں۔ اور گمراہی کے ہزاروں الگ راستے ہیں۔ نیز یہ کہ مہتدی کے لیے کسی خاص جزاء اور انعام کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ ہدایت ایسی عظیم الشان نعمت ہے جو سب نعمتوں پر حاوی ہے۔ اور دونوں جہان کی ساری نعمتیں ہدایت ہی سے وابستہ ہیں۔ اسی لیے بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر وعبادت خود ہی اپنی جزاء اور عظیم الشان عطا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ایک ہی خبر کو جزاء اور عطا دونوں فرمایا گیا ہے "جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً" حالانکہ جزاء عمل کا معاوضہ ہوتا ہے اور عطاء بلا

www.toobaaelibrary.com

معاوضہ، نیز یہ کہ جسے ہدایت مل گئی اس سے سارے کام ہدایت ہی کے مناسب سرزد ہوتے ہیں، اور جو گمراہی میں پڑ گیا اس کے سارے کام اسی انداز کے ہوتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا: وَلَقَدْ ذَرَأْنَا الخ: اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ اگرچہ تقدیر الٰہی ایک راز سربستہ ہے۔ لیکن اس کی علامات سے کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اہل جہنم کی علامات یہ ہے کہ وہ خدائی عطا کردہ قوتوں کو ان کے صحیح کاموں میں نہ لگائیں، لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا الخ: بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے ہر مخلوق کے اندر حسب ضرورت اور اس کے مقصد حیات کے مناسب عقل وشعور رکھا ہے، سب سے کم جمادات میں اس سے کچھ زائد نباتات میں، اس کے بعد حیوانات کا: ہے، مگر سب سے بعد انسان کا نمبر ہے جس کا مقصد حیات صرف کھا پی لینا، وغیرہ نہیں ہے بلکہ اپنے خالق ومالک کی معرفت اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ہے، اس کی ترقی کا میدان بڑا وسیع ہے کہ فرشتوں سے آگے مقام پایا ہے، اسی لیے اسے عقل وشعور تمام انواع مخلوقات سے زیادہ ملا ہے، مگر اس انسان نے جب ان سے صحیح کام نہ لیا تو عقل کے باوجود بے عقل، بینائی کے باوجود نابینا، سماعت کے باوجود بہرہ ہی کہا جائیگا، دوسری جگہ اسی وجہ سے "صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ" کہا گیا، یہ مطلب نہیں کہ دنیاوی حاجات وضروریات کو سمجھتے نہیں، قرآن کریم نے خود فرمایا "يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ اور فرعون وہامان اور ان کی قوموں کے بارے میں فرمایا" وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ۝ یعنی یہ لوگ بڑے روشن خیال تھے، یہ چاہے دنیاوی ترقیات کچھ بھی کرلیں یہ سب حیوانی سطح کی چیزیں ہیں، اسی لیے فرمایا "اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ" پھر فرمایا "بَلْ هُمْ اَضَلُّ" کیونکہ جانور تو مکلف ہی نہیں ہیں مگر انسان تو مکلف ہے، اعمال کا حساب کتاب دینا ہے، اس پر جزا وسزا ہونے والی ہے۔

"وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى" اس آیت میں گزشتہ مرض غفلت کا علاج اور دوا کا ذکر ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دعاء اور ذکر اللہ کی کثرت، اللہ تعالیٰ ہی کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا چاہئے، اور دعاء کے لیے جو الفاظ چاہیں اختیار کرلیں، ایسا بھی نہیں، دعاء کے آداب اور الفاظ بھی تجویز کردیے، انہیں اسماء سے پکارنا چاہئے، نیز کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کے مخصوص نام سے موسوم یا مخاطب کرنا جائز نہیں،

"وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ الخ" اس میں دو خصلتیں بیان کی گئیں ہیں، ۱ یہ کہ قیادت ورہنمائی یا مشورہ میں شریعت کا اتباع کریں، ۲ یہ کہ کسی نزاع میں شریعت کے مطابق فیصلہ کریں، امت محمدیہ کی دوسری امتوں پر فضیلت اور فوقیت کا راز ہی حق پر تھی ہے، اور جب یہی دو خصلتیں خلل پزیر ہوگئیں تو اسی وقت

www.toobaaelibrary.com

سے اس امت کا تنزل اور انحطاط شروع ہو گیا۔

وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَ اُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ
مَتِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۭ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ
مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ
فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ
يَعْمَهُوْنَ ۝ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا
لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۭ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ
قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا
مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۭ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ
وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج (جہنم کی طرف) لیے جا رہے ہیں اس طور کہ ان کو خبر بھی نہیں اور (دنیا میں عذاب نازل کر ڈالنے سے) ان کو مہلت دیتا ہوں، بے شک میری تدبیر بہت مضبوط ہے، کیا ان لوگوں نے اس بات میں غور نہ کیا کہ ان کا جن سے سابقہ ہے ان کو ذرا بھی جنون نہیں وہ تو صرف ایک صاف صاف (عذاب سے) ڈرانے والے ہیں (جو کہ اصالۃً پیغمبر کا کام ہوتا ہے) اور کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور (نیز) دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں (تاکہ ان کو توحید کا علم استدلالی حاصل ہو جاتا) اور اس بات میں (بھی غور نہیں کیا) کہ ممکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی آ پہنچی ہو (تاکہ احتمال عذاب سے ڈرتے اور اس سے بچنے کی فکر کرتے اور اس فکر سے دین حق مل جاتا اور امکان قرب اجل ہر وقت ہے اور جب قرآن جیسے مؤثر کلام سے ان کی فکر تک کو حرکت نہیں ہوتی تو) پھر قرآن کے بعد کونسی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔ جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لا سکتا (پھر غم لاحاصل) اور اللہ تعالیٰ ان کو گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے (تاکہ ایک دفعہ ہی پوری سزا دے دے) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا، آپ فرما دیجئے کہ اس کا (یہ) علم (کہ کب واقع ہوگی) صرف میرے رب ہی کے پاس ہے (دوسرے کسی کو اس کی اطلاع نہیں) اس کے وقت پر اس کو سوا اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ

www.toobaaelibrary.com

کرے گا (اور وہ ظاہر کرنا یہ ہوگا کہ اس کو واقع کر دے گا اس وقت سب کو پوری خبر ہو جائے گی اس کے قبل ویسے کسی کو بتلانے کے طور پر بھی اس کو ظاہر نہ کیا جائے گا کیونکہ) وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا (اس لیے) وہ تم پر محض اچانک (بے خبری میں) آپڑے گی (تاکہ وہ جس طرح اجسام پر ان کو تہ و متفرق کر دینے میں بھاری ہے اسی طرح قلوب پر بھی اس کا بھاری اثر ہوگا اور پہلے سے بتلا دینے میں یہ بات نہیں رہتی اور پوچھنا بھی تو ان کو معمولی طور پر نہیں بلکہ (وہ آپ سے اس طرح (اصرار و مبالغہ سے) پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں (اور تحقیقات کے بعد آپ کو اس کا پورا احاطہ ہو گیا ہے) آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم (مذکور) خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں جانتے (کہ بعض علوم حق تعالیٰ نے اپنے خزانۂ علم میں مکنون رکھے ہیں انبیاءؑ کو بھی تفصیلاً اطلاع نہیں دی، پس اس کے نہ جاننے سے کسی نبی کے عدم اطلاع تعیین قیامت کو معاذ اللہ دلیل نفی نبوت کی سمجھتے ہیں، اس طرح سے کہ نبوت کے لیے یہ علم لازم ہے اور انتفاء لازم مستلزم انتفاء ملزوم ہے، حالانکہ پہلا مقدمہ محض غلط ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے (بھی چہ جائے کہ دوسرے کے لیے) کسی نفع (تکوینی کے حاصل کرنے) کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر (تکوینی کے دفع کرنے) کا (اختیار رکھتا ہوں) مگر اتنا ہی کہ جتنا خدا تعالیٰ نے چاہا ہو (کہ مجھ کو اختیار دیدیں اور جس میں اختیار نہیں دیا اس میں بعض اوقات منافع فوت ہو جاتے ہیں اور مضار واقع ہو جاتے ہیں ایک مقدمہ تو یہ ہوا) اور (دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ) اگر میں غیب کی باتیں (امور اختیاریہ کے متعلق) جانتا تو میں (اپنے لیے) بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی (کیونکہ علم غیب کے سبب معلوم ہو جاتا کہ فلاں امر میرے لیے یقیناً نافع ہوگا اس کو اختیار کر لیا کرتا اور فلاں امر میرے لیے یقیناً مضر ہوگا اس سے احتراز کرتا اور اب چونکہ علم غیب نہیں اس لیے بعض اوقات نافع کا علم نہیں ہوتا کہ اس کو اختیار کروں اسی طرح مضر کا علم نہیں ہوتا کہ اس سے بچوں بلکہ گاہے بالعکس نافع کو مضر اور مضر کو نافع سمجھ لیا جاتا ہے، حاصل استدلال کا یہ ہوا کہ علم غیب کے لیے نفع و ضرر کا مالک ہونا لازم تھا، یہ مقدمہ ذکر میں مؤخر ہے اور لازم منفی ہے یہ مقدمہ ذکر میں مقدم ہے پس ملزوم یعنی علم غیب منفی ہے اور یہ مطلوب ہے، غرض میں ایسے امور کا علم نہیں رکھتا) میں تو محض (احکام شرعیہ بتلا کر ثواب کی) بشارت دینے والا اور (عذاب سے) ڈرانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں (خلاصہ یہ کہ نبوت کا اصلی مقصود امور تکوینیہ کا احاطہ نہیں اس لیے ان

www.toobaaelibrary.com

امور کا علم جن میں تعیین قیامت بھی داخل ہے نبی کو ملنا ضروری نہیں البتہ نبوت کا اصل مقصود امور تشریعیہ کا علم وافی ہے سو وہ مجھ کو حاصل ہے)

تلخیص معارف ومسائل

رکوع کی پہلی آیت میں شبہ کا جواب ہے کہ دوسری غیر مسلم قومیں جو حق سے سراسر دور ہیں وہ دنیا میں کیوں پھلتی پھولتی نظر آتی ہیں؟

انسان کی یہ حالت اس لاعلاج مریض کے مشابہ ہے جو بیماری ہی کو شفا اور زہر ہی کو تریاق سمجھ کر استعمال کرنے لگے، نتیجہ ظاہر ہے، کبھی تو دنیا ہی میں یہ شخص گرفتار عذاب ہو جاتا ہے، ورنہ بالآخر موت تو اس کی مستی و بے ہوشی کا خاتمہ کر ہی دیتی ہے، قرآن کریم میں اس استدراج کا مختلف جگہ ذکر آیا ہے مثلاً سورۂ انعام آیت: ۴۴: دیکھئے، یہ استدراج کفار اور مسلمان دونوں کے ساتھ ہوتا ہے، اسی لیے صحابہؓ اور سلف صالحین دولت دنیا کی عطا پر غلبۂ خوف سے استدراج سے ڈرا کرتے تھے۔

تیسری آیت میں کفار کے اس خوش خیال کی تردید ہے کہ معاذ اللہ پیغمبر علیہ السلام جنون میں مبتلا ہیں

چوتھی آیت اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا الخ۔ اِ مصنوعات قدرت بلکہ عالم کا ذرہ ذرہ قادر مطلق کی معرفت کی دعوت دیتا ہے جس کے بعد اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا فطری تقاضہ بن جاتا ہے، ۲ موت سے غفلت ہی تمام خرافات اور جرائم میں مبتلا رکھتی ہے اور موت کا استحضار ہی جرائم سے اجتناب پر آمادہ کر دیتا ہے، اسی لیے پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اَکْثِرُوْا ذِکْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْت، گزشتہ آیات میں کفار کی ہٹ دھرمی اور انکے ایمان نہ لانے کے ذکر سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انتہائی رنج وغم ہو سکتا تھا اسلئے آیت مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ الخ میں آپ کی تسلی کے لیے فرمایا: کہ آپ رنجیدہ نہ ہوں، آپ اپنا فرض منصبی "البلاغ" ادا کر چکے آپ کی ذمہ داری ختم ہو چکی،

اس سورت کے تین اہم مضامین، توحید، رسالت، اور آخرت میں سے دو کا ذکر تو ہو چکا اب اس میں آخرت اور قیامت کا بیان ہے،

قریش مکہ نے استہزاء دریافت کیا کہ آپ قیامت سے ڈراتے رہتے ہیں، تو ذرا آپ متعین کر کے اسکا وقت بتلا دیں تا کہ ہم کچھ پہلے اس کی تیاری کر لیں، اس پر آیت: یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ الخ نازل ہوئی۔

جس طرح انسان کی شخصی موت کی تاریخ اور وقت کو غیر معین اور مبہم رکھنے میں بڑی حکمتیں ہیں، اسی

www.toobaaelibrary.com

طرح قیامت کو جو پورے عالم کی اجتماعی موت کا نام ہے اس کو مخفی اور مبہم رکھنے میں بھی بڑی حکمتیں ہیں، اول تو یہی ہے کہ یقین کرنے والوں کے لیے اس صورت میں زندگی دوبھر اور دنیا کے کام مشکل ہو جائینگے۔ اور منکرین کو طویل میعاد سن کر استہزاء و تمسخر کا بہانہ مل جائیگا اور ان کی سرکشی میں اور اضافہ ہوگا۔

اس آیت میں یہ تعلیم دی گئی کہ جب اس کا یقین ہے کہ قیامت کسی روز آئے گی اور دربار الٰہی میں پیشی ہوگی، عمر بھر کا حساب ہو کر جزا اور سزا کا فیصلہ ہوگا، تو پھر عقلمندی یہی ہے کہ بیکار کی بحثوں میں وقت ضائع کیے بغیر فرصت عمر کو غنیمت جان کر اس روز قیامت کے لیے تیاری میں مشغول ہو جائے، آیت میں دوبارہ سوال کا منشاء یہ ہے کہ قریش تو یہ سمجھتے تھے کہ آپ کو یوم قیامت کا علم ہے مگر آپ بتلاتے نہیں، اس لیے قرابت کا واسطہ دیکر آپ سے سوال کیا، اس کے جواب میں دوبارہ فرمایا، قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ الخ:۔

البتہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیامت کی کچھ علامات کا علم دیا گیا تھا جسے احادیث صحیحہ میں واضح طور پر بیان فرمایا ہے، واضح رہے کہ جن کتابوں میں دنیا کی عمر سات ہزار سال بتلائی ہے، یہ کوئی حدیث نہیں بلکہ اسرائیلی روایات سے لیا ہوا مضمون ہے۔ ایسی کچی بات کا مقصد ہی اسلام کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرنا ہے۔

قُلْ لَّا اَمْلِكُ الخ: اس آیت میں ان کے مشرکانہ عقائد کی تردید ہے، کہ علم غیب اور کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم محیط اسی طرح نفع و ضرر کا مالک ہونا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے، علم غیب یا نفع و نقصان کا علم اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا تو احرام باندھ کر حدود حرم تک پہنچ جانے کے باوجود عمرہ کیے بغیر احرام کھلوا کر واپس نہ ہونا پڑتا، اسی طرح غزوۂ اُحد میں عارضی شکست اور تکلیف سے آپ دوچار نہ ہوتے، اسی طرح کے بہت سے واقعات مشہور ہیں۔

انبیاء کرام نہ قادر مطلق ہوتے ہیں، نہ عالم الغیب، الا یہ کہ جتنا کچھ حصہ من جانب اللہ انہیں عطا ہو جائے، ہاں یہ ضرور ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ جو حصہ علم کا ان کو عطا ہوتا ہے وہ ساری مخلوقات سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ خصوصاً پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، مگر اسے اصطلاح قرآن میں علم غیب نہیں کہہ سکتے۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا

www.toobaaelibrary.com

صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ
يُخْلَقُوْنَ ۝ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ
سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ
فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ
بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ
فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۚ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى
لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ
الْجٰهِلِيْنَ ۝ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا
اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا
يُقْصِرُوْنَ ۝ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ؕ
هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ
اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ
وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ
وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۩

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

وہ اللہ ایسا (قادر اور منعم) ہے جس نے تم کو ایک تن واحد (یعنی آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا (مراد حوا جس کی کیفیت شروع سورۂ نساء میں گذر چکی) تاکہ وہ اپنے اس جوڑے سے انس حاصل کرے (پس جب وہ خالق بھی ہے اور محسن بھی تو عبادت اسی کا حق ہے) پھر (آگے ان کی اولاد بڑھی اور ان میں بھی میاں بی بی ہوئے لیکن ان میں بعض کی یہ حالت ہوئی کہ) جب میاں نے بی بی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا (جو اول اول) ہلکا سا رہا، سو وہ اس کو (پیٹ میں) لیے ہوئے (بے تکلف) چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ (حاملہ اس حمل کے بڑھ جانے سے) بوجھل ہو گئی (اور دونوں میاں بی بی کو یقین ہو گیا کہ حمل ہے) تو (اس وقت ان کو طرح طرح کے احتمالات و توہمات ہونے لگے جیسا کہ بعضے حمل میں خطرات پیش آتے ہیں اس لیے) دونوں میاں بی بی اللہ سے جو کہ انکا مالک ہے دعا کرنے لگے کہ

www.toobaaelibrary.com

اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم اولاد دے دی تو ہم خوب شکر گزاری کریں گے (جیسا کہ عام عادت ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ سے بڑے بڑے عہد و پیمان ہوا کرتے ہیں) سو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صحیح سالم اولاد دے دی تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے (مختلف طور پر کسی نے اعتقاد سے کہ یہ اولاد فلاں زندہ یا مردہ نے دی ہے، کسی نے عمل سے کہ اس کے نام کی نذر و نیاز کرنے لگے یا بچہ کو لے جا کر اس کے سامنے اس کا ماتھا ٹیک دیا، یا قول سے اس کی بندگی پر نام رکھ دیا جیسے عبد شمس یا بندہ علی وغیرہما، یعنی یہ حق تو تھا خدا کا جو کہ منعم اور خالق اور قادر و محسن ہے اور صرف کیا اس کو دوسرے معبودوں کے لیے) سو اللہ تعالیٰ پاک ہے ان کے شرک سے (یہاں تک تو نقائص کا ذکر ہے جو مقتضی ہیں ان کے عدم استحقاق معبودیت کو پس فرماتے ہیں کہ) کیا (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) ایسوں کو شریک ٹھیراتے ہیں جو کسی چیز کو بنا نہ سکیں اور (بلکہ) وہ خود ہی بنائے جاتے ہوں (چنانچہ ظاہر ہے کہ بت پرست خود ان کو تراشتے تھے) اور (کسی چیز کا بنانا تو بڑی بات ہے) وہ (تو ایسے عاجز ہیں کہ اس سے آسان کام بھی نہیں کر سکتے مثلاً) ان کو کسی قسم کی مدد (بھی) نہیں دے سکتے اور (اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ) وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے (اگر کوئی حادثہ ان کو پیش آ جائے مثلاً کوئی شخص ان کو توڑنے پھوڑنے ہی لگے) اور اس سے بھی بڑھ کر سنو کہ) اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں (اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ تم ان کو پکارو کہ وہ تم کو کوئی بات بتلائیں تو تمہارا کہنا نہ کریں یعنی نہ بتلائیں اور دوسرے اس سے زیادہ یہ کہ تم ان کو پکارو کہ آؤ ہم تم کو کچھ بتلائیں تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں یعنی تمہاری بتلائی ہوئی بات پر عمل نہ کر سکیں بہر حال) تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو (وہ جب نہیں سنتے) اور یا تم خاموش رہو (جب تو نہ سننا ظاہر ہی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ جو کام سب سے سہل تر ہے کہ کوئی بات بتلانے کے لیے پکارے تو سن لینا وہ اسی سے عاجز ہیں تو جو اس سے مشکل ہے کہ اپنی حفاظت کریں اور پھر جو اس سے مشکل ہے کہ دوسروں کی امداد کرنا اور پھر ان سب سے جو دشوار تر ہے کسی شی کو پیدا کرنا ان سے تو بدرجۂ اولیٰ زیادہ تر عاجز ہوں گے پھر ایسے عاجز محتاج کب معبودیت کے لائق ہو سکتے ہیں) (غرض) واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے (اللہ کے مملوک) بندے ہیں (یعنی تم سے بڑھ کر نہیں خواہ گھٹے ہوئے ہوں) سو (ہم تو تم کو سچا جب جانیں کہ) تم (تو) ان کو پکارو (اور) پھر ان کو چاہیے کہ تمہارا کہنا کر دیں، اگر تم (ان کے اعتقاد الوہیت میں) سچے ہو (اور وہ بے چارے تمہارا کہنا

www.toobaaelibrary.com

تو کیا کریں گے، کہنا ماننے کے آلات تک ان کو نصیب نہیں، دیکھ لو) کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں (جب ان میں قویٰ فاعلہ تک نہیں تو کوئی فعل ان سے کیا صادر ہوگا اور) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ (جس طرح وہ اپنے معتقدین کو نفع پہنچانے سے عاجز ہیں اسی طرح وہ اپنے مخالفین کو ضرر بھی نہیں پہنچا سکتے، جیسا تم کہا کرتے ہو کہ ہمارے بتوں کی بے ادبی نہ کیا کرو ورنہ وہ تم پر کوئی آفت نازل کر دیں گے اخرجه فی اللباب عن عبدالرزاق فی قوله تعالیٰ وَ یُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اور اگر تم سمجھتے ہو کہ وہ مجھ کو ضرر پہنچا سکتے ہیں تو) تم (اپنا ارمان نکال لو اور) اپنے سب شرکاء کو بلا لو پھر (سب مل کر) میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر (جب تدبیر بن جائے تو) مجھ کو ذرا مہلت مت دو (بلکہ فوراً اس کو نافذ کر دو، دیکھوں کیا ہوتا ہے اور خاک بھی نہیں ہوگا کیونکہ شرکاء تو مہمل محض ہیں، رہ گئے تم جو کچھ ہاتھ پاؤں ہلا سکتے ہو تو تم میرا اس لیے کچھ نہیں کر سکتے کہ) یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس (کے مددگار اور رفیق ہونے کا کھلا ثبوت یہ ہے کہ اس) نے (مجھ پر) یہ کتاب (مبارک جامع خیر دارین) نازل فرمائی (اور اگر میرا رفیق نہ ہوتا تو اتنی بڑی نعمت کیوں عطا فرماتا) اور (علاوہ اس دلیل خاص کے ایک عام قاعدہ سے بھی اس کا مددگار ہونا معلوم ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ) وہ (عموماً) نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے (تو انبیاء ان نیک بندوں میں فرد کامل ہیں اور میں نبی ہوں تو میرا بھی ضرور مددگار ہوگا، غرض یہ کہ جن کے ضرر سے ڈراتے ہو وہ عاجز اور جو مجھ کو ضرر سے بچاتا ہے وہ قادر، پھر اندیشہ کاہے کا) اور (گو انکا عاجز ہونا اوپر بالغ وجوہ بیان ہو چکا ہے لیکن چونکہ وہاں بیان عجز مقصود بالغیر تھا اور مقصود بالذات نفی استحقاق معبودیت تھی اس لیے آگے مقصوداً بیان عجز کا فرماتے ہیں کہ) تم جن لوگوں کی خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ (تمہارے دشمن کے مقابلہ میں جیسا میں ہوں) تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ (اپنے دشمن کے مقابلہ میں جیسا میں ہوں) اپنی مدد کر سکتے ہیں اور (مدد کرنا تو بڑی بات ہے) ان کو (تو) اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو تو اس کو (بھی تو) نہ سنیں (اس کے بھی وہی مذکورہ بالا دونوں معنی ہو سکتے ہیں) اور (جیسے ان کے پاس سننے کا آلہ نہیں اسی طرح دیکھنے کا بھی نہیں اور انکی تصویر میں جو آنکھیں بنادی جاتی ہیں وہ محض نام ہی کی ہوتی ہیں کام کی نہیں چنانچہ) ان (بتوں) کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا کہ وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں (کیونکہ شکل تو آنکھوں کی سی بنی ہوئی ہے) اور وہ (واقع میں) کچھ بھی نہیں دیکھتے (کیونکہ

www.toobaaelibrary.com

حقیقت میں تو وہ آنکھیں نہیں اسی پر دوسرے قوی فاعلہ ایدی وارجل کی نفی سمجھ لینا چاہیے، پس ایسے عاجز کا کیا ڈر اور ادکھلاتے ہو، لوگوں سے یہ برتاؤ رکھئے کہ انکے اعمال واخلاق میں سے) سرسری (نظر میں جو) برتاؤ (معقول ومناسب معلوم ہوں ان) کو قبول کرلیا کیجئے (ان کی تہ اور حقیقت کی تلاش نہ کیجئے بلکہ ظاہری نظر میں سرسری طور پر جو کام کسی سے اچھا ہو اس کو بھلائی پر محمول کیجئے، باطن کا حال اللہ کے سپرد کیجئے کیونکہ پورا اخلاص ونیز شرائط قبول کی جامعیت اخص الخواص کا حصہ ہے، حاصل یہ کہ معاشرت میں سہولت رکھئے، تشدد نہ کیجئے، یہ برتاؤ تو اچھے کاموں میں ہے) اور (جو کام ظاہر نظر میں برا ہو اس میں یہ برتاؤ رکھئے کہ اس باب میں) نیک کام کی تعلیم کردیا کیجئے (اور ان کے بہت درپے نہ ہو جئے) اور اگر (اتفاقاً ان کی جہالت پر) آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے (غصہ کا) آنے لگے (جس میں احتمال ہو کہ کوئی بات خلاف مصلحت کے صادر ہو جائے) تو (ایسی حالت میں فوراً) اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے (آپ کے استعاذہ کو سنتا ہے، آپ کے مقصود کو جانتا ہے وہ آپ کو اس سے پناہ دے گا اور جس طرح استعاذہ وتوجہ الی اللہ آپ کے لیے نافع ہے اسی طرح تمام خدا ترس لوگوں کے لیے بھی نافع ہے چنانچہ) یقیناً (یہ بات ہے کہ) جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے (غصہ کا یا اور کسی امر کا) آجاتا ہے تو وہ (فوراً خدا کی) یاد میں لگ جاتے ہیں (جیسے استعاذہ ودعا اور خدا تعالیٰ کی عظمت وعذاب وثواب کو یاد کرنا) سو یکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں (اور حقیقت امر ان پر منکشف ہو جاتی ہے جس سے وہ خطرہ اثر نہیں کرتا) اور (برخلاف اس کے) جو شیاطین کے تابع ہیں وہ (شیاطین) ان کو گمراہی میں کھینچتے چلے جاتے ہیں پس وہ (تابعین گمراہی سے) باز نہیں آتے (نہ وہ استعاذہ کریں نہ محفوظ رہیں، سو وہ مشرکین تو شیطان کے تابع ہیں یہ کب باز آئیں گے اس لیے ان کے غم وغصہ میں پڑنا بے کار ہے) اور جب آپ (ان کے فرمائشی معجزات میں سے جن کی فرمائش براہ عناد کرتے تھے) کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے (بوجہ اس کے کہ حق تعالیٰ اس معجزہ کو بمقتضائے حکمت پیدا نہیں کرتے) تو وہ لوگ (بقصد نفی رسالت آپ سے) کہتے ہیں کہ آپ (اگر نبی ہیں تو) یہ معجزہ کیوں نہ (ظہور میں) لائے، آپ فرما دیجئے کہ (میرا کام معجزات باختیار خود لانا نہیں بلکہ میرا اصلی کام یہ ہے کہ) میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے (اس میں تبلیغ بھی آگئی البتہ نبوت کے اثبات کے لیے نفس معجزہ ضروری ہے سو ان کا وقوع ہو چکا ہے چنانچہ ان میں سب سے اعظم ایک

www.toobaaelibrary.com

یہی قرآن ہے جس کی شان یہ ہے کہ) یہ (بجائے خود) گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے (کیونکہ اس کی ہر مقدار سورت مثلاً ایک معجزہ ہے تو اس حساب سے مجموعۂ قرآن کتنی دلیلیں ہوا اور اس کا یہ دلیل ہونا تو عام ہے) اور (رہا نفع بالفعل تو وہ خاص ہے ماننے والوں کے ساتھ چنانچہ وہ) ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو (اس پر) ایمان رکھتے ہیں اور (آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) جب قرآن پڑھا جایا کرے (مثلاً جناب رسول اللہ اس کی تبلیغ فرمائیں) تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو (تاکہ اس کا معجز ہونا اس کی تعلیم کی خوبی سمجھ میں آئے جس سے) امید ہے کہ تم پر رحمت ہو (جدید یا مزید) اور (آپ ہر شخص سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ) اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر (قرآن سے یا تسبیح وغیرہ سے خود) اپنے دل میں (یعنی آہستہ آواز سے) عاجزی کے ساتھ اور (خواہ) زور کی آواز کے ساتھ (اسی عاجزی اور خوف کے ساتھ) صبح و شام، (یعنی علی الدوام) اور (دوام کا مطلب یہ ہے کہ) اہل غفلت میں شمار مت ہونا (کہ اذکار مامور بہا کو ترک کر دو) یقیناً جو (ملائکہ) تیرے رب کے نزدیک (مقرب) ہیں وہ اس کی عبادت سے (جس میں اصلی عقائد ہیں) تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں (جو طاعت لسانی ہے) اور اس کو سجدہ کرتے ہیں (جو کہ اعمال جوارح سے ہے)

تلخیص معارف و مسائل

اس رکوع کی آیت:۱، میں عقیدۂ توحید کا ذکر اور شرک کے بطلان کو بیان فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس صنعت عجیبہ کا تقاضہ یہ تھا کہ اولاد آدم ہمیشہ اس کی شکر گزار ہوتی اور کسی مخلوق کو اس کی صفات کاملہ میں شریک نہ ٹھہراتی مگر غفلت شعار انسان نے معاملہ اس کے خلاف کیا، اور ناشکری کی تمام ہی صورتیں مراد ہیں، فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

شرک کے معاملہ کا تعلق حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے نہیں ہے کہ ان کی عصمت پر شبہ کیا جا سکے، اس کا تعلق آنے والی نسلوں کے عمل سے ہے۔

احکام و فوائد

۱ ایک جنس سے تخلیق باہم طبعی موافقت اور انس کے لیے کی گئی، ۲ زوجین کے باہمی حقوق کا خلاصہ اور اصل مقصد سکون ہے۔ آج معاشرت میں ایسی چیزوں کو مستحسن سمجھ لیا گیا ہے جو سراسر سکون کی بربادی کا سبب ہیں مثلاً عورتوں کی بے پردگی و بے حیائی وغیرہ، تیسرے بچوں کے ایسے نام رکھنا جن سے مشرکانہ مفہوم لیا جا سکتا ہو جیسے عبدالشمس وغیرہ، اللہ

www.toobaaelibrary.com

اور اسکے رسول کے ساتھ نام رکھے جانے چاہئیں یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہے۔ وغیرہ۔

اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ الخ: اس آیت میں نزول کی تخصیص دیگر صفات الٰہی میں یہ ہے کہ تمام تر عداوت ومخالفت کا سبب قرآن کریم کی تعلیم اور دعوت ہے، تو فرمایا یہ جارہا ہے کہ قرآن کریم کا نازل کرنے والا ہی مددگار ومحافظ ہے، اس لیے فکر کیوں ہو۔ اور انبیاء علیہم السلام تو بڑی شان کے مالک ہیں عام صالح اور نیک مسلمان کا بھی اللہ متولی اور کفیل ہوتا ہے، اور اگر بظاہر کسی حکمت کے تحت یہ غالب نہ بھی ہو تو بھی مقصد کے لحاظ سے کامیاب ہی ہوتے ہیں، کیونکہ مؤمن صالح کا اصل مقصد رضائے الٰہی حاصل کرنا ہے، اور یہ مقصد بجائے خود بڑا کامیاب مقصد ہے۔

"قُلِ الْعَفْوَ" "اَلْعَفْوَ" کے متعدد معانی ہو سکتے ہیں، جمہور مفسرین کا مختار یہ ہے کہ "ہر ایسا کام جو بسہولت بغیر کلفت کے ہو سکے، یعنی اے پیغمبر آپ ان سے واجبات شرعیہ میں اعلیٰ معیار کا مطالبہ نہ کریں، وہ جس درجہ بآسانی عمل پیرا ہو سکیں اتنا ہی قبول کر لیا کریں، (بخاری بروایت عبداللہ بن زبیرؓ) اور دوسرا معنی مشہور ہے عفو ودرگزر کا، حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔

"وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ" یعنی عفو سے کام لیتے ہوئے انہیں نیکی اور بھلائی کا حکم کرتے رہیں، ظلم کا بدلہ احسان سے دیں، جاہلوں کی دلخراش اور جاہلانہ باتوں سے متاثر ہو کر ان سے انہیں جیسی گفتگو نہ کریں، بلکہ ان سے کنارہ کش ہو جائیں، یہ آیت مکارم اخلاق کی جامع آیت ہے، دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک محسن، دوسرے بدکار، دونوں کے ساتھ اخلاق کریمانہ برتنے کی اس میں ہدایت دی گئی ہے۔

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ الخ۔ یہ اوپر والی آیت کے مضمون کا تکملہ ہے کہ ایسے مواقع پر غصہ کا آجانا بعید نہیں ہوتا شیطان وسوسہ ڈال کر غصہ دلا دیتا ہے پس اس کا علاج یہ ہے کہ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ، اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ لو۔

امام ابن کثیر فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں تین آیتیں اخلاق فاضلہ کی تعلیم وتلقین کے لیے جامع آئی ہیں اور تینوں کے آخر میں شیطان سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے، (۱) ایک تو یہی آیت، (۲) دوسری سورۂ مؤمنون کی آیت (۹۶، ۹۷، ۹۸) تیسری سورہ حٰمٓ سجدہ کی آیت (۳۴، ۳۵، ۳۶)۔

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰیَةٍ قَالُوْا...الخ۔ ثبوت رسالت کے لیے انبیاء علیہم السلام کو معجزات دیے جاتے ہیں، سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہؐ کو اسی مناسبت سے سب سے زیادہ اور واضح عطا کیے گئے، معجزات نبیؐ پر مستقل تصانیف لکھی گئیں ہیں، پیغمبر علیہ السلام کے بیشمار معجزات سامنے آجانے

www.toobaaelibrary.com

اور دعوائے رسالت کے ثابت ہو جانے کے باوجود کسی خاص معجزہ کرنا یہ محض معاندانہ مطالبہ تھا اور ہٹ دھرمی تھی، اس آیت میں اسکا اصولی جواب دیا گیا ہے، اور قرآن کریم سب سے بڑا معجزہ ہے، اور قرآن کریم جو مؤمنین کے لیے رحمت ہے، اس رحمت سے استفادہ کی کچھ شرطیں اور آداب ہیں جسے آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ الخ میں فرمایا۔

حکم الجمہور استماع وانصات عام ہے تمام ہی حالات کیلئے، بجز خاص استثنائی مواقع کے، اسی لیے حنفیہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ قرارت خلف الامام مقتدیوں کے لیے نہیں ہے، اس سلسلے میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، اس کا مطالعہ مناسب ہوگا۔

قرارت قرآن کے وقت خاموش رہ کر سننے کے متعلق مسائل فضائل قرآن وغیرہ رسائل میں دیکھے جائیں۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ الخ: اس آیت سے ذکر اللہ اور تلاوت قرآن پاک کے تین طریقے حاصل ہوئے۔

(۱) ایک یہ کہ صرف ذکر قلبی یعنی معانی قرآن اور معانی ذکر کے تصور اور تفکر پر اکتفار کرے، زبان کو بالکل حرکت نہ ہو۔ (۲) دوسرے یہ کہ اس کے ساتھ زبان کو بھی حرکت دے مگر آواز بلند نہ ہو، جسے دوسرے آدمی سن سکیں۔ یہ دونوں طریقے "وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ" میں داخل ہیں۔ (۳) تیسرا طریقہ یہ ہے کہ استحضار قلب اور دھیان کے ساتھ زبان کی حرکت بھی ہو اور آواز بھی، مگر اس کا ادب یہ ہے کہ آواز زیادہ بلند نہ کرے متوسط حد سے آگے نہ بڑھے۔ یہ طریقہ "وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ" میں تلقین فرمایا گیا، واضح رہے کہ یہی حکم دیگر اذکار و تسبیح کا ہے، ایک ادب یہ بھی ہے کہ عاجزی اور تضرع ہو، اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال مستحضر ہو، ذکر کے معنی ومفہوم پر نظر ہو۔

آخر میں ذکر و تلاوت کے اوقات بتلائے گئے ہیں کہ صبح وشام ہونا چاہئے، ایک معنی تو یہ ہے کہ کم از کم دن میں دو مرتبہ ہو، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صبح وشام بولکر تمام لیل ونہار کے اوقات ہوں بایں صورت معنی یہ ہونگے کہ انسان ہمیشہ ہر حال میں ذکر و تلاوت کا پابند رہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ الخ: اس آیت سے پتہ چلا کہ عبادت گزار حضرات کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے اس کے آخر میں سجدہ ہے، سجدۂ تلاوت سے متعلق رسائل مطبوع ہیں، انہیں دیکھنا چاہئے۔

قراءات سورۃ الاعراف: قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ شامی کے لیے بزیادۃ الیاء قبل الذال اور باقیین کے لیے بغیر الیاء لیکن ذال کی تشدید وتخفیف کا اختلاف بحالہ مذکورہ فی الانعام یہاں بھی ہے وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ اور زخرف میں وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ اخوین وابن ذکوان کے لیے بفتح التاء وضم الراء دونوں جگہ اور باقیین کے لیے بضم التاء

www.toobaaelibrary.com

وفتح الراء وَلِبَاسُ التَّقْوٰى نافع شامی کسائی کے لیے بالنصب اور باقیین کے لیے بالرفع خَالِصَةً نافع کے لیے بالرفع اور باقیین کے لیے بالنصب وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ شعبہ کے لیے بالیاء اور باقیوں کے لیے بالتاء لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ بصری کے لیے بالتاء مع التخفیف اور اخوین کے لیے بالیاء مع التخفیف اور باقیین کے لیے بالتاء مع التشدید مَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ شامی کے لیے بغیر الواؤ اور باقیین کے لیے بالواؤ وَمَا كُنَّا ہے قَالُوْا نَعَمْ کسائی کے لیے بکسر العین مطلقاً اور باقیین کے لیے بالفتح اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ بزی شامی اخوین کے لیے بتشدید النون ونصب التاء اور باقیین کے لیے بتخفیف النون مع رفع التاء يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ اخوین وشعبہ کے لیے مشدد، اسی رعد میں بھی اور باقیین کے لیے دونوں جگہ مخفف وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ شامی اخوین کے لیے یہ کلمات ارفع بالرفع ہیں اور باقیین کے لیے بالنصب لیکن مسخرات کا نصب بالکسر ہوگا خُفْيَةً انعام میں گذر چکا وَالرِّيٰحَ بقرہ میں مذکور ہے بُشْرًا عاصم کے لیے بائے مضمومہ وسکون شین ہے مطلقاً ہر جگہ جہاں واقع ہو اور شامی کے لیے نون مضمومہ وسکون شین اور اخوین کے لیے بنون مفتوحہ واسکان الشین اور باقیین کے لیے بنون مضموم وضم الشین مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ کسائی کے لیے مطلقاً بکسر الراء ہے جہاں کہیں واقع ہو اور باقیین کے لیے بالرفع اُبَلِّغُكُمْ اس سورۃ میں دو جگہ اور احقاف میں ایک بصری کے لیے مخفف ہے اور باقیین کے لیے مشدد بَصْطَةً بقرہ میں گذر چکا ہے۔ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا فی قصۂ صالح، شامی کے لیے بزیادۃ الواؤ اور باقیوں کے لیے بغیر واؤ ہے اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ نافع حفص کے لیے بہمزۂ مکسورہ واحدہ، باقیین کے لیے مع ہمزہ استفہام ءَاِنَّكُمْ ہے لَفَتَحْنَا انعام میں مذکور ہو چکا اٰمَنَ حرمین وشامی کے لیے بالاسکان الواؤ اور باقیین کے لیے بالفتح حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّا نافع کے لیے عَلَيَّ بفتح الیاء مع التشدید ہے باقیین کے لیے عَلٰى اَنْ جِئْتُكُمْ یہاں اور شعراء میں مکی اور ہشام کے لیے بہمزۂ ساکنہ مع ضمۂ ہاء بالصلہ اَرْجِهْ بصری کے لیے بغیر صلہ اَرْجِئْهُ ابن ذکوان کے لیے کسرہ بغیر صلہ اَرْجِئْهُ قالون کے لیے بغیر ہمزہ کسرہ بغیر صلہ اَرْجِهْ ورش کسائی کے لیے بغیر ہمزہ کسرہ مع الصلہ اَرْجِهْ عاصم وہمزہ کے لیے بغیر ہمزہ مع اسکان ہا اَرْجِهْ اور وقف میں یہ ہا ساکن ہوگی بالاتفاق اور جو لوگ اس کو مضموم پڑھتے ہیں ان کے لیے اس میں روم واشمام بھی جائز ہے بِكُلِّ سَحَّارٍ یہاں اور یونس میں اخوین کے لیے بالالف بعد الحاء سَحَّارٍ مع تشدید الحاء اور باقیین کے لیے بالالف بعد السین مع کسر الحاء مخفف ہے اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا حرمین وحفص کے لیے بہمزۂ مکسورہ اور باقیین کے لیے بہمزتین اول مفتوح ثانی مکسورہ۔ تَلْقَفُ یہاں اور طٰہٰ وشعراء میں حفص کے لیے باسکان اللام مخفف ہے اور باقیین کے لیے بفتح اللام مشدد ہے قَالَ فِرْعَوْنُ وَاٰمَنْتُمْ بِهٖ قبل کے لیے وصل میں ہمزہ استفہام کا ابدال بالواؤ مع تسہیل ہمزۂ ثانیہ ہے اور طٰہٰ میں حذف ہمزۂ استفہام مع تحقیق ثانیہ مع المد کا حفص اور شعراء میں بہمزۂ استفہام مع تسہیل ثانیہ کا نافع وغیرہ، حفص کے لیے تینوں جگہ حذف ہمزۂ استفہام مع تحقیق ثانیہ مع المد اور اخوین وشعبہ کے لیے بہمزۂ استفہام مع تحقیق ثانیہ تینوں میں اور باقیین کے لیے بہمزۂ استفہام مع تسہیل ثانیہ اور وہ نافع کی بصری شامی ہیں شعراء میں اور نافع بزی بصری

www.toobaaelibrary.com

شامی ہیں اعراف وطٰہٰ میں اور ان میں ادغام کسی سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا نہ کرنا چاہیے۔ سَنُقَتِّلُ حرمین کے لیے بفتح النون وضم التاء سَنُقْتَلُ ہے مخفف۔ اور باقیین کے لیے بضم النون وکسر التاء مشدد ہے یَعْرِشُوْنَ یہاں اور نحل، شامی وشعبہ کے لیے بضم الراء اور باقیین کے لیے بالکسر یَعْکُفُوْنَ اخوین کے لیے بکسر الکاف اور باقیین کے لیے بالضم وَاِذْ اَنْجٰکُمْ شامی کے لیے بالالف بعد الجیم بغیر یاء ونون اور باقیین کے لیے بالیاء والنون والف بعد النون ہے۔ یَقْتُلُوْنَ اَبْنَاءَ کُمْ نافع کے لیے بفتح الیاء وسکون القاف وضم التاء مخفف اور باقیین کے لیے بضم الیاء وفتح القاف وکسر التاء مع التشدید ہے جَعَلَهٗ دَکًّا اخوین کے لیے بالمد والہمز بغیر تنوین اور باقیین کے لیے بالقصر بغیر ہمزہ دَکًّا ہے بِرِسٰلٰتِیْ حرمین کے لیے مفرد واحد بغیر الف رِسَالَتِیْ ہے اور باقیین کے لیے جمع رِسَالَاتِیْ ہے سَبِیْلَ الرُّشْدِ اخوین کے لیے بفتح الراء والشین اور باقیین کے لیے بضم الراء واسکان الشین مِنْ حِلِیِّهِمْ اخوین کے لیے بکسر الحاء اور باقیین کے لیے بالضم لَئِنْ لَّمْ تَرْحَمْنَا وَتَغْفِرْلَنَا اخوین کے لیے بالتاء ہیں دونوں اور بصب الباء رَبَّنَا ہے اور باقیین کے لیے دونوں بالیاء مع رفع بائے رَبُّنَا ہے قَالَ ابْنَ اُمَّ یہاں اور طٰہٰ میں شامی اور شعبہ اور اخوین کے لیے بکسر المیم اور باقیین کے لیے بفتح المیم ہے عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ شامی کے لیے بفتح الہمزہ مع الالف بالجمع اٰصَارَهُمْ اور باقیین کے لیے بکسر الہمزہ بغیر الف واحد اِصْرَهُمْ تَغْفِرْلَکُمْ نافع شامی کے لیے بتاء مضمومہ وفاء مفتوحہ اور باقیین کے لیے بنون مفتوحہ وکسر الفاء خَطٰیٰکُمْ بصری کے لیے خَطَایَاکُمْ بغیر ہمزہ اور شامی کے لیے بالہمز ورفع التاء بغیر الف خَطِیْٓئٰتِکُمْ اور نافع کے لیے بالف بعد ہمزہ مع رفع التاء خَطِیْٓئَاتُکُمْ اور باقیین کے لیے بکسر التاء خَطِیْٓئَاتِکُمْ ہے قَالُوْا مَعْذِرَةً حفص کے لیے بالنصب اور باقیین کے لیے بالرفع بِعَذَابٍ بَئِیْسٍ شعبہ کے لیے بکسر الباء بغیر ہمزہ مع الیاء بِئْسٍ اور شامی کے لیے بکسر الباء مع ہمزۂ ساکنہ بِئْسٍ شعبہ کے لیے بالخلف بفتح الباء وہمزۂ مفتوحہ بعد الیاء بَیْئَسٍ اور باقیین کے لیے بفتح الباء وہمزہ مکسورہ مع یائے ساکنہ بَئِیْسٍ اور شعبہ کے لیے بھی یہی وجہ ثانی ہے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ انعام میں گذر چکا ہے وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ شعبہ کے لیے مخفف اور باقیین کے لیے مشدد یہ ذُرِّیَّتِهِمْ نافع بصری شامی کے لیے بالجمع وکسر التاء اور باقیین کے لیے واحد مع فتح التاء ہے اَنْ یَّقُوْلُوْا اور وَیَقُوْلُوْا بصری کے لیے بالیاء اور باقیین کے لیے بالتاء یُلْحِدُوْنَ یہاں اور فصلت میں حمزہ کے لیے بفتح الیاء والحاء اور باقیین کے لیے بضم الیاء وکسر الحاء ہے وَیَذَرُهُمْ بصری عاصم کے لیے بالیاء ورفع الراء وحمزہ وکسائی کے لیے بالیاء وجزم الراء اور باقیین کے لیے بالنون ورفع الراء لَهٗ خِنْزِیْرٌ نافع وشعبہ کے لیے بکسر الشین وسکون الراء مع التنوین اور باقیین کے لیے بضم الشین وفتح الراء بالمد والہمزہ بغیر التنوین لَایَتَّبِعُوْکُمْ یہاں اور شعراء میں یَتْبَعُهُمُ الْغَاوٗنَ باسکان التاء وفتح الباء مخفف نافع کے لیے۔ اور باقیین کے لیے بکسر الباء وتشدید التاء ہے طٰٓئِفٌ بصری اور کسائی کے لیے بغیر الہمز بلا الف طَیْفٌ ہے اور باقیین کے لیے بالالف مع الہمز کالنحل طَائِفٌ ہے یُمِدُّوْنَهُمْ نافع کے لیے بضم الیاء وکسر المیم اور باقیین کے لیے بفتح الیاء وضم المیم ہے۔

www.toobaaelibrary.com

سُوْرَةُ الْاَنْفَال مَدَنِيَّة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّاۗىِٕفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

یہ لوگ آپ سے غنیموں کا حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمیں اللہ کی ہیں (یعنی وہ اللہ کی ملک ہیں اس کو ہی حق ہے کہ ان کے متعلق جو چاہیں حکم دیں) اور رسول کی ہیں (بایں معنی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر اس کو نافذ کریں گے حاصل یہ ہے کہ اموال غنیمت کے بارہ میں تمہاری رائے اور تجویز کا کوئی دخل نہیں بلکہ اس کا فیصلہ حکم شرعی پر ہوگا) تو تم (دنیا کی حرص مت کرو آخرت کے طالب رہو اس طرح پر کہ) اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو (کہ آپس میں حسد اور بغض نہ رہے) اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔ (بس) ایمان والے تو وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر آتا ہے تو (اس کی عظمت کے استحضار سے) ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (اور) جو کہ نماز کی اقامت کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں (بس) سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لیے بڑے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور (ان کے لیے) مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔ (مال غنیمت کا لوگوں

www.toobaaelibrary.com

کی مرضی کے موافق تقسیم نہ ہونا بلکہ منجانب اللہ اس کی تقسیم ہونا اگرچہ بعض لوگوں کو طبعاً گراں گذرا ہو مگر مصالح کثیرہ کی وجہ سے یہی خیر اور بہتر ہے، اور یہ معاملہ خلاف طبع مگر مصالح کثیرہ کو متضمن ہونے میں ایسا ہی ہے) جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر (اور بستی) سے مصلحت کے ساتھ آپ کو (بدر کی طرف) روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت (اپنی تعداد اور سامانِ جنگ کی قلت کی وجہ سے طبعاً) اس کو گراں سمجھتی تھی وہ اس مصلحت (کے کام) میں (یعنی جہاد اور مقابلہ لشکر کے معاملے میں) بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو چکا تھا (اپنے بچاؤ کے لیے بطور مشورہ کے) آپ سے اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گو یا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لیے جاتا ہے اور وہ (موت کو گویا) دیکھ رہے ہیں (مگر آخر کار انجام اس کا بھی اچھا ہوا کہ اسلام غالب اور کفر مغلوب ہوا)۔ اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں (یعنی تجارتی قافلہ یا لشکر) میں سے ایک (جماعت) کا وعدہ کر رہے تھے کہ وہ (جماعت) تمہارے ہاتھ آجائے گی (یعنی مغلوب ہو جائے گی۔ یہ وعدہ مسلمانوں سے بواسطہ رسول اللہ ﷺ بذریعہ وحی ہوا تھا) اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت (یعنی تجارتی قافلہ) تمہارے ہاتھ آجائے اور اللہ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا (اس کو عملاً غلبہ دے کر) ثابت کر دے اور (یہ منظور تھا کہ) ان کافروں کی بنیاد کو قطع کر دے تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا (عملاً) ثابت کر دے اگرچہ یہ مجرم لوگ (یعنی مغلوب ہونے والے کفار اس کو کتنا ہی) ناپسند کریں۔ اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم نے اپنے رب سے (اپنی تعداد اور سامانِ جنگ کی قلت اور دشمن کی کثرت دیکھ کر) فریاد کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری فریاد سن لی (اور وعدہ فرمایا) کہ تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آویں گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد صرف اس (حکمت) کے لیے کی کہ (تم کو غلبہ پانے کی) بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار آجائے (یعنی انسان کی تسلی طبعی طور پر اسباب، سامان سے ہوتی ہے اس لیے وہ بھی جمع کر دیا گیا) اور (واقع میں تو) نصرت (اور غلبہ) صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو زبردست حکمت والے ہیں۔

تلخیص معارف و مسائل

اس سورۃ کے بیشتر مضامین غزوۂ بدر میں مشرکین اور مسلمانوں کے مابین جنگ و فتح اور مشرکین کے انجام بد اور مسلمانوں کی کامیابی سے متعلق ہیں، اس غزوہ میں ایک ایسا واقعہ پیش آگیا تھا جو مسلمانوں کے اخلاق و تقویٰ کے شایان شان نہ تھا، واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ غزوۂ بدر میں گھمسان کی جنگ کے بعد دشمن

www.toobaaelibrary.com

کو اللہ تعالیٰ نے شکست دی، تو اس وقت لشکر اسلام کے تین حصے ہو گئے، (۱) ایک تو دشمن کے تعاقب میں لگ گیا تا کہ وہ پھر دوبارہ واپس نہ آجائیں، (۲) دوسرا حصہ پیغمبر علیہ السلام کی حفاظت میں لگ گیا، اور کچھ لوگ مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے، جنگ کے خاتمہ کے بعد رات میں ان میں کے ہر فریق کا یہ کہنا تھا کہ اصل مال غنیمت کے ہم حقدار ہیں، جب صحابۂ کرامؓ کی یہ گفتگو پیغمبر علیہ السلام تک پہنچی، تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی،

پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد ربانی کے تحت تمام شرکاء میں مساوی طور پر تقسیم فرما دیا (ابن کثیر) اور سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے اس فیصلہ پر راضی ہو گئے، اور پیش آمدہ خلاف شان صورت حال پر نادم ہوئے۔

مسند احمد میں آیت کے شان نزول کا ایک دوسرا واقعہ بھی منقول ہے، دونوں میں کوئی بعد نہیں کہ یہ دونوں واقعے پیش آئے ہوں،

جنگ بدر میں فتح اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام تھا اور اسکی وجہ مسلمانوں کا خلوص وللّٰہیت اور باہمی اتفاق تھا اور یہ سب کچھ نتیجہ تھا مکمل اطاعت رسول کا، اس لیے آغاز ہی میں تقویٰ اور اطاعت حق ذکر اللہ اور توکل وغیرہ کی تعلیم دی گئی۔

انفال، نفل کی جمع ہے اور متعدد معانی کے لیے بولا جاتا ہے، اصطلاح قرآن وسنت میں مال غنیمت کے لیے بھی بولا جاتا ہے، اسی معنی کے لیے لفظ غنیمۃ بھی بولا جاتا ہے، قریب المعنی ایک لفظ "فئی" بھی آتا ہے، فئے کہتے ہیں اس مال کو جو بغیر جنگ وقتال کے کفار سے ملے، یا رضامندی سے کفار مال دیدینا قبول کرلیں۔

اس سورت کے پانچویں رکوع میں تقسیم غنائم کا تفصیلی حکم آرہا ہے، اس تفصیلی حکم سے بعض کا قول یہ ہے کہ سورت کی پہلی آیت منسوخ ہو گئی، بعض کا قول یہ ہے کہ یہاں ناسخ ومنسوخ کوئی نہیں، بلکہ اجمال وتفصیل کا فرق ہے۔

اس سلسلے کی مباحث پر نظر ڈالنے سے خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ مال غنیمت وہ ہے جو جنگ وجہاد کے ذریعہ ہاتھ آئے اور مال فئے وہ ہے جو بغیر قتال وجہاد کے ہاتھ آجائے، اور لفظ انفال عام ہے دونوں کے لیے بھی بولا جاتا ہے اور خاص اس انعام کو بھی کہتے ہیں جو کسی غازی کو امیر جہاد عطا کرے، اس کی مختلف شکلیں ہیں، (۱) یہ اعلان فرمادیں کہ جو غازی جسے قتل کرے تو مقتول کا سارا سامان اسی غازی

www.toobaaelibrary.com

کا ہے، (۲) کسی بڑے لشکر سے کوئی حصہ الگ کر کے کسی خاص جانب جہاد کے لیے روانہ کی جائے، اور ان کے لیے وہی اعلان کر دیا جائے، اس میں اتنا ہوگا کہ اس مال میں سے پانچواں حصہ بیت المال میں جمع کیا جائے گا، (۳) کسی خاص غازی کو اس کی ممتاز کارگزاری کے صلہ میں امیر کی صوابدید پر دیا جائے (۴) چوتھے یہ کہ پورے مال غنیمت میں سے کچھ حصہ الگ کر کے خدمت پیشہ، مجاہدین کے گھوڑے وغیرہ کی نگہداشت کرنے والوں کو بطور انعام دیا جائے،

یہ مشاہدہ ہے کہ جب تقویٰ اور خوف خدا و آخرت غالب ہوتا ہے تو بڑے بڑے جھگڑے منٹوں میں ختم ہو جاتے ہیں، اسی لیے فرمایا "وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ" یعنی بذریعہ تقویٰ باہمی تعلقات کی اصلاح کرو۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ الخ۔ ان دو آیتوں میں مؤمن کی مخصوص صفات کا ذکر ہے، پہلی صفت خوف خدا ہے، وَجِلَ کا ترجمہ مطلق خوف نہیں ہے جو سکون واطمینان کے خلاف ہو بلکہ مراد وہ ہیبت ہے جو بڑوں کی جلالت شان کی بنا پر دل میں پیدا ہوتی ہے دوسری صفت ایمان میں ترقی ہے، یعنی آیات الٰہی کی تلاوت سے تو ایمان میں ترقی اور تقویت بڑھ جاتی ہے، اعمال صالحہ کی طرف رغبت بڑھ جاتی ہے، تیسری صفت اللہ پر توکل ہے، یعنی بقدر بہت اسباب وذرائع کو استعمال تو کرے مگر معاملہ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے اور سمجھے کہ اسباب اور اس کے ثمرات دونوں اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کردہ ہیں، ہوگا وہی جو وہ چاہیں گے، چوتھی صفت اقامت صلوٰۃ ہے، یعنی نماز کے پورے آداب و شرائط بجالانا، سنت کے مطابق نماز ادا کرنا، پانچویں صفت اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے، جس میں تمام صدقات وخیرات واجبی اور نفلی اور دوستوں، مہمانوں اور بزرگوں کی مالی خدمت سب داخل ہے، مؤمن کی ان پانچ صفات کو بیان کرنے کے بعد فرمایا" اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا" پھر ایسے سچے مؤمنین کے لیے تین چیزوں کا وعدہ فرمایا، (۱) درجات عالیہ، یہ قلبی اور باطنی صفات کے مقابلہ میں اور (۲) مغفرت، انسان کے ظاہری بدن سے نکلنے والے اعمال کے مقابلہ میں جیسے نماز، روزہ وغیرہ، اور (۳) رزق کریم، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے مقابلہ میں آیا ہے۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ الخ۔ یہاں سے واقعۂ بدر کا تفصیلی ذکر شروع ہو رہا ہے، "كَمَآ اَخْرَجَكَ" الخ: یعنی جس طرح مال غنیمت سے متعلق کچھ اختلاف رائے ہو گیا تھا، مگر پھر تعمیل ارشاد اور پھر اس سے برکات اور اچھے نتائج کا ظہور سامنے آ گیا اس طرح اس جہاد میں ابتداء کچھ لوگوں کی طرف سے ناپسندیدگی کا ظہور ہوا پھر حسب ارشاد الٰہی اطاعت کی، اور اس کے مفید نتائج کا مشاہدہ ہو گیا (بحر محیط)

www.toobaaelibrary.com

دوسرے یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا وعدۂ نصرت وفتح دنیا ہی میں آنکھوں کے سامنے آچکا ہے اسی طرح آخرت میں اجر عظیم کا وعدہ بھی پورا ہوگا۔ (تفسیر قرطبی)

"اَخْرَجَكَ" یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو نکالا، اس میں پیغمبر علیہ السلام کی کمال عبدیت کو بیان فرمایا کہ آپ کا فعل درحقیقت حق تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔

"رَبُّكَ" یعنی آپ کو نکالنا شان ربوبیت اور تربیت کے تقاضے سے تھا۔ "بِالْحَقِّ" یعنی صرف احقاق حق وابطال باطل کے لیے تھا نہ کہ ہوس ملک گیری تھا، "لَكٰرِهُوْنَ" اس سے اشارہ اس حال کی طرف ہے جو صحابۂ کرامؓ سے مشورہ لینے کے وقت بعض صحابۂ کرام کی طرف سے ظاہر ہوا کہ انہوں نے جہاد سے پست ہمتی کا اظہار کیا، "كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ" صحابۂ کرامؓ نے اگرچہ کوئی عدول حکمی نہ کی تھی بلکہ مشورہ کے جواب میں اپنے ضعف اور پست ہمتی کا اظہار کیا تھا مگر رسولؐ کے ساتھیوں سے ایسی رائے کا اظہار ہی ان کے مقام بلند کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند تھا، اس لیے ناراضی کے الفاظ سے اسے بیان فرمایا گیا۔

پیغمبر علیہ السلام کے مشورہ کے جواب میں حضرت مقداد اور انصار میں سے حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تاریخی مسرور کن اور ولولہ انگیز جوابات بھی تاریخ وسیر کی کتابوں سے ضرور پڑھنا چاہئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعن کل الصحابۃ اجمعین۔

"وَتَوَدُّوْنَ الخ" یعنی صحابۂ کرام کی پسند پست ہمتی آرام طلبی اور وقتی فائدہ کی چیز تھی، اور اللہ رب العزت نے جو ارادہ فرمایا وہ عالی ہمتی بلند مقاصد اور مکمل ودائمی فوائد پر مشتمل تھی، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت سے باہر تو کوئی چیز نہ تھی، کہ وہ تجارتی قافلہ پر قبضہ کرادیتا مگر اس نے پیغمبر علیہ السلام اور آپ کے اصحاب کے شایان شان اس کو سمجھا کہ مسلح افواج سے مقابلہ ہو کر اس پر قبضہ ہوتا کہ احقاق حق اور ابطال باطل واضح ہو جائے، نیز مبہم وعدہ میں صحابۂ کرام کا امتحان اور ان کی اخلاقی تربیت مقصود تھی۔

فرشتوں کی بے نظیر طاقت ظاہر ہے، مگر ایک فرشتہ کے بجائے اتنی بڑی تعداد مقابلہ میں اس لیے بھیجی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی فطرت سے واقف ہیں کہ وہ تعداد سے بھی متاثر ہوتے ہیں۔

یہاں سورۂ انفال میں ایک ہزار ملائکہ کا ذکر ہے، اور آل عمران میں (۳) تین ہزار اور پانچ ہزار کا ذکر ہے، پس پہلا وعدہ ایک ہزار کا ابتداء ہوا جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء اور عام مسلمانوں کی فریاد ہوئی، دوسرا وعدہ تین ہزار کا اس خبر پر ہوا کہ قریشی لشکر کے لیے اور کمک آرہی ہے، اور تیسرا

www.toobaaelibrary.com

وعدہ پانچ ہزار کافر فریق مخالف کے یکبارگی حملہ کرنے کی شرط کے ساتھ ہوا۔

تینوں وعدوں میں ملائکہ کی ایک خاص نشانی کا ذکر ہے، مُرْدِفِیْنَ، مُنْزَلِیْنَ، مُسَوِّمِیْنَ، یہ خاص اہمیت کے لیے تھا۔

اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ یُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ وَیُذْهِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَلِیَرْبِطَ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝ اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ کُلَّ بَنَانٍ ۝ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِکُمْ فَذُوْقُوْهُ وَ اَنَّ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابَ النَّارِ ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰکِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۪ وَلِیُبْلِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ ذٰلِکُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ کَیْدِ الْکٰفِرِیْنَ ۝ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِیَ عَنْکُمْ فِئَتُکُمْ شَیْئًا وَّ لَوْ کَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کے لیے اور تم پر آسمان سے پانی برس رہا تھا تاکہ اس پانی کے ذریعہ تم کو (بے وضو یا بے غسل ہونے کی حالت سے) پاک کر دے اور (تاکہ اس کے ذریعہ سے) تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کر دے اور (تاکہ) تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور (تاکہ) تمہارے پاؤں جما دے (یعنی تم ریگ میں نہ دھنسو)۔ اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب (ان) فرشتوں کو (جو امداد کے لیے نازل ہوئے تھے) حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں تو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے دیتا ہوں سو تم کفار کی گردنوں پر (ضربہ) مارو اور ان کے پور پور کو مارو۔ یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اس کو) سخت سزا دیتے ہیں (خواہ دنیا میں کسی حکمت سے یا آخرت میں یا دونوں میں) سو (بالفعل) یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ

www.toobaaelibrary.com

کافروں کے لیے جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے۔ اے ایمان والو جب تم کافروں سے (جہاد میں) دوبدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا (یعنی جہاد سے مت بھاگنا) اور جو شخص ان سے اس موقع پر (یعنی مقابلہ کے وقت) پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لیے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے (فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ الآیۃ کے اندر بھی ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ آپ نے بدر کے روز ایک مٹھی کنکریوں کی اٹھا کر کافروں کی طرف پھینکی جس کے ریزے سب کی آنکھوں میں جا گرے اور ان کو شکست ہوئی اور فرشتوں کا امداد کے لیے آنا اوپر آچکا ہے اس پر بطور تفریع فرماتے ہیں کہ جب ایسے عجیب واقعات ہوئے جو کہ بالکل تمہارے اختیار سے خارج ہیں) سو (اس سے معلوم ہوا کہ تاثیر حقیقی کے مرتبہ میں) تم نے ان (کافروں) کو قتل نہیں کیا لیکن (ہاں اس مرتبہ میں) اللہ تعالیٰ نے (بے شک) ان کو قتل کیا (یعنی مؤثر حقیقی اس کی قدرت ہے) اور (اسی طرح تاثیر حقیقی کے مرتبہ میں) آپ نے خاک کی مٹھی (ان کی طرف) نہیں پھینکی، لیکن (ہاں اس مرتبہ میں) اللہ تعالیٰ نے (واقعی) وہ پھینکی اور (باوجود اس کے کہ مؤثر حقیقی قدرت حق ہے پھر جو آثار قتل وغیرہ کو قدرت عبد پر مرتب فرمادیا تو اس میں حکمت یہ ہے کہ) تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے (ان کے عمل کا) خوب اجر دے (اور اجر کا ملناحسب سنت الٰہیہ موقوف ہے اس پر کہ فعل ان کے عزم واختیار سے صادر ہو) بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مؤمنین کے اقوال کے) خوب سننے والے (اور ان کے افعال واحوال کے) خوب جاننے والے ہیں (ان اقوال استغاثہ اور افعال قتال واحوال تشویش وغیرہا میں جو ان کو محنت پیش آئی ہم کو اس کی اطلاع ہے ان کو اس پر جزا دیں گے) ایک بات تو یہ ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا تھا (اور زیادہ کمزوری اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب اپنے برابر والے کے بلکہ اپنے سے کمزور کے ہاتھ سے مغلوب ہو جائے اور یہ موقوف ہے اس پر کہ وہ آثار مؤمنین کے ہاتھ سے ظاہر ہوں ورنہ کہہ سکتے تھے کہ تدابیر تو ہماری قوی تھیں لیکن اقویٰ کے سامنے کہ تدبیر الٰہی ہے نہ چل سکیں تو اس سے آئندہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کا حوصلہ پست نہ ہو کیونکہ ان کو تو ضعیف ہی سمجھتے) اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے پاس موجود ہوا (کہ جو حق پر تھا اس کو غلبہ ہو گیا) اور اگر (اب حق زیادہ واضح ہونے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے) باز آجاؤ تو یہ تمہارے لیے نہایت خوب ہے اور اگر (اب بھی باز نہ آئے بلکہ) تم پھر وہی کام کرو

www.toobaaelibrary.com

گے (یعنی مخالفت) تو ہم بھی پھر یہی کام کریں گے (یعنی تم کو مغلوب اور مسلمانوں کو غالب کر دینا) اور (اگر تم کو اپنی جمعیت کا گھمنڈ ہو کہ اب کی بار اس سے زیادہ جمع کر لیں گے تو یاد رکھو کہ) تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آئے گی گو کتنی زیادہ ہو اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (اصل میں) ایمان والوں کے (یعنی ان کا مددگار) ہے (گو کسی عارض کی وجہ سے کسی وقت ان کے غلبہ کا ظہور نہ ہو لیکن اصل محل غلبہ کے یہی ہیں اس لیے ان سے مقابلہ کرنا اپنا نقصان کرنا ہے)

تلخیص معارف و مسائل

اس سورت کے پہلے رکوع میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمانبردار بندوں پر تین انعامات کا ذکر ہے، (۱) پہلا انعام جہاد کے لیے مسلمانوں کو نکالنا "اِذْ اَخْرَجَكَ" (۲) دوسرا انعام فرشتوں کی مدد کا وعدہ ہے "اَذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ" (۳) تیسرا انعام قبولیت دعا اور مدد کا وعدہ پورا کرنا ہے، "اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ"۔

اس دوسرے رکوع کی پہلی آیت میں (۴) چوتھے انعام کا ذکر ہے (۱) ایک سب پر نیند غالب کر کے پریشانی اور تکان کا دور ہو جانا، (۲) بارش کے ذریعہ ان کے لیے پانی مہیا فرمانا۔ اور میدان جنگ کو ان کے لیے ہموار اور دشمن کے لیے دلدل بنا دینا۔

"اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ الخ معرکہ کی پہلی رات تھی، تین (۳۱۳) سو تیرہ بے سامان لوگوں کا مقابلہ اپنے سے تین گنی تعداد یعنی ایک ہزار مسلح افواج سے تھا میدان جنگ کا بھی اچھا مقام بظاہر دشمن کے قبضہ میں آ چکا تھا، نچلا حصہ وہ بھی سخت ریتیلا جس میں چلنا دشوار مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا، جس سے طبعی پریشانی اور فکر سب کو تھی، بعض لوگوں کے دلوں میں شیطان نے وساوس بھی ڈالنے شروع کر دیے ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے سب ہی مسلمانوں پر ایک خاص قسم کی نیند طاری کر دی سوائے پیغمبر علیہ السلام کے کہ آپ ساری رات صبح تک نماز تہجد میں مشغول رہے، آپ کو جب اپنے عریش اور سائبان میں نماز کے اندر مشغول تھے تو کسی قدر اونگھ آ گئی مگر فوراً ہی ہنستے ہوئے بیدار ہو کر فرمایا، ابوبکر! خوشخبری سنو یہ جبریل علیہ السلام ٹیلے کے قریب کھڑے ہیں یہ فرماتے ہوئے آپ عریش سے باہر یہ آیت پڑھتے ہوئے تشریف لائے، "سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ" بعض روایتوں میں ہے کہ آپ نے مختلف جگہوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: کہ یہ ابوجہل کی قتل گاہ ہے، یہ فلاں کی، یہ فلاں کی، اور پھر ٹھیک اسی طرح واقعات پیش آئے۔ (مظہری)

جنگ کی حالت میں نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن و اطمینان کی علامت ہے، اور نماز میں نیند

www.toobaaelibrary.com

شیطان کی طرف سے ہوتی ہے (ابن کثیر)۔

دوسری آیت اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ الخ میں پانچویں انعام کا ذکر ہے۔ فرشتوں کو دو حکم دیے گئے، اور دونوں ہی انہوں نے انجام دیے، مسلمانوں کی دلوں میں ہمت بڑھانا اور کفار سے قتال کرنا، تیسری آیت میں اس معرکہ میں جو کچھ پیش آیا اس کا سبب بیان فرمایا۔

پانچویں اور چھٹی آیت سے یہ حکم معلوم ہوا کہ فریق مخالف کی قوت وشوکت اور تعداد کی زیادتی سے مسلمانوں کا مقابلہ سے پشت پھیرنا حرام ہے، بجز (۲) دو استثنائی صورتوں کے، کہ یہ پشت پھیرنا راہ فرار اختیار کرنے کے لیے نہ ہو بلکہ (۱) یا تو پینترا بدلنے کے طور پر ہو اور (۲) یا کمک حاصل کر کے دوبارہ حملہ کرنے کے قصد سے ہو۔

یہ آیات غزوۂ بدر میں نازل ہوئیں، اس وقت یہی حکم عام تھا، بعد میں تخفیف کے احکام اسی سورت کی آیت (۶۵، ۶۶،) میں نازل ہوئے۔

آیت " فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ الخ اس میں یہ ہدایت ہے کہ اس معجزانہ فتح ونصرت کو اپنی سعی وعمل کا نتیجہ نہ سمجھو بلکہ اس ذات پاک کی طرف دیکھو جس کی نصرت وامداد نے یہ نقشۂ جنگ پلٹ دیا۔

قریش کے لشکر کو متکبرانہ انداز پر دیکھ کر پیغمبر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی کہ اے اللہ اپنا وعدہ جلد پورا فرما، تو حضرت جبریل نازل ہوئے، اور عرض کیا کہ آپ ایک مٹھی خاک لے کر دشمن کے لشکر کی طرف پھینک دیں، آپ نے ایسا ہی کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مٹھی بھر کنکریوں کو قدرت نے معجزانہ انداز میں اس طرح پھیلا دیا کہ مخالف لشکر کا کوئی آدمی باقی نہ رہا جس کی آنکھوں اور چہروں پر یہ دھول اور کنکریاں نہ پہنچی ہوں جس کا اثر یہ ہوا کہ پورے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا، فرشتے الگ ان کے ساتھ شریک قتال رہے (روح) بالآخر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

عالم یاس میں اس فتح عظیم پر صحابہ کرام باہم اپنے کارنامے ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اسی طرح پیغمبر علیہ السلام کو مخاطب کر کے ارشاد ہوا، وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ الخ۔

اور بلاشبہ یہ ہدایت، اس فتح وکامرانی سے زیادہ بیش قیمت تھی، جس نے ان کے ذہنوں کو اسباب سے پھیر کر مسبب الاسباب سے وابستہ کر دیا، اور اس فخر وعجب کی خرابی سے بچا لیا جس کے نشہ میں عموماً فاتح اقوام مبتلا ہو جایا کرتی ہیں۔

اس رکوع کی آخری آیت میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو قریشی لشکر کے مسلمانوں کے

www.toobaaelibrary.com

مقابلہ پر مکہ سے نکلنے کے وقت پیش آیا تھا، قریشی لشکر کے نکلنے کے وقت ابوجہل وغیرہ نے بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر دعاء مانگی تھی اور بجائے اپنی فتح کے ایک عام دعاء اس طرح مانگی کے دونوں میں جو اعلیٰ اور افضل ہو، جو زیادہ ہدایت پر ہو، جو زیادہ کریم وشریف ہو، جو دین افضل ہو اسے فتح دیجئے۔ (مظہری)

اس دعاء میں حق و باطل کا فیصلہ چاہا، یہ دعاء درحقیقت ان کے لیے بددعاء ثابت ہوئی، اسی کو قرآن کریم نے بتلا دیا کہ اگر تم خدائی فیصلہ چاہتے ہو تو، تو خدائی فیصلہ آچکا، اگر اب تم اپنے کفر وعناد سے باز آگئے تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے، ورنہ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

اے ایمان والو اللہ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کا کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو اور تم (اعتقاد سے) سن تو لیتے ہی ہو (یعنی جیسا اعتقاد سے سن لیتے ہو ایسا ہی عمل بھی کیا کرو) اور تم (ترک اطاعت میں) ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا (جیسا کفار کہ مطلق سماع کے اور منافقین سماع مع الاعتقاد کے مدعی تھے) حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں (کیونکہ تفہم اور اعتقاد دونوں میں مفقود ہے مطلب یہ کہ ثمرہ اعتقاد سننے کا عمل ہے جب عمل نہ ہوا تو بعض وجوہ سے مشابہ اسی کے ہو گیا کہ ایسے اعتقاد کے ساتھ سنا ہی نہیں جس کو تم بھی سخت مذموم جانتے ہو) بیشک (یہ بات ضرور ہے کہ اعتقاد سے سن کر عمل نہ کرنے والے اور ایک بلا اعتقاد سننے والے جو عمل نہ سننے کے ہے برے ہونے میں متفاوت ضرور ہیں کیونکہ کافر اور عاصی برابر نہیں چنانچہ) بدترین خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو

www.toobaaelibrary.com

(حق بات کو اعتقاد کے ساتھ سننے سے) بہرے ہیں (اور حق بات کے کہنے سے) گونگے ہیں (اور) جو کہ (حق بات کو) ذرا نہیں سمجھتے (اور باوجود اعتقاد کے جن سے عمل میں کوتاہی ہو جاتی ہے وہ بدتر نہیں ہیں گو بد ہیں سو بد بھی نہ ہونا چاہیے) اور (جن کا حال مذکور ہوا وہ اعتقاد سے نہیں سنتے وجہ اس کی یہ ہے کہ ان میں ایک بڑی خوبی کی کمی ہے اور وہ خوبی طلب حق ہے کیونکہ مبدأ اعتقاد کا بھی طلب اور تلاش ہے گو اس وقت اعتقاد نہ ہو مگر کم از کم تردد تو ہو پھر اسی تردد و طلب کی برکت سے حق واضح ہو جاتا ہے اور وہ تردد اعتقاد بن جاتا ہے جس پر سماع کا نافع ہونا موقوف ہے سو ان میں یہی خوبی مفقود ہے چنانچہ) اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی دیکھتے (مراد یہ کہ ان میں وہ خوبی مذکور ہوتی کیونکہ خوبی کے وجود کے وقت علم الٰہی کا تعلق لازم ہے پس لازم بول کر ملزوم مراد لے لیا اور کوئی خوبی اس لیے کہا کہ جب ایسی خوبی نہیں جس پر مدار نجات ہے تو گویا کوئی خوبی بھی نہیں یعنی اگر ان میں طلب حق ہوتی) تو (اللہ تعالیٰ) ان کو (اعتقاد کے ساتھ) سننے کی توفیق دیتے (جیسا مذکور ہوا کہ طلب سے اعتقاد پیدا ہو جاتا ہے) اور اگر (اللہ تعالیٰ) ان کو اب (حالت موجودہ میں کہ ان میں طلب حق نہیں ہے) سنا دیں (جیسا کہ گاہ گاہ ظاہری کانوں سے سن ہی لیتے ہیں) تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے (یعنی یہ نہیں کہ تامل و تدبر کے بعد بوجہ ظہور غلطی کے روگردانی کی ہو کیونکہ یہاں غلطی کا نام و نشان ہی نہیں بلکہ غضب تو یہ ہے کہ ادھر توجہ ہی نہیں کرتے اور) اے ایمان والو! (ہم نے جو اوپر تم کو اطاعت کا حکم دیا ہے تو یاد رکھو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے کہ وہ حیات ابدی ہے جب یہ بات ہے تو) تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجا لایا کرو جب کہ رسول (جنکا ارشاد خدا ہی کا ارشاد ہے) تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف (یعنی دین کی طرف جس سے زندگی جاوید میسر ہوتی ہے) بلاتے ہوں (تو اس حالت میں جب کہ ہر طرح تمہارا ہی فائدہ ہے کوئی وجہ نہیں کہ تم عمل نہ کرو) اور (اس کے متعلق دو باتیں اور) جان رکھو (ایک بات یہ) کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان میں (دو طریق سے ایک طریق یہ کہ مؤمن کے قلب میں طاعت کی برکت سے کفر و معصیت کو نہیں آنے دیتا دوسرا طریق یہ کہ کافر کے قلب میں مخالفت کی نحوست سے ایمان و طاعت کو نہیں آنے دیتا اس سے معلوم ہوا کہ طاعت کی مداومت بڑی نافع چیز ہے اور مخالفت کی مواظبت بڑی مضر چیز ہے) اور (دوسری بات یہ جان رکھو) بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے (اس وقت طاعت پر جزا اور مخالفت پر سزا ہوگی اس سے بھی طاعت کا نافع ہونا اور مخالفت کا مضر ہونا ثابت ہوا)۔ اور

www.toobaaelibrary.com

(جس طرح تم پر اپنی اصلاح کے متعلق طاعت واجب ہے اسی طرح یہ بھی طاعت واجبہ میں داخل ہے کہ بقدر وسع دوسروں کی اصلاح میں بطریق امر بالمعروف ونہی عن المنکر بالید یا باللسان ترک اختلاط یا نفرت بالقلب جو کہ آخری درجہ ہے کوشش کرو ورنہ درصورت مداہنت ان منکرات کا وبال جیسا مرتکبین منکرات پر واقع ہوگا ایسا ہی کسی درجہ میں ان مداہنت کرنے والوں پر بھی واقع ہوگا جب یہ بات ہے تو) تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں (بلکہ ان گناہوں کو دیکھ کر جنہوں نے مداہنت کی ہے وہ بھی اس میں شریک ہوں گے اور اس سے بچنا یہی ہے کہ مداہنت مت کرو) اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں (ان کی سزا سے خوف کر کے مداہنت سے بچو) اور (اس غرض سے کہ نعمتوں کے یاد کرنے سے اطاعت منعم کا شوق ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو اور خاص کر) اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم (ایک وقت میں یعنی قبل ہجرت عدد میں بھی) قلیل تھے (اور قوت کے اعتبار سے بھی) سرزمین (مکہ) میں کمزور شمار کیے جاتے تھے (اور غایت ضعف حال سے) اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو (مخالف) لوگ نوچ کھسوٹ نہ لیں سو (ایسی حالت میں) اللہ تعالیٰ نے تم کو (مدینہ میں اطمینان سے) رہنے کو جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی (سامان سے بھی اور مردم شماری کو زیادہ کرنے سے بھی جس سے قلت اور استضعاف اور خوف اختطاف سب زائل ہو گیا) اور (صرف یہی نہیں کہ تمہاری مصیبت ہی کو دور کر دیا ہو بلکہ اعلیٰ درجہ کی خوشحالی بھی عطا فرمائی کہ دشمنوں پر تم کو غلبہ دے کر کثرت فتوحات سے) تم کو نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائیں تا کہ تم (ان نعمتوں کا) شکر کرو (اور بڑا شکر یہ ہے کہ اطاعت کرو) اے ایمان والو (ہم مخالفت اور معصیت سے اس لیے ممانعت کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول کے تم پر کچھ حقوق ہیں جن کا نفع تمہاری ہی طرف عائد ہوتا ہے اور معصیت سے ان حقوق میں خلل پڑتا ہے جس سے واقع میں تمہارے ہی نفع میں خلل پڑتا ہے جب یہ بات ہے تو) تم اللہ اور رسول کے حقوق میں خلل مت ڈالو اور (باعتبار انجام کے اس مضمون کو اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ تم) اپنی قابل حفاظت چیزوں میں (کہ وہ تمہارے نفع ہیں جو اعمال پر مرتب ہوتے ہیں) خلل مت ڈالو اور تم تو (اس کا مضر ہونا: جانتے ہو اور (اکثر اوقات مال واولاد کی محبت مخل اطاعت ہو جاتی ہے اس لیے تم کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ) تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے (کہ دیکھیں کون ان کی محبت کو ترجیح دیتا ہے اور کون اللہ تعالیٰ کی محبت کو ترجیح دیتا ہے سو تم ان کی محبت کو ترجیح مت دینا) اور (اگر ان کے منافع

www.toobaaelibrary.com

کی طرف نظر جائے تو تم) اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس (ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی محبت کو ترجیح دیتے ہیں) بڑا بھاری اجر (موجود) ہے (کہ اس کے سامنے یہ فانی منفعتیں محض ہیچ ہیں)

تلخیص معارف ومسائل

اوپر کے رکوع میں مشرکین مکہ کی شکست کا اصلی سبب اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت تھی، اس رکوع کی اس پہلی آیت میں اسی کا دوسرا رخ مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تمہیں جو باوجود تمام قلت و بے سامانی کے یہ فتح عظیم حاصل ہوئی یہ صرف اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد سے حاصل ہوئی، اور یہ نتیجہ ہے اطاعت حق کا، اسی اطاعت پر مضبوطی سے قائم رہنے کا اس میں حکم دیا گیا ہے، اور حقیقتاً استماع تو یہی ہے کہ کانوں سے (۱) سن کر (۲) سمجھا جائے، اس پر (۳) اعتقاد واعتماد کے ساتھ (۴) عمل پیرا ہو، یہی مؤمنین کاملین کا مقام ہے، ان چاروں درجات میں سے درجہ نمبر ایک مشرکین وکفار کا ہے دوسرا درجہ منافقین کا ہے، تیسرا درجہ گناہ گار مسلمانوں کا ہے۔ دوسری آیت میں اسی مضمون کی مزید تاکید ہے۔

تیسری آیت میں غور وتدبر کے ساتھ نہ سننے اور قبول نہ کرنے والوں کی شدید مذمت ہے۔

جب انسان، جو احسن تقویم اور اشرف المخلوقات ہے، اعراض عن الحق کا مرتکب ہوتا ہے تو سارے انعامات اس سے سلب ہو جاتے ہیں اور پھر وہ جانور سے بدتر ہو جاتا ہے، اور یہی انسان اطاعت حق کے باعث فرشتوں سے بھی اونچا مقام حاصل کر لیتا ہے۔

چوتھی آیت میں خَیْرًا یعنی بھلائی سے مراد طلب حق ہے، یعنی ان میں اگر کوئی بھلائی موجود ہوتی تو وہ علم الٰہی میں ہوتی، معلوم ہوا کہ وہ ہر بھلائی سے محروم ہیں، اس لیے جو دعوت حق کو ہرگز قبول نہ کریں گے۔ لَاَسْمَعَهُمْ سے مراد سماع قبول اور سماع نافع ہے، اور دوسرے اَسْمَعَهُمْ سے خالی سماع ہے۔

پانچویں آیت میں اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تعمیل واطاعت کا حکم دیتے ہوئے یہ بتلانا ہے کہ اس میں تمہارا ہی فائدہ مضمر ہے "لِمَا يُحْيِيكُمْ" یعنی جو تمہارے لیے حیات بخش ہے، حیات سے مراد ایمان ہے (سدی) یا قرآن ہے (قتادہ) یا حق ہے (مجاہد) یا جہاد ہے (ابن اسحاق) یہ سب احتمالات بجائے خود صحیح ہیں، ان میں کوئی تضاد نہیں دل کی زندگی یہ ہے بندہ اللہ تعالیٰ کے درمیان سے غفلت وشہوات کے حجابات ہٹ جائیں اور نور معرفت دل میں جگہ بنا لے۔

ایک بار پیغمبر علیہ السلام نے حضرت ابی بن کعبؓ کو آواز دی، نماز میں تھے، جلدی جلدی نماز پوری کر کے حاضر خدمت ہوئے، آپ نے وجہ تاخیر معلوم کی، عرض کیا نماز میں تھا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ

www.toobaaelibrary.com

ارشاد نہیں سنا "اِسْتَجِیْبُوْا" الخ۔ ابی نے عرض کیا آئندہ اگر بحالت نماز میں بھی رہا تو آپ کی آواز پر فوراً حاضر ہو جاؤنگا، اس سے فقہاء نے فرمایا، نماز میں اس سے خلل نہیں واقع ہوگا، بعض نے کہا کہ اگرچہ خلاف نماز افعال سے نماز قطع ہو جائیگی اور قضا کرنی ہوگی مگر کرنا یہی چاہیے کہ حضورؐ کسی کو بلائیں تو وہ نماز میں بھی ہو نماز کو قطع کر کے تعمیل حکم کرے، اسی طرح کسی دوسرے ایسے کام جن میں تاخیر سے کسی شدید نقصان کا خطرہ ہو جیسے کوئی نابینا کنویں یا گڑھے کے قریب پہنچ کر گرا چاہتا ہے تو نماز فوراً توڑ کر اسے بچانا چاہیے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ الخ۔ اس جملہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں، (۱) جب کسی نیکی کا، یا کسی بدی سے حفاظت کا ارادہ کرو تو اسے بلا تاخیر فوراً کر گزرو، اور اس فرصت وقت کو غنیمت سمجھو، کیونکہ بعض مرتبہ آدمی کے ارادہ کے درمیان قضاء الٰہی حائل ہو جاتی ہے، اور وہ ناکام ہو جاتا ہے۔

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر ● زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

دوسرا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندہ سے نہایت قریب ہونا بتلایا گیا، یعنی انسان کا قلب ہر وقت اللہ تعالیٰ کے خاص تصرف میں رہتا ہے، حاصل اسکا بھی یہی کہ تعمیل احکام میں دیر نہ لگاؤ۔

"وَاتَّقُوْا فِتْنَةً الخ۔ فِتْنَةً سے مراد کونسا گناہ ہے؟ علماء تفسیر کے متعدد اقوال ہیں، متعدد روایات کی بناء پر اس گناہ سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا طاقت کے باجود ترک کر دینا ہے، تفسیر مظہری میں ہے کہ اس سے مراد ترک جہاد کا گناہ ہے، اس کا قرینہ پچھلی آیات ہیں۔ "وَاذْكُرُوْٓا الخ" لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ ظاہر ہے کہ شکر گزاری احکام الٰہیہ کی مکمل اطاعت میں منحصر ہے۔

عموماً حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی کا سبب انسان کے اموال اور اولاد ہوا کرتے ہیں، اس لیے تنبیہاً فرمایا "وَاعْلَمُوْٓا الخ" اس آیت میں فِتْنَةً کے معنی امتحان کے بھی آتے ہیں، عذاب کے بھی اور اسباب عذاب کے بھی، اس آیت کے نزول کا واقعہ اکثر مفسرین کے نزدیک حضرت ابولبابہؓ کا وہ قصہ ہے جو غزوۂ بنو قریظہ میں قلعۂ بنو قریظہ کے محاصرہ کے وقت پیش آیا، حضرت ابولبابہؓ چونکہ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور آپکے اہل وعیال بہت تھے، اکیس روز کے محاصرہ کے بعد اس قلعہ کے اندر والوں کی تجویز پر (بجائے حضرت سعد بن معاذؓ) کے حضرت ابولبابہؓ کے سپرد یہ کام کیا گیا اور یہ وہاں بھیج دیے گئے، سب انہیں دیکھ کر رونے لگے، اور پوچھا کہ ہمارے ساتھ کیا کچھ نرمی کا معاملہ ہو سکتا ہے؟ انہوں نے اپنے گلے پر تلوار کی طرح

www.toobaaelibrary.com

ہاتھ پھیر کر اشارہ سے بتلا دیا کہ ذبح کئے جاؤ گے، گویا اس طرح آنحضور کا راز فاش کر دیا، کرنے کو یہ کر گزرے، مگر فوراً متنبہ ہوا کہ یہ تو حضورؐ کے ساتھ خیانت ہوئی اس پر اتنی ندامت سوار ہوئی کہ بجائے خدمت نبوی میں واپس ہونے کے خود کو مسجد نبویؐ کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی، اسی طرح بندھا رکھونگا چاہے اسی حال میں موت ہی آجائے، مکمل سات روز تک اسی طرح بندھے رہے، ان کی بیوی اور لڑکی ان کی نگہداشت کرتی تھیں، انسانی ضرورت اور نماز کے وقت کھول دیتیں اور پھر باندھ دیتیں کھانے پینے کے پاس بھی نہ جاتے تھے، حتی کہ غشی طاری ہو جاتی تھی، پیغمبر علیہ السلام نے اطلاع پا کر فرمایا کہ اگر وہ اول وہلے ہی میں میرے پاس آجاتے تو میں ان کے لیے استغفار کرتا اور ان کی توبہ قبول ہو جاتی، مگر اب تو انہیں انتظار ہی کرنا ہے، چنانچہ سات روز کے بعد آخر شب میں آپ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، بعض حضرات نے خوشخبری سنائی، اور کھولنا چاہا مگر انہوں نے کہا کہ جب تک حضورؐ مجھے نہ کھولیں گے میں کھلنا پسند نہ کرونگا، چنانچہ آپ صبح کو مسجد میں تشریف لا کر اپنے دست مبارک سے ان کو کھولا، آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے، واللہ اعلم۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاۗءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَاۗءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَاۗؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَاۗءً وَّتَصْدِيَةً ۭ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰي بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(اور) اے ایمان والو (اطاعت کی اور برکات سنو وہ یہ کہ) اگر تم اللہ سے ڈر (کر اطاعت کر) تے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا (اس میں ہدایت اور نور قلب جس سے حق و باطل میں علمی فیصلہ ہوتا ہے اور غلبہ علی الاعداء اور نجات آخرت جس سے حق و باطل میں عملی فیصلہ ہوتا ہے سب آ گیا) اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بڑے فضل والا ہے (خدا جانے اپنے فضل سے اور کیا کیا دیدے جو قیاس و گمان میں بھی نہ آتا ہو) اور (اے محمد مسلمانوں کے سامنے تذکیر نعمت کے لیے) اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت (بری بری) تدبیریں سوچ رہے تھے کہ (آیا) آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر (ان تدبیروں کے دفع کرنے کے لیے) کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے (جس کے سامنے ان کی ساری تدبیریں گاؤ خورد ہو گئیں اور آپ بال بال محفوظ رہے اور صحیح سالم مدینہ آ پہنچے۔ چونکہ آپ کا اس طرح بچ رہنا مؤمنین کے حق میں بے انتہا ابواب سعادات کی مفتاح ہے اس لیے اس واقعہ کے ذکر کا حکم فرمایا) اور (ان کفار کی حالت یہ ہے کہ) جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن (کر دیکھ) لیا (یہ تو کوئی معجزہ نہیں کیونکہ) اگر ہم ارادہ کریں تو اس کے برابر ہم بھی کہہ لائیں (پس) یہ (قرآن) تو (کلام الٰہی و معجزہ وغیرہ) کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آ رہی ہیں (کہ پہلے اہل ملل بھی یہی دعویٰ توحید و بعثت وغیرہ کرتے آئے ہیں انہی کے مضامین آپ نقل کر رہے ہیں) اور (اس سے بڑھ کر قابل ذکر وہ حالت ہے) جب کہ ان لوگوں نے (اپنے اس جہل مرکب میں غایت صلابت و جلادت ظاہر کرنے کو یہ بھی) کہا کہ اے اللہ اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر (اس کے نہ ماننے کی وجہ سے) آسمان سے پتھر برسایئے یا ہم پر کوئی (اور) دردناک عذاب واقع کر دیجئے (جو کہ خارق عادت ہونے میں مثل بارش سنگ کے ہو اور جب ایسے عذاب واقع نہ ہوئے تو اپنی حقانیت پر ناز کرتے ہیں) اور (یہ نہیں سمجھتے کہ باوجود ان کے بطلان کے خاص موانع کی وجہ سے یہ عقوبات مذکورہ نازل نہیں ہوتیں ان موانع کا بیان یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو (ایسا) عذاب دیں اور (نیز) اللہ تعالیٰ ان کو (ایسا) عذاب نہ دیں گے جس حالت میں وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں (گو وہ آخرت میں بوجہ ایمان نہ ہونے کے نافع نہ ہو لیکن

www.toobaaelibrary.com

آخر عمل صالح ہے دنیا میں تو کفار کو نافع ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ ان عقوبات خارقہ سے دو امر مانع ہیں ایک حضورؐ کا تشریف رکھنا مکہ میں یا دنیا میں۔ اور دوسرا ان لوگوں کا اپنے طواف وغیرہ میں یہ کہنا غفرانک جو کہ بعد ہجرت و بعد وفات بھی باقی تھا اور ایک مانع حدیثوں میں ہے کہ حضورؐ کی امت میں کسی کا ہونا گو امت دعوت ہی ہو یہ مانع باوجود کسی کے استغفار نہ کرنے کے بھی باقی ہے پس یہ امور فی نفسہٖ مانع ہوئے گو احیاناً مانع کے ہوتے ہوئے بھی کوئی عذاب خارق کسی عارضی مصلحت سے واقع ہو جائے جیسا قذف و مسخ کا قرب قیامت میں ہونا حدیثوں میں وارد ہے)۔ اور (ان موانع کے سبب عذاب خارق نازل نہ ہونے سے بالکل ہی عذاب سے مطمئن نہ ہو جائیں کیونکہ جس طرح امور مذکورہ مانع عذاب ہیں اسی طرح ان کی حرکتیں مقتضی عذاب بھی ہیں پس مانع کا اثر عذاب خارق میں ظاہر ہوا اور مقتضی کا اثر نفس عذاب میں ظاہر ہوگا کہ عذاب غیر خارق ان پر نازل ہوگا چنانچہ اسی مقتضی کا بیان فرماتے ہیں کہ) ان کا کیا استحقاق ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ (بالکل ہی معمولی) سزا (بھی) نہ دے حالانکہ (ان کی یہ حرکتیں مقتضی سزا کی ہیں مثلاً) وہ لوگ (پیغمبر ﷺ اور مسلمانوں کو) مسجد حرام (میں جانے اور اس میں نماز پڑھنے اور اس میں طواف کرنے) سے روکتے ہیں (جیسا حدیبیہ میں حقیقۃً روکا جس کا قصہ سورۂ بقرہ میں گذر چکا اور زمانہ قیام مکہ میں حکماً روکا کہ اس قدر تنگ کیا کہ ہجرت کی ضرورت ہوئی) حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی (بننے کے بھی لائق) نہیں (اور عابدین کو روکنا تو درکنار رہا جس کا اختیار خود متولی کو بھی نہیں ہوتا) اس کے متولی (بننے کے لائق) تو سوا متقیوں کے (کہ وہ اہل ایمان ہیں) اور کوئی بھی اشخاص نہیں لیکن ان میں اکثر لوگ (اپنی نالائقی) کا علم نہیں رکھتے (خواہ علم ہی نہ ہو یا یہ کہ جب اس علم پر عمل نہ کیا تو مثل عدم علم کے ہے غرض جو سچ مچ نمازی تھے ان کو تو مسجد سے اس طرح روکا) اور (خود مسجد کا کیسا حق ادا کیا اور اس میں کیسی اچھی نماز پڑھی جس کا بیان یہ ہے کہ) ان کی نماز خانۂ کعبہ (مذکور بعنوان مسجد حرام) کے پاس صرف یہ تھی سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا (یعنی بجائے نماز کے ان کی یہ نامعقول حرکتیں ہوتی تھیں) سو (ان حرکات کا ضرور مقتضا ہے کہ ان پر کوئی عذاب گو وہ معمولی اور عادی ہو نازل کر کے ان کو خطاب کیا جائے کہ لو) اس عذاب کا مزہ چکھو اپنے کفر کے سبب (جس کا ایک اثر وہ قول ہے لو نشاءُ الخ اور ایک اثر وہ قول ہے۔ انْ کان ھٰذا الخ اور ایک اثر وہ فعل ہے یَصُدُّوْنَ الخ اور ایک اثر وہ فعل ہے۔ مُکَاءً وَّ تَصْدِیَۃً الخ، چنانچہ غزوات متعددہ میں یہ سزا واقع ہوئی جیسا کہ اس سورت کے رکوع دوم میں بھی ہے ذٰلِکُمْ فَذُوْقُوْہُ الخ بَعْدَ

www.toobaaelibrary.com

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا الخ کہ یہاں تک تو ان لوگوں کے اقوال و اعمال بدنیہ کا ذکر تھا آگے ان کے اعمال مالیہ کا بیان ہے کہ (بلاشک کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لیے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے (یعنی دین سے لوگوں کو) روکیں (چنانچہ حضورؐ کے مقابلہ اور مخالفت کے سامان جمع کرنے میں ظاہر ہے جو کچھ خرچ ہوتا تھا اس میں یہی غرض تھی) سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو (اسی غرض کے لیے) خرچ کرتے رہیں گے (مگر) پھر (آخر میں جب آثار ناکامی کے محسوس ہوں گے) وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے (کہ خواہ مخواہ خرچ کیا اور) پھر (آخر) مغلوب (ہی) ہو جائیں گے (جس سے حسرت ضیاع اموال کے ساتھ یہ دوسری حسرت مغلوبیت کی جمع ہو جائے گی) اور یہ سزا و حسرت و مغلوبیت تو ان کی دنیا میں ہے باقی آخرت کی سزا الگ ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) کافروں کو دوزخ کی طرف (لے جانے کے لیے قیامت میں) جمع کیا جائے گا تا کہ اللہ تعالیٰ ناپاک (لوگوں) کو پاک (لوگوں) سے الگ کر دے (کیونکہ جب دوزخیوں کو دوزخ کی طرف لائیں گے ظاہر ہے کہ اہل جنت ان سے علیحدہ رہ جائیں گے) اور (ان سے الگ کر کے) ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے یعنی ان سب کو متصل کر دے پھر (متصل کر کے) ان سب کو جہنم میں ڈال دے ایسے ہی لوگ خسارہ میں ہیں (جس کا کہیں منتہی نہیں۔

تلخیص معارف و مسائل

اس رکوع کی پہلی آیت میں، پچھلی آیت (۲۸) کے مضمون کی تکمیل ہے، یعنی جو شخص آزمائش میں ثابت قدم رہے اور تقویٰ اختیار کرے اسے صلہ میں تین چیزیں عطا ہوتی ہیں، فرقان، کفارۂ سیئات اور مغفرت۔

فرقان یعنی جو دو چیزوں میں واضح طور پر فرق کر دے اسی لیے فیصلہ کو بھی فرقان کہتے ہیں اور اہل حق کے ساتھ اللہ کی مدد کو بھی فرقان کہتے ہیں کہ اس سے حق و باطل میں فرق واضح ہو جاتا ہے، چنانچہ غزوۂ بدر کو یوم الفرقان سے موسوم کیا ہے، اکثر مفسرین صحابہؓ کے نزدیک مفہوم یہی ہے کہ جس کے ساتھ اللہ کی نصرت و مدد ہوتی ہے وہ دشمن کی گزند سے محفوظ رہتا ہے۔

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ● ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید!

نیز فرقان سے مراد عقل و بصیرت ہے جس سے حق و باطل میں فرق و امتیاز سہل ہو جاتا ہے۔

دوسری چیز کفارۂ سیئات ہے یعنی دنیا میں اس کے بدلے میں اعمال صالحہ کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے جو تمام لغزشوں پر غالب ہو جاتی ہے، تیسری چیز مغفرت ہے، آخر میں فضل و انعام کا ذکر ہے،

www.toobaaelibrary.com

مذکورہ تینوں چیزیں تو بطور جزا اور بدلے کے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام، کسی داد و دہش کے پیمانہ کے ساتھ مقید نہیں ہے، ان تین چیزوں کے علاوہ بھی بندوں کو بہت بڑی امیدیں رکھنی چاہئے۔

• دوسری آیت "وَاِذْ یَمْکُرُ بِكَ الخ" میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام، صحابہ کرامؓ بلکہ پوری دنیا پر ایک خاص فضل واحسان کا ذکر ہے، وہ یہ کہ قبل از ہجرت پیغمبر علیہ السلام، کفار کے نرغہ میں تھے اور یہ آپ کو قید، یا قتل کرنے کے مشورے کر رہے تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے ناپاک عزم کو خاک میں ملا دیا، اور آپ کو بعافیت وسلامت مدینہ طیبہ پہنچا دیا۔ سیرت کی کتابوں میں کفار کے مشوروں کا تذکرہ تفصیل سے مذکور ہے۔

ہجرت کی شب میں پیغمبر علیہ السلام کے حکم سے سیدنا حضرت علیؓ نے آپ کے بستر پر شب گزاری، حضرت علیؓ کا اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا یہ آپ کے خاص فضائل میں سے ہے۔

لفظ "مکر" کا معنی لغت عربی میں یہ ہے کہ کسی حیلہ وتدبیر کے ذریعہ مقابل شخص اس کے ارادے سے روک دیا جائے، اگر یہ نیک مقصد ہے تو محمود ہے ورنہ مذموم اور برا ہے، اسی لیے یہ لفظ انسان اور اللہ تعالیٰ دونوں کے لیے بولا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لیے صرف ایسے ماحول میں استعمال ہوتا ہے جہاں سیاق وسباق کے ذریعہ مکر مذموم کا شبہ نہ ہو سکے، (مظہری) جیسے یہاں ہے۔

"وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰهُ" فعل مضارع ہیں جو حال اور استقبال دونوں پر دلالت کرتا ہے، مطلب یہ ہے کہ یہ اہل ایمان کی ایذا رسانی کفار کا دائمی شعار رہے گا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی نصرت اور امداد بھی سچے مسلمانوں کے ساتھ دائمی رہے گی۔

(۳۱) اکتیسویں اور (۳۲) بتیسویں آیت میں دار الندوہ کے ایک شریک نضر بن حارث کی ایک بیہودہ گفتگو، اور (۳۳) تینتیسویں آیت میں اس کا جواب دیا گیا ہے، نضر بن حارث ایک تاجر پیشہ شخص تھا، تجارتی اسفار میں یہود ونصاریٰ کی کتابیں دیکھنے کا اسے اتفاق ہوتا تھا، جب اس نے قرآن کریم میں پچھلی امتوں کے حالات سنے تو کہنے لگا، "قَدْ سَمِعْنَا الخ" جب بعض صحابہ کرامؓ نے اسے لاجواب کیا کہ اس جیسی کوئی ایک ہی سورت بنا کر لاؤ تو، مگر اس سلسلے میں ساری ہی کوششیں بیکار گئیں، صحابہؓ کرام نے جب اس کلام الٰہی کا حق ہونا بیان کیا تو نضر نے اپنے غلط مذہب پر پختگی دکھلانے کے لیے کہنے لگا، "وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ الخ" قرآن کریم نے اس کا جواب آیت (۳۳) تیئیس میں دیا، تمام ہی انبیاء علیہم السلام کے ساتھ یہ دستور الٰہی ہے، جیسے حضرت

www.toobaaelibrary.com

ہود، حضرت صالح، اور حضرت لوط علیہم السلام، کے معاملہ میں مشاہدہ ہوا کہ جب تک یہ بستی سے باہر نہیں نکال لیے گئے، ان کی قوم پر عذاب نہیں آیا، پھر یہ کہ آپ رحمۃ للعلمین ہیں۔ آپ کے کسی بستی میں ہوتے ہوئے ان پر عذاب عام آنا آپ کی شان رحمت کے خلاف تھا۔

پھر ہجرت مدینہ کے بعد آیت کا دوسرا حصہ نازل ہوا کہ " وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ " کہ آپ کے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد عذاب عام کا مانع رفع ہو گیا مگر ایک مانع پھر بھی یہ رہا کہ بہت سے ضعفاء مسلمین جو ہجرت نہ کر سکتے تھے اور مکہ میں رہ گئے تھے، وہ اللہ سے استغفار کرتے رہتے تھے، پھر ان حضرات کے ہجرت کر جانے کے بعد مانع مرتفع ہو گیا، اور بعد کی آیت "وَمَا لَهُمْ اَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ الخ" کا جملہ نازل ہوا، کہ مخالفت اسلام کے ساتھ ایک اور جرم کا اضافہ ہو گیا کہ مسلمان عبادت گزار عمرہ وطواف کو مسجد حرام سے روکنے لگے، جس کا واقعہ صلح حدیبیہ میں پیش آیا تھا (۶ھ) اور پھر ان پر فتح کے ذریعہ (۸ھ) میں عذاب نازل کیا گیا۔

اور چونکہ آپ کی رسالت قیامت تک اور ساری دنیا کے لیے ہے اس لیے یہ امت قیامت تک کے لیے عذاب عام سے مامون رہے گی۔

دوسرا جرم ان کا یہ ہے کہ یہ اپنی حماقت سے خود کو مسجد حرام کا متولی سمجھ بیٹھے تھے، انہیں یہ غلط فہمی تھی کیونکہ مسجد کا متولی کوئی کافر نہیں ہو سکتا، اور یہ کہ متولی کو عام حالات میں مسجد میں آنے جانے سے روکنے کا حق نہیں ہے، الا یہ کہ کوئی خاص مانع ہو، یعنی بے حرمتی ہو یا نمازی کی تکلیف کا اندیشہ ہو، یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ مسجد کا متولی مسلمان دیندار پرہیزگار ہونا چاہئے۔

ان کا تیسرا جرم یہ تھا کہ کفر وشرک کی گندگی کے ساتھ ان کے اعمال وافعال بھی عام انسان کی سطح سے بھی گرے ہوئے تھے، یہ اپنے جس فعل کو نماز سمجھے ہوئے تھے وہ بجز اس کے نہیں تھے کہ یہ منہ سے سیٹیاں ہاتھوں سے تالیاں بجائیں، بھلا یہ عبادت ہوتی ہے۔

اسی لیے آخر میں فرمایا: فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ یہاں عذاب آخرت کے ساتھ عذاب دنیا بھی مراد ہو سکتا ہے جو غزوۂ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے ان پر نازل ہوا۔

آیت: ۳۶: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ الخ میں کفار مکہ کے ایک اور واقعہ کا بیان ہے، یعنی انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لیے جو مال عظیم جمع کیا اور خرچ کیا مگر ناکام، اور ذلت ہاتھ آئی۔

بروایت محمد ابن اسحاق حضرت ابن عباسؓ سے یہ مروی ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ اُحد سے متعلق ہے کہ

www.toobaaelibrary.com

جو غزوۂ بدر سے بچے کھچے زخم خوردہ نے مسلمانوں سے انتقام کے جذبہ کے تحت یہ مال عظیم جمع کیا، مگر قرآن کریم نے اپنے پیغمبر کو پہلے ہی اس کے انجام کی خبر دیدی، مگر بغوی وغیرہ بعض مفسرین نے اس آیت کے مضمون کو غزوۂ بدر کے اخراجات پر محمول کیا ہے۔ (مظہری)

آیت کے آخر میں آخرت کے انجام بد کا بیان ہے۔

آیت :۳۷: لِيَمِيزَ اللّٰهُ الخ میں جو واقعات مذکورہ کے کچھ نتائج کا بیان ہے، وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ یعنی جس طرح دنیا کا نظام باہمی کشش پر قائم ہے اسی طرح اعمال اور اخلاق میں بھی کشش ہے، یعنی اچھا عمل اچھے عمل کو اور برا عمل برے عمل کو کھینچتا ہے۔

اور بہت سے مفسرین نے اسے عام قرار دیتے ہوئے الطَّيِّبَ سے مؤمن اور الْخَبِيثَ سے کافر مراد لیے ہیں، یعنی مؤمن اور کافر میں امتیاز ہو جائے۔

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰي عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ۭ وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اے محمدؐ آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ (اپنے کفر سے) باز آجائیں گے (اور اسلام قبول کرلیں) تو ان کے سارے گناہ جو (اسلام سے) پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیے جائیں گے (یہ حکم تو حالت اسلام کا ہوا: اور اگر اپنی وہی (کفر کی) عادت رکھیں گے تو (ان کو سنا دیجئے کہ) کفار سابقین کے حق میں (ہمارا)

www.toobaaelibrary.com

قانون نافذ ہو چکا ہے (کہ دنیا میں ہلاک اور آخرت میں عذاب وہی تمہارے لیے ہوگا، چنانچہ قتل سے ہلاک بھی ہوئے اور غیر کفار عرب کا ہلاک ذمی ہونا بھی ہے تو جانو)۔ اور (پھر ان کے کافر رہنے کی صورت میں اے مسلمانوں) تم ان (کفار عرب) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے اور (اللہ کا) دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جائے (اور کسی کے دین کا خالصۃً اللہ ہی کے لیے ہو جانا موقوف ہے قبول اسلام پر۔ تو حاصل یہ ہوا کہ شرک چھوڑ کر اسلام اختیار کریں۔ خلاصہ یہ کہ اگر اسلام نہ لائیں تو ان سے لڑو جب تک اسلام نہ لائیں کیونکہ کفار عرب سے جزیہ نہیں لیا جاتا) پھر اگر یہ (کفر سے) باز آ جائیں تو (ان کے ظاہری اسلام کو قبول کرو دل کا حال مت ٹٹولو کیونکہ اگر یہ دل سے ایمان نہ لائیں گے تو) اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں (وہ آپ سمجھ لیں گے تم کو کیا) اگر (اسلام سے) روگردانی کریں تو (اللہ کا نام لے کر ان کے مقابلہ سے مت ہٹو اور) یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ (ان کے مقابلہ میں) تمہارا رفیق ہے وہ بہت اچھا رفیق ہے اور بہت اچھا مددگار ہے (سو وہ تمہاری رفاقت اور نصرت کرے گا)۔ اور اس بات کو جان لو کہ جو شی (کفار سے) بطور غنیمت کے تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ (اس کے کل پانچ حصے کیے جائیں جن میں سے چار حصے تو مقاتلین کا حق ہے اور ایک حصہ یعنی) اس کا پانچواں حصہ (پھر پانچ حصوں پر تقسیم ہوگا جن میں سے ایک تو) اللہ کا اور اس کے رسول کا ہے (یعنی رسول اللہؐ کو ملے گا جن کو دینا بمنزلہ اس کے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر دیا) اور (ایک حصہ) آپ کے قرابت داروں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے (ایک حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز (پر یقین رکھتے ہو) جس کو ہم نے اپنے بندہ (محمدؐ) پر فیصلہ کے دن (یعنی) جس دن کہ (بدر میں) دونوں جماعتیں (مؤمنین اور کفار کی) باہم مقابل ہوئی تھیں نازل فرمایا تھا (مراد اس سے امداد غیبی بواسطۂ ملائکہ کے ہے یعنی اگر ہم پر اور ہمارے الطاف غیبیہ پر یقین رکھتے ہو تو اس حکم کو جان رکھو اور عمل کرو یہ اس لیے بڑھا دیا کہ خمس نکالنا شاق نہ ہو اور یہ سمجھ لیں کہ یہ ساری غنیمت اللہ ہی کی امداد سے تو ہاتھ آئی پھر اگر ہم کو ایک خمس نہ ملا تو کیا ہوا وہ چار خمس بھی تو ہماری قدرت سے خارج تھے بلکہ محض قدرت الٰہیہ سے حاصل ہوئے) اور اللہ (ہی) ہر شی پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں (پھر تمہارا استحقاق تو اتنا بھی نہیں تھا یہ بہت مل گیا)۔ یہ وقت وہ تھا جب تم میدان کے ادھر والے کنارے پر تھے (یعنی کفار) اس میدان کے ادھر والے کنارے پر تھے (ادھر والے سے مراد مدینہ سے نزدیک کا

www.toobaaelibrary.com

موقع اور اُدھر سے والے سے مراد مدینہ سے دور کا موقع) اور وہ قافلہ (قریش کا) تم سے نیچے کی طرف کو (بچا ہوا) تھا (یعنی سمندر کے کنارے کنارے جا رہا تھا حاصل یہ کہ پورے جوش کا سامان جمع ہو رہا تھا کہ دونوں آپس میں آمنے سامنے تھے کہ ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر جوش میں آئے اُدھر قافلہ رستہ ہی میں تھا جس کی وجہ سے لشکر کفار کو اس کی حمایت کا خیال دلنشیں ہوا جس سے اور جوش میں زیادتی ہو غرض وہ ایسا شدید وقت تھا پھر بھی خدا تعالیٰ نے تم پر امداد غیبی نازل کی جیسا اوپر ارشاد ہوا ہے اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا) اور (وہ تو مصلحت یہ ہوئی کہ اتفاقاً مقابلہ ہو گیا ورنہ) اگر (پہلے سے حسب معمول و عادت تم اور وہ (لڑائی کے لیے) کوئی بات ٹھیراتے (کہ فلاں وقت لڑیں گے) تو (مقتضا حالت موجودہ کا یہ تھا کہ) ضرور اس تقرر کے بارہ میں اختلاف ہوتا (یعنی خواہ صرف مسلمانوں میں باہم کہ بوجہ بے سروسامانی کے کوئی کچھ کہتا کوئی کچھ کہتا اور خواہ کفار کے ساتھ اختلاف ہوتا جس کی وجہ اس طرف کی بے سروسامانی اور اس طرف مسلمانوں کا رعب بہرحال دونوں طرح اس جنگ کو نوبت نہ آتی پس اس میں جو فوائد ہوئے وہ ظہور میں نہ آتے جنکا بیان لیھلك میں آتا ہے) لیکن (اللہ تعالیٰ نے ایسا سامان کر دیا کہ اس کی نوبت نہیں آئی بلا قصد لڑائی ٹھن گئی) تاکہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے یعنی تاکہ (حق کا نشان ظاہر ہو جائے اور) جس کو برباد (یعنی گمراہ) ہونا ہے وہ نشان آئے پیچھے برباد ہو اور جس کو زندہ (یعنی ہدایت یافتہ) ہونا ہے وہ (بھی) نشان آئے پیچھے زندہ ہو (مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کو منظور تھا لڑائی ہونا تاکہ ایک خاص طریق سے اسلام کا حق ہونا ظاہر ہو جائے کہ اس قلت عدد و کم سامانی پر مسلمان غالب آئے جو کہ خارق عادت ہے جس سے معلوم ہوا کہ اسلام حق ہے پس اس سے حجت الٰہیہ تام ہو گئی اس کے بعد جو گمراہ ہو گا وہ وضوح حق کے بعد ہو گا کہ جس میں عذاب کا پورا استحقاق ہو گیا اور عذر کی گنجائش ہی نہ رہی اسی طرح جس کو ہدایت ہونا ہو گا وہ حق کو قبول کر لے گا۔ خلاصہ حکمت یہ ہوا کہ حق واضح ہو جائے) اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں (کہ اس وضوح کے بعد زبان اور قلب سے کون کفر کرتا ہے اور کون ایمان لاتا ہے اور) وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے خواب میں آپ کو وہ لوگ کم دکھلائے (چنانچہ آپ نے صحابہ کو اس خواب کی خبر کی ان کے دل خوب قوی ہو گئے) اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو وہ لوگ زیادہ کر کے دکھا دیتے (اور آپ صحابہ سے فرما دیتے) تو (اے صحابہ تمہاری ہمتیں ہار جاتیں اور اس امر (قتال) میں تم میں باہم نزاع (اور اختلاف) ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے (اس کم ہمتی اور اختلاف سے تم کو) بچا

www.toobaaelibrary.com

لیا بیشک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے (اس کو معلوم تھا کہ اس طرح ضعف پیدا ہوگا اس طرح قوت۔ اس لیے ایسی تدبیر کی) اور (صرف خواب ہی میں آپ کو دکھلانے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تم حکمت کے لیے بیداری میں مقابلہ کے وقت مسلمانوں کی نظر میں بھی کفار کم دکھلائی دیے جیسا کہ بالعکس بھی ہوا جو کہ واقع کے مطابق بھی تھا چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جب کہ تم مقابل ہوئے ان لوگوں کو تمہاری نظر میں کم کر کے دکھلا رہے تھے اور (اسی طرح) ان کی نگاہ میں تم کو کم کر کے دکھلا رہے تھے تاکہ جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دے (جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے لیھلك من ھلك الخ) اور سب مقدمے خدا ہی کی طرف رجوع کیے جائیں گے۔ وہ مالک اور حی یعنی گمراہ اور مہتدکو سزا و جزا دیں گے۔

تلخیص معارف و مسائل

اس رکوع کی پہلی آیت قُلْ لِّلَّذِيْنَ میں کفار کے لیے ایک مربیانہ خطاب ہے، جس میں ترغیب بھی ہے، اور ترہیب بھی یعنی اگر توبہ کرلیں تو سارے گناہ معاف، ورنہ جو قانون پہلے کافروں کے ساتھ جاری ہو چکا ہے وہی ان پر جاری ہوگا۔

آیت:۳۹: وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ الخ فتنہ سے مراد کفر و شرک ہے اور اَلدِّيْنُ سے مراد اسلام ہے، یا دین سے مراد قہر و غلبہ کے ہیں۔

تفسیر کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں پر اعداء اسلام کے خلاف جہاد اس وقت تک واجب ہے جب تک مسلمانوں پر ان کے مظالم کا فتنہ ختم نہ ہو جائے اور اسلام کو سب ادیان پر غلبہ حاصل نہ ہو جائے، یعنی قرب قیامت تک یہ صورت رہے گی، بصورت جہاد و قتال دو صورت پیدا ہو سکتی تھی ایک یہ کہ مسلمان ہو کر جور و ظلم سے باز آجائیں، یا یہ کہ اپنے مذہب پر رہتے ہوئے اطاعت قبول کرلیں اور ظلم و جور سے باز آجائیں، دوسری صورت یہ کہ اسلام اور اطاعت کے بجائے مقابلہ پر تلے رہیں، دونوں صورتوں کے احکام ان آیت میں مذکور ہیں، فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

بایں صورت نفاق اور منافقت کا بھی اندیشہ تھا، مگر اس صورت کو اللہ رب العزت نے اپنے اوپر لے لیا اور فرمایا کہ اگر منافقت ہوگی تو اللہ خوب جانتا ہے جو وہ کر رہے ہیں۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا الخ یعنی پھر وہی حکم ہے کہ ان سے قتال جاری رکھیں، اور قلت سامان سے گھبرائیں نہیں مسلمانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جو غیبی نصرت و حمایت ہے جس کا مشاہدہ وہ کرتے رہے ہیں،

www.toobaaelibrary.com

وہ خائنین کو کہاں سے حاصل ہو سکتی ہے، اور اللہ سب سے بہتر حمایتی اور مددگار ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ الخ اس آیت میں مال غنیمت (دشمن سے حاصل کیا ہوا، یا غیر مسلموں سے جنگ وقتال اور قہر وغلبہ سے حاصل کیا ہوا مال) کے احکام اور اس کی تقسیم کا قانون مذکور ہے۔

باغیوں کے جان ومال سب مباح کر دیے گئے، انہیں اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے اموال سے نفع اٹھانے کا حق نہیں رہا، انکے اموال بحق سرکار ضبط ہو گئے۔

زمانہ قدیم میں ایسے اموال سے نفع اٹھانے کا حق کسی کو نہیں ہوتا تھا، بلکہ ایسے اموال کسی کھلی جگہ پر رکھ دیے جاتے اور آسمان سے ایک بجلی آ کر اسے جلا دیتی یہی علامت تھی اس جہاد کے قبول ہونے کی، مگر خاتم الانبیاء کی چند خصوصیت میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ مال غنیمت آپ کی امت کے لیے حلال کر دیا گیا اور ایسا کہ اسے اطیب الاموال کہا گیا، کیونکہ مال غنیمت میں کسی مکروہ اور ناجائز کا احتمال نہیں رہتا، یہ براہ راست اللہ کی ملکیت سے ملتا ہے جیسے کنوئیں سے نکالا ہوا پانی اور خودرو گھاس۔

مَا عموم کے لیے ہے، پھر مِنْ شَيْءٍ سے اس عموم کی اور تاکید ہو گئی، یعنی جو کچھ چھوٹی بڑی چیز ہو، یعنی کسی چیز کو معمولی سمجھ کر کوئی شخص تقسیم کے قانون کے علاوہ لے لیگا تو سخت مجرم قرار پائے گا، خواہ ایک سوئی، یا دھاگہ کیوں نہ ہو، اور بغیر حصہ کے مال غنیمت لینے کو "غُلُوْل" کہا گیا اور اس کے لیے شدید وعید آئی ہے۔

قرآن کے قانون کا یہی امتیاز ہے کہ اول خوف خدا اور آخرت کو پیش کر کے ڈرایا گیا اور ثانیاً تعزیری سزائیں بھی جاری کی گئیں، اور صرف خوف خدا ہی وہ چیز تھی جس نے ان اموال میں مسلمان کو ادنیٰ تصرف سے باز رکھا۔

اموال غنیمت چونکہ لوگوں کی ملکیت سے منتقل ہو کر نہیں بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور بطور انعام تقسیم ہوتا ہے، اس سے یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ مال صدقات نہیں ہے اسی لیے رسول اور ذوی القربیٰ کو اس میں شامل کیا گیا ہے، صدقات کا مال شان نبوت کے خلاف ہے۔

پھر ان درجات استحقاق کا فرق قرآن نے بڑی بلاغت، باریک اور لطیف انداز سے ظاہر کیا ہے، پہلے دو پر حرف لام لا کر اختصاص ملکیت کو بیان کیا، باقی تین قسموں کو باہم معطوف بنا کر ذکر کیا، یعنی پیغمبر علیہ السلام کو پابند کرنا نہیں ہے کہ ان اقسام ثلثہ کو ضرور ہی دیں، اور برابر دیں، بلکہ جتنا آپ کی رائے میں ہو، دیں (مظہری) یہی وجہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا (جو ذوی القربیٰ میں آپ سب سے مقدم تھیں) کے سوال پر یہ فرما کر انکار کر دیا کہ میرے سامنے تمہارا حق ضرورت سے زیادہ اہل صفہ

www.toobaaelibrary.com

صحابہ کرام کی ضرورت ہے۔ (بخاری و مسلم)

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں مصارف کا بیان ہے نہ کہ استحقاق کا۔

"یَوْمَ الْفُرْقَانِ" یوم بدر کو یوم الفرقان فرمایا: اسی روز سب سے پہلے مادی اور ظاہری طور پر مسلمانوں کی واضح فتح کی بنا پر کفر اور اسلام کا ظاہری فیصلہ بھی ہو گیا۔

غزوۂ بدر، کفر و اسلام کا وہ پہلا معرکہ تھا جس نے ظاہری اور مادی طور پر بھی اسلام کی برتری اور حقانیت کا ثبوت دیا اس لیے قرآن کریم نے اس کی تفصیل بطور خاص اہتمام سے کیا، اس میں بہت سی حکمتوں میں سے ایک خاص حکمت یہ کہ اس میں مسلمانوں کی فتح اور مشرکین مکہ کی شکست کا ظاہری طور پر کوئی احتمال نہ تھا، مگر اللہ کی غیبی قوت نے سارے اسباب کی کایا پلٹ دی۔

آیت ۴۲: میں ہلاکت سے مراد ظاہری ہلاکت نہیں اور اسی طرح حیات سے مراد ظاہری زندگی نہیں ہے۔ بلکہ معنوی ہلاکت و حیات مراد ہے، معنوی حیات اسلام و ایمان ہے اور ہلاکت و موت شرک و کفر ہے، یعنی حق واضح ہو جانے کے بعد غلط فہمی کا احتمال اور عذر ختم ہو گیا، اب جو کفر اختیار کرتا ہے وہ دیکھتی آنکھوں ہلاکت کی طرف جاتا ہے، اور جو اسلام اختیار کرتا ہے وہ دیکھ بھال کر دائمی زندگی اختیار کرتا ہے۔

آیت ۴۳: اور ۴۴: میں جانبین کو ایک دوسرے کی تعداد کم دکھلانے میں ایک حکمت اور کرشمۂ قدرت دکھلانا تھا، مشرکین کا لشکر زیادہ دیکھ کر مسلمان بھاگ نہ جائیں، اور کفار کے دلوں پر مسلمانوں کی رعب اللہ تعالیٰ نے جمایا ہوا تھا، وہ کثرت و قوت کے باوجود مقابلہ پر آنے سے گھبراتے، اس لیے قدرت کے نظام نے جانبین سے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ زیادہ سوچنے سمجھنے کا موقعہ بھی نہ ملے۔

وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا: اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ دونوں میں جنگ ہو جائے اور پھر جو نتائج اسلام کی فتح کے ظہور میں آنے والے ہیں وہ سامنے آ جائیں۔ چنانچہ قلیل تعداد اور محاذ جنگ کے اعتبار سے بے موقع تین سو تیرہ بے سر و سامان، فاقہ زدہ مسلمانوں کی ایک ٹولی، اس پہاڑ سے ٹکراتی ہے تو یہ پہاڑ پاش پاش ہو جاتا ہے، معلوم ہوا کہ ان کی پشت پر کوئی بڑی قدرت کام کر رہی تھی۔

اور یہ قلیل تعداد دکھلانے کا واقعہ دو مرتبہ پیش آیا، آیت (۴۳) میں خواب کا واقعہ اور آیت (۴۴) میں بیداری کا واقعہ مذکور ہے، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہماری نظروں میں اپنا مد مقابل لشکر ایسا نظر آ رہا تھا کہ میں نے اپنے قریب کے ایک آدمی سے کہا کہ یہ لوگ (۹۰) نوے کی تعداد میں ہوں گے، اس نے کہا کہ (۱۰۰) سو ہوں گے۔

www.toobaaelibrary.com

مسلمانوں کی تعداد ویسے بھی کم تھی جو دکھلادی گئی یا یہ کہ اس سے بھی کم دکھلائی گئی جب کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ابوجہل نے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ان کی تعداد تو اس سے زیادہ نہیں معلوم ہوتی جن خوراک ایک اونٹ ہو، یعنی (۱۰۰) سو۔ عرب میں اسی طرح تعداد کا اندازہ قائم کیا جاتا تھا، پیغمبر علیہ السلام نے دریافت فرمایا تھا تو آپ کو بھی بتایا گیا تھا کہ ان کی لشکر میں روزانہ (۱۰) دس اونٹ ذبح کیے جاتے ہیں جس سے آپؐ نے ایک ہزار لشکر کا تخمینہ قائم فرمایا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ اِنِّىْٓ اَرٰي مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اے ایمان والو جب تم کو (کفار کی کسی) جماعت سے (جہاد میں) مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو (ان آداب کا لحاظ رکھو ایک یہ کہ ثابت قدم رہو (بھاگو مت) اور (دوسرے یہ کہ) اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو (کہ ذکر سے قلب میں قوت ہوتی ہے) امید ہے کہ تم (مقابلہ میں) کامیاب ہو (کیونکہ ثبات قدم اور ثبات قلب جب جمع ہوں تو کامیابی غالب ہے) اور (تیسرے یہ کہ تمام امور متعلقہ حرب میں) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت (کا لحاظ کیا کرو (کہ کوئی کاروائی خلاف شرع نہ ہو) اور (چوتھے یہ کہ اپنے امام سے اور باہم بھی) نزاع مت کرو ورنہ (باہمی نااتفاقی سے) کم ہمت ہو جاؤ گے (کیونکہ قوتیں منتشر ہو جائیں گی ایک دوسرے پر وثوق نہ ہوگا اور اکیلا آدمی کیا کر سکتا ہے) اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (ہوا خیزی سے مراد بدرعی ہے کیونکہ دوسروں کو اس نااتفاقی کی اطلاع ہونے سے یہ امر لازمی ہے) اور (پانچویں یہ کہ اگر کوئی امر ناگواری کا پیش آئے تو اس پر) صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں (اور معیت الٰہی موجب نصرت ہے) اور (چھٹے یہ کہ نیت خالص رکھو تفاخر اور نمائش میں) ان (کافر) لوگوں کے مشابہ مت ہونا کہ جو (اسی واقعۂ بدر میں) اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو (اپنی شان وسامان) دکھلاتے ہوئے نکلے اور (اس فخر وریا کے ساتھ یہ بھی نیت تھی کہ) لوگوں کو اللہ کے رستہ (یعنی دین) سے

www.toobaaelibrary.com

روکتے تھے (کیونکہ مسلمانوں کو زک دیتے چلے تھے جس کا اثر عام طبائع پر بھی دین سے بعد ہوتا (اور اللہ تعالیٰ (ان لوگوں کو پوری سزا دے گا چنانچہ وہ) ان کے اعمال کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔ اور اس وقت کا ان سے ذکر کیجئے جب کہ شیطان نے ان (کفار) کو (بذریعہ وسوسہ) ان کے اعمال (کفریہ عداوت ومخالفت رسول اللہ ﷺ) خوشنما کر کے دکھلائے (کہ انہوں نے ان باتوں کو اچھا سمجھا) اور (وسوسہ سے بڑھ کر یہ کیا کہ بالمشافہ ان سے) کہا کہ (تم کو وہ قوت وشوکت ہے کہ تمہارے مخالف) لوگوں میں سے آج کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں اور میں تمہارا حامی ہوں (نہ بیرونی دشمنوں سے ڈرو اور نہ اندرونی دشمنوں سے اندیشہ کرو) پھر جب دونوں جماعتیں (کفار ومسلمین کی) ایک دوسرے کے بالمقابل ہوئیں (اور اس نے ملائکہ کا نزول دیکھا) تو وہ الٹے پاؤں بھاگا اور یہ کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں، میں حامی وامی کچھ نہیں بنتا کیونکہ) میں ان چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں (مراد فرشتے ہیں) میں خدا سے ڈرتا ہوں (کبھی کسی فرشتہ سے دنیا ہی میں میری خبر لوا دے) اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۴۵- ۴۶: میں میدان جنگ کے لیے قرآنی ہدایت نامہ کی تین دفعات ہیں، (۱) ثبات قلب وقدم، (۲) ذکر اللہ (۳) اطاعت عبادت قلب وقدم میدان جنگ کا سب سے زیادہ کامیاب ہتھیار ہے، دوسرے سارے ہتھیار اس کے بغیر بیکار ہیں۔

ذکر اللہ یہ وہ مخصوص اور معنوی ہتھیار ہے جس سے مؤمن کے سوا ساری دنیا غافل ہے۔ ہر میدان میں جہاں مسلمانوں کا مقابلہ کسی قوم سے ان ہدایات کے مطابق ہوا مخالف کی تمام تر قوت وطاقت اور سارے سامان واسلحہ بیکار ہو گئے، ثبات قدم کے لیے ذکر اللہ سے بہتر کوئی نسخہ نہیں، اور ذاتی اور معنوی برکات تو اپنی جگہ ہے ہی، اللہ کی یاد اور اس پر کامل اعتماد آدمی کی ایک ایسی طاقت ہے جو ضعیف انسان کو پہاڑوں سے ٹکرا جانے پر آمادہ کر دیتی ہے۔

جنگ وقتال کا وقت عادتاً ایسا ہوتا ہے کہ بجائے کسی کی یاد کے، فکر اپنی پڑی رہتی ہے، قرآن کریم نے اس پر خطر موقعہ میں ذکر اللہ کی تلقین فرمائی اور وہ بھی کثیراً کی تاکید کے ساتھ۔

کسی اور عبادت کے ساتھ کثرت کا حکم نہیں ہے مگر ذکر اللہ کے ساتھ کثیراً کا لفظ ہے کیونکہ اس میں نہ کوئی محنت ہے نہ بڑا وقت لگتا ہے، اور بفضل الٰہی اس میں وضو، طہارت لباس اور قبلہ وغیرہ کی کوئی

www.toobaaelibrary.com

پابندی بھی نہیں ہے، اور ذکر اللہ صرف زبان اور دل سے کرنے ہی کو نہیں کہتے بلکہ ہر جائز کام جو اللہ اور رسول کی اطاعت میں رہ کر کیا جائے وہ بھی ذکر اللہ ہے (حصن حصین) اس طرح سوتے ہوئے انسان کو بھی ذاکر کہہ سکتے ہیں، بعض روایات میں ہے، "نومُ العالم عبادةٌ"۔

ذکر الٰہی، میدان جنگ میں کوئی کار مزید نہیں ہے جس میں کوئی مشقت ہو، بلکہ قوت وفرحت بخش ہوتا ہے، کام میں معین ہوتا ہے۔

"وَلَا تَنَازَعُوْا، فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا" اس میں مضر پہلوؤں پر تنبیہ کر کے ان سے بچنے کی ہدایت ہے۔ باہمی اتحاد اور اعتماد میں ہر ایک انسان کے ساتھ پوری جماعت کی طاقت لگی ہوئی ہوتی ہے۔

وَاصْبِرُوْا، کوئی جماعت کتنی متحد الخیال ہو لیکن آراء کا اختلاف طبعی ہے اس لیے خلاف طبع امور پر صبر کرنے اور نظر انداز کرنے کا عادی ہو، قرآن کریم نے نزاع سے بچنے کی ہدایت کے ساتھ صبر کی تلقین بھی ہر فرد جماعت کو کر دی تاکہ نزاع سے بچنا عملی دنیا میں آسان ہو جائے، "وَلَا تَنَازَعُوْا" میں باہمی کشاکش سے روکا ہے، اختلاف رائے کے اظہار سے نہیں منع کیا ہے۔ اگر رائے کا اختلاف دیانت اور اخلاص کے ساتھ ہوتا ہے تو وہ باعث نزاع نہیں بنتا ہے، آخر میں اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ" فرما کر صبر کی تلخی کو دور فرما دیا۔

جب ابوسفیان کا تجارتی قافلہ مسلمانوں کی زد سے بچ کر نکل گیا تو ابوسفیان وغیرہ نے ابوجہل کے پاس قاصد بھیجا کہ اب واپس آجاؤ، آگے بڑھنے کی ضرورت نہیں ہے مگر ابوجہل کبر وغرور میں قسم کھا بیٹھا کہ اس وقت تک واپس نہ ہوں گے جب تک چند روز مقام بدر میں پہنچ کر فتح کا جشن نہ منالیں۔ آیت (۴۷) میں مسلمانوں کو اتراہٹ اور کبر وغرور اور انکے طریقۂ کار سے پرہیز کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔

آیت :۴۸: کے الفاظ سے زیادہ تر تائید اس کی ہوتی ہے کہ (بجائے وسوسہ کے) بشکل انسانی سامنے آکر فریب دیا۔ قبیلہ بنو بکر جو قریش مکہ کا دشمن تھا، قریش مکہ کو اندیشہ وخطرہ تھا کہ ہم ادھر مسلمانوں کے مقابلہ میں جائیں اور اُدھر وہ ہم پر حملہ کر دیں، اس قبیلہ کا بڑا سردار سراقہ بن مالک تھا، شیطان اسی کی صورت میں اس انداز پر سامنے آیا کہ ہاتھ میں جھنڈا، اور ساتھ میں بہادر فوج کا دستہ تھا، اور فریب میں مبتلا کیا کہ "لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ" کیونکہ مجھے جانبین کی فوجی طاقت وقوت اور ان کی قلت وکثرت کا اندازہ ہے، نیز یہ کہ "وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ" اور میں تو تمہارا حامی ہوں مجھ سے خطرہ نہ محسوس کرو،

www.toobaaelibrary.com

میں ذمہ داری لیتا ہوں، اس دوطرفہ فریب سے شیطان نے قریش مکہ کو مقتل کی جانب ہانک دیا۔

چونکہ ادھر سے شیطان حامی ہوا تھا تو ادھر سے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا لشکر حضرت جبریل و میکائیل کی زیر قیادت بھیج دیا، شیطان نے جب یہ صورت دیکھی تو ایک قریشی جوان حارث بن ہشام کے ہاتھ میں سے اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگا، "نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ" اور اس کے روکنے پر جواب دیا "اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ الخ۔ "اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ" یہ شیطان کا جھوٹ تھا، ورنہ نافرمان کیوں ہوتا۔ اور حقیقتاً خائف تھا تو بھی صحیح تھا کیونکہ وہ اللہ کی قدرت کاملہ سے بخوبی واقف تھا، مگر یہ ڈر اخوف بے فائدہ تھا۔

فائدہ: شیطانی دجل وفریب سے حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ کسی کا صرف کلام سن کر بغیر تحقیق حال کے اس کے پیچھے نہ چل پڑنا چاہئے۔ نیز کامیابی کے لیے صرف اخلاص کافی نہیں تاوقتیکہ راستہ اور طریق بھی سیدھا نہ ہو، عمل کا رخ درست ہونا چاہئے۔

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰي قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّ شَرَّ الدَّوَاۗبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰي سَوَاۗءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَاۗىِٕنِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب منافقین (مدینہ والوں میں سے) اور جن کے دلوں میں (شک کی) بیماری تھی (مکہ والوں میں سے مسلمانوں کے بے سروسامانی کے ساتھ مقابلۂ کفار میں آجانا دیکھ کر) یوں کہتے تھے کہ ان (مسلمان) لوگوں کو ان کے دین نے بھول میں ڈال رکھا ہے (کہ اپنے دین کے حق ہونے کے

www.toobaaelibrary.com

بھروسے ایسے خطرہ میں آپڑے۔ اللہ جواب دیتے ہیں) اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو (وہ اکثر غالب ہی آتا ہے کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست ہیں (اس لیے اپنے اوپر بھروسہ کرنے والے کو غالب کردیتے ہیں اور احیاناً ایسا شخص مغلوب ہوجائے تو اسمیں کچھ مصلحت ہوتی ہے کیونکہ) وہ حکمت والے (بھی) ہیں (غرض ظاہری سامان و بے سامانی پر مدار نہیں قادر کوئی اور ہی ہے) اور اگر آپ (اس وقت کا واقعہ) دیکھیں (تو عجیب واقعہ نظر آئے) جب کہ فرشتے ان (موجودہ) کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں (اور) ان کے منہ پر اور ان کی پشتوں پر مارے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ (ابھی کیا ہے آگے چل کر) آگ کی سزا جھیلنا (اور) یہ عذاب ان اعمال (کفریہ) کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنے والے نہیں (سو اللہ تعالیٰ نے بے جرم سزا نہیں دی پس) ان کی حالت (اس بارہ میں کہ کفر پر سزایاب ہوئے) ایسی ہے جیسی فرعون والوں کی اور ان سے پہلے (کافر) لوگوں کی حالت تھی کہ انہوں نے آیات الٰہیہ کا انکار کیا سو خدا تعالیٰ نے ان کے (ان) گناہوں پر ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے سخت سزا دینے والے ہیں (کہ ان کے مقابلہ میں کوئی ایسی قوت نہیں کہ ان کے عذاب کو ہٹا سکے اور) یہ بات (کہ بلا جرم ہم سزا نہیں دیتے) اس سبب سے ہے (کہ ہمارا ایک قاعدہ کلیہ مقرر ہے اور بلا جرم سزا نہ دینا اسی قاعدہ کی ایک فرع ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو نہیں بدلتے جب تک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے جاننے والے ہیں (پس وہ تغیر قولی کو سنتے ہیں تغیر فعلی کو جانتے ہیں۔ سو ان کفار موجودین نے اپنی یہ حالت بدلی کہ ان میں باوجود کفر کے اول ایمان لانے کی استعداد قریب تھی انکار و مخالفت کر کے اس کو بعید کر ڈالا پس ہم نے اپنی نعمت امہال کو جو پہلے سے ان کو حاصل تھی مبدل بدار و گیر کر دیا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے بطریق مذکور نعمت قرب استعداد کو بدل ڈالا)۔ (پس اس امر تغییر میں بھی) ان کی حالت فرعون والوں اور ان سے پہلے والوں کی سی حالت ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا اس پر ہم نے ان کو ان کے (ان) گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا اور (ان میں) فرعون والوں کو خاص طور پر ہلاک کیا کہ (ان کو) غرق کر دیا اور وہ (فرعون والے اور پہلے والے) سب ظالم تھے بلاشبہ بدترین خلائق اللہ کے نزدیک یہ کافر لوگ ہیں (جب یہ علم الٰہی میں ایسے ہیں) تو یہ ایمان نہ لائیں گے جن کی کیفیت ہے کہ آپ ان سے

www.toobaaelibrary.com

(کئی بار) عہد لے چکے ہیں (مگر) پھر (بھی) وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں اور وہ (عہد شکنی سے) ڈرتے نہیں سو اگر آپ لڑائی میں ان لوگوں پر قابو پائیں (اور یہ آپ کے ہاتھ آئیں) تو ان پر حملہ کر کے (اس) کے ذریعہ سے اور لوگوں کو جو کہ ان کے علاوہ ہیں منتشر کر دیجئے تاکہ وہ لوگ سمجھ جائیں (کہ نقض عہد کا یہ وبال ہوا ہم ایسا نہ کریں۔ یہ حکم تو اس وقت ہے کہ جب ان لوگوں نے عہد علانیہ توڑ دیا ہو) اور اگر (ابھی تک علانیہ تو نہیں توڑا لیکن) آپ کو کسی قوم سے خیانت (یعنی عہد شکنی) کا اندیشہ ہو تو (اجازت ہے کہ) آپ وہ عہد ان کو اس طرح واپس کر دیجئے (یعنی اس طرح اس عہد کے باقی نہ رہنے کی اطلاع کر دیجئے) کہ آپ اور وہ (اس اطلاع میں) برابر ہو جائیں (اور بدون ایسی صاف اطلاع کے لڑنا خیانت ہے اور) بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

تلخیص معارف و مسائل

اِذْ یَقُوْلُ الخ آیت (۴۹) میں منافقین مدینہ اور مشرکین مکہ کا ایک مشترک مقولہ منقول ہے، یہ گویا مسلمانوں پر ترس کھا کر کہہ رہے ہیں یعنی انہیں دھوکہ ہو گیا ہے کہ اتنے بڑے لشکر سے ٹکرانے آ گئے ہیں، اللہ تعالیٰ جواباً فرمایا اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝

دور حاضر میں بھی بھولے بھالے مسلمانوں کے بارے میں بہت سے نام نہاد دانشور اسی طرح کی بات کہہ جاتے ہیں نا! گلے دقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو!

آیت: ۵۰: کو بعض ائمہ تفسیر نے کفار قریش کے بارے میں کہا ہے جو میدان بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ پر آئے تھے، بعض حضرات نے الفاظ آیت کے عموم کی بنا پر اس کا مضمون عام رکھا ہے۔

چونکہ اس عذاب کا تعلق عالم برزخ سے ہے اس لیے عام طور پر نظر نہیں آتا، اسی لیے فرمایا "وَلَوْ تَرٰى" یعنی آپ دیکھتے تو بڑا عبرتناک منظر دیکھتے۔

ان مجرموں پر عذاب کوئی انوکھی چیز نہیں بلکہ عادۃ اللہ یہی ہے، ہدایت کے لیے عقل و فہم دیتے ہیں، گرد پیش میں ہدایت کی بیشمار چیزیں ہیں، پھر تنبیہ کے لیے اللہ کی کتاب اور رسول آتے ہیں، معجزات بھی دکھلاتے ہیں، ان سب میں سے جب کسی پر بھی کان نہ دھرا جائے گا تو عذاب آئے گا ہی، جیسے فرعون کے احوال۔

آیت: ۵۳: میں بظاہر نعمت کا ضابطہ بیان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم ہے کہ عطاء نعمت کے لیے کوئی ضابطہ نہیں ہے، کسی اچھے عمل پر موقوف نہیں رکھا۔ ورنہ پہلی بات یہ ہے کہ ہمارا وجود ہی

www.toobaaelibrary.com

نہ ہوتا، ہمارے وجود میں اللہ کی کتنی نعمتیں ودیعت ہیں، مگر یہ اس وقت عطا ہوئیں جب کہ نہ ہم تھے اور نہ ہمارا کوئی عمل تھا۔

انسان ضابطے کی خلاف ورزی کرتا ہے تو نعمت چھن جاتی ہے، کفار قریش اور آل فرعون اگرچہ عطار نعمت کے وقت بھی اچھے حالات میں نہ تھے، مگر انعامات کے بعد یہ اپنی شرارتوں میں بہت آگے نکل گئے، کفار قریش میں تو کچھ اچھے اعمال بھی تھے جیسے صلۂ رحمی، مہمان نوازی، حجاج کی خدمت تعظیم کعبہ وغیرہ، اللہ نے ان پر اپنی نعمت کے دروازے کھولدیے کہ ان کی تجارت کامیابی سے ہوتی تھی، تجارتی قافلے شام و یمن سے کامیاب آتے تھے، دیکھئے سورۃ القریش۔ پھر سب سے عظیم نعمت جو پچھلی قوموں میں سے کسی کو نہیں ملی کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان میں مبعوث ہوئے، اللہ کی آخری کتاب قرآن ان میں بھیجی گئی، مگر ان سب نعمتوں کو غلط حالات سے بدل دیا، شکر کے بجائے کفر کیا، صلۂ رحمی کے بجائے مظالم ڈھائے، مہمان نوازی کی جگہ مسلمانوں پر آب ودانہ بند کردیا، حرم میں داخلے بند کردیے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے نعمتوں کو نقموں سے بدلدیا، جو ذات رحمۃ للظلمین تھی اسی کے ذریعہ انہوں نے اپنی ہلاکت کو دعوت دیدی۔

آیت: ۵۳، اور ۵۴: کا مضمون بلکہ الفاظ بھی تقریباً ایک ہیں، ذرا فرق یہ ہے کہ (۵۴) میں "رَبِّهِمْ" ہے مطلب یہ ہوا کہ یہ اتنے ظالم اور ناحق شناس تھے کہ جو ذات ان کی رَبّ تھی، ابتدار وجود سے موجودہ حالات تک ان کی پروردگار تھی اس کی نشانیوں کو جھٹلانے لگے۔

آیت: ۵۵: حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا کہ یہ آیت یہود کے چھ آدمیوں کے بارے میں آئی ہے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے پیشگی خبر دیدی کہ یہ آخر تک ایمان نہیں لائیں گے، نیز یہ کہ اس میں بعض لوگوں کو عذاب سے مستثنیٰ کرنا منظور ہے، کہ وہ بعد میں توبہ کرلیں گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نہ صرف یہ کہ ایک بڑی جماعت مسلمان ہوکر صالح ومتقی ہوئی بلکہ دنیا کے لیے اصلاح اور تقویٰ کی داعی بن گئی۔

آیت: ۵۶: یہود مدینہ، بنو قریظہ اور بنو نظیر کے متعلق ہے، یہ اس ظالم جماعت سے متعلق ہے جو مار آستین بنی رہی، ابوجہل کی طرح یہود مدینہ کا علمبردار کعب ابن اشرف تھا، یہ اسلام کے اقتدار سے مرعوب تو ہوئے مگر دل میں اسلام دشمنی ہمیشہ سلگتی رہتی تھی۔

پیغمبر علیہ السلام نے مدینہ پہنچ کر اولاً اسلامی قومیت کی بنیاد رکھی، مہاجرین اور انصار کی قومی اور وطنی عصبیتوں کو ختم فرما کر ایک نئی قومیت اسلام کے نام پر قائم فرمائی سب کو بھائی بھائی بنادیا، ثانیاً یہود

www.toobaaelibrary.com

کے ساتھ معاہدہ کیا، معاہدہ کا پورا متن ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ میں دیکھئے۔ معاہدہ کی پابندی جانبین سے ہر حال میں ضروری تھی، مگر ان یہودیوں نے غزوۂ بدر کے وقت عہد شکنی کر کے مشرکین مکہ کو اسلحہ اور دیگر سامان سے مدد پہنچائی، مگر غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح مبین سے ان پر ایسا رعب غالب ہوا کہ خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر عذر کیا، معافی طلب کی، اور آئندہ کے لیے وعدہ کیا کہ عہد شکنی نہ کریں گے، آپؐ نے دوبارہ معاہدہ کی تجدید فرمادی، مگر یہ لوگ اپنی فطرت سے مجبور تھے، غزوۂ اُحد میں مسلمانوں کی ابتدائی شکست اور نقصان سے ان کے حوصلے بڑھ گئے، اور ان کا سردار کعب ابن اشرف خود سفر کر کے مکہ پہنچا اور مشرکین کو آمادہ جنگ کیا، یہ دوسری عہد شکنی تھی آیت مذکورہ میں ان کی انہیں شرارتوں کو بیان کیا ہے۔

آیت ۵۷: میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان بدعہدوں کے بارے میں ایک ہدایت نامہ دیا ہے۔

آیت: ۵۸: میں جنگ و صلح کے قانون کی ایک اہم دفعہ بتلائی گئی ہے کہ اگر کسی عہد شکنی کا خطرہ ہو جائے تو معاہدہ کو صاف طور پر ختم کر دینے سے پہلے انہیں آگاہ کر دیا جائے اور انکا عہد انہیں واپس کر دیا جائے کہ آپ اور وہ برابر ہو جائیں، یہ ہے اسلام کا عدل وانصاف کہ خائن دشمنوں کے حقوق کی حفاظت کی جاتی ہے۔

ایفاء عہد کا ایک عجیب وغریب واقعہ کتب حدیث ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور امام احمد بن حنبل نے سلیم بن عامر کی روایت سے نقل کیا ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور کافر لوگ اپنے کو یہ خیال نہ کریں کہ وہ بچ گئے یقیناً وہ لوگ (خدا تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے (کہ اس کے ہاتھ نہ آئیں یا تو دنیا ہی

www.toobaaelibrary.com

میں مبتلائے عقوبت کردے گا ورنہ آخرت میں تو یقینی ہے) اور ان کافروں سے (مقابلہ کرنے) کے لیے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو کہ اس (سامان) کے ذریعہ سے تم (اپنا) رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور (تمہاری فکر میں رہنے کی وجہ سے) تمہارے دشمن ہیں (جن سے شب و روز تم کو سابقہ رہتا ہے) اور ان کے علاوہ دوسرے (کافروں) پر بھی (رعب جمائے رکھو) جن کو تم (بالیقین) نہیں جانتے (بلکہ) ان کو اللہ ہی جانتا ہے (جیسے کفار فارس اور روم وغیرہم جن سے اس وقت سابقہ نہیں پڑا مگر صحابہ کا ساز و سامان و فن سپہ گری اپنے وقت میں ان کے مقابلہ میں بھی کام آیا اور ان پر بھی رعب جما، بعض مقابل ہو کر مغلوب ہوئے بعض نے جزیہ قبول کیا کہ یہ بھی اثر رعب کا ہے) اور اللہ کی راہ میں (جس میں جہاد بھی آ گیا) جو کچھ خرچ کرو گے (جس میں وہ خرچ بھی آ گیا جو ساز و یراق درست کرنے میں کیا جائے) وہ (یعنی اس کا ثواب) تم کو (آخرت میں) پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارے لیے (اس میں) کچھ کمی نہ ہوگی اور اگر وہ (کفار) صلح کی طرف جھکیں تو آپ (کو) بھی (اجازت ہے کہ اگر اس میں مصلحت دیکھیں تو) اس طرف جھک جایئے اور (اگر باوجود مصلحت کے یہ احتمال ہو کہ یہ ان کی چال نہ ہو تو) تو اللہ پر بھروسہ رکھئے (ایسے احتمالوں سے اندیشہ نہ کیجئے) بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے (ان کے اقوال اور احوال کو سنتا جانتا ہے ان کا انتظام خود کردے گا) اور اگر (واقع میں وہ احتمال صحیح ہو اور) وہ لوگ (سچ مچ صلح سے) آپ کو دھوکہ دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ (کی مدد اور حفاظت کرنے) کے لیے کافی ہیں (جیسا کہ اس کے قبل بھی آپ کی کفایت فرماتے تھے چنانچہ) وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی (غیبی) امداد (یعنی ملائکہ) سے اور (ظاہری امداد یعنی) مسلمانوں سے قوت دی۔ اور (مسلمانوں کو ذریعہ امداد بنانے کے لیے) ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا (چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر باہم اتفاق نہ ہو تو کوئی کام خصوص دین کی نصرت مل کر نہیں کر سکتے اور ان میں بوجہ ریاست اور غلبہ بغض و عداوت اتفاق ایسا دشوار تھا کہ) اگر آپ (باوجودیکہ عقل و تدبیر بھی کامل رکھتے ہیں اور سامان بھی اس کے لیے آپ کے پاس کافی ہوتا یہاں تک کہ) دنیا بھر کا مال (اس کام کے لیے) خرچ کرتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے لیکن (یہ) اللہ ہی (کا کام تھا کہ اس) نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا بیشک وہ زبردست ہیں (کہ جو چاہیں اپنی قدرت سے کر دیں اور) حکمت والے ہیں (کہ جس طریق سے مناسب جانیں اس کام کو کر دیں اور جب اللہ تعالیٰ کا اپنی غیبی امداد مومنین سے آپ کی نصرت فرمانا

www.toobaaelibrary.com

معلوم ہو گیا تو) اے نبی (اس سے ثابت ہو گیا کہ) آپ کے لیے (حقیقت میں) اللہ کافی ہے اور جن مؤمنین نے آپ کا اتباع کیا ہے (ظاہراً) وہ کافی ہیں۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۵۹: اس میں اشارہ یہ ہے کہ کوئی مجرم گنہگار اگر وقتی طور پر بچ جائے تو وہ یہ نہ سمجھ لے کہ وہ بالکلیہ نجات پا گیا، اگر وہ اپنے جرم پر ڈٹا رہا تو اسی دنیا میں یا آخرت میں اس کی گرفتاری ظاہر ہے۔

آیت: ۶۰: اسلام سے دفاع اور کفار کے مقابلہ کے لیے سامان جنگ کی تیاری فرض ہے، مَا اسْتَطَعْتُمْ: یہ ضروری نہیں کہ مقابل کے برابر تیاری ضروری ہے، بلکہ اپنی مقدور بھر تیاری چاہئے، اسی پر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد ساتھ ہوگی مِنْ قُوَّةٍ: بجائے اس زمانہ کے مروجہ ہتھیار کے لفظ "مِنْ قُوَّةٍ" فرمایا: یہ عام لفظ اختیار فرما کر اس طرف اشارہ فرما دیا کہ یہ قوت ہر زمانہ اور ہر مقام اور ملک کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے، "قوت" ہر دور کے ہر ہتھیار کو شامل ہے لڑاکا جہاز، ٹینک، اور ایٹمی طاقت اور آبدوز کشتیاں سب جمع کر لی جائیں، اور اس کے لیے جو فنون سیکھے جائیں گے وہ بھی جہاد کے حکم میں ہے، "قوت" کے بعد "مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ" کو خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر فرمایا کہ اس زمانہ میں کسی ملک و قوم کی فتح میں زیادہ مؤثر و مفید گھوڑے ہی تھے، اور آج بھی ان کی اہمیت اور ضرورت ختم نہیں ہوئی ہے۔

واضح رہے کہ جہاد کا اصل مقصد اسلام اور مسلمانوں سے دفاع ہے اور ہر زمانہ اور ہر قوم کا دفاع جدا ہوتا ہے اسی لیے ارشاد رسالت ہے جاهدوا المشركين باموالكم وانفسكم والسنتكم (ابوداؤد، نسائی، واری عن انسؓ) قلم بھی زبان کے حکم میں ہے۔

"لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ، اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ" ان سے مراد پوری دنیا کے کفار و مشرکین ہیں جو ابھی تک مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں آئے مگر آئندہ ان سے بھی تصادم ہونے والا ہے۔

اور سامان جنگ مال کے ذریعہ تیار کیا جا سکتا ہے اس لیے انفاق مال کی فضیلت اور اس پر اجر عظیم فرمایا گیا۔

آیت: ۶۱: وَاِنْ جَنَحُوْا: اس سے معلوم ہوا کہ صلح کی خواہش کفار کی جانب سے ظاہر ہو، اگر مسلمان خود صلح کی تحریک کریں تو یہ ان کی کمزوری سمجھی جائے گی، کسی مجبوری کی حالت میں استثنائی حکم الگ ہے، اور خواہش صلح دشمن کی جانب سے ظاہر کیے جانے میں دھوکہ بھی ہو سکتا ہے اس لیے فرمایا

www.toobaaelibrary.com

کہ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ الخ یعنی ایسے خطرات کو اللہ کے حوالہ کردیں، آیت:۶۲: میں اسی مضمون کو مزید صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

اسی وعدۂ خداوندی کے تحت پیغمبر علیہ السلام کو عمر بھر کبھی دشمنوں کے دھوکہ اور فریب سے کوئی گزند نہیں پہنچی، اور دوسری آیت " وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ " کے نزول کے بعد آپنے اپنی نگرانی کرنے والے صحابہؓ کو مطمئن اور سبکدوش فرمادیا تھا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ وعدہ آپ کے ساتھ مخصوص تھا، (بیان القرآن) دوسرے لوگوں کو ظاہری تدابیر کے تابع کام کرنا چاہئے۔

آیت:۶۳: باہمی الفت و محبت اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے، ہجرت سے قبل مدینہ کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں باہم شدید جنگیں ہو چکی تھیں، مگر آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان جانی دشمنوں کو باہم شیر و شکر بنادیا، اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے بعد الفت باہمی کا انعام، دشمنوں پر غلبہ کا بڑا سبب تھا، اور ان میں الفت باہمی صرف اللہ تعالیٰ ہی کا کام تھا، کوئی انسان ساری دنیا کی دولت خرچ کر کے بھی یہ کام انجام نہیں دے سکتا تھا، اور یہ انعام بغیر اللہ کی اطاعت اور رضا جوئی کے حاصل نہیں کیا جاسکتا، اتحاد اور اتفاق اتباع شریعت پر موقوف ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا" اختلاف سے بچنے کی تدبیر اس ارشاد میں بتلائی گئی ہے کہ سب مل کر اللہ کی رسی یعنی قرآن یا شریعت اسلام کو مضبوط تھام لیں، جب اعتصام بحبل اللہ ہو جائے گا تو اختلاف خود بخود ختم ہو جائے گا۔

آیت:۶۴: اس میں آپ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کسی بھی بڑے سے بڑے دشمن سے خائف نہ ہوں، یہ آیت میدان بدر میں جنگ شروع ہونے سے پہلے نازل ہوئی تھی، تاکہ قلیل التعداد، بھاری تعداد اور سامان سے مرعوب نہ ہو جائیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۡ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر اے پیغمبر آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے (اور اس کے متعلق یہ قانون سنا دیجئے کہ) اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو (اپنے سے دس گونہ عدد پر یعنی) دوسو پر غالب آجائیں گے اور (اسی طرح) اگر تم میں کے سو آدمی ہوں گے تو ہزار کفار پر غالب آجائیں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (دین کو) کچھ نہیں سمجھتے (اور اس وجہ سے کفر پر مصر ہیں اور اس سبب سے ان کو غیبی امداد نہیں پہنچتی اس سبب سے وہ مغلوب ہو جاتے ہیں، پس تم پر واجب ہے کہ اپنے سے دس گونہ کے مقابلہ سے بھی پسپا نہ ہو۔ اول یہ حکم نازل ہوا تھا جب صحابہؓ پر شاق ہوا تو عرض کیا۔ ایک مدت کے بعد یہ دوسری آیت جس سے وہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا نازل ہوئی یعنی) اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے سو (یہ حکم دیا جاتا ہے کہ) اگر تم میں کے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو (اپنے سے دوگونہ عدد پر یعنی) دوسو پر غالب آجائیں گے اور (اسی طرح) اگر تم میں کے ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آجائیں گے اور (ہمنے جو صابر کی قید لگائی ہے تو اس لیے کہ) اللہ تعالیٰ صابرین (یعنی جو دل اور قدم سے ثابت رہیں ان) کے ساتھ ہیں (یعنی ان کی مدد کرتے ہیں)۔ (اے مسلمانوں! تم نے نبی کو جو ان قیدیوں سے کچھ لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا یہ بے جا تھا کیونکہ) نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح (کفار کی) خونریزی نہ کر لیں (کیونکہ مشروعیت جہاد کی اصل غرض دفع فساد ہے اور بدوں اس حد کے جس میں کہ بالکل شوکت کفار کی ٹوٹ جائے دفع فساد ممکن نہیں پس اس نوبت سے پہلے قیدیوں کا زندہ چھوڑ دینا آپ کی شان اصلاح کے مناسب نہیں البتہ جب ایسی قوت ہو جائے پھر قتل ضروری نہیں بلکہ اور صورتیں بھی مشروع ہیں پس ایسی نامناسب رائے تم نے آپ کو کیوں دی) تم تو دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو (اس لیے فدیہ کی رائے دی) اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں (اور وہ اس میں ہے کہ کفار خوب مغلوب ہو جائیں جس میں آزادی سے اسلام کا نور وہدایت پھیلے اور بے روک ٹوک لوگ بکثرت مسلمان ہوں اور نجات پاویں) اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں (وہ تم کو کفار پر غالب کرتے اور فتوحات کی کثرت سے تم کو مالدار کر دیتے گو کسی حکمت کے سبب اس میں دیر ہوتی جو فعل تم سے واقع ہوا ہے وہ ایسا ناپسند [illegible] اگر خدا تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا (وہ یہ کہ ان قیدیوں میں لوگ مسلمان ہو جائیں گے جس سے

www.toobaaelibrary.com

فساد مکمل واقع نہ ہوگا۔ اگر یہ ہوتا) تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی (لیکن چونکہ کوئی فساد نہ ہوا اور اتفاقاً تمہارا مشورہ صائب نکل آیا اس لئے تم سزا سے بچ گئے یعنی ہم نے اس فدیہ کو مباح کر دیا) سو جو کچھ تم نے (ان سے فدیہ میں) لیا ہے اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو (کہ آئندہ ہر طرح کی احتیاط رکھو) بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں (کہ تمہارا گناہ بھی معاف کر دیا یہ مغفرت ہے اور فدیہ بھی حلال کر دیا یہ رحمت ہے)۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۶۵، اور ۶۶: میں مسلمانوں کے لیے ایک جنگی قانون کا ذکر ہے کہ ان کو کس حد تک اپنے حریف کے مقابلہ پر جمنا فرض ہے اور گریز اور ہٹنا گناہ ہے، مگر عنوان بجائے حکم کے خبر کا اختیار کیا گیا ہے کیونکہ اگر بصیغۂ امر، قانون کی صورت میں پیش کیا جاتا تو فطری طور پر وہ بھاری معلوم ہوتا، آیت (۶۶) سے (۶۵) کا حکم منسوخ کر دیا، اور اب یہی آخری حکم ہے جو ہمیشہ کے لیے جاری اور باقی ہے یہاں بھی انداز خبر اور خوشخبری کا رکھا گیا کہ معاذ اللہ سو کو دو سو کے مقابلے کا حکم کوئی بے انصافی یا تشدد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں ایمان کی وجہ سے وہ قوت رکھدی ہے کہ ان میں کا ایک دو کے برابر رہتا ہے، مگر دونوں آیتوں میں ثبات قدمی اور صبر کے شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ میدان جنگ میں ثبات و صبر بغیر ایمان کامل کے ممکن نہیں، یہ ایمان کامل شوق شہادت کا جذبہ عطا کرتا ہے اور یہ جذبہ طاقت کو بہت بڑھا دیتا ہے وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ میدان جنگ اور عام احکام شرعیہ کی پابندی پر ثابت قدم رہنے والے حضرات سب کے لیے معیت الٰہیہ کا وعدہ ہے۔

آیت: ۶۷: غزوۂ بدر اسلام میں پہلا جہاد ہے، اس سے متعلق احکام کی تفصیل پہلے نہیں نازل ہوئی، یعنی مال غنیمت ہو یا گرفتاران جنگ، ان کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے، ستر سردار مسلمانوں نے گرفتار کر لیے، ان کے بارے میں دو طرح کے مشورے سامنے آئے، (۱) فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے، صدیق اکبرؓ اور اکثر صحابہؓ نے یہی رائے دی، (۲) صرف فاروق اعظم حضرت عمرؓ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ وغیرہ چند حضرات نے ان سب کو قتل کر دینے کی رائے دی، پیغمبر علیہ السلام رحمت مجسم تھے، پہلی رائے کو قبول فرمالیا، اس آیت میں اسی پر عتاب کیا گیا، فدیہ لیکر چھوڑ دینے والوں کی رائے کا ایک جزو اگرچہ خالص دینی بھی تھا مگر دوسرا جزو اپنی ذاتی منفعت کا بھی تھا کہ مال ہاتھ آجائے گا، یہ حسبان بھی ایک معصیت سمجھا گیا، ارشاد ربانی ہوا: "وَتُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا"۔

www.toobaaelibrary.com

بعض روایات میں ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد فرمایا کہ عذاب الٰہی بالکل سامنے آچکا تھا مگر اللہ نے اپنے فضل سے روکدیا، اور اگر عذاب آجاتا تو بجز عمر بن خطابؓ اور سعد بن معاذؓ کے، کوئی اس سے نہ بچتا۔

"فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا" اس سے یہ وضاحت ہوئی کہ اس حکم سے پہلے جو غلطی سے مال غنیمت جمع کرلیا گیا تھا، اب اس حکم کے بعد وہ پہلا بھی بلا کسی کراہت کے حلال ہوگیا۔

" وَاتَّقُوا اللّٰهَ" یعنی مال غنیمت اگرچہ حلال کردیا گیا ہے مگر قانون کے مطابق لیا جائے، اپنے حق سے زائد اگر لیا جائے گا تو وہ جائز نہیں۔

سورۂ محمد آیت ۴: میں: حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ الخ" میں اس مسئلہ فدیہ کو بالکل صاف کردیا، اس آیت میں پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو قیدیوں کے بارے میں چار اختیارات دیے گئے۔

(۱) چاہیں تو سب کو قتل کردیں، (۲) چاہیں تو غلام بنالیں، (۳) چاہیں تو فدیہ لیکر چھوڑ دیں، (۴) یا چاہیں تو بغیر فدیہ کے آزاد کردیں۔ دو مقدم الذکر پر پوری امت کا اجماع ہے، اور دو موخر الذکر پر فقہائے امت کا اختلاف ہے، امام مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ، ثوریؒ، اسحاقؒ، اور تابعین میں سے حضرت حسن بصریؒ اور عطاءؒ کے قول پر یہ دونوں صورتیں بھی امیر مسلمین کے لیے جائز ہیں، امام ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ، محمدؒ، اوزاعیؒ، قتادہؒ، ضحاکؒ، سدیؒ، اور ابن جریجؒ کے بقول بلا معاوضہ چھوڑنا تو بالکل جائز نہیں، فدیہ لیکر چھوڑنا بھی امام ابوحنیفہؒ کے مشہور مذہب میں جائز نہیں، البتہ سیر کبیر کی روایت یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کو مال کی ضرورت ہے تو فدیہ لیکر چھوڑ سکتے ہیں، البتہ مسلمان قیدیوں کے تبادلہ میں ان کو چھوڑ دینا امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے (مظہری)

فدیہ لیکر چھوڑ دینے کی اجازت دینے والے حضرات انفال کی آیت کو منسوخ اور محمد کی آیت کو ناسخ مانتے ہیں (بقول ابن عباسؓ) فقہاء حنفیہ نے اس کے برعکس مانا ہے، (مظہری) حضرت مفتی شفیع صاحب فرماتے ہیں کہ، بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں کوئی ناسخ و منسوخ نہیں بلکہ دو مختلف حالتوں کے دو حکم ہیں، اور سیر کبیر کی روایت کا بھی یہی منشاء ہوسکتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا

www.toobaaelibrary.com

بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰي قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۭ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۭ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اے پیغمبر آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں (ان میں جو مسلمان ہو گئے ہیں) آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہوگا (یعنی تم دل سے مسلمان ہوئے ہو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو مطابق واقع کے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ مسلمان اسی کو جانیں گے جو واقع میں مسلمان ہوگا اور جو شخص غیر مسلم ہوگا اس کو غیر مسلم جانیں گے پس اگر تم دل سے مسلمان ہو گے) تو جو کچھ تم سے (فدیہ میں) لیا گیا ہے (دنیا میں) اس سے بہتر تم کو دیدے گا اور (آخرت میں) تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں (اس لیے تم کو بخش دیں گے اور) بڑی رحمت والے ہیں (اس لیے تم کو نعم البدل دیں گے) اور اگر (بالفرض) یہ لوگ (صدق دل سے مسلمان نہ ہوئے ہوں بلکہ اظہار اسلام سے محض آپ کو دھوکا ہی دینا چاہیں اور دل میں) آپ کے ساتھ خیانت کرنے کا (یعنی نقض عہد کر کے مخالفت و مقابلہ کا) ارادہ رکھتے ہوں تو (کچھ فکر نہ کیجئے اللہ تعالیٰ ان کو پھر آپ کے ہاتھوں گرفتار کرا دے گا جیسا) اس سے پہلے انہوں نے اللہ کے ساتھ خیانت کی تھی (اور آپ کی مخالفت اور مقابلہ کیا) پھر اللہ نے ان کو (آپ کے ہاتھوں میں) گرفتار کرا دیا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں (کہ کون خائن ہے اور (بڑی حکمت والے ہیں (ایسی صورتیں پیدا کر دیتا ہے جس سے خائن مغلوب ہو جائے)۔ بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت بھی کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستہ میں جہاد بھی کیا (جس کا وقوع لوازم عادیہ ہجرت سے تھا کو مدار حکم توارث نہیں اور یہ جماعت مہاجرین سے ملقب ہے) اور جن لوگوں نے (ان مہاجرین کو) رہنے کو جگہ دی اور (ان کی) مدد کی (اور یہ جماعت انصار سے ملقب ہے) یہ (دونوں قسم کے) لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تمہارا

www.toobaaelibrary.com

(یعنی مہاجرین کا) ان سے میراث کا کوئی تعلق نہیں (نہ یہ ان کے وارث نہ وہ ان کے) جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں (اور جب ہجرت کرلیں پھر وہ بھی اسی حکم میں داخل ہو جائیں گے) اور (گو ان سے تمہارا توارث نہ ہو لیکن) اگر وہ تم سے دین کے کام (یعنی قتال مع الکفار) میں مدد چاہیں تو تمہارے ذمے (ان کی) مدد کرنا واجب ہے مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور ان میں باہم عہد (صلح کا) ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں (پس ان کے مقررہ احکام میں خلل ڈال کر مستحق ناخوشی نہ ہونا) اور (جس طرح باہم تم میں علاقہ توارث کا ہے اسی طرح) جو لوگ کافر ہیں وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں (نہ تم ان کے وارث نہ وہ تمہارے وارث) اگر اس (حکم مذکور) پر عمل نہ کرو گے (بلکہ باوجود مخالف دین محض قرابت کی بنا پر مؤمن و کافر میں علاقہ توارث قائم رکھو گے) تو دنیا میں بڑا فتنہ پھیلے گا (کیونکہ توارث سے سب ایک جماعت سمجھی جائے گی اور بدون جدا جماعت ہوئے اسلام کو قوت و شوکت حاصل نہیں ہو سکتی اور ضعف اسلام سرمایہ تمام تر فتنہ و فساد عالم کا ہے جیسا کہ ظاہر ہے) اور (اس حکم توارث بین المہاجرین والانصار میں ہر چند کہ سب مہاجرین برابر ہیں خواہ زمانہ ہجرت نبویہ میں انہوں نے ہجرت کی ہو یا بعد میں لیکن فضیلت و مرتبہ میں باہم متفاوت ہیں چنانچہ) جو لوگ (اول) مسلمان ہوئے اور انہوں نے (ہجرت نبویہ کے زمانہ میں) ہجرت کی اور (اول ہی سے) اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے (ان مہاجرین کو) اپنے یہاں ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ لوگ (تو) ایمان کو پورا حق ادا کرنے والے ہیں (کیونکہ اس کا حق یہی ہے کہ اس کے قبول کرنے میں سبقت کرے) ان کے لیے (آخرت میں) بڑی مغفرت اور (جنت میں) بڑی معزز روزی (مقرر) ہے اور جو لوگ (ہجرت نبویہ کے) بعد کے زمانہ میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا (یعنی کام تو سب کیے مگر بعد میں) سو یہ لوگ (گو فضیلت میں تمہارے برابر نہیں لیکن تاہم) تمہارے ہی شمار میں ہیں (فضیلت میں تو من وجہ کیونکہ اعمال کے تفاوت سے مرتبہ میں تفاضل ہو جاتا ہے اور احکام میراث میں من کل الوجوہ کیونکہ اعمال کے تفاضل سے احکام شرعیہ میں تفاوت نہیں ہوتا) اور (ان بعد والے مہاجرین میں) جو لوگ (باہم یا مہاجرین سابقین کے) رشتہ دار ہیں (گو فضل و رتبہ میں کم ہوں لیکن میراث کے اعتبار سے) کتاب اللہ (یعنی حکم شرعی یا آیت میراث) میں ایک دوسرے (کی میراث) کے (بہ نسبت غیر رشتہ داروں کے) زیادہ حق دار ہیں) گو غیر رشتہ دار فضل و رتبہ میں زیادہ ہوں) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (اس

www.toobaaelibrary.com

لیے ہر وقت کی مصلحت کے مناسب حکم مقرر فرماتے ہیں)

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۷۰: میں "خَيْرًا" سے مراد ایمان اور اخلاص ہے، اس آیت میں قیدیوں کو خود مختار ہو کر آزادانہ اپنے نفع ونقصان پر غور کرنے کی دعوت دی گئی، اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت پیغمبر علیہ السلام کے چچا حضرت عباسؓ کے بارے میں نازل ہوئی، وہ بھی قیدیوں میں تھے، وجہ تخصیص یہ تھی کہ یہ جنگ بدر میں، مکہ سے ساتھ میں سات سو گنی سونا لے کر چلے تھے لشکر کفار پر خرچ کرنے کے لیے، مگر خرچ کرنے سے پہلے ہی گرفتار کر لیے گئے، فدیہ میں اسی سونے کو پیش کیا، پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا: وہ تو مسلمانوں کا مال غنیمت بن گیا ہے، فدیہ تو اس کے علاوہ ہوگا۔ نیز اپنے دونوں بھتیجوں عقیل اور نوفل کا فدیہ بھی آپ کے ذمہ ہے، آپ نے عذر کیا کہ پھر تو مجھے بھیک مانگنا پڑے گا، پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اور وہ مال جو آپ نے اپنی زوجہ ام الفضل کے پاس رکھ رکھا ہے؟ حضرت عباسؓ کو حیرت ہوئی کیونکہ رات کی تاریکی میں رکھا تھا کسی تیسرے کو اس سے واقفیت نہ تھی، ارشاد فرمایا: مجھے میرے رب نے اسکی تفصیل بتلادی، حضرت عباسؓ کو یہ سن کر رسول برحق ہونے کا یقین ہو گیا، معتقد تو پہلے بھی تھے، بہرحال اب آپ کو بالکل ہی یقین ہو گیا، اور درحقیقت حلقہ بگوش اسلام تو اسی وقت ہو گئے مگر بعض مصلحت اور ضرورت سے اعلان نہیں کیا۔

پھر بعد اسلام حضرت عباسؓ نے آیت میں آئے وعدہ کے ظہور کو خود ہی بیان کیا کہ میں اس کے ظہور کو کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہوں۔ آیت (۷۱) پچھلی آیت میں قیدیوں کو اسلام کی دعوت ترغیبی انداز میں دی گئی تھی، اس آیت میں ترہیبی انداز میں ان کو آگاہ کر دیا کہ دنیا اور آخرت کی بھلائی اور خیر اسلام وایمان میں منحصر ہے۔

آیت:۷۲: سے آخر سورت تک چار آیات میں ہجرت کے وہ احکام ہیں جن کا تعلق مہاجرین مسلمانوں سے ہے، ساتھ ہی غیر مہاجرین مسلمانوں اور غیر مسلموں کی وراثت کا بھی ذکر آیا ہے۔

دنیا کے سارے ہی مال کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں، عقل وانصاف کا تقاضہ یہ تھا کہ مرنے والے کا ترکہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جاتا اور اس کا سارا چھوڑا ہوا مال بیت المال میں داخل ہو جاتا، جس سے ساری خلق خدا کی پرورش ہوتی، مگر ایسا کرنے میں انسان کے طبعی جذبات کو ٹھیس لگتی۔ نیز پھر کوئی مال بڑھانے اور اسکی حفاظت کی فکر بھی نہ کرتا، بس اپنی ذاتی ضروریات کی حد تک محنت کرتا، اس میں

www.toobaaelibrary.com

پوری انسانیت کی تباہی تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت وحکمت سے ترکہ کا مستحق اسی کے قریبی عزیزوں اور رشتہ داروں کو قرار دیا ہے۔ فتح مکہ کے بعد چونکہ ہجرت نہیں، "لا هجرة بعد الفتح" اسی لیے اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ حکم بالا فتح مکہ کے بعد منسوخ ہو چکا ہے، مگر اہل تحقیق کے نزدیک یہ حکم دائمی ہے، غیر منسوخ ہے، حالات کے تابع ہو کر بدلا ہے، یعنی اگر کسی زمانہ میں پھر ویسے ہی حالات پیدا ہو جائیں تو پھر یہی حکم جاری ہوگا۔ "میثاق" یعنی اگر کوئی معاہدہ ترک جنگ اور صلح کا ہو گیا ہو تو اصول عدل وانصاف اور پابندی معاہدہ ضروری ہوگا، صلح حدیبیہ کے بعد حضرت ابو جندلؓ کی حاضری اور واپسی کا واقعہ سامنے رکھئے یہ شریعت اسلام کی امتیازی خصوصیت ہے، آج دنیا کی حکومتیں معاہدات کا محض ایک کھیل کھیلتی ہیں۔ ان آیات میں بظاہر چند فروعی اور جزئی احکام ہیں مگر درحقیقت امن عالم کے لیے عدل وانصاف کے بہترین اور جامع بنیادی اصول ہیں، اسی لیے بعد میں تنبیہ بھی فرمائی گئی، اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝ آخری آیت میں اس عارضی حکم کو منسوخ فرما دیا گیا جو اوائل ہجرت میں مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات کے ذریعہ باہم وارث بننے کے متعلق جاری ہوا تھا۔ نیز آخری آیت میں مہاجرین کے مختلف طبقات کا ذکر ہے، یعنی صلح حدیبیہ سے پہلے کے مہاجرین اولین کا درجہ بعد کے مہاجرین سے بڑھا ہوا ہے، مگر یہ بعد والے بھی احکام دنیا میں یکساں ہیں "فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ" آخری آیت میں یہ ضابطہ بتا دیا کہ تقسیم وراثت رشتہ اور قرابت کے معیار پر ہونا چاہئے، خاص رشتہ داروں کو جنہیں ذوی الفروض کہا جاتا ہے قرآن کریم نے انہیں سورۂ نساء میں متعین فرما دیا ہے، انہیں دینے کے بعد جو مال بچے وہ اس آیت کی رو سے دوسرے رشتہ داروں کو جنہیں عصبات کہا جاتا ہے، انہیں پھر ان کے بعد ذوی الارحام کو دیا جائے گا جیسے ماموں، خالہ، وغیرہ۔

قراءات : سورة الانفال: مُرْدِفِيْنَ نافع کے لیے بفتح الدال اور باقیین کے لیے بکسر الدال ہے اِذْ يُغْشِيْكُمُ کی بصری کے لیے بفتح الیاء والشین والالف بعد الشین وَالنُّعَاسُ برفع السین اور نافع کے لیے يُغْشِيْكُمْ بضم الیاء وسکون الغین وکسر الشین ویائے ساکنہ وَالنُّعَاسَ بالنصب اور باقیین کے لیے بضم الیاء وفتح الغین وکسر الشین مع التشدید مع نصب النعاس ہے۔ الرُّعْب آل عمران میں اور لٰكِنَّ اللّٰهَ مَعابقرہ میں گزر چکا ہے۔ مُوْهِنُ كَيْدِ حرمین وبصری کے لیے بفتح الواؤ وتشدید الہاء مع تنوین وبنصب دال كَيْدَ حفص کے لیے مُوْهِنُ كَيْدِ باسکان الواؤ وتخفیف الہاء بلاتنوین وکسر دال كَيْدِ اور باقیین کے لیے مُوْهِنَ كَيْدَ مع التنوین

www.toobaaelibrary.com

نصب کیدہے وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ نافع شامی حفص کے لیے بفتح الہمزہ اور باقیین کے لیے بکسر الہمز لِيَمِيزَ اللّٰهُ پہلے مذکور ہو چکا ہے بِالْعُدْوَةِ دو جگہ مکی بصری کے لیے بکسر العین اور باقیین کے لیے بالضم مَنْ حَيَّ نافع یزی اور شعبہ کے لیے بیا ئین اوّل بکسورہ وثانی مفتوحہ مخفف اور باقیین کے لیے بیائے واحدہ مفتوحہ مشددہ اِذْ يُرِيكَهُمُ الَّذِيْنَ شامی کے لیے بتا ئین اور باقیین کے لیے بالیاء والتاء وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ شامی وحفص اور حمزہ کے لیے بالیاء اور باقیین کے لیے بالتاء۔ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ شامی کے لیے بفتح الہمزۃ اور باقیوں کے لیے بکسر الہمزہ لِلسِّلْمِ شعبہ کے لیے بکسر السین اور باقیوں کے لیے بفتح السین وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْا. وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ کوفیین کے لیے بالیاء دونوں جگہ اور بصری کے لیے صرف اوّل میں۔ اور باقین کے لیے بالتاء دونوں جگہ اور بصری کے لیے صرف اوّل میں۔ اور باقین کے لیے بالتاء ہے دونوں جگہ يَكُنْ مِّنْكُمْ عَشَرَةٌ صَابِرُوْنَ حفص اور حمزہ کے لیے بفتح الضاد اور باقیوں کے لیے بضم الضاد اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ بصری کے لیے بالتاء اور باقیین کے لیے بالیاء مِنَ الْاَسْرٰى بصری کے لیے اُسارٰی بروزن دُعاتی اور باقیین کے لیے اسرٰی بروزن قتلیٰ مِنْ وَّلَايَتِهِمْ حمزہ کے لیے بکسر الواو اور باقیین کے لیے بفتح الواو۔

* * *

www.toobaaelibrary.com

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ (۹ : سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ (۳)

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـــًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین (کے عہد) سے دست برداری ہے جن سے تم نے (بلا تعیین مدت) عہد کر رکھا تھا (یہ جماعت سوم کا حکم ہے ان جماعتوں کی تفصیل معارف و مسائل میں آرہی ہے) اور (جماعت چہارم یعنی جن سے کچھ بھی عہد نہ تھا انکا بھی حکم اس سے بدرجۂ اولیٰ مفہوم ہو گیا کہ جب معاہدین سے رفع امان کر دیا تو غیر معاہدین میں تو کوئی احتمال امن کا پہلے سے بھی نہیں ہے) سو (ان دونوں جماعتوں کو اطلاع کر دو کہ) تم لوگ اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو (اجازت ہے تاکہ اپنا موقع اور پناہ ڈھونڈ لو) اور (اس کے ساتھ) یہ (بھی) جان رکھو کہ (اس مہلت کی بدولت صرف مسلمانوں کی دست برد سے بچ سکتے ہو لیکن تم خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے (کہ اس کے قبضہ سے نکل سکو) اور یہ (بھی جان رکھو) کہ بے شک اللہ تعالیٰ (آخرت میں) کافروں کو رسوا کریں گے (یعنی عذاب دیں گے۔ تمہاری سیاحت اس سے نہیں بچا سکتی اور احتمال قتل دنیا میں الگ رہا۔ اس میں ترغیب ہے توبہ کی) اور (پہلی دوسری جماعت کا حکم یہ ہے کہ) اللہ اور رسول کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں (بدون مقرر کرنے

www.toobaaelibrary.com

کے کسی میعاد کے ابھی (دست بردار ہوتے ہیں ان مشرکین (کو امن دینے) سے (جنھوں نے خود نقض عہد کیا۔ مراد جماعت اول ہے مگر) پھر (بھی ان سے کہا جاتا ہے کہ) اگر تم (کفر سے) توبہ کرلو تو تمہارے لیے (دونوں جہان میں) بہتر ہے (دنیا میں تو اس لیے کہ تمہاری عہد شکنی معاف ہو جائیگی اور قتل سے بچ جاؤ گے اور آخرت میں ظاہر ہے کہ نجات ہوگی) اور اگر تم نے) اسلام سے) اعراض کیا تو یہ سمجھ رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کرسکو گے (کہ کہیں نکل کر بھاگ جاؤ) اور (آگے خدا کو عاجز نہ کرسکنے کی تفسیر ہے کہ) ان کافروں کو ایک دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے (جو آخرت میں واقع ہوگی یہ تو یقینی اور احتمال سزائے دنیا کا الگ، مطلب یہ ہوا کہ اگر اعراض کرو گے تو سزا بھگتو گے) ہاں وہ مشرکین (اس رفع امان و دست برادری سے) مستثنیٰ ہیں جن سے تم نے عہد لیا پھر انہوں نے (عہد پورا کرنے میں) تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں (تمہارے) کسی (دشمن) کی مدد کی (مراد اس سے جماعت دوم ہے) سو ان کے معاہدہ کو ان کی مدت (مقررہ) تک پورا کردو (اور بدعہدی نہ کرو کیونکہ) واقعی اللہ تعالیٰ (بدعہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں (پس تم احتیاط رکھو گے تو تم بھی پسندیدۂ حق ہو جاؤ گے۔ آگے جماعت اول کے حکم کا تتمہ ہے کہ جب ان کو کوئی مہلت نہیں تو گو ان سے ابھی قتال کی گنجائش ہو سکتی تھی لیکن ابھی محرم کے ختم تک اشہر حرم مانع قتال ہیں) سو (ان کے گذرنے کا انتظار کرلو اور) جب اشہر حرم گذر جائیں تو (اس وقت) ان مشرکین (جماعت اول) کو جہاں پاؤ مارو پکڑو باندھو اور داؤ گھات کے موقعوں میں ان کی تاک میں بیٹھو (یعنی لڑائی میں جو ہوتا ہے سب کی اجازت ہے) پھر اگر (کفر سے) توبہ کرلیں اور (اسلام کے کام کرنے لگیں یعنی مثلاً) نماز پڑھنے لگیں، زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا رستہ چھوڑ دو (یعنی قتل و قید مت کرو کیونکہ) واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں (اس واسطے ایسے شخص کا کفر بخش دیا اور اس کی جان بچالی اور یہی حکم بقیہ جماعت کا ہوگا ان کی میعادیں گذرنے کے بعد)۔ اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے (زمانہ اباحت قتل میں بعد میعاد امن کے روبرو اسلام کے فوائد و برکات سن کر اس طرف راغب ہو اور حقیقت و حقیت اسلام کی تلاش کی غرض سے آپ کے پاس آکر) آپ سے امن کا طالب ہو (تاکہ اطمینان سے سن سکے اور سمجھ سکے) تو (ایسی حالت میں) آپ اس کو پناہ دیجئے تاکہ وہ کلام الٰہی (مراد مطلق دلائل دین حق کے ہیں) سن لے پھر (اس کے بعد) اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دیجئے (یعنی

www.toobaaelibrary.com

پہنچنے دیجئے تاکہ وہ سوچ سمجھ کر اپنی رائے قائم کرلے) یہ حکم (امن پناہ دینے کا) اس سبب سے (دیا جاتا) ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ پوری خبر نہیں رکھتے (اس لیے قدرے مہلت دینا ضروری ہے)

تلخیص معارف ومسائل

سورۃ التوبہ کا نام سورۂ براءت بھی ہے، کیونکہ اس میں کفار سے برارت کا ذکر ہے، اور توبہ اس لیے کہ اس میں مسلمانوں کی قبولیت توبہ کا بیان ہے۔ (مظہری)۔

اس سورت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے آغاز میں بسم اللہ لکھی ہوئی نہیں ہے، کیونکہ اس کے نزول کے وقت عام دستور کے مطابق نہ بسم اللہ نازل ہوئی اور نہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کاتب وحی کو اس کے لکھنے کی ہدایت فرمائی، اسی حال میں حضور کی وفات ہوگئی۔ مگر اس کے برخلاف کے بارے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کے معاملہ میں احتیاط کا مقتضا یہی ہے جو اختیار کیا گیا، کیونکہ اگر سورۂ توبہ کو مستقل سورت نہ مانیں، بلکہ انفال کا جز ہو تو ظاہر ہے کہ انفال کی آیات پہلے نازل ہوئیں اور توبہ کی ان کے بعد، اس لیے انفال پر مقدم کرنا بغیر وحی کے جائز نہیں۔

نیز اس میں حکمت دلطیفہ یہ ہے کہ سورۂ توبہ کا مبدا آیات غضب اور کفار سے برارت ہے، اور بسم اللہ آیت رحمت ہے اور آیت غضب و رحمت کا اجتماع مناسب نہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے یہ لکھا ہے کہ:

"اگر سورۂ براءت ہی سے تلاوت کا آغاز ہو تو بسم اللہ پڑھ کر شروع کرے۔ بعض ناواقف یہ سمجھتے ہیں کہ سورۂ توبہ کی تلاوت میں کسی حال میں بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں، یہ غلط ہے"۔

احقر عرض کرتا ہے:

سورۂ براءۃ تو بسم اللہ مرسوم ہے اور نہ ہی کسی قاری سے مروی ہے اور علم قراءت علوم نقلیہ میں سے ہے جس میں مدار روایت واثر ضروری ہے، اسکے اندر قیاس اور رائے کا بالکل دخل نہیں ہے علامہ شاطبی فرماتے ہیں:

وَمَا بقیاسٍ فی القراءۃِ مدخل ❁ فدونک مافیہ الرضا متکفلا

ابتداء براءۃ یا ختم انفال وابتداء براءت دونوں کے بارے میں شاطبیؒ فرماتے ہیں:

www.toobaaelibrary.com

ومهما تَصِلْها او براتَ براءةٌ ❁ لِتَرْبِلَها با لسَّيْفِ لَسْتَ مُبَسْمِلَا

ترک بسملہ علی البراءۃ میں کسی کا اختلاف نہیں، ابن غلبون اور ابوالقاسم بن الحکام اور مکی وغیرہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے (نشرج ا ص ۲۶۴) صرف ابوالحسن السخاوی اور الاھوازی جواز کے قائل ہیں، محقق ابن الجزریؒ فرماتے ہیں کہ یہ محض قیاسی ہے، نیز یہ اجماع، مصاحف اور ظاہر نصوص کے مخالف اور مصادم بھی ہے، آگے چل کر اس طرح کے قیاس وایجاد سے پناہ مانگتے ہیں۔ (نشرج:ا:ص:۲۶۵)

سورۂ توبہ میں چند غزوات کا بیان ہے، ان سے متعلق احکام ومسائل کا ذکر ہے۔ معاہدات ختم کیے جانے کا آیات میں بیان ہے، سب سے پہلے سن ۸ھ میں فتح مکہ ہوا، پھر حنین اسی سال، پھر تبوک رجب سن ۹ھ میں پھر ۹ھ میں تمام قبائلِ عرب سے معاہدات ختم کرنے کا اعلان ذی الحجہ ۹ھ میں ہوا۔ تاریخ اور سیرت کی کتابوں سے تفصیلات حاصل کی جائیں۔

رمضان ۸ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا، مگر مغلوب دشمنوں کے ساتھ ایسا بے نظیر کریمانہ سلوک پیغمبر انہ اور معجزانہ اخلاق دیا جس کا دوسروں سے تصور بھی ممکن نہیں۔ پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ آج میں تم سے وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے مصر میں کہا تھا۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ.

فتح مکہ کے وقت مشرکین کی چار قسمیں تھیں: (۱) جن سے حدیبیہ میں صلح کا معاہدہ ہوا اور پھر انھوں نے خود اسے توڑ دیا اور یہی فتح مکہ کا سبب ہوا۔ (۲) جن سے معاہدہ صلح کسی خاص میعاد کے لیے کیا گیا اور وہ اس پر قائم رہے۔ (۳) جن سے صلح کا معاہدہ بغیر تعیین مدت کے ہوا تھا۔ (۴) جن سے کسی قسم کا معاہدہ نہ تھا۔

پہلی قسم کی جماعت قریش مکہ یہ کسی مزید مہلت کی مستحق نہ تھی مگر چونکہ یہ اشہر حرم کا زمانہ تھا جن میں قتل وقتال مخاطب اللہ ممنوع تھے، الگا ذکر سورت کی پانچویں آیت: فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ،، یعنی اشہر حرم کے ختم ہوتے ہی یہ جزیرۃ العرب سے نکل جائیں، یا مسلمان ہو جائیں، ورنہ ان سے جنگ کی جائے۔

دوسری جماعت کا ذکر چوتھی آیت: اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ،، ان سے نو مہینے کی مدت کی صلح ہوئی تھی۔ اس لیے اس آیت کی رو سے انھیں نو ماہ کی مہلت مل گئی۔

www.toobaaelibrary.com

تیسری اور چوتھی جماعت کا ایک ہی حکم ہے جن کا ذکر سورت کی پہلی اور دوسری آیت میں مذکور ہے۔

معاہدات کی مدت ختم ہونے کے بعد مہلت دینے کا کریمانہ سلوک کیا گیا۔ اس طرح کہ ان پر احکام کا نفاذ اس وقت سے تجویز ہوا، جبکہ ان احکام کا اعلان تمام عرب میں ہو جائے جس کے لیے ۹ھ کے ایام حج میں منیٰ، اور عرفات کے عام اجتماعات میں اعلان کیا جائے جس کا ذکر تیسری آیت: وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ،، مزید احتیاط یہ کی کہ حضرت علیؓ کی معرفت یمن بالخصص اس کا اعلان کرا دیا۔

فوائد: دشمن پر قابو پانے کے بعد عفو و درگذر کا درس دیا گیا، انتقام میں وقتی راحت ضرور ہے مگر یہ راحت وقتی ہے اور عفو و درگذر میں رضاء حق اور جنت میں درجات عالیہ ہیں۔ دیگر یہ کہ اس میں یہ اظہار ہے کہ یہ لڑائی اپنے نفس کے لیے نہیں بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے لیے تھی اور یہی وہ حقیقت ہے جو اسلامی جہاد اور دیگر بادشاہوں اور سیاسی بازیگروں کی باہمی جنگ میں امتیاز اور جہاد و فساد میں فارق ہے۔ نیز ——— یہ کہ اس اخلاق فاضلہ سے دشمن کو محبت ہوگی اور یہی جہاد کا مقصد اصلی ہے۔

مگر، عفو و درگذر کے یہ معنیٰ نہیں کہ دشمن کے ضرر سے بچنے کا اہتمام نہ کیا جائے، ان آیات سے یہ بھی سمجھا گیا۔

نیز — کمزوروں پر یکبارگی حملہ کرنا بلا مہلت دیے، یہ بزدلی اور غیر شریفانہ فعل ہے۔ نیز یہ کہ اگر کوئی معاہدہ ہو تو اسکی پابندی میعاد تک پوری کرنا بہتر ہے۔ اور یہ کہ — یہ ساری دشمنی انکی ذات سے نہیں بلکہ انکے کافرانہ عقائد و خیالات کے ساتھ ہے۔ اسی لیے جنگ ہو یا صلح ہر زمانہ میں انکے ساتھ نصیحت اور خواہی کو نہ چھوڑنا چاہیے۔

"اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ" یعنی معاہدہ کے ایفاء میں کامل احتیاط سے کام لیں، دیگر اقوام کی طرح خلاف ورزی کے لیے حیلے اور تاویلات نہ کریں۔

نیز جب جنگ چھڑ ہی جائے تو پھر پوری قوت کو استعمال کرنا چاہیے۔ اب رحم دلی اور نرمی، بزدلی ہوگی۔ کسی کے اسلام لانے پر اعتماد کے لیے تین چیزیں ہیں۔ (۱) توبہ (۲) اقامت صلوٰۃ۔ (۳) ادائے زکوٰۃ۔ جب تک یہ تینوں نہ ہوں محض کلمہ پڑھنے سے انکے ساتھ جنگ بند نہ کی جائے، منکرین زکوٰۃ سے جہاد میں صدیق اکبرؓ نے اسی آیت سے استدلال فرما کر تمام صحابہؓ کو مطمئن کر دیا تھا۔

www.toobaaelibrary.com

"یَوْمَ الْحَجِّ الْاَکْبَرِ" سے مراد ــــ بقول ابن عباسؓ، فاروق اعظمؓ ابن عمرؓ اور ابن زبیر یوم عرفہ ہے۔ اَلْحَجُّ عَرَفَةٌ۔ (ابوداؤد، ترمذی) بعض نے یوم النحر فرمایا ہے۔ حضرت سفیان ثوریؒ وغیرہ نے جمع اقوال کے بعد فرمایا کہ اس سے مراد حج کے پانچوں ایام ہیں جن میں، عرفہ اور یوم النحر دونوں داخل ہیں۔ اور چونکہ عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا ہے اس سے ممتاز کرنے کے لیے حج کو حج اکبر کہا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ ہر حج، حج اکبر ہی ہے۔ یوم جمعہ ایک اتفاقی تھا۔ نیز یہ کہ ان ایام حج میں عمرہ نہیں ہوسکتا۔ "حَتّٰی یَسْمَعَ کَلَامَ اللّٰهِ" یعنی طالب کو حقانیت اسلام دلائل کے ساتھ سمجھانا چاہئے، یہ علماء دین کا فریضہ ہے۔ اور ایسے طالب کا تحفظ بھی فریضہ ہے، نیز یہ کہ وہ غیر مسلم جو دارالاسلام کے باشندے نہ ہوں انہیں ضرورت سے زائد ٹھہرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ بس حد مقرر کردی ہے، حَتّٰی یَسْمَعَ کَلَامَ اللّٰهِ۔ نیز یہ کہ ویزا لے کر ایسے کسی آنے والے پر نظر رکھی جائے، جب وہ اپنا کام پورا کرلے تو بحفاظت اسے واپس کردیا جائے۔

کَیْفَ یَکُوْنُ لِلْمُشْرِکِیْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِیْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝ کَیْفَ وَاِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ لَا یَرْقُبُوْا فِیْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ یُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰی قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ فَقَاتِلُوْۤا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ یَنْتَهُوْنَ ۝ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ قَاتِلُوْهُمْ یُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَیْدِیْكُمْ وَیُخْزِهِمْ وَیَنْصُرْكُمْ عَلَیْهِمْ وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ وَیُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

جماعت اول نے جو نقضِ عہد کیا تھا ان کے نقضِ عہد سے پہلے بطور پیشین گوئی کے فرماتے ہیں کہ) ان مشرکین (قریش) کا عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے (قابل رعایت) رہے گا (کیونکہ رعایت تو اس عہد کی ہوتی ہے جس کو دوسرا شخص خود نہ توڑے ورنہ رعایت نہ ہوگی) مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام (یعنی حرم) کے نزدیک عہد لیا ہے (مراد دوسری جماعت ہے جن کا استثناء اوپر بھی اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ الخ میں آچکا ہے یعنی ان سے یہ امید ہے کہ یہ عہد کو قائم رکھیں گے) سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں (یعنی عہد نہ توڑیں) تم بھی ان سے سیدھی طرح رہو (اور مدت عہد کی ان سے پوری کردو چنانچہ زمانہ نزول برأت میں اس مدت میں نو ماہ باقی رہے اور بوجہ عہد شکنی نہ کرنے کے ان کی یہ مدت پوری کی گئی) بلاشبہ اللہ تعالیٰ (بدعہدی سے) احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں (پس تم بھی احتیاط رکھنے سے پسندیدۂ حق ہو جاؤ گے یہ استثناء کرکے پھر عود ہے مضمون متعلق جماعت اول کی طرف کہ) کیسے (ان کا عہد قابل رعایت رہے گا یعنی وہ لوگ عہد پر کب قائم رہیں گے (حالانکہ ان کی یہ حالت ہے کہ اگر وہ تم پر کہیں غلبہ پا جائیں تو تمہارے بارے میں نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول قرار کا (کیونکہ ان کی یہ صلح مجبوری اور خوف جہاد سے ہے دل سے نہیں۔ پس (یہ لوگ تم کو (صرف) اپنی زبانی باتوں سے راضی کر رہے ہیں اور ان کے دل (ان باتوں کو) نہیں مانتے (پس جب دلسے اس عہد کو پورا کرنے کا عزم نہیں ہے تو کیا پورا ہوگا) اور ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں (کہ عہد پورا کرنا نہیں چاہتے اور اگر ایک آدھ پورا کرنا بھی چاہتا ہو تو زیادہ کے سامنے ایک دو کی کب چلتی ہے اور وجہ ان کے شریر ہونے کی یہ ہے کہ) انہوں نے احکام الٰہیہ کے عوض (دنیا کی) متاع ناپائدار کو اختیار کر رکھا ہے (جیسا کہ کفار کی حالت ہوتی ہے کہ دین کو چھوڑ کر دنیا کو اس پر ترجیح دیتے ہیں جب دنیا زیادہ محبوب ہوگی تو جب عہد شکنی میں دنیوی غرض حاصل ہوتی نظر آئیگی اس میں کچھ باک نہ ہوگا، بخلاف اس شخص کے جو دین کو ترجیح دیتا ہے وہ احکام الٰہیہ اور وفائے عہد وغیرہ کا پابند ہوگا) سو (اس ترجیح دنیا علی الدین کی وجہ سے) یہ لوگ اللہ کے (سیدھے) رستہ سے (جس میں وفائے عہد بھی داخل ہے) ہٹے ہوئے ہیں (اور) یقیناً یہ ان کا عمل بہت ہی برا ہے (اور ہم نے جو اوپر کہا ہے لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ الخ سو اس میں تمہاری کچھ تخصیص نہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ) یہ لوگ کسی مسلمان کے بارے میں (بھی) نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول قرار کا اور یہ لوگ

www.toobaaelibrary.com

(خصوص اس باب میں) بہت ہی زیادتی کر رہے ہیں سو (جب ان کے عہد پر اعتماد و اطمینان نہیں بلکہ احتمال عہد شکنی کا بھی ہے جیسا کہ اس کی جانب مخالف کا بھی احتمال ہے اس لیے ہم ان کے بارے میں مفصل حکم سناتے ہیں کہ) اگر یہ لوگ (کفر سے) توبہ کرلیں (یعنی مسلمان ہو جائیں) اور (اس اسلام کو ظاہر بھی کر دیں مثلاً) نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو (پھر ان کی عہد شکنی وغیرہ پر اصلاً نظر نہ ہوگی خواہ انہوں نے کچھ ہی کیا ہو، اسلام لانے سے) وہ تمہارے دینی بھائی ہو جائیں گے (اور پچھلا کیا ہوا سب معاف ہو جائے گا) اور ہم سمجھ دار لوگوں (کو سمجھانے) کے لیے احکام کو خوب تفصیل سے بیان کرتے ہیں (چنانچہ اس مقام پر بھی ایسا ہی کیا گیا)۔ اور اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں (عہدوں) کو توڑ ڈالیں (جیسا کہ ان کی حالت سے غالب ہے) اور (عہد کو توڑ کر ایمان بھی نہ لائیں بلکہ اپنے کفر پر قائم رہیں جس کا ایک اثر یہ ہے کہ (تمہارے دین (اسلام) پر طعن (و اعتراض) کریں تو (اس حالت میں) تم لوگ اس قصد سے کہ یہ (اپنے کفر سے) باز آ جائیں، ان پیشوایانِ کفر سے (خوب) لڑو (کیونکہ اس صورت میں) ان کی قسمیں (باقی) نہیں رہیں (یہاں تک قبل نقض پیشین کوئی ہو چکی، آگے بعد وقوع نقض کے قتال کی ترغیب ہے کہ) تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا (اور بنی بکر کے بمقابلہ خزاعہ کی مدد کی) اور رسول (ﷺ) کے جلاوطن کر دینے کی تجویز کی، اور انہوں نے تم سے خود پہلے چھیڑ نکالی (کہ تمہاری طرف سے وفائے عہد میں کوئی کمی نہیں ہوئی، انہوں نے بیٹھے بٹھائے خود ایک شوشہ چھوڑا، پس ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو) کیا ان سے (لڑنے میں) ڈرتے ہو (کہ ان کے پاس جمعیت زیادہ ہے) سو (اگر یہ بات ہے تو ہرگز ان سے مت ڈرو، کیونکہ) اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو (اور ان سے ڈرنے کا یہ مقتضا ہے کہ ان کے حکم کے خلاف مت کرو اور وہ حکم دیتے ہیں قتال کا، پس) ان سے لڑو، اللہ تعالیٰ (کا وعدہ ہے کہ) ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دیگا اور ان کو ذلیل (وخوار) کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور (ان کی اس تعذیب اور تمہاری نصرت سے) بہت سے (ایسے) مسلمانوں کے قلوب کو شفا دے گا اور ان کے قلوب کے غیظ (وغضب) دور کر دے گا (جو خود تاب مقابلہ نہیں رکھتے اور ان کی حرکات کو دیکھ کر دل ہی دل میں گھٹتے رہتے ہیں) اور (ان کفار میں سے) جس پر (توجہ و فضل کرنا) منظور ہوگا اللہ تعالیٰ توجہ (بھی) فرمائیگا (یعنی مسلمان ہونے کی توفیق دے گا، چنانچہ فتح مکہ میں بعضے لڑے اور ذلیل و

www.toobaaelibrary.com

مقتول ہوئے اور بعضے مسلمان ہو گئے) اور اللہ تعالیٰ بڑی حکمت والے ہیں (کہ علم سے ہر ایک کا انجام کہ اسلام ہے یا کفر جانتے ہیں، اور اسی لیے اپنی حکمت سے احکام مناسبہ مقرر فرماتے ہیں) اور جو تم لڑنے سے جی چراتے ہو گو بعضے سہی تو) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی (اسی حالت پر) چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے (ایسے موقع پر) جہاد کیا ہو اور اللہ و رسول اور مؤمنین کے سوا کسی کو خصوصیت کا دوست نہ بنایا ہو (جس کے ظاہر ہونے کا اچھا ذریعہ ایسے موقع کا جہاد ہے، جہاں مقابلہ اعزہ و اقارب سے ہو کہ امتحان ہو جاتا ہے کہ کون اللہ کو چاہتا ہے اور کون برادری کو) اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے تمہارے کاموں کی (پس اگر جہاد میں چستی کرو گے یا سستی کرو گے اسی کے موافق تم کو جزا دے گا)۔

تلخیص معارف و مسائل

آیات (۷۔۸۔۹۔۱۰) میں اعلان برارت کی حکمت کا بیان ہے، یعنی یہ مشرکین ایسے خسیس الطبع اور بغض وعناد میں اتنے شدید ہیں، کہ ان کے یہاں کسی چیز کا پاس ولحاظ نہیں، نہ عہد کا، نہ قرابت ورشتہ داری کا، ان آیات میں یہ بھی بتایا گیا کہ کفار کے مقابلہ میں سچائی پر قائم رہنا چاہئے اور انکے متعلق مبالغہ آمیزی سے پرہیز کرنے کی تعلیم ہے۔

گیارھویں آیت میں یہ بتلا دیا کہ مسلمان جب ہو گیا تو اب تم انکی سابقہ ساری ایذا رسانیوں کو بھلا کر انھیں اپنا بھائی سمجھو، فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ،، (۱۲) "فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ،، بجائے "فَقَاتِلُوْهُمْ،، کے یہ اسلئے فرمایا کہ اس سے علت اور وجہ کا بیان بھی ہو گیا کہ عہد شکنی کی وجہ سے کفر کے امام وقائد ہو کر جنگ کے مستحق ہو گئے۔ اور سرداران قریش مراد ہوں تو اس لیے کہ یہی لوگ قریش کو جنگ پر ابھارتے اور تیار کرتے رہتے تھے۔ اور اہل مکہ کی اصل طاقت کا سرچشمہ یہی تھے پھر یہ کہ مسلمانوں کی قرابت بھی انھیں سے تھی، پس اس سے اندیشہ رعایت کو ختم کر دیا۔ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ،، باتفاق فقہاء دارالاسلام میں غیر مسلم ذمیوں کو اسلام پر علمی تنقید کی تو اجازت ہے مگر طعن و تشنیع کی نہیں۔ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ،، بھی دشمن کو محض ستانا نہیں ہے جوش انتقام کو فرو کرنا یا ملک گیری مقصد نہیں۔ ان کے ساتھ جذبۂ ہمدردی کو اس لفظ سے ظاہر کرنا ہے۔

(۱۳) تیرھویں آیت میں یہود مدینہ سے جہاد وقتال کی ترغیب ہے۔ یہود نے پیغمبر علیہ السلام کو مدینہ سے اخراج کا منصوبہ بنایا تھا، لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ،، (المنافقون) خود کو یہ عزت دار اور

www.toobaaelibrary.com

مسلمانوں کو ذلیل سمجھتے تھے، مگر کیا ہوا؟ ہوا کے برعکس۔ دوسری وجہ جنگ تھی "وَهُمْ بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ"، مسلمانوں کی طرف سے مدافعانہ کاروائی ہے جو بتقاضائے فطرت سلیمہ ہے۔ "أَتَخْشَوْنَهُمْ"... اس سے مسلمانوں کے دلوں سے ان کا رعب دور کرنا ہے۔ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ. غیر اللہ سے ایسا خوف کھانا جو ادائیگی احکام شرعیہ میں حائل ہو مسلمانوں کا کام نہیں۔ آیت ۱۴، میں مخلص مسلمان کی دو علامتیں بیان کی گئیں۔ اول جہاد، دوم کسی غیر مسلم کو راز دار نہ بنانا۔ اگلی آیات میں وہی حکم جہاد و ترغیب قتال ہے۔ ان آیتوں میں جن حالات اور واقعات کی خبر پیشگی طور پر دی گئی ہے تاریخ شاہد ہے کہ وہ سب ایک ایک کر کے اسی طرح مشاہدہ میں آئے، اسلئے یہ آیات بہت سے معجزات پر مشتمل ہے۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۚ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ ۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ ۝ إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ ۖ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ۝ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

مشرکین کی یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو (جن میں مسجد حرام بھی آگئی) آباد کریں جس حالت میں وہ خود اپنے کفر (کی باتوں) کا اقرار کر رہے ہیں (چناں چہ وہ خود اپنا مشرب بتلانے کے وقت ایسے عقائد کا اقرار کرتے تھے جو واقع میں کفر ہیں، مطلب یہ کہ عمارت مساجد کو عمل محمود ہے لیکن باوجود شرک کے کہ اس کے منافی ہے اس عمل کی اہلیت ہی مفقود ہے اور اس لیے وہ محض غیر معتد بہ ہے، پھر فخر کی کیا گنجائش ہے)

www.toobaaelibrary.com

ان لوگوں کے (جو مشرک ہیں) سب اعمال (نیک مثل عمارت مسجد وغیرہ) اکارت (اور ضائع) ہیں (بوجہ اس کے کہ ان کی قبولیت کی شرط نہیں پائی جاتی اور ضائع عمل پر فخر ہی کیا) اور دوزخ میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے (کیوں کہ وہ عمل جو کہ اسباب نجات سے ہے وہ تو ضائع ہی ہو گیا تھا) ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے (یعنی علیٰ وجہ الکمال ان سے مقبول ہوتا ہے) جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر (دل سے) ایمان لائیں (اور جوارح سے اس کا اظہار بھی کریں مثلاً اس طرح کہ) نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (اللہ پر ایسا توکل رکھتے ہوں کہ) بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں سو ایسے لوگوں کی نسبت توقع (یعنی وعدہ) ہے کہ اپنے مقصود (یعنی جنت ونجات) تک پہنچ جائیں گے، (کیوں کہ ان کے اعمال بوجہ ایمان کے مقبول ہوں گے، اس لیے آخرت میں نفع ہوگا اور مشرکین اس شرط سے محروم ہیں اور عمل بے ثمر پر فخر لاحاصل) کیا تم لوگوں نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص (کے عمل) کے برابر قرار دے لیا جو کہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو، اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو (وہ عمل ایمان اور جہاد ہے، یعنی یہ عمل برابر نہیں اور جب اعمال برابر نہیں تو) یہ (عامل) لوگ (بھی باہم) برابر نہیں اللہ کے نزدیک (غرض عمل عمل باہم اور عامل عامل باہم برابر نہیں مقصود بقرینہ سیاق یہ ہے کہ ایمان اور جہاد میں سے ہر واحد افضل ہے، سقایہ اور عمارت کے ہر واحد سے یعنی ایمان بھی دونوں سے افضل ہے، اس سے جواب ہو گیا مشرکین کا کہ ان میں ایمان نہ تھا، اور جہاد بھی دونوں سے افضل ہے، اس سے جواب ہو گیا بعض مؤمنین کا جو کہ بعد ایمان کے سقایہ اور عمارت کو جہاد پر تفضیل دیتے تھے) اور (یہ امر مذکور بہت ہی ظاہر ہے لیکن) جو لوگ بے انصاف ہیں (مراد مشرک ہیں) اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا (اس لیے وہ نہیں مانتے بخلاف اہل ایمان کے کہ وہ اس تحقیق کو فوراً مان گئے، آگے اس مضمون کی تصریح ہے جو اوپر لَا یَسْتَوٗنَ سے مقصود تھا یعنی) جو لوگ ایمان لائے اور (اللہ کے واسطے) انھوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک (بمقابلہ اہل سقایہ واہل عمارت کے) بہت بڑے ہیں (کیوں کہ اگر اہل سقایہ واہل عمارت میں ایمان نہ ہو تب تو یہ بڑائی انہی مومنین مہاجرین مجاہدین میں منحصر ہے اور اگر ان میں ایمان ہو تو گو وہ بھی بڑے ہیں، مگر یہ زیادہ بڑے ہیں) اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں (کیوں کہ اگر ان کے مقابلین میں ایمان نہ ہو تب تو کامیابی کا حصر انہی میں ہے اور اگر ایمان ہو تو کامیابی مشترک ہے،

www.toobaaelibrary.com

لیکن ان کی کامیابی ان سے اعلیٰ ہے، آگے اس درجہ اور فوز کا بیان ہے کہ) ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور جنت کے) ایسے باغوں کی ان کے لیے ان (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی (اور) ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے، بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے، (اس میں سے ان کو دیا جائے گا) اے ایمان والو! اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو (اپنا) رفیق مت بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو بمقابلہ ایمان کے (ایسا) عزیز رکھیں (کہ ان کے ایمان لانے کی امید نہ رہے) اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا سو ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں (مطلب یہ کہ بڑا مانع ہجرت سے ان لوگوں کا تعلق ہے اور خود وہی جائز نہیں پھر ہجرت میں کیا دشواری ہے) (آگے سے اسی مضمون کی زیادہ تفصیل ہے کہ اے محمدؐ) آپؐ (ان سے) کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن میں (رہنے) کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ چیزیں) تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم (سزائے ترک ہجرت کا) بھیج دیں (جیسا کہ دوسری آیت میں ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ الیٰ قولہ فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ) اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والے لوگوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا (یعنی ان کا مقصود تھا ان چیزوں سے تمتع وہ بہت جلد خلاف ان کی توقع کے موت سے منقطع ہو جاتا ہے)

تلخیص معارف مسائل

آیت نمبر ۱۷۔ ۱۸۔ میں مسجد حرام اور دیگر مساجد کو عبادات باطلہ سے پاک کرنے اور صحیح اور مقبول طریقہ پر عبادت کی ہدایات ہیں۔ جاہلیت میں کفر و شرک کی آلودگی کے ساتھ ننگے ہو کر طواف کرتے تھے اس رسم بد کی آئندہ سال اجازت نہیں دی جائیگی۔ ۱۷۔ میں عمارت مسجد کا منفی پہلو اور۔ ۱۸۔ میں مثبت پہلو کا بیان ہے۔

وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ، ، خوف کی چیزوں سے ڈرنا اور دہشت کھانا عقل و فطرت کا تقاضہ ہے مطلب یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں کسی کے خوف سے اللہ کے حکم کو ترک نہ کرے۔

عمارت مسجد سے متعلق یہ مسئلہ یہ ہے کہ تولیت اور انتظامی ذمہ داری ناجائز ہے، باقی ظاہری در و دیوار کی تعمیر میں غیر مسلم سے بھی کام لیا جانا مضائقہ نہیں۔ اور اگر آئندہ کسی احسان جتلانے یا نقصان

www.toobaaelibrary.com

پہنچانے کا اندیشہ نہ ہو تو غیر مسلم سے تعمیر مسجد میں چندے لینا جائز ہے، اگر وہ دے، مساجد کو ایسی باتوں سے پاک رکھنا چاہئے جس کے لیے وہ نہیں بنائی گئی ہے۔ اور ان میں وہی اعمال ہونے چاہئیں جن کے لیے بنائی گئی ہیں۔ آیات ۱۹ سے ۲۲ تک ایک خاص واقعہ سے متعلق ہیں:

مشرکین مکہ کو مسجد حرام کی آبادی اور حجاج کو پانی پلانے پر بڑا فخر تھا، حضرت عباسؓ نے بھی بدر میں گرفتاری کے بعد ہی کہا تھا کہ تم اگر ایمان و ہجرت کو اپنا بڑا سرمایہ فضیلت سمجھتے ہو تو ہم بھی مسجد حرام کی عمارت اور سقایہ کی خدمات کے متولی ہیں۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ کوئی عمل خواہ کتنا اعلیٰ ہو، ایمان کے بغیر اللہ کے نزدیک اسکی کوئی قیمت نہیں۔ اور جہاد کے مقابلہ میں کوئی عمل افضل نہیں۔ اور بہر حال یہ تو طے ہے کہ شرک کے ساتھ تو کوئی عمل مقبول اور قابل ذکر نہیں۔ ایمان کے افضل ہونے سے مشرکین کا جواب، اور جہاد کے افضل ہونے سے ان مسلمانوں کی بات کا جواب ہوا جو عمارت مسجد اور سقایہ حجاج کو جہاد سے افضل کہتے تھے۔

عمارت مسجد جس سے جہاد افضل ہے اس سے مراد ظاہری عمارت ہے نہ کہ ذکر اللہ کے لیے مسجد میں حاضری اور ذکر و نماز سے مسجد کی آبادی سے افضل جیسا کہ مسند احمد، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت منقول ہے۔ (تفسیر مظہری)

اور کبھی کبھی یہ افضلیت حالات و واقعات کے تابع بھی ہوتی ہے۔

ہجرت و جہاد میں ساری قرابتیں اور رشتے چھوڑنے پڑتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ نہایت شاق اور دشوار ہیں، اگلی آیت ۲۳، میں ان قرابتوں سے از حد تعلق کی مذمت فرما کر مسلمانوں کے اذہان کو ہجرت و جہاد کے لیے آمادہ کیا گیا ہے، رشتوں کو قائم رکھنے کی واضح ہدایات قرآن میں ہیں، مگر سب کی حدود ہیں اللہ اور اس کے رسول کے تعلق کے مقابلہ میں سارے تعلقات نظر انداز کرنے کے قابل ہیں۔

فوائد: ایمان ہی تمام اعمال کی روح ہے، بغیر ایمان کے کافروں کے اعمال بالکل تو ضائع نہیں کیے جاتے، ان کا بدلہ دنیا میں مل جاتا ہے، آرام دے کر دنیا سے اٹھا لیا جاتا ہے۔

معصیت سے عقل انسانی غراب ہو جاتی ہے اور اطاعت و تقویٰ سے عقل کو جلا ملتی ہے، حق و باطل کی تمیز میں غلطی نہیں ہوتی اعمال نیک میں بھی باہمی تفاضل ہے۔

راحت و نعمت وہی حقیقی ہیں جو دائمی ہوں کبھی ختم نہ ہوں "نَعِيمٌ مُّقِيمٌ، خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا" آیت: ۲۲: میں خطاب ان سے ہے جنہوں نے ہجرت فرض ہونے کے وقت تعلقات و خویش

www.toobaaelibrary.com

سے مغلوب ہو کر ہجرت نہیں کی۔ لیکن الفاظ کے عموم سے یہ حکم تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔

ہجرت مسلمان ہونے کی علامت تھی مگر یہ حکم فتح مکہ کے بعد منسوخ ہو گیا۔ اب یہ حکم باقی رہا ہے کہ جہاں احکام شرع کی تعمیل ممکن نہ ہو، اس جگہ سے ہجرت کرنا ہمیشہ کے لیے فرض ہے (بشرط قدرت) دوسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی ہر ایسی جگہ چھوڑ دے جہاں فسق و فجور کا غلبہ ہو یہ ہمیشہ کے لیے مستحب ہے۔ (فتح الباری)

ایمان کی تکمیل اس پر موقوف ہے کہ رسول اللہ ؐ کی محبت تمام محبتوں پر غالب ہو۔ (روایات و حدیث)

مگر محبت سے مراد یہاں اختیاری محبت ہے، غیر اختیاری اور طبعی مراد نہیں ہے۔ البتہ محبت کا اعلیٰ مقام یہی ہے کہ محبت طبیعت پر بھی غالب آجائے جیسا کہ اللہ والوں کو یہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ انھیں کفر و شرک آگ میں ڈالے جانے کے برابر محسوس ہوتا ہے اور حلاوت ایمانی جب حاصل ہوتی ہے تو طاعات و عبادات میں اعضاء بھی لذت پانے لگتے ہیں، بلاشبہ یہ نعمت کبریٰ ہے مگر یہ نعمت اللہ والوں کی معیت اور صحبت ہی سے حاصل ہوتی ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝

ترجمہ و خلاصۂ تفسیر

تم کو خدا تعالیٰ نے (لڑائی کے) بہت موقعوں میں (کفار پر) غلبہ دیا (جیسے بدر وغیرہ) اور حنین کے دن بھی (جس کا قصہ عجیب و غریب ہے تم کو غلبہ دیا) جب کہ (یہ واقعہ ہوا تھا کہ) تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہو گیا تھا، پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور (کفار کے تیر برسانے سے ایسی پریشانی ہوئی کہ) تم پر زمین باوجود اپنی (اس) فراخی کے تنگ کرنے لگی پھر (آخر) تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے،

www.toobaaelibrary.com

س کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (کے قلب) پر اور دوسرے مؤمنین کے (کے قلوب) پر اپنی (طرف سے) تسلی نازل فرمائی، اور (مدد کے لیے) ایسے لشکر (آسمان سے) نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا (مراد فرشتے ہیں جس کے بعد تم پھر مستعد قتال ہوئے اور غالب آئے) اور (اللہ تعالیٰ نے) کافروں کو سزا دی (کہ ان پر ہزیمت اور قتل وقید واقع ہوئی) اور یہ کافروں کی (دنیا میں) سزا ہے، پھر اللہ تعالیٰ (ان کافروں میں سے) جس کو چاہیں توبہ نصیب کر دیں (چنانچہ بہت سے مسلمان ہو گئے) اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں (کہ جو شخص ان میں مسلمان ہوا اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر کے مستحق جنت بنا دیا) اے ایمان والو مشرک لوگ (بوجہ عقائد خبیثہ کے) نرے ناپاک ہیں سو (اس ناپاکی پر جو احکام متفرع ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ) یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام (یعنی حرم) کے پاس (بھی) نہ آنے پائیں (یعنی حرم کے اندر داخل نہ ہوں) اور اگر تم کو (اس حکم کے جاری کرنے سے بدیں وجہ) مفلسی کا اندیشہ ہو (کہ لین دین انہی سے زیادہ متعلق ہے جب یہ نہ رہیں گے تو کام کیسے چلے گا) تو (تم خدا پر توکل رکھو) خدا تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا (ان کا) محتاج نہ رکھے گا، بیشک اللہ تعالیٰ (احکام کی مصلحتوں) کو خوب جاننے والا ہے (اور ان مصلحتوں کی تکمیل کے باب میں) بڑا حکمت والا ہے (اس لیے یہ حکم مقرر کیا اور تمہارے افلاس کے انسداد کا سامان بھی کر دے گا) اہل کتاب جو کہ نہ خدا پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر (پورا ایمان رکھتے ہیں) اور ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اور اس کے رسول (محمدؐ) نے حرام بتلایا ہے اور نہ سچے دین (اسلام) کو قبول کرتے ہیں ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۲۵ ار: "وَيَوْمَ حُنَيْنٍ" غزوۂ حنین کو بطور خاص اس لیے فرمایا کہ اس میں بہت سے واقعات وحالات خلاف توقع عجیب انداز سے ظاہر ہوئے جن میں غور کرنے سے انسان کے ایمان میں قوت اور عمل میں ہمت پیدا ہوتی ہے۔ ہم یہاں اختصاراً تفصیل سے گریز کرتے ہوئے قارئین کو تاریخ وسیر کے حوالے کرتے ہیں "ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ..الخ" چوں کہ تسلی کی دو قسمیں تھیں، ایک بھاگنے والوں کی، اور دوسری پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ جمے رہنے والوں کی، اس طرف اشارہ کرنے کے لیے "عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ" کو علیحدہ علیحدہ تکرار علی کے ساتھ بیان فرمایا گیا۔

www.toobaaelibrary.com

اس جہاد میں جنہیں مغلوب و مفتوح ہونے کی سزا مل گئی مگر تا حال وہ کفر پر قائم ہیں، ان میں سے بھی کچھ کو ایمان کی توفیق نصیب ہوگی، اور پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور حنین کی فتح، اور ہوازن وثقیف کے سرداروں کا مسلمان ہو کر حاضر ہونا اور پھر قیدیوں کی واپسی، یہ واقعات پیش آئے۔

قیدیوں کی واپسی کے سلسلے میں پیغمبر علیہ السلام نے مختلف سمتوں سے اٹھنے والی آوازوں کو (کہ ہم بخوشی تیار ہیں) کافی نہ سمجھا بلکہ ہر ایک سے علیحدہ علیحدہ رائے معلوم کرنی چاہی۔ معلوم ہوا کہ حقوق کے معاملہ میں عوامی جلسوں کی آوازیں کافی نہیں چناں چہ ایسا ہی کیا گیا۔

احکام ومسائل: مسلمانوں کو کبھی اپنی جمعیت وطاقت پر غرہ نہ ہونا چاہیے کمزوری ہو یا طاقت دونوں ہی حالتوں میں نظر اللہ تعالیٰ کی نصرت وامداد پر رہنی چاہیے۔

مفتوح ومغلوب کفار کے اموال میں عدل وانصاف اور احتیاط ہونی چاہیے جیسا کہ مکہ کے مفتوح غیر مسلموں سے سامان جنگ زرہیں وغیرہ عاریتاً لے کر پھر انہیں واپس کر دیں "ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ الخ" یعنی مغلوب کفار سے بھی مایوس نہ ہونا چاہیے، ممکن ہے اللہ تعالیٰ انہیں پھر اسلام وایمان کی ہدایت دیدیں جیسا کہ وفد ہوازن کے واقعہ اسلام سے ثابت ہوا۔

علیحدہ علیحدہ رائے معلوم کرنے سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ کسی شخص پر اپنی وجاہت کا رعب ڈال کر کسی دینی مقصد کے لیے چندہ کرنا بھی درست نہیں پوری رضامندی کے بغیر دیئے گئے مال میں برکت نہیں ہوتی۔

آیت: ۲۸، "اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ" "اِنَّمَا" حصر کے لیے استعمال ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ مشرکین ...نجاست ہی ہیں، "نَجَسٌ" اس سے مراد ظاہری اور معنوی اور باطنی ہر طرح کی نجاست ہے اور درحقیقت عام طور پر مشرکین میں تینوں قسم کی نجاستیں ہوتی ہیں، یعنی شراب وغیرہ اور معنوی نجاست غسل جنابت وغیرہ کے تو معتقد ہی نہیں، ایسے ہی عقائد فاسدہ اور اخلاق رذیلہ کو بھی کچھ نہیں سمجھتے۔

"اَلْمَسْجِدَ الْحَرَامَ" سے مراد پورا حدود حرم ہے "بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا" سے مراد مفسرین کے نزدیک ۹ ہجری راجح ہے، یعنی ۹ ہجری سے ۱۰ ہجری تک مہلت کا سال ہے۔

مسائل: "لَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ" —— امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم تمام مشرکین اور تمام مساجد کے لیے عام ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا یہ حکم مشرکین اور کفار اہل کتاب سب کے لیے عام ہے، مگر مسجد حرام کے لیے مخصوص ہے دوسری مساجد میں ان کا داخلہ ممنوع نہیں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ سال سے ان کو مشرکانہ طرز پر حج وعمرہ کرنے کی اجازت نہ

www.toobaaelibrary.com

ہوگی۔ جیسا کہ اعلان میں الفاظ تھے "لَا يَحُجَّنَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ" اور کسی ضرورت سے بہ اجازت امیر المؤمنین داخل ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ وفد ثقیف کا واقعہ شاہد ہے اور امام صاحب کا مسلک یہ ہے کہ نجس سے نجاست کفر و شرک مراد ہے، رہی ظاہری نجاست تو مسلمان بھی اس میں داخل ہیں کہ نجاست یا حدث اکبر کی حالت میں ان کے لیے بھی مسجد حرام کا داخلہ ممنوع ہے۔

پورے حرم میں داخلہ ممنوع قرار دیا گیا کیوں کہ یہ اسلام کا قبلہ اور قلعہ ہے یعنی اس آیت کا تعلق اسلام کے سیاسی حکم سے ہے۔

نیز روایات حدیث میں پیغمبر علیہ السلام نے اس دائرہ کو اور وسیع فرما کر پورے جزیرۃ العرب کے لیے بھی حکم دیدیا تھا مگر عہد رسالت اور دور صدیقی میں اس کی تکمیل نہ ہونے پائی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے زمانہ میں اس حکم کو نافذ فرمایا۔

رہا تطہیر نجاسات کا مسئلہ تو یہ کتب فقہ میں مفصل مذکور ہے فراجعہ۔

"اِنْ شَآءَ" کوئی شک اور تردد نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ کسی کام سے متعلق ہو جائے تو بس سارے اسباب بھی موافق ہوتے چلے جاتے ہیں، صرف چاہنے کی دیر ہے۔

آیت ۲۹ یہ آیت غزوہ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی ہے (مجاہد)

"قَاتِلُوا الَّذِيْنَ" الخ تو یہ ہر اس کافر جماعت پر حاوی ہے جو کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتی ہو، لیکن باصطلاح قرآن صرف یہود و نصاریٰ کے لیے استعمال ہوا ہے۔

حکم جہاد و قتال صرف اہل کتاب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام طوائف کفار کا یہی حکم ہے، کیوں کہ جو وجوہ بیان ہوئی ہیں وہ سب کفار میں مشترک ہیں اس لیے حکم بھی مشترک ہونا چاہیے اہل کتاب کی خصوصیت یہاں اس لیے کہ ممکن ہے کہ ان کے اہل کتاب ہونے یعنی تورات و انجیل پر ایمان رکھنے کے باعث مسلمانوں کو ان سے جہاد میں جھجک ہو، نیز یہ کہ یہ اہل علم ہوتے ہوئے کفر و انکار اور طرح طرح کی سازشیں کرتے ہیں اس لیے ان کا جرم زیادہ ہے، اس لیے سزا کے بھی زیادہ مستحق ہوئے۔

"لَا يُؤْمِنُوْنَ" الخ "ایمان کی نفی ان چیزوں سے اس لیے کی گئی ہے کہ محض ایمان کے بول اور الفاظ کافی نہیں بلکہ وہ ایمان مطلوب ہے جو اللہ کے نزدیک مطلوب ہے، اگر ایسا نہیں ہے تو وہ نہ ہونے کے برابر ہے، جیسا کہ اگلے رکوع میں وضاحتیں آرہی ہیں۔

"حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ" اس میں جہاد و قتال کرتے رہنے کی انتہا بتلادی، اور یہ اللہ تعالیٰ کی

www.toobaaelibrary.com

رحمت کاملہ ہے کہ سزا تو ان کی قتل تھی مگر اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمادی۔

جزیہ کا تعین باہمی رضامندی سے جو طے ہو جائے وہی ہوگا اور حاکم وقت کی صوابدید پر ہے۔

جزیہ کفار سے سزائے قتل رفع کرنے کا معاوضہ ہے نہ کہ اسلام کا بدل۔

"عَنْ يَدٍ" یعنی یہ جزیہ بطور اختیاری چندہ یا خیرات نہیں ہے بلکہ اسلام کے غلبہ کو تسلیم کرنے کی حیثیت سے ہے۔

"وَهُمْ صٰغِرُوْنَ" امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اسلام کے عام قانون کی اطاعت کو اپنے ذمہ لازم قرار دیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ ۭ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَاۗفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَاۗفَّةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَا النَّسِيْۗءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ ۭ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ۭ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْۗءُ اَعْمَالِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور یہود (میں سے بعض) نے کہا کہ (نعوذ باللہ) عزیر (علیہ السلام) خدا کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ (میں سے اکثر) نے کہا کہ مسیح (علیہ السلام) خدا کے بیٹے ہیں، یہ ان کا قول ہے ان کے منہ سے کہنے کا (جس کا واقع میں کہیں نام و

www.toobaaelibrary.com

نشان نہیں) یہ بھی ان لوگوں کی سی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں (مراد مشرکین عرب جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، مطلب یہ کہ ان کو تو یہ بھی کافر سمجھتے ہیں، پھر انہی کی سی کفریات بکتے ہیں، اور پہلے ہونا اس معنی پر ہے کہ مشرکین کی گمراہی قدیم تھی) خدا ان کو غارت کرے یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں (کہ خدا پر ایسے افترا باندھتے ہیں یہ تو ان کے اقوال کفریہ تھے، آگے افعال کفریہ کا بیان ہے کہ) انہوں نے (یعنی یہود و نصاریٰ نے) خدا (کی توحید فی الطاعۃ) کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو (باعتبار طاعت کے) رب بنا رکھا ہے (کہ ان کی اطاعت تحلیل اور تحریم میں مثل اطاعتِ خدا کے کرتے ہیں کہ نص پر ان کے قول کو ترجیح دیتے ہیں اور ایسی طاعت بالکل عبادت ہے پس اس حساب سے وہ ان کی عبادت کرتے ہیں) اور مسیح بن مریم (علیہ السلام) کو بھی (ایک اعتبار سے رب بنا رکھا ہے کہ ان کو ابن اللہ کہتے ہیں کہ الوہیت اس کے لوازم سے ہے) حالانکہ ان کو (کتاب الٰہیہ میں) صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود (برحق) کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ ان کے شرک سے پاک ہے (اور یہ تو بیان تھا اتباعِ باطل کا آگے بیان ہے اس کا کہ وہ دینِ حق کو رد کرتے ہیں کہ یہ کفر ہے یعنی) وہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نور (یعنی اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مار مار کر) بجھا دیں (یعنی منہ سے رد و اعتراض کی باتیں اس غرض سے کرتے ہیں کہ دین حق کو فروغ نہ ہو) حالانکہ اللہ تعالیٰ بدون اس کے کہ اپنے نور (مذکور) کو کمال تک پہنچا دے مانے گا نہیں، گو کافر لوگ (جن میں یہ بھی آ گئے) کیسے ہی ناخوش ہوں، (چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہے کہ (اسی اتمامِ نور کے لیے) اس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر (دنیا میں) بھیجا ہے تاکہ اس (دین) کو (کہ وہی نور مذکور ہے) تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کر دے (کہ یہی اتمام ہے) گو مشرک (جن میں یہ بھی داخل ہو گئے) کیسے ناخوش ہوں، اے ایمان والو! اکثر احبار و رہبان (یعنی یہود و نصاریٰ کے علماء و مشائخ عوام) لوگوں کے مال نامشروع طریقہ سے کھاتے..... (اڑاتے) ہیں (یعنی احکامِ حقہ کو پوشیدہ رکھ کر موافق مرضی عوام فتوے دے کر ان سے نذرانے لیتے ہیں) اور (اس کی وجہ سے وہ) اللہ کی راہ (یعنی اسلام) سے (لوگوں کو) باز رکھتے ہیں (کیونکہ ان کے جھوٹے فتووں کے دھوکہ میں آ کر گمراہی میں پھنسے رہتے ہیں اور حق کو قبول بلکہ طلب بھی نہیں کرتے) اور (غایت حرص سے مال بھی جمع کرتے ہیں جس کی نسبت یہ وعید ہے کہ) جو لوگ سونا چاندی جمع کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوٰۃ نہیں

www.toobaaelibrary.com

نکالتے) سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے، جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں (اول) تپایا جائے گا، پھر ان سے لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا، (اور جتلایا جائے گا کہ (یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کر کے رکھا تھا، سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔ یقیناً شمار مہینوں کا (جو کہ) کتاب الٰہی (یعنی احکام شرعیہ) میں اللہ کے نزدیک (معتبر ہیں) بارہ مہینے (قمری) ہیں (اور کچھ آج سے نہیں بلکہ) جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کیے تھے (اسی روز سے اور) ان میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب) یہی (امر مذکور) دین مستقیم ہے (یعنی ان مہینوں کا بارہ ہونا اور چار کا با تخصیص اشہر حرم ہونا اور بخلاف عادت جاہلیت کے کبھی سال مہینوں کا عدد بڑا دیتے، اور کبھی اشہر حرم کی تخصیص چھوڑ دیتے کہ یہ بددینی ہے) سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں (دین کے خلاف کر کے جو کہ موجب گناہ ہے) اپنا نقصان مت کرنا (یعنی اس عادت جاہلیت کے موافق مت کرنا) اور ان مشرکین سے (جب کہ یہ اپنی کفریات کو جن میں یہ خاص عادت بھی آگئی نہ چھوڑیں) سب سے لڑنا جیسا کہ وہ تم سب (مسلمانوں) سے لڑ (نے کو ہر وقت تیار رہا کر) تے ہیں، اور (اگر ان کے جمعیت اور سامان سے اندیشہ ہو تو) یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھی ہے (پس ایمان وتقویٰ کو اپنا شعار رکھو اور کسی سے مت ڈرو، آگے ان کی عادت جاہلیت کا بیان ہے کہ (یہ (مہینوں کا یا ان کی حرمت کا آگے کو) ہٹا دینا کفر میں اور ترقی ہے جس سے (اور عام) کفار گمراہ کیے جاتے ہیں (اس طور پر) کہ وہ اس مہینہ کو کسی سال (نفسانی غرض سے) حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال (جب کوئی غرض نہ ہو) حرام سمجھتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کیے ہیں (صرف) ان کی گنتی (بلا لحاظ تخصیص وتعیین) پوری کر لیں پھر (جب تخصیص وتعیین نہ رہی تو) اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینہ کو حلال کر لیتے ہیں، انکی بداعمالیاں ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہیں، اور (ان کے اصرار علی الکفر پر غم کرنا بے سود ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت (کی توفیق) نہیں دیتا (کیونکہ یہ خود راہ پر آنا نہیں چاہتے)۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۳۰، سے یہود ونصاریٰ کے دعوائے توحید کا غلط ہونا ظاہر ہے اور یہ کوئی مخفی چیز بھی نہیں، یہ تو صاف طور پر اپنی زبانوں سے اس کا اقرار کرتے ہیں دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ صرف زبانی جمع خرچ کرتے ہیں، یہ اس کی دلیل اور کوئی وجہ نہیں بتا سکتے۔

www.toobaaelibrary.com

آیت:۳۱، احکام خدا اور رسول کو بالکل نظر انداز کر کے خود غرض اور پیشہ ور علماء یا جاہل عبادت گذاروں کے قول و عمل ہی کو اپنا دین بنا لینے کی مذمت اس آیت میں بیان ہوئی۔

آیت ۳۲، میں ایک دوسری گمراہی کا ذکر ہے کہ دین حق کو مٹانے کی سعی کرتے ہیں۔

آیت ۳۳، پیغمبر علیہ السلام اور سلطنت صالحین کے عہد مبارک میں تو اس نور کی تکمیل و اتمام کا مشاہدہ ساری دنیا کر چکی ہے، اور آئندہ بھی دلائل اور حقائق کے اعتبار سے ہر زمانہ میں دین اسلام ایسا مکمل دین ہے کہ کسی معقول پسند انسان کے لیے اس پر حرف گیری کا موقعہ نہیں مل سکتا۔ یہ دین حق اپنی حجت اور دلیل کے اعتبار سے ہمیشہ غالب ہے اور جب کبھی اور جہاں کہیں مقہوریت اور مغلوبیت کی نوبت آئی یا آتی ہے تو قرآن و سنت سے غفلت اور خلاف ورزی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یہ شرط ہے کہ ایمان کامل اور اتباع کامل ہو، دین حق تو بہر حال مظفر و منصور ہی رہا۔

آیت:۳۴، میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے متنبہ کیا گیا ہے کہ تمہارے حالات ان کے جیسے نہ ہو جائیں، "كَثِيْرًا..." اس لفظ سے احتیاط کلام کی تلقین کی گئی ہے" وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا" جو لوگ بقدر ضرورت اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ "كَنَزْتُمْ" میں داخل نہیں، خرچ کے بعد باقی ماندہ جمع شدہ مال ان کے حق میں معفو ہیں۔ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا میں ضمیر فضہ کی طرف راجع ہے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جس کے پاس سونا اور چاندی تھوڑا تھوڑا موجود ہو تو اعتبار چاندی کا کیا جائے گا، اور سونے کی قیمت بھی چاندی کے حساب میں لگا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

آیت ۳۵-۳۶، "جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ" یا تو مراد اس سے پورا بدن ہے، یا پھر تخصیص اس لیے ہے کہ بخیل، سائل کی طلب پر اولاً پیشانی پر بل ڈالتا ہے، پھر اس سے نظر بچانے کے لیے دائیں بائیں مڑنا چاہتا ہے، اور پھر جان بچانے کے لیے اس کی طرف پشت کر لیتا ہے۔

آیت:۳۷، کفار و مشرکین اپنی اغراض نفسانی کے لیے طرح طرح کے حیلے نکالے، مہینوں کے نام بدل کر مقدم و مؤخر کر لیا، بات تو بظاہر مختصر تھی، مگر اس کے نتیجے میں سیکڑوں احکام شرعیہ کی تحریف ہو کر عمل برباد ہوا قرآن کریم نے ان دونوں آیتوں میں اس جاہلی رسم کی خرابی اور مسلمانوں کو اس سے بچنے کی ہدایت ہے۔

"اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ" قتل و قتال کے حرام ہونے کا حکم تو منسوخ ہو گیا، مگر دوسرا حکم احترام و ادب اور ان میں عبادت گذاری کا اہتمام اسلام میں باقی ہے، یہ اربعہ حرم، شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ، رجب

www.toobaaelibrary.com

ہیں، ان مہینوں کا خاصہ یہ ہے کہ ان میں عبادت سے باقی مہینوں میں بھی توفیق ہو جاتی ہے اور ان میں گناہوں سے بچنے سے باقی مہینوں میں بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

ان آیتوں سے یہ پتہ چلا کہ قمری مہینوں کی ترتیب اور نام انسان کی بنائی اصطلاح نہیں ہے رب العلمین نے آسمان و زمین کی تخلیق کے وقت ہی ان کے نام و ترتیب اور ان میں خاص خاص احکام متعین فرما دیے تھے اس لیے قمری مہینوں کا حساب محفوظ رکھنا فرض کفایہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـــًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

ترجمہ و خلاصۂ تفسیر

اے ایمان والو تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد کے لیے) نکلو تو تم زمین کو لگے جاتے ہو (یعنی اٹھتے اور چلتے نہیں) کیا تم نے آخرت کے عوض دنیاوی زندگی پر قناعت کر لی سو دنیوی زندگی کی تمتع تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے، اگر تم (اس جہاد کے لیے) نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا (یعنی تم کو ہلاک کر دے گا) اور تمہارے بدلے دوسری قوم کو پیدا کر دیگا، (اور ان سے اپنا کام لے گا) اور تم اللہ (کے دین) کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے، اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے اگر تم لوگ رسولؐ کی مدد نہ کرو گے تو (اللہ آپ کی مدد کرے گا، جیسا کہ) اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جب (اس سے زیادہ مصیبت و پریشانی کا وقت تھا جب کہ) آپ کو کافروں نے (بنگ آ کر کے مکہ سے) جلاوطن کر دیا تھا جب کہ دو آدمیوں میں ایک آپؐ تھے (اور دوسرے حضرت ابوبکرؓ آپ کے ہمراہ تھے) جس وقت کہ دونوں (صاحب) غار (ثور) میں (موجود) تھے جب کہ آپ اپنے ہمراہی سے فر

www.toobaaelibrary.com

مار رہے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ (کی مدد) ہمارے ہمراہ ہے سو (وہ مدد یہ ہوئی کہ) اللہ تعالیٰ نے آپ (کے قلب) پر اپنی (طرف سے) تسلی نازل فرمائی اور آپ کو (ملائکہ کے) ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا، اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات (اور تدبیر) نیچی کر دی (کہ وہ ناکام رہے) اور اللہ ہی کا بول بالا رہا (کہ ان کی تدبیر اور حفاظت غالب رہی) اللہ زبردست حکمت والا ہے (اسی لیے اسی کی بات اور حکمت غالب رہی جہاد کے لیے) نکل پڑو (خواہ) تھوڑے سامان سے (ہو) اور (خواہ) زیادہ سامان سے (ہو) اور اللہ ہی کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم یقین رکھتے ہو، (تو دیر مت کرو) اگر کچھ لگتے ہاتھ ملنے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی ہوتا تو یہ (منافق) لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو تو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی (اس لیے یہاں ہی رہ گئے) اور ابھی (جب تم لوگ واپس آؤ گے تو) خدا کی قسمیں کھا جائیں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے، یہ لوگ (جھوٹ بول بول کر) اپنے آپ کو تباہ (یعنی مستحق عذاب) کر رہے ہیں، اور اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں (بلاشبہ ان کو استطاعت تھی اور پھر یہ نہیں گئے)۔

تلخیص معارف و مسائل

اس رکوع کی آیات پیغمبر علیہ السلام کے غزوات میں سے اہم ترین غزوہ، غزوہ تبوک کے سلسلے میں ہیں، اور یہ تقریباً آخری غزوہ ہے اس غزوہ کی اہمیت بچند وجوہ ہے، ایک تو یہ کہ سخت گرمی کا زمانہ تھا، اہل مدینہ زراعت پیشہ تھے باغات کے پھل پک رہے تھے جن پر ان کی سالانہ معیشت کا مدار تھا، نیز یہ کہ پہلی جنگیں اپنی ہی طرح کے لوگوں سے تھیں، اور یہ شاہ روم ہرقل کی تربیت یافتہ فوج کا مقابلہ تھا، چناں چہ پیغمبر علیہ السلام نے مدینہ طیبہ کے تمام ہی مسلمانوں اور دیگر قبائل کو بھی شرکت جہاد کی دعوت دی تھی۔

اس میں اسلام کے فداکاروں کا سخت امتحان اور منافقین کا امتیاز تھا، چناں چہ متعدد قسم کے لوگ ہو گئے، (۱) کامل و مکمل حضرات کی جو بلا کسی تردد کے جہاد کے لیے تیار ہو گئے، دوسرے جنھیں ابتداءً کچھ تردد ہوا مگر پھر ساتھ ہو گئے جن کا ذکر پارہ گیارہ آیت ۱۱۷ میں ہے اَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ۔ . . فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ۔ تیسری حالت انکی تھی جو کسی عذر صحیح کی بناء پر شریک جہاد نہ ہو سکے انکا ذکر آگے آیت نمبر ۹۱ میں ہے لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ۔ . .

۴: چوتھے وہ تھے جو کسی کاہلی کے باعث شریک جہاد نہ ہو سکے۔ انکے بارے میں کئی آیتیں

www.toobaaelibrary.com

نازل ہوئیں آیت:۱۰۳، آیت:۱۰۶،۱۰۷، اور آیت:۱۱۸۔

پانچواں طبقہ منافقین کا تھا۔ اور چھٹا طبقہ جاسوسی کرنے والے منافقین کا تھا۔

لیکن ان تمام سختیوں اور تکلیفوں کے باوجود جہاد سے باز رہنے والوں کی مجموعی تعداد پھر بھی کم تھی، اور اس جہاد میں شرکت کرنے والے لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی جو اس سے پہلے کے کسی جہاد میں نہ تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بفضل خدا، مرقل مرعوب ہو کر مقابلہ سے باز رہا اور آپ محاذ جنگ پر چند روز قیام فرما کر واپس تشریف لائے۔ ان مذکورہ آیات میں بغیر عذر کے محض کاہلی اور سستی کے باعث شریک نہ ہونے والوں کو تنبیہ کی گئی، اس مرض غفلت کا سبب تجویز کیا گیا اور پھر اس کا علاج بھی فرمایا گیا۔

معلوم ہوا کہ دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت تمام جرائم اور گناہوں کا اصلی سبب ہے ارشاد رسالت ہے۔ حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ

عقائد اسلام کے اصول تین، توحید، رسالت اور آخرت۔ ان میں عقیدۂ آخرت درحقیقت اصلاح عمل کی روح ہے اور جرائم کے آگے ایک آہنی دیوار ہے۔ اور یہی عقیدہ دنیا میں باعث امن و سکون ہے۔ کیا آج کی ترقی یافتہ دنیا میں انسداد جرائم کے لیے مادی تدابیر اور وسائل کی کمی ہے مگر جرائم؟ روز افزوں ہیں۔ سبب وہی آخرت سے غفلت و اعراض ہے۔

آیت:۴۰ میں ارشاد فرمایا کہ اللہ کا رسول کسی انسان کی نصرت و امداد کا محتاج نہیں، اسکا ناصر اللہ تعالیٰ ہیں جیسا کہ ہجرت کے وقت پیش آیا۔

آیت:۴۳ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے عذر کی تردید فرمائی ہے۔

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۗ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۗ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ

www.toobaaelibrary.com

يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِن قَبْلُ وَيَتَوَلَّوا وَّهُمْ فَرِحُونَ ۝ قُل لَّن يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ ۝ قُلْ أَنفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَّن يُتَقَبَّلَ مِنكُمْ إِنَّكُمْ كُنتُمْ قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝ وَمَا مَنَعَهُمْ أَن تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ ۝ فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُم بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ۝ وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ۝ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ۝ وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ۙ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ ۙ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف (تو) کر دیا (لیکن) آپ نے ان کو (ایسی جلدی) اجازت کیوں دیدی تھی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے، اور (جب تک کہ) جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے (تاکہ وہ خوش تو نہ ہونے پاتے، کہ ہم نے آپ کو دھوکہ دیدیا اور) جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کے بارے میں (اس میں شریک نہ ہونے کی کبھی) آپ سے رخصت نہ مانگیں گے (بلکہ وہ حکم کے ساتھ دوڑ پڑیں گے) اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے (ان کو اجر و ثواب دے گا) البتہ وہ لوگ (جہاد میں نہ جانے کی) آپ سے رخصت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل (اسلام سے) شک میں پڑے ہیں سو وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے..... حیران ہیں (کبھی موافقت کا خیال ہوتا ہے کبھی مخالفت کا) اور اگر وہ لوگ (غزوہ میں) چلنے کا ارادہ کرتے (جیسا کہ وہاں اپنے عذر کے وقت ظاہر کرتے ہیں کہ چلنے کا تو ارادہ تھا، لیکن کیا کیا جائے فلاں ضرورت پیش آ گئی سو اگر ایسا ہوتا) تو اس (چلنے) کا کچھ سامان تو درست کرتے (جیسا کہ سفر کے لوازم عادیہ سے ہے) لیکن (انہوں نے تو شروع سے ارادہ ہی نہیں کیا اور اس میں تاخیر ہوئی جیسا کہ آگے آتا ہے لَوْ خَرَجُوا فِيكُم

www.toobaaelibrary.com

اور اس کے تاخیر ہونے کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لیے ان کو توفیق نہیں دی اور (بحکم تکوینی) یوں کہہ دیا گیا کہ اپاہج لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں ہی دھرے رہو (اور ان کے جانے میں خیر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ) اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ شامل ہو جاتے تو سوا اس کے کہ اور دونا فساد کرتے اور کیا ہوتا (وہ فساد یہ ہوتا کہ) تمہارے درمیان فتنہ پردازی کی فکر میں دوڑے دوڑے پھرتے (یعنی لگائی بجھائی کر کے آپس میں تفریق ڈلواتے، اور جھوٹی خبریں اڑا کر پریشان کرتے، دشمن کا رعب تمہارے قلوب میں ڈالنے کی کوشش کرتے، اس لیے ان کا نہ جانا ہی اچھا ہوا) اور (اب بھی) تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں (جن کو اس سے زیادہ فساد کی تدبیر میں مہارت نہیں) اور ان ظالموں کو اللہ خوب سمجھے گا (اور ان لوگوں کی مفسدہ سازی و فتنہ پردازی کچھ آج نئی نہیں) انہوں نے تو پہلے (جنگ احد وغیرہ میں) بھی فتنہ پردازی کی فکر کی تھی (کہ ساتھ ہو کر ہٹ گئے کہ مسلمان دل شکستہ ہو جائیں) اور (اس کے علاوہ بھی) آپ کی (ضرر رسانی کے) لیے کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے، یہاں تک کہ سچا وعدہ آ گیا اور (اس کا آنا یہ ہے کہ) اللہ کا حکم غالب رہا اور ان کو ناگوار ہی گذرتا رہا، (اسی طرح آئندہ بھی بالکل تسلی رکھیے کچھ فکر نہ کیجئے) اور ان (منافقین متخلفین) میں بعضا شخص وہ ہے جو (آپ سے) کہتا ہے کہ مجھ کو (غزوہ میں نہ جانے کی اور گھر رہنے کی) اجازت دیدیجئے، اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالیے، خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے ہیں (کیونکہ رسول اللہ کی نافرمانی اور کفر سے بڑھ کر اور کون سی خرابی ہوگی) اور یقیناً دوزخ (آخرت میں) ان کافروں کو گھیرے گی اگر آپ کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو وہ ان کے لیے موجب غم ہوتی ہے، اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آ پڑتا ہے تو (خوش ہو کر) کہتے ہیں کہ ہم نے تو (اسی واسطے) پہلے سے اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کر لیا تھا (کہ ان کے ساتھ لڑائی وغیرہ میں نہیں گئے تھے) اور (یہ کہہ کر) وہ خوش ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں آپ (جواب میں ان سے دو باتیں) فرما دیجئے (ایک تو یہ کہ) ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقدر فرمایا ہے، وہ ہمارا مالک ہے (پس مالک حقیقی جو تجویز کرے مملوک کو اس پر راضی رہنا واجب ہے) اور (ہماری کیا تخصیص ہے) اللہ کے تو سب مسلمانوں کو اپنے سب کام سپرد رکھنے چاہئیں دوسری بات یہ فرما دیجئے کہ (ہمارے لیے جیسی اچھی حالت بہتر ہے ویسے ہی حوادث بھی باعتبار انجام کے کہ اس میں رفع درجات و قطع سیئات ہونا بہتر ہے، پس)

www.toobaaelibrary.com

تم تو ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو (یعنی تم جو ہماری حالت کے منتظر رہتے ہو کہ دیکھئے کیا ہو تو خواہ وہ حسنہ ہو یا مصیبت ہمارے لیے دونوں ہی میں بہتری ہے) اور ہم تمہارے حق میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں، کہ خدا تعالیٰ تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا (خواہ) اپنی طرف سے دنیا میں یا آخرت میں) یا ہمارے ہاتھوں سے (جب کہ تم اپنے کفر کو ظاہر کر دو، تو مثل دوسرے کفار کے قتل کیے جاؤ) سو تم (اپنے طور پر) انتظار کرو (اور) ہم تمہارے ساتھ (اپنے طور پر) انتظار میں ہیں۔ آپؐ (ان منافقین سے) فرما دیجئے کہ تم (جہاد وغیرہ میں) خواہ خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم کسی طرح (خدا کے نزدیک) مقبول نہیں (کیونکہ) بلاشبہ تم نافرمانی کرنے والے لوگ ہو، (مراد اس سے کفر ہے جیسا کہ آگے آتا ہے) اور ان کی خیرات قبول ہونے سے اس کے سوا کوئی مانع نہیں کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا (اسی کو اوپر نافرمانی کہا تھا اور کافر کا کوئی عمل مقبول نہیں) اور (اس کفر باطنی کی علامت ظاہر میں یہ ہے کہ) وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر ہارے جی سے اور (نیک کام میں) خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ (کیونکہ دل میں تو ایمان ہے نہیں جس سے امید ثواب ہو اور اس امید سے رغبت ہو محض بدنامی سے بچنے کے لیے کرتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں اور جب وہ ایسے مردود ہیں) تو ان کے اموال اور اولاد آپ کو (اس) تعجب میں نہ ڈالیں (کہ ایسے غیر مقبول مردود لوگوں کو اتنے انعامات کس طرح عطا ہوئے، کیونکہ واقع میں ان کے لیے نعمت نہیں ایک قسم کا عذاب ہی ہے کیونکہ) اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں (بھی) ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جاوے (جس سے آخرت میں بھی گرفتار عذاب ہوں تو جس مال و اولاد کا یہ انجام ہو اس کو انعام سمجھنا ہی غلطی ہے) اور یہ (منافق) لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں (یعنی مسلمان ہیں) حالانکہ (واقع میں) وہ تم میں سے نہیں، لیکن (بات یہ ہے کہ) وہ ڈرپوک لوگ ہیں (ڈر کے مارے جھوٹی قسمیں کھا کر اپنے کفر کو چھپاتے ہیں کہ ہمارے ساتھ دوسرے کفار کا سا معاملہ مسلمانوں کی طرف سے نہ ہونے لگے، اور کسی دوسری جگہ ان کا ٹھکانا نہیں جہاں آزادی سے جا رہیں ورنہ) ان لوگوں کو اگر پناہ مل جاتی یا (کہیں پہاڑ وغیرہ میں) غار (مل جاتے) یا کوئی گھس بیٹھنے کی ذرا جگہ (مل جاتی) تو یہ ضرور منہ اٹھا کر ادھر ہی چل دیتے (مگر یہ صورت ہے نہیں، اس لیے جھوٹی قسمیں کھا کر

www.toobaaelibrary.com

اپنے آپ کو مسلمان بتاتے ہیں) اور ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو صدقات (تقسیم کرنے) کے بارے میں آپؐ پر طعن کرتے ہیں (کہ اس تقسیم میں نعوذ باللہ انصاف نہیں کیا گیا) تو اگر صدقات میں سے ان کو (ان کی خواہش کے مطابق مل جاتا ہے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں اور اگر ان صدقات میں سے ان کو (اپنی خواہش کے مطابق) نہیں ملتا تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں (جس سے معلوم ہوا کہ ان کے اعتراض کا منشاء دراصل کوئی اصول نہیں، بلکہ حرص دنیا.....اور خود غرضی ہے) اور ان کے لیے بہتر ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی رہتے جو کچھ اللہ نے ان کو (دلوایا تھا) اور اس کے رسولؐ نے دیا تھا اور (اس کے متعلق) یوں کہتے.....کہ ہم کو اللہ (کا دیا) کافی ہے (ہم کو اتنا ہی قاعدہ سے مل سکتا تھا اسی میں خیر و برکت ہوگی، اور پھر اگر حاجت پیش آئے گی اور مصلحت ہوگی تو) آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو اور دے گا، اور اس کے رسول (ﷺ) دیں گے ہم (دل سے) اللہ ہی کی طرف راغب ہیں (اسی سے سب امیدیں رکھتے ہیں)۔

تلخیص معارف و مسائل

اس رکوع میں منافقین کے چھوٹے عذر کا بیان ہے۔ اور پھر لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ. میں صورۂ عتاب ہے مگر کس لطف و عنایت کے ساتھ؟ کہ پہلے ہی عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ فرما دیا۔ کیوں کہ اللہ رب العزت سے آپ کو جو غایت تعلق تھا اس کے پیش نظر آپ کا قلب مبارک سیدھے جواب طلبی کا تحمل ہی نہ کر سکتا تھا، اور واضح رہے کہ معافی کے لیے گناہ ہی ضروری نہیں ہے۔ بلکہ خلاف اولیٰ پر بھی معافی کا استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہ منافی عصمت نہیں ہے۔

آیت:۴۴ اور ۴۵، میں مومنین اور منافقین کا فرق بتلایا ہے، اور آیت:۴۶، میں منافقین کے عذر کے غلط ہونے کا قرینہ بتلایا گیا اور اس آیت سے ایک اہم اصول یہ مستفاد ہوا جس سے عذر معقول اور نامعقول میں امتیاز کیا جا سکتا ہے۔ یعنی تعمیل حکم کے لیے تیاری کرنے یا نہ کرنے ہی سے کسی عذر کے معقول یا نامعقول ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے، نہ کہ محض زبانی جمع خرچ سے۔

آیت:۴۷، میں یہ بتلا دیا کہ ان کا جہاد میں نہ جانا ہی بہتر تھا۔

آیت:۴۹، میں ایک خاص منافق جد ابن قیس کا ایک خاص بہانہ ذکر کر کے اس کی گمراہی بیان فرمائی ہے۔ اس کا یہ عذر تھا کہ میں نوجوان ہوں، جہاد میں جانے سے ان کی حسین عورتوں کے فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہے جواب میں فرمایا اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا.

www.toobaaelibrary.com

آیت:۵۰ میں پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو منافقین کے مذکورہ اقوال سے متاثر نہ ہونے اور اصل حقیقت کو ہمیشہ سامنے رکھنے کی ہدایت دی۔

آیت:۵۱، سے پتہ چلا کہ اعتقاد تقدیر استعمال تدبیر کے ساتھ ہونا چاہیے، بے تدبیری کا نام توکل رکھنا غلط ہے مسئلہ تقدیر اور توکل پر عام دنیا کے لوگ بڑی افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔

اموال صدقات میں سے منافقین کو بھی حصہ ملا کرتا تھا۔ اگر صدقات سے مراد عام مستی لے لیے جائیں تو اس میں کوئی اشکال نہیں اور اگر اس سے مراد صدقات فرض زکوٰۃ اور عشر وغیرہ ہی ہوں تو اس بنا پر تھا کہ وہ اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے تھے، ان کے لیے من جانب اللہ بمصلحت یہی حکم تھا۔

نماز میں سستی اور کاہلی اور صدقات سے ناگواری علامت نفاق ہے۔

آیت:۵۵: دنیا کی محبت میں انہماک اس دنیا میں انسان کے لیے ایک عذاب و مصیبت ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ۭ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۝ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(فرض) صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات (کی تحصیل وصول کرنے) پر معین ہیں اور جن کی دل جوئی کرنا (منظور) ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں (صرف کیا جائے) اور قرض داروں کے قرضہ (ادا کرنے) میں اور جہاد (والوں کے سامان) میں اور مسافروں کی (امداد) میں یہ حکم اللہ کی

www.toobaaelibrary.com

طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔ ان (منافقین) میں بعضے ایسے ہیں کہ نبیؐ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں (یعنی آپ کی شان میں ایسی باتیں کہتے ہیں کہ سن کر آپ کو ایذا ہو) اور (جب کوئی روکتا ہے تو) کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دے کر سن لیتے ہیں (آپ کو جھوٹ بول کر دھوکہ دیدینا آسان ہے، اس لیے کچھ فکر نہیں) آپؐ (جواب میں) فرما دیجئے کہ (تم کو خود دھوکہ ہوا رسول اللہ کا کسی بات کو سن لینا دو طور پر ہے، ایک تصدیق کے طور پر کہ دل سے بھی اس کو صحیح سمجھیں، دوسرا خوش خلقی اور کریم النفسی کے طور پر کہ باوجود یہ جان لینے کے کہ یہ بات محض غلط ہے شرافتِ نفس اور حسنِ خلق کی بنا پر اس کو ٹال دیں، اور کہنے والے پر دارو گیر یا اس کی صریح تکذیب نہ کریں سو) وہ نبی کان دے کر تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر (ہی خیر) ہے، (جس کا حاصل اور نتیجہ یہ ہے) کہ وہ اللہ (کی باتیں وحی سے معلوم کر کے ان) پر ایمان لاتے ہیں (جن کی تصدیق کا خیر ہونا تمام عالم کے لیے ظاہر ہے، کیونکہ تعلیم اور عدل اسی تصدیق پر موقوف ہے) اور مؤمنین (مخلصین کی باتوں) کا (جو بحیثیت ایمان واخلاص ہوں) یقین کرتے ہیں (اس کا خیر ہونا بھی ظاہر ہے کہ عدلِ عام موقوف ہے احوال کی صحیح اطلاع پر اور اس کا ذریعہ یہی مؤمنین مخلصین ہیں، غرض کان دے کر اور سچا سمجھ کر تو صرف سچے اور مخلصین کی باتیں سنتے ہیں) اور (باقی تمہاری شرارت آمیز باتیں جو سن لیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) آپؐ ان لوگوں کے حال پر مہربانی فرماتے ہیں، جو تم میں ایمان کا اظہار کرتے ہیں (گو دل میں ایمان نہ ہو، پس اس مہربانی اور خوش اخلاقی کی وجہ سے تمہاری باتیں سن لیتے ہیں اور باوجود اس کی حقیقت سمجھ جانے کے درگذر اور خاموشی برتتے ہیں، پس ان باتوں کا سننا دوسرے طور کا ہے، تم نے اپنی حماقت سے اس کو بھی اول پر محمول کر لیا، خلاصہ یہ کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ حقیقت کو حضرت نہیں سمجھتے اور واقع میں حقیقت کو تم ہی نہیں سمجھتے) اور جو لوگ رسول اللہؐ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں (خواہ ان باتوں سے جن کے کہنے کے بعد اُذُن کہا تھا یا خود اسی ہو اُذُن کے کہنے سے کیونکہ ان کا آپ کو اُذُن کہنا آپؐ کے تنقیص کے لیے تھا کہ معاذ اللہ آپ کو سمجھ نہیں جو کچھ سن لیتے ہیں اس کو مان لیتے ہیں) ان لوگوں کے لیے دردناک سزا ہوگی، یہ لوگ تمہارے (مسلمانوں کے) سامنے (جھوٹی) قسمیں کھاتے ہیں (کہ ہم نے فلاں بات نہیں کہی (یا ہم غزوہ میں فلاں عذر سے نہ جا سکے) تاکہ تم کو راضی کر لیں (جس سے ان کا جان و مال محفوظ رہے) حالانکہ اللہ اور اس کا رسولؐ زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو اس کو راضی کریں (جو کہ موقوف ہے اخلاص اور ایمان پر) کیا ان کو خبر نہیں کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا (جیسا یہ لوگ

www.toobaaelibrary.com

کر رہے ہیں) تو یہ بات طے ہو چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا، (اور) یہ بڑی رسوائی (کی بات) ہے، منافق لوگ (طبعاً) اس سے اندیشہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر (بذریعہ وحی پیغمبرؐ) کوئی ایسی سورت (مثلاً یا آیت) نازل نہ ہو جاوے جو ان کو ان منافقین کے مافی الضمیر پر اطلاع دیدے (یعنی انہوں نے جو استہزاء کی باتیں خفیہ کی ہیں کہ مسلمانوں کے اعتبار سے وہ مثل ان کے اسرار کے ہیں جو دلوں میں پوشیدہ ہیں ان کی خبر نہ ہو جاوے) آپ فرما دیجئے کہ اچھا تم استہزاء کرتے رہو (اس میں ان کے استہزاء پر مطلع ہو جانے کو جتلا دیا، چنانچہ آگے خود ارشاد ہے کہ) بیشک اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کر کے رہے گا جس کے (اظہار) سے تم اندیشہ کرتے تھے (چنانچہ استہزاء میں ظاہر کر دیا کہ تم استہزاء کر رہے تھے) اور (ظاہر ہو جانے کے بعد) اگر آپ ان سے (اس استہزاء کی وجہ) پوچھیں تو کہہ دیں گے کہ ہم تو محض ہنسی اور خوش طبعی کر رہے تھے (اس کلام کے حقیقی معنی مقصود نہ تھے، محض جی خوش کرنے کو جس سے سفر آسانی سے قطع ہو ایسی باتیں زبانی کر رہے تھے) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے (یعنی خواہ غرض کچھ بھی ہو مگر یہ تو دیکھو تم استہزاء کس کا کر رہے ہو جن کے ساتھ استہزاء کسی غرض سے بھی درست نہیں) تم اب (بے ہودہ) عذر مت کرو (مطلب یہ ہے کہ یہ عذر مقبول نہیں، اور اس عذر سے استہزاء جائز نہیں ہو جاتا) تم تو اپنے کو مؤمن کہہ کر کفر کرنے لگے (کیونکہ دین کے ساتھ استہزاء مطلقاً کفر ہے گو دل میں پہلے بھی ایمان نہ تھا، البتہ اگر کوئی دل سے توبہ کر لے اور مؤمن مخلص بن جائے تو البتہ کفر اور عذاب کفر سے چھوٹ جاوے، لیکن اس کی بھی سب کو توفیق نہ ہوگی، ہاں بعض البتہ مسلمان ہو جاویں گے اور وہ معاف کر دیے جائیں گے، پس حاصل یہ ٹھیرا کہ) اگر ہم تم سے بعض کو چھوڑ بھی دیں (اس لیے کہ وہ مسلمان ہو گئے) تو ہم بعض کو (ضرور ہی) سزا دیں گے بسبب اس کے کہ وہ (علم ازلی میں مجرم) تھے (یعنی وہ مسلمان نہیں ہوئے)۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۶۰: میں صدقات کے بارے میں منافقین کے اعتراضات اور تقسیم میں انصاف نہ کرنے کے الزام کو رد فرما کر مصارف صدقات کو متعین فرما دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہے کہ کسی کو مالدار بنایا اور کسی کو محتاج اور فقیر، اور مالدار کے مال میں فقیر غریب کا حصہ لگا دیا، صدقہ میں کوئی احسان نہیں بلکہ یہ فقراء کا حق ہے۔

www.toobaaelibrary.com

صدقات اور زکوٰۃ کے وصول کرنے والے موجودہ زمانہ کے سفراء حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ان اموال زکوٰۃ میں اپنی تنخواہ نہیں لے سکتے کیوں کہ یہ اصحاب زکوٰۃ مالداروں کے وکیل ہیں، فقراء کے وکیل نہیں ہیں، اس معاملہ میں عام طور پر بہت غفلت برتی جاتی ہے۔

مسئلہ: جو عبادات فرض یا واجب عین ہیں ان پر اجرت لینا مطلقاً حرام ہے، اور جو فرض کفایہ ہے کہ ان پر اجرت لینا جائز ہے، اس میں امامت وخطابت اور تعلیم قرآن وحدیث اور دیگر علوم بھی داخل ہیں۔ آیت میں شروع کے چار مصارف کا لام کے تحت بیان ہوا ہے، آگے چار مصارف کو بدل کرنی سے بیان فرمایا اشارہ ہے کہ یہ بعد والے بہ نسبت اوّل چار کے زیادہ مستحق ہیں۔

فی سبیل اللہ لفظی معنی کے اعتبار سے بہت عام ہے اس لیے لفظی ترجمہ کے ذریعہ قرآن سمجھنے والوں کو بہت مغالطہ ہوا ہے اور ایسے لوگوں نے زکوٰۃ کے مصارف میں ان تمام کاموں کو داخل کر دیا ہے جو کسی حیثیت سے نیکی کے کام ہیں جیسے مساجد، شفاخانے، وغیرہ کی تعمیر وغیرہ یہ سراسر غلط ہے اور اجماع امت کے خلاف ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہاں فی سبیل اللہ سے مراد وہی ہے جو رسول اللہؐ، صحابہ اور تابعین کی تصریحات سے ثابت ہے، زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے تملیک اور مالکانہ قبضہ دیا جانا ضروری ہے اس کے بغیر ادا نہیں ہوتی ہے یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ مسائل زکوٰۃ سے متعلق رسائل دیکھے جائیں۔

آیت ۶۱: میں منافقین کے بیہودہ اعتراضات اور حضور کی ایذا رسانیوں اور جھوٹی قسموں پر تنبیہ ہے پیغمبر علیہ السلام ان کی غلط باتوں پر اپنے مکارم اخلاق کی بناء پر خاموش رہتے ہیں ورنہ وہ پوری حقیقت حال سے باخبر ہیں، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ستر منافقین کے نام مع نشان وپتہ کے بتلا دیے تھے، مگر رحمۃ للعلمین نے ان کو ان پر ظاہر نہیں فرمایا۔ (مظہری)

الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِىَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَاْتِهِمْ

www.toobaaelibrary.com

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْٓا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۭ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں کہ بری بات کی (یعنی کفر و مخالفتِ اسلام کی) تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات سے (یعنی ایمان اور اتباعِ نبویؐ سے) منع کرتے ہیں اور (خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے) اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا، (یعنی اطاعت نہ کی) پس خدا نے ان کا خیال نہ کیا (یعنی ان پر رحمتِ خاصہ نہ کی) بلاشبہ یہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں، اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں عورتوں اور (علانیہ) کفر کرنے والوں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کے لیے (سزائے) کافی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا اور ان کو (حسبِ وعدۂ مذکور) عذاب دائمی ہوگا (اے منافقو!) تمہاری حالت (کفر اور استحقاقِ جزائے کفر میں) ان لوگوں کی سی ہے جو تم سے پہلے (زمانہ میں) ہو چکے ہیں جو شدتِ قوت میں اور کثرتِ اولاد و اموال میں تم سے بھی زیادہ تھے تو انہوں نے اپنی (دنیوی) حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا سو تم نے بھی اپنے (دنیوی) حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا تم سے پہلے لوگوں نے اپنے (دنیوی) حصہ سے خوب فائدہ حاصل کیا تھا، اور تم بھی (بری باتوں میں) ایسے گھسے جیسے وہ لوگ (بری باتوں میں) گھسے تھے، ان لوگوں کے اعمال (حسنہ) دنیا اور آخرت (سب) میں ضائع ہو گئے (کہ دنیا میں ان اعمال پر بشارتِ ثواب نہیں، اور آخرت میں ثواب نہیں) اور (اسی حبط فی الدنیا والآخرۃ کی وجہ سے) وہ لوگ بڑے نقصان میں ہیں (کہ دارین میں مسرت اور راحت سے محروم ہیں، پس اسی طرح تم بھی ان کی طرح کفر کرتے ہو تو انہی کی طرح خائب و خاسر ہو گے، اور جیسا ان کے اموال و اولاد ان کے کام نہ آئے تم تو ان چیزوں میں ان سے کم ہو، تمہارے بدرجۂ اولیٰ کام نہ آویں گے، یہ تو ضرر آخرت

www.toobaaelibrary.com

کی وعید ہوئی، آگے احتمال ضرر دنیا کے ذکر سے متنبہ فرماتے ہیں کہ) کیا ان لوگوں کو ان (کے عذاب وہلاک) کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئے ہیں، جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابرہیم اور اہل مدین اور الٹی ہوئی بستیاں (یعنی قوم لوط) کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر صاف نشانیاں (حق کی) لے کر آئے (لیکن نے ماننے سے برباد ہوئے) سو (اس بربادی میں) اللہ تعالیٰ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے (اسی طرح ان منافقین کو بھی ڈرنا چاہیے)۔ اور مسلمان مرد اور عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے (دینی) رفیق ہیں، نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا (جس کی تفصیل وَعَدَ اللّٰهُ میں عن قریب آتی ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر (مطلق) ہے (جزائے تام دے سکتا ہے) حکمت والا ہے (جزائے مناسب دیتا ہے، اب اس رحمت کا بیان ہوتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نفیس مکانوں کا (وعدہ کر رکھا ہے) جو کہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گے اور (ان سب نعمتوں کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کی رضامندی (جو اہل جنت سے ہمیشہ ہمیشہ رہے گی، ان) سب (نعمتوں) سے بڑی چیز ہے یہ (جزائے مذکور) بڑی کامیابی ہے۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۶۷: وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ، ہاتھ بند رکھنے سے مراد ترک جہاد اور حقوق واجبہ کی عدم ادائیگی ہے، فَنَسِيَهُمْ یعنی اللہ نے انھیں آخرت کے معاملہ میں یعنی نیکی اور ثواب میں کہیں ان کا نام نہ رہا۔

آیت: ۶۹، كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ دوسری تفسیر اس کی یہ ہے کہ یہ خطاب مسلمانوں سے ہے یعنی آخر زمانہ میں مسلمان بھی یہود ونصاریٰ کے طریقوں پر چلنے لگیں گے، اور یہ وہ مسلمان ہوں گے جن کے دلوں میں کامل ایمان نہ ہوگا، نفاق کے جراثیم ان میں ہوں گے، نہ کہ صلحاءِ امت۔

آیت: ۷۱، منافقین کے ضمن میں بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ فرمایا، اور اس آیت میں مؤمنین کے سلسلے میں اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ، فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ منافقین کے تعلقات محض خاندانی روابط اور اغراض پر مبنی ہوتے ہیں، ان کی عمر زیادہ نہیں ہوتی۔ بخلاف مومنین کے یہ باہم مخلص اور سچے ہوتے، ایمان وعمل صالح کا خاصہ یہ ہے کہ ان کے باہمی تعلق میں پائداری ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے: سَيَجْعَلُ لَهُمُ

www.toobaaelibrary.com

الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ (مریم) دورِ حاضر کے مسلمانوں کو بھی اپنے باہمی تعلقات پر نظر کرنے اور اس کے سبب پر نگاہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۭ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىِٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ۙ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۡ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(اے نبیؐ کفار (سے بالسنان) اور منافقین سے (باللسان) جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے (دنیا میں تو یہ اس کے مستحق ہیں) اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔ وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلانی بات (مثلاً یہ کہ رسول اللہؐ کو قتل کر دیں) نہیں کہی حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کی بات کہی تھی (کیونکہ آپؐ کے قتل کے بارے میں گفتگو کرنے کا کفر ہونا ظاہر ہے) اور (وہ بات کہہ کر) اپنے اسلام (ظاہری) کے بعد (ظاہر میں بھی) کافر ہو گئے (گو اپنے ہی مجمع میں سہی جس کی خبر مسلمانوں کو بھی ہو گئی اور اس سے عام طور پر کفر کھل گیا) اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی (کہ رسول اللہؐ کو قتل کرنا مگر ناکام رہے) اور یہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ ان کو اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے رزق خداوندی سے مال دار کر دیا (اس احسان کا بدلہ ان کے نزدیک یہی ہو گا کہ برائی کریں) سو اگر (اس کے بعد بھی) توبہ کریں تو ان کے لیے (دونوں جہان میں) بہتر (اور نافع) ہو گا

www.toobaaelibrary.com

(چنانچہ جلاس کو توبہ کی توفیق ہوگئی) اور اگر (توبہ سے) روگردانی کی (اور کفر و نفاق ہی پر جمے رہے) تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت (دونوں جگہ) میں دردناک سزا دے گا (چنانچہ عمر بھر بدنام اور پریشان اور خائف رہنا اور مرتے وقت مصیبت کا مشاہدہ کرنا یہ دنیوی عذاب ہے اور آخرت میں دوزخ میں جانا ظاہر ہی ہے) اور ان کا دنیا میں نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار (کہ عذاب سے بچالے اور جب دنیا ہی میں کوئی یار و مددگار نہیں جہاں اکثر مدد ہو جاتی ہے تو آخرت میں تو بدرجۂ اولیٰ متعین ہوگا) اور ان (منافقین) میں بعضے آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں (کیونکہ رسول اللہؐ سے عہد کرنا اور خدا سے عہد کرنا برابر ہے، اور وہ عہد یہ تھا کہ) اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے (بہت سا مال) عطا فرمادے تو ہم (اس میں سے) خوب خیرات کریں اور ہم (اس کے ذریعہ سے) خوب نیک نیک کام کیا کریں، سو جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے (بہت سا) دیدیا تو اس میں بخل کرنے لگے، (کہ زکوٰۃ نہ دی) اور (اطاعت سے) روگردانی کرنے لگے اور وہ تو روگردانی کے (پہلے ہی سے) عادی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے ان (کے اس فعل) کی سزا میں ان کے دلوں میں نفاق (قائم) کردیا، جو خدا کے پاس جانے کے دن تک (یعنی دم مرگ تک) رہے گا اس سبب سے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف کیا اور اس سبب سے کہ وہ (اس وعدہ میں شروع ہی میں) جھوٹ بولتے تھے (یعنی نیت ایفاء کی اس وقت بھی نہ تھی پس نفاق تو اس وقت بھی دل میں موجود تھا جس کی فرع یہ کذب و اخلاف ہے، پھر اس کذب و اخلاف کے وقوع سے اور زیادہ مستحق غضب ہوئے، اور اس زیادہ غضب کا اثر یہ ہوا کہ وہ نفاق سابق اب دائمی اور غیر زائل ہوگیا کہ توبہ بھی نصیب نہ ہوگی، اسی حالت پر مرکر ابدالآباد جہنم میں رہنا نصیب ہوگا، اور باوجود کفر مضمر کے جو اسلام اور اطاعت کا اظہار کرتے ہیں تو) کیا ان (منافقین) کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا راز اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں (اور اس لیے وہ ظاہری اسلام اور اطاعت ان کے کام نہیں آسکتے بالخصوص آخرت میں، پس سزائے جہنم ضروری ہے)۔ یہ (منافقین) ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں (تھوڑا ہونے پر) طعن کرتے ہیں اور (بالخصوص) ان لوگوں پر (اور زیادہ) جن کو بجز محنت مزدوری (کی آمدنی) کے اور کچھ میسر نہیں ہوتا (اور وہ بے چارے اسی مزدوری میں سے ہمت کرکے کچھ صدقہ نکال دیتے ہیں) یعنی ان سے تمسخر کرتے ہیں (یعنی مطلق طعن تو سب ہی پر کرتے ہیں کہ کیا تھوڑی سی چیز صدقہ میں لائے، اور ان

www.toobaaelibrary.com

محنت کش غریبوں سے تمسخر بھی کرتے ہیں کہ لو یہ بھی صدقہ دینے کے قابل ہو گئے) اللہ تعالیٰ ان کو تمسخر کا (تو خاص) بدلہ دے گا اور (ویسے مطلق طعن کا یہ بدلہ ملے گا کہ) ان کے لیے (آخرت میں دردناک سزا ہوگی، آپ خواہ ان منافقین کے لیے استغفار کریں، یا ان کے لیے استغفار نہ کریں (دونوں حال برابر ہیں کہ ان کو اس سے کوئی نفع نہیں ہوگا، ان کی مغفرت نہیں کی جائے گی) اگر آپ انکے لیے ستر مرتبہ (یعنی بکثرت) بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا، یہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو (جو کبھی ایمان اور حق کی طلب ہی نہ کریں) ہدایت نہیں کیا کرتا (اس وجہ سے یہ عمر بھر کفر ہی پر قائم رہے، اسی پر مر گئے)۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۷۳: منافقین سے جہاد کا مطلب ہے زبانی یعنی دین کے سمجھنے کی دعوت دینا۔ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ یعنی مخاطب جس طرز عمل کا مستحق ہے اس میں رعایت نہ برتی جائے اور مراد اس سے علمی غلظت ہے نہ کہ زبان وکلام میں ترش روئی وسختی۔

آیت ۷۴: میں جلاس منافق کے واقعے کی طرف اشارہ ہے جس نے جھوٹی قسم کھائی تھی، مگر بعد میں حضرت عامر ابن قیس کی دعا پر یہ وحی نازل ہوئی اور پھر جلاس نے سچی توبہ کی اور مغفرت طلب کی، حضورؐ نے اس کی توبہ قبول فرمالی اور یہ آخر تک اپنی توبہ پر قائم رہے، بعض مفسرین نے دوسرے واقعات بھی بیان فرمائے ہیں، اور یہ سب بھی درست ہو سکتے ہیں۔

آیت ۷۵، بھی ایک خاص واقعہ ثعلبہ ابن حاطب انصاری سے متعلق ہے اس شخص نے حضورؐ سے مالدار ہونے کی دعا کرانی چاہی، آپؐ نے اسے سمجھایا اور چلا گیا مگر دوبارہ پھر آ کر یہی درخواست کی کہ میں مالدار ہو جاؤں گا تو مال کا پورا حق ادا کروں گا حضورؐ نے دعا فرمادی اور یہ بہت مال دار ہو گیا اور مدینہ میں جگہ اس کے لیے تنگ پڑ گئی تو باہر چلا گیا، پھر اور باہر گیا، اور پھر دور جنگل میں کاروبار پھیلایا اور نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے تو ظہر وعصر مدینہ میں پڑھ لیتا، پھر صرف جمعہ جمعہ میں مدینہ حاضری ہوئی اور پھر تو ایسا ہوا کہ جمعہ اور جماعت سے محروم ہو گیا حضورؐ نے اس کا حال دریافت کیا تو معلوم ہو کر ارشاد فرمایا يَا وَيْحَ ثَعْلَبَةَ بعد میں یہ تائب ہو کر حاضر ہوا مگر توبہ قبول نہ ہوئی اور نہ بعد میں صدیق اکبرؓ کے سامنے اور نہ پھر فاروق اعظمؓ کے سامنے اور نہ عثمان غنیؓ کے زمانے میں، اور پھر دور عثمانی میں یہ مر گیا۔

جب آیت صدقہ نازل ہوئی خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ تو پیغمبر علیہ السلام نے ایک عامل صدقات کی

www.toobaaelibrary.com

وصولیابی کے لیے مکمل قانون لکھوا کر روانہ فرمایا اور انھیں حکم فرمایا، ثعلبہ بن حاطب کے پاس بھی پہنچیں اور بنی سُلیم کے ایک اور شخص کے پاس بھی، ثعلبہ کا حال تو اوپر گذرا لیکن دوسرے صاحب سُلیمی نے فرمانِ نبویؐ سنتے ہی اپنے مویشی، اونٹ اور بکریوں میں سے سب سے بہتر جانور لے کر نصاب کے مطابق خود ان دونوں قاصدانِ رسولؐ کے پاس پہنچ گئے، قاصدوں نے کہا کہ ہمیں تو متوسط انداز کے جانور لینے ہیں، سُلیمی نے اپنی خوشی سے باصرار پیش کیا، بہرحال جب یہ قاصد واپس خدمت اقدس میں پہنچے تو آپ نے استفسار احوال سے پہلے ثعلبہ سے متعلق مذکورہ بالا لفظ تین بار دہرایا۔ اور سُلیمی کے معاملہ میں دعا فرمائی۔ اس واقعہ پر آیت وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ نازل ہوئی۔

فائدہ: اعمال بد کی نحوست سے توفیق توبہ سلب ہو جاتی ہے نیز یہاں یہ سوال نہ پیدا ہو کہ ثعلبہ جب بعد میں تائب ہو کر حاضر ہوا تو اس کی توبہ کیوں قبول نہ ہوئی؟ وجہ یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کو بذریعہ وحی اس کا عدم اخلاص معلوم ہو گیا تھا، وہ منافق تھا اور اسی نفاق کے باعث بعد کے ادوار ثلثہ میں مردود ہی رہا، مگر آں حضورؐ کے دور کے بعد حکم یہ ہے کہ جو شخص توبہ کر لے اور ایمان و اسلام کا اعتراف کرے اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کیا جائے خواہ اس کے دل میں کچھ بھی ہو۔ (بیان القرآن)

آیت ۷۹: میں محنت مزدوری کرنے والے غریب مسلمانوں کی جانب سے صدقہ دینے پر منافقین کے طعن و تشنیع کا ذکر ہے کہ کیا حقیر اور ذرا سی چیز صدقہ میں لائے، اور اگر کسی نے زیادہ صدقہ کیا تو الزام لگایا کہ دکھاوے کے لیے زیادہ صدقہ کیا ہے۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ۭ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۝ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰي قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ

www.toobaaelibrary.com

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے رسول اللہؐ کے (جانے کے) بعد اپنے بیٹھے رہنے پر اور ان کو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کیساتھ جہاد کرنا ناگوار ہوا (دو وجہ سے اول کفر دوسرے آرام طلبی) اور (دوسروں کو بھی) کہنے لگے کہ تم (ایسی تیز) گرمی میں (گھر سے) مت نکلو آپؐ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ (اس سے بھی) زیادہ (تیز اور) گرم ہے (سو تعجب ہے کہ اس گرمی سے تو بچتے ہو اور جہنم میں جانے کا خود سامان کر رہے ہو کہ کفر و مخالفت کو نہیں چھوڑتے) کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے، سو (ان امور مذکورہ کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں) تھوڑے دنوں ہنس (کھیل) لیں اور پھر آخرت میں) بہت دنوں (یعنی ہمیشہ) روتے رہیں (یعنی ہنسنا تھوڑے دنوں کا ہے پھر رونا ہمیشہ ہمیشہ کا) ان کاموں کے بدلہ میں جو کچھ (کفر و نفاق و خلاف وغیرہ) کیا کرتے تھے (جب ان کا حال معلوم ہو گیا) تو اگر خدا تعالیٰ آپ کو (اس سفر سے مدینہ کو صحیح سالم) ان کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے (گروہ اس لیے کہا کہ ممکن ہے کہ بعض اس وقت تک مر جائیں، یا کوئی کہیں چلا جائے اور) پھر یہ لوگ (برا بخوشامد و دفع الزام سابق کسی جہاد میں آپ کے ساتھ) چلنے کی اجازت مانگیں (اور دل میں اس وقت بھی یہی ہوگا عین وقت پر کچھ بہانہ کر دیں گے) تو آپؐ یوں کہہ دیجئے کہ (اگرچہ اس وقت دنیا سازی کے طور پر باتیں بنا رہے ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارا مافی الضمیر بتلا دیا ہے، اس لیے نہایت وثوق سے کہتا ہوں کہ) تم کبھی بھی میرے ساتھ (جہاد میں) نہ چلو گے اور نہ میرے ہمراہ ہو کر کسی دشمن (دین) سے لڑو گے (جو اصلی مقصود ہے چلنے سے کیونکہ) تم نے پہلے بھی بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا (اور اب بھی عزم وہی ہے تو (خواہ مخواہ جھوٹی باتیں کیوں بناتے ہو، بلکہ مثل سابق اب بھی) ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو (جو واقعی) پیچھے رہ جانے کے لائق ہی ہیں (بوجہ عذر کے جیسے بوڑھے اور بچے اور عورتیں)۔ اور ان میں کوئی مر جائے تو اس (کے جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ (دفن وغیرہ کے واسطے) اس کی قبر پر کھڑے ہوئے (کیونکہ) انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے، اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں۔ اور ان کے اموال اور اولاد آپ کو (اس) تعجب میں نہ ڈالیں (کہ ایسے مبغوضین پر یہ نعمتیں

www.toobaaelibrary.com

کیسے ہوئیں، سو یہ واقع میں ان کے لیے نعمتیں نہیں بلکہ آلاتِ عذاب ہیں کیونکہ) اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ) چیزوں کی وجہ سے دنیا میں (بھی) ان کو گرفتارِ عذاب رکھے اور انکا دم حالتِ کفر ہی میں نکل جائے (جس سے آخرت میں بھی مبتلائے عذاب رہیں) اور جب کبھی کوئی ٹکڑا قرآن کا اس مضمون میں نازل کیا جاتا ہے کہ تم (خلوص دل سے) اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ کے ہمراہ ہو کر جہاد کرو تو ان میں ان کے مقدور والے آپ سے رخصت مانگتے ہیں اور (رخصت کا یہ مضمون ہوتا ہے کہ) کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم بھی یہاں ٹھیرنے والوں کے ساتھ رہ جائیں (البتہ ایمان و اخلاص کے دعوے میں کچھ کرنا نہیں پڑتا اس کو کہہ دیا کہ ہم تو مخلص ہیں) وہ لوگ (غایت بے حمیتی سے) خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے، اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی جس سے وہ (حمیت و بے حمیتی کو) سمجھتے ہی نہیں، ہاں لیکن رسولؐ اور آپ کی ہمراہی میں جو مسلمان ہیں انہوں نے (البتہ اس حکم کو مانا اور) اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے جہاد کیا اور انہی کے لیے ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں، اور وہ خوبی اور کامیابی یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جنکے نیچے سے نہریں جاری ہیں (اور) وہ ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۸۱: میں غزوۂ تبوک میں منافقین کے شریک نہ ہونے اور انھیں سزائے آخرت اور آئندہ دنیا میں مجاہدین اسلام کی فہرست سے خارج کر دینے اور کسی جہاد میں شرکت کی اجازت نہ دینے کا تذکرہ ہے۔

مُخَلَّفُوْنَ، بمعنی متروک ہے یعنی وہ تارکِ جہاد نہیں بلکہ متروک جہاد ہیں یعنی اللہ اور رسولؐ نے ہی انھیں چھوڑ دینے کے قابل سمجھا۔ "بِمَقْعَدِهِم" بمعنی مصدری ہے۔

آیت ۸۴: عبداللہ بن اُبی منافق کی موت اور اس پر نماز جنازہ کے متعلق نازل ہوئی، مگر اس کے بعد پھر آپ نے کبھی کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

پیغمبر علیہ السلام نے اس منافق کے بیٹے جو مخلص صحابی تھے ان کی دلجوئی کے لیے ایسا کیا، نیز بروایت دیگر اس احسان کا بدلہ چکانا تھا جو ابن اُبی نے موقع بدر میں حضرت عباسؓ کو اپنا قمیص پہنا کر کیا تھا، حضرت عباسؓ کے دراز قد ہونے کے باعث کسی کا قمیص فٹ نہیں آتا تھا، پیغمبر علیہ السلام نے آپ کے بدن پر کرتا نہ ہونے کی بنا پر ارشاد فرمایا تھا کہ انھیں قمیص پہنا دیا جائے۔

حضرت عمرؓ نے حضور کو نماز جنازہ سے جو منع کیا تھا تو آپ نے اسی آیت اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ الخ سے سمجھا

www.toobaaelibrary.com

ہوگا اور چوں کہ آیت کا ظاہری مفہوم پیغمبر علیہ السلام کو اختیار دینا تھا، صراحتاً منع نہیں تھا، اس لیے آپ نے ایسا کیا، قرآن کریم کی دوسری آیت اس کی نظیر ہے۔ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝

نیز اس کے اندر دیگر مصالح کی توقع تھی کہ آپ کے اس عمل سے دوسرے کفار اسلام کے قریب آجائیں گے، چناں چہ دوسری روایت میں ہے کہ مجھے امید ہے کہ اس عمل سے اس کی قوم کے ہزار آدمی مسلمان ہو جائیں گے چناں چہ ایسا ہوا کہ خزرج قبیلہ کے ایک ہزار آدمی مسلمان ہو گئے۔ اور چوں کہ مسلمانوں کو اس سے ایک بددلی پیدا ہونے کا خطرہ تھا اس لیے آئندہ کے لیے اس آیت سے ممنوع بھی ہو گیا۔

آیت: ۸۵: جہاد سے رہ جانے والوں کے مالدار اور ان کی خوش حال ہونے سے کوئی شبہ نہ ہو کیوں کہ یہ خوشحالی دنیا و آخرت میں بھی ان کے لیے عذاب ہے۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاۗءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَاۗءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ۭ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ۭ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۙ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۭ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَاۗىِٕرَ ۭ عَلَيْهِمْ دَاۗىِٕرَةُ السَّوْءِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ۭ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۭ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور کچھ بہانہ باز لوگ دیہاتیوں میں سے آئے تاکہ ان کو (گھر رہنے کی) اجازت مل جائے اور (ان دیہاتیوں میں سے) جنہوں نے

www.toobaaelibrary.com

خدا سے اور اس کے رسول سے (دعوائے ایمان میں) بالکل ہی جھوٹ بولا تھا وہ بالکل ہی بیٹھ رہے، جھوٹے عذر کرنے بھی نہ آئے) ان میں جو (آخر تک) کافر رہیں گے ان کو (آخرت میں) دردناک عذاب ہوگا (اور جو توبہ کرلیں تو عذاب سے بچ جائیں گے) کم طاقت لوگوں پر کوئی گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو (سامانِ جہاد کی تیاری میں) خرچ کرنے کو میسر نہیں جب کہ یہ لوگ اللہ اور رسولؐ کے ساتھ (اور احکام میں) خلوص رکھیں (اور دل سے اطاعت کرتے رہیں تو) ان نیکوکاروں پر کسی قسم کا الزام (عائد) نہیں (کیونکہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا) اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں (کہ اگر یہ لوگ اپنے علم میں معذور ہوں اور اپنی طرف سے خلوص و اطاعت میں کوشش کریں اور واقع میں کچھ کمی رہ جائے تو معاف کردیں گے) اور نہ ان لوگوں پر (کوئی گناہ اور الزام ہے) کہ جس وقت وہ آپؐ کے پاس اس واسطے آتے ہیں کہ ان کو کوئی سواری دیدیں تو وہ (ناکام) اس حالت میں واپس چلے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں اس غم میں کہ (افسوس) ان کو (سامانِ جہاد کی تیاری میں) خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں (نہ خود ہے اور نہ دوسری جگہ سے ملا، غرض ان معذورین مذکورین پر کوئی مواخذہ نہیں) بس الزام (اور مواخذہ) تو صرف ان لوگوں پر ہے جو باوجود اہلِ سامان (قوت) ہونے کے (گھر پر رہنے کی) اجازت چاہتے ہیں وہ لوگ (غایت بے حمیتی سے) خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہوگئے، اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے چنانچہ وہ جانتے نہیں۔ یہ لوگ تمہارے (سب کے) سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے (سو اے محمدؐ) آپ (سب کی طرف سے صاف) کہہ دیجئے کہ (بس رہنے دو) یہ عذر پیش مت کرو ہم کبھی تم کو سچا نہ سمجھیں گے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری (واقعی حالت کی خبر دے چکے ہیں (کہ تم کو کوئی عذر صحیح نہ تھا) اور خیر آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہاری کارگذاری دیکھ لیں گے (معلوم ہو جائے گا کہ حسب زعم خود کتنے مطیع اور مخلص ہو) پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے (جس سے تمہارا کوئی اعتقاد کوئی عمل مخفی نہیں) پھر وہ تم کو بتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے (اور اس کا بدلہ دے گا) ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جاویں گے (کہ ہم معذور تھے) جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو (اور ملامت وغیرہ نہ کرو) سو تم (ان کا مطلب پورا کردو اور) ان کو انکی حالت پر چھوڑ دو (اس غرض فانی کے حاصل ہونے سے ان کا کچھ بھلا نہ ہوگا، کیونکہ) وہ لوگ بالکل گندے ہیں اور (آخر میں) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے ان کاموں کے بدلہ میں جو کچھ وہ

www.toobaaelibrary.com

(نفاق وخلاف وغیرہ) کیا کرتے تھے (نیز اس کا بھی مقتضا ہے کہ اس کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، کیونکہ تعرض سے مقصود ہے اصلاح اور ان کی ان کے خبث سے امید نہیں اور نیز) یہ اس لیے قسمیں کھاویں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو (اول تو تم دشمنانِ خدا سے راضی کیوں ہونے لگے لیکن بالفرض) اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو (ان کو کیا نفع کیونکہ) اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا (اور بدونِ رضائے خالق کے رضائے خلق محض بے سود ہے)۔ (ان منافقین میں جو) دیہاتی (ہیں وہ) لوگ (بوجہ سخت مزاجی کے) کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور (بوجہ بعد علماء وعقلاء کے) ان کو ایسا ہونا ہی چاہیے کہ ان کو ان احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) پر نازل فرمائے ہیں (کیونکہ جب جاننے والوں سے دور دور رہیں گے تو ان کا جاہل رہنا تو اس کا لازمی نتیجہ ہے، اور اسی وجہ سے مزاج میں سختی اور مجموعہ سے کفر ونفاق میں شدت ہوگی) اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں، (وہ ان سب امور پر مطلع ہیں اور حکمت سے مناسب سزا دیں گے) اور ان (مذکورہ منافقین) دیہاتیوں میں سے بعض بعض ایسا ہے کہ (کفر ونفاق وجہل کے علاوہ بخل وعداوت کے ساتھ بھی موصوف ہے، حتیٰ کہ) جو کچھ (جہاد وزکوٰۃ وغیرہ کے مواقع میں مسلمانوں کی شرماشرمی) خرچ کرتا ہے اس کو (عمل) جرمانہ سمجھتا ہے (یہ تو بخل ہوا) اور (عداوت یہ ہے کہ) تم مسلمانوں کے واسطے (زمانہ کی) گردشوں کا منتظر رہتا ہے (کہ کہیں ان پر کوئی حادثہ پڑ جائے تو ان کا خاتمہ ہو سو) برا وقت انہی، منافقین) پر پڑنے والا ہے (چنانچہ فتوحات کی وسعت ہوئی، کفار ذلیل ہوئے ان کی ساری حسرتیں دل ہی میں رہ گئیں، اور تمام عمر رنج اور خوف میں کٹی) اور اللہ تعالیٰ (ان کے کفر ونفاق کی باتیں) سنتے ہیں (اور ان کے دلی خیالات اتخاذ مغرم وتربص دوائر کو) جانتے ہیں (پس ان سب کی سزا دیں گے) اور بعض اہل دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں، اور جو کچھ (نیک کاموں میں) خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول (ﷺ) کی دعاء (لینے) کا ذریعہ بناتے ہیں (کیونکہ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ ایسے مواقع پر خرچ کرنے والے کو دعاء دیتے تھے جیسا کہ احادیث میں ہے) یاد رکھو! کہ ان کا یہ خرچ کرنا بیشک ان لوگوں کے لیے موجب قربت (عند اللہ) ہے (اور دعاء کا ہونا تو یہ خود دیکھ سن لیتے ہیں، اس کی خبر دینے کی ضرورت نہ تھی اور وہ قرب یہ ہے کہ) ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی (خاص) رحمت میں داخل کر لیں گے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں (پس ان کی لغزشیں معاف کر کے اپنی رحمت میں لے لیں گے)۔

www.toobaaelibrary.com

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۹۰: سے معلوم ہوا ان معذرین میں دو قسم کے لوگ تھے کہ بعض نے عذر کیا سستی کے باعث۔ لیکن بعض کا عذر کفر و نفاق کے باعث تھا۔ آیت: ۹۱ اور ۹۲ میں مخلص اور حقیقتاً معذور مسلمانوں کا ذکر ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کا عذر قبول فرمایا۔

آیت: ۹۴: وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ میں انھیں مہلت دی گئی کہ اب بھی توبہ کریں، نفاق چھوڑ کر سچے مسلمان ہو جائیں۔

آیت: ۹۷: اَلْاَعْرَابُ، عرب کی جمع نہیں ہے۔ بلکہ اسم جمع ہے اس کا مفرد ہے اعرابی جیسے انصار کا مفرد انصاری ہے۔

آیت، ۹۸: اَلدَّوَائِرَ، دَائِرَة کی جمع ہے یعنی وہ بدلی ہوئی حالت جو پہلی اچھی حالت کے بعد بری ہو جائے۔ آیت ۹۹، میں قرآنی اسلوب کے مطابق سچے اور پکے مسلمان دیہاتیوں کا ذکر ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَي النِّفَاقِ ۡ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۭ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَي التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۭ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور جو مہاجرین اور انصار (ایمان لانے میں سب امت سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ (ایمان لانے میں) ان کی پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا (کہ ان کا ایمان قبول فرمایا جس پر ان کو جزا ملے گی) اور وہ سب اللہ کے سے راضی ہوئے (کہ اطاعت اختیار کی جس کی جزا سے یہ رضا اور زیادہ ہوگی) اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور کچھ تمہارے گرد و پیش والوں میں اور کچھ مدینہ والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال پر (ایسے) پہنچے ہوئے ہیں (کہ) آپ (بھی) ان کو نہیں جانتے (کہ یہ منافق ہیں بس) ان کو ہم ہی جانتے ہیں ہم ان کو (دوسرے منافقین کی نسبت آخرت سے پہلے بھی) دوہری سزا دیں گے (ایک نفاق کی دوسرے کمال نفاق کی اور) پھر (آخرت میں بھی) وہ بڑے بھاری عذاب (یعنی جہنم مع خلود دائمی) کی طرف بھیجے جاویں گے۔ اور کچھ لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہو گئے جنہوں نے ملے جلے عمل کیے تھے کچھ بھلے (جیسے اعتراف جس کا مقتضا ندامت ہے اور یہی توبہ ہے، اور جیسے اور غزوات جو پہلے ہو چکے ہیں غرض یہ کام تو اچھے کیے) اور کچھ برے (کیے جیسے تخلف بلا عذر سو) اللہ سے امید (یعنی ان کا وعدہ) ہے کہ ان (کے حال) پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرماویں (یعنی توبہ قبول کر لیں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی رحمت والے ہیں (جب اس آیت سے توبہ قبول ہو چکی اور وہ حضرات ستونوں سے کھل چکے تو اپنا مال آپ کی خدمت میں لے کر آئے اور درخواست کی کہ اس کو اللہ کی راہ میں صرف کیا جائے تو ارشاد ہوا کہ) آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ (جس کو یہ لائے ہیں) لے لیجیے جس کے (لینے کے) ذریعہ سے آپ ان کو (گناہ کے آثار سے) پاک صاف کر دیں گے اور (جب آپ لیں تو) ان کے لیے دعا کیجیے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان (قلب) ہے اور اللہ تعالیٰ (ان کے اعتراف کو) خوب سنتے ہیں (اور ان کی ندامت کو) خوب جانتے ہے (اس لیے ان کے اخلاص کو دیکھ کر آپ کو یہ احکام دیئے گئے، ان اعمال صالحہ مذکورہ یعنی توبہ وندامت وانفاق فی الخیر کی ترغیب .....اور اعمال سیئہ مثل تخلف وغیرہ سے آئندہ کے لیے ترہیب ہے، پس اوّل ترغیب ہے یعنی) کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور (کیا ان کو) یہ (خبر نہیں) کہ اللہ ہی (اس) توبہ قبول کرنے (کی صفت) میں اور رحمت کرنے (کی صفت) میں کامل ہے (اسی لیے ان

www.toobaaelibrary.com

کی توبہ قبول کی، اور اپنی رحمت سے بال قبول کرنے کا حکم اور ان کے لیے دعا کرنے کا حکم فرمایا، پس آئندہ بھی خطا یا ذنوب کے صدور پر توبہ کر لیا کریں، اور اگر توفیق ہو تو خیر خیرات کیا کریں) اور (ترغیب کے بعد آگے ترہیب ہے یعنی) آپؐ (ان سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ (جو چاہو) عمل کیے جاؤ سو (اوّل تو دنیا ہی میں) ابھی دیکھے لیتا ہے تمہارے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسولؐ اور اہل ایمان (پس بُرے عمل پر دنیا ہی میں ذلت اور خواری ہو جاتی ہے) اور (پھر آخرت میں) ضرور تم کو ایسے (اللہ) کے پاس جانا ہے جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے، سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا (پس برے عمل سے مثل تخلف وغیرہ کے آئندہ سے احتیاط رکھو، یہ قسم اول کا بیان تھا آگے قسم دوم کا ذکر ہے) اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کے حکم آنے تک ملتوی ہے کہ (عدم اخلاص توبہ کی وجہ سے) ان کو سزا دے گا یا (اخلاص کی وجہ سے) ان کی توبہ قبول کرے گا اور اللہ تعالیٰ (خلوص وعدم خلوص کا حال) خوب جاننے والا ہے (اور) بڑا حکمت والا ہے (پس بمقتضائے حکمت خلوص کی توبہ قبول کرتا ہے، اور بغیر خلوص کے قبول نہیں کرتا اور اگر کبھی بلا توبہ معاف کرنے میں حکمت ہو تو ایسا بھی کر دیتا ہے) اور بعضے ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لیے مسجد بنائی ہے کہ (اسلام کو) ضرر پہنچاویں اور (اس میں بیٹھ بیٹھ کر) کفر (یعنی عداوت رسولؐ) کی باتیں کریں اور (اس وجہ سے) ایمانداروں (کے مجمع) میں تفریق ڈالیں (کیونکہ جب دوسری مسجد بنائی جائے اور ظاہر کیا جائے کہ خوش نیتی سے بنی ہے تو ضرور ہے کہ پہلی مسجد کا مجمع کچھ نہ کچھ منتشر ہو ہی جاتا ہے) اور (یہ بھی غرض ہے کہ) اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس (مسجد بنانے) کے قبل سے خدا و رسول کا مخالف ہے (مراد ابو عامر راہب ہے) اور (پوچھو تو) قسمیں کھاویں گے (جیسا ایک دفعہ پہلے پوچھنے پر کھا چکے ہیں) اور اللہ گواہ ہے کہ وہ (اس دعوے میں) بالکل جھوٹے ہیں (جب اس مسجد کی یہ حالت ہے کہ وہ واقع میں مسجد ہی نہیں بلکہ مضر اسلام ہے تو) آپؐ اس میں کبھی (نماز کے لیے) کھڑے نہ ہوں، البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے (یعنی روز تجویز سے) تقویٰ (اور اخلاص) پر رکھی گئی ہے (مراد مسجد قبا ہے) وہ (واقعی) اس لائق ہے کہ آپؐ اس میں (نماز کے لیے) کھڑے ہوں (چنانچہ گاہ بگاہ آپؐ وہاں تشریف لے جاتے اور نماز پڑھتے) اس (مسجد قبا) میں ایسے (اچھے) آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے (جب دونوں مسجدوں کے بانیوں کا حال معلوم ہو گیا تو) پھر (سمجھ لو) آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجد)

www.toobaaelibrary.com

کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور خدا کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص (بہتر ہوگا) جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجد) کی بنیاد کسی کھائی (یعنی غار) کے کنارہ پر جو کہ گرنے ہی کو (ہو) رکھی ہو (مراد اس سے اغراض باطلہ کفریہ ہیں ناپائیداری میں اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی) پھر وہ (عمارت) اس (بانی) کو لے کر آتشِ دوزخ میں گر پڑے (یعنی وہ عمارت تو گری بوجہ اس کے کہ کنارہ پر ہے، جب وہ کنارہ پانی سے کٹ کر گرے گا، وہ عمارت گرے گی (اور بانی گرا اس لیے کہ اس عمارت میں رہتا تھا اور چونکہ مراد اس سے اغراضِ کفریہ ہیں جو موصل الی النار ہیں اس لیے فرمایا کہ وہ اس کو لے کر جہنم میں جا گری) اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو (دین کی) سمجھ ہی نہیں دیتا، (کہ بنائی تو مسجد کے نام سے جو کہ دین کے شعائر میں سے ہے اور غرضیں ان میں کیسی کیسی فاسد کر لیں) ان کی یہ عمارت (یعنی مسجد) جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں (کانٹا سا) کھٹکتی رہے گی (کیونکہ جس غرض سے بنائی تھی وہ پوری نہ ہوئی اور قلعی کھل گئی سوا لگ، اور پھر اوپر سے منہدم کر دی گئی، غرض کوئی ارمان نہ نکلا، اس لیے ساری عمر اس کا افسوس اور ارمان باقی رہے گا) ہاں اگر ان کے (وہ) دل ہی (جس میں وہ ارمان ہے) فنا ہو جاویں تو خیر (وہ ارمان بھی اس وقت ختم ہو جاوے) اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں (ان کی حالت کو جانتے ہیں اور اسی کے مناسب سزا دیں گے)۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۱۰۰: میں تمام مومنین مخلصین کا ذکر ہے، من المهاجرین میں اکثر مفسرین نے من کو تبعیض کے لیے قرار دیتے ہوئے مہاجرین وانصار کے دو طبقے قائم کیے ہیں۔ ایک سابقین اولین، دوسرے، دوسرے درجے کے حضرات صحابہ پھر صحابہ میں سے اولین انھیں کہا گیا ہے جو تحویل قبلہ سے پہلے کے ہیں، (سعید ابن مسیب، قتادہ،) بعض نے شرکاءِ بدر کو کہا ہے (عطاء) یا جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے (شعبی) ان کے علاوہ باقی حضرات مہاجر وانصار دوسرے درجے کے ہیں۔

اور تفسیر مظہری کے ایک قول کے مطابق من تبعیض کا لے کر معنی ہوگا تمام صحابہ کرام، باقی امت کے نسبت سے مراد ہیں (بیان القرآن)

دوسری تفسیر کے مطابق وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ سے مراد تابعین ہیں، اور پھر ان کے بعد قیامت تک کے وہ سب مسلمان ہیں جو صحابہ کرامؓ کے مکمل تبعین ہیں۔

صحابہ کرامؓ بلا استثناء سب کے سب جنتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے مشرف ہیں، تمام صحابہ

www.toobaaelibrary.com

کرامؓ کے لیے بلا کسی شرط کے فرمایا ہے۔ "رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ" نیز سورہ حدید کی دسویں آیت میں بوضاحت ارشاد ہے، "وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى" اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سب کے لیے حُسنٰی کا وعدہ فرمایا ہے۔ نیز حدیث ترمذی عن جابرؓ میں ہے، کہ جہنم کی آگ اس مسلمان کو نہیں چھو سکتی جس نے مجھے دیکھا ہے یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا ہے۔ یہاں سے خوب سمجھ لینا چاہئے کہ مشاجرات صحابہؓ میں جو گوشہ دلچسپی لیتے ہوئے ایسی باتیں کرتے ہیں جس سے قلوب بدگمانی میں مبتلا ہو جائیں، کس قدر خطرناک ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔

آیت ۱۰۱: میں ایسے شدید ترین منافقین کا ذکر ہے جن کا نفاق پیغمبر علیہ السلام پر ابتک مخفی رہا، ان کے لیے آخرت سے پہلے ہی دو عذابوں کا ذکر ہے، ایک تو یہ کہ یہ دنیا میں اپنے نفاق کے اخفاء کے لیے ہمہ وقت متفکر رہتے ہیں، یہ بھی کسی عذاب سے کم نہیں، اور اپنے تمام تر بغض وعناد کے باوجود اسلام اور مسلمانوں کی تکریم و تعظیم اور اتباع پر مجبور رہتے ہیں، یہ بھی ایک عذاب ہے، اور دوسرا عذاب عذاب قبر و برزخ ہے۔

آیت ۱۰۲، سے ۱۰۶، تک ان مومنین مخلصین کا ذکر ہے جو بغیر عذر کے محض سستی و کاہلی کے باعث شریک جہاد نہ ہو سکے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ایسے حضرات دس تھے، جن میں سے سات حضرات نے خود کو مسجد نبویؐ کے ستونوں سے باندھ رکھا تھا کہ قبولیت توبہ سے پہلے نہ کھولیں گے۔ ان میں حضرات ابولبابہ کے نام پر سب متفق ہیں، دیگر اسماء میں روایات مختلف ہیں۔ ان حضرات نے قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک حضورؐ نے کھولیں گے ہم نہ کھلیں گے، تو آپؐ نے بھی قسم فرمایا: کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے پہلے نہ کھولونگا کیونکہ جرم بڑا ہے، اس پر یہ آیت مذکورہ نازل ہوئی۔ اور پھر اللہ کے رسولؐ کے حکم سے یہ کھول دیے گئے۔ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا، نیک و بد مخلوط اعمال یہ تھے کہ ایمان، نماز، روزہ کی پابندی اور اس غزوۂ تبوک سے پہلے غزوات میں شرکت، اور اس غزوۂ میں اپنے عدم شرکت کے جرم کا اعتراف و ندامت و توبہ۔ بد یہ کہ عدم شرکت اور منافقین کے ساتھ موافقت اور ملے جلے اعمال والے مسلمانوں کا حکم بھی قیامت تک کے لیے یہی ہے۔ کہ توبہ کے بعد صاف ستھرے ہو جائینگے۔ ستونوں سے بندھے ہوئے حضرات نے کھول دیئے جانے کے شکرانے میں اپنا سارا مال صدقہ میں دینے کے لیے پیش کیا تو پیغمبر علیہ السلام نے مال لینے سے انکار فرما دیا اس پر آیت ۱۰۳۔ نازل ہوئی، تو پھر آپ نے پورے مال میں سے تہائی مال کے صدقہ کو قبول فرمالیا۔ مِنْ سے اشارہ اسی کچھ مال کی طرف ہے۔ مسلمانوں کے صدقات اور زکوٰۃ وغیرہ کی وصولیابی

www.toobaaelibrary.com

اور مصارف پر خرچ کرنے کی ذمہ داری، یہ حکم عام ہے۔ قیامت تک کیلئے، اور اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے۔ اور مانعین زکوٰۃ سے جہاد کرنے کا واقعہ اسی وجہ سے پیش آیا۔ جو لوگ حکم زکوٰۃ کو پیغمبر علیہ السلام کے زمانہ تک خاص اور اس کے بعد ساقط ہو جانے کے قائل تھے وہ غلط تاویل کرتے تھے، صدیق اکبرؓ کے بعد فاروق اعظمؓ کو اطمینان ہو گیا اور باجماع صحابہؓ ان کے خلاف جہاد کیا گیا۔

"صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ"، زکوٰۃ حکومت کا ٹیکس نہیں ہے عبادت ہے، اصحاب اموال کو گناہوں سے پاک کرنا ہے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے قوم کے ضعیف اور مجبور عناصر کی پرورش ہے۔ مگر اصل اور پہلا فائدہ تو وہ پہلا ہی ہے،، دوسرا فائدہ ضمنی ہے۔ اور فقراء وغیرہ کے لیے اس کا استعمال جائز ہونا یہ اس امت کی خصوصیت ہے۔

فائدہ: اگرچہ جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کے گناہ توبہ سے معاف ہو گئے تھے، مگر اموال کے صدقہ سے رہی سہی کچھ ظلمت و کدورت کی تطہیر مقصود تھی۔

"وَصَلِّ عَلَيْهِمْ"، یعنی دعاء رحمت، لے کر بعد میں التباس اور اشتباہ سے بچنے کے لیے حضرات فقہاء نے اسے صرف انبیاء کرام کے لیے مخصوص فرمایا (بیان القرآن) نیز صدقہ دینے والوں کے حق میں دعاء کرنا چاہئے، بعض نے واجب کہا ہے اور بعض نے مستحب آیت ۱۰۷: اس آیت میں ابو عامر راہب نصرانی کی ایک سازش کا ذکر ہے۔ یہ وہی شخص ہے جس کے لڑکے حضرت حنظلہؓ مشہور صحابی رسول، اور غسیل الملائکہ کے خطاب سے معروف ہوئے اس نے تفریق بین المؤمنین کی غرض سے قبا کے پاس ایک مسجد بنانے کی سازش کی اور مسجد بنائی۔ اور چاہا کہ آپ اس میں برکۃً نماز پڑھ دیں تاکہ مسلمانوں کو اطمینان ہو جائے اور اسکی منافقانہ چال اور سازش مخفی رہے، مگر آپؐ نے ان دنوں غزوۂ تبوک کی تیاری کے پیش نظر عذر فرما دیا، بعد میں واپسی وعدہ فرمالیا۔ مگر واپسی آپ کو مدینہ طیبہ کے قریب بذریعہ وحی سازش سے خبردار کر دیا گیا۔ آیات کے نزول کے بعد آپؐ نے چند اصحاب جن میں عامر بن سکنؓ اور وحشیؓ (قاتل حمزہؓ) شریک تھے، ان کے ذریعے اس عمارت کو ڈھا دینے کا حکم فرما دیا۔

اس سازشی جگہ کی نحوست یہ تھی اور ہے کہ وہاں نہ کوئی بچہ پیدا ہوا، اور نہ زندہ رہا، بلکہ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ کوئی مرغی کبوتر اور جانور انڈا دینے اور پھلنے پھولنے کے قابل نہ رہی اور آج تک مسجد قبا کے کچھ فاصلے پر ویران پڑی ہے۔

مسئلہ: مگر اب اگر کوئی اس طرح کی اغراض کے پیش نظر مسجد بنائے تو اگرچہ اسے مسجد بنانے کا کوئی

www.toobaaelibrary.com

ثواب نہ ہوگا بلکہ گناہ ہوگا لیکن اسے مسجد ضرار نہ کہا جائیگا نماز کوئی پڑھے گا تو نماز ہو جائے گی مگر ایسی مسجد میں نماز پڑھنی بہتر نہیں۔ ہاں اسے مسجد ضرار کے مشابہ کہہ سکتے ہیں اور اس طرح کی مسجد بنانے سے روکا بھی جا سکتا ہے۔ جیسا کہ فاروق اعظمؓ نے ایک ایسی مسجد کے بنائے جانے کو روکنے کا فرمان جاری کیا تھا جس سے پہلی مسجد کی جماعت اور رونق متاثر ہو رہی تھی۔ "اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی" بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد مسجد نبویؐ ہے، اس میں منافاۃ نہیں ہے۔ (کشاف) اس سے آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس مسجد کے نمازی عام طور پر علماء صلحاء اور تقویٰ شعار ہوں اس میں نماز ادا کرنے کی فضیلت زیادہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ؕ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے، کہ ان کو جنت ملے گی (اور خدا کے ہاتھ مال و جان بیچنے کا مطلب یہ ہے کہ) وہ لوگ اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) لڑتے ہیں جس میں (کبھی) قتل کرتے ہیں اور (کبھی) قتل کیے جاتے ہیں (یعنی وہ بیع جہاد کرنا ہے خواہ اس

www.toobaaelibrary.com

میں قاتل ہونے کی نوبت آئے یا مقتول ہونے کی) اس (قتال) پر (ان سے جنت کا) سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں (بھی) اور انجیل میں (بھی) اور قرآن میں (بھی) اور (یہ مسلم ہے کہ) اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے (اور اس نے اس بیع پر وعدہ جنت کا کیا ہے) تو (اس حالت میں) تم لوگ (جو کہ جہاد کر رہے ہو) اپنی اس بیع (مذکور) پر جس کا تم نے (اللہ تعالیٰ سے) معاملہ ٹھیرایا ہے خوشی مناؤ (کیونکہ اس بیع پر تم کو حسب وعدۂ مذکورہ جنت ملے گی) اور یہ (جنت ملنا) بڑی کامیابی ہے (تو ضرور تم کو یہ سودا کرنا چاہیے) وہ (مجاہدین ایسے ہیں جو علاوہ جہاد کے ان اوصاف کمال کے ساتھ بھی موصوف ہیں کہ گناہوں سے) توبہ کرنے والے ہیں (اور اللہ کی) عبادت کرنے والے (ہیں اور اللہ کی) حمد کرنے والے (ہیں اور) روزہ رکھنے والے (ہیں اور) رکوع اور سجدہ کرنے والے (ہیں یعنی نماز پڑھتے ہیں اور) نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے (ہیں) اور بری باتوں سے باز رکھنے والے (ہیں) اور اللہ کی حدود کا (یعنی احکام کا) خیال رکھنے والے (ہیں) اور ایسے مؤمنین کو (جن میں جہاد اور یہ صفات ہوں) آپ خوش خبری سنا دیجئے (کہ ان سے جنت کا وعدۂ مذکور ہے)

پیغمبر (ﷺ) کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی (کیوں نہ) ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں (اس وجہ سے کافر ہو کر مرے ہیں) اور (اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے شبہ ہو کہ انہوں نے اپنے باپ کے لیے دعائے مغفرت کی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ) ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے لیے دعائے مغفرت مانگنا (وہ اس کے قبل تھا کہ اس کا دوزخی ہونا ظاہر ہو جاوے اور) وہ (بھی) صرف وعدہ کے سبب سے تھا جو انہوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا (اس قول میں سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّیْ، غرض جواز تو اس لیے تھا کہ اس کا دوزخی ہونا ظاہر نہ ہوا تھا، اور وقوع کو اس سے ترجیح ہو گئی تھی کہ وعدہ کر لیا تھا، ورنہ باوجود جواز کے بھی وقوع نہ ہوتا) پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ خدا کا دشمن (یعنی کافر ہو کر مرا) ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے (کہ استغفار بھی چھوڑ دیا، کیونکہ اس وقت دعائے مغفرت کرنا بے معنی ہے، کیونکہ کافر میں احتمال مغفرت کا ہے ہی نہیں، بخلاف حالت حیات کے کہ دعائے مغفرت کے معنی اس وقت طلب توفیق ہدایت ہو سکتے ہیں کہ توفیق ہدایت کے لیے مغفرت لازم ہے، اور رہا یہ کہ وعدہ کیوں کر لیا تھا وجہ اس کی یہ ہے کہ) واقعی ابراہیم (علیہ السلام) بڑے رحیم المزاج حلیم الطبع تھے (کہ باوجود یکہ باپ نے ان کو کیسی کیسی سخت باتیں کہیں، مگر حلم سے کام لیا، اور

www.toobaaelibrary.com

مزید براں یہ کہ شفقت کے جوش سے وعدہ کر لیا اور احتمال نفع تک اس وعدہ کو پورا فرمایا، جب یاس ہو گیا ہار کر چھوڑ دیا، بخلاف تمہارے استغفار کے کہ مشرکین کے مرنے..... کے بعد ہو رہا ہے، جن کا حالت شرک پر مرنا ظاہر مشاہد سے معلوم ہے اور احکام شرعیہ میں ایسا ظاہر کافی ہے، پھر قیاس کب صحیح ہے، اور اس قیاس پر شبہ کب مبنی ہو سکتا ہے) اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کیے پیچھے گمراہ کر دے جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلا دے جن سے وہ بچتے رہیں (پس جب ہم نے تم کو (مسلمانوں کو) ہدایت کی اور اس کے قبل استغفار للمشرکین کی ممانعت نہ بتلائی تھی تو اس کے کرنے سے تم کو یہ سزا نہیں دی جائے گی کہ تم میں گمراہی کا مادہ پیدا کر دیا جاوے) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (سو وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بدون ہمارے بتلائے ہوئے ایسے احکام کو کوئی نہیں جان سکتا، اس لیے ان افعال سے معذرت بھی نہیں پہنچنے دیتے اور) بلاشبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں وہی جلاتا اور مارتا ہے، (یعنی ہر طرح کی حکومت اور قدرت اسی کے لیے خاص ہے اس لیے جو چاہے حکم دے سکتا ہے، اور جس ضرر سے چاہے بچا سکتا ہے) اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے (بلکہ وہی یار و مددگار ہے، اس لیے قبل نہی تم کو ضرر سے بچاتا ہے، اور اگر تم نے بعد نہی اطاعت نہ کی تو اور کوئی بچانے والا نہیں) اللہ تعالیٰ نے پیغمبر (ﷺ) کے حال پر توجہ فرمائی (کہ آپ کو نبوت اور امامت جہاد اور تمام خوبیاں عطا فرمائیں) اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی (توجہ فرمائی کہ ان کو ایسی مشقت کے جہاد میں مستقیم رکھا) جنھوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبر کا ساتھ دیا، بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں تزلزل ہو چلا تھا (اور جہاد میں جانے سے ہمت ہارنے کو تھے مگر) پھر اللہ نے ان (گروہ) کے حال پر توجہ فرمائی (کہ ان کو سنبھال لیا اور آخر ساتھ ہو ہی لیے پس) بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے (کہ اپنی مہربانی سے ہر ایک کے حال پر کس کس طرح توجہ فرمائی) اور ان تین شخصوں کے حال پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب (ان کی پریشانی کی یہ نوبت پہنچی کہ) زمین باوجود اپنی (اتنی بڑی) فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ خدا (کی گرفت سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے (اس وقت وہ خاص توجہ کے قابل ہوئے) پھر ان کے حال پر (بھی خاص) توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی (ایسے مواقع معصیت و معصیت میں اللہ کی طرف) رجوع رہا کریں بے شک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

تلخیص معارف ومسائل

ان آیات میں مجاہدین کی فضیلت کا بیان ہے۔ حسب تصریح اکثر مفسرین شرکاء بیعت عقبہ کے متعلق نازل ہوئی جو ہجرت سے مکہ مکرمہ میں انصار مدینہ سے کی گئی تھی، عقبہ منیٰ میں جمرۂ عقبہ کے ساتھ کے پہاڑ کا حصہ ہے، اب تو یہ ایک صاف میدان ہے صرف جمرہ رہ گیا ہے۔ یہاں پر تین بار بیعت لی گئی ہے لیکن بیعت عقبہ سے تیسری بیعت مراد ہوتی ہے، یہ بیعت کفار سے جہاد اور پیغمبر علیہ السلام کی مدینہ پہنچنے پر حفاظت پر لی گئی۔ اس بیعت میں ظاہری صورت ایک لین دین کی بن گئی اس لیے آیت بہ لفظ بیع وشراء نازل ہوئی۔ یہ آیت سن کر سب سے پہلے حضرت براء بن معرور، ابوالہیثم اور اسعدؓ نے حضورؐ کے مبارک ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور ہر طرح آپ کی حفاظت کے لیے بیعت کی۔

یہ آیت جہاد کی پہلی آیت ہے جو مکہ میں قتال سے پہلے نازل ہوئی مگر عمل ہجرت کے بعد ہوا۔

(دیکھئے آیت اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ الخ الحج آیت:۳۹) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جہاد کا حکم پچھلی امتوں کے لیے بھی سب کتابوں میں نازل کیا گیا، یہ جو مشہور ہے کہ انجیل میں جہاد کا حکم نہیں تو یہ بعد کی تحریفات میں سے ہے۔

"التَّآئِبُوْنَ الخ" مفہوم آیت تمام مجاہدین فی سبیل اللہ کو شامل ہے اور یہ "التَّآئِبُوْنَ" بطور شرط نہیں ہے، بلکہ ان اوصاف کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ اہل سنت کے اوصاف ایسے ہی ہوتے ہیں۔

"اَلسَّآئِحُوْنَ" یعنی اَلصَّآئِمُوْنَ : کیونکہ خالص سیاحت دین نصرانیت میں عبادت تھی، اسلام نے اسے رہبانیت قرار دیا۔ اس کے قائم مقام روزہ کی عبادت قرار دی۔ بعض روایت میں جہاد کو بھی سیاحت قرار دیا ہے: سیاحۃ امتی الجہاد فی سبیل اللہ،، (ابن ماجہ وغیرہ) حضرت عکرمہ اَلسَّآئِحُوْنَ سے طلبہ علم مراد لیتے ہیں (مظہری) وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِاللّٰہِ یہ آٹھواں درحقیقت اوصاف مذکورہ سبعہ کے لیے ایک جامع لفظ ہے، یعنی یہ لوگ اپنے ہر کام اور ہر کلام میں حدود اللہ یعنی احکام شرعیہ کے پابند ہیں۔

آیت ۱۱۳ سورۂ توبہ پوری کفار ومشرکین سے تبری اور علیحدگی کے احکام پر مشتمل ہے، اس آیت میں یہی حکم برائت اُخروی زندگی کے لیے آیا ہے کہ مرنے کے بعد کفار ومشرکین کے لیے دعاء مغفرت بھی جائز نہیں۔ پیغمبر علیہ السلام کے چچا ابوطالب عمر بھر حضورؐ کی حمایت وحفاظت کرتے رہے، اس معاملہ میں کسی کی کوئی پروانہ کی۔ پیغمبر علیہ السلام کو بڑا فکر واہتمام تھا کہ کسی طرح کلمہ طیبہ پڑھ لیں،

www.toobaaelibrary.com

چنانچہ مرض وفات میں آپ نے کوشش کی مگر ابوجہل کے بار بار کہنے پر کلمہ نہ پڑھ سکے اور یہ کہتے ہوئے کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں، مر گئے۔ تو پیغمبر علیہ السلام نے قسم کھا کر فرمایا کہ میں، تاوقتیکہ مجھے منع نہ کر دیا جائے، برابر استغفار کرتا رہوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے کافر باپ کے لیے دعاء کے سلسلے میں مسلمانوں کے شبہ کرنے پر دوسری آیت ۱۱۴: نازل ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کفر ہی پر رہے گا اور مرے گا اسلئے آپ نے وعدہ کر لیا تھا، پھر خبر ہونے کے بعد لاتعلقی اختیار کر لی اور استغفار کرنا چھوڑ دیا اور غزوۂ اُحد میں آپ کا اللھم اغفر لقومی انھم لا یعلمون، ، کا مطلب بھی یہی ہے کہ اسے ایمان و اسلام کی توفیق عطا فرما دے کہ یہ قابل مغفرت ہو جائیں۔ امام قرطبیؒ نے اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ زندہ کافر کے لیے اسی نیت سے دعاء کرنا جائز ہے۔ اَوَّاہٌ، بکثرت دعا کے لیے آتا ہے قرطبیؒ نے پندرہ اقوال نقل کیے ہیں۔

آیت ۱۱۷: لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ، ، پیغمبر علیہ السلام تو معصوم ہیں اور جو حضرات شریک جہاد رہے تو ان کی توبہ قبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو گناہ سے بچایا، اسی کو توبہ کے نام سے تعبیر کیا گیا۔ یا یہ کہ توبہ و استغفار سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں، تقرب الی اللہ کے درجات غیر متناہی ہیں تاکہ اعلیٰ مقام حاصل ہو۔

فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ: سواری کی بھی اتنی قلت تھی کہ دس آدمیوں پر ایک سواری تھی، باری باری سوار ہوتے تھے توشہ سفر نہایت معمولی، سخت گرمی کا موسم راستہ میں پانی بھی کہیں کہیں اور تھوڑا تھا۔

یَزِیْغُ قُلُوْبُ اس سے مراد دین سے انحراف نہیں بلکہ جہاد سے ہمت ہار دینا۔

وَعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْا: ان تینوں حضرات یعنی حضرت کعب ابن مالکؓ شاعر، مرارہ ابن ربیع العمری اور ہلال بن امیہؓ واقفی جو انصاری بزرگ تھے ان کے واقعہ کی تفصیل کتب احادیث میں دیکھی جائیں۔

اس جہاد میں شرکاء کی تعداد بہت زیادہ تیس ہزار کے قریب تھی نیز نکلنے والوں کی کوئی فہرست نہیں لکھی گئی تھی اس لیے جہاد میں نہ شرکت کرنے والوں کو یہ موقع بھی مل گیا کہ اگر ہم نہ گئے تو کسی کو خبر بھی نہ ہوگی، غزوۂ تبوک میں نہ جانے والے منافقین کی تعداد اسّی سے کچھ اوپر تھی، جب واپسی پر انھوں نے جھوٹی قسمیں کھا کر عذر پیش کیے تو پیغمبر علیہ السلام نے ان کے ظاہر قول و قرار اور قسموں کو قبول کرتے ہوئے ان کو بیعت کر لیا اور دعاء مغفرت فرمائی، اور ان کے باطنی حالات کو اللہ کے سپرد کر دیا۔

www.toobaaelibrary.com

پیغمبر علیہ السلام اور صحابۂ کرام کا مقاطعہ پچاس روز تک رہا، قبولیت توبہ کی خبر حضرت کعب بن مالکؓ کو اولاً حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ نے دی، جب حضرت کعب اس بشارت کے بعد خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام کیا، تو پیغمبر علیہ السلام کا چہرۂ انور خوشی سے چمک رہا تھا، آپ نے فرمایا اے کعبؓ بشارت ہو تمہیں ایسے مبارک دن کی جو تمہاری عمر میں پیدائش سے لے کر آج تک سب سے بہتر دن ہے، کعب فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، یہ حکم آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے، آپ نے ارشاد فرمایا نہیں، یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ہے تم نے سچ بولا تھا اللہ تعالیٰ نے تمہاری سچائی کو ظاہر فرما دیا۔

فوائد: (۱) جنگ میں ایسے عمل کا اختیار کرنا جس سے مخالف دھوکہ میں پڑ جائے نہ کہ جھوٹ بول کر، نیز یہ کہ اس عملی دھوکہ کا تعلق کسی عہد و معاہدہ سے نہیں ہے، کیوں کہ عہد شکنی تو کسی حال میں صلح ہو یا جنگ جائز نہیں۔ (۲) سفر کے لیے خواہ کسی نوع کا ہو جمعرات کا دن پسندیدہ ہے۔ (۳) جھوٹ بولنا، جھوٹا عذر کسی کے سامنے بھی جائز نہیں۔ جھوٹ ایک نحوست ہے کہ بالآخر ظاہر ہو ہی جاتی ہے، (۴) کسی گناہ کی سزا میں امیر کے لیے یہ بھی حق ہے کہ سلام و کلام کے مقاطعہ کا حکم دیدے۔ (۵) صحابہ کرامؓ کو حضورؐ سے انتہائی محبت تھی کہ ناراضی اور مقاطعہ کے زمانے میں بھی یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دیکھتے تھے اور احوال معلوم کرنے کی فکر رکھتے تھے (۶) حضرت قتادہؓ کا جواب سلام نہ دینا یہ محض اتباع حکم رسول تھا، نہ کہ کوئی دشمنی، پتہ چلا کہ رسول اللہ کا بنایا ہوا قانون صرف ظاہر پر نہیں بلکہ دلوں پر بھی حکمراں تھا، (۷) حضرت کعبؓ نے شاہ غسان کا خط تنور میں ڈال دیا، اس سے صحابہ کرامؓ کے ایمان کی انتہائی پختگی معلوم ہوئی کہ ان تمام پریشانیوں میں بھی ایک بڑے بادشاہ کے لالچ دلانے سے ان کے دل میں کوئی میلان نہ پیدا ہوا۔ (۸) قبولیت توبہ کی بشارت دینے کے لیے دوڑنا بتلاتا ہے کہ مقاطعہ کے زمانے میں بھی ان سب کے دلوں میں حضرت کعبؓ سے محبت تھی (۹) کسی خوشی کے موقع پر دوست و احباب کو مبارک باد دینا سنت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـــُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ

www.toobaaelibrary.com

قَلِيلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا يُنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور (عمل میں سچوں کے ساتھ رہو (یعنی جو نیت اور بات میں سچے ہیں ان کی راہ چلو کہ تم بھی صدق اختیار کرو) مدینہ کے رہنے والوں کو جو دیہاتی ان کے گرد و پیش میں (رہتے) ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہؐ) کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ (زیبا تھا) کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں (کہ آپ کو تکلیف کہیں اور یہ آرام سے بیٹھے رہیں، بلکہ آپ کے ہمراہ جانا ضروری تھا اور) یہ (ساتھ جانے کا ضروری ہونا) اس سبب سے ہے کہ (علاوہ ادائے حق محبت رسولؐ کے ان مجاہدین کو بات بات پر ثواب حاصل ہوا، اگر یہ اخلاص کے ساتھ جاتے ان کو بھی یہ ملتا چنانچہ) ان کو اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لیے موجب غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا (باوجودیکہ بعض امور افعال اختیاریہ نہیں، مگر یہ مقتضائے مقبولیت ومحبوبیت ہے کہ امور اضطراریہ بھی مثل اعمال اختیاریہ کے موجب ثواب قرار دیے گئے، اور اس وعدہ میں احتمال تخلف کا نہیں کیونکہ) یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے (پس وعدہ کرلیا تو ضائع نہ ہوگا) اور (نیز) جو کچھ چھوٹا یا بڑا انہوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام (نیکیوں میں) لکھا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے (ان سب) کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے (کیونکہ جب ثواب لکھا گیا تو بدلہ ملے گا) اور (ہمیشہ کے لیے) مسلمانوں کو یہ (بھی) نہ چاہیے کہ (جہاد کے واسطے) سب کے سب (ہی) نکل کھڑے ہوں (کہ اس میں دوسری اسلامی ضروریات معطل ہوتی ہیں) سو ایسا نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک ایک چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کرے (اور کچھ اپنے وطن میں رہ جایا کریں) تاکہ باقی ماندہ لوگ (رسول اللہؐ کے وقت میں آپ سے اور آپ کے بعد نمائندہ شہر سے) دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو (جو کہ جہاد میں گئے ہوئے ہیں) جب کہ وہ ان کے پاس واپس آویں (دین کی باتیں سنا کر خدا کی نافرمانی سے) ڈراویں تاکہ وہ (ان سے دین کی

www.toobaaelibrary.com

باتیں سن کر برے کاموں سے) احتیاط رکھیں۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۱۱۹: كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ: میں اشارہ یہ ہے کہ صفت تقویٰ کے حصول کا طریقہ صالحین اور صادقین کی صحبت اور عمل میں ان کی موافقت ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات کی غرض میں متقین کی صحبت وہمجالست کا بھی دخل تھا "صٰدِقِيْنَ" کے لفظ سے عالم وصالح کی پہچان بتلادی ہے کہ صالح وہ شخص ہوسکتا ہے جس کا ظاہر وباطن یکساں ہو، قول وعمل دونوں میں سچا ہو۔

آیت: ۱۲۰-۱۲۱: میں متخلفین پر ملامت اور قبائل اور شرکاء جہاد کے ہر ہر قدم پر ہر ہر قول وعمل اور محنت ومشقت میں اجر عظیم کا ذکر ہے، بوقت جہاد دشمن کو تکلیف اور غیظ پہنچانا بھی موجب اعمال صالح ہے۔

آیت ۱۲۲: غزوۂ تبوک میں شرکت جہاد نفیر عام کی وجہ سے ایک خصوصی حکم تھا ورنہ عام حالات میں جہاد فرض عین نہیں، فرض کفایہ ہے جہاد کی طرح اسلام اور مسلمانوں کے اجتماعی مسائل اور دیگر مہمات بھی ہیں جو جہاد ہی کی طرح فرض کفایہ ہیں، ان کے لیے بھی مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کو تقسیم کار کے اصول پر کام کرنا چاہئے تاکہ سب کام اپنی جگہ چلتے رہیں۔

اسی فرض کفایہ کے سلسلے کا ایک اہم کام دینی تعلیم ہے کہ جہاد جیسے اہم فرض میں بھی اس فرض کو چھوڑنا نہیں ہے۔

علم دین کے حصول کی فرضیت

یعنی علم دین کا صرف وہ حصہ مراد ہے جس کے بغیر آدمی نہ فرائض ادا کرسکتا ہو اور نہ حرام سے بچ سکتا ہو علم تصوف بھی فرض عین میں داخل ہے (مظہری)

لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ: میں علم دین کا نصاب بھی بیان فرمادیا، یعنی علم دین کا محض پڑھ لینا کافی نہیں، عالم تو یہود ونصاریٰ اور مشرکین بھی ہوتے ہیں اور شیطان بھی سب سے بڑا عالم تھا، علم دین سے مراد، دین کی سمجھ پیدا کرنا ہے۔ لفظ کو باب تفعل سے فرمایا جس کے معنی ہیں محنت ومشقت کا مفہوم شامل ہے یعنی پوری محنت ومشقت برداشت کرکے مہارت حاصل کریں۔

عالم کے فرائض میں یہ ہے کہ انذار قوم کرے (اور نیک عمل کرنے والوں کو بشارت سنائے) یہاں آیت میں صرف انذار کو فرمایا، اس سے پتہ چلا کہ جلب منفعت سے دفع مضرت زیادہ اہم اور مقدم ہے، اور پھر یہ کہ دفع مضرت سے جلب منفعت کا مقصد پورا ہوجاتا ہے۔ اور انذار کے آداب بھی

www.toobaaelibrary.com

ملحوظ رہنے چاہئیں ورنہ موثر نہ ہوگا۔ طرز بیان اور لب و لہجے سے شفقت و رحمت اور خیر خواہی مترشح ہونی چاہیے اور صرف انذار پر بس نہ کرے بلکہ اس پر بھی نظر رہے کہ اس تبلیغ و دعوت کا اثر کتنا ہوا، اگر اثر نہ ہوا تو بار بار کرتا رہے تاکہ اس کا نتیجہ یَحْذَرُوْنَ برآمد ہو سکے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۭ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ۭ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ لَقَدْ جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۭ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

ترجمہ و خلاصۂ تفسیر

اے ایمان والو! کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس (رہتے) ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہیے (یعنی جہاد کے وقت بھی مضبوط رہنا چاہیے اور ویسے بھی غیر زمانۂ صلح میں ان سے ڈھیلا پن نہ برتنا چاہیے) اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ (کی امداد) متقی لوگوں کے ساتھ ہے (پس ان سے ڈرو، دیومت) اور جب کوئی سورت (جدید) نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین (غربار مسلمین سے بطور تمسخر) کہتے ہیں کہ (کہو) اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں ترقی دی (آگے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم جواب چاہتے ہو) سو (سنو) جو لوگ ایمان دار ہیں اس سورت نے ان کے (تو) ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ (اس ترقی کے ادراک سے) خوش ہو رہے ہیں (مگر چونکہ وہ امر قلبی ہے اور تم کو نصیب نہیں اس لیے اس کا ادراک بھی نصیب نہیں اور تمسخر کرتے ہو) اور جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا آزار ہے اس سورت نے ان میں ان کی (پہلی) گندگی کے ساتھ اور (نئی) گندگی بڑھا دی (کیونکہ پہلے ایک حصہ قرآن کا انکار تھا اب اس جدید حصہ کا انکار مزید ہوا) اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے (یعنی جو ان میں مر چکے ہیں وہ کافر مرے اور جو اسی اصرار پر ہیں گے وہ کافر مریں گے، حاصل جواب یہ ہوا کہ قرآن میں ایمان کو ترقی دینے کی بیشک خاصیت ہے لیکن محل میں قابلیت بھی تو ہو اور اگر پہلے سے خباثت مستحکم ہے تو

www.toobaaelibrary.com

اور بھی اس کو استحکام ہو جائے گا" (در باغ لالہ روید و در شورہ یوم خس") اور کیا ان کو نہیں دکھائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک یا دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں (مگر) پھر بھی (اپنی حرکات شنیعہ سے) باز نہیں آتے اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں (جس سے باز آنے کی آئندہ کوئی امید ہو، یعنی ان حوادث سے ان کو عبرت پکڑنا اور عبرت پکڑ کر اپنی اصلاح کر لینا چاہیے تھا، یہ تو ان کے تمسخر کا بیان ہوا جو اپنی مجالس میں کرتے تھے، آگے تمسخر کا بیان ہے جو مجلس نبویؐ میں ان سے صادر ہوتا تھا، چنانچہ ارشاد ہے) اور جب کوئی سورت (جدید) نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں (اور اشارہ سے باتیں کرتے ہیں) کہ تم کو کوئی (مسلمان) دیکھتا تو نہیں (کہ اٹھتا ہوا دیکھ لے اور حضرتؐ سے جا لگائے) پھر (اشاروں ہی اشاروں میں باتیں کر کے وہاں سے اٹھ کر) چل دیتے ہیں (یہ لوگ مسجد نبویؐ سے کیا پھرے) خدا تعالیٰ نے ان کا دل (ہی ایمان سے) پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ محض بے سمجھ لوگ ہیں (کہ اپنے نفع سے بھاگتے ہیں، اے لوگو! تمہارے پاس ایک پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں (کہ تم کو نفع حاصل کرنا آسان ہو) جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گذرتی ہے (چاہتے ہیں کہ تم کو کوئی ضرر نہ پہنچے) جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں (یہ حالت تو سب کے ساتھ ہے پھر بالخصوص) ایمان داروں کے ساتھ (تو) بڑے ہی شفیق (اور) مہربان ہیں (ایسے رسول سے مستفید نہ ہونا بڑی محرومی ہے) پھر اگر (اس پر بھی آپؐ کو رسول ماننے سے اور آپ کے اتباع کرنے سے) روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے (میرا کیا نقصان ہے) میرے لیے (تو اللہ تعالیٰ (حافظ و ناصر) کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں (پس معبودیت اس کے ساتھ مختص ہے تو لامحالہ سارے کمالات علم و قدرت اس میں بے مثل ہوں گے، پھر مجھ کو کسی کی مخالفت سے کیا اندیشہ) میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے (تو اور چیزیں تو بدرجۂ اولیٰ اس کی مملوک ہوں گی، پس اس پر بھروسہ کرنے کے بعد مجھ کو کوئی اندیشہ نہیں البتہ تم اپنی فکر کر لو، حق کا انکار کر کے کہاں رہو گے)

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۱۲۳: اس آیت میں جہاد و قتال میں ترتیب کا ذکر ہے، یعنی جو قریب ہوں یہ قرب باعتبار مقام اور باعتبار رشتہ دونوں ہو سکتا ہے کیوں کہ اسلامی جہاد درحقیقت بندگانِ خیر خواہی ہے، اور خیر خواہی میں رشتہ دار اور متعلقین مقدم ہیں، جیسا کہ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ میں حکم ہے، اسی طرح مقامی اعتبار سے

www.toobaaelibrary.com

مدینہ کے قرب وجوار کے کفار بنو قریظہ، بنو نضیر، اور اہل خیبر کو دوسروں پر مقدم کیا گیا اور سب سے آخر میں کفار روم کے قتال کا حکم ہوا جس کے نتیجے میں غزوۂ تبوک پیش آیا۔

فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا: اس سے معلوم ہوا کہ آیات قرآنیہ کی تلاوت غور وفکر اور مقتضی پر عمل سے ایمان میں ترقی ہوتی ہے، یہ ترقی تو ایمان اور حلاوت ایمان کی ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں اطاعت آسان نظر آنے لگتی ہے، عبادت میں لذت، گناہوں سے طبعی نفرت پیدا ہو جاتی ہے "مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ" کبھی ان کے دوست کفار مکہ مغلوب ہو گئے اور کبھی ان کے نفاق کی باتیں کھل گئیں، یہاں دو کا عدد خاص مراد نہیں بلکہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔

آیت: ۱۲۸، ۱۲۹: برارت، قطع تعلق، اور جہاد وقتال دعوت الی اللہ کی آخری صورت ہے، اصل کام انبیاء علیہم السلام کا شفقت ورحمت وہمدردی کا جذبہ ہی ہے۔

یہ آخری آیات بقول اُبی بن کعبؓ (ابن عباسؓ) قرآن کی آخری آیات ہیں اس کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی۔ یہ دو آیتیں بڑے فضائل کی حامل ہیں۔ حضرت ابوالدرداء فرماتے ہیں کہ جو شخص صبح وشام انہیں سات بار پڑھ لیا کرے، اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام آسان فرما دیتے ہیں (قرطبی)

قراءات: سورۃ التوبۃ: اَئِمَّةَ الْكُفْرِ حرمین وبصری کے لیے ہمزہ ثانیہ کی تسہیل محض اور شام کے لیے تحقیق مع الادخال وتحقیق محض کالباقین لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ شامی کے لیے بکسر الہمزہ اور باقین کے لیے بفتح الہمزہ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ کی بصری کے لیے مَسْجِدَ اللّٰهِ بالتوحید اور باقین کے لیے ہے اور ثانی میں کوئی اختلاف نہیں ہے يُبَشِّرُهُمْ آل عمران میں گذر چکا ہے۔ عَشِيْرَتُكُمْ شعبہ کے لیے بالجمع اور باقیوں کے لیے بالتوحید عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ عاصم وکسائی کے لیے بغیر تنوین عُزَيْرٌ ہے اور باقین کے لیے بتنوین عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ ہے يُضَاهِئُوْنَ عاصم کے لیے بزیادۃ الہمز بعد الہا مع کسر الہاء اور باقیوں کے لیے بضم الہاء بغیر ہمزہ ہے اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ ورش کے لیے بتعدید الیاء بغیر ہمزہ ہے۔ اور باقین کے لیے بیائے مدہ وہمزہ مضمومہ کالنص۔ اور وقف میں ہمزہ وہشام ورش کے موافق ہیں يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ حفص واخوین کے لیے بضم الیاء وفتح الضاد اور باقین کے لیے بفتح الیاء وکسر الضاد يَضِلُّ ہے تفصیل سورۂ نساء میں گذر چکا اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ اخوین کے لیے بالیاء اور باقین کے لیے بالتاء اُذُنُ قُلْ اُذُنُ مائدہ میں مذکور ہو چکا ہے وَرَحْمَةً لِّلَّذِيْنَ ہمزہ کے لیے بکسر الحاء وتنوین وَرَحْمَةٍ ہے اور باقین کے لیے بالرفع مع الحاء وتنوین مع اِنْ تَعْفُ عَنْ عاصم کے لیے بنون مفتوحہ وضم الفاء وَنُعَذِّبْ بالنون مع کسر الذال طَآئِفَةٌ بالنصب اور باقین کے لیے اِنْ يُّعْفَ بیائے مضمومہ مع فتح الفاء

www.toobaaelibrary.com

وَتَعْلَبُ بالنار المضمومہ مع فتح الذال وَطَائِفَةً بالرفع دَائِرَةُ السَّوْءِ یہاں اور ثانی فتح میں کی بصری کے لیے بضم السین اور باقیین کے لیے بفتح السین قُرْبَةٌ لَهُمْ ورش کے لیے بضم الراء اور باقیین کے لیے بالاسکان تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا کی کے لیے بزیادہ مِنْ مع جر تحتہا اور باقیین کے لیے بغیر من مع فتح النار اِنَّ صَلٰوتَكَ اور ہود میں اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ حفص واخوین کے لیے دونوں بالتوحید اور اوّل میں نصب النار اور باقیین کے لیے دونوں بالجمع اور اوّل میں کسر النار ہے اور ثانی کے رفع النار میں کسی کا اختلاف نہیں ہے مُرْجَوْنَ اور احزاب میں تُرْجِیْ کی بصری شامی شعبہ کے لیے ہمزہ مضمومہ دونوں میں اور باقیین کے لیے بغیر ہمزہ مَلِّفِیْنَ اَفَعَلُوْا نافع شامی کے لیے بغیر واو قبل اَلَّذِیْنَ اور باقیین کے لیے بالواو اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ وَاَمَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ نافع شامی کے لیے بضم الہمزہ وکسر السین الاولیٰ دونوں جگہ ورفع نون بُنْیَانُهٗ دونوں جگہ اور باقیین کے لیے بفتح الہمزہ والسین ونصب نون بُنْیَانَهٗ ہے۔ فَانْهَارَ بِهٖ شامی شعبہ ہمزہ کے لیے بسکون الراء اور باقیین کے لیے بضم الراء هَارٍ کی وہشام، حفص وحمزہ کے لیے بالفتح اور قالون، بصری ابن ذکوان شعبہ اور کسائی کے لیے بالامالہ، لیکن ابن ذکوان کے لیے بالخلف ہے اور ورش کے لیے تقلیل ظاہر ہے اِلَّا اَنْ تَقَطَّعَ شامی حفص اور حمزہ کے لیے بفتح النار اور باقیین کے لیے بضم النار فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ آل عمران میں گذر چکا ہے كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ حفص وحمزہ کے لیے بالیاء اور باقیین کے لیے بالنار لَوَلَّوْا یَرَوْنَ انّھم حمزہ کے لیے بالنار اور باقیین کے لیے بالیاء۔

* * *

www.toobaaelibrary.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(الٓر کا مطلب تو اللہ کو معلوم ہے) یہ (جو آگے آتی ہیں) پر حکمت کتاب (یعنی) قرآن) کی آیتیں ہیں (جو بوجہ حق ہونے کے قابل جاننے کے اور ماننے کے ہیں اور چونکہ جن پر اس کا نزول ہوا ہے ان کی نبوت کا کفار انکار کرتے تھے اس لیے جواب فرماتے ہیں کہ) کیا ان (مکہ کے) لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس (جو کہ مثل ان کے بشر ہے) وحی بھیج دی (جس کا خلاصہ یہ ہے) کہ (عام طور پر) سب آدمیوں کو (احکامِ خداوندی کے خلاف کرنے پر) ڈرایئے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوش خبری سنایئے کہ ان کے رب کے پاس (پہنچ کر) ان کو پورا مرتبہ ملے گا (یعنی اگر ایسا مضمون کسی بشر پر وحی کے ذریعہ سے نازل ہو جاوے تو کوئی تعجب کی وجہ نہیں مگر) کافر (اس قدر متعجب ہوئے کہ آپ کی نسبت) کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے (نبی نہیں ہے کیونکہ نبوت بشر کے لیے نہیں ہو سکتی) بلاشبہ تمہارا رب (حقیقی) اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو اور

www.toobaaelibrary.com

زمین کو چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کر دیا (پس اعلیٰ درجہ کا قادر ہے) پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (کہ جو اس کی شان کے لائق ہے تاکہ عرش سے زمین و آسمان میں احکام جاری فرمائے، جیسا آگے ارشاد ہے کہ) وہ ہر کام کی (مناسب) تدبیر کرتا ہے (پس حکیم بھی ہے، اس کے سامنے) کوئی سفارش کرنے والا (سفارش) نہیں (کر سکتا) بدون اس کی اجازت کے (پس عظیم بھی ہوا، پس) ایسا اللہ تمہارا رب (حقیقی) ہے سو تم اس کی عبادت کرو (اور شرک مت کرو) کیا تم (ان دلائل کے سننے کے بعد) پھر بھی نہیں سمجھتے، تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اللہ نے (اس کا) سچا وعدہ کر رکھا ہے، بیشک وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی (قیامت کو) پیدا کرے گا تاکہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے انصاف کے ساتھ) (پوری پوری) جزا دے (اور اس میں ذرا کمی نہ کرے بلکہ بہت کچھ زیادہ دیدے) اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے (آخرت میں) کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا، اور دردناک عذاب ہوگا ان کے کفر کی وجہ سے۔ وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو (بھی) نورانی بنایا اور اس (کی چال) کے لیے منزلیں مقرر کیں (کہ ہر روز ایک منزل قطع کرتا ہے) تاکہ (ان اجرام کے ذریعہ سے) تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو، اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں، وہ یہ دلائل ان لوگوں کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں، بلاشبہ رات اور دن کے بعد دیگرے آنے میں اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے (توحید کے) دلائل ہیں جو (خدا کا) ڈر مانتے ہیں۔ جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہو گئے ہیں (آخرت کی طلب اصلاً نہیں کرتے) اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں (آئندہ کی کچھ خبر نہیں) اور جو لوگ ہماری آیتوں سے (جو کہ بعث پر دلالت کرتی ہیں) بالکل غافل ہیں، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ ان کے (ان) اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے (اور) یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کا رب ان کو بوجہ ان کے مؤمن ہونے کے ان کے مقصد (یعنی جنت) تک پہنچا دے گا، ان کے (مسکن کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی چین کے باغوں میں (اور جس وقت وہ جنت میں جاویں گے اور عجائبات کا دفعۃً معائنہ کریں گے تو اس وقت) ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ سبحان اللہ اور (پھر جب ایک دوسرے کو دیکھیں گے تو) ان کا باہمی سلام یہ ہوگا السلام علیکم اور (جب اطمینان سے وہاں جا بیٹھیں گے اور اپنے پرانے مصائب اور متاعب اور اس

www.toobaaelibrary.com

وقت کے غیر مکدر دائمی عیش کا موازنہ کریں گے تو) ان کی (اس وقت کی باتوں میں) اخیر بات یہ ہوگی الحمد للہ رب العلمین (جیسا دوسری آیت میں ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ).

تلخیص معارف ومسائل

سورۂ یونس مکی ہے صرف تین آیات کو مدنی کہا گیا ہے اس صورت میں بھی اسلام اور قرآن کے بنیادی مقاصد توحید، رسالت آخرت وغیرہ کو کائنات عالم میں ہونے والے تغیرات ومشاہدات سے استدلال کر کے ذہن نشین کیا گیا ہے، نیز کچھ تاریخی واقعات سے ڈرایا گیا ہے۔ شرک کا ابطال، اور شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔ سورۂ توبہ میں کفر وشرک کی طاقت کو مادی اسباب جہاد کے ذریعہ توڑنے کا بیان تھا اور سورۂ یونس احکام جہاد کے نزول سے قبل مکہ میں نازل ہوئی اسلئے اس میں مذکورہ مقاصد کو صرف دلائل کے ذریعہ ثابت کیا گیا ہے۔

الٓرٰ: حروف مقطعات ہیں، واللہ اعلم بمرادہ بذالک۔

آیت ۲: رسالت کا مقصد جب ہی پوری ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں کی طرف کوئی رسول بھیجا جائے ان میں اور اس رسول میں باہمی مناسبت ہو، اور یہی عین مقتضائے عقل ہے۔ قَدَمَ ترقی کا ذریعہ چونکہ قدم ہی ہوتا ہے اس لیے مجازاً اس کا معنی ہے بلند پایہ، اور یہ بلند مقام یقینی اور قطعی ہے، قَدَمَ صِدْقٍ" اور باقی رہنے والا ہے۔ یا یہ کہ جنت کے مقامات صرف صدق وسچائی اور اخلاص ہی کے ذریعے حاصل ہوسکتے ہیں۔

آیت ۳: جب آسمان وزمین کو پیدا کرنے میں کوئی شریک نہیں ہے تو اسکی عبادت بھی بلاشرکت غیرے ہونی چاہئے، یہ چھ دن کی مہلت بھی ایک خاص مصلحت وحکمت کی بناء پر ہے ورنہ وہ ساری کائنات ایک آن میں پیدا فرمادیتے۔

"اَلْعَرْشَ"، ایسی مخلوق ہے جو تمام آسمانوں اور زمین اور تمام کائنات پر محیط ہے۔ سارا جہان اس کے اندر سمایا ہوا ہے۔ اس سے زائد اس کی حقیقت کا معلوم کرنا انسانوں کے بس میں نہیں، استواء علی العرش، کی حقیقت بھی انسان کی عقل وفہم نہیں پاسکتی ہے اس کے بارے میں بس یہ ہے کہ" وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ "، الخ اس طرح کے تمام معاملات میں جمہور امت کا عقیدہ یہ ہے کہ ان پر ایمان لایا جائے کہ یہ کلمات برحق ہیں اور جن متاخرین علماء نے ان کے کچھ معانی بیان کئے ہیں وہ درجۂ احتمال کے ہیں۔

اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ: وہ ذات جب کسی مادہ اور بغیر سابقہ شکل وصورت کے پیدا

www.toobaaelibrary.com

کردے اس کے لیے ایک پیدا شدہ مخلوق کو فنا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

آیت ۵: اس عالم کو صرف پیدا کر کے نہیں چھوڑ دیا بلکہ ہر وقت اور ہر آن میں ہر چیز کا انتظام بھی اسی انتظام کا ایک جزو ہے الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ الخ بھی ہے، لفظ "نور" عام ہے ہر قوی اور ضعیف ہلکی اور تیز روشنی کو نور کہتے ہیں، اور ضوء اور ضیاء قوی اور تیز روشنی کو کہتے ہیں، دن اور رات میں انسان کو دونوں روشنیوں کی ضرورت ہوتی ہے شمس و قمر کی روشنیوں کو قرآن کریم نے متعدد جگہ مختلف عنوانات سے بیان فرمایا ہے (سورۂ فرقان، سورۂ نوح) "ضِیَآءً" جمع ہے ضوء کی روشنی کی سات مشہور رنگ اور قسموں کو یہ لفظ جامع ہے اور یہ رنگ بارش کے بعد قوس وقزح میں ظاہر ہوتے ہیں آیت مذکورہ میں یہ بتلانا ہے کہ ان عظیم نشانیوں میں سے انسان کا یہ فائدہ بھی وابستہ ہے کہ ان کے ذریعہ وہ سال اور مہینہ اور تاریخوں کا حساب معلوم کرے۔ قمر کے ذریعہ مہینہ اور تاریخ کا حساب مشاہدہ اور تجربہ سے معلوم ہے بخلاف شمس کے کہ اس کے حسابات سوائے ریاضی والوں کے کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا، اسی لیے فَلَّرَهٗ میں ضمیر مفرد ارشاد فرما کر منازل صرف قمر کی بیان فرمائی۔ احکام اسلام کی ادائیگی بھی قمری مہینے سے آسان ہے۔ اسی لیے اس کا اعتبار کیا گیا ہے۔ ویسے شمسی مہینہ کا استعمال جائز ہے فقہاء نے قمری حساب باقی رکھنے کو مسلمانوں کے ذمہ فرض کفایہ قرار دیا ہے اور اس کا اتباع موجب برکت وثواب ہے۔

ان نشانیوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا بیان ہے نہ کبھی رفتار میں فرق نہ کبھی آگے پیچھے، نہ ان میں کسی سرمت کا وقفہ، جس شان سے ازل میں چلا دیا تھا چل رہی ہیں۔

اور یہ محکم نظام یونہی نہیں بلکہ انسانوں کے ذمہ کچھ فرائض بھی لگائے گئے ہیں اور پھر ظاہر ہے کہ اس کا کہیں حساب وکتاب بھی ہو، اور پھر اس کی جزا وسزا کا کوئی دن بھی مقرر ہو پس اسی کا نام قیامت ہے۔

آیت: ۷، ۸: اس آیت میں ان کا انجام بتلایا جنہیں قیامت کا کوئی کھٹکا نہیں اور صرف دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے۔

آیت: ۹، میں مومنین اور صالحین کا ذکر ہے کہ ان کے لیے بے نظیر راحتوں اور نعمتوں کا مقام جنت ہے۔

آیت: ۱۰، میں اہل جنت کے چند مخصوص حالات بتلائے ہیں "دَعْوٰىهُمْ" بمعنی دعاء ہے، دعاء اگرچہ درخواست وطلب کے لیے ہوا کرتی ہے اور جنت میں تو سب نعمتیں خود بخود حاصل ہوں گی

www.toobaaelibrary.com

اس لیے معروف دعا کے قائم مقام ان کی زبانوں پر صرف اللہ کی تسبیح ہوگی اور یہ تسبیح بھی بطور فریضہ کے نہیں بلکہ اس لیے کہ اس کی لذت محسوس کریں گے۔

"سَلَامٌ" منجانب اللہ بھی ہوگا اور من جانب الملکہ بھی اور یہ سلام بجائے دعا کے خوشخبری کا کلمہ ہوگا۔

سبحانك اللهم میں صفت جلالی ہے اور الحمدللہ میں صفت اکرام ہے، اس دعائیہ کلمات میں اسی ترتیب طبعی کا لحاظ ہے۔ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام آئے گا پھر اس کے نتیجہ میں یہ الحمدللہ رب العلمین کہیں گے (روح المعانی)

کھانے پینے اور جملہ امور میں اہل جنت کی اس سنت پر عمل کرنا چاہئے، کھانے کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا پیغمبر علیہ السلام کو پسند ہے، قرطبی کہتے ہیں کہ دعا کے آخر میں سورہ والصفت کی آخری تین آیات پڑھ لینی بہتر ہے۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَاۗىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰۗىِٕفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلْ لَّوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر (ان کی جلدی مچانے کے موافق) جلدی سے نقصان واقع کر دیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کے لیے جلدی مچاتے ہیں (اور اس کے موافق وہ فائدہ جلد واقع کر دیتا ہے اسی طرح اگر نقصان بھی واقع کر دیا کرتا) تو ان کا وعدہ (عذاب) کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا (لیکن ہماری حکمت جس کا بیان ابھی آتا ہے چونکہ اس کو مقتضی نہیں ہے) سو اس لیے ہم ان لوگوں کو جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے ان کے حال پر (بلا عذاب چند روز) چھوڑ رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں (اور مستحق عذاب کے ہو جاویں اور وہ حکمت یہی ہے) اور جب انسان کو (یعنی ان میں سے بعض کو) کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے، لیٹے بھی، کھڑے بھی، اور اس وقت کوئی بت وغیرہ یاد نہیں رہتا ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ) پھر جب (اس کی دعا والتجا کے بعد) ہم اس کی وہ تکلیف ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی حالت پر آ جاتا ہے (اور ہم سے ایسا بے تعلق ہو جاتا ہے) کہ گویا جو تکلیف اس کو پہنچی تھی اس کو ہٹانے کے لیے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا (اور پھر وہی شرک کی باتیں کرنے لگتا ہے، نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا) ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال (بد) ان کو اس طرح مستحسن معلوم ہوتے ہیں (جس طرح ہم نے ابھی بیان کیا ہے) اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو (انواع عذاب سے) ہلاک کر دیا ہے جب کہ انہوں نے ظلم (یعنی کفر و شرک) کیا حالانکہ ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے اور وہ (بوجہ غایت عناد) کے ایسے لب تھے کہ ایمان لے آتے، ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں (جیسا ہم نے ابھی بیان کیا ہے) پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تا کہ (ظاہری طور پر بھی) ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو (آیا ویسا ہی شرک و کفر کرتے ہو یا ایمان لاتے ہو) اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے (آپ سے) یوں کہتے ہیں کہ (یا تو: اس کے سوا کوئی (پورا) دوسرا قرآن (ہی) لائیے (جس میں ہمارے مسلک کے خلاف مضامین نہ ہوں) یا (کم از کم) اسی (قرآن) میں کچھ ترمیم کر دیجئے (کہ ہمارے مسلک کے خلاف مضامین اس سے حذف کر دیجئے اور اس منطوق سے یہ بھی مفہوم ہوا کہ وہ لوگ قرآن کو کلام محمدی سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ اسی بنا پر جواب تعلیم فرماتے ہیں کہ) آپ یوں کہہ دیجئے کہ (قطع نظر اس سے کہ ایسے مضامین کا حذف کرنا فی نفسہٖ کیسا ہے خود) مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں (اور

www.toobaaelibrary.com

جب بعض کا حذف بھی ممکن نہیں تو کل تو بدرجۂ اولیٰ ناممکن ہے کیونکہ وہ میرا کلام تو ہے ہی نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے جو وحی کے ذریعہ سے آیا ہے، جب یہ ہے تو) بس میں اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے (اور بالفرض خدانخواستہ) اگر میں (وحی کا اتباع نہ کروں بلکہ) اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں (جو اہل عصیان کے لئے مخصوص ہے اور بوجہ عصیان کے تمہارے نصیب میں ہے سو میں تو اس عذاب یا اس کے سبب یعنی عصیان کی جرأت نہیں رکھتا اور اگر ان کو اس کے وحی ہونے میں کلام ہے اور یہ آپ ہی کا کلام سمجھے جاتے ہیں تو) آپ یوں کہہ دیجئے کہ (یہ تو ظاہر ہے کہ یہ کلام معجز ہے کوئی بشر اس پر قادر نہیں ہو سکتا خواہ میں ہوں یا تم ہو سو) اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا (کہ میں کلام معجز تم کو نہ سنا سکوں اور اللہ تعالیٰ میرے ذریعہ سے تم کو اس کی اطلاع نہ دے) تو (مجھ پر اس کو نازل نہ فرماتا پس) نہ تو میں تم کو یہ (کلام) پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی اطلاع دیتا (پس جب میں تم کو سنا رہا ہوں اور میرے ذریعہ سے تم کو اطلاع ہو رہی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کلام معجز کا سنوانا اور اطلاع کرنا منظور ہوا اور سنانا اور اطلاع دینا بدون وحی کے بوجہ اس کے معجز ہونے کے ممکن نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ وہ وحی منزل اور کلام الٰہی ہے) کیونکہ (آخر) اس (کلام ظاہر کرنے) سے پہلے تو ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں (پھر اگر یہ میرا کلام ہے تو یا تو اتنی مدت تک ایک جملہ بھی اس طرز کا نہ نکلا اور یا دفعۃً اتنی بڑی بات بنالی یہ تو بالکل عقل کے خلاف ہے) پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے ہو (جب اس کا کلام الٰہی اور حق ہونا ثابت ہو گیا اور پھر بھی مجھ سے درخواست ترمیم کی کرتے ہو اور اس کو نہیں مانتے تو سمجھ لو کہ) اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے (جیسا میرے لیے تجویز کرتے ہو) یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلاوے (جیسا اپنے لیے تجویز کر رکھا ہے) یقیناً ایسے مجرموں کو اصلاً فلاح نہ ہوگی (بلکہ معذب ابدی ہوں گے) اور یہ لوگ اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو (عبادت نہ کرنے کی صورت میں) نہ ان کو ضرر پہنچا سکتے ہیں اور نہ (عبادت کرنے کی صورت میں) ان کو نفع پہنچا سکیں اور (اپنی طرف سے بلا دلیل ایک نفع تراش کر) کہتے ہیں کہ یہ (معبود) اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں (اس لیے ہم ان کی عبادت کرتے ہیں) آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم خدا تعالیٰ کو ایسی چیز بتلاتے ہو جو خدا تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمانوں میں نہ زمین میں (یعنی جو چیز اللہ کے علم میں نہ ہو، اس کا وجود اور وقوع محال ہے تو تم ایک محال چیز کے پیچھے لگے ہو) اللہ تعالیٰ پاک اور برتر

www.toobaaelibrary.com

ہے ان لوگوں کے شرک سے اور (پہلے) تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے تھے (یعنی سب موحد تھے، کیونکہ آدم علیہ السلام عقیدۂ توحید لے کر آئے تھے، ان کی اولاد بھی ایک زمانے تک انہیں کے عقیدہ اور طریقہ پر رہی) پھر (اپنی کجرائی سے) انہوں نے (یعنی بعض نے) اختلاف پیدا کرلیا (یعنی توحید سے پھر گئے، مشرک ہو گئے اور یہ مشرک لوگ ایسے مستحق عذاب ہیں کہ) اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے (کہ پورا عذاب ان کو ابھی نہیں بلکہ آخرت میں دیا جائے گا) تو جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں ان کا قطعی فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ (براہ عناد سینکڑوں معجزات ظاہر ہو جانے کے باوجود خصوصاً معجزۂ قرآن دیکھنے اور اس کی مثال سے عاجز ہونے کے باوجود) یوں کہتے ہیں کہ ان پر (یعنی محمد ﷺ پر ہمارے فرمائشی معجزات میں سے) کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا؟ تو آپ فرما دیجئے کہ (معجزہ کا اصل مقصد رسول کے صدق وحقانیت کو ثابت کرنا ہے، وہ تو بہت سے معجزات کے ذریعہ ہو چکا ہے، اب فرمائشی معجزات کی ضرورت تو ہے نہیں، ہاں امکان ہے کہ ظاہر ہوں یا نہ ہوں اس کا تعلق علم غیب سے ہے اور) غیب کا علم تو صرف خدا کو ہے (مجھ کو نہیں) اس لیے تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں (کہ تمہاری ہر فرمائش پوری ہوتی ہے یا نہیں، اور فرمائشی معجزات کے ظاہر نہ کرنے کی حکمت قرآن کریم میں کئی جگہ بتلا دی گئی ہے کہ ان کے ظہور کے بعد عادۃ اللہ یہ ہے کہ اگر پھر بھی ایمان نہ لائیں تو ساری قوم ہلاک کر دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کو اس امت کے لیے ایسا عذاب عام منظور نہیں بلکہ اس کو تا قیامت باقی رکھنا مقدر ہو چکا ہے)۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۱۱: اس آیت کا اصل خطاب منکرین آخرت اور ان کے فوری مطالبہ عذاب سے متعلق ہے لیکن اس کے عموم میں وہ مسلمان بھی داخل ہیں جو رنج وغصہ کی وجہ سے اپنے یا اپنے مال واولاد کے لیے بددعا کر بیٹھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی عادت اس کے فضل وکرم کی وجہ سے دونوں کے ساتھ ہی ہے کہ ایسی بددعاؤں کو فوراً نافذ نہیں فرماتے تاکہ انسان کو غور وفکر کا موقعہ مل جائے۔

آیت ۱۲: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاجت روائی میں کسی دوسرے کو شریک کرنے والے خود بھی اپنے باطل عقیدہ کا بطلان مشاہدہ کر لیتے ہیں مگر پھر عناد اور ضد کی وجہ سے اسی باطل عقیدہ پر جمے رہتے ہیں۔

آیت:۱۳: مگر اللہ تعالیٰ کے ڈھیل دینے سے یہ نہ سمجھے کہ دنیا میں عذاب آ ہی نہیں سکتا، پچھلی

www.toobaaelibrary.com

قوموں کی تاریخ پر نظر ڈال لیں، پیغمبر علیہ السلام کی دعا اور اکرام کے باعث عذاب عام نہ آنے کا وعدہ تو ہے مگر خاص خاص افراد اور قوموں پر عذاب آجانا اب بھی ممکن ہے۔

آیت ۱۴: یہ خلافت علی الارض بغرض امتحان ہے کہ پچھلی تاریخ امم سے متاثر ہو کر اپنے حالات کی اصلاح کرتے ہو یا حکومت اور دولت کے نشہ میں سرشار ہو جاتے ہو۔

آیت: ۱۵، ۱۶، ۱۷: میں منکرین آخرت کے ایک بیجا اور غلط خیال اور فرمائش کی تردید ہے اور پھر آگے ایک واضح دلیل سے سمجھایا۔ "فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ" یعنی اس چالیس سال کی طویل مدت میں اگر میں اپنی طرف سے ایسا کلام کہہ سکتا تو کچھ نہ کچھ کہا ہوتا اور اس طویل مدت میں تم میرے چال چلن میں صدق و دیانت کا تجربہ کر چکے ہوں تو اب بھلا جھوٹ بولنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

اہم فائدہ: اس سے ایک اہم اصول یہ نکلتا ہے کہ کسی کو منصب سپرد کرتے وقت اس کی قابلیت کو جانچنے کے لیے اس کی پچھلی زندگی کا جائزہ لینا چاہیے۔

آیت: ۱۹: اس امت واحدہ کا زمانہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک رہا، آپ کے زمانے میں شرک و کفر کا ظہور ہوا اصل یہ ہے کہ کافر و مسلم دو الگ الگ قومیں ہیں، نسلی اور وطنی قومیت تو ہے، نسلی اور وطنی رشتوں سے قومیں الگ الگ نہیں ہوتیں۔

وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ ۖ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۖ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ فَلَمَّا أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنفُسِكُم ۖ مَّتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا ۖ أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ ۖ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ مَّا لَهُم مِّنَ

www.toobaaelibrary.com

مِّنْ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاۗءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۭ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَاۗءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَاۗؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاۗؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ ۚ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور جب ہم لوگوں کو بعد اس کے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارے میں شرارت کرنے لگتے ہیں (یعنی ان سے اعراض کرتے ہیں اور ان کے ساتھ تکذیب واستہزاء سے پیش آتے ہیں اور براہ اعتراض وعناد دوسرے معجزات کی فرمائشیں کرتے ہیں اور مصیبت گذشتہ سے عبرت نہیں پکڑتے پس معلوم ہوا کہ ان کے اعتراض کا اصل سبب اللہ کی نازل کردہ آیات ومعجزات سے اعراض ہے اور یہ اعراض دنیا کی نعمتوں میں مست ہو جانے سے پیدا ہوا ہے، آگے وعید ہے کہ) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا، بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں (پس علاوہ علم الٰہی میں محفوظ ہونے کے دفتر میں بھی محفوظ ہیں) وہ (اللہ) ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لیے لیے پھرتا ہے (یعنی جن آلات واسباب سے تم چلتے پھرتے ہو وہ سب اللہ ہی کے دیے ہوئے ہیں) یہاں تک کہ (بعض اوقات) جب تم کشتی میں سوار ہوتے ہو، اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان (کی رفتار) سے خوش ہوتے ہیں (اسی حالت میں دفعۃً) ان پر ایک جھونکا (مخالف) ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان (لوگوں) پر موجیں اٹھی چلی آتی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ (بری طرح) گھر گئے، (اس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں (کہ اے اللہ) اگر آپ ہم کو اس (مصیبت) سے بچا لیں تو ہم ضرور حق شناس (یعنی موحد) بن جاویں (یعنی اس وقت جیسا اعتقاد توحید کا ہو گیا ہے اس پر قائم رہیں) پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو (اس مہلکہ سے) بچا لیتا ہے تو فوراً ہی وہ زمین (کے مختلف خطوں) میں ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں (یعنی وہی شرک ومعصیت) اے لوگو! (سن لو) یہ تمہاری سرکشی تمہارے لیے وبال (جان) ہونے والی ہے (بس) دنیوی زندگی میں (چندے اس سے) فائدہ اٹھا رہے ہو پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو جتلا دیں گے (اور اس کی سزا دیں گے) بس

www.toobaaelibrary.com

دنیوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس (پانی) سے زمین کے نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلے یہاں تک کہ جب زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہو گئی (یعنی سبزہ سے خوشنما معلوم ہونے لگی) اور اس (زمین) کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس (کے نباتات پھلوں) پر بالکل قابض ہو چکے تو (ایسی حالت میں) دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آپڑا (جیسے پالا یا خشکی یا اور کچھ) سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا کل (یہاں) وہ موجود ہی نہ تھی (پس اسی نباتات کے مثل دنیوی زندگی ہے) ہم اس طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے جو سوچتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ دار البقا کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلنے کی توفیق دیتا ہے (جس سے دار البقا تک رسائی ہو سکتی ہے، آگے جزا و سزا کا بیان ہے کہ) جن لوگوں نے نیکی کی ہے (یعنی ایمان لائے ہیں) ان کے واسطے خوبی (یعنی جنت) ہے اور مزید برآں (خدا کا دیدار) بھی اور ان کے چہروں پر نہ کدورت (غم کی) چھاوے گی اور نہ ذلت، یہ لوگ جنت میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور جن لوگوں نے یہ بدکام کیے (یعنی کفر و شرک کیا) ان کی بدی کی سزا اس کے برابر ملے گی، (بدی سے زیادہ نہ ہوگی) اور ان کو ذلت چھالے گی، ان کو اللہ (کے عذاب) سے کوئی نہ بچا سکے گا (ان کی کدورت چہرہ کی ایسی حالت ہوگی کہ) گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت (یعنی ٹکڑے) لپیٹ دیے گئے ہیں، یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور وہ دن بھی قابلِ ذکر ہے جس روز ہم ان سب (خلائق) کو (میدانِ قیامت میں) جمع کریں گے پھر (منجملہ ان تمام خلائق کے) مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے (تجویز کیے ہوئے) شریک (جن کو تم عبادت میں خدا کا شریک ٹھہراتے تھے ذرا) اپنی جگہ ٹھہرو (تاکہ تم کو حقیقت تمہارے عقیدہ کی معلوم کرائی جائے) پھر ہم ان (عابدین و معبودین) کے آپس میں پھوٹ ڈال دیں گے اور ان کے وہ شرکاء (ان سے خطاب کر کے) کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے (کیونکہ عبادت سے مقصود ہوتا ہے معبود کا راضی کرنا) سو ہمارے تمہارے درمیان خدا کافی گواہ ہے کہ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی (اور راضی ہونا تو درکنار البتہ شیاطین کی تعلیم تھی اور وہی راضی تھے، پس اس اعتبار سے ان کی پرستش کرتے تھے) اس مقام پر ہر شخص اپنے کیے ہوئے کا امتحان کر لے گا (کہ آیا واقع میں یہ اعمال نافع تھے یا غیر نافع، چنانچہ ان مشرکین کو بھی

www.toobaaelibrary.com

حقیقت کھل جاوے گی کہ جن کی شفاعت کے بھروسے ہم ان کو پوجتے تھے انہوں نے اور ہمارے خلاف شہادت دی، نفع کی کیا امید تو کی جاوے) اور یہ لوگ اللہ (کے عذاب) کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے لوٹائے جاویں گے (کوئی تو کام نہ آوے گا)۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۲۱: قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ،، لفظ مکر خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں جو اچھی بری دونوں کیلئے ہے۔ اردو محاورے سے دھوکہ نہ ہو، آیت ۲۳،، اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ،، ظلم کا وبال یقینی ہے اور آخرت سے پہلے دنیا میں بھی بھگتنا پڑتا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: تین گناہ ایسے ہیں کہ انکا وبال اپنے کرنے والے ہی پر پڑتا ہے، ظلم، بدعہدی، اور دھوکہ وفریب۔ آیت ۲۵: دَارِ السَّلٰمِ،، ابن عباس فرماتے ہیں کہ دار السلام جنت کے سات ناموں میں سے ایک نام ہے، لہٰذا کسی اور گھر کا نام رکھنا اس سے جائز نہیں۔ آیت ۲۶: وَزِيَادَةٌ ،، ارشاد رسالت ہے کہ وزیادہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی زیارت ہے۔ اور یہ جنت کی ساری نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہوگی جس کی طرف کسی کا دھیان بھی نہ گیا۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ۭ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ۭ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ۭ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

آپ (ان مشرکین سے) کہئے کہ (بتلاؤ) وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے (یعنی آسمان سے بارش کرتا

www.toobaaelibrary.com

اور زمین سے نباتات پیدا کرتا ہے جس سے تمہارا رزق تیار ہوتا ہے) یا (یہ بتلاؤ کہ) وہ کون ہے جو (تمہارے) کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے (کہ پیدا بھی اسی نے کیا، حفاظت بھی وہی کرتا ہے، اور اگر چاہتا ہے تو ان کو ماؤف کر دیتا ہے) اور وہ کون ہے جو جاندار (چیز) کو بے جان (چیز) سے نکالتا ہے اور بے جان (چیز) کو جاندار (چیز) سے نکالتا ہے (جیسے نطفہ اور بیضہ کہ وہ جاندار سے نکلتا ہے اور اس سے جاندار پیدا ہوتا ہے) اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے (ان سے سوالات کیجئے) سو ضرور وہ (جواب میں) یہی کہیں گے کہ (ان سب افعال کا فاعل) اللہ (ہے) تو ان سے کہئے کہ پھر (شرک سے) کیوں نہیں پرہیز کرتے سو (جس کے یہ افعال و اوصاف مذکور ہوئے) یہ ہے اللہ جو تمہارا رب حقیقی ہے (اور جب امر حق ثابت ہو گیا) پھر (امر) حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے (یعنی جو امر حق کی ضد ہو گی وہ گمراہی ہے اور توحید کا حق ہونا ثابت ہو گیا، پس شرک یقیناً گمراہی ہے) پھر (حق کو چھوڑ کر) کہاں (باطل کی طرف) پھرے جاتے ہو۔ (آگے تسلی ہے رسول اللہ ﷺ کی کہ ان لوگوں کی باطل پرستی پر مغموم ہوا کرتے تھے، ارشاد ہے کہ جس طرح یہ لوگ ایمان نہیں لاتے) اسی طرح آپ کے رب کی یہ (ازلی) بات کہ یہ ایمان نہ لاویں گے تمام متمرد (سرکش) لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے (پھر آپ کیوں مغموم ہوں اور) آپ (ان سے) یوں (بھی) کہئے کہ کیا تمہارے (تجویز کئے ہوئے) شرکاء میں (عام اس سے کہ ذوی العقول ہوں جیسے شیاطین یا غیر ذوی العقول ہوں جیسے بت) کوئی ایسا ہے جو پہلی بار بھی (مخلوق کو) پیدا کرے پھر (قیامت میں) دوبارہ بھی پیدا کرے (اگر وہ اس وجہ سے کہ اس میں توہین ہے شرکاء کی، جواب میں تامل کریں تو) آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا سو (اس کی تحقیق کی بعد بھی) پھر تم کہاں (حق سے) پھرے جاتے ہو (اور) آپ (ان سے یوں بھی) کہئے کہ کیا تمہارے (تجویز کیے ہوئے ذوی العقول) شرکاء میں (جیسے شیاطین) کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو؟ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی امر حق کا رستہ (بھی) بتلاتا ہے (چنانچہ اس نے عقل دی، انبیاء بھیجے بخلاف شیاطین کے کہ اولاً وہ ان افعال پر قادر نہیں اور محض تعلیم جس کی قدرت ان کو دی گئی ہے وہ اس کو اضلال و اغوا میں صرف کرتے ہیں) تو پھر (ان سے کہیے کہ یہ بتلاؤ کہ) آیا جو شخص امر حق کا رستہ بتلاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ شخص جس کو بے بتلائے خود ہی راستہ نہ سوجھے (اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ سمجھانے پر بھی اس پر نہ چلے جیسے شیاطین، پھر جب یہ اتباع کے قابل نہ

www.toobaaelibrary.com

ہوں تو عبادت کے لائق تو کب ہو سکتے ہیں) تو (اے مشرکین) تم کو کیا ہو گیا تم کیسی تجویز کرتے ہو (کہ توحید کو چھوڑ کر شرک کو اختیار کرتے ہو) اور تماشہ یہ ہے کہ اپنی اس تجویز اور عقیدہ پر یہ لوگ کوئی دلیل نہیں رکھتے بلکہ) ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں (اور یقیناً بے اصل خیالات امرِ حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں (خیر) یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے (وقت پر سزا دے گا) اور یہ قرآن افترا کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس کے قبل (نازل) ہو چکی ہیں اور احکام ضروریہ (الٰہیہ) کی تفصیل بیان کرنے والا ہے (اور) اس میں کوئی بات شک (وشبہ) کی نہیں (اور وہ) رب العالمین کی طرف سے (نازل ہوا) ہے، کیا (باوجود اس کے افترا نہ ہونے کے) یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ نے اس کو افترا کر لیا ہے، آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ (اچھا) تو پھر تم (بھی تو عربی ہو اور اعلیٰ درجہ کے فصیح و بلیغ بھی ہو) اس کی مثل ایک سورت (بنا) لاؤ اور (اکیلے نہیں) جن جن غیر اللہ کو بلا سکو ان کو (مدد کے لیے) بلا لو اگر تم سچے ہو (کہ نعوذ باللہ میں نے تصنیف کر لیا ہے تو تم بھی تصنیف کر لاؤ، مگر مشکل تو یہ ہے کہ اس قسم کے دلائل سے فائدہ اسی کو ہوتا ہے جو سمجھنا بھی چاہے سو انہوں نے تو کبھی سمجھنا ہی نہ چاہا) بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس (کے صحیح غلط ہونے) کو اپنے احاطۂ علم میں نہیں لائے (اور اس کی حالت سمجھنے کا ارادہ نہیں کیا تو ایسوں سے کیا سمجھنے کی امید ہو سکتی ہے) اور (ان کی اس بے فکری اور بے پروائی کی وجہ یہ ہے کہ) ہنوز ان کو اس (قرآن کی تکذیب) کا اخیر نتیجہ نہیں ملا (یعنی عذاب نہیں آیا ورنہ سارا نشہ ہرن ہو جاتا اور آنکھیں کھل جاتیں اور حق و باطل متمیز ہو جاتا لیکن آخر کبھی تو وہ نتیجہ پیش آنے والا ہے ہی، گو اس وقت ایمان نافع نہ ہو، چنانچہ) جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں اسی طرح (جیسے بے تحقیق یہ جھٹلا رہے ہیں) انہوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا تھا، سو دیکھ لیجئے ان ظالموں کا انجام کیسا (برا) ہوا، (اسی طرح ان کا ہوگا) اور (ہم جو ان کا انجام بد بتلا رہے ہیں سو سب مراد نہیں کیونکہ) ان میں سے بعضے ایسے ہیں جو اس (قرآن) پر ایمان لے آویں گے اور بعض ایسے ہیں کہ اس پر ایمان نہ لاویں گے اور آپ کا رب (ان) مفسدوں کو خوب جانتا ہے (جو ایمان نہ لاویں گے پس خاص ان کو وقت موعود پر سزا دے گا)۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۳۲: فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ، معلوم ہوا کہ حق اور ضلال، کے درمیان کوئی واسطہ نہیں، جو حق

www.toobaaelibrary.com

نہ ہوگا، وہ ضلال ہی ہوگا۔

آیت: ۳۹: وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ تاویل سے مراد یہاں مال وانجام ہے۔

وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۖ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ ۚ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ۝ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ ۚ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ۝ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنْتُمْ بِهِ آلْآنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۝ وَيَسْتَنْبِئُونَكَ أَحَقٌّ هُوَ ۚ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور اگر (ان دلائل کے بعد بھی) آپ کو جھٹلا رہے ہیں تو (بس اخیر بات) یہ کہہ دیجئے کہ (اچھا صاحب) میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا تم میرے عمل کے جواب دہ نہیں ہو، اور میں تمہارے عمل کا جوابدہ نہیں ہوں (جس طریقہ پر چاہو رہو آپ کو معلوم ہو جائے گا) اور (آپ ان کے ایمان کو توقع چھوڑ دیجئے کیونکہ) ان میں (گو) بعض ایسے (بھی) ہیں جو (ظاہر میں) آپ کی طرف کان لگا کر بیٹھتے ہیں (لیکن دل میں ارادہ ایمان اور حق طلبی کا نہیں ہے پس اس اعتبار سے ان کا سننا نہ سننا برابر ہے پس ان کی حالت بہروں کی سی ہوئی تو) پھر کیا آپ بہروں کو سنا (کر ان سے ماننے کا انتظار کر) تے ہیں گو ان کو سمجھ بھی نہ ہو (ہاں اگر سمجھ ہوتی تو بہرے پن میں بھی کام چل سکتا) اور (اسی طرح) ان میں بعض ایسے ہیں کہ (ظاہراً) آپ کو (مع معجزات وکمالات) دیکھ رہے ہیں (لیکن طلب حق نہ ہونے سے ان کی حالت مثل اندھوں کے ہے تو) پھر کیا آپ اندھوں کو رستہ دکھلانا چاہتے ہیں گو ان کو بصیرت بھی نہ ہو (ہاں اگر بصیرت ہوتی تو اندھے پن میں بھی کچھ کام چل سکتا اور ان کی عقلیں جو اس طرح تباہ ہو گئیں تو) یہ یقینی بات ہے کہ اللہ

www.toobaaelibrary.com

تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا (کہ ان کو قابلیت ہدایت کی نہ دے اور پھر مؤاخذہ فرماوے) لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں (قابلیت و موہوبہ کو ضائع کر دیتے ہیں اور اس سے کام نہیں لیتے) اور ان کو وہ دن یاد دلایئے جس میں اللہ تعالیٰ ان کو اس کیفیت سے جمع کرے گا کہ (وہ سمجھیں گے کہ) گویا وہ (دنیا یا برزخ میں) سارے دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے (چونکہ وہ دن مدید بھی ہوگا اور شدید بھی ہوگا، اس لیے دنیا اور برزخ کی مدت اور تکلیف سب بھول کر ایسا سمجھیں گے کہ وہ زمانہ بہت جلدی گذر گیا) اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے (بھی لیکن ایک دوسرے کی مدد نہ کر سکیں گے، اس سے اور رنج و صدمہ ہوگا، کیونکہ شناسا لوگوں سے توقع نفع کی ہوا کرتی ہے) واقعی (اس وقت سخت) خسارے میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ (دنیا میں بھی) ہدایت پانے والے نہ تھے (اس لیے آج خسارہ میں پڑے، پس ان کے عذاب کا اصلی وقت تو یہ دن ہے، ان کو یاد دلا دیجئے) اور (دنیا میں ان پر عذاب واقع ہونا یا نہ ہونا اس کی نسبت یہ بات ہے کہ) جس (عذاب) کا ان سے ہم وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا (عذاب) اگر ہم آپ کو دکھلا دیں (یعنی آپ کی حیات میں ان پر اس کا نزول ہو جاوے) یا (اس کے نزول کے قبل ہی) ہم آپ کو وفات دیدیں (پھر خواہ بعد میں نزول ہو یا نہ ہو) سو (دونوں احتمال ہیں، کوئی شق ضروری نہیں لیکن ہر حال اور ہر احتمال پر) ہمارے پاس تو ان کو آنا ہی ہے پھر (سب کو معلوم ہے کہ) اللہ ان کے سب افعال کی اطلاع رکھتا ہی ہے (پس ان پر سزا دے گا، غرض یہ کہ دنیا میں خواہ سزا ہو یا نہ ہو مگر اصل موقعہ پر ضرور ہوگی) اور (یہ سزا جو ان کے لیے تجویز ہوئی ہے، تو اتمام حجت و ازالۂ عذر کے بعد ہوئی ہے، اور ان کی کیا تخصیص ہے بلکہ ہمیشہ سے ہماری عادت رہی ہے کہ جن امتوں کو ہم نے مکلف بنانا چاہا ہے ان میں سے) ہر ہر امت کے لیے ایک حکم پہنچانے والا (ہوا) ہے سو جب ان کا وہ رسول (ان کے پاس) آچکتا ہے (اور احکام پہنچا دیتا ہے اس کے بعد) ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے (وہ فیصلہ یہی ہے کہ نہ ماننے والوں کو عذاب ابدی میں مبتلا کیا جاتا ہے) اور ان پر (ذرا) ظلم نہیں کیا جاتا (کیونکہ اتمام حجت کے بعد سزا دینا خلاف انصاف نہیں ہے) اور یہ لوگ (عذاب کی وعیدیں سن کر بقصد تکذیب یوں) کہتے ہیں کہ (اے نبی اور اے مسلمانوں) یہ وعدہ (عذاب کا) کب (واقع) ہوگا (اگر تم سچے ہو (تو واقع کیوں نہیں کرا دیتے) آپ (سب کی طرف سے جواب میں) فرما دیجئے کہ میں (خود) اپنی ذات خاص کے لیے تو کسی نفع (کے حاصل کرنے) کا اور کسی ضرر (کے

www.toobaaelibrary.com

دفع کرنے) کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا (اختیار) خدا کو منظور ہو (اتنا اختیار البتہ حاصل ہے، پس جب خاص اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کے نفع ونقصان کا تو کیونکر مالک ہوں گا، پس عذاب واقع کرنا میرے اختیار میں نہیں، رہا یہ کہ کب واقع ہوگا، سو بات یہ ہے کہ) ہر امت کے (عذاب کے) لیے (اللہ کے نزدیک) ایک معین وقت ہے (خواہ دنیا میں یا آخرت میں سو) جب ان کا وہ معین وقت آپہنچتا ہے تو (اس وقت) ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں (بلکہ فوراً عذاب واقع ہو جاتا ہے اسیطرح تمہارے عذاب کا بھی وقت معین ہے، اس وقت اس کا وقوع ہو جاوے گا اور وہ جو فرمائش کرتے ہیں کہ جو کچھ ہونا ہے جلدی ہو جاوے جیسا کہ آیت مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اور رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا ——— میں ان کی جلد بازی کا ذکر ہے، تو آپ (اس کے متعلق ان سے) فرما دیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا عذاب رات کو آپڑے یا دن کو (آپڑے) تو (یہ تو بتلاؤ کہ) عذاب میں کون چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی مانگ رہے ہیں (یعنی عذاب تو سخت چیز اور پناہ مانگنے کی چیز ہے نہ کہ جلدی مانگنے کی اور چونکہ جلد بازی سے مقصود ان کا تکذیب ہے اس لیے فرماتے ہیں کہ) کیا (اب تو تکذیب کر رہے ہو جو وقت ہے تصدیق کے نافع ہونے کا) پھر جب وہ (اصلی موعود) آہی پڑے گا (اس وقت) اس کی تصدیق کرو گے (جس وقت کہ تصدیق نافع نہ ہوگی اور اس وقت کہا جائے گا کہ) ہاں اب مانا حالانکہ (پہلے سے) تم (بقصد تکذیب) اس کی جلدی مچایا کرتے تھے پھر ظالموں (یعنی مشرکوں) سے کہا جاوے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو، تم کو تمہارے ہی کیے کا بدلہ ملا ہے اور وہ (غایت تعجب وانکار سے) آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی امر ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم میرے رب کی وہ واقعی امر ہے، اور تم کسی طرح خدا کو عاجز نہیں کر سکتے (کہ وہ عذاب دینا چاہے اور تم بچ جاؤ)

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۴۵: يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ،، امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ یہ پہچان شروع میں ہوگی بعد میں قیامت کے ہولناک واقعات سامنے آجانے سے منقطع ہو جائے گی۔ بعض کہتے ہیں کہ پہچان تو رہے گی مگر بوجہ دہشت بات نہ کر سکیں گے۔

آیت ۵۱: ثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ،، جس طرح غرغرۂ موت کے وقت کا ایمان وتوبہ غیر مقبول ہے اسی طرح دنیا میں وقوع عذاب کے وقت توبہ قبول نہیں۔

www.toobaaelibrary.com

وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاۗءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ۭ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (اس عذاب کی شدت یہ ہوگی کہ) اگر ہر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا (مال) ہو کہ ساری زمین میں بھر جاوے تب بھی اس کو دے کر اپنی جان بچانا چاہیں گے (اگرچہ نہ خزانہ ہوگا اور نہ لیا جاوے گا لیکن شدت اس درجہ کی ہوگی کہ مال ہونے کی تقدیر پر سب دینے پر راضی ہو جاویں گے) اور جب عذاب دیکھیں گے (تو مزید فضیحت کے خوف سے) پشیمانی کو (اپنے دل ہی دل میں) پوشیدہ رکھیں گے (یعنی اس کے آثار قولیہ وفعلیہ کو ظاہر نہ ہونے دیں گے، تاکہ دیکھنے والے زیادہ نہ ہنسیں لیکن آخر میں یہ ضبط وتحمل بھی اس کی شدت کے سامنے نہ چلے گا) اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا اور ان پر (ذرا) ظلم نہ ہوگا، یاد رکھو کہ جتنی چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اللہ ہی کی ملک ہیں (ان میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور ان میں یہ مجرم بھی داخل ہیں ان کا فیصلہ بھی بطریق مذکور کر سکتا ہے) یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے (پس قیامت ضرور آوے گی) لیکن بہت سے آدمی یقین ہی نہیں کرتے، وہی جان ڈالتا ہے، وہی جان نکالتا ہے (پس دوبارہ پیدا کرنا اس کو کیا مشکل ہے) اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے (اور حساب وکتاب اور پھر اسی پر ثواب وعذاب ہوگا) اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی جو (برے کاموں سے روکنے کے لیے) نصیحت ہے اور (اگر اس پر عمل کر کے برے کاموں سے بچیں تو) دلوں میں جو ((برے کاموں سے) روگ (ہو جاتے) ہیں ان کے لیے شفاء ہے اور (نیک کاموں کے کرنے کے لیے) رہنمائی کرنے والی ہے اور (اگر اس پر عمل کر کے نیک کاموں کو اختیار کریں تو) رحمت (اور ذریعۂ ثواب) ہے (اور یہ سب برکات) ایمان والوں کے لیے (ہیں کیونکہ عمل وہی کرتے ہیں، پس قرآن کے یہ برکات سنا کر) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ (جب قرآن

www.toobaaelibrary.com

ایسی چیز ہے تو) لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے (اور اس کو دولت عظیمہ سمجھ کر لینا چاہیے) وہ اس (دنیا) سے بدرجہا بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں (کیونکہ دنیا کا نفع قلیل اور فانی ہے اور قرآن کا نفع کثیر اور باقی) آپ (ان سے) کہئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے (انتفاع کے) لیے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے (اپنی گھڑت سے) اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا (حالانکہ اس کی تحریم کی کوئی دلیل نہیں تو) آپ (ان سے) پوچھئے کہ کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے یا (محض) اللہ پر (اپنی طرف سے) افترا ہی کرتے ہو اور جو لوگ اللہ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں ان کا قیامت کی نسبت کیا گمان ہے (جو بالکل ڈرتے نہیں کیا یہ سمجھتے ہیں کہ قیامت نہیں آوے گی یا آوے گی مگر ہم سے باز پرس نہ ہوگی) واقعی لوگوں پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے (کہ ساتھ کے ساتھ سزا نہیں دیتا بلکہ توبہ کے لیے مہلت دے رکھی ہے) لیکن اکثر آدمی بے قدر ہیں (ورنہ توبہ کر لیتے)۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۵۷: اس میں قرآن کریم کی چار خصوصیات کا ذکر ہے، ۱: مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ،، واضح رہے کہ قرآن کریم اپنے انداز خاص اور اعجاز بیان کے باعث اول سے آخر تک موعظۂ حسنہ کا نہایت بلیغ مبلغ ہے۔ مِنْ رَّبِّكُمْ کی قید نے قرآنی وعظ کی حیثیت کو اور بھی زیادہ بلند کر دیا ہے۔ کہ یہ کسی عاجز اور کمزور کی طرف سے نہیں ہے۔

دوسری صفت شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم خاص دلوں کی بیماری کے لیے شفاء ہے۔ جسمانی بیماریوں کا علاج نہیں۔ (روح المعانی) مگر دوسرے حضرات نے فرمایا کہ درحقیقت قرآن کریم ہر بیماری کی شفا ہے، چوں کہ روحانی بیماریوں کی تباہی انسان کے لیے جسمانی بیماریوں سے زیادہ شدید ہے اور اس کا علاج بھی ہر شخص کے بس کا نہیں اس لیے اس جگہ ذکر صرف قلبی بیماریوں کا کیا گیا ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جسمانی بیماریوں کے لیے شفا نہیں ہے۔ روایات حدیث اور علماء امت کے بیشمار تجربات اس پر شاہد ہیں۔

بعض اہل تحقیق مفسر نے فرمایا کہ پہلی صفت موعظۃ کا تعلق انسان کے ظاہری اعمال کے ساتھ ہے جنہیں شریعت کہا جاتا ہے اور دوسری صفت شِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ کا تعلق انسان کے اعمال باطنہ کے ساتھ ہے طریقت وتصوف کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ تیسری اور چوتھی صفت ہدیٰ ورحمۃ ہے۔

آیت ۵۸: فضل سے مراد قرآن ہے، اور رحمۃ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن سکھایا اور

www.toobaaelibrary.com

اس پر عمل کی توفیق بخشی۔ اور دوسرے مفسرین کے مطابق رحمۃ سے مراد اسلام ہے مگر یہ کوئی نئی بات نہ ہوئی اسلام اسی حقیقت علم و عمل کا ایک عنوان ہے۔

آیت ۵۹: کسی فعل کے حلال یا حرام ہونے کا مدار صرف اللہ اور اس کے رسول کا حق ہے۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ شُرَكَاءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ الْغَنِيُّ ۖ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِهَٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ۝ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝

ترجمہ و خلاصۂ تفسیر

اور آپ (خواہ) کسی حال میں ہوں اور (منجملہ ان احوال کے) آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور (اسی طرح اور لوگ بھی جتنے ہوں) تم جو کام بھی کرتے ہو ہم کو سب کی خبر رہتی ہے جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو اور آپ کے رب (کے علم) سے کوئی چیز ذرہ برابر غائب نہیں، نہ زمین میں اور نہ آسمان میں (بلکہ سب اس کے علم میں حاضر ہیں) اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکور) سے چھوٹی اور نہ کوئی چیز (اس سے) بڑی مگر یہ سب (بوجہ احاطہ علم الٰہی کے) کتاب مبین (یعنی لوح محفوظ) میں (مرقوم) ہے۔ (یہ تو علم الٰہی کا بیان ہوا آگے مخلصین و مطیعین کی محفوظیت کا بیان ہے کہ) یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ (ناک واقعہ پڑنے والا) ہے اور نہ وہ (کسی مطلب کے فوت ہونے پر) مغموم ہوتے ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ ان کو خوفناک اور غم ناک حوادث سے بچاتا ہے اور) وہ اللہ کے دوست) وہ ہیں جو ایمان لائے اور (معاصی سے) پرہیز رکھتے ہیں (یعنی ایمان اور تقویٰ سے اللہ کا قرب نصیب ہوتا

www.toobaaelibrary.com

ہے اور خوف وحزن سے ان کے محفوظ رہنے کی وجہ یہ ہے کہ) ان کے لیے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی (من جانب اللہ خوف وحزن سے بچنے کی) خوش خبری ہے (اور) اللہ کی باتوں میں (یعنی وعدوں میں) کچھ فرق ہوا نہیں کرتا (پس جب بشارت میں ان سے وعدہ کیا گیا اور وعدہ ہمیشہ صحیح ہوتا ہے، اس لیے عدم خوف وعدم حزن لازم ہے اور) یہ (بشارت جو مذکور ہوئی) بڑی کامیابی ہے۔ آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں (یعنی ان کے کفریات سے مغموم نہ ہوں، کیونکہ علم و حفاظتِ مذکورہ کے علاوہ) تمام تر غلبہ (اور قدرت بھی) خدا ہی کے لیے (ثابت) ہے (وہ اپنی قدرت سے حسب وعدہ آپ کی حفاظت کرے گا) وہ (ان کی باتیں) سنتا ہے (اور ان کی حالت) جانتا ہے (وہ آپ کا بدلہ ان سے خود لے لے گا (یار کھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہے (یعنی فرشتے اور جن وانس) یہ سب اللہ ہی کے (مملوک) ہیں (اس کی حفاظت یا مکافات کو کوئی روک نہیں سکتا پس باہمہ وجوہ تسلی رکھنا چاہیے) اور (اگر کسی کو شبہ ہو کہ شاید شرکاء مزاحمت کر سکیں تو اس کی حقیقت سن لو کہ) جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شرکاء کی عبادت کر رہے ہیں (خدا جانے) کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں (یعنی ان کے اس عقیدہ کی کیا دلیل ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ کچھ بھی دلیل نہیں) محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں اور محض خیالی باتیں کر رہے ہیں (پس واقع میں ان میں صفاتِ الوہیت کے مثل علم وقدرت نہیں ہیں، پھر ان میں احتمالِ مزاحمت کی کب گنجائش ہے) وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور پر بنایا کہ (بوجہ روشن ہونے کے) دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے، اس (بنانے) میں دلائل (توحید) ہیں ان لوگوں کے لیے جو (تدبر کے ساتھ ان مضامین کو) سنتے ہیں، (مشرکین ان دلائل میں غور نہیں کرتے اور شرک کی باتیں کرتے ہیں چنانچہ) وہ کہتے ہیں (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے، سبحان اللہ (کیسی سخت بات کہی) وہ تو کسی کا محتاج نہیں (اور سب اس کے محتاج ہیں) اس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (پس سب مملوک ہوئے اور وہ مالک ہوا پس ثابت ہوا کہ کمالات میں کوئی اس کا مشارک ومجانس نہیں، پس اگر اولاد کو اللہ کا مجانس یعنی ہم جنس کہا جائے تو مجانست باطل ہو چکی اور اگر غیر مجانس کہو تو نا جنس اولاد ہونا عیب ہے اور عیوب سے اللہ تعالیٰ پاک ہے، جیسا شحانہ میں اس طرف اشارہ بھی ہے، پس اولاد کا ہونا مطلقاً باطل ہو گیا، ہم نے جو نفی کو اولاد کا دعویٰ کیا تھا اس پر تو ہم نے دلیل قائم کر دی ہے، اب رہا تمہارا دعویٰ سو) تمہارے پاس (بجز بیہودہ دعویٰ کے) اس (دعویٰ)

www.toobaaelibrary.com

پر کوئی دلیل (بھی) نہیں (تو) کیا اللہ کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم (کسی دلیل سے) علم نہیں رکھتے آپ (ان کا مفتری ہونا ثابت کر کے اس افتراء کی وعید سنانے کے لیے) کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں (جیسے مشرکین) وہ (کبھی) کامیاب نہ ہوں گے (اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ ہم تو ایسوں کو دنیا میں خوب کامیاب اور آرام و راحت میں پاتے ہیں، تو جواب یہ ہے کہ) یہ دنیا میں (چند روزہ) تھوڑا سا عیش ہے (جو بہت جلد ختم ہوا جاتا ہے) پھر (مر کر) ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہے پھر (آخرت میں) ہم ان کے کفر کے بدلے سزائے سخت (کا مزا) چکھا دیں گے۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۶۱: اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت اور ہر چیز کو محیط ہونے کے بیان میں بظاہر یہ حکمت ہے کہ اس کے ذریعے پیغمبر علیہ السلام کو تسلی دی جائے کہ اگرچہ آپ کے مخالف اور دشمن بہت ہیں مگر اللہ کی حفاظت آپ کے ساتھ ہے۔

آیت ۶۲: لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ،، بہت سے مفسرین نے فرمایا کہ خوف و غم کا نہ ہونا دنیا اور آخرت دونوں کے لیے عام ہے اور دنیا میں جو مشاہدات اس کے خلاف نظر آتے ہیں تو علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ دنیا میں خوف و غم سے محفوظ ہونا اس اعتبار سے ہے کہ اہل دنیا عام طور پر جس خوف و غم میں اور جس طرح مبتلا نظر آتے ہیں، اولیاء اللہ کا مقام ان سب سے بلند ہوتا ہے ان کی نظر میں دنیا کے خوف و غم اور دولت و راحت ناقابل التفات ہوتی ہے جس کی مدافعت کے لیے پریشان ہوں، اللہ رب العزت کی عظمت و محبت اور خوف و خشیت ان حضرات پر اس طرح چھائی رہتی ہے کہ ان کے مقابلے میں دنیا کی رنج و راحت اور سود و زیان کی کوئی حیثیت ہی نہیں رہتی۔

اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ ،، ایک ولایت عامہ جو عام ہے سب کو حاصل ہے۔ مگر ایک ولایت خاصہ ہے، قرب محبت ہے، پھر اس ولایت خاصہ کے درجات بھی بیشمار و لامتناہی ہیں۔ اعلیٰ درجہ انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے۔ ان میں سب سے اونچا مقام سید الانبیاء ﷺ کا ہے۔ اور ادنیٰ درجہ اس کا وہ ہے جسے باصطلاح صوفیہ درجۂ فنا کہلاتا ہے۔ یعنی آدمی کا قلب اللہ کی یاد میں ایسا مستغرق ہو کہ دنیا میں کسی کی محبت اس پر غالب نہ آئے۔ ایسی حالت کی علامت ہے کثرت ذکر اور دوام طاعت۔ یہ دو وصف جس شخص میں ہوں وہ ولی اللہ کہلاتا ہے۔ پھر اس میں بھی درجات ہیں۔

یہ درجۂ ولایت کیسے حاصل ہو، ایسے لوگوں کی کثرت سے مجالست اور صحبت حاصل کی جائے جو

www.toobaaelibrary.com

کامل متبع سنت ہوں پیغمبر علیہ السلام کے رنگ میں رنگے ہوئے ہوں، کامل اطاعت کے ساتھ کثرت ذکر بھی ہو، یہ تین اجزاء اس نسخہ کے ہیں جن سے ولایت حاصل ہو سکتی ہے۔

اولیاء اللہ کی پہچان یہ ہے کہ جسے دیکھ کر خدا یاد آئے۔ (ابن ماجہ) کشف و کرامت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

آیت ۶۴: لَهُمُ الْبُشْرٰى: آخرت کی خوش خبری یہ ہے کہ موت کے وقت اور قبر سے اٹھتے وقت جنت کی بشارت ملے گی اور دنیا کی بشارت یہ ہے کہ خود سچے خواب دیکھیں گے یا ان کے بارے میں دوسرے سچے خواب دیکھیں گے نیز لوگ ان سے بے غرض محبت کریں گے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰۗىِٕفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَاۗءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۭ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰي قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَاۗءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاۗءَكُمْ ۭ اَسِحْرٌ هٰذَا ۭ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاۗءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاۗءُ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا جَاۗءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰي مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

ترجمہ و خلاصۂ تفسیر

اور آپ ان کو نوح (علیہ السلام) کا قصہ پڑھ کر سنایئے (جو کہ اس وقت واقع ہوا تھا) جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میری قوم اگر تم کو میرا رہنا (یعنی وعظ گوئی کی حالت میں رہنا) اور احکام خداوندی کی نصیحت کرنا بھاری (اور ناگوار) معلوم ہوتا ہے تو (ہوا کرے میں کچھ پرواہ نہیں کرتا کیونکہ) میرا خدا ہی پر بھروسہ ہے سو تم (میرے ضرر پہنچانے کے متعلق) اپنی تدابیر (جو کچھ کر سکو) مع اپنے شرکاء (یعنی بتوں) کے پختہ کر لو

www.toobaaelibrary.com

(یعنی تم اور تمہارے معبود سب مل کر میری ضرر رسانی میں اپنا ارمان نکال لو) پھر تمہاری وہ تدبیر تمہاری گھٹن (اور دل تنگی) کا باعث نہ ہونا چاہیے (یعنی اکثر خفیہ تدبیر سے طبیعت گھٹا کرتی ہے، سو خفیہ تدبیر کی ضرورت نہیں، جو کچھ تدبیر کرو دل کھول کر اعلانیہ کرو، میرا لحاظ پاس نہ کرو اور نہ میرے چلے جانے نکل جانے کا اندیشہ کرو کیونکہ اتنے آدمیوں کے پہرہ میں سے ایک آدمی کا نکل جانا بھی مستبعد ہے پھر اخفا کی کیا ضرورت ہے) پھر میرے ساتھ (جو کچھ کرنا ہے) کر گذرو اور مجھ کو (ذرا) مہلت نہ دو (حاصل یہ کہ میں تمہاری ان باتوں سے نہ ڈرتا ہوں اور نہ تبلیغ سے رک سکتا ہوں یہاں تک تو نفی خوف کی فرمائی، آگے نفی طمع کی فرماتے ہیں، یعنی) پھر کبھی اگر تم اعراض ہی کیے جاؤ تو (یہ سمجھو کہ) میں نے تم سے (اس تبلیغ پر) کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا (اور میں تم سے کیوں مانگتا کیونکہ) میرا معاوضہ تو صرف (حسب وعدۂ کرم) اللہ ہی کے ذمے ہے (غرض میں نہ تم سے ڈرتا ہوں نہ خواہش رکھتا ہوں) اور (چونکہ) مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں اطاعت کرنے والوں میں رہوں (اس لیے تبلیغ میں حکم کی تعمیل رکھتا ہوں اگر تم نہ مانو گے میرا کیا نقصان ہے) سو (باوجود اس موعظہ بلیغہ کے بھی) وہ لوگ ان کو جھٹلاتے تھے پس (اس پر عذاب طوفان کا مسلط ہوا اور) ہم نے (اس عذاب سے) ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور ان کو (زمین) پر آباد کیا اور (باقی جو لوگ رہ گئے تھے) انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو (اس طوفان میں) غرق کر دیا، سو دیکھنا چاہیے کیسا (برا) انجام ہوا، ان لوگوں کا جو (عذاب الٰہی سے) ڈرائے جا چکے تھے (یعنی بے خبری میں ہلاک نہیں کیے گئے، پہلے کہہ دیا، سمجھا دیا، نہ ماننا سزا پائی)۔ پھر نوح (علیہ السلام) کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا، سو وہ ان کے پاس معجزات لے کر آئے، مگر) پھر (بھی انکی ضد اور ہٹ کی یہ کیفیت تھی کہ) جس چیز کو انہوں نے اول (دہلہ) میں (ایک بار) جھوٹا کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے (اور جیسے یہ لوگ دل کے سخت تھے) اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں۔ پھر ان (مذکور) پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات (عصا اور ید بیضاء) دے کر بھیجا سو انہوں نے (دعوے کے ساتھ ہی ان کی تصدیق کرنے سے) تکبر کیا (اور طلب حق کے لیے غور بھی تو نہ کیا) اور وہ لوگ جرائم کے خوگر تھے (اس لیے طاعت نہ کی) پھر جب (بعد دعوی کے) ان کو ہمارے پاس سے (نبوت موسویہ پر) صحیح دلیل پہنچی (مراد اس سے معجزہ ہے) تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے، موسیٰ (علیہ

www.toobaaelibrary.com

السلام) نے فرمایا کیا تم اس سچ دلیل کی نسبت جب کہ وہ تمہارے پاس پہنچی ایسی بات کہتے ہو (کہ یہ جادو ہے) کیا یہ جادو ہے، حالانکہ جادوگر (جب کہ دعویٰ نبوت کا کریں تو اظہار معجزہ میں) کامیاب نہیں ہوا کرتے (اور میں کامیاب ہوا کہ اول دعویٰ کیا پھر معجزات ظاہر کر دیئے) وہ لوگ (اس تقریر کا کچھ جواب نہ دے سکے، ویسے ہی ہٹ دھرمی اور جہالت) کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ اس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے اور (اس لیے آئے ہو کہ) تم دونوں کو دنیا میں ریاست (اور سرداری) مل جاوے اور (تم خوب سمجھ لو کہ) ہم تو تم دونوں کو کبھی نہ مانیں گے، اور فرعون نے (اپنے سرداروں سے) کہا کہ میرے پاس تمام ماہر جادوگروں کو (جو ہمارے قلمرو میں ہیں) حاضر کرو (چنانچہ جمع کیے گئے) سو جب وہ آئے (اور موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ ہوا تو) موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے فرمایا کہ ڈالو جو کچھ تم کو (میدان میں) ڈالنا ہے، سو جب انہوں نے اپنا جادو کا سامان) ڈالا تو موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ جو کچھ تم (بنا کر) لائے ہو جادو یہ ہے (نہ وہ جس کو فرعون والے جادو کہتے ہیں) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس (جادو) کو ابھی درہم برہم کیے دیتا ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا (جو معجزے کے ساتھ مقابلہ سے پیش آویں) اور اللہ تعالیٰ (جس طرح اہل باطل کے باطل کو بمقابلہ معجزات حقہ کے باطل کو کر دیتا ہے اسی طرح) دلیل سچ (یعنی معجزہ) کو اپنے وعدوں کے موافق (کہ اثبات نبوت انبیاءؑ کے متعلق ہیں) ثابت کر دیتا ہے گو مجرم (اور کافر) لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰي يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝ فَقَالُوْا عَلَي اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰي وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰي رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ هٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا

www.toobaaelibrary.com

إِسْرَآءِيلَ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ آلْآنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ آيَةً ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا لَغَافِلُونَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر پس (جب عصا کا معجزہ ظاہر ہوا تو) موسیٰ (علیہ السلام) پر (شروع شروع میں) ان کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے حکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں (ظاہر ہونے پر) ان کو تکلیف (نہ) پہنچادے اور واقع میں (ڈرنا ان کا بے جا نہ تھا کیونکہ) فرعون اس ملک میں زور (سلطنت) رکھتا تھا اور یہ بھی بات تھی کہ وہ حد (انصاف) سے باہر ہو جاتا تھا (ظلم کرنے لگتا پھر جو شخص حکومت کے ساتھ ظلم کرتا ہو اس سے تو ڈر لگتا ہی ہے) اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (جب ان کو خائف دیکھا تو ان سے) فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم (سچے دل سے) اللہ پر ایمان رکھتے ہو تو (سوچ بچار مت کرو بلکہ) اسی پر توکل کرو اگر تم (اس کی) اطاعت کرنے والے ہو، انہوں نے (جواب میں) عرض کیا کہ ہم نے اللہ پر ہی توکل کیا (بعد اس کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ) اے ہمارے پروردگار ہم کو ظالم لوگوں کا تختۂ مشق نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت کے صدقے ان کافروں سے نجات دے اور ہم نے (اس دعا کے قبول کرنے کا سامان کیا کہ) موسیٰ (علیہ السلام) اور ان کے بھائی (ہارون علیہ السلام) کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کے لیے (بدستور) مصر میں گھر برقرار رکھو (یعنی وہ ڈر کر گھر نہ چھوڑیں ہم ان کے محافظ ہیں) اور (نماز کے اوقات میں) تم سب اپنے انہی گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو (مساجد کی حاضری خوف کی وجہ سے معاف ہے) اور (یہ ضروری ہے کہ) نماز کے پابند رہو (تاکہ نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ جلدی اس مصیبت سے چھڑا دے) اور (اے موسیٰ) آپ مسلمانوں کو بشارت دے دیں (کہ اب جلدی یہ مصیبت ختم ہو جاوے گی) اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (دعا میں) عرض کیا کہ اے ہمارے رب (ہم کو یہ بات معلوم ہو گئی کہ) آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو سامانِ تجمل اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں اے ہمارے رب اس واسطے دیئے ہیں کہ وہ آپ کی راہ سے (لوگوں کو) گمراہ کریں پس جب ہدایت ان کے مقدر میں ہے نہیں اور جو حکمت تھی وہ حاصل ہو چکی تو اب ان کے اموال اور نفوس کو کیوں باقی رکھا جاوے پس) اے ہمارے رب ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور (ان کے نفوس کی ہلاکت کا سامان کر دیجئے اس طرح کہ) ان کے دلوں کو (زیادہ) سخت کر دیجئے (جس سے ہلاکت کے مستحق

www.toobaaelibrary.com

ہو جاویں) سو یہ ایمان نہ لانے پاویں (بلکہ روز بروز ان کا کفر ہی بڑھتا رہے) یہاں تک کہ عذاب الیم (کے مستحق ہو کر اس) کو دیکھ لیں (سو اس وقت ایمان نافع نہیں ہوتا، موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے رہے۔ کذا فی الدر المنثور) حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی (کیونکہ آمین کہنا بھی دعا میں شریک ہونا ہے یعنی ہم ان کے اموال و نفوس اب ہلاک کرنے والے ہیں) سو تم (اپنے منصبی کام یعنی تبلیغ پر) مستقیم رہو (یعنی کو ہدایت ان کی تقدیر میں نہ ہو مگر تبلیغ میں تمہارا فائدہ ہے) اور ان لوگوں کی راہ پر نہ چلنا جن کو (ہمارے وعدے کے سچے ہونے کا یا توقف میں حکمت ہونے کا یا تبلیغ کے ضروری ہونے کا) علم نہیں (یعنی ہمارے وعدہ کو سچا سمجھو اور اگر ہلاکت میں دیر ہو جاوے اس میں حکمت سمجھو اور اپنے منصبی کام میں لگے رہو) اور (جب ہم نے فرعون کو ہلاک کرنا چاہا تو موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے باہر نکال لے جائیے چنانچہ وہ سب کو لے کر چلے اور راستہ میں دریائے شور حائل ہوا، اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اس میں راستہ ہو گیا) ہم نے بنی اسرائیل کو (اس) دریا سے پار کر دیا پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے (دریا میں) چلا (کہ دریا سے نکل کر ان سے قتال کرے لیکن وہ دریا سے پار نہ ہو سکا) یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا (اور ملائکہ عذاب کے نظر آنے لگے) تو سراسیمہ ہو کر) کہنے لگا میں ایمان لاتا ہوں کہ بجز اس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں اور مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں (سو مجھ کو اس غرق سے اور عذاب آخرت سے نجات دی جاوے) اور (معاملۂ آخرت کے) پہلے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا اب نجات چاہتا ہے۔ سو (بجائے نجات مطلوبہ کے) آج ہم تیری لاش کو) پانی میں تہ نشین ہونے سے نجات دیں گے تاکہ تو ان کے لیے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد (موجود) ہیں (کہ تیری بدحالی اور تباہی دیکھ کر مخالفت احکام الٰہیہ سے بچیں) اور حقیقت یہ ہے کہ (پھر بھی) بہت سے آدمی ہماری (ایسی ایسی) عبرتوں سے غافل ہیں (اور مخالفت احکام سے نہیں ڈرتے)۔

تلخیص و معارف و مسائل

آیت ۸۷: فرعون بنی اسرائیل پر طرح کے مظالم ڈھاتا تھا ان کے عبادت خانوں کو مسمار کر دیتا تھا اس لیے سابقہ حکم کے برخلاف اللہ تعالیٰ نے دونوں پیغمبروں کو وہ حکم دیا جو اس آیت میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل اپنے نئے مکانوں کو قبلہ بنائیں اور انھیں سکونتی مکانات میں نماز ادا کریں انھیں گھروں میں یہ

www.toobaaelibrary.com

حکم تھا جو قبلہ رخ ہو، اور اس وقت یعنی قیام مصر کے زمانے میں ان کا قبلہ بیت اللہ تھا۔ اور جب مصر چھوڑ کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے تو اس وقت ان کا قبلہ بیت المقدس تھا، نیز طہارت اور ستر عورت کی طرح استقبال قبلہ کی شرط انبیاء سابقین کے زمانہ میں بھی تھی۔

آیت ۸۸: دنیاوی مال ومتاع اور فروغ بغیر ترک اعمال نیک کے کسی انسان کے حق پر ہونے کی علامت نہیں ہے اور اس حقیقت تک عوام کی نظریں نہیں پہنچتیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے مال ودولت سے دوسروں کی گمراہی کا خطرہ محسوس کر کے بددعا دی رَبَّنَا اطْمِسْ الخ۔

چوں کہ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون سے ہر طرح مایوس ہو چکے تھے اس لیے چاہتے تھے کہ اپنے اعمال کی سزا دیکھیں کفر سے بغض ونفرت اس دوسری بددعا کا سبب بنی، اور چوں کہ ان کے دلوں کی سختی اور ان کا ناقابل اصلاح ہونا من جانب اللہ مقرر ہو چکا تھا، آپ نے بصورت بددعا اس کا اظہار فرمایا۔

آیت:۸۹: اس دعا کا اثر یہ ظاہر ہوا کہ بقول حضرت قتادہؓ اور ائمہ مفسرین کہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام پھلوں ترکاریوں، غلوں اور تمام زروجواہرات اور نقد سکے پتھر بنا دیئے گئے یہ ان معجزات میں سے ہے جسے قرآن کریم میں فرمایا وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ. "دَعْوَتُكُمَا" چوں کہ حضرت ہارون علیہ السلام دعا کے ساتھ آمین کہتے جاتے تھے، معلوم ہوا کہ آمین کہنا بھی دعا ہی میں داخل ہے، اور دعا سرًا کرنے کا مسنون طریقہ ہے لہٰذا آمین کی بھی سرًا ہی ترجیح معلوم ہوتی ہے۔ قبولیت دعا کی اطلاع کے بعد تھوڑا سا امتحان بھی لیا گیا کہ دعا کا اثر بقول بغوی چالیس سال بعد ظاہر ہوا اسی لیے ہدایت دی گئی "فَاسْتَقِيمَا"۔

آیت:۹۱: اس سے ثابت ہوا کہ موت کے وقت ایمان لانا شرعاً معتبر نہیں اسی طرح اگر نزع روح کی حالت میں کسی شخص کی زبان سے کلمۂ کفر نکل جائے تو اسے کافر نہیں کہا جائے گا، اس کے کلمۂ کفر کی تاویل کی جائے گی گویا نزع کا عالم ہو تو وہ وقت دنیا کی زندگی میں شمار نہیں اس وقت کا کوئی عمل بھی شرعاً معتبر نہیں۔

آیت:۹۲: چوں کہ بنی اسرائیل فرعون سے اس قدر مرعوب ومغلوب تھے کہ فرعون کی ہلاکت کی خبر کا انکار کرنے لگے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی اور دوسروں کی عبرت کے لیے دریا کی ایک موج کے ذریعہ فرعون کی لاش کو ساحل پر ڈال دیا جسے سب نے دیکھا، جس جگہ وہ لاش پائی گئی تھی، وہ

www.toobaaelibrary.com

جگہ آج تک "جبل فرعون" کے نام سے معروف ہے، رہا قاہرہ کے عجائب گھر میں محفوظ لاش اسی فرعون کی ہے اسے یقین سے نہیں کہا جا سکتا، کیوں کہ فرعون کسی ایک شخص کا نام نہیں تھا اس زمانہ میں مصر کے ہر بادشاہ کا لقب یہی تھا، اور کچھ عجب بھی نہیں کہ وہی ہو، آئندہ نسلوں کی عبرت کے لیے محفوظ ہو۔

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ ۚ فَمَا ٱخْتَلَفُوا۟ حَتَّىٰ جَآءَهُمُ ٱلْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِى بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ فَإِن كُنتَ فِى شَكٍّ مِّمَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ فَسْـَٔلِ ٱلَّذِينَ يَقْرَءُونَ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلْمُمْتَرِينَ ۝ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلَّذِينَ كَذَّبُوا۟ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ فَتَكُونَ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ۝ إِنَّ ٱلَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ ءَايَةٍ حَتَّىٰ يَرَوُا۟ ٱلْعَذَابَ ٱلْأَلِيمَ ۝ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ ءَامَنَتْ فَنَفَعَهَآ إِيمَٰنُهَآ إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ ۖ لَمَّآ ءَامَنُوا۟ كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ ٱلْخِزْىِ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَمَتَّعْنَٰهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ۝ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَءَامَنَ مَن فِى ٱلْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنتَ تُكْرِهُ ٱلنَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا۟ مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَن تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ وَيَجْعَلُ ٱلرِّجْسَ عَلَى ٱلَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ قُلِ ٱنظُرُوا۟ مَاذَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِى ٱلْـَٔايَٰتُ وَٱلنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ ۝ فَهَلْ يَنتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ ٱلَّذِينَ خَلَوْا۟ مِن قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَٱنتَظِرُوٓا۟ إِنِّى مَعَكُم مِّنَ ٱلْمُنتَظِرِينَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّى رُسُلَنَا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ كَذَٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور ہم نے (غرق فرعون کے بعد) بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا رہنے کو دیا (کہ اس وقت تو مصر کے مالک ہو گئے اور ان کی اول ہی نسل کو بیت المقدس اور ملک شام عمالقہ پر فتح دے کر عطا فرمایا) اور ہم نے ان کو نفیس چیزیں کھانے کو دیں (مصر میں بھی جنت وعیون تھے اور شام کی نسبت تو کنا فیہا آیا ہے) سو (چاہیے تھا کہ ہماری اطاعت میں زیادہ سرگرم رہتے لیکن انہوں نے الٹا دین میں اختلاف کرنا شروع کیا اور غضب یہ کہ) انہوں نے (جہل کی وجہ سے) اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے پاس (احکام کا) علم پہنچ گیا (تھا اور پھر اختلاف کیا آگے اس اختلاف پر وعید ہے کہ) یقینی بات ہے کہ آپ کا رب ان (اختلاف کرنے والوں) کے درمیان قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ (عملی) کر دیگا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے، پھر (اثبات حقیقت دین محمدی کے واسطے ہم ایک ایسا کافی طریقہ بتلاتے ہیں کہ غیر صاحب وحی کے لیے تو کیسے کافی نہ ہوگا وہ ایسا ہے کہ آپ صاحب وحی ہیں مگر آپ سے بھی اگر اس کا

www.toobaaelibrary.com

خطاب بطور تقدیر شرطیہ کے کیا جاوے تو ممکن ہے اس طرح سے کہ) اگر (بالفرض) آپ اس (کتاب) کی طرف سے شک (وشبہ) میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو (اس شک کے دفع کا ایک سہل طریقہ یہ بھی ہے کہ) آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلے کی کتابوں کو پڑھتے ہیں (مراد توریت وانجیل ہیں وہ من حیث القرار تو اس کی پیشین گوئیوں کی بنا پر اس قرآن کے صدق کو بتلادیں گے) بیشک آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں اور نہ (شک کرنے والوں سے بڑھ کر) ان لوگوں میں ہوں جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا، کہیں آپ (نعوذ باللہ) تباہ نہ ہو جاویں یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب کی (یہ ازلی) بات (کہ یہ ایمان نہ لاویں گے) ثابت ہو چکی ہے وہ (کبھی) ایمان نہ لاویں گے گو ان کے پاس تمام دلائل (ثبوت حق کے) پہنچ جاویں، جب تک کہ عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں (مگر اس وقت ایمان نافع نہیں ہوتا) چنانچہ (جن بستیوں پر عذاب آچکا ہے ان میں سے) کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا (کیونکہ ان کے ایمان کے ساتھ مشیت متعلق نہ ہوئی تھی) ہاں مگر یونس (علیہ السلام) کی قوم (کہ ان کے ایمان کے ساتھ مشیت متعلق ہوئی تھی، اس لیے وہ عذاب موعود کے آثار ابتدائیہ کو دیکھ کر ایمان لے آئے اور) جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے ٹال دیا اور ان کو ایک وقت خاص (یعنی وقت موت) تک (خیر خوبی کے ساتھ) عیش دیا (پس اور قریوں کا ایمان نہ لانا اور قوم یونس علیہ السلام کا ایمان لانا دونوں مشیت سے ہوئے) اور (ان اقوام وقرنی کی کیا تخصیص ہے) اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے (مگر بعض حکمتوں کی وجہ سے یہ نہ چاہا اس لیے سب ایمان نہیں لائے) سو (جب یہ بات ہے تو) کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس میں وہ ایمان ہی لے آئیں حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا بدون خدا کے حکم (یعنی مشیت) کے ممکن نہیں اور اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر (کفر کی) گندگی واقع کر دیتا ہے، آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو (اور دیکھو) کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمان میں اور زمین میں، (آسمانوں میں ستارے وغیرہ اور زمین میں بے انتہا مخلوق نظر آتی ہے یعنی ان میں غور کرنے سے توحید کی دلیل عقلی حاصل ہوگی، یہ بیان ہوا ان کے مکلف ہونے کا) اور جو لوگ (عناداً) ایمان نہیں لاتے ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتے (یہ بیان ہوا ان کے عناد کا) سو (ان کی اس حالت عناد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) وہ لوگ (بدلالت

www.toobaaelibrary.com

حال) صرف ان لوگوں کے واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں (یعنی باوجود دلائل اور وعیدوں کے جو ایمان نہیں لاتے تو ان کی حالت اس شخص کے مشابہ ہے جو ایسے عذاب کا منتظر ہو جو کہ پہلی قوموں پر آیا تھا سو) آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو تم (اس کے) انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ (اس کے) انتظار کرنے والوں میں ہوں (جن گذشتہ قوموں کا اوپر ذکر تھا ہم ان پر تو عذاب واقع کرتے تھے) پھر ہم (اس عذاب سے) اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے (جس طرح ان مؤمنین کو ہم نے نجات دی تھی) ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ (حسب وعدہ) ہمارے ذمہ ہے (پس اسی طرح اگر ان کفار پر کوئی افتاد پڑی تو مسلمان اس سے محفوظ رہیں گے خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں)۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۹۳: اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا کردہ نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے مگر پھر ان کی کج روی اور غلط کاری کو بیان فرمایا کہ ان میں بہت سے لوگوں نے اقتدار پانے کے بعد اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کی، اور اطاعت سے پھر گئے، پیغمبر علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے تو تورات میں بیان کردہ علامات کے مطابق آپ کا انتظار کرتے، آپ کے وسیلے سے دعائیں کرتے، ذکر و تذکرہ کرتے، مگر آپ ان تمام علامات کے ساتھ تشریف لائے تو یہ لوگ باہم اختلاف کرنے لگے، کچھ تو ایمان لائے باقیوں نے انکار کیا، آیت میں حضور کی تشریف آوری کو جَآءَهُمُ الْعِلْمُ سے تعبیر فرمایا ہے، علم سے مراد یقین بھی ہو سکتا ہے، یعنی مشاہدہ کے ساتھ یقین کے اسباب بھی جمع ہو گئے تو اختلاف کرنے لگے، بعض مفسرین نے علم سے معلوم مراد لیا ہے یعنی جو بذریعہ تورات انہیں پہلے سے معلوم تھی۔

آیت:۹۴: فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ اس خطاب سے مقصود امت کو سنانا ہے، ظاہر ہے کہ خود آپ مقصود نہیں ہیں۔ اس کے بعد کی آیات میں اسی مضمون کی تائید و تاکید ہے اور غفلت شعاروں کو تنبیہ ہے۔

آیت:۹۸: قوم یونس علیہ السلام نے تو بہ عذاب میں مبتلا ہونے اور موت سے پہلے کر لی تھی، بخلاف فرعون اور دوسروں کے جنھوں نے عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد اور غرغرۂ موت کے وقت توبہ کی اور اقرار ایمان کیا اس کی ایک نظیر بنی اسرائیل کے اس واقعہ میں ہے جہاں فرمایا وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ۔

تنبیہ: بِلَا قَوْمَ يُوْنُسَ یہاں صاحب "تفہیم القرآن" سے سخت غلطی ہوئی ہے، وہ لکھتے ہیں... پس

www.toobaaelibrary.com

جب بنی ادائے رسالت میں کوتاہی کر گیا (تفہیم القرآن مولانا مودودی: ج ۲، ص ۱۳۲، طبع ۱۹۷۲ء)

واضح رہے کہ یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب ادائے رسالت کے فریضہ میں کبھی کوتاہی نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ انبیاء کے لیے اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہو سکتا جیسے کھلی ہوئی خیانت ہے جو عام شریف انسانوں سے بھی بعید ہے، اگر بظاہر خلاف کوئی بات نظر آئے تو اس کے صحیح اور تفسیر کی ایسی توجیہ کی تلاش ضروری تھی جس سے قرآن وحدیث کے قطعی الثبوت اصول سے اختلاف وتصادم نہ ہو۔ مودودی صاحب نے کچھ فرضی مقدمے جوڑ کر اپنی جانب سے زبردستی یہ نتیجہ نکالا ہے، اگر انصاف سے غور کیا جائے تو ثابت ہو جائے گا کہ قرآن وحدیث کا کوئی اشارہ ان فرضی مقدمات کی جانب نہیں پایا جاتا آیت میں غور کریں تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ استثناء یہ کیا گیا ہے کہ قوم یونس نے عذاب میں مبتلا ہو جانے سے پہلے ہی ایمان لے آئی اور ان کی توبہ قبول ہو گئی، یہاں کوئی خدائی قانون نہیں توڑا گیا۔

واضح رہے کہ تمام امتوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا آیا تھا کہ جب ان کی امت پر عذاب آنے کا فیصلہ کر لیا جاتا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور ان کے ساتھیوں کو یہاں سے نکل جانے کا حکم دیدیتے تھے، اسی طرح کا یہاں بھی معاملہ تھا، کہ یونس علیہ السلام کے ذریعہ قوم کو عذاب کا حکم پہنچا دیا گیا کہ تین دن کے بعد عذاب آئے گا تو یونس علیہ السلام کا اس جگہ سے نکل جانا ظاہر ہے کہ بامر خداوندی ہوا۔

البتہ سیدنا حضرت یونس علیہ السلام سے پیغمبرانہ شان کے اعتبار سے جو لغزش ہوئی جس پر سورۂ انبیاء اور صٰفّٰت میں عتاب کے الفاظ آئے جس کے نتیجے میں مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا واقعہ پیش آیا اس کا سبب وہ نہیں ہے جو مودودی صاحب نے لکھا ہے۔

اصل یہ ہے کہ جب تین دن گذرنے کے بعد عذاب نہیں آیا تو حضرت یونس علیہ السلام کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ میں اپنی قوم میں جاؤں گا تو جھوٹا قرار دیا جاؤں گا اور قوم جھوٹے کو قتل کر دیتے ہیں اس لیے آپ کو جان کا بھی اندیشہ ہوا، ایسے وقت میں بجز اس کے اور کوئی راستہ نہ تھا کہ اب اس وطن ہی سے ہجرت کر جائیں مگر سنت انبیاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر صرف اپنی رائے سے ہجرت نہیں کر سکتے۔ حضرت یونس علیہ السلام کی لغزش یہ تھی کہ بغیر اذن کے ہجرت کے لیے کشتی پر سوار ہو گئے اگر چہ بذاتہ کوئی گناہ نہ تھا سنت انبیاء سے مختلف تھا، خلاصہ یہ کہ فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں بلکہ قوم کے ظلم وستم سے بچنے کے لیے ہجرت قبل الاذن کے سوا اور کچھ ثابت نہیں ہوگا۔

بعض مفسرین اپنی تفسیروں میں اسرائیلی روایات بھی نقل کر دیتے ہیں جو بہر حال متحقق علیہ طور پر غیر

www.toobaaelibrary.com

معتبر ہے، مودودی صاحب نے ایسے ہی مفسرین کے اقوال کو اپنی تائید میں نقل کر کے صحیح ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔

بعد کے ایڈیشنوں میں بغیر اعلانِ رجوع کے معمولی تبدیلی کردی گئی ہے، یعنی "فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی" کے الفاظ تو عبارت میں موجود نہیں ہیں، لیکن جو عبارت اب بھی ہے وہ بھی صحیح نہیں ہے۔

ضروری وضاحت

سیدنا حضرت یونس علیہ السلام کے قصہ میں جتنے اجزاء قرآن کریم میں مذکور یا مستند روایات حدیث سے ثابت ہیں وہی یقینی ہیں باقی تاریخی روایات پر کسی شرعی مسئلہ کا مدار نہیں رکھا جاسکتا۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۠ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک (اور تردد) میں ہو تو (میں تم کو اس کی حقیقت بتلاتا ہوں وہ یہ ہے کہ) میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، لیکن ہاں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھ کو (منجانب اللہ) یہ حکم ہوا ہے کہ میں (ایسے معبود پر) ایمان لانے والوں میں سے ہوں اور (مجھ کو) یہ (حکم ہوا ہے) کہ اپنے آپ کو اس دین (مذکور توحید خالص) کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ اور سب طریقوں سے علیحدہ ہو جاؤ، اور کبھی مشرک مت بننا اور (یہ حکم ہوا ہے کہ) خدا (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ (عبادت کرنے کی حالت میں) کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ (ترک عبادت کی حالت میں) کوئی

www.toobaaelibrary.com

ضرر پہنچا سکے پھر اگر (بالفرض) ایسا کیا (یعنی غیر اللہ کی عبادت کی) تو اس حالت میں (اللہ کا) حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے اور (مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ) اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچا دے تو بجز اس کے اور کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں (بلکہ) وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں مبذول فرمائیں اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والے ہیں (اور فضل کے تمام افراد مغفرت اور رحمت میں داخل ہیں اور وہ مغفرت اور رحمت عظیمہ کے ساتھ موصوف ہیں پس لامحالہ صاحب فضل بھی ہیں)۔ آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے پاس (دین) حق تمہارے رب کی طرف سے (بدلیل) پہنچ چکا ہے سو (اس کے پہنچ جانے کے بعد) جو شخص راہ راست پر آجاوے گا سو وہ اپنے (نفع کے) واسطے راہ راست پر آوے گا، اور جو شخص (اب بھی) بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا (یعنی اس کا وبال بھی) اسی پر پڑے گا اور میں تم پر (کچھ بطور ذمہ داری کے) مسلط نہیں کیا گیا (کہ تمہاری بے راہی کی باز پرس مجھ سے ہونے لگے تو میرا کیا نقصان ہے) اور آپ اس کا اتباع کرتے رہئے جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے (اس میں سب احمال کے ساتھ تبلیغ بھی آگئی) اور (ان کے کفر و ایذاء پر) صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (ان کا) فیصلہ کر دیں گے (خواہ دنیا میں ہلاکت کے ساتھ خواہ آخرت میں عذاب کے ساتھ مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے ذاتی اور منصبی کام میں لگے رہئے، ان کی فکر نہ کیجئے) اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں اچھا (فیصلہ کرنے والا) ہے۔

قراءات: سورۂ یونس: اَلَمْ اَلَمّ قالون کی اور حفص کے لیے بالفتح اور بصری، شامی شعبہ اور اخوین کے لیے بالامالہ اور ورش کے لیے تقلیل ہوگی لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ کی اور کوفیین کے لیے بالالف قبل الیاء اور باقیین کے لیے بکسر السین بغیر الف ہے ضِیَآءً یہاں اور انبیاء و قصص میں قبل کے لیے ہمزۂ مفتوحہ بعد الضاد بغیر یاء ضِئَآءً ہے اور باقیین کے لیے بجائے ہمزہ کے یائے مفتوحہ ہے یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ کی بصری حفص کے لیے بالیاء اور باقیوں کے لیے بالنون نُقْضِیَ اِلَیْھِمْ شامی کے لیے بفتح القاف والضاد و نصب لام اَجَلُھُمْ ہے باقیین کے لیے بضم القاف وکسر الضاد مع فتح الیاء ورفع لام اَجَلُھُمْ وَلَا اَدْرٰکُمْ کی کے لیے بحذف الالف لیکن بزی کے لیے بالخلف ہے، باقیین کے لیے بالالف۔ عَمَّا تُشْرِکُوْنَ یہاں اور دوسری جگہ شروع نحل میں اور سورۂ روم میں باخوین کے لیے بالتاء اور باقیین کے لیے بالیاء ہیں یَنْشُرْکُمْ شامی کے لیے بفتح الیاء وسکون النون وضم الشین ہے اور باقیین کے لیے بضم الیاء وفتح الشین اور یائے مکسورہ مشددہ بعد الشین ہے مَتَاعَ الْحَیٰوۃِ حفص کے لیے نصب العین اور

www.toobaaelibrary.com

باتحین کے لیے بالرفع ہے قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ کی وکسائی کے لیے باسکان الطاء، باتحین کے لیے بفتح الطاء ہے هٰذَانِ تَعْلَوْا اخوین کے لیے بتائین ہے اور باتحین کے لیے بالتاء والباء فَمَنْ لَّا يَهِدِّيْ ورش کی شامی کے لیے بفتح الیاء والہاء مع التشدید يَهِدِّيْ قالون بصری کے لیے بفتح الیاء واختلاس فتح ہاء اور قالون کے لیے دوسری وجہ اس میں بسکون الہاء بھی ہے۔ يَهِدِّيْ اور شعبہ کے لیے بکسر الیاء والہاء يِهِدِّيْ اور حفص کے لیے بفتح الیاء وکسر الہاء يَهْدِيْ ہے اور ان سب قراءتوں میں دال مشدد ہے، اور اخوین کے لیے بفتح الیاء وسکون الہاء وتخفیف الدال يَهْدِيْ ہے كَلِمَةُ رَبِّكَ یہاں اور آخر سورۃ میں اور سورۂ غافر میں نافع اور شامی کے لیے بالجمع اور باتحین کے لیے بالتوحید ہے تینوں جگہ وَلٰكِنَّ النَّاسَ اخوین کے لیے بکسر النون المخففہ ورفع السین وَلٰكِنِ النَّاسُ اور باتحین کے لیے بنون مفتوحہ مشددہ ونصب الناس وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْا انعام میں مذکور ہو چکا ہے بِهِ السِّنَّ وَالسِّنَّ وَقَدْ عَصَيْتَ نافع کے لیے ہمزہ ثانیہ کی حرکت لام کی طرف منقول ہے اور ہمزہ محذوف ہے اور ہمزہ وصل میں بالاتفاق جمیع قراء کے لیے دو وجہ ابدال بالالف مع المد المطول اور تسہیل بین الہمزہ والالف ہے لیکن ابدال اولیٰ ہے جیسے: آلذَّكَرَيْنِ آللّٰهُ وغیرہ خَيْرٌ مِّمَّا تَجْمَعُوْنَ شامی کے لیے بالتاء اور باتحین کے لیے بالیاء وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ یہاں اور سبا میں کسائی کے لیے بکسر الزاء اور باتحین کے لیے بالضم ہے وَلَا اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ ہمزہ کے لیے بضم الراء دونوں میں اور باتحین کے لیے بفتح الراء بِكُلِّ مَسْخَرٍ عَلَيْهِمْ اعراف میں گذر چکا ہے بِهِ ءٰآلسِّحْرُ بصری کے لیے بہمزۂ استفہام قبل ہمزۂ وصل مع ابدال بالالف والمد المطول آلسِّحْرُ وجہ ثانی تسہیل ہمزۂ ثانیہ ظاہر ہے اور باتحین کے لیے بہمزۂ وصل فقط بِهِ السِّحْرُ ہے یفعلون انعام میں مذکور ہوا وَلَا تَتَّبِعٰنِّ ابن ذکوان کے لیے بتخفیف النون باتحین کے لیے بتشدید النون ہے اور تا بالاتفاق مشدد ہے اٰمَنَتْ اَنَّهٗ اخوین کے لیے بکسر الہمزہ باتحین کے لیے بالفتح ہے وَنَجْعَلُ الرِّجْسَ شعبہ کے لیے بالنون اور باتحین کے لیے بالیاء نتج الْمُؤْمِنِيْنَ حفص کسائی کے لیے مخفف اور باتحین کے لیے مشدد ہے۔

❁ ❁ ❁

www.toobaaelibrary.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَي الْمَاۗءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَلَىِٕنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَىِٕنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ۭ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

الٓرٰ (کے معنی تو اللہ کو معلوم) یہ (قرآن) ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں (دلائل سے) محکم کی گئی ہیں پھر (اس کے ساتھ) صاف صاف (بھی) بیان کی گئی ہیں (اور وہ کتاب ایسی ہے کہ) ایک حکیم باخبر (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف سے (آئی ہے جس کا بڑا مقصد) یہ (ہے) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو میں تم کو اللہ کی طرف سے (ایمان نہ لانے پر عذاب سے) ڈرانے والا اور (ایمان لانے پر ثواب کی) بشارت دینے والا ہوں اور (اس کتاب کے مقاصد میں سے) یہ (بھی ہے) کہ تم لوگ اپنے گناہ (شرک وکفر وغیرہ) اپنے رب سے معاف کراؤ (یعنی ایمان لاؤ اور) پھر (ایمان لاکر) اس کی طرف (عبادت سے) متوجہ رہو (یعنی عملِ صالح کرو، پس ایمان وعملِ صالح کی برکت سے) وہ تم کو وقتِ مقررہ (یعنی وقتِ موت) تک (دنیا میں) خوش عیشی دے گا اور (آخرت میں) ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا (یہ کہنا بھی بمنزلہ بشیر کے کہنے کے ہے) اور اگر (ایمان لانے سے) تم لوگ اعراض (ہی) کرتے رہے تو مجھ کو (اس صورت میں) تمہارے لیے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے (یہ کہنا بمنزلہ نذیر کے کہنے کے ہے، اور عذاب کو مستبعد مت سمجھو

www.toobaaelibrary.com

کیونکہ) تم (سب) کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اور وہ ہر شئی پر پوری قدرت رکھتا ہے (پھر استبعاد کی کوئی وجہ نہیں البتہ اگر وہاں تمہاری حاضری نہ ہوتی یا نعوذ باللہ اس کو قدرت نہ ہوتی تو عذاب واقع نہ ہوتا پس ایسی حالت میں ایمان اور توحید سے اعراض نہ کرنا چاہیے، آگے علمِ الٰہی کا اثبات ہے، اور ایسا علم وقدرت دونوں دلیلِ توحید ہیں) یاد رکھو وہ لوگ دوہرا کیے دیتے ہیں اپنے سینوں کو (اور اوپر سے کپڑا لپیٹ لیتے ہیں) تاکہ اپنی باتیں خدا سے چھپا سکیں (یعنی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف میں جو باتیں کرتے ہیں تو اس ہیئت سے کرتے ہیں تاکہ کسی کو خبر نہ ہو جاوے اور جس کو اعتقاد ہوگا کہ خدا کو ضرور خبر ہوتی ہے اور آپ کا صاحبِ وحی ہونا دلائل سے ثابت ہے، پس وہ اخفاء کی ایسی تدبیر کبھی نہ کرے گا کیونکہ ایسی تدبیر کرنا گویا بدلالتِ حال اللہ سے پوشیدہ رہنے کی کوشش کرنا ہے سو) یاد رکھو کہ وہ لوگ جس وقت (دوہرے ہو کر) اپنے کپڑے (اپنے اوپر) لپیٹتے ہیں وہ اس وقت بھی سب جانتا ہے جو کچھ چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر باتیں کرتے ہیں (کیونکہ) باعتبار یقین وہ (تو) دلوں کے اندر کی باتیں جانتا ہے (تو زبان سے کہی ہوئی کو کیوں نہ جانے گا) اور کوئی (رزق کھانے والا) جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو (اور رزق رسانی کے لیے علم کی ضرورت ہوتی ہے سو) وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور چند روز رہنے کی جگہ کو جانتا ہے (اور ہر ایک کو وہاں ہی رزق پہنچاتا ہے، اور گو سب چیزیں علمِ الٰہی میں تو ہیں ہی مگر اس کیساتھ ہی) سب چیزیں کتاب مبین (یعنی لوحِ محفوظ) میں (بھی منضبط ومندرج) ہیں (غرض واقعات ہر طرح محفوظ ہیں، آگے تخلیق کا مع اس کی بعض حکمتوں کے بیان ہے جس سے قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے کی بھی تائید ہوتی ہے، کیونکہ ابتدائی تخلیق دلیل ہے اس پر کہ وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے) اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ سب آسمان اور زمین کو چھ دن (کی مقدار) میں پیدا کیا اس وقت اسی کا عرش پانی پر تھا (کہ یہ دونوں چیزیں پہلے سے پیدا ہو چکی تھیں اور یہ پیدا کرنا اس لیے ہے) تاکہ تم کو آزماوے کہ (دیکھیں) تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے (مطلب یہ ہے کہ زمین وآسمان کو پیدا کیا، تمہارے حوائج ومنافع اس میں پیدا کیے تاکہ تم ان کو دیکھ کر توحید پر استدلال کرو اور ان سے منتفع ہو کر منعم کا شکر اور خدمت کہ عبارت ہے عملِ صالح سے، بجالاؤ، سو بعض نے ایسا کیا، بعض نے نہ کیا) اور اگر آپ (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یقیناً تم لوگ مرنے کے

www.toobaaelibrary.com

بعد (قیامت کے روز دوبارہ) زندہ کیے جاؤ گے تو (ان میں) جو لوگ کافر ہیں وہ (قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ یہ تو نرا صاف جادو ہے (جادو اس لیے کہتے ہیں کہ وہ باطل ہوتا ہے مگر مؤثر، اسی طرح قرآن کو نعوذ باللہ باطل سمجھتے تھے لیکن اس کے مضامین کو مؤثر ہونا بھی مشاہدہ کرتے تھے، اس مجموعہ پر یہ حکم کیا، نعوذ باللہ منہ، مقصود اس سے آخرت کا انکار تھا، آگے ان کے منکرانہ انکار کا جواب ارشاد ہے) اور اگر تھوڑے دنوں تک (مراد دنیوی زندگی) ہم ان سے عذاب (موعود) کو ملتوی رکھتے ہیں (کہ اس میں حکمتیں ہیں) تو (بطور انکار و استہزاء کے) کہنے لگتے ہیں کہ) جب ہم تمہارے نزدیک مستحق عذاب ہیں تو) اس عذاب کو کون چیز روک رہی ہے (یعنی اگر عذاب کوئی چیز ہوتی تو اب تک ہو چکتا جب نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ کچھ بھی نہیں، حق تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ) یاد رکھو جس دن (وقت موعود پر) وہ (عذاب) ان پر آپڑے گا تو پھر کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا اور جس (عذاب) کے ساتھ یہ استہزاء کر رہے تھے وہ ان کو آگھیرے گا (مطلب یہ کہ باوجود استحقاق کے یہ تاخیر اس لیے ہے کہ بعض حکمتوں سے اس کا وقت معین ہے پھر اس وقت ساری کسر نکل جاوے گی)

تلخیص معارف و مسائل

سورۂ ہود ان سورتوں میں سے ایک ہے جس میں پچھلی قوموں پر قہر و عذاب الٰہی اور قیامت کے ہولناک واقعات اور جزا و سزا کا ذکر خاص انداز میں آیا ہے یہی وجہ ہے کہ پیغمبرؐ کی ریش مبارک میں کچھ بال سفید ہو گئے تو صدیق اکبرؓ نے بطور اظہار رنج کے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ بوڑھے ہو گئے، تو آپ نے ارشاد فرمایا، ہاں مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا بعض روایات میں اس کے ساتھ سورۂ واقعہ، مرسلت، نبا اور سورۂ تکویر کا بھی ذکر ہے، (الحاکم والترمذی)

اُحْكِمَتْ: یعنی اللہ تعالیٰ نے ان آیات کو ایسا بنایا ہے کہ ان میں کسی لفظی غلطی یا معنوی فساد و خلل یا باطل کا کوئی امکان و احتمال نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا محکم یہاں منسوخ کے مقابلہ میں ہے، یعنی یہ کتاب تا قیامت منسوخ نہ ہوگی۔ فُصِّلَتْ: یعنی تمام عقائد و عبادات معاملات اور احکام واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں۔

استغفار پچھلی گناہوں سے تعلق رکھتا ہے، اور توبہ آئندہ گناہوں کے پاس نہ جانے کے عہد سے ہے، اس کے بعد صحیح استغفار و توبہ کرنے والوں کو یُمَتِّعْكُمْ سے خوش خبری دی گئی ہے، ایک اور

www.toobaaelibrary.com

آیت میں اسی کو فَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً فرمایا گیا ہے۔ اس میں دنیا و آخرت کی دونوں زندگیاں ہیں، سورۂ نوح میں اس کی تصریح اس طرح آئی ہے، يُّرْسِلِ السَّمَآءَ الخ. اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى چوں کہ حیات دنیوی دائمی نہیں ہے ایک دن ختم ہو جائے گی۔ متاع حسن مراد یہ ہے کہ انسان کی توجہ مخلوق سے ہٹ کر خالق پر جم جائے۔ یا یہ کہ موجود پر قناعت کرے، مفقود کے غم میں نہ پڑے، فضل ثانی سے فضل خداوندی یعنی جنت ہے، يَوْمٍ كَبِيْرٍ روز قیامت اپنی وسعت کے اعتبار سے ایک ہزار سال کا دن ہوگا اور اس میں پیش آنے والے حالات و واقعات کے اعتبار سے بھی وہ سب سے بڑا دن ہوگا۔

آیت:۶، عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا محض اپنے فضل سے اللہ نے یہ وعدہ فرمایا:

رزق کی خدائی ذمہ داری اسی وقت تک ہے جب تک اس کی اجل مقدر یعنی عمر پوری نہیں ہو جاتی۔ جب عمر پوری ہو گئی تو اسے بہر حال مرنا ہے چاہے موت کا جو بھی سبب ہو اسباب موت میں ایک سبب رزق کا بند ہونا بھی ہے، اس لیے بھوک پیاس سے مرجانے پر اعتراض نہ ہو کہ جب رزق کی ذمہ داری خدا نے لی تو بھوک سے کیسے مر گیا۔

ساری مخلوقات کو رزق رسانی کا یہ عجیب و غریب نظام قدرت ہے کہ انسان کے مزید اطمینان کے لیے فرمایا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا یعنی تم جہاں بھی رہو، تمہاری مستقل جائے قیام اور عارضی اقامت گاہ سب سے واقف ہے، تمہارا رزق وراثتی منتقل کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا صرف وعدہ فرما لینا کافی تھا، مگر مسکین اور کمزور، انسان کے مزید اطمینان کے لیے فرمایا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ کتاب واضح سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں تمام کائنات کی روزی، عمر اور عمل وغیرہ کی پوری تفصیلات لکھی ہیں، حسب موقع اور ضرورت متعلقہ فرشتوں کے سپرد کر دی جاتی ہیں۔ "فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ" اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو ایک آن میں پیدا کر سکتے تھے مگر اس نے اپنی حکمت سے اس عالم کے نظام کو انسانی مزاج کی مناسبت سے تدریجی بنایا ہے۔ یہ تخلیق کائنات اس لیے ہے تا کہ انسان ان میں غور و فکر کر کے اپنے مالک کو پہچانے احسن عمل سارے بنی آدم میں ظاہر ہے کہ پیغمبر ہیں لہٰذا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ تمام کائنات کی تخلیق کا اصل مقصد آپ ﷺ کا وجود باجود ہے۔ اَحْسَنُ عَمَلًا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر کثرت عمل سے زیادہ حسن عمل پر ہے۔ یعنی پورے اخلاق کے ساتھ سنت کے مطابق عمل۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ۝ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا

www.toobaaelibrary.com

الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۡ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۣ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ۭ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰي رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰي رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَي الظّٰلِمِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۭ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزا چکھا کر اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ ناامید اور ناشکرا ہو جاتا ہے اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزا چکھا دیں تو (ایسا اترا تا ہے کہ) کہنے لگتا ہے کہ میرا سب دکھ درد رخصت ہوا (اب کبھی نہ ہوگا پس) وہ اترانے لگتا ہے شیخی بگھارنے لگتا ہے مگر جو لوگ مستقل مزاج ہیں اور نیک کام کرتے ہیں (مراد اس سے مؤمنین ہیں کہ ان میں کم وبیش یہ خصال ہوتی ہیں سو) وہ ایسے نہیں ہوتے (بلکہ زوال نعمت کے وقت صبر سے کام لیتے ہیں اور عطاء نعمت کے وقت شکر بجالاتے ہیں پس) ایسے لوگوں کے لیے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے (خلاصہ یہ ہے کہ بجز مؤمنین کے اکثر آدمی ایسے ہی ہیں کہ ذرا سی دیر میں نڈر ہو جاویں ذرا سی دیر میں مایوس ہو جاویں اس لیے یہ لوگ

www.toobaaelibrary.com

تاخیر عذاب کے سبب بے خوف اور منکر ہو گئے، لوگ جو انکار و استہزاء سے پیش آتے ہیں) سو شاید آپ (تنگ ہو کر) ان احکام میں سے جو کہ آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجے جاتے ہیں بعض کو (یعنی تبلیغ کو) چھوڑ دینا چاہتے ہیں (یعنی کیا ایسا ممکن ہے کہ آپ تبلیغ ترک کر دیں سو ظاہر ہے کہ ایسا ارادہ تو آپ کر نہیں سکتے پھر تنگ ہونے سے کیا فائدہ) اور آپ کا دل اس بات سے تنگ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ (اگر یہ نبی ہیں تو) ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں نازل ہوا یا ان کے ہمراہ کوئی فرشتہ (جو ہم سے بھی بولنا چالنا) کیوں نہیں آیا (یعنی ایسے معجزات کیوں نہیں دیے گئے سو ایسی باتوں سے آپ تنگ نہ ہوجئے کیونکہ) آپ تو (ان کفار کے اعتبار سے) صرف ڈرانے والے ہیں (یعنی پیغمبر ہیں جس کے لیے دراصل کسی بھی معجزے کی ضرورت نہیں) اور پورا اختیار رکھنے والا ہر شئے پر (تو) صرف اللہ ہی ہے (آپ نہیں ہیں، جب یہ بات ہے تو ان معجزات کا ظاہر کرنا آپ کے اختیار سے باہر ہے پھر اس کی فکر اور اس فکر سے تنگی کیوں ہو اور چونکہ پیغمبر کے لیے مطلق معجزہ کی ضرورت ہے اور آپ کا بڑا معجزہ قرآن ہے تو اس کو نہ ماننے کی کیا وجہ) کیا (اس کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ نے اس کو (اپنی طرف سے) خود بنا لیا ہے، آپ جواب میں فرما دیجئے کہ (اگر یہ میرا بنا یا ہوا ہے) تو (اچھا) تم بھی اس جیسی دس سورتیں (جو تمہاری) بنائی ہوئی (ہوں) لے آؤ اور (اپنی مدد کے لیے) جن جن غیر اللہ کو بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو پھر یہ کفار اگر تم لوگوں کا (یعنی پیغمبر ﷺ اور مؤمنین کا یہ) کہنا (کہ اس کی مثل بنا لاؤ) نہ کر سکیں تو تم (ان سے کہہ دو کہ اب تو) یقین کر لو کہ یہ قرآن اللہ ہی کے علم (اور قدرت) سے اترا ہے (اس میں اور کسی کے نہ علم کا دخل ہے اور نہ قدرت کا) اور یہ (بھی یقین کر لو) کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (کیونکہ معبود خدائی صفات میں کامل ہوتا ہے پھر اگر اور کوئی ہوتا تو اس کو قدرت بھی پوری ہوتی اور اس قدرت سے وہ تم لوگوں کی مدد کرتا کہ تم اس کی مثل لے آتے کیونکہ موقع تحقیق دین کا اس کو مقتضی تھا پس اس کے مثل بنانے سے ان کے عاجز ہونے سے رسالت اور توحید دونوں ثابت ہو گئے جب دونوں ثابت ہو گئے) تو اب بھی مسلمان ہوتے ہو (یا نہیں) جو شخص (اپنے اعمال خیر سے) محض حیات دنیوی (کی منفعت) اور اس کی رونق (حاصل کرنا) چاہتا ہے (جیسے شہرت و نیک نامی و جاہ۔ اور ثواب آخرت حاصل کرنے کی اس کی نیت نہ ہو) تو ہم ان لوگوں کے (ان) اعمال (کی جزاء) ان کو دنیا ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور ان کے لیے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہو (یعنی دنیا ہی میں ان کے اعمال کے عوض ان کو

www.toobaaelibrary.com

نیک نامی اور صحت و فراغ عیش و کثرت اموال و اولاد عنایت کر دیا جاتا ہے جب کہ ان کے اعمال کا اثر ان کے اضداد پر غالب ہو اور اگر اضداد غالب ہوں تو پھر یہ اثر نہیں مرتب ہوتا، یہ تو دنیا میں ہوا رہا آخرت میں، سو) یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لیے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ (ثواب وغیرہ) نہیں اور انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب (کا سب) ناکارہ (ثابت) ہوگا اور (واقع میں تو) جو کچھ کر رہے ہیں وہ (اب بھی) بے اثر ہے (بوجہ فسادنیت کے مگر صورت ظاہری کے اعتبار سے ثابت سمجھا جاتا ہے آخرت میں یہ ثبوت بھی زائل ہو جائے گا) کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کر سکتا ہے جو قرآن پر قائم ہو جو کہ اس کے رب کی طرف سے آیا ہے اور اس (قرآن) کے ساتھ ایک گواہ تو اسی میں موجود ہے (یعنی اس کا معجز ہونا جو کہ دلیل عقلی ہے) اور (ایک) اس سے پہلے (یعنی) موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب (یعنی تورات اس کے ساتھ شہادت کے لیے موجود ہے) جو کہ (احکام بتلانے کے اعتبار سے) امام ہے اور (احکام پر جو ثمرہ ملے گا اس کے اعتبار سے وہ کتاب سبب) رحمت ہے (اور یہ دلیل نقلی ہے، غرض قرآن کے صدق و صحت کے لیے عقلی اور نقلی دونوں دلیلیں موجود ہیں پس ان ہی دلائل کے سبب سے) ایسے لوگ (جن کا ذکر ہوا کہ وہ صاحب بینہ ہیں) اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور (کافر کا حال یہ ہے کہ) جو شخص دوسرے فرقوں میں سے اس قرآن کا انکار کرے گا تو دوزخ اس کے وعدہ کی جگہ ہے (پھر منکر قرآن مصدق قرآن کے برابر کب ہوا) سو (اے مخاطب) تم قرآن کی طرف سے شک میں مت پڑ جانا بلا شک و شبہ وہ سچی کتاب ہے تمہارے رب کے پاس سے (آئی ہے) لیکن (باوجود ان دلائل کے غضب ہے کہ) بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے۔ اور ایسے شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے (کہ اس کی توحید کا اس کے رسول کی رسالت کا اور اس کے کلام ہونے کا انکار کرے) ایسے لوگ (قیامت کے روز) اپنے رب کے سامنے (مفتری ہونے کی حیثیت سے) پیش کیے جائیں گے اور (اعمال کے) گواہ فرشتے (علی الاعلان) یوں کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں، سب سن لو کہ ایسے ظالموں پر خدا کی (زیادہ) لعنت ہے جو کہ (اپنے کفر و ظلم کے ساتھ) دوسروں کو بھی خدا کی راہ (یعنی دین) سے روکتے تھے اور اس (راہ دین) میں کجی (اور شبہات) نکالنے کی تلاش (اور فکر) میں رہا کرتے تھے (تاکہ دوسروں کو گمراہ کریں) اور آخرت کے بھی منکر تھے (یہ فرشتوں کے اعلان کا مضمون تھا، آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) یہ لوگ

www.toobaaelibrary.com

(تمام) زمین (کے تختہ) پر (بھی) خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے تھے (کہ کہیں جا چھپتے اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ نہ آتے) اور نہ ان کا خدا کے سوا کوئی مددگار ہوا (کہ بعد گرفتاری کے چھڑا لیتا) ایسوں کو (اوروں سے) دونی سزا ہوگی (ایک کافر ہونے کی اور ایک دوسروں کو کافر بنانے کی کوشش کرنے کی) یہ لوگ (مارے نفرت کے احکام الٰہی کو) سن نہ سکتے تھے اور نہ (غایت عناد سے راہ حق کو) دیکھتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو برباد کر بیٹھے اور جو معبود انہوں نے تراش رکھے تھے (آج) ان سے سب غائب (اور گم) ہو گئے (کوئی بھی تو کام نہ آیا پس) لازمی بات ہے کہ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی لوگ ہوں گے (یہ تو انجام ہوگا کافروں کا آگے مسلمانوں کا انجام مذکور ہے کہ) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے اچھے کام کیے اور (دل سے) اپنے رب کی طرف جھکے (یعنی انقیاد اور خشوع دل میں پیدا کیا) ایسے لوگ اہل جنت ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ رہا کریں گے (یہ دونوں کے انجام کا تفاوت بیان ہو گیا، آگے تفاوت حال کی مثال ہے جس پر انجام کا تفاوت مرتب ہوتا ہے پس ارشاد ہے کہ) دونوں فریق (مذکورین یعنی مؤمن و کافر) کی حالت ایسی ہے جیسے ایک شخص ہو اندھا اور بہرا بھی (جو کہ نہ عبارت کو سنے نہ اشارہ کو دیکھے تو اس کے سمجھنے کی عادۃً کوئی صورت ہی نہیں) اور ایک شخص ہو جو دیکھتا بھی ہو اور سنتا بھی ہو (اس کو سمجھنا بہت آسان ہو) کیا یہ دونوں شخص حالت میں برابر ہیں (ہرگز نہیں، یہی حالت کافر اور مسلمان کی ہے کہ وہ ہدایت سے بہت دور ہے اور یہ ہدایت سے موصوف ہے) کیا تم (اس فرق کو) سمجھتے نہیں (ان دونوں میں فرق بدیہی ہے اس میں شبہ کی گنجائش نہیں)

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۹، ۱۰: میں انسان کی دو قبیح عادتوں کا ذکر ہے یعنی غیر مستقل مزاج اور عجلت پسند، ناشکرا، ہمت ہار اور اترانے اور شیخی بگھارنے والا۔ انسان کا عجیب مزاج ہے کہ ایک صاحب اقتدار کے خاک و خون پر دوسرا شخص اپنے اقتدار کی بنیاد رکھتا ہے، اور فوراً ہی بھول جاتا ہے کہ سابقہ اقتدار کا مالک بھی اسی طرح رہتا تھا اور اس کے انجام سے بے خبر نئے اقتدار کے نشے میں سب بھول جاتا ہے پیغمبر اور کتابیں اسی لیے آتے ہیں کہ انسان بدلتے حالات اور تغیرات میں غور کرے اور دست قدرت کی مستور طاقت کا مشاہدہ کرے۔

"اَذَقْنَا" کے لفظ سے یہ بتا دیا کہ دونوں چیزیں نعمت و کلفت یہاں اصلی نہیں ہیں، نہ دنیا کی راحت مکمل اور نہ کلفت بلکہ بطور ذائقہ اور نمونہ کے ہیں تا کہ آخرت کی نعمتوں اور تکلیفوں کا کچھ اندازہ

www.toobaaelibrary.com

ہو سکے، خلاصہ یہ ہے کہ آج کل کی اصطلاح میں یہ ساری دنیا آخرت کا شوروم ہے۔

آیت ۱۴: اس میں مشرکین مکہ کی جانب سے لغو فرمائشوں اور ان بیہودہ فرمائشوں سے متضرر کے دلگیر ہونے پر آپ کی تسلی اور ان کے غلط اور لغو خیالات کی اصلاح کے لیے یہ آیات نازل ہوئیں، اگر ان کی فرمائش کے مطابق کر دیا جاتا تو نہ تو ایمان بالغیب رہتا جو ایمان کی اصل روح ہے، اور نہ انسان کا اپنا کوئی اختیار رہتا جو اس کے عمل کی روح ہے، اور نہ ماننے کی صورت میں فوری عذاب کا سامنا ہوتا تو یہ ایمان پر مجبور کرنے کی صورت ہوتی اور اس طرح کی فرمائش خود اس بات کی دلیل تھی کہ یہ خدا اور رسول کی حقیقت کو نہیں پہچانتے، رسول کو خدا کی طرح قادر مطلق سمجھتے ہیں۔

آیت ۱۳: معجزات کے طالب کے لیے یہ معجزہ قرآنی ایک ایسا معجزہ ہے جس کا انکار خود مشرکین بھی نہیں کر سکتے، لیکن اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ محمد ﷺ ایسا قرآن خود بنا سکتے ہیں تو تم بھی اس جیسی صرف دس سورتیں ہی بنا کر دکھلا دو، اور تم ہی نہیں، دنیا جہاں کے سب لوگ مل کر بھی بنا لیں، اور پھر بعد میں فرمایا کہ دس نہیں صرف ایک چھوٹی سی ایسی سورت بنا لاؤ (بقرہ) مگر وہ مشرکین اس تحدی کے باوجود کچھ نہ کر سکے، پس قرآن کریم کا اللہ تعالیٰ کا کلام ہونا ثابت ہو گیا لہٰذا فرمایا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ اور اسی خواب غفلت میں رہو گے۔

آیت ۱۵: دنیا میں خیرات اور خدمت خلق اور رفاہ عام کے کام وہی معتبر عند اللہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ہوں، ورنہ سب ایک بے روح ڈھانچہ ہیں، خواہ بظاہر کتنے ہی بھلے اور خوبصورت لگتے ہوں، مگر چوں کہ دنیا میں لوگوں کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اپنے کمال عدل و انصاف کی بنا پر ضائع نہ کر کے اسے راحت صحت، عزت اور ناموری دیدیتے ہیں، مَنْ كَانَ يُرِيْدُ یعنی ارادہ کرتا رہا، یعنی صرف دنیا ہی کا فائدہ چاہتے رہے۔ آخرت کی فکر کبھی ہوئی ہی نہیں۔

مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ آیت کفار کے حق میں ہے یا مسلمانوں کے یا دونوں کے لیے۔

آیت ۱۶، کے آخری جملے سے اس کے ظاہر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کفار ہی کے لیے ہے، بعض کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیے ہے، اور آخری جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ جب تک اعمال کی سزا نہ بھگت لیں گے۔ اس وقت تک بجز دوزخ کے کچھ نہ ملے گا مگر زیادہ راجح یہ ہے کہ یہ دونوں کے لیے ہے (مجاہد میمون بن مہران معاویہؓ نے اسی کو اختیار کیا ہے) حدیث انما الاعمال بالنیاب۔ بھی اسی معنی کی مؤید ہے یہ ایسا اصول ہے جو ہر مذہب و ملت میں مسلم ہے (قرطبی)

www.toobaaelibrary.com

مشکوٰۃ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی نیت اپنے اعمال میں طلب آخرت کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ دنیا میں ان کے دل کو غنی کر دیتے ہیں اور اس کی ضروریات کو پورا فرما دیتے ہیں دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آتی ہے۔ (ترمذی، مسند احمد عن انسؓ)

اور واضح رہے کہ یہ دنیا دو شرطوں کے ساتھ ہے: (۱) یہ کہ جس قدر دنیا چاہیں گے اتنا ہی دیں گے نہ کہ اس کی طلب کے برابر۔ (۲) یہ کہ اسی شخص کو دیں گے جسے دنیا بتقاضائے حکمت مناسب سمجھیں گے ہر ایک کو دینا ضروری نہیں ہے۔

آیت: ۱۷: اس میں خواہش دنیا رکھنے والوں کے مقابلہ میں مبشرؐ اور مومنین مخلصین کا بیان کیا ہے۔ بَیِّنَۃٌ سے مراد قرآن ہے۔ اور شَاهِدٌ سے مراد بقول حضرت تھانویؒ وہ اعجاز قرآنی ہے جو خود قرآن میں موجود ہے، اور دوسرا گواہ اس سے پہلے بصورت تورات آچکا ہے کہ اس میں قرآن کریم کا حق ہونا وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ الخ۔ یعنی دنیا کے تمام مذاہب اور ملتوں میں سے جو بھی آپ کا انکار کرے گا اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت بھی اسی طرح کی ہے، اس سے یہود و نصاریٰ وغیرہ کے بعض ظاہری اعمال کو دیکھ کر بعض جو انہیں حق پر سمجھتے ہیں، ان کی غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے۔ ان کا ایسا سمجھنا آیت مذکورہ اور مسلم کی صحیح روایت سے کھلا تصادم ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّىْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۙ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ۝ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ۭ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ۝ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔـلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّىْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚ اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَاۗءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ وَلَا يَنْفَعُكُمْ

www.toobaaelibrary.com

شَيْءٍ إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تُجْرِمُونَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر (یہ پیغام دے کر) بھیجا کہ تم اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت مت کرو اور جو بت تم نے قرار دے رکھے ہیں، وَدّ اور سُواع اور یغوث اور نسر کو چھوڑ دو، چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے جا کر ان سے فرمایا کہ) میں تم کو (درصورت عبادت غیر اللہ کے) صاف صاف ڈراتا ہوں (اور اس ڈرانے کی تفصیل یہ ہے کہ) میں تمہارے حق میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں سو ان کی قوم میں جو کافر سردار تھے وہ (جواب میں) کہنے لگے کہ (تم جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہو جیسا نذیر مبین سے معلوم ہوتا ہے تو ہمارے جی کو یہ بات نہیں لگتی کیونکہ) ہم تو تم کو اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں (اور بشر کا نبی ہونا دور از کار ہے) اور اگر (بعض لوگوں کے اتباع کرنے سے استدلال کیا جاوے تو وہ قابل استدلال نہیں کیونکہ) ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع انہیں لوگوں نے کیا ہے جو ہم میں بالکل رذیل ہیں (جن کی عقل اکثر خفیف ہوتی ہے پھر) وہ (اتباع) بھی محض سرسری رائے سے (ہوا ہے یعنی اول تو ان کی عقل ہی صائب نہیں غور کے بعد بھی غلطی کرتے دوسرے غور بھی نہیں کیا، اس لیے ایسے لوگوں کا تم کو نبی سمجھ لینا یہ کوئی حجت نہیں بلکہ بالعکس ہمارے اتباع سے مانع ہے کیوں کہ شرفاء کو رذیلوں کی موافقت سے عار آتی ہے نیز ایسے کم حوصلہ لوگوں کے اغراض بھی حصول مال یا ترفع ہوا کرتا ہے، سو یہ لوگ بھی دل سے ایمان نہیں لائے) اور (اگر یہ کہا جاوے کہ باوجود رذیل ہونے کے ان لوگوں کو کسی خاص امر کے اعتبار سے ہم پر فضیلت ہے جس کے اعتبار سے ان کی رائے اس باب میں صائب ہے سو) ہم تم لوگوں میں (یعنی تم میں اور مسلمانوں میں) کوئی بات اپنے سے زیادہ نہیں پاتے (اس لیے تم مسلمانوں کی رائے کو صحیح نہیں سمجھتے) بلکہ ہم تم کو (بالکل) جھوٹا سمجھتے ہیں، نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم (تم جو کہتے ہو کہ تمہاری نبوت جی کو نہیں لگتی تو) بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں (اس سے میری نبوت ثابت ہوتی ہو) اور اس نے مجھ کو اپنے پاس سے رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہو پھر وہ (نبوت یا اس کی حجت) تم کو نہ سوجھتی ہو تو (میں کیا کروں مجبور ہوں) کیا ہم اس (دعویٰ یا دلیل) کو تمہارے سر منڈھ دیں اور تم اس سے نفرت کیے چلے جاؤ، (مطلب یہ ہے کہ تمہارا یہ کہنا کہ جی کو نہیں

www.toobaaelibrary.com

لگتی یہ محض اس وجہ سے ہے کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ بشر رسول نہیں ہوسکتا جس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں، اور میرے پاس اس کے واقع اور صحیح ہونے کی دلیل موجود ہے یعنی معجزہ وغیرہ نہ کہ کسی کا اتباع، اس سے اس کا جواب بھی ہو گیا کہ ان کا اتباع حجت نہیں لیکن کسی دلیل کا فائدہ موقوف ہے غور و فکر پر وہ تم کرتے نہیں اور یہ میرے بس سے باہر ہے) اور (اتنی بات اور زائد فرمائی کہ) اے میری قوم (یہ تو سوچو کہ اگر میں نبوت کا غلط دعویٰ کرتا تو آخر اس میں میرا کچھ مطلب ہوتا مثلاً یہی ہوتا کہ اس کے ذریعہ سے خوب مال کماؤں گا تو تم کو معلوم ہے کہ) میں تم سے اس (تبلیغ) پر کچھ مال نہیں مانگتا، میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے (اسی سے آخرت میں اس کا طالب ہوں اسی طرح اور اغراض بھی اگر غور کرو تو منتفی پاؤ گے پھر جب کوئی غرض نہیں پھر مجھ کو جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ تھا خلاصہ یہ ہے کہ کذب دعویٰ کو کوئی امر مقتضی نہیں اور صدق دعویٰ پر دلیل قائم ہے پھر نبوت میں کیا شبہ ہوسکتا ہے) اور (تم جو اتباع ارذال کو اپنے اتباع سے مانع بتلاتے ہو اور صراحۃً یا دلالۃً یہ چاہتے ہو کہ میں ان کو اپنے پاس سے نکال دوں سو) میں تو ان ایمان والوں کو نکالتا نہیں (کیونکہ) یہ لوگ اپنے رب کے پاس (عزت و مقبولیت کے ساتھ) جانے والے ہیں (اور بھلا کوئی شخص مقربانِ شاہی کو نکالا کرتا ہے اور اس سے اس کا جواب ہو گیا کہ یہ لوگ دل سے ایمان نہیں لائے) لیکن واقعی میں تم لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ (خواہ مخواہ کی) جہالت کر رہے ہو (اور بے ڈھنگی باتیں کر رہے ہو) اور (بالفرض والتقدیر) اگر میں ان کو نکال دوں تو (یہ بتلاؤ کہ) مجھ کو خدا کی گرفت سے کون بچائے گا (کیا تم میں اتنی ہمت ہے جو ایسے بیہودہ مشورے دے رہے ہو) کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے اور (اس تقریر میں ان کے تمام شبہات کا جواب ہو گیا لیکن آگے ان سب جوابوں کا پھر تتمہ ہے یعنی جب میری نبوت دلیل سے ثابت ہے تو اول تو دلیل کے سامنے استبعاد کوئی چیز نہیں پھر یہ کہ وہ مستبعد بھی نہیں البتہ کسی امرِ عجیب و غریب کا اگر دعویٰ کرتا تو انکار و استبعاد چنداں منکر و مستبعد نہ تھا کو دلیل کے بعد پھر وہ بھی مسموع نہیں البتہ اگر دلیل بھی مقتضی استبعاد کو ہو تو پھر واجب ہے لیکن میں تو کسی ایسے امر عجیب کا دعویٰ نہیں کرتا چنانچہ) میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں (کہتا ہوں کہ میں) تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور (یہ تو اپنی نبوت کے متعلق ارشاد فرمایا، آگے اپنے تابعین کے متعلق ارشاد ہے یعنی) جو لوگ تمہاری نگاہوں میں حقیر ہیں میں ان کی نسبت (تمہاری طرح) یہ نہیں کہہ سکتا کہ (یہ لوگ دل سے ایمان نہیں لائے اس لیے) اللہ تعالیٰ ہرگز ان کو

www.toobaaelibrary.com

ثواب نہ دے گا ان کے دل میں جو کچھ ہو اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے (تو ممکن ہے کہ ان کے دلوں میں اخلاص ہو تو پھر میں ایسی بات کیونکر کہہ دوں) میں تو (اگر ایسی بات کہہ دوں تو) اس صورت میں ستم ہی کروں (کیونکہ بے دلیل دعویٰ کرنا گناہ ہے، جب نوح نے سب باتوں کا پورا پورا جواب دے دیا جس کا جواب پھر ان سے کچھ نہ بن پڑا تو عاجز ہو کر) وہ لوگ کہنے لگے کہ اے نوح تم ہم سے بحث کر چکے پھر اس بحث کو بڑھا بھی چکے سو (اب بحث چھوڑو اور) جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا کرتے ہو (کہ عذاب آجاوے گا) وہ ہمارے سامنے لے آؤ انہوں نے فرمایا کہ (اس کو لانے والا میں کون ہوں مجھ کو پہنچا دینے سنا دینے کا حکم تھا سو میں بجالا چکا) اس کو تو اللہ تعالیٰ بشرطیکہ اس کو منظور ہو تمہارے سامنے لاوے گا اور اس وقت پھر) تم اس کو عاجز نہ کر سکو گے (کہ وہ عذاب واقع کرنا چاہے اور تم نہ ہونے دو) اور (جو میرا کام تھا پہنچا دینا اور بتا دینا اس میں میں نے تمہاری پوری خیر خواہی اور دل سوزی کی لیکن) میری خیر خواہی تمہارے کام نہیں آسکتی گو میں تمہاری کیسی ہی خیر خواہی کرنا چاہوں جب کہ اللہ ہی کو تمہارا گمراہ کرنا منظور ہو (جس کی وجہ تمہارا عناد و استکبار ہے مطلب یہ کہ جب تم ہی اپنی بدقسمتی سے اپنے لیے نفع حاصل کرنا اور نقصان سے بچنا نہ چاہو تو میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے) وہی تمہارا مالک ہے (اور تم مملوک تو تم پر اس کے تمام حقوق واجب ہیں اور تم ان کو برابر عناد ضائع کر کے مجرم ہو رہے ہو) اور اسی کے پاس تم کو جانا ہے (وہ تمہارے اس سارے عناد و کفر کی کسر نکال دے گا) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمدؐ نے یہ قرآن خود تراش لیا ہے آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ اگر (بالفرض) میں نے تراشا ہوگا تو میرا جرم مجھ پر (عائد) ہوگا (اور تم میرے جرم سے بری الذمہ ہو گے) اور (اگر تم نے یہ دعویٰ تراشا ہوگا یعنی مجھ پر بہتان لگایا ہوگا تو تمہارا جرم تمہیں عائد ہوگا اور) میں تمہارے اس جرم سے بری الذمہ رہوں گا۔

تلخیص و معارف و مسائل

آیت: ۲۷: قوم نوح کا یہ خیال تھا کہ رسول کو جنس بشری سے نہ ہونا چاہیے بلکہ کوئی فرشتہ ہو جس کا امتیاز سبھی کو تسلیم ہو، اس کا جواب آیت ۳۱، میں دیا گیا فرشتہ، انسانی ضروریات کا احساس نہیں کر سکتا تھا، اور بغیر اس احساس کے انسان عمل میں اس کا اتباع کیسے کر سکتے البتہ انسان میں سے ہونا تو فطری ہے ہی ضروری یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی بینہ اور حجت ہو جسے دیکھ کر تسلیم کرنا آسان ہو جائے، اور یہ بینات معجزات ہوتے ہیں، حضرت نوح نے فرمایا کہ بینہ اور حجت تو میرے ساتھ ہے تم دیکھتے تو انکار

www.toobaaelibrary.com

نہ کرتے مگر عناد نے تمہاری نگاہوں کو اندھا کر دیا اور تم انکار کر بیٹھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زبردستی کسی کو مسلمان یا مومن بنانا کسی دور نبوت میں جائز نہیں رکھا گیا۔ اسی سے یہ بھی پتہ چلا کہ فرشتہ کو رسول کیوں نہ بنایا گیا، اسے دیکھ کر ایمان لانا ایک جبری عمل ہو جاتا، اور ایسا ایمان شرعاً مقبول نہیں۔ بلکہ مطلوب تو ایمان بالغیب ہے دوسرا اعتراض یہ تھا کہ اگر آپ کی بات صحیح ہوتی تو قوم کے بڑے لوگ قبول کرتے، مانراک اتبعک الخ اور ہم ایمان لائیں تو ہمیں بھی انھیں اراذل کے ساتھ نمازوں کی صفوں میں اور دیگر مجالس میں ان کے برابر بیٹھنا پڑے گا یہ ہم سے نہیں ہو سکتا یہ خیال ان کا حقیقت سے دوری کا نتیجہ تھا کیوں کہ مالدار لوگ جاہ و مال کے نشہ میں صحیح اور حق بات سمجھنے سے دور رہتے ہیں، غربا کے لیے یہ رکاوٹیں نہیں ہوتیں زمانہ قدیم سے یہی حال رہا، پچھلی کتابوں میں اس کی تصریحات موجود ہیں، اسی لیے شاہ روم ہرقل نے سوال کیا تھا کہ پیغمبر کے متبعین کیسے لوگ ہیں، کمزور غریب یا بڑے لوگ؟ جواب میں ان سے کہا کہ یہ تو سچے نبی ہونے کی علامت ہے کیوں کہ اوّل اوّل متبعین انبیاء یہی لوگ ہوتے ہیں۔ اصل رذیل وہ ہے جو اپنے مالک خالق اور رب کو نہ پہچانے، بہرحال آیت ۳۱، میں اور اس کے بعد ان کے جاہلانہ اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۚ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۖ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۚ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۚ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۚ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَنَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۚ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝ وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۚ اِنِّيْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝

www.toobaaelibrary.com

قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۖ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝ قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ أُمَمٍ مِمَّنْ مَعَكَ ۚ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ ۖ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَٰذَا ۖ فَاصْبِرْ ۖ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر اور (جب نصیحت کرتے ہوئے ایک زمانہ دراز گذر گیا اور کچھ اثر نہ ہوا تو) نوح (علیہ السلام) کے پاس وحی بھیجی گئی کہ سوا ان کے جو (اس وقت تک) ایمان لا چکے ہیں اور کوئی (نیا) شخص تمہاری قوم میں سے ایمان نہ لاوے گا سو جو کچھ یہ لوگ (کفر و ایذاء و استہزاء) کر رہے ہیں اس پر کچھ غم نہ کرو (کیونکہ غم تو خلاف توقع سے ہوتا ہے جب ان سے مخالفت کے سوا کوئی اور توقع ہی نہیں پھر کیوں غم کیا جاوے) اور (چونکہ ہمارا ارادہ اب ان کو غرق کرنے کا ہے اور اس لیے طوفان آنے کو ہے پس) تم (اس طوفان سے بچنے کے لیے) ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کر لو (کہ اس کے ذریعہ سے طوفان سے تم اور مؤمنین محفوظ رہو گے) اور (یہ سن لو کہ) مجھ سے کافروں (کی نجات) کے بارے میں کچھ گفتگو مت کرنا (کیونکہ) وہ سب غرق کیے جاویں گے (ان کے لیے یہ قطعی طور پر تجویز ہو چکا ہے تو ان کی سفارش بے کار ہوگی۔ غرض نوح نے سامان کشتی کا جمع کیا) اور وہ کشتی تیار کرنے لگے (خواہ خود یا دوسرے کاریگروں کے ذریعہ سے) اور (اثنائے تیاری میں) جب کبھی ان کی قوم میں کسی رئیس گروہ کا ان پر گذر ہوتا تو ان (ان کو کشتی بناتا دیکھ کر اور یہ سن کر کہ طوفان آنے والا ہے) ان سے ہنسی کرتے (کہ دیکھو پانی کا کہیں نام و نشان نہیں مفت مصیبت جھیل رہے ہیں) آپ فرماتے کہ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم تم پر ہنستے ہیں سو ابھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر (دنیا میں) عذاب آیا جاتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور (بعد مرگ) اس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے (غرض اسی طرح کے مکالمات اور معاملات ہوا کرتے) یہاں تک کہ جب ہمارا حکم (عذاب کا قریب) آ پہنچا اور زمین سے پانی ابلنا شروع ہوا اور یہ علامت تھی طوفان شروع ہو جانے کی اور اوپر سے پانی برسنا شروع ہوا اس وقت) ہم نے (نوح سے) فرمایا کہ ہر قسم (کے جانوروں) میں سے (جو کہ انسان کے لیے کارآمد ہیں اور پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے) ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو عدد اس (کشتی) میں چڑھا لو اور اپنے گھر والوں کو بھی (چڑھا لو) باستثناء اس کے جس پر (غرق ہونے کا)

www.toobaaelibrary.com

حکم نافذ ہو چکا ہے (یعنی ان میں جو کافر ہو جن کی نسبت اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ کہہ دیا گیا ہے، اس کو سوار مت کرنا اور گھر والوں کے علاوہ) دوسرے ایمان والوں کو بھی (سوار کر لو) اور بجز قلیل آدمیوں کے ان کے ساتھ کوئی ایمان نہ لایا تھا (بس ان ہی کے سوار کرنے کا حکم ہو گیا) اور نوح (علیہ السلام) نے (سب جانوروں کو سوار کر کے اپنے متبعین سے) فرمایا کہ (آؤ) اس کشتی میں سوار ہو جاؤ (اور غرق سے کچھ اندیشہ مت کرنا کیونکہ) اس کا چلنا اور ٹھہرنا (سب) اللہ ہی کے نام سے ہے۔ (اور وہی اس کے محافظ ہیں پھر اندیشہ کیوں کیا جاوے اور گو بندوں کے گناہ مقتضی غرق کو ہیں مگر) بالیقین میرا رب غفور ہے رحیم ہے (وہ اپنی رحمت سے گناہ بخش دیتا ہے اور حفاظت بھی کرتا ہے، غرض سب کشتی میں سوار ہو گئے اور اس انبار میں پانی بڑھ گیا) اور کشتی ان کو لے کر پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے (ایک سگے یا سوتیلے) بیٹے کو (جس کا نام کنعان تھا اور وہ باوجود فہمائش کے ایمان نہ لایا تھا اور بوجہ ایمان نہ لانے کے کشتی میں سوار نہ کیا گیا تھا اور اس وقت کشتی کنارے کے قریب ہی تھی اور وہ کنارہ پر موجود تھا بطور آخری دعوت کے) پکارا اور وہ (کشتی سے علیحدہ مقام پر تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے (کشتی میں سوار ہونے کی شرط کہ ایمان ہے بجا لا کر جلدی) ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور (عقیدہ میں) کافروں کے ساتھ مت ہو (یعنی کفر کو چھوڑ دے کہ غرق سے بچ جاوے) وہ کہنے لگا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی (میں غرق ہونے) سے بچا لے گا (کیونکہ وہ وقت ابتدار طوفان کا تھا پہاڑوں کے اوپر نہ پہنچا تھا) نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ آج اللہ کے قہر سے کوئی بچانے والا نہیں (نہ پہاڑ نہ اور کوئی چیز) لیکن جس پر وہی رحم کرے (تو اس کو خود ہی بچا لے، غرض کنعان اس وقت بھی ایمان نہ لایا اور پانی زور و شور کے ساتھ اس طرف سے بڑھ گیا) اور دونوں (باپ بیٹوں) کے بیچ میں ایک موج حائل ہو گئی پس وہ (بھی مثل دوسرے کافروں کے) غرق ہو گیا اور (جب کفار سب غرق ہو چکے تو) حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی (جو کہ تیری سطح پر موجود ہے) نگل جا، اور اے آسمان (برسنے سے) تھم جا (چنانچہ دونوں امر واقع ہو گئے) اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور کشتی (کوہ) جودی پر آ ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور۔ اور جب نوح (علیہ السلام نے کنعان کو ایمان لانے کے لیے فرمایا اور اس نے نہ مانا تو اس کے غرق ہونے کے قبل انہوں) نے (اس امید پر کہ شاید حق تعالیٰ اپنی قدرت سے اس کے دل میں ایمان القاء فرما دے اور ایمان لے آوے) اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا کہ

www.toobaaelibrary.com

اے میرے رب میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا (یہ) وعدہ بالکل سچا ہے (کہ میرے گھر والوں میں جو ایمان والے ہیں ان کو بچالوں گا) اور (گو یہ سردست ایمان والا اور مستحق نجات نہیں ہے لیکن) آپ احکم الحاکمین (اور بڑی قدرت والے) ہیں (اگر آپ چاہیں تو اس کو مومن بنادیں تاکہ یہ بھی اس وعدۂ حقہ کا محل بن جائے، خلاصہ معروض کا دعا تھی اس کے مؤمن ہو جانے کے لیے) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوح یہ شخص (ہمارے علم ازلی میں) تمہارے (ان) گھر والوں میں نہیں (جو ایمان لاکر نجات پاویں گے یعنی اس کی قسمت میں ایمان نہیں بلکہ) یہ (خاتمہ تک) تباہ کار (یعنی کافر رہنے والا) ہے سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں (یعنی ایسے امر محتمل کی دعا مت کرو) میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادانوں میں داخل نہ ہو جاؤ، نوح نے عرض کیا کہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ آئندہ) آپ سے ایسے امر کی درخواست کروں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو اور (گذشتہ معاف کر دیجئے کیونکہ) اگر آپ میری مغفرت نہ فرماویں گے اور مجھ پر رحم نہ فرماویں گے تو میں بالکل تباہ ہی ہو جاؤں گا (جب جودی پر کشتی ٹھہرنے کے چند روز بعد بالکل پانی اتر گیا اس وقت نوح سے) کہا گیا (یعنی اللہ تعالیٰ نے خود یا کسی فرشتہ کے ذریعہ سے ارشاد فرمایا) کہ اے نوح (اب جودی پر سے زمین پر) اترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لیکر جو تم پر نازل ہوں گی اور ان جماعتوں پر کہ تمہارے ساتھ ہیں (کیونکہ ساتھ والے سب مسلمان تھے اور اس علت کے اشتراک سے قیامت تک کے مسلمانوں پر بھی سلام و برکات کا نزول ہو گیا) اور (چونکہ یہ کلام بعد والے مسلمانوں پر بھی برکات کے نازل ہونے پر دلالت کرتا ہے، اور بعد والوں میں بعضے کافر بھی ہوں گے اس لیے ان کا حال بھی بیان فرماتے ہیں کہ) بہت سی ایسی جماعتیں بھی ہوں گی کہ ہم ان کو (دنیا میں) چند روز عیش دیں گے پھر (آخرت میں) ان پر ہماری طرف سے سزا سخت واقع ہوگی، یہ قصہ (آپ کے اعتبار سے) منجملہ اخبار غیب کے ہے جس کو ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو پہنچاتے ہیں اس (قصہ) کو اس (ہمارے بتلانے) کے قبل نہ آپ جانتے تھے نہ آپ کی قوم (جانتی تھی، اس اعتبار سے غیب تھا اور بجز وحی کے دوسرے سب اسباب علم کے یقیناً مفقود ہیں پس ثابت ہو گیا کہ آپ کو وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے اور یہی نبوت ہے لیکن یہ لوگ بعد ثبوت نبوت کے بھی آپ کی مخالفت کرتے ہیں) سو صبر کیجئے (جیسا اس قصہ میں نوح کا صبر آپ کو معلوم ہوا ہے) یقیناً نیک انجامی متقیوں کے لیے ہے (جیسا نوح کے قصہ میں معلوم ہوا کہ

www.toobaaelibrary.com

کفار کا انجام برا اور مسلمانوں کا انجام اچھا ہوا اسی طرح ان کفار کا چند روزہ زور شور ہے پھر اخیر میں غلبہ حق ہی کو ہوگا)۔

تلخیص معارف ومسائل

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو ساڑھے نو سو سال کی طویل عمر عطا فرمائی، اس طویل عمر میں آپ ہمیشہ اپنی قوم کو دین حق کی دعوت دیتے رہے قوم کی طرف سے سخت سے سخت ایذاؤں کا سامنا کرنا پڑا، قوم ان پر پتھراؤ بھی کرتی رہی حتی کہ آپ بے ہوش ہو جاتے، ہوش آنے پر یہی دعا کرتے کہ اللہ انھیں معاف کر دے یہ جاہل ہیں، ایک نسل کے بعد دوسری اور پھر تیسری نسل تک اس امید پر دعوت دیتے رہے کہ شاید قبول کر لیں۔ مگر صدیاں گذر جانے کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی حالت زار کی شکایت کی جو سورہ نوح آیت ۵، سے مذکور ہے۔ حد سے زیادہ جب قوم نوح کا جور وظلم گذر گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح کو مخاطب کر کے فرمایا جو آیات میں مذکور ہے۔

دوسری بات یہ فرمائی کہ ہم ان پر پانی کا عذاب بھیجنے والے ہیں اس لیے آپ اپنے اہل وعیال اور جتنے مسلمان مع ضروریات کے ہیں ان کے لیے ایک کشتی بنا لیجئے اور آخر میں فرمایا کہ ایمان لانے والے اور کشتی میں سوار مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ قوم کو طوفان میں غرق کر دیئے جانے کی خبر پر آپ نے وہ بددعا دی جو سورۂ نوح آیت ۲۶، میں مذکور ہے۔

سیدنا حضرت نوحؑ کشتی سازی جانتے نہیں تھے اسی لیے فرمایا بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا سیدنا حضرت جبرئیل نے طریقہ بتلایا، سال کی لکڑی میں سے کشتی تیار کی معلوم ہوا کہ اشیاء ضرورت کی صنعت کاری اتنی اہمیت رکھتی ہے کہ بطور وحی انبیاء علیہم السلام کو سکھائی گئی ہے۔

طوفان آئے گا مگر آپ اپنی شفقت کی بناء پر ظالموں کے بارے میں کوئی سفارش نہ کریں۔ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا... الخ۔

آیت: ۳۸، میں سفینہ سازی کے زمانہ میں قوم کی غفلت اور انجام بد سے بے فکری کا حال ذکر کیا گیا ہے، قوم کشتی سازی کا مذاق اڑاتی تھی کہ یہاں پینے کے لیے پانی کا قحط ہے اور یہ بزرگ خشکی میں کشتی چلانے کی فکر میں ہیں، حضرت نوحؑ نے جواب دیا کہ تم استہزاء کرتے ہو تو یاد رکھو کہ ایسا بھی دن آنے والا ہے جس میں ہم تم سے استہزاء کریں گے یعنی ایسے حالات پیش آئیں گے جو خود تمہارے استہزاء کے موجب ہوں گے کیوں کہ حقیقتاً استہزاء اور تمسخر شان انبیاء کے خلاف ہے، سب

www.toobaaelibrary.com

کے لیے حرام ہے، لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ الخ یہاں مراد ہے ان کے استہزاء کا عملی جواب جیسا کہ آیت ۳۹ میں ہے کہ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا، عَذَابٌ مُّقِيمٌ سے آخرت کا دائمی عذاب مراد ہے۔

آیت ۴۰ سے طوفان کی ابتداء اور اس سے متعلقہ ہدایات اور واقعات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے "التَّنُّوْرُ" متعدد معنی میں استعمال ہوتا ہے، سطح زمین، روٹی پکانے کے تنور کو کہتے ہیں، زمین کے بلند حصے کے لیے بھی بولا جاتا ہے، بعض نے کہا حضرت نوح کا تنور کوفہ میں تھا وہ مراد ہے، اکثر مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہر جگہ سے پانی ابلنا شروع ہوا جیسا کہ سورۃ قمر آیت ۱۲ میں وارد ہے وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا زمین سے چشمے ہی چشمے پھوٹ پڑے۔

"مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ" سے معلوم ہوا کہ کشتی نوح میں دنیا بھر کے جانور نہیں جمع کیے گئے تھے بلکہ وہ جانور جو نر و مادہ کے جوڑے سے پیدا ہوتے ہیں اور پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس سے دریائی جانور نکل گئے، اور خشکی کے جانور جو بغیر نر و مادہ کے پیدا ہونے والے حشرات الارض سب نکل گئے صرف پالتو جانور گائے بیل، بھینس بکری وغیرہ رہ گئے۔ اس سے وہ سطحی شبہ بھی نہ رہا کہ کشتی میں اتنے سارے دنیا بھر کے جانور کیسے جمع ہو گئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ کل آدمیوں کی تعداد اسی تھی، ان میں حضرت نوح کے تین بیٹے سام حام اور یافث اور ان کی تین بیویاں تھیں چوتھا بیٹا کنعان کفار کے ساتھ رہ کر غرق طوفان ہوا۔

آیت ۴۱، میں کشتیوں اور دیگر سواریوں پر سوار ہونے کے آداب کا ذکر ہے، واضح رہے کہ ہر سواری کا چلنا اور ٹھہرنا صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہے آج کی سائنسی دنیا میں انسان سمجھتا ہے کہ طرح طرح کی سواریاں خشکی تری اور فضائی، اس نے بنائی ہیں، کیا اس کے میٹریل لوہا، لکڑی، پیتل، المونیم وغیرہ ساری اشیاء انسان نے پیدا کیے ہیں، انسان تو ایک فٹ لکڑی بھی نہیں پیدا کر سکتا بنا سکنا، پھر اسے بنانے کی عقل و فہم کس نے دی، کیا پٹرول، پانی، ان میں آکسیجن، ہائڈروجن کی طاقتیں انسان نے بنائیں؟ اگر غور کرے تو انسان اس دور عروج میں بھی اپنی بے بسی ہی کا مشاہدہ کرے گا اور اقرار کرے گا کہ سب کچھ خدائی قدرت میں ہے، اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے ذریعے غفلت کے اس پردے کو چاک کرتے ہیں، اور بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا کی اصل حقیقت سامنے کر دیتے ہیں۔

آیت ۴۲، یا تو حضرت نوح کو اپنے بیٹے کنعان کے کافر ہونے کا یقینی طور پر علم نہ تھا یا یہ کہ کفر

www.toobaaelibrary.com

سے توبہ کر کے ایمان لانے کی دعوت کے طور پر کشتی میں سوار ہونے کی نصیحت فرمائی۔

تاریخی روایات میں ہے کہ طوفانِ نوح کا پانی جودی سے بڑے بڑے پہاڑ کی چوٹی سے پندرہ گز یا چالیس گز اونچائی پر تھا۔

آیت ۴۴، میں طوفان کے ختم ہونے اور حالات کے ہموار ہونے کا بیان ہے، آسمان سے جتنا برسا ہوا پانی زمین پر تھا اسے قدرت نے دریاؤں اور نہروں کی شکل دیدی جسے انسان فائدہ اٹھائے۔ (قرطبی و مظہری)

جودی پہاڑ آج بھی اسی نام سے قائم ہے، محل وقوع حضرت نوح کے وطن اصلی عراق موصل کے شمال میں جزیرہ ابن عمر کے قریب آرمینیہ کی سرحد پر ہے۔ حضرت نوح ۱۰ رجب کو کشتی پر سوار ہوئے تھے چھ ماہ تک یہ کشتی طوفان کے اوپر چلتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کو اوپر بلند کر کے غرق سے بچالیا تھا جب کشتی اس مقام پر پہنچی تو سات بار طواف کیا پھر ۱۰ محرم یوم عاشورہ کو طوفان ختم ہو کر کشتی جودی پر ٹھہری حضرت نوح نے بطور شکرانہ اس روز روزہ رکھا اور سب سواریوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

آیت ۴۶، اس آیت سے پتہ چلا کہ حضرت نوح کو اپنے اس بیٹے کے کفر کا پورا حال معلوم نہ تھا اس کے نفاق کی وجہ سے اسے مسلمان ہی جانتے تھے، اگر حقیقت حال آپ کو معلوم ہوتی تو دعا نہ کرتے کیوں کہ بصراحت ہدایت پہلے ہی دی جا چکی تھی لَا تُخَاطِبْنِیْ الخ اس صاف حکم کے بعد ناممکن تھا کہ پیغمبر خدا اس کی خلاف ورزی کی جرأت کرتے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ کافر اور ظالم کے لیے دعا جائز نہیں۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ ——— مومن و کافر میں رشتہ اخوت نہیں ہو سکتا، وطنی یا نسبی بنیاد پر قومیت کی تعمیر اصول اسلام سے بغاوت ہے، دینی معاملات میں قرابتوں کی کوئی رعایت نہ ہوگی، ہاں دینوی معاملات میں حسن معاشرت حسن اخلاق اور احسان و کرم کا سلوک ایک الگ چیز ہے وہ غیر صالح سے بھی جائز بلکہ مستحسن اور ثواب ہے۔

آیت: ۴۷، اس سے معلوم ہوا کہ آئندہ خطا سے بچنے کے لیے تنہا اپنے عزم و ارادہ پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور دعا کرے کہ یا اللہ آپ ہی مجھے خطاؤں اور گناہوں سے بچا سکتے ہیں۔

آیت: ۴۸، سے پتہ چلا کہ طوفان کے بعد دنیا میں ساری انسانی آبادی حضرت نوح کی اولاد ہے، دوسری جگہ ارشاد ہے وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ۝ اسی لیے اہل تاریخ آپ کو آدم ثانی کا نام دیتے ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

اُمَم: کے لفظ سے وہ تمام نسل انسانی داخل ہے جو قیامت تک پیدا ہوگی جن میں کافر بھی ہوں گے مگر جو کافر ہوں گے ان کے لیے فرمادیا۔ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

پیغمبر نے جب طوفانِ نوح کا یہ قصہ بذریعہ وحی اپنی قوم کو سنایا تو یہ خود آپ کے نبی برحق ہونے کی ایک شہادت بن گیا۔

آیت: ۴۹، میں پیغمبر کو تسلی دینے کے لیے فرمایا کہ اگر آپ کو کچھ بدبخت نہیں مانتے تو آپ کو اسوۂ نوح دیکھنا چاہیے کہ ایک ہزار سال کے قریب کی طویل مدت اذیتوں میں گذار دی، جس طرح انھوں نے صبر کیا آپ بھی ایسے ہی صبر سے کام لیں۔ فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ انجام کار کامیابی متقی لوگوں کو ہی ملے گی۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ○ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ○ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْۗءٍ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ○ اِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَي اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِنْ دَاۗبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۡ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ○ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ○ وَتِلْكَ عَادٌ ۭ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ○ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ○ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ○ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ ۤ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا ۭ وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ○ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۭ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ○ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا

www.toobaaelibrary.com

يَوْمٍ يَّاْخُذُكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝ فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور ہم نے (قوم) عاد کی طرف ان کے (برادری یا وطن کے) بھائی (حضرت) ہود (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا، انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں تم (اس بت پرستی کے اعتقاد میں) محض مفتری ہو (کیونکہ اس کا باطل ہونا دلیل سے ثابت ہے) اے میری قوم (میری نبوت جو دلائل سے ثابت ہے اس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ) میں تم سے (تبلیغ) پر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا میرا معاوضہ تو صرف اس (اللہ) کے ذمہ ہے جس نے مجھ کو (عدم محض سے) پیدا کیا پھر کیا تم (اس کو) نہیں سمجھتے (کہ دلیل نبوت موجود ہے اور اس کے خلاف کوئی وجہ شبہ کی نہیں پھر نبوت میں شبہ کی کیا وجہ) اور اے میری قوم تم اپنے گناہ (کفر و شرک وغیرہ) اپنے رب سے معاف کراؤ (یعنی ایمان لاؤ اور) پھر (ایمان لا کر) اس کی طرف (عبادت سے) متوجہ رہو (یعنی عمل صالح کرو پس ایمان و عمل صالح کی برکت سے) وہ تم پر خوب بارش برسا دے گا (درمنثور میں ہے کہ قوم عاد پر تین سال متواتر قحط پڑا تھا اور ویسے بارش خود بھی مطلوب ہے) اور ایمان و عمل کی برکت سے) تم کو قوت دے کر تمہاری قوت (موجودہ) میں ترقی کر دے گا (پس ایمان لے آؤ) اور مجرم رہ کر (ایمان سے) اعراض مت کرو، ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے ہود آپ نے ہمارے سامنے (اپنے رسول من اللہ ہونے کی) کوئی دلیل تو پیش نہیں کی (یہ قول ان کا عناداً تھا) اور ہم آپ کے (صرف) کہنے سے تو اپنے معبودوں (کی عبادت) کو چھوڑنے والے ہیں نہیں اور ہم کسی طرح آپ کا یقین کرنے والے نہیں (اور) ہمارا قول تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے آپ کو کسی خرابی میں (مثل جنون وغیرہ کے) مبتلا کر دیا ہے (چونکہ آپ نے ان کی شان میں گستاخی کی انہوں نے بادلا کر دیا اس لیے ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو کہ خدا ایک ہے میں نبی ہوں) ہود (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (تم جو کہتے ہو کہ کسی بت نے مجھ کو بادلا کر دیا ہے تو) میں (علی الاعلان) اللہ کو گواہ کرتا ہوں

www.toobaaelibrary.com

اور تم بھی (سن لو اور) گواہ رہو کہ میں ان چیزوں سے (بالکل) بیزار ہوں جن کو تم خدا کے سوا شریک (عبادت) قرار دیتے ہو سو، (میری عداوت اول تو پہلے سے ظاہر ہے اور اب اس اعلان برأت سے اور زیادہ مؤکد ہو گئی تو اگر ان بتوں میں کچھ قوت ہے تو) تم (اور وہ) سب مل کر میرے ساتھ (ہر طرح کا) داؤ گھات کر لو (اور) پھر مجھ کو ذرا مہلت نہ دو (اور کوئی کسر نہ چھوڑو دیکھوں تو سہی میرا کیا کر لیں گیں اور جب وہ مع تمہارے کچھ نہیں کر سکتے تو اکیلے تو کیا خاک کر سکتے ہیں اور میں یہ دعویٰ اس لیے دل کھول کر کر رہا ہوں کہ بت تو محض عاجز ہیں ان سے تو اس لیے نہیں ڈرتا، رہ گئے تم، سو گو تم کو کچھ قدرت طاقت حاصل ہے لیکن میں تم سے اس لیے نہیں ڈرتا کہ) میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے جو میرا مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے (یعنی سب اس کے قبضے میں ہیں، بے اس کے حکم کے کوئی کان نہیں ہلا سکتا اس لیے میں تم سے بھی نہیں ڈرتا اور اس تقریر سے ایک نیا معجزہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ایک شخص تن تنہا ایسے بڑے بڑے زور آور لوگوں سے ایسی مخالفانہ باتیں کرے اور وہ اس کا کچھ نہ کر سکیں پس وہ جو کہتے تھے مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ اس سے اس کا بھی ایک جواب ہو گیا کہ اگر معجزہ سابقہ سے قطع نظر کی جاوے تو یہ دوسرا معجزہ ہے پس نبوت پر دلیل قائم ہو گئی اور اس میں جو منشا اشتباہ تھا اِعْتَرَاكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ اس کا بھی جواب ہو گیا پس نبوت ثابت ہو گئی اس سے توحید کا وجوب بھی ثابت ہو گیا جس کی طرف میں دعوٰی کرتا ہوں اور تمہارا کہنا مَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا الخ باطل ہو گیا اور صراط مستقیم یہی ہے اور) یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر (چلنے سے ملتا) ہے (پس تم بھی اس صراط مستقیم کو اختیار کرو تا کہ مقبول و مقرب ہو جاؤ) پھر اگر (اس بیان بلیغ کے بعد بھی) تم (راہ حق سے) پھرے رہو گے تو میں تو (معذور سمجھا جاؤں گا کیونکہ) جو پیام دے کر مجھ کو بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں (لیں تمہاری کم بختی آوے گی کہ تم کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا) اور تمہاری جگہ میرا رب دوسرے لوگوں کو اس زمین میں آباد کر دے گا (سو تم اس اعراض و کفر میں اپنا ہی نقصان کر رہے ہو) اور اس کا تم کچھ نقصان نہیں کر رہے ہو (اور اگر اس ہلاک میں کسی کو یہ شبہ ہو کہ خدا کو کیا خبر کہ کون کیا کر رہا ہے تو خوب سمجھ لو کہ) بالیقین میرا رب ہر شئے کی نگہداشت کرتا ہے (اس کو سب خبر رہتی ہے، غرض ان تمام حجتوں پر بھی ان لوگوں نے نہ مانا) اور (سامان عذاب شروع ہوا سو) جب ہمارا حکم (عذاب کے لیے) پہنچا (اور ہوا کے طوفان کا عذاب

www.toobaaelibrary.com

نازل ہوا تو) ہم نے ہود (علیہ السلام) کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے (اس عذاب سے) بچا لیا) اور ان کو ہم نے ایک بہت ہی سخت عذاب سے بچا لیا (آگے اوروں کو عبرت دلانے کے لیے فرماتے ہیں) اور یہ (جن کا ذکر ہوا) قوم عاد تھی جنہوں نے اپنے رب کی آیات (یعنی دلائل اور احکام) کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور تمام تر ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم (اور) ضدی تھے اور (ان افعال کا یہ نتیجہ ہوا کہ) اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی (ان کے ساتھ ساتھ رہے گی چنانچہ دنیا میں اس کا اثر عذاب طوفان سے ہلاک ہونا تھا اور آخرت میں دائمی عذاب ہوگا) خوب سن لو، قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، خوب سن لو (اس کفر کا یہ نتیجہ ہوا کہ) رحمت سے دوری ہوئی (اور دونوں جہاں میں) عاد کو جو کہ ہود (علیہ السلام) کی قوم تھی، اور ہم نے (قوم) ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا کہ اے میری قوم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں (اس کا تم پر یہ انعام ہے کہ) اس نے تم کو زمین (کے مادہ سے) پیدا کیا اور تم کو اس (زمین) میں آباد کیا (یعنی ایجاد و ابقاء دونوں نعمتیں عطا فرمائیں جس میں سب نعمتیں آ گئیں، جب وہ ایسا منعم ہے) تو تم اپنے گناہ (شرک و کفر وغیرہ) اس سے معاف کراؤ (یعنی ایمان لاؤ اور) پھر (ایمان لا کر) اس کی طرف (عبادت سے) متوجہ رہو (یعنی عمل صالح کرو) بے شک میرا رب (اس شخص سے) قریب ہے (جو اس کی طرف متوجہ ہو اور اس شخص کی عرض) قبول کرنے والا ہے (جو اس سے گناہ معاف کراتا ہے) وہ لوگ کہنے لگے اے صالح تم تو اس کے قبل ہم میں ہونہار (معلوم ہوتے) تھے (یعنی ہم کو تم سے یہ امید تھی کہ اپنی لیاقت و وجاہت سے فخر قوم اور ہمارے لیے مایۂ ناز اور ہمارے لیے سرپرست بنو گے، افسوس اس وقت جو ایسی باتیں کر رہے ہو اس سے تو ساری امیدیں خاک میں ملتی نظر آتی ہیں) کیا تم ہم کو ان چیزوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں (یعنی تم ان سے منع مت کرو) اور جس دین کی طرف تم ہم کو بلا رہے ہو (یعنی توحید) واقعی ہم تو اس کی طرف سے بڑے (بھاری) شبہ میں ہیں جس نے ہم کو تردد میں ڈال رکھا ہے (کہ مسئلۂ توحید ہمارے خیال ہی میں نہیں آتا) آپ نے (جواب میں) فرمایا اے میری قوم (تم جو کہتے ہو کہ تم توحید کی دعوت اور بت پرستی سے ممانعت مت کرو تو) بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر

www.toobaaelibrary.com

میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں (جس سے توحید ثابت ہے) اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہو (جس سے اس توحید کی دعوت کا میں مامور ہوں) سو (اس حالت میں) اگر میں خدا کا کہنا نہ مانوں (اور دعوت توحید ترک کر دوں جیسا تم کہتے ہو) تو (یہ بتلاؤ کہ) پھر مجھ کو خدا (کے عذاب) سے کون بچالے گا تو تم تو (ایسا برا مشورہ دے کر) سراسر میرا نقصان ہی کر رہے ہو (یعنی اگر خدانخواستہ قبول کرلوں تو بجز نقصان کے اور کیا ہاتھ آوے گا اور چونکہ انہوں نے معجزہ کی بھی ثبوت نبوت و رسالت کے لیے درخواست کی تھی اس لیے فرمایا) اور اے میری قوم (تم جو معجزہ چاہتے ہو سو) یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لیے دلیل (بنا کر ظاہر کی گئی) ہے (اور اسی لیے اللہ کی اونٹنی کہلائی کہ اللہ کی دلیل ہے) سو (علاوہ اس کے یہ بوجہ معجزہ ہونے کے میری رسالت پر دلیل ہے خود اس کے بھی کچھ حقوق ہیں، منجملہ ان کے یہ ہے کہ) اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں (گھاس چارہ) کھاتی پھرا کرے (اسی طرح اپنی باری کے دن پانی پیتی رہے جیسا دوسری آیت میں ہے) اور اس کو برائی (اور تکلیف دہی) کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو فوری عذاب آ پکڑے (یعنی دیر نہ لگے) سو انہوں نے (باوجود اس اتمام حجت کے) اس (اونٹنی) کو مار ڈالا تو صالح (علیہ السلام) نے فرمایا (خیر) تم اپنے گھروں میں تین دن اور بسر کرلو (تین دن کے بعد عذاب آتا ہے اور) یہ ایسا وعدہ ہے جس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں (کیونکہ من جانب اللہ ہے) سو (تین دن گذرنے کے بعد) ہمارا حکم (عذاب کے لیے) آپہنچا ہم نے صالح (علیہ السلام) کو اور جو ان کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت سے (اس عذاب سے) بچالیا اور (ان کو کیسی چیز سے بچالیا) اس دن کی بڑی رسوائی سے بچالیا (کیونکہ قہر الٰہی میں مبتلا ہونے سے بڑھ کر کیا رسوائی ہوگی) بے شک آپ کا رب ہی قوت والا غلبہ والا ہے (جس کو چاہے سزا دیدے جس کو چاہے بچالے) اور ان ظالموں کو ایک نعرہ نے آدبایا (کہ وہ آواز تھی جبرئیل علیہ السلام کی) جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے (اور ان کی یہ حالت ہوگئی) جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے، خوب سن لو (قوم) ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، خوب سن لو (اس کفر کا یہ خمیازہ ہوا کہ) رحمت سے ثمود کو دوری ہوئی۔

تلخیص معارف و مسائل

اس سورۂ ہود میں سیدنا حضرت نوح سے لے کر سیدنا حضرت موسیٰ تک سات انبیاء کرام اور ان کی امتوں

www.toobaaelibrary.com

کے واقعات بطرز خاص ذکر کیے گئے ہیں۔ جس میں عبرت کو عظمت کے بڑے مظاہر ہیں ساتھ ہی ایمان وعمل صالح کے بہت سے اصول وفروع اور انسان کے لیے بہترین ہدایات ہیں۔ اس سورت کو خاص حضرت ہودؑ کے نام سے منسوب کیا ہے معلوم ہوا کہ آپ کے قصے کو خاص اہمیت حاصل ہے آپ کی قوم اپنی قامت اور شجاعت کے اعتبار سے پورے عالم میں ممتاز سمجھی جاتی تھی۔ لیکن افسوس کہ بایں ہمہ قامت وشجاعت عقل وفکر کھو بیٹھی تھی اور خود تراشیدہ پتھروں کو معبود بنا رکھا تھا۔

آپ نے اپنی قوم کے سامنے تین اصولی باتیں پیش کیں، (۱) توحید کی دعوت (۲) یہ کہ میں جو اتنی مشقت اختیار کرتا ہوں اس پر تم سے کوئی معاوضہ کا طالب نہیں ہوں، محض اللہ تعالیٰ کا فرمان سمجھ کر دعوت دیتا ہوں۔ (۳) تیسری بات یہ کہ پچھلی گناہ گار زندگی سے استغفار اور آئندہ کے لیے توبہ کرو، اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ آخرت کی دائمی فلاح ملے گی اور دنیا میں بھی اس کے فوائد کا مشاہدہ کروگے، توبہ واستغفار سے قحط سالی دور ہو جائے گی، اور وقت پر خوب بارش ہوگی، تمہاری طاقت وقوت اور بڑھ جائے گی۔ طاقت وقوت عام ہے جس میں بدنی قوت کے ساتھ وہ قوت جو مال واولاد کی زیادتی سے انسان کو حاصل ہوتی ہے مگر جواب میں قوم نے وہی جاہلانہ روش اختیار کی کہ معجزہ کا مطالبہ کر دیا۔ اور انکار کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ آپ ہمارے بتوں کو برا کہنے سے کسی دماغی خرابی میں مبتلا ہو گئے "اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ" آخر میں حضرت ہودؑ کا جرأت مندانہ انداز جواب اور پھر تمام تر شجاعت وقوت کے قوم کی یہ مجال نہ ہونا کہ ذرا حرکت بھی کر سکے، یہ خود ایک معجزہ تھا۔ اِلَّا اعْتَرٰىكَ الخ کا جواب بھی ہو گیا، کیوں کہ اگر بتوں میں طاقت ہوتی تو یہ زندہ نہ چھوڑتے۔

حضرت ہودؑ کے تمام مواعظ اور خدا کے قہر وغضب یاد دلانے کے باوجود کسی چیز پر قوم نے کان نہ دھرا تو پھر بالآخر عذاب طوفان باد نے آلیا۔ جس سے مکانات اور درخت جڑوں سے اکھڑ گئے، جانور ہوا میں اڑ کر فضائے آسمان تک جاتے اور وہاں سے اوندھے گرتے تھے، آسمان کی طرف سے انسانوں کی چیخ سنائی دیتی تھی، اور تمام ڈیل ڈول کے باوجود پوری قوم ہلاک وبرباد ہو گئی۔

سورۂ مومنون میں عذاب کی شکل ایک سخت آواز کی بیان ہوئی ہے، ممکن ہے دونوں قسم کے عذاب نازل ہوئے ہوں۔

آیت:۶۱: سے حضرت صالحؑ اور ان کی قوم ثمود کا قصہ مذکور ہے، یہ ثمود قوم عاد کی دوسری شاخ تھی۔ حضرت صالحؑ نے بھی اولاً دعوت توحید پیش کی، قوم نے حسب عادت جھٹلایا اور معجزہ کی طالب۔

www.toobaaelibrary.com

ہوئی کہ اس پہاڑ کی چٹان سے ایسی اونٹنی نکل آئے۔ حضرت صالح نے فرمایا کہ تمہارے کہنے کے بعد اگر ایمان نہ لائے تو خدا کا عذاب آئے گا مگر قوم ضد پر قائم رہی تو اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ سے مطلوبہ معجزہ ظاہر فرما دیا مگر ساتھ ہی حکم فرما دیا کہ اونٹنی کو کوئی گزند اور تکلیف پہنچائی گئی تو عذاب آجائے گا۔ مگر قوم اس پر بھی قائم نہ رہی اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا بالآخر ایک ہولناک آواز کے ذریعہ قوم ہلاک کر دی گئی۔

آیت ۶۲ میں قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا آیا ہے جس کہ انبیاء علیہم السلام کی پرورش بچپن ہی سے نہایت پاکیزہ اخلاق و عادات میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے سب ہی ان سے محبت اور عقیدت سے پیش آتے ہیں جیسا کہ خاتم الانبیاء ﷺ کی سیرت میں ہے کہ سارا عرب آپ کو الصادق الامین کہتا تھا۔ بس جہاں دعوت توحید پیش کی سارے مخالف ہو گئے۔ آگے ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ آیا ہے یہ تین دن حسرت، حیرت اور دہشت کے تھے۔ اتوار کے روز عذاب نازل ہوا۔ یہ سخت آواز حضرت جبرئیل کی تھی جس سے ساری دنیا کی بجلیوں کی کڑک سے زیادہ کڑک تھی جس کی ہیبت سے سب کے دل پھٹ گئے۔

سورۂ اعراف میں فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ آیا ہے جس سے زلزلہ کا عذاب معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس میں کوئی تضاد نہیں کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے زلزلہ آیا ہو اور پھر زلزلہ کے ساتھ سخت آواز سے ہلاک کیے گئے (قرطبی)

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝ فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝ وَامْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَاۗءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا ۭ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۭ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَاۗءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۝ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَاۗءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۝ وَلَمَّا جَاۗءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝ وَجَاۗءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۭ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۭ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۝ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ۝ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ فَاَسْرِ

www.toobaaelibrary.com

بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ۭ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ۭ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝ فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِىَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے (بشکل بشر) ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس (ان کے فرزند اسحاقؑ کی) بشارت لے کر آئے (کہ موعود اعظم ان کے آنے کا قوم لوط پر عذاب واقع کرنا تھا، لقولہ تعالیٰ فَمَا خَطْبُكُمْ الخ) اور (آنے کے وقت) انہوں نے سلام کیا، ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی سلام کیا (اور پہچانا نہیں کہ یہ فرشتے ہیں معمولی مہمان سمجھے) پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا (فربہ لقولہ تعالیٰ سَمِيْنٍ) بچھڑا لائے (اور ان کے سامنے رکھ دیا، یہ تو فرشتے تھے کیوں کھانے لگے تھے) سو جب ابراہیم (علیہ السلام) نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس کھانے تک نہیں بڑھتے تو ان سے متوحش ہوئے اور ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے (کہ مہمان تو نہیں کوئی مخالف نہ ہوں کہ بارادہ فاسد آئے ہوں اور میں گھر میں ہوں احباب واصحاب پاس نہیں یہاں تک کہ بے تکلفی سے اس کو زبان سے بھی ظاہر کر دیا، لقولہ تعالیٰ قَالُوْا لَا تَخَفْ) وہ فرشتے کہنے لگے ڈرو مت (ہم آدمی نہیں ہیں فرشتے ہیں آپ کے پاس بشارت لے کر آئے ہیں کہ آپ کے ایک فرزند پیدا ہوگا اسحاق اور اس کے پیچھے ایک فرزند پیدا ہوگا یعقوب، اور بشارت اس لیے کہا کہ اول تو اولاد خوشی کی چیز ہے، پھر ابراہیمؑ بوڑھے ہو گئے تھے بی بی بھی بہت بوڑھی تھیں امید اولاد کی نہ رہی تھی، آپ نے نور نبوت سے توجہ کر کے پہچان لیا کہ واقعی فرشتے ہیں لیکن فراست نبوت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس کے سوا اور بھی کسی بڑے کام کے لیے آئے ہیں اس لیے اس کی تعیین کے ساتھ سوال کیا فَمَا خَطْبُكُمْ یعنی کس کام کے لیے آئے ہو؟ اس وقت انہوں نے کہا کہ) ہم قوم لوطؑ کی طرف بھیجے گئے ہیں (کہ ان کو سزائے کفر میں ہلاک کریں، ان میں تو یہ گفتگو ہو رہی تھی) اور ابراہیم (علیہ السلام) کی بی بی (حضرت سارہ کہیں) کھڑی (سن رہی) تھیں پس (اولاد کی خبر سن کر جس کی ان کو بعد اس کے کہ اسمٰعیلؑ بطن ہاجرہ سے متولد ہوئے تمنا بھی تھی، خوشی سے) ہنسیں (اور بولتی پکارتی آئیں اور تعجب سے ماتھے پر ہاتھ مارا، لقولہ تعالیٰ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا) سو ہم نے (یعنی ہمارے فرشتوں نے) ان کو (مکرر) بشارت دی اسحاقؑ (کے پیدا ہونے) کی اور اسحاقؑ کے پیچھے یعقوبؑ کی (جو کہ اسحاقؑ کے فرزند ہوں گے جس سے معلوم

www.toobaaelibrary.com

ہو گیا کہ تمہارے ہاں فرزند ہوگا اور زندہ رہے گا یہاں تک کہ وہ بھی صاحب اولاد ہوگا، اس وقت) کہنے لگیں کہ ہائے خاک پڑے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر اور یہ میرے میاں (بیٹھے) بالکل بوڑھے، واقعی یہ بھی عجیب بات ہے، فرشتوں نے کہا کہ (خاندانِ نبوت میں رہ کر اور ہمیشہ معجزات و معاملات عجیبہ دیکھ دیکھ کر) تم خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو (اور خصوصاً) اس خاندان کے لوگوں پر تو اللہ تعالیٰ کی (خاص) رحمت اور اس کی (انواع و اقسام کی) برکتیں (نازل ہوتی رہتی) ہیں بیشک وہ (اللہ تعالیٰ) تعریف کے لائق (اور) بڑی شان والا ہے (وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے، پس بجائے تعجب کے اس کی تعریف اور شکر میں مشغول ہو) پھر جب ابراہیم (علیہ السلام) کا وہ خوف زائل ہو گیا (جب فرشتوں نے لَا تَخَفْ کہا اور ان کا فرشتہ ہونا معلوم ہو گیا) اور ان کو خوشی کی خبر ملی (کہ اولاد پیدا ہوگی) تو (ادھر سے بے فکر ہو کر دوسری طرف متوجہ ہوئے کہ قومِ لوط ہلاک کی جاوے گی اور) ہم سے لوط (علیہ السلام) کی قوم کے بارے میں (سفارش جو مبالغہ و اصرار کے صورۃً) جدال (تھا) کرنا شروع کیا (جس کی تفصیل دوسری آیت میں ہے کہ وہاں تو لوطؑ بھی موجود ہیں اس لیے عذاب نہ بھیجا جاوے کہ ان کو گزند پہنچے گا، مطلب یہ ہوگا کہ اس بہانہ سے قوم بچ جاوے جیسا قومِ لوط سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے اور شاید ابراہیمؑ کو ان کے مؤمن ہونے کی امید ہو) واقعی ابراہیم بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج رقیق الطبع تھے (اس لیے سفارش میں مبالغہ کیا، ارشاد ہوا کہ) اے ابراہیم گو بہانہ لوطؑ کا ہے مگر اصلی مطلب معلوم ہو گیا کہ قوم کی سفارش ہے سو) اس بات کو جانے دو (یہ ایمان نہ لاویں گے اس لیے) تمہارے رب کا حکم (اس کے متعلق) آچکا ہے اور (اس کے سبب سے) ان پر ضرور ایسا عذاب آنے والا ہے جو کسی طرح ہٹنے والا نہیں (اس لیے اس باب میں کچھ کہنا سننا بے کار ہے، رہا لوطؑ کا وہاں ہونا سو ان کو اور سب ایمان والوں کو وہاں سے علیحدہ کر دیا جاوے گا اس کے بعد عذاب آوے گا تا کہ ان کو گزند نہ پہنچے، چنانچہ اس پر بات ختم ہو گئی) اور (ابراہیمؑ کے پاس سے فارغ ہو کر) جب ہمارے وہ فرشتے لوط (علیہ السلام) کے پاس آئے تو لوط (علیہ السلام) ان کے (آنے کی) وجہ سے (اس لیے) مغموم ہوئے (کہ وہ بہت حسین نوجوانوں کی شکل میں آئے تھے اور لوطؑ نے ان کو آدمی سمجھا اور اپنی قوم کی نامعقول حرکت کا خیال آیا) اور (اس وجہ سے) ان کے (آنے کے) سبب بہت تنگ دل ہوئے (اور غایت تنگ دلی سے) کہنے لگے کہ آج کا دن بہت بھاری ہے (کہ ان کی تو ایسی صورتیں اور قوم کی یہ حرکتیں اور میں تنہا، دیکھئے کیا ہوتا ہے؟) اور ان کی قوم (نے جو

www.toobaaelibrary.com

یہ خبر سنی تو) ان کے (یعنی لوط کے) پاس دوڑے ہوئے آئے اور پہلے سے نامعقول حرکتیں کیا ہی کرتے تھے (اسی خیال سے اب بھی آئے) لوط (علیہ السلام بڑے گھبرائے اور براہ تملق) فرمانے لگے کہ اے میری قوم یہ میری (بہو) بیٹیاں (جو تمہارے گھروں میں ہیں) موجود ہیں وہ تمہارے (نفس کی کامرانی کے) لے (اچھی) خاصی ہیں سو (امردوں پر نگاہ کرنے کے باب میں) اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں مجھ کو فضیحت مت کرو (یعنی ان مہمانوں کو کچھ کہنا مجھ کو شرمندہ اور سوا کرنا ہے، اگر ان کی رعایت نہیں کرتے کہ مسافر ہیں تو میرا خیال کرو کہ تم میں رہتا سہتا ہوں، افسوس اور تعجب ہے) کیا تم میں کوئی بھی (معقول آدمی اور) بھلا مانس نہیں (کہ اس بات کو سمجھے اور اوروں کو سمجھائے) وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کو آپ کی ان (بہو) بیٹیوں کی کوئی ضرورت نہیں (کیونکہ عورتوں سے ہم کو رغبت ہی نہیں) اور آپ کو معلوم ہے (یہاں آنے سے) جو ہمارا مطلب ہے، لوط (علیہ السلام نہایت عاجز، اور زچ ہو کر) فرمانے لگے کیا خوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا (کہ خود تمہارے شر کو دفع کرتا) یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا (مراد یہ کہ میرا کوئی کنبہ قبیلہ ہوتا کہ میری مدد کرتا، لوط کا جو اس قدر اضطراب دیکھا تو) فرشتے کہنے لگے کہ اے لوط (ہم آدمی نہیں جو آپ اس قدر گھبراتے ہیں) ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے (فرشتے) ہیں (تو ہمارا تو کیا کر سکتے ہیں اور آپ اپنے لیے بھی اندیشہ نہ کریں) آپ تک (بھی) ہرگز ان کی رسائی نہیں ہوگی (کہ آپ کو کچھ تکلیف پہنچا سکیں اور ہم ان پر عذاب نازل کرنے آئے ہیں) سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے باہر) چلے جایئے اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھے (یعنی جلدی چلے جائیں) ہاں مگر آپ کی بیوی (بوجہ مسلمان نہ ہونے کے نہ جاوے گی) اس پر بھی وہی آفت آنے والی ہے جو اور لوگوں پر آوے گی (اور ہم رات کے وقت نکل جانے کو اس لیے کہتے ہیں کہ) ان کے (عذاب کے) وعدہ کا وقت صبح کا وقت ہے (لوط بہت دق ہو گئے تھے فرمانے لگے کہ جو کچھ ہوا بھی ہو جائے کذا فی الدر المنثور، فرشتوں نے کہا) کیا صبح کا وقت قریب نہیں (غرض لوط شبا شب دور نکل گئے اور صبح ہوئی اور عذاب کا سامان شروع ہوا) سو جب ہمارا حکم (عذاب کے لیے) آپہنچا تو ہم نے اس زمین (کو الٹ کر اس) کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا (اور نیچے کا تختہ اوپر کر دیا اور اس سرزمین پر کنکر کے پتھر (مراد جھانوہ جو پک کر مثل پتھر کے ہو جاتا ہے) برسانا شروع کیے جو لگاتار گر رہے تھے جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں) خاص نشان بھی تھا (جس سے اور پتھروں سے وہ پتھر ممتاز

www.toobaaelibrary.com

تھے) اور (اہلِ مکہ کو چاہیے کہ اس قصہ سے عبرت پکڑیں کیونکہ) یہ بستیاں (قوم لوط کی) ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں (ہمیشہ شام کو آتے جاتے ان کی بربادی کے آثار دیکھتے ہیں پس ان کو اللہ اور رسول کی مخالفت سے ڈرنا چاہیے)۔

تلخیص معارف ومسائل

اس رکوع کی پانچ آیتوں میں سیدنا حضرت ابراہیمؑ کا ایک واقعہ مذکور ہے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اولاد کی بشارت دینے کے لیے بھیجا آپ لاولد تھے، پھر یہ کہ حضرت سارہ اور آپ دونوں بوڑھے ہو چکے تھے مگر اولاد کی خواہش تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس خواہش کو اس شان سے پوری فرمائی کہ اولاد نرینہ ہوگی پیغمبر ہوگی، نام بھی اسحاق تجویز فرما دیا اور یہ کہ وہ زندہ رہیں گے وہ بھی صاحب اولاد ہوں گے ان کا نام یعقوب ہوگا، دونوں اللہ کے پیغمبر ہوں گے، یہ فرشتے انسانی شکل میں تھے اس لیے آپ پہچان نہ سکے اور ان کی میزبانی کرنی چاہی، کھانا پیش کیا ان فرشتوں نے کھانے کو ہاتھ نہ لگایا تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ یہ مہمان نہیں فساد کی نیت سے آئے ہیں، فرشتوں نے ان کا اندیشہ بھانپ لیا اور خود کو ظاہر کرتے ہوئے بتلایا کہ ہم فرشتے ہیں، آپ کو اولاد کی بشارت دینے کے ساتھ ایک اور کام یعنی قوم لوط پر عذاب نازل کرنے کے لیے آئے ہیں، حضرت سارہ آپ کی زوجہ پردہ کے پیچھے سن رہی تھیں سن کر ہنس پڑیں کہ میں اور میرے شوہر اتنے بوڑھے اور اس حالت میں اولاد کی خوشخبری، فرشتوں نے "قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ" الخ سے جواب دیا۔

حضرت ابراہیم وہ پہلے انسان ہیں جنھوں نے دنیا میں مہمان نوازی کی رسم جاری کی، آپ کھانا تنہا نہیں کھاتے تھے، کسی مہمان کا انتظار کرتے تھے، اس سلسلے میں اسرائیلی روایات سے ایک غیر مسلم مہمان کا قصہ بھی مشہور ہے جس نے بغیر بسم اللہ پڑھے کھانا شروع کرنا چاہا تو آپ نے اسے اٹھا دیا، اس پر آپ کو بواسطہ جبرئیل عتیہ کی گئی، پھر آپ نے اسے تلاش کر کے کھانا کھلایا، اس مہمان کے اصرار پر آپ نے بتلا دیا، اس پر وہ مہمان مسلمان ہوا۔

اللہ تعالیٰ کو فرشتوں کا راز کھولنا مقصود تھا اس لیے بشکل انسانی بھی ملکی خواص (نہ کھانا پینا) کو باقی رکھا۔

آیت ۶۹ میں سلام کی سنت بتلائی گئی کہ آنے والا پہلے سلام کرے اور دوسرے جواب دیں، اسلام کی تعلیم سلام، بے نظیر ہے مسنون لفظ "السلام علیکم" ہے آیت میں لفظ سَلٰمٌ سے پورا کلمہ سلام

www.toobaaelibrary.com

مراد ہے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہنا چاہیے فَمَا لَبِثَ الخ سے معلوم ہوا کہ میزبان کے پاس جو کچھ میسر ہو حاضر کرنے میں جلدی کرے صاحب وسعت ہو تو بعد میں مزید کا انتظام کرے نیز حسب وسعت اچھی چیز پیش کردے، بیجا تکلف بھی نہ کرے، نیز میزبانی کرنا انبیاء اور صلحاء کی عادت ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ میزبانی واجب ہے یا نہیں؟ جمہور کے نزدیک واجب نہیں بلکہ سنت اور مستحسن ہے، بعض نے کہا کہ گاؤں والوں کے لیے واجب ہے کیوں کہ گاؤں میں کھانے پینے کا انتظام نہیں ہوتا، مگر شہر والوں پر واجب نہیں کیوں کہ شہروں میں ہوٹل وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے۔ (قرطبی)

یہ بھی معلوم ہوا کہ مہمان پیش کردہ کھانا قبول کرے، دل نہ چاہے تب بھی دل جوئی کے لیے کچھ کھالے، دوسری بات یہ ہے کہ میزبان کھانا رکھ کر سرسری نظر سے یہ بھی دیکھے کہ مہمان کھانا کھا رہا ہے یا نہیں (فَلَمَّا رَآٰ اَيْدِيَهُمْ الخ) مہمان کے لقموں کو برابر نہ تکے۔

امام طبریؒ نے نقل کیا ہے کہ فرشتوں نے انکار کے بعد یہ بھی کہا کہ ہم مفت میں نہیں کھاتے قیمت دے کر کھائیں گے، آپ نے جواباً فرمایا! ہاں اس کی قیمت یہ ہے کہ اولاً اللہ کا نام لو اور آخر حمد کرو، حضرت جبرئیل نے یہ سن کر ساتھیوں سے کہا کہ اللہ رب العزت نے ان کو جو خلیل بنایا ہے یہ اسی کے مستحق ہیں۔ اس سے کھانا کھانے کی سنت معلوم ہوئی اولاً بسم اللہ اور آخراً الحمد للہ!!

حضرت لوطؑ کی قوم کافر ہونے کے ساتھ ایک ایسی بدکاری اور بے حیائی میں مبتلا تھی جو دنیا میں کبھی پہلے نہ پائی گئی تھی جس سے جنگل کے جانور بھی نفرت کرتے تھے "مرد" مرد کے ساتھ منہ کالا کرے" اسی لیے اس کا وبال وعذاب بھی عام بدکاری سے بدرجہا زیادہ ہے اور ایسا عذاب شدید آیا جو عام بدکاری اور بے حیائی کرنے والوں پر کبھی نہیں آیا۔

عذاب کے یہ فرشتے مع جبرئیلؑ پہلے فلسطین حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے یہ مقام فلسطین سے دس بارہ میل دور تھا، اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب ان کے عمل کے مناسب ہی مسلط فرماتے ہیں اسی لیے یہ فرشتے حسین لڑکوں کی شکل میں بھیجے، حضرت لوطؑ کو سخت فکر لاحق ہوا کہ ان کی مہمانی نہ کی جائے تو شان پیغمبری کے خلاف ہے اور مہمان بنانے پر قوم کی خباثت معلوم ہے۔ اسی لیے فرمایا "وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ"

یہ عالم بھی عجیب جائے عبرت ہے آزر کے گھر میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت لوطؑ کی بیوی کافروں سے ملتی تھی، ان کی بیوی ہی نے قوم کے اوباشوں کو ان خوبصورت لڑکوں (فرشتوں) کی اطلاع دی۔

www.toobaaelibrary.com

"يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ" یعنے نحوس اور بے حیا ہو چکے تھے کہ علانیہ حضرت لوط کے مکان پر چڑھ دوڑے۔

"هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ" اس زمانے میں اور پیغمبرؑ کے ابتدائی زمانے تک مسلمان لڑکی کا نکاح کافر سے جائز تھا، بعض مفسرین کے بقول بَنَاتِيْ سے مراد اپنی پوری قوم کی لڑکیاں ہیں کیوں کہ پیغمبرؑ اپنی قوم کے لیے مثل باپ کے ہوتا ہے۔

"لَوْ اَوِيْ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ" بخاری شریف میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لوطؑ پر رحم فرمائے، وہ کسی مضبوط جماعت کی پناہ لینے پر مجبور ہو گئے اور ترمذی شریف میں یہ جملہ بھی ہے کہ حضرت لوطؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کا کنبہ قبیلہ اس کا حمایتی نہ ہو (قرطبی) جیسا کہ حضور کے ساتھ بنی ہاشم، بہر حال شریر قوم نے دیوار پھاند کر جب اندر مکان میں گھسنے کا ارادہ کیا تو حضرت لوطؑ کی اضطراری حالت دیکھ کر فرشتوں نے اپنی حقیقت ظاہر کر دی، اور کہا آپ دروازہ کھول دیں، اب ہم انہیں عذاب کا مزہ چکھاتے ہیں اور کہا کہ آپ راتوں رات بمع اہل و عیال یہاں سے نکل جائیے، اور کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے، بجز بیوی کے یعنی یا تو یہ کہ بیوی کو ساتھ نہ لیں، یا یہ کہ بیوی مڑ کر نہ دیکھنے کی ہدایت پر عمل نہ کر کے مبتلائے عذاب ہوگی اور وہی ہوا بھی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا اور قوم کی تباہی پر اظہار افسوس کرنے لگی اسی وقت ایک پتھر لگا اور اس کا خاتمہ ہو گیا (قرطبی و مظہری)

ان پر عذاب بھی ان کے عمل کے مطابق آیا ——— حضرت جبرئیلؑ نے سارا شہر زمین کے نیچے اس طرح اوپر اٹھایا کہ ہر چیز اپنی جگہ پر رہی حتی کہ پانی کے برتن سے پانی بھی نہیں گرا، آسمان سے کتوں، جانوروں اور انسانوں کی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔

موجودہ اقوام دنیا کو متنبہ کرنے کے لیے فرمایا وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ○ یعنی یہ پتھراؤ کا عذاب آج بھی ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ یعنی اس طرح کے عمل خبیث سے آج بھی یہ عذاب آ سکتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد اسی طرح ہے۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ○ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ○ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ

www.toobaaelibrary.com

الرَّشِيدُ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۝ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۝ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

اور ہم نے مدین (والوں) کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا انہوں نے (اہل مدین سے) فرمایا کہ اے میری قوم تم (صرف) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (بننے کے قابل) نہیں (یہ حکم تو دیانات وعقائد کے متعلق ان کے مناسب حال تھا) اور (دوسرا حکم معاملات کے متعلق ان کے مناسب یہ فرمایا کہ) تم ناپ تول میں کمی مت کرو (کیونکہ) میں تم کو فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں (پھر تم کو ناپ تول میں کمی کرنے کی کیا ضرورت پڑی ہے اور ہمیشہ تو کسی کو بھی ضرورت نہیں ہوتی) اور علاوہ اس کے کہ ناپ تول میں کمی نہ کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تقاضہ ہے خود خوف ضرر بھی اس کو مقتضی ہے کیونکہ (اس میں) مجھ کو تم پر اندیشہ ہے ایسے دن کے عذاب کا جو انواع عذاب کا جامع ہوگا اور (ہر چند کہ کمی نہ کرنا مستلزم ہے پورا کرنے کو مگر تاکید کے لیے اس کی ممانعت کے بعد اس امر کی تصریح بھی فرمائی کہ) اے میری قوم تم ناپ اور تول پوری پوری طرح کیا کرو اور لوگوں کا ان چیزوں میں نقصان مت کیا کرو (جیسا تمہاری عادت ہے) اور (شرک اور لوگوں کے حقوق میں کمی کر کے) زمین میں فساد کرتے ہوئے حد (توحید وعدل) سے مت نکلو (لوگوں کے حقوق ادا کرنے کے بعد) اللہ کا دیا ہوا جو کچھ (حلال مال) بچ جائے وہ تمہارے لیے (اس حرام کمائی سے) بدرجہا بہتر ہے کیونکہ حرام میں گو وہ کثیر ہو برکت نہیں اور انجام اس کا جہنم ہے اور حلال میں گو وہ قلیل ہو برکت

www.toobaaelibrary.com

ہوتی ہے اور انجام اس کا رضائے حق ہے) اگر تم کو یقین آوے (تو مان لو) اور (اگر یقین نہ آوے تو تم جانو) میں تمہارا پہرہ دینے والا تو ہوں نہیں (کہ تم سے جبراً یہ افعال چھڑا دوں جیسا تم کرو گے بھگتو گے) وہ لوگ (یہ تمام مواعظ و نصائح سن کر) کہنے لگے کہ اے شعیب! کیا تمہارا (مصنوعی اور وہمی) تقدس تم کو (ایسی ایسی باتوں کی) تعلیم کر رہا ہے کہ (تم ہم سے کہتے ہو کہ) ہم ان چیزوں (کی پرستش) کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں اور اس بات کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال میں جو چاہیں تصرف کریں واقعی آپ بڑے عقلمند دین پر چلنے والے ہیں (یعنی جن باتوں سے ہم کو منع کرتے ہو دونوں میں کوئی برائی نہیں کیونکہ ایک کی دلیل تو نقلی ہے کہ ہمارے بڑوں سے بت پرستی ہوتی آئی ہے، دوسرے کی دلیل عقلی ہے کہ اپنا مال ہے اس میں ہر طرح کا اختیار ہے پس ہم کو منع نہ کرنا چاہیے، اور حلیم رشید تمسخر سے کہا، جیسا بد دینوں کی عادت ہوتی ہے دین داروں کے ساتھ تمسخر کرنے کی اور ان کی نقلی و عقلی دونوں دلیلوں کا فساد بدیہی ہے) شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا اے میری قوم (تم جو مجھ سے چاہتے ہو کہ میں توحید و عدل کی نصیحت نہ کروں تو) بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر (قائم) ہوں (جس سے توحید و عدل ثابت ہے) اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے ایک عمدہ دولت (یعنی نبوت) دی ہو (جس سے مجھ پر تبلیغ ان احکام کی واجب ہو، یعنی توحید و عدل کا حق ہونا بھی ثابت اور ان کی تبلیغ بھی واجب) تو پھر کیسے تبلیغ نہ کروں اور میں (جس طرح ان باتوں کی تم کو تعلیم کرتا ہوں خود بھی تو اس پر عمل کرتا ہوں) یہ نہیں چاہتا ہوں کہ تمہارے بر خلاف ان کاموں کو کروں جن سے تم کو منع کرتا ہوں (بر خلاف سے یہ ہی مراد ہے کہ تم کو اور راہ بتلاؤں اور خود اور راہ پر چلوں، مطلب یہ ہے کہ میری نصیحت محض خیر خواہی و دلسوزی سے ہے جس کا قرینہ یہ ہے کہ میں وہی باتیں بتلاتا ہوں جو اپنے نفس کے لیے بھی پسند کرتا ہوں غرض) میں تو اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک میرے امکان میں ہے اور مجھ کو جو کچھ (عمل و اصلاح کی) توفیق ہو جاتی ہے صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے (ورنہ کیا میں اور کیا میرا ارادہ) اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف (تمام امور میں) رجوع کرتا ہوں (خلاصہ یہ کہ توحید و عدل کے وجوب پر دلائل بھی قائم، اور باہر خداوندی اس کی تبلیغ، اور ناصح ایسا دلسوز اور مصلح، پھر بھی نہیں مانتے بلکہ الٹی مجھ سے امید رکھتے ہو کہ میں کہنا چھوڑ دوں چونکہ اس تقریر میں دلسوزی اور اصلاح کی اپنی طرف نسبت ہے، اس لیے ما توفیقی الخ فرما دیا، یہاں تک تو ان کے قول کا جواب ہو گیا، آگے ترہیب و ترغیب فرماتے ہیں) اور اے میری قوم میری

www.toobaaelibrary.com

ضد (اور عداوت) تمہارے لیے اس کا باعث نہ ہو جاوے کہ تم پر بھی اسی طرح کی مصیبتیں آپڑیں جیسے قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر پڑی تھیں اور (اگر ان قوموں کا قصہ پرانا ہو چکا ہے اور اس لیے اس سے متاثر نہیں ہوتے تو) قوم لوط تو (ابھی) تم سے (بہت) دور (زمانہ میں) نہیں ہوئی (یعنی ان قوموں کی نسبت ان کا زمانہ نزدیک ہے، یہ تو ترہیب کا مضمون ہو گیا، آگے ترغیب ہے) اور تم اپنے رب سے اپنے گناہ (یعنی شرک وظلم) معاف کراؤ (یعنی ایمان لاؤ کیونکہ ایمان سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، گو حقوق ادا کرنے پڑیں) پھر (طاعتِ عبادت کے ساتھ) اس کی طرف متوجہ ہو بلاشک میرا رب بڑا مہربان بڑی محبت کرنے والا ہے (وہ گناہ کو معاف کر دیتا ہے اور طاعت کو قبول کرتا ہے) وہ لوگ (یہ لاجواب دل آویز تقریر سن کر جواب معقول سے عاجز ہو کر براہ جہالت) کہنے لگے کہ شعیبؑ! بہت سی باتیں تمہاری کہی ہوئی ہماری سمجھ میں نہیں آتیں (یہ بات یا تو اس وجہ سے کہی ہو کہ اچھی طرح توجہ سے آپ کی باتیں نہ سنی ہوں یا تحقیراً کہا ہو کہ نعوذ باللہ یہ ہذیان ہے سمجھنے کے قابل نہیں، چنانچہ بددینوں سے یہ سب امور واقع ہوتے ہیں) اور ہم تم کو اپنے (مجمع) میں کمزور دیکھ رہے ہیں اور اگر تمہارے خاندان کا (کہ ہمارے ہم مذہب ہیں ہم کو) پاس نہ ہوتا تو ہم تم کو (کبھی کا) سنگسار کر چکے ہوتے اور ہماری نظر میں تمہاری کچھ توقیر ہی نہیں (لیکن جس کا لحاظ ہوتا ہے اس کے سبب اس کے رشتہ دار کی بھی رعایت ہوتی ہے، مطلب ان کا یہ تھا کہ تم ہم کو یہ مضامین مت سناؤ ورنہ تمہاری جان کا خطرہ ہے، پہلے تمسخر کے طور پر تبلیغ سے روکا تھا، اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ الخ اور اب دھمکی دے کر روکا) شعیب (علیہ السلام) نے (جواب میں) فرمایا اے میری قوم (افسوس اور تعجب ہے کہ میری جو نسبت اللہ کے ساتھ ہے کہ میں اس کا نبی ہوں وہ تو میرے اہلاک سے مانع نہ ہوئی اور میری جو نسبت خاندان کے ساتھ ہے کہ ان کا رشتہ دار ہوں وہ اس سے مانع ہوئی تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ تم خاندان کا لحاظ بھی اللہ سے زیادہ کرتے ہو تو) کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک (نعوذ باللہ) اللہ سے بھی زیادہ باتوقیر ہے (کہ خاندان کا تو پاس کیا) اور اس کو (یعنی) اللہ تعالیٰ کو) تم نے پس پشت ڈال دیا (یعنی اس کا پاس نہ کیا، سو اس کا خمیازہ عنقریب بھگتو گے کیوں کہ) میرا رب تمہارے سب اعمال کو (اپنے علم میں) احاطہ کیے ہوئے ہے اور اے میری قوم (اگر تم کو عذاب کا بھی یقین نہیں آتا تو اخیر بات یہ ہے کہ تم جانو بہتر ہے) تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہا ہوں (سو) اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو

www.toobaaelibrary.com

اس کو رسوا کردے گا اور وہ کون شخص ہے جو جھوٹا تھا (یعنی تم مجھ کو دعوئ نبوت میں جھوٹا کہتے ہو اور حقیر سمجھتے ہو تو اب معلوم ہو جاوے گا کہ جرم کذب کا مرتکب اور سزائے ذلت کا مستوجب کون تھا تم یا میں) اور تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں (کہ دیکھیں عذاب کا وقوع کب ہوتا ہے جیسا میں کہتا ہوں یا عدم وقوع جیسا تمہارا گمان ہے، غرض ایک زمانہ کے بعد عذاب کا سامان شروع ہوا) اور جب ہمارا حکم (عذاب کے لیے) آپہنچا (تو) ہم نے (اس عذاب سے) شعیب (علیہ السلام) کو اور جو ان کی ہمراہی میں اہل ایمان تھے ان کو اپنی عنایت (خاص) سے بچالیا اور ان ظالموں کو ایک سخت آواز نے (کہ نعرۂ جبرئیل تھا) آ پکڑا سو اپنے گھروں کے اندر اوندھے گرے رہ گئے (اور مر گئے) جیسے کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے، خوب سن لو (اور عبرت پکڑو) مدین کو رحمت سے دوری ہوئی جیسا ثمود رحمت سے دور ہوئے تھے۔

تلخیص معارف ومسائل

سیدنا حضرت شعیبؑ کی قوم کفر وشرک کے علاوہ ایک عمل خبیث ناپ تول میں کمی بھی کرتی تھی۔ اسی لیے پہلے آپ نے توحید کی تعلیم وتبلیغ کی یہ قوم درختوں کی پوجا کرتی تھی جسے لفظ ایکۃ سے بھی تعبیر فرمایا ہے۔ (اَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ) یہ لقب بھی ہے، ناپ تول میں کمی کر کے لوگوں کا حق مار لیتی تھی آپ نے اس سے منع فرمایا۔

ظاہر ہے کفر وشرک تمام گناہوں کی جڑ ہے، دنیا میں نجات اور عذاب بھی اسی بنیاد پر ہوتا ہے صرف دو قومیں ایسی ہیں جن پر عذاب نازل ہونے میں کفر کے ساتھ ان کے اعمال خبیثہ کو دخل رہا ہے۔ ایک قوم لوط، دوسری قوم شعیب اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں کام عند اللہ تمام گناہوں سے زیادہ مبغوض ہیں اور شدید ہیں ان سے تمام نسل انسانی کو شدید نقصان پہنچتا ہے اور پورے عالم میں اس سے فساد عظیم پھیل جاتا ہے۔

حضرت شعیبؑ نے پوری پیغمبرانہ شفقت اور حسن بیان کے ساتھ قوم کو سمجھایا اور ڈرایا مفسرین نے حضرت شعیبؑ کے بارے میں فرمایا کہ وہ خطیب الانبیاء ہیں، مگر ان کی قوم نے وہی جاہلانہ انداز اختیار کرتے ہوئے استہزاء کیا پھبتیاں کسیں۔

"اَصَلٰوتُكَ" حضرت شعیبؑ کی نماز پوری قوم میں مشہور تھی کہ آپ بکثرت نوافل وعبادت میں لگے رہتے تھے، یہ قوم یہ سمجھتی تھی کہ دین وشریعت صرف عبادات تک ہے، معاملات میں اس کا

www.toobaaelibrary.com

دخل نہیں۔

"وَمَا اُرِیْدُ اَنْ الخ" سے معلوم ہوا کہ داعی اور واعظ و مبلغ کے عمل کو اس کی دعوت و نصیحت میں بڑا دخل ہوتا ہے۔

آیت ۸۹ بِبَعِیْدٍ، یعنی ان قوموں پر عبرت ناک عذاب زمان و مکان دونوں اعتبار سے تم سے دور نہیں، گویا یہیں قریب میں اور ابھی گویا کل کی بات ہے تم ان سے عبرت حاصل کرو اور ضد سے باز آجاؤ ان سب فہمائشات پر قوم نے آپ کو سنگساری کی دھمکی تک دیدی ہے، بالآخر ایک سخت آواز کے ذریعہ ہلاک کر دیئے گئے۔

تطفیف اور ناپ تول میں کمی کرنا باجماع امت حرام ہے، بہر حال کسی بھی کام اور انداز میں کوتاہی اور کمی اسی میں داخل ہے۔

قوم شعیبؑ کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ رائج سکوں درہم و دنانیر میں سے کنارے کاٹ کر سونا چاندی بچا لیتے تھے اور یہ کٹے ہوئے سکے پوری قیمت پر چلاتے تھے، اس سے منع فرمایا گیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اسلامی سلطنت کے سکوں کو توڑنا حرام قرار دیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں ایک شخص کو اسی جرم میں کوڑوں کی سزا دی گئی اور سر موڈ کر شہر میں گشت کرایا گیا۔ (قرطبی)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۙ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ
فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ۞ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۞ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ
لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۞ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَاۗىِٕمٌ
وَّحَصِيْدٌ ۞ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ
دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاۗءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ۞ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ
اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۞ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ
الْاٰخِرَةِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۞ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ
مَّعْدُوْدٍ ۞ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ۞ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي
النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۞ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ
رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۞ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَاۗءَ رَبُّكَ عَطَاۗءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۞ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ

www.toobaaelibrary.com

إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُم مِّن قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنقُوصٍ ۝ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى
الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ
مِّنْهُ مُرِيبٍ ۝ وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ فَاسْتَقِمْ
كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ
ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفَيِ
النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ۚ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ
فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُولُو
بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا
مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا
مُصْلِحُونَ ۝ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا
مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۚ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ
أَجْمَعِينَ ۝ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِي
هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَقُل لِّلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ ۚ إِنَّا
عَامِلُونَ ۝ وَانتَظِرُوا ۚ إِنَّا مُنتَظِرُونَ ۝ وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ
وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو (بھی) اپنے معجزات اور دلیل روشن دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا سو (نہ فرعون نے مانا اور نہ ان کے سرداروں نے مانا بلکہ فرعون بھی اپنے کفر پر رہا اور) وہ لوگ (بھی) فرعون (ہی) کی رائے پر چلتے رہے اور فرعون کی رائے کچھ صحیح نہ تھی وہ (فرعون) قیامت کے دن اپنی قوم سے آگے کے ہوگا پھر ان (سب) کو دوزخ میں جا اُتارے گا، اور وہ (دوزخ) بہت ہی بری جگہ ہے اترنے کی جس میں یہ لوگ اتارے جاویں گے اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی (ان کے ساتھ رہے گی، چنانچہ یہاں قہر سے غرق ہوئے اور وہاں دوزخ نصیب ہوگا) برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا۔ یہ (جو کچھ اوپر قصص میں مذکور ہوا) ان (غارت شدہ) بستیوں کے بعض حالات تھے جن کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں (سو) بعضی بستیاں تو ان میں (اب بھی) قائم ہیں مثلاً مصر کہ آلِ فرعون کے ہلاک

www.toobaaelibrary.com

ہونے کے بعد بھی آباد رہا) اور بعض کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور (ہم نے جو ان مذکورہ بستی والوں کو سزائیں دیں سو) ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا (کہ بلا قصور سزا دی ہو جو کہ صورۂ ظلم ہے) لیکن انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا (کہ ایسی حرکتیں کیں جن سے مستوجب سزا ہوئے) سو ان کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہیں ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے جب آپ کے رب کا حکم (عذاب کے لیے) آپہنچا (کہ ان کو عذاب سے بچا لیتے) اور فائدہ تو کیا پہنچاتے اور) الٹا نقصان پہنچایا (یعنی سبب نقصان کے ہوئے کہ ان کی پرستش کی بدولت سزایاب ہوئے) اور آپ کے رب کی دارو گیر ایسی ہی (سخت) ہے جب وہ کسی بستی والوں پر دارو گیر کرتا ہے جب کہ وہ ظلم (و کفر) کیا کرتے ہوں، بلاشبہ اس کی دارو گیر بڑی الم رساں (اور) سخت ہے (کہ اس سے سخت تکلیف پہنچتی ہے اور اس سے کوئی بچ نہیں سکتا) ان واقعات میں اس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہو (وجہ عبرت ظاہر ہے کہ جب دنیا کا عذاب ایسا سخت ہے حالانکہ دار الجزا نہیں تو آخرت کا جو کہ دار الجزا ہے کیسا سخت ہوگا) وہ (یعنی آخرت کا دن) ایسا دن ہوگا کہ اس میں تمام آدمی جمع کیے جاویں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے اور (وہ دن گو اب تک نہیں آیا لیکن اس سے کوئی اس کے آنے میں شک نہ کرے آویگا ضرور) ہم اس کو صرف تھوڑی مدت کے لیے (بعض مصلحتوں سے) ملتوی کیے ہوئے ہیں (پھر) جس وقت وہ دن آوے گا (مارے ہیبت کے لوگوں کا یہ حال ہوگا کہ) کوئی شخص بدون خدا کی اجازت کے بات تک (بھی) نہ کر سکے گا (ہاں جب حساب کتاب کے لیے حاضری ہوگی اور ان کے اعمال پر جواب طلب کیا جاوے گا اس وقت البتہ منہ سے بات نکلے گی خواہ وہ بات مقبول ہو یا مقبول نہ ہو سو اس حالت میں تو سب اہل موقف شریک ہوں گے) پھر (آگے) ان میں (یہ فرق ہوگا کہ) بعض تو شقی (یعنی کافر) ہوں گے اور بعضے سعید (یعنی مومن) ہوں گے سو جو لوگ شقی ہیں وہ تو دوزخ میں ایسے حال میں ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ و پکار پڑی رہے گی (اور ہمیشہ ہمیش کو اس میں رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں (یہ محاورہ ہے ابدیت کے لیے) اور کوئی نکلنے کی سبیل نہ ہوگی ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے (کیونکہ) آپ کا رب جو کچھ چاہے اس کو پورے طور سے کر سکتا ہے (مگر باوجود قدرت کے یہ یقینی ہے کہ خدا یہ بات نہ چاہے گا اس لیے نکلنا نصیب نہ ہوگا) اور رہ گئے وہ لوگ جو سعید ہیں سو وہ جنت میں ہوں گے (اور) وہ اس میں (داخل ہونے کے بعد) ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں (گو جانے کے قبل کچھ سزا بھگتی ہو) وہ غیر منقطع عطیہ ہوگا (اور جب کفر کا وبال اوپر کی آیتوں سے معلوم ہو چکا) سو (اے

www.toobaaelibrary.com

خاطب) جس چیز کی یہ پرستش کرتے ہیں اس کے بارے میں ذرا شبہ نہ کرنا (بلکہ یقین رکھنا کہ ان کا عمل موجب سزا ہے بوجہ باطل ہونے کے، اور باطل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ) یہ لوگ بھی اسی طرح (بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل) عبادت (غیر اللہ کی) کر رہے ہیں جس طرح ان کے قبل ان کے باپ دادا عبادت کر تے تھے (امر خلاف دلیل باطل اور موجب سزا ہوتا ہے) اور ہم یقیناً (قیامت کو) ان کا حصہ (عذاب کا) پورا پورا بے کم وکاست پہنچا دیں گے، اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی توریت) دی تھی سو اس میں (بھی مثل قرآن کے) اختلاف کیا گیا (کہ کسی نے مانا کسی نے نہ مانا، یہ کوئی آپ کے لیے نئی بات نہیں ہوئی پس آپ مغموم نہ ہوں) اور (یہ منکرین ایسے مستحق عذاب ہیں کہ) اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے (کہ پورا عذاب ان کو آخرت میں دوں گا) تو (جس چیز میں یہ اختلاف کر رہے ہیں) ان کا (قطعی) فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا (یعنی وہ عذاب موعود واقع ہو جاتا) اور یہ لوگ (باوجود قیام براہین کے ابھی تک) اس (فیصلہ یعنی عذاب موعود) کی طرف سے ایسے شک میں (پڑے) ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے (کہ ان کو عذاب کا یقین ہی نہیں آتا، شک کا مطلب یہی ہے) اور (کسی کے شک وانکار سے یہ عذاب ٹلے گا نہیں بلکہ) بالیقین سب کے سب ایسے ہی ہیں کہ آپ کا رب ان کو ان کے اعمال (کی جزا) کو پورا پورا حصہ دے گا، بالیقین وہ ان کے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے (جب ان کی سزا کا معاملہ آپ سے کچھ سروکار نہیں رکھتا تو آپ اور مسلمان اپنے کام میں لگے رہیں، وہ کام یہ ہیں جو اگلی آیت میں مذکور ہیں) جس طرح کہ آپ کو حکم ہوا ہے (راہ دین پر) مستقیم رہئے اور وہ لوگ بھی (مستقیم رہیں) جو کفر سے توبہ کر کے آپ کے ساتھ ہیں اور دائرہ (دین) سے ذرا مت نکلو یقیناً وہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے اور (اے مسلمانو! ان) ظالموں کی طرف (یا جو ان کی مثل ہوں ان کی طرف دلی دوستی سے یا اعمال واحوال میں مشارکت ومشابہت سے) مت جھکو، کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے اور (اس وقت) خدا کے سوا کوئی رفاقت کرنے والا نہ ہو پھر تمہاری حمایت کسی طرف سے بھی نہ ہو (کیونکہ رفاقت تو حمایت سے کل ہے جب رفاقت کرنے والا بھی کوئی نہیں تو حمایت کرنے والا کون ہوتا) اور (اے محمدؐ) آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر (یعنی اول اور آخر میں) اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیک کام (نامۂ اعمال سے) مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو یہ بات (کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں) ایک (جامع) نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے (کیونکہ ہر نیکی اس قاعدۂ کلیہ میں داخل ہے، پس اس سے ہر نیکی کی رغبت ہونا چاہیے) اور (ان

www.toobaaelibrary.com

منکرین کی طرف سے جو معاملات پیش آتے ہیں ان پر) صبر کیا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے (صبر بھی اعلیٰ درجہ کی نیکوکاری ہے اس کا پورا اجر ملے گا اور اوپر جو سابقہ اقوام کی ہلاکت کے واقعات مذکور ہوئے) تو (وجہ اس کی یہ ہوئی کہ) جو امتیں تم سے پہلے گذری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو کہ (دوسروں کو) ملک میں فساد (یعنی کفر و شرک) پھیلانے سے منع کرتے بجز چند آدمیوں کے جن کو ان میں سے ہم نے (عذاب سے) بچا لیا تھا (کہ وہ تو البتہ جیسے خود کفر و شر کے نائب ہو گئے تھے اوروں کو بھی منع کرتے رہتے تھے اور ان ہی دونوں عمل کی برکت سے وہ عذاب سے بچ گئے تھے باقی اور لوگ چونکہ خود کفر میں مبتلا تھے انہوں نے اوروں کو بھی منع نہ کیا) اور جو لوگ نافرمان تھے وہ جس ناز و نعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے رہے اور جرائم کے خوگر ہو گئے (کہ اس سے باز ہی نہ آئے، خلاصہ یہ کہ نافرمانی تو ان میں عام طور پر رہی اور منع کرنے والا کوئی ہوا نہیں اس لیے سب ایک ہی عذاب میں مبتلا ہوئے ورنہ کفر کا عذاب عام ہوتا اور فساد کا خاص؟ اب بوجہ منع نہ کرنے کے غیر مفسد بھی مفسد ہونے میں شریک قرار دیئے گئے اس لیے جو عذاب کا مجموعہ کفر و فساد پر نازل ہوا وہ بھی عام رہا) اور (اس سے ثابت ہو گیا کہ آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو کفر کے سبب ہلاک کر دے اور ان کے رہنے والے (اپنی اور دوسروں کی) اصلاح میں لگے ہوں (بلکہ جب بجائے اصلاح کے فساد کریں اور فساد کرنے والوں کو منع نہ کریں اس وقت عذاب خاص کے مستحق ہو جاتے ہیں) اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا (یعنی سب کو مومن کر دیتا لیکن بعض حکمتوں سے ایسا منظور نہ ہوا، اس لیے دین کے خلاف مختلف طریقوں پر ہو گئے) اور (آئندہ بھی) ہمیشہ اختلاف (ہی) کرتے رہیں گے مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو (وہ دین کی خلاف طریقہ اختیار نہ کرے گا) اور اس اختلاف پر غم یا تاسف یا تعجب نہ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے (کہ ان میں اختلاف رہے) اور (اختلاف کے لیے پیدا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ) آپ کے رب کی یہ بات پوری ہو گی کہ جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں سے بھر دوں گا (اور خود اس کی حکمت یہ ہے کہ جس طرح مرحومین میں صفت رحمت کا ظہور ہو مغضوبین میں صفت غضب کی ظاہر ہو پھر اس ظہور کی حکمت یا اس حکمت کی حکمت اللہ ہی کو معلوم، غرض اس ظہور کی حکمت سے جہنم میں جانا بعضوں کا ضرور اور جہنم میں جانے کے لیے وجود کفار کا ٹکوینا ضروری اور وجود کفار کے لیے اختلاف لازم، یہ وجہ ہے سب کے مسلمان نہ ہونے کی) اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے (مذکورہ) قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت

www.toobaaelibrary.com

دیتے ہیں (ایک فائدہ بیانِ قصص کا تو یہ ہوا جس کا حاصل آپ کو تسلی دینا ہے) اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچا ہے جو خود بھی راست (اور قطعی) ہے اور مسلمانوں کے لیے (برے کاموں سے روکنے کے لیے) نصیحت ہے اور (اچھے کام کرنے کے لیے) یاددہانی ہے (یہ دوسرا فائدہ بیانِ قصص کا ہوا، ایک فائدہ نبی کے لیے دوسرا امت کے لیے) اور جو لوگ (باوجود ان حجج قاطعہ کے بھی) ایمان نہیں لاتے ان سے کہہ دیجئے کہ (میں تم سے الجھتا نہیں) تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو ہم بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہے ہیں اور (ان اعمال کے نتیجے کے) تم (بھی) منتظر رہو، ہم بھی منتظر ہیں (سو عنقریب باطل کھل جاوے گا) اور آسمانوں اور زمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں ان کا علم خدا ہی کو ہے (تو بندوں کے اعمال تو غیب بھی نہیں ان کا علم تو بدرجۂ اولیٰ حق تعالیٰ کو ہے) اور سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے (یعنی علم و اختیار دونوں اللہ ہی کے ہیں پھر اس کو کیا مشکل ہے اگر اعمال کی جزا دیدے اور جب وہ ایسا علم و اختیار رکھتا ہے) تو (اے محمد ﷺ) آپ اسی کی عبادت کیجئے (جس میں تبلیغ بھی داخل ہے) اور اسی پر بھروسہ رکھئے (اگر تبلیغ میں کسی اذیت کا احتمال ہو، یہ بیچ میں بطور جملۂ معترضہ کے آپ سے خطاب فرمادیا، آگے پھر وہی مضمون ہے یعنی) اور آپ کا رب ان باتوں سے بے خبر نہیں جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو (جیسا کہ اوپر علم غیب سے اعمال کا علم بدرجۂ اولیٰ ثابت ہو گیا)۔

تلخیص معارف و مسائل

سورۂ ہود میں انبیاء سابقین اور ان کی قوموں کے واقعات حضرت نوح سے شروع کر کے حضرت موسیٰ تک ترتیب و تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے سیکڑوں مواعظ، حکم اور احکام و ہدایات و واقعات کے بیان کے خاتمہ پر حضرت پیغمبر آخر الزماں ﷺ کو مخاطب کر کے امت محمدیہ کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی، فرمایا: "ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ الخ" اس کے بعد مواعظ و ہدایات کے بعد حضور ﷺ کو مکرر خطاب فرمایا گیا "فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ الخ" کسی لوہے وغیرہ کو سیدھا کھڑا کر دینا تو آسان ہے مگر کسی متحرک شے کا ہر وقت ہر حال میں اس حالت پر قائم رہنا آسان نہیں استقامت کا لفظ تو چھوٹا سا ہے مگر اس کے مفہوم میں ایک عظیم الشان وسعت ہے کیوں کہ دین و شریعت کے تمام ہی ابواب میں اللہ جل شانہ کی قائم کردہ حدود پر سیدھا چلنا استقامت ہے دنیا کی ساری خرابیاں اسی استقامت سے ہٹ جانے کا نتیجہ ہوتی ہیں یہود و نصاریٰ اسی گمراہی میں کھو گئے، استقامت میں ذرا سی کمی انسان کو گمراہ کر دیتی ہے اور افراط و زیادتی بدعات میں مبتلا کر دیتی ہے۔ خواہ اس میں کتنی ہی نیک نیتی

www.toobaaelibrary.com

کیوں نہ ہوں، اسی لیے ہر عبادت میں اتباع سنت وصحابہؓ کی پوری تحقیق کرلینی چاہیے، یہی حال تمام معاملات اور معاشرت میں بھی ہے، اس دنیا میں استقامت ہی سب سے دشوار کام ہے اسی لیے صوفیاء کہتے ہیں کہ استقامت کا مقام کرامت سے بالاتر ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پورے قرآن میں آنحضرتؐ پر اس آیت سے زیادہ سخت اور شاق کوئی آیت نازل نہیں ہوئی، اور آپ کے لحیہ مبارک سفید ہونے لگے، فکر کی چیز لفظ "کَمَا اُمِرْتَ" ہے یعنی وہ استقامت جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے پھر آگے مثبت پہلو کے ساتھ اس کے منفی پہلو کو وَلَا تَطْغَوْا فرمادیا اور صراحت کردی۔

دوسری ہدایت وَلَا تَرْكَنُوْا سے دی گئی۔ یعنی ظالموں سے دوستی نہ کرو، ان کا کہنا نہ مانو، ظالموں سے مداہنت نہ کرو، ان کی صحبت میں نہ بیٹھو، ان کی شکل وصورت اور رہن سہن طور طریقوں کی اتباع نہ کرو۔

اللہ تعالیٰ نے پورا دین دو حرف لَا کے اندر جمع فرمادیا ہے ایک پہلی آیت میں لَاتَطْغَوْا اور دوسری آیت لَا تَرْكَنُوْا یعنی حدود شرعیہ سے نکلنے کی اور برے لوگوں کی صحبت کی ممانعت ہے، اور یہی پورے دین کا خلاصہ ہے۔ (حسن بصری)

پورے قرآن میں ایک ایسا طرز واسلوب بیان ہے جس سے پیغمبرؐ کی عظمت وشان کا اظہار ہوتا ہے، اوامر میں براہ راست پیغمبرؐ کو خطاب کیا گیا ہے، اور نواہی میں تخاطب کا رخ امت کی جانب ہے سبحان اللہ، جو کام قابل ترک ہیں پیغمبرؐ خود ہی ان سے پرہیز کرتے ہیں۔ آپ کی فطرت سلیمہ ہی اللہ نے ایسی بنائی تھی چنانچہ ابتداء اسلام میں جو چیزیں جائز وحلال تھیں مگر انجام کار ان کا حرام ہونا علم الٰہی میں طے شدہ تھا آپ ان کے پاس بھی کبھی نہیں گئے جیسے شراب، سود اور جوا وغیرہ۔

"اَقِمِ الصَّلٰوةَ" یعنی مداومت پابندی، پوری آداب کے ساتھ اس کے افضل وقت میں اقامت صلوٰۃ مراد ہے۔ طَرَفَيِ النَّهَارِ، اور زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ سے چار نمازوں کا بیان آگیا، وہ رہ گئی ظہر تو دوسری آیت "لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ" (اسراء) میں آگئی۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ نیک کام سے سارے اعمال نیک مراد ہیں لیکن نماز کو ان میں اولیت حاصل ہے، اسی طرح "السَّيِّاٰتِ" سے مراد سارے گناہ لیکن ارشاد الٰہی اور احادیث سے مراد گناہ صغیرہ یہاں مراد ہے۔ کبائر بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے، اور صغائر کی معافی میں بھی یہ شرط ہے کہ ان کا کرنے والا اپنے فعل پر نادم ہو، اصرار نہ ہو۔

www.toobaaelibrary.com

"ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ" معلوم ہوا کہ ہٹ دھرمی اور ضدی آدمی ہدایت سے محروم رہتا ہے۔ گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تفصیل مستقل رسائل میں علماء نے لکھ دی ہیں وہاں دیکھی جائیں۔

وَاصْبِرْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ بھی نیک کاموں کے کرنے پر نفس کو ثابت قدم رکھنے اور برے کاموں میں مبتلا ہونے سے اس کو روکنے یا یہ کہ احکام مذکورہ پر مستقیم رہیں، اور مخالفین کی مخالفتوں پر صبر کی تلقین ہے "اَلْمُحْسِنِيْنَ" یعنی جنہیں دین وشریعت پر استقامت کا مقام حاصل ہو۔

آیت ۱۱۶ اور ۱۱۷: میں پچھلی اقوام پر عذاب الٰہی کے نازل ہونے کی وجہ اور لوگوں کو اس سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے "اُولُوْا بَقِيَّةٍ" یعنی اہل عقل وبصیرت۔

"مُصْلِحُوْنَ" کا معنی یہ ہے کہ باوجود شرک کے جن کے اخلاق اچھے ہیں عذاب صرف شرک وکفر کی وجہ سے نہیں آیا کرتا جب تک کہ اعمال میں فساد نہ پیدا ہو جائے اسی لیے بعض علماء نے فرمایا کہ حکومت وسلطنت کفر وشرک کے ساتھ تو چل سکتے ہیں مگر ظلم وجور کے ساتھ نہیں چل سکتے۔

آیت ۱۱۹: "مُخْتَلِفِيْنَ" سے مراد دین حق اور تعلیم انبیاء کی مخالفت ہے، اجتہادی اختلافات جو عہد صحابہؓ سے ہوتا چلا آرہا ہے اس میں داخل نہیں اور نہ یہ رحمت الٰہی کے خلاف ہے بلکہ یہ مقتضاء حکمت ورحمت ہے۔

قراءات: سورۃ ھود: اَلٓرٰ. اِلَّا مُخْتَرٌ پہلے ذکر ہو چکے ہیں لَكُمْ فَلِهُوَ کی بصری اور کسائی کے لیے بفتح الہمزہ اور باقیین کے لیے بکسر الہمزہ بَادِئَ الرَّاْيِ بصری کے لیے بہمزہ مفتوحہ بعد الدال، باقیین کے لیے بیائے مفتوحہ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ حفص اور اخوین کے لیے بضم العین وتشدید مع الکسر اور باقیین کے لیے بفتح العین وتخفیف المیم مع الکسر ہے مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ یہاں اور سورۂ مومنون میں حفص کے لیے جو بین لام مِنْ كُلٍّ باقیین کے لیے بغیر تنوین ہے مَجْرٖهَا حفص واخوین کے لیے بفتح المیم اور باقیین کے لیے بضم المیم يَبْنِيْ ارْكَبْ مَعَنَا حاصم کے لیے بفتح الیاء اور باقیین کے لیے بکسر الیاء اور ادغام ارْكَبْ مَعَنَا بالف قطع بصری عاصم کسائی کے لیے اور مع الف قالون، بزی، خلاد کے لیے ہوگا اور باقیین یعنی ورش شامی اور حفص کے لیے اظہار ہوگا۔ وَقِيْلَ وَغِيْضَ وَمِنْ اٰلِهٍ غَيْرُهٗ پہلے ذکر ہو چکے ہیں اِنَّهٗ عَمِلَ کسائی کے لیے بکسر المیم مع فتح اللام وَغَيْرُ صَالِحٍ بنصب الراء اور باقیین کے لیے بفتح المیم اور رفع اللام مع التنوین ورفع الراء اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْئَلْنِ نافع شامی کے لیے بفتح اللام وکسر النون مع التشدید اور کی کے لیے اسی طرح لیکن بفتح النون مع التشدید اور باقیین کے لیے باسکان اللام وکسر النون مع التخفیف ہے وَمَنْ يُّخْزٰى يَوْمَئِذٍ اور معارج میں مِنْ

www.toobaaelibrary.com

عَذَابِ يَوْمَئِذٍ بِتَنْوِيْنِ نافع وکسائی کے لیے بفتح المیم اور باقیین کے لیے بکسر المیم ہے اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا حفص وحمزہ کے لیے یہاں اور فرقان وعنکبوت میں بفتح الدال بغیر تنوین اور باقیین کے لیے بالتنوین لہٰذا وقف بالالف ہوگا ان کے لیے اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ کسائی کے لیے بکسر الدال مع التنوین اور باقیین کے لیے بفتح الدال بغیر تنوین فَقَالَ سَلٰمٌ اخوین کے لیے یہاں اور سورۂ ذاریات میں بکسر السین واسکان اللام اور باقیین کے لیے بفتح السین واللام والف ہے یَعْقُوْبَ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰی شامی حفص حمزہ کے لیے بنصب الیاء اور باقیین کے لیے بالرفع مِنْهُمْ وَمِيْثَتْ یہاں اور عنکبوت اور سورۂ ملک میں نافع اور شامی اور کسائی کے لیے کسرۂ سین میں اشمام ضمہ ہے اور باقیین کے لیے بکسرۂ خالصہ ہے۔ مطلقاً فَاَسْرِ وَاَنْ اَسْرِ حرمین کے لیے ہمزۂ وصل ہیں دونوں مطلقاً اور باقیین کے لیے ہمزۂ قطعی اِلَّا امْرَاَتَكَ کی بصری کے لی برفع التاء اور باقیین کے لیے بالنصب اَصَلٰوتُكَ . وَعَلٰى مَكَانَتِكُمْ . ذکر ہو چکا ہے۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا حفص اور اخوین کے لیے بضم السین اور باقیین کے لیے بفتح السین وَاِنَّ كُلًّا حرمین وشعبہ کے لیے باسکان النون اور باقیین کے لیے بالتشدید مع الفتح لَمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ اور یٰسین میں لَمَّا جَمِيْعٌ اور طارق میں لَمَّا عَلَيْهَا شامی اور عاصم اور حمزہ کے لیے بتشدید المیم تینوں جگہ اور باقیین کے لیے بالتخفیف وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ نافع وحفص کے لیے بضم الیاء وفتح الجیم اور باقیین کے لیے بفتح الیاء وکسر الجیم عَمَّا تَعْمَلُوْنَ یہاں اور آخر نمل میں۔ نافع شامی اور حفص بالتاء اور باقیین کے لیے دونوں جگہ بالیاء۔

❁ ❁ ❁

www.toobaaelibrary.com

سورۃ یوسف مکیۃ (۱۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۚ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

الٓرٰ (اس کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ آیتیں ہیں ایک واضح کتاب کی (جس کے الفاظ اور معانی اولیہ بہت صاف ہیں) ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم (اہل زبان ہونے کی وجہ سے دوسروں سے پہلے) سمجھو (پھر تمہارے واسطے سے دوسرے لوگ سمجھیں) ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں اور اس سے پہلے آپ (اس قصہ سے) بالکل بے خبر تھے (کیوں کہ نہ آپ نے کوئی کتاب پڑھی تھی، نہ کسی معلم سے کچھ سیکھا تھا، اور قصہ کی شہرت بھی ایسی نہیں تھی کہ عوام جانتے ہوں، آغاز قصہ) وہ وقت قابل ذکر ہے جب کہ یوسفؑ نے اپنے والد (یعقوبؑ) سے کہا کہ ابا میں نے (خواب میں) گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے ہیں ان کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، انھوں نے (جواب میں) فرمایا کہ بیٹا اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا (کیوں کہ وہ خاندان نبوت میں سے ہونے کی وجہ سے اس خواب کی تعبیر جانتے ہیں کہ گیارہ ستارے گیارہ بھائی اور سورج والد اور چاند ماں ہے، اور سجدہ کرنے سے مراد ان سب کا تمہارے لیے مطیع وفرماں بردار ہونا ہے) تو وہ تمہارے (ایذا رسانی کے) لیے کوئی خاص تدبیر کریں گے (یعنی بھائیوں میں سے اکثر، کیوں کہ دس بھائی علاتی تھے، ان سے خطرہ تھا، صرف ایک بھائی حقیقی بنیامین تھے جن سے کسی خلاف کا تو اندیشہ نہ تھا مگر یہ احتمال تھا کہ ان کے منہ سے بات نکل جائے) بلاشبہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے۔ (اس لیے بھائیوں کے دل میں وسوسے ڈالے گا) اور (جس طرح اللہ تعالیٰ تم کو یہ عزت دے گا کہ سب تمہارے تابع ومطیع ہوں گے) اسی طرح تمہارا رب تم کو (دوسری عزت

www.toobaaelibrary.com

نبوت کے لیے بھی) منتخب کرے گا اور تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا اور (دوسری نعمتیں دے کر بھی) تم پر اولاد یعقوب پر اپنا انعام کامل کرے گا جیسا کہ اس سے پہلے تمہارے دادا ابراہیم و اسحاق (علیہم السلام) پر انعام کر چکا ہے اور واقعی تمہارا رب بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے۔

تلخیص و معارف مسائل

بجز چار آیات کے پوری سورۃ یوسف مکی ہے پورے قرآن میں قصہ یوسف اس سورۃ کے سوا اور کہیں نہیں آیا ہے ورنہ دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کے قصص خاص حکمت کے تحت اجزاء اجزاء کر کے پورے قرآن میں بار بار لائے گئے۔

تاریخ عالم اور ماضی کے تجربات میں انسان کی آئندہ زندگی کے لیے بڑے سبق ہوتے ہیں اسی لیے قرآن کریم میں تمام اقوام عالم کی تاریخ کا وہ منتخب حصہ لیا گیا ہے جو انسان کے حال و مآل کے لیے نسخہ کیمیا ہے اور اس طرح مخصوص اور بے مثال انداز میں کہ اس کا پڑھنے والا اسے تاریخ کی کوئی کتاب محسوس نہیں کر سکتا جہاں کہیں ضرورت ہوئی کسی حصہ کا اعادہ بھی کر دیا گیا اسی لیے کوئی واقعاتی ترتیب رعایت نہیں کی گئی اس اسلوب خاص میں یہ ہدایت ہے کہ تاریخ کا پڑھنا اور یاد رکھنا خود کوئی مقصد نہیں بلکہ اصل مقصد اس سے عبرت و موعظت حاصل کرنا ہے اسی لیے کلام انسانی میں خبر اور انشاء میں مقصود اصلی انشاء ہی ہے۔

سیدنا حضرت یوسفؑ کے قصہ کو ترتیب کے ساتھ بیان کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تاریخ نگاری جو ایک فن ہے اس کے لیے اس میں ہدایات ہیں کہ بیان واقعہ نہ اتنا مختصر ہو کہ سمجھ میں پوری طرح نہ آ سکے اور نہ اتنا طویل کہ پڑھنا اور یاد رکھنا مشکل ہو جائے۔

نیز یہ حکمت بھی کہ یہود نے امتحاناً پیغمبرؐ سے کہا تھا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو بتلایئے کہ آل یعقوب ملک شام سے مصر کیوں منتقل ہوئے اور واقعہ یوسف کیا تھا؟ جواباً بذریعہ وحی پورا قصہ نازل کیا گیا جو ایک بڑا معجزہ اور نبوت کے لیے بڑا شاہد تھا۔ کیوں کہ آپ تا عمر مکہ میں ہی رہے، اُمی تھے مگر وہ سارے واقعات جو تورات میں تھے سب صحیح صحیح بتلا دیے بلکہ وہ بھی جن کا ذکر تورات میں بھی نہ تھا ساتھ ہی بہت سے احکام و ہدایات کا بیان کا۔

آیت:۲، قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا: چوں کہ قصہ یوسف کے سائلین عرب کے یہودی تھے چوں کہ اس کے باوجود قبول حق کی توقع مشکوک تھی اس لیے "لَعَلَّ" کا لفظ لائے۔

www.toobaaelibrary.com

آیت ۳: اس میں یہود کو تنبیہ ہے کہ اس میں بھی رسول کا کمال واضح ہوا کیوں کہ وہ اُمی تھے بجز وحی کے کوئی اور ذریعہ واقفیت کا نہیں ہو سکتا تھا۔

آیت ۴: گیارہ ستارے سے مراد آپ کے گیارہ بھائی اور شمس وقمر سے مراد والدین ہیں خالہ بھی مثل ماں کے ہوتی ہے اور جب کہ والد کے نکاح میں آجائے۔ اس لیے والدہ کی وفات سے اعتراض نہ ہونا چاہیے۔

خواب کی حقیقت اور قسمیں

نفس انسان جس وقت نیند یا بے ہوشی کے باعث ظاہر بدن کی تدبیر سے فارغ ہو جاتا ہے تو اسے اس کی قوت خیالیہ کی راہ سے کچھ صورتیں دکھائی دیتی ہیں، اسی کا نام خواب ہے، خواب کی تین قسمیں ہیں (۱) خواب میں انسان جو مختلف صورتیں اور واقعات دیکھتا ہے ——— تو کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ بیداری کی حالت میں جو صورتیں انسان دیکھتا رہتا ہے وہی خواب میں متشکل ہو کر نظر آجاتی ہیں ——— اور (۲) کبھی شیطان کچھ صورتیں اور واقعات خوش کرنے یا ڈرانے کے لیے ذہن میں ڈالتا ہے، تو یہ دونوں قسمیں باطل اور بے اصل ہیں ان کی واقعی طور پر کوئی تعبیر نہیں ہو سکتی۔ پہلی کو حدیث نفس اور دوسری کو تسویل شیطانی کہا جاتا ہے۔

تیسری صحیح قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک قسم کا الہام ہے جو اپنے بندہ کو متنبہ کرنے یا خوش خبری دینے کے لیے کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب سے بعض چیزیں اس کے قلب ودماغ میں ڈال دیتے ہیں اگر اس میں کچھ عوارض شامل نہ ہوں تو یہ خواب صحیح طور پر الہام من اللہ ہوگا۔ انبیاء علیہم السلام کے سب خواب ایسے ہی ہوتے ہیں اور اسی لیے ان کے خواب بھی وحی کا درجہ رکھتے ہیں اور نبوت کا چھیالیسواں جز ہے کہ عام مسلمانوں کے خواب احتمالات کی وجہ سے حجت اور دلیل نہیں ہوتے مندرجہ بالا تین قسمیں پیغمبرؐ کی تفصیل سے منقول ہیں۔

ایسے خواب کے جز نبوت ہونے میں اختلاف ہے، ابن عبدالبر کی تحقیق کے مطابق ان میں کوئی تضاد نہیں، یہ اختلاف خود دیکھنے والوں کے مختلف حالات کی بنا پر ہے۔

جز نبوت ہونے سے کیا مراد ہے؟

پیغمبرؐ پر سلسلہ وحی نبوت تیئس سال جاری رہا، پہلی ششماہی میں یہ سلسلہ بشکل خواب رہا، باقی پینتالیس ششماہیوں میں جبریل امین کی پیغام رسانیوں کی صورت رہی۔ اس حساب سے سچے

www.toobaaelibrary.com

خواب وحی نبوت کا چھیالیسواں جزو ہوا، باقی جن روایات میں کم وبیش عدد مذکور ہیں، ان میں یا تو تقریبی کلام کیا گیا ہے یا وہ سنداً ساقط الاعتبار ہیں۔ (مظہری)

امام قرطبی کی تفصیل سے قادیانی دجال کو مغالطہ ہوا کہ ایک جزو کے موجود ہونے سے کسی چیز کا موجود ہونا لازم نہیں آتا۔ جیسے کسی ایک ناخن یا ایک بال کے وجود سے کسی انسان کا وجود نہیں کہا سکتا۔ سچے خواب جزء نبوت ہیں، مگر نبوت نہیں، کیوں کہ نبوت تو خاتم الانبیاء پر ختم ہو چکی ہے۔ اور اس ایک جزو کو پیغمبرؐ نے مبشرات یعنی سچے خواب کہا ہے۔ اور کبھی فاسق اور کافر آدمی کا خواب بھی سچا ہو سکتا ہے جیسے حضرت یوسفؑ کے دو ساتھی جیل کے خواب اور بادشاہ مصر کا خواب اس کا سچا ہونا قرآن میں مذکور ہے، حدیث میں کسریٰ کا خواب جو بشارت نبوت کے بارے میں دیکھا تھا۔ وہ صحیح ہوا ایسے ہی آپؐ کی پھوپھی عاتکہ کا خواب نیز بخت نصر کا خواب، یہ سب کفر کی حالت میں دیکھے گئے خواب تھے، اور اس سے دیکھنے والے کے نیک اور صالح اور مسلمان ہونے کی دلیل بھی نہیں بنایا جا سکتا البتہ عام عادۃ اللہ یہی ہے کہ سچے اور نیک لوگوں کے خواب عموماً سچے ہوتے ہیں۔ الحاصل سچے خواب عام امت کے لیے ایک بشارت ثانیہ سے زائد کوئی مقام نہیں رکھتے۔ نہ حجت ہیں اس لیے کسی وسوسہ اور دھوکہ میں نہ مبتلا ہو جانا چاہیے۔

آیت:۵: یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ الخ: اس سے معلوم ہوا کہ خواب صرف مُعَبِّر یا کسی ہمدرد سے ہی بیان کرنا چاہیے ہر شخص سے نہیں، خواب جب تک بیان نہ کیا جائے معلق رہتا ہے، جب بیان کر دیا گیا اور سننے والے نے کوئی تعبیر دیدی تو تعبیر کے مطابق واقع ہو جاتا ہے۔ (ترمذی)

خواب بھلا معلوم ہو تو چاہیے بیان کر دے، بری بات نظر آئے تو کسی سے نہ بیان کرے، اٹھ کر نماز پڑھ لے یا بائیں طرف تین بار تھوک دے اور اللہ سے اس کی برائی سے پناہ مانگے کسی سے ذکر نہ کرے تو یہ خواب کوئی نقصان نہ دے گا۔ (مسلم)

ذکر نہ کرنے کی ممانعت شفقت و ہمدردی کی بناء پر ہے نہ کہ شرعاً حرام۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کو دوسرے کے شر سے بچانے کے لیے اس کی کسی بری خصلت یا نیت کا اظہار کر دینا جائز ہے یہ غیبت میں داخل نہیں نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اپنی خوش حالی اور نعمت کا ذکر کسی حاسد سے نہ کرنا چاہیے۔

برادران یوسف کو کتاب طبری میں انبیاء کہنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور انھوں نے حضرت یوسفؑ کے قتل کا مشورہ کیا تھا اور انھیں ضائع کرنے کی تدبیر کی اور باپ کی نافرمانی

www.toobaaelibrary.com

کا عمل ان سے ہوا۔

آیت:۶: وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ: معلوم ہوا کہ تعبیر خواب ایک مستقل فن ہے جو کسی کسی کو اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتے ہیں اور تعبیر کا فوراً ظاہر ہونا ضروری نہیں، حضرت یوسفؑ کے خواب کی تعبیر چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ "وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ" نعمت سے مراد عطاءِ نبوت ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِّلسَّائِلِينَ ۝ إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِن بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ۝ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ۝ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ۝ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَن تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَن يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنتُمْ عَنْهُ غَافِلُونَ ۝ قَالُوا لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا إِذًا لَّخَاسِرُونَ ۝ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَن يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُم بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ۝ قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِندَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ وَمَا أَنتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ۝ وَجَاءُو عَلَىٰ قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝ وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ قَالَ يَا بُشْرَىٰ هَٰذَا غُلَامٌ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

یوسفؑ کے اور ان کے (علاتی) بھائیوں کے قصہ میں (خدا کی قدرت اور آپ کی نبوت کے) دلائل موجود ہیں ان لوگوں کے لیے جو (آپ سے ان کا قصہ) پوچھتے ہیں، (کیوں کہ یوسفؑ کو ایسی بے کسی اور بے بسی سے سلطنت وحکومت تک پہنچا دینا یہ خدائی کا کام تھا، جس سے مسلمانوں کے لیے عبرت اور قوت ایمان حاصل ہوگی، اور یہود جنھوں نے آں حضرتؐ کی آزمائش کے لیے یہ قصہ پوچھا تھا ان کے لیے اس میں دلیل نبوت مل سکتی ہے) وہ وقت قابل ذکر ہے جب کہ ان (علاتی) بھائیوں نے (باہمی مشورہ کے طور پر) یہ گفتگو کی کہ (یہ کیا بات ہے کہ) یوسف اور ان کا (حقیقی) بھائی (بنیامین) ہمارے باپ کو زیادہ پیارے ہیں حالاں کہ (وہ دونوں کم عمری کی وجہ سے ان کی خدمت کے قابل بھی نہیں اور) ہم ایک جماعت ہیں (کہ اپنی قوت وکثرت کی

www.toobaaelibrary.com

وجہ سے ان کی ہر طرح کی خدمت بھی کرتے ہیں) واقعی ہمارے باپ کھلی غلطی میں ہیں (اس لیے تدبیر یہ کرنی چاہیے کہ ان دونوں میں بھی زیادہ پیار یوسف سے ہے اس کو کسی طرح ان کے پاس سے ہٹانا چاہیے جس کی صورت یہ ہے کہ) یا تو یوسف کو قتل کر ڈالو، یا اس کو کسی (دور دراز) سرزمین میں ڈال آؤ، تو (پھر) تمہارے باپ کا رخ خالص تمہاری طرف ہو جاوے گا اور تمہارے سب کام بن جاویں گے، انہی میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو (کہ وہ بڑا جرم ہے) اور ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دو (جس میں اتنا پانی نہ ہو جس میں ڈوبنے کا خطرہ ہو، کیوں کہ وہ تو قتل ہی کی ایک صورت ہے، البتہ بستی اور رہ گذر سے بہت دور بھی نہ ہو) تاکہ کوئی راہ چلتا مسافر نکال لے جائے، اگر تم کو (یہ کام) کرنا ہی ہے (تو اس طرح کرو، اس پر سب کی رائے متفق ہو گئی اور) سب نے (مل کر باپ سے) کہا کہ ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسفؑ کے بارے میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے (کہ کبھی کہیں نہیں بھیجتے) حالاں کہ ہم اس کے دل و جان سے) خیر خواہ ہیں (ایسا نہ چاہیے بلکہ) آپ اس کو کل ہمارے ساتھ (جنگل) بھیجئے، کہ ذرا وہ کھاویں کھیلیں اور ہم ان کی پوری حفاظت رکھیں گے، یعقوبؑ نے فرمایا کہ (مجھے ساتھ بھیجنے سے دو چیزیں مانع ہیں ایک حزن اور ایک خوف، حزن تو یہ کہ) مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ اس کو تم (میری نظروں کے سامنے سے) لے جاؤ اور (خوف یہ کہ) میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اس کو کوئی بھیڑیا کھا جاوے اور تم (اپنے مشاغل میں) اس سے بے خبر رہو (کیوں کہ اس جنگل میں بھیڑیے بہت تھے) وہ بولے اگر اس کو بھیڑیا کھا لے اور ہم ایک جماعت کی جماعت (موجود) ہوں تو ہم بالکل ہی گئے گذرے ہوئے (غرض کہہ سن کر یعقوبؑ سے یہ ان کو لے کر چلے) تو جب ان کو (اپنے ساتھ جنگل) لے گئے اور (قرار داد سابق کے مطابق) سب نے پختہ ارادہ کر لیا کہ ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دیں (پھر اپنی تجویز پر عمل بھی کر لیا) اور (اس وقت یوسفؑ کی تسلی کے لیے) ہم نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ (تم مغموم نہ ہو ہم تم کو یہاں سے خلاصی دے کر بڑے رتبہ پر پہنچا دیں گے اور ایک دن وہ ہوگا کہ) تم ان لوگوں کو یہ بات جتلاؤ گے اور وہ تم کو (اس وجہ سے کہ غیر متوقع طور پر شاہانہ صورت میں دیکھیں گے) پہچانیں گے بھی نہیں (چناں چہ واقعہ اسی طرح پیش آیا کہ بھائی مصر پہنچے اور آخر کار یوسفؑ نے ان کو جتلایا هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ، یوسفؑ کا تو یہ قصہ ہوا) اور (ادھر) وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے (اور جب باپ نے رونے کا سبب پوچھا تو) کہنے لگے ابا ہم سب تو آپس میں دوڑ لگانے میں (کہ کون آگے نکلے) لگ گئے اور یوسف کو ہم نے (ایسی جگہ جہاں بھیڑیا آنے کا گمان نہ تھا) اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا، بس

www.toobaaelibrary.com

(اتفاقاً) ایک بھیڑیا (آیا اور) ان کو کھا گیا اور آپ تو ہمارا کا ہے کو یقین کرنے لگے گو ہم کیسے ہی سچے ہوں اور (جب یعقوبؑ کے پاس آنے لگے تھے تو) یوسف کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا لائے تھے (کہ کسی جانور کا خون ان کی قمیص پر ڈال کر اپنی قول کو سند کے لیے پیش کیا) (یعقوب نے دیکھا تو کرتا کہیں سے پھٹا ہوا نہیں تھا، کمار واطبری عن ابن عباس، تو) فرمایا (یوسفؑ کو بھیڑیے نے ہرگز نہیں کھایا) بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے، سو میں صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا، (صبر جمیل کی یہ تفسیر کہ اس کے ساتھ کوئی حرف شکایت نہ ہو طبری نے مرفوع حدیث کے حوالہ سے بیان کی ہے) اور جو باتیں تم بناتے ہو ان میں اللہ ہی مدد کرے (کہ اس وقت مجھے ان پر صبر آجائے اور آئندہ تمہارا جھوٹ کھل جائے، بہرحال حضرت یعقوبؑ صبر کر کے بیٹھ رہے) اور (یوسفؑ کا یہ قصہ ہوا کہ اتفاق سے ادھر) ایک قافلہ آنکلا (جو مصر کو جا رہا تھا) اور انھوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے واسطے (یہاں کنویں پر) بھیجا اور اس نے اپنا ڈول ڈالا (یوسفؑ نے ڈول کو پکڑ لیا، جب ڈول باہر آیا اور یوسفؑ کو دیکھا تو خوش ہو کر) کہنے لگا بڑی خوشی کی بات ہے یہ تو بڑا اچھا لڑکا نکل آیا (قافلہ والوں کو خبر ہوئی تو وہ بھی خوش ہوئے) اور ان کو مال (تجارت) قرار دے کر (اس خیال سے) چھپا لیا (کہ کوئی دعویدار نہ کھڑا ہو جائے تو پھر اس کو مصر لے جا کر بڑی قیمت پر فروخت کریں گے (اور اللہ کو ان کی سب کارگذاریاں معلوم تھیں (ادھر وہ بھائی بھی آس پاس لگے رہتے، اور کنویں میں یوسف کی خبر گیری کرتے کچھ کھانا بھی پہنچاتے، جس سے مقصد یہ تھا کہ یہ ہلاک بھی نہ ہوں اور کوئی آ کر انھیں کسی دوسرے ملک میں لے جائے اور یعقوبؑ کو خبر نہ ہو، اس روز جب یوسفؑ کو کنویں میں نہ دیکھا اور پاس ایک قافلہ پڑاؤ دیکھا تو تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچے، یوسفؑ کا پتہ لگ گیا تو قافلہ والوں سے کہا کہ ہمارا غلام ہے بھاگ کر آ گیا تھا اور اب ہم اس کو رکھنا نہیں چاہتے) اور (یہ بات بنا کر) ان کو بہت ہی کم قیمت پر (قافلہ والوں کے ہاتھ) بیچ ڈالا، یعنی گنتی کے چند درہم کے بدلے میں اور (وجہ یہ تھی کہ) یہ لوگ کچھ ان کے قدردان تو تھے ہی نہیں (کہ ان کو عمدہ مال سمجھ کر بڑی قیمت سے بیچتے بلکہ ان کا مقصد تو ان کو یہاں سے ٹالنا تھا)

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۷: اٰیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیْنَ. یعنی جس بچہ کو بھائیوں نے ہلاکت کے غار میں ڈال دیا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور اپنے احکام کی پابندی کا کس قدر گہرا رنگ عطا کیا کہ نوجوانی کا زمانہ جس میں تعیش کا بہترین موقع ملتا ہے مگر وہ خوف خدا سے خواہشات نفس پر کس قدر قابو یاب ہیں کہ اس

www.toobaaelibrary.com

بلا سے صاف بچ نکلتے ہیں اور اللہ کس قدر مخالفین پر عزت دیتا ہے کہ مخالفین کو اس کے قدموں میں لاڈالتا ہے۔ یہ سب عبرتیں اور نشانیاں ہیں اہل تحقیق کے لیے۔ (قرطبی و مظہری)

حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا، آپ کے بارہ لڑکے تھے سب صاحب اولاد یہ سب بارہ خاندان بنی اسرائیل کہلائے، ان میں دس بڑے لڑکے حضرت یعقوبؑ کی پہلی زوجہ محترمہ لیا بنت لیان کے بطن سے تھے ان کے انتقال کے بعد لیا کی بہن راحیل سے نکاح کیا، ان کے بطن سے دو لڑکے حضرت یوسف اور بنیامین پیدا ہوئے حضرت راحیل کا انتقال بھی بنیامین کی پیدائش کے بعد بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔

آیت:۸: عُصْبَةٌ: پانچ سے دس تک کی جماعت کے لیے بولا جاتا ہے "ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" یہاں مراد دینی گمراہی نہیں ہے کہ بھائیوں کے حق میں انصاف نہیں کرتے ورنہ ایسا خیال کرنے سے یہ سب کافر ہو جاتے، کیوں کہ حضرت یعقوبؑ پیغمبر اور نبی تھے، برادران یوسف سب مسلمان تھے، کیوں کہ بعد میں اپنی خطا کی معافی طلب کی جو قبول ہوئی ورنہ کافر کے حق میں دعاءِ مغفرت جائز نہیں۔

آیت:۱۰: قَآئِلٌ مِّنْهُمْ، یہ رائے دینے والا ان کا بڑا بھائی یہودا یا روبیل تھا یہ وہی ہے جس نے بنیامین کے روک لیے جانے پر کہا تھا کہ میں باپ کو کیا منہ دکھاؤں گا اس لیے میں کنعان واپس نہیں جاتا۔

لفظ غیر جاندار کو اور جاندار کو باصطلاح فقہاء لقیط کہا جاتا ہے انسان کو لقیط جب تک ہی کہا جائے گا جب وہ بچہ ہو، عاقل بالغ نہ ہو، اس وقت یوسفؑ سات سال کے بچہ تھے، (ابن جریر وغیرہ)

کسی شخص کے گم شدہ مال مل جانے پر یہ ذمہ داری ہے کہ اس کا باقاعدہ اعلان کر کے اس کے مالک تک پہنچائے، اور مالک کے نہ ملنے پر یا یہ کہ مالک اسے تلاش نہ کرے گا تو اگر پانے والا خود مفلس ہے تو اپنے صرف میں لائے اور نہ مساکین پر صدقہ کر دے، اور بہر دو صورت مالک مال کی جانب سے صدقہ ہوگا اور اسی کو ثواب ملے گا، یہ ہیں اسلامی زرّیں اصول، کاش کہ اس پر عمل پیرا ہو کر حکومت کے کروڑوں روپے بچائے جا سکیں۔

آیت:۱۱: سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی درخواست پہلے بھی کر چکے تھے جو قبول نہ ہوئی تھی اسی لیے اس بار ذرا تاکید و اصرار نظر آ رہا ہے۔

آیت:۱۲: اس میں حضرت یعقوبؑ نے کھیل کود کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا، معلوم ہوا کہ حدود کے اندر سیر و تفریح اور کھیل کود جائز ہے، حضرت یعقوبؑ نے بھیڑیے کا اندیشہ ظاہر فرمایا تو یا تو

www.toobaaelibrary.com

اس لیے کہ کنعان میں بھیڑیوں کی کثرت تھی۔ یا اس لیے کہ آپ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ وہ کسی پہاڑی کے اوپر ہیں اور حضرت یوسفؑ اس کے دامن میں نیچے ہیں، اچانک دس بھیڑیوں نے انھیں گھیر لیا اور حملہ کرنا چاہا مگر ایک بھیڑیے ہی نے مدافعت کر کے چھڑا دیا پھر یوسفؑ زمین کے اندر چھپ گئے، جس کی تعبیر بعد میں ظاہر ہوئی، اور وہ ایک بھیڑیا بڑے بھائی یہودا تھے۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ اس خواب کی وجہ سے ان بھائیوں سے خطرہ تھا انھی کو بھیڑیا کہا تھا مگر بمصلحت پوری بات ظاہر نہیں فرمائی۔

حضرت یعقوبؑ نے اپنی پیغمبرانہ شان کے باعث اولاد کی دل شکنی کے پیش نظر بات کھول کر نہیں کی، دیگر یہ کہ آئندہ مزید خطرہ بڑھنے کا اندیشہ تھا اس لیے اجازت دیدی، جب تک حضرت یعقوبؑ نظر آتے رہے یہ برادران باری باری انھیں اپنے موڈھوں پر بٹھاتے رہے مگر جونہی نظروں سے اوجھل ہو گئے تو جس بھائی کے موڈھے پر اس وقت تھے اس نے انھیں زمین پر پٹک دیا، یہ بھی بچے تھے پیدل چلنے لگے مگر ان کے ساتھ دوڑنا آپ کے لیے مشکل ہو رہا تھا باری باری سب بھائیوں کی پناہ لی مگر کسی نے ہمدردی نہ کی اور سب نے جواب دیا کہ وہ تمہارے گیارہ ستارے اور چاند سورج جو تمہیں سجدہ کر رہے تھے ان کو پکارو وہی تیری مدد کریں گے۔ (قرطبی) اس سے پتہ چلا کہ بھائیوں کو خواب کا کسی طرح علم ہو گیا تھا، اور یہی ان کی شدت غیظ و غضب کا سبب بنا۔

آخر میں آپ نے بڑے بھائی یہودا کو مخاطب کر کے ان کے عہد و پیمان یاد دلائے کہا کہ آپ بڑے ہیں میری خبر لیں اور اپنے ضعیف والد پر رحم کریں، یہ سن کر یہودا کو رحم آیا اور کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں یہ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے، اور اس نے سب کو اللہ کی توفیق سے سمجھایا کہ اس شرط پر کہ یہ تمہاری شکایت نہ کرے والد تک پہنچا دو، اسے قتل کرنا جرم عظیم ہے، اس فہمائش پر سب نے انھیں بھی قتل کی دھمکی دی اور کہا تم اپنا مرتبہ باپ کے دل میں بڑھانا چاہتے ہو، یہودا نے اپنے کو ان کے مقابل کمزور پا کر اس غیر آباد کنویں میں ڈالدینے کا مشورہ دیا تاکہ تم ان کے خونبہا سے بچ سکو، کوئی قافلہ آئے گا اور اسے نکال لے جائے گا اور تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے، اس بات پر سب کا اتفاق ہو گیا "فَاَجْمَعُوْٓا" اس کی جزاء "اَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ" ہے یعنی جب انھوں نے اتفاق و عزم کر ہی لیا تو اللہ تعالیٰ نے تسلی کے لیے حضرت یوسفؑ کو وحی بھیج دی کہ تم ان سے ملاقات کرو گے اور ان سے مستغنی اور بالادست ہو گے، ان سے ان کے ظلم پر مؤاخذہ کرو گے اور یہ ان سارے معاملہ میں

www.toobaaelibrary.com

بے خبر ہوں گے" "وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ" یہ وحی کنویں میں ڈالے جانے سے پہلے بھی ہو سکتی ہے کہ آپ سلامت رہیں گے اور بعد میں بھی ہو سکتی ہے کہ آپ اس سے نجات پائیں گے، اور بعد میں آپ انھیں سرزنش کریں گے اور یہ آپ کو پہچانیں گے بھی نہیں۔

مظہری میں ہے کہ آپ ابھی صغیر السن تھے وحی نبوت نہ تھی بلکہ یہ وحی ایسی ہی تھی جیسی والدہ موسیٰ کو کی گئی تھی کیوں کہ وحی کی عمر چالیس سال کے بعد ہوتی ہے وحی نبوت تو مصر پہنچنے اور جوان ہونے کے بعد شروع ہوئی جیسا کہ آگے آرہا ہے "وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ الخ" مگر ابن جریر وغیرہ نے اسے استثنائی طور پر وحی نبوت قرار دیا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ کو بچپن میں نبوت عطا کی گئی۔

مصر پہنچنے کے بعد حضرت یوسفؑ کو اللہ تعالیٰ نے آئندہ کی صورت حال جیل سے رہائی اور حکومت سے متعلق باخبر کرنے کو منع فرمادیا تھا اسی لیے آپ نے والد ضعیف کو باخبر کرنے کی کوئی صورت نہیں نکالی۔ (حضرت ابن عباسؓ)

جب حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈالا تو آپ کنویں کے من سے چمٹ گئے، بھائیوں نے پھر انھیں ان کے کرتے سے ان کے ہاتھ باندھ دیے اس وقت بھی حضرت یوسفؑ ان سے رحم کی درخواست کی اور جواب میں ان سب نے وہی پرانا جواب دیا ایک ڈول میں ڈال کر کنویں میں لٹکا دیا، نصف تک پہنچے تو رسی کاٹ دی کنویں میں پانی تھا، اس لیے گرے تو چوٹ نہیں لگی قریب ہی ایک ابھری ہوئی چٹان نظر آئی آپ اس پر بیٹھ گئے، یا جبرئیل کو حکم ہوا انھوں نے اس پر بٹھا دیا۔ آپ تین روز اس کنویں میں رہے بھائی چھپ کر روزانہ انھیں کھانا پانی اور ڈول میں ڈال کر پہنچا دیتے تھے۔

آیت: ۱۷: اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ: سے معلوم ہوا کہ باہمی مسابقت (دوڑ) شریعت میں مشروع اور اچھی خصلت ہے، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مسابقت میں کسی تیسرے کی جانب سے انعام دینا بھی جائز ہے، بشرطیکہ رقم بطور شرط نہ ٹھہرائی گئی ہو ورنہ جوا اور قمار ہو جائیگا۔

آیت: ۱۸: بِدَمٍ كَذِبٍ ان کے جعل سازی کا راز اس طرح فاش ہو گیا کہ کرتا کہیں سے پھٹا نہ تھا، سالم تھا حضرت یعقوبؑ نے فرمایا میرے بیٹو! یہ بھیڑیا کیسا حکیم اور عقلمند تھا کہ یوسف کو اس طرح کھایا کہ کرتا کہیں سے نہیں پھٹا بَلْ سَوَّلَتْ.

مسئلہ: اس سے پتہ چلا کہ مقدمہ میں فریقین کے دلائل سننے کے ساتھ قاضی حالات اور قرائن پر نظر رکھے۔

ماوردی نے کہتے ہیں، بیر اہن یوسف بھی عجائب روزگار میں سے ہے تین عظیم الشان وقائع اسی

www.toobaaelibrary.com

برادران سے وابستہ ہیں، (۱) خون آلود کرکے والد کو دھوکہ دینے اور کرتے کی شہادت سے جھوٹا ثابت ہونے کا واقعہ (۲) واقعہ زلیخا میں بھی کرتے ہی نے شہادت پیش کی (۳) یعقوبؑ کی بینائی کی واپسی کا (وَجَآءُوْا عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ، اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ اِنْ قُدَّ قَمِيْصُهٗ الخ)

مسئلہ: بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ یہ حضرت یعقوبؑ نے دوبار کہی، دوسری بار بنیامین کے پکڑے جانے پر پہلی بار تو صحیح نکلی مگر دوبار کی بات صحیح نہیں تھی، یہ دونوں باتیں اپنی رائے سے کہی تھی معلوم ہوا کہ پیغمبروں سے بھی رائے کی غلطی ابتداءً ہو سکتی ہے مگر بعد میں انھیں بذریعہ وحی ان پر قائم نہیں رہنے دیا جاتا اس لیے کہا جاتا ہے کہ اپنی رائے پر جمود نہ اختیار کرے، دوسروں کی رائے بھی سنی چاہیے۔

آیت: ۱۹: یہ قافلہ شام سے مصر جا رہا تھا راستہ بھول کر اس غیر آباد جنگل میں پہنچ گیا یہ بظاہر ایک اتفاقی واقعہ تھا مگر اللہ تعالیٰ جو حکیم ہیں سب واقعات ایک مربوط اور مستحکم نظام کی ملی ہوئی کڑیاں ہیں حضرت یوسفؑ کا خالق ان کا محافظ ہے، فلاسفر ایسے واقعات و حالات کو بخت و اتفاق کہتے ہیں جو درحقیقت نظام کائنات اور تکوینیات سے ناواقفیت پر مبنی ہوتا ہے۔

کنویں پر پہنچنے والے کا نام۔ مالک بن دعبر۔ بتلایا جاتا ہے۔

آئندہ کی عظمت و شان سے قطع نظر موجودہ حالت میں بھی حسن و جمال اور معنوی کمالات کے درخشاں نشانات حضرت یوسفؑ کی عظمت کے لیے کچھ کم نہ تھے دیکھ کر پکار اٹھا "یٰبُشْرٰى" شب معراج کی حدیث میں ارشاد رسالتؐ ہے فرمایا: میں یوسفؑ سے ملا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پورے عالم کے حسن و جمال کا نصف ان کو عطا فرمایا ہے اور باقی نصف سارے جہان میں تقسیم ہوا ہے۔

"وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ" اللہ تعالیٰ سب جانتے تھے، مگر تکوینی حکمتوں کے ماتحت ان کے منصوبوں کو چلنے دیا۔ پیغمبرؐ کے لیے بھی اس میں ہدایت ہے۔ کہ آپ کی قوم کی ساری کارستانیاں ہمارے علم و قدرت میں ہیں ہم چاہیں تو ایک آن میں سب بدل ڈالیں لیکن تقاضائے حکمت کے تحت چھوٹ ہے۔

آیت: ۲۰ دَرَاهِمَ مَّعْدُوْدَةٍ: معلوم ہوا کہ دراہم کی تعداد چالیس سے کم تھی حضرت ابن مسعودؓ کی روایت پر ابن کثیر نے بیس درہم لکھا ہے دس بھائیوں نے دو دو درہم تقسیم کر لیے (بائیس اور چالیس کی روایات ہیں)

"وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ" یعنی یہ برادران مال کی جانب سے بے رغبت تھے، ان کا اصل مقصد تو حضرت یوسفؑ کو باپ سے جدا کرنا تھا اس لیے تھوڑے دراہم میں معاملہ کر لیا۔

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَكَذٰلِكَ

www.toobaaelibrary.com

مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِن دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَن يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَن نَّفْسِي ۚ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿۲۶﴾ وَإِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَأَىٰ قَمِيصَهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِن كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ﴿۲۸﴾ يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۖ وَاسْتَغْفِرِي لِذَنبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ﴿۲۹﴾

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

(قافلہ والے یوسفؑ کو بھائیوں سے خرید کر مصر لے گئے، وہاں عزیز مصر کے ہاتھ فروخت کر دیا) اور جس شخص نے مصر میں ان کو خریدا تھا (یعنی عزیز) اس نے (ان کو اپنے گھر لا کر اپنی بیوی کے سپرد کیا اور) اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو خاطر سے رکھنا کیا عجیب ہے کہ (بڑا ہو کر) ہمارے کام آوے، یا ہم اس کو بیٹا بنالیں (مشہور یہ ہے کہ یہ اس لیے کہا کہ ان کے اولاد نہ تھی) اور ہم نے (جس طرح یوسفؑ کو اپنی خاص عنایت سے اندھیرے کنویں سے نجات دی) اسی طرح یوسفؑ کو اس سرزمین (مصر) میں خوب قوت دی (مراد اس سے سلطنت ہے) اور (یہ نجات دینا اس غرض سے بھی تھا) تاکہ ہم ان کو خوابوں کی تعبیر دینا بتلا دیں (مطلب یہ تھا کہ نجات دینے کا مقصد ان کو ظاہری اور باطنی دولت سے مالا مال کرنا تھا) اور اللہ تعالیٰ اپنے (چاہے ہوئے) کام پر غالب (اور قادر) ہے (جو چاہے کر دے) لیکن اکثر آدمی جانتے نہیں (کیوں کہ اہل ایمان و یقین کم ہی ہوتے ہیں، یہ مضمون قصہ کے درمیان بطور جملہ معترضہ کے اس لیے لایا گیا ہے کہ یوسفؑ کی موجودہ حالت یعنی غلام بن کر رہنا بظاہر کوئی اچھی حالت نہ تھی، مگر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ حالت چند روزہ بطور ذریعہ ہے اصل مقصد ان کو اونچا مقام عطا فرمانا ہے اور اس کا ذریعہ عزیز مصر کو اور اس کے گھر میں پرورش پانے کو بنایا گیا، کیوں کہ امراء کے گھر میں پرورش پانے سے سلیقہ و تجربہ بڑھتا ہے، امور سلطنت کا علم ہوتا ہے، اسی کا بقیہ آگے یہ ہے) اور جب وہ اپنی جوانی (یعنی سن

www.toobaaelibrary.com

بلوغ یا کمال شباب) کو پہنچے ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا کیا (مراد اس سے علوم نبوت کا عطا کرنا ہے، اور کنویں میں ڈالنے کے وقت جو ان کی طرف وحی بھیجنے کا ذکر پہلے آچکا ہے وہ وحی نبوت نہیں تھی بلکہ ایسی وحی تھی جیسے حضرت موسیٰ کی والدہ کو وحی بھیجی گئی تھی) اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں (جو قصہ یوسفؑ پر تہمت لگانے کا آگے بیان ہوگا اس سے پہلے ان جملوں میں بتلا دیا گیا ہے کہ وہ سراسر تہمت اور جھوٹ ہوگا، کیوں کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم و حکمت عطا ہو اس سے ایسے کام صادر ہو ہی نہیں سکتے، آگے اس تہمت کے قصہ کا بیان ہے کہ یوسفؑ عزیز مصر کے گھر میں آرام و راحت کے ساتھ رہنے لگے) اور (اسی درمیان میں یہ اتفاق پیش آیا کہ) جس عورت کے گھر میں یوسف رہتے تھے وہ (ان پر مفتون ہوگئی اور) ان سے اپنا مطلب حاصل کرنے کے لیے ان کو پھسلانے لگی اور (گھر کے) سارے دروازے بند کر دیئے اور (ان سے) کہنے لگی آجاؤ تم ہی سے کہتی ہوں، یوسف (علیہ السلام) نے کہا (کہ اوّل تو یہ خود بڑا بھاری گناہ ہے) اللہ بچائے (دوسرے) وہ (یعنی تیرا شوہر) میرا مربی (اور محسن) ہے کہ مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا (تو کیا میں اس کے ناموس میں خلل اندازی کروں) ایسے حق فراموش کو فلاح نہیں ہوا کرتی.... (بلکہ اکثر تو دنیا ہی میں ذلیل اور پریشان ہوتے ہیں ورنہ آخرت میں تو عذاب یقینی ہے) اور اس عورت کے دل میں ان کا خیال (عزم کے درجہ میں) جم ہی رہا تھا اور ان کو بھی اس عورت کا کچھ کچھ خیال (امر طبعی کے درجہ میں) ہو چلا تھا (جو کہ اختیار سے باہر ہے، جیسے گرمی کے روزہ میں پانی کی طرف میلان طبعی ہوتا ہے، گو روزہ توڑنے کا وسوسہ تک بھی نہیں آتا، البتہ اگر اپنے رب کی دلیل کو (یعنی اس فعل کے گناہ ہونے کی دلیل کو جو کہ حکم شرعی ہے) انھوں نے نہ دیکھا ہوتا (یعنی ان کو شریعت کا علم مع قوت عملیہ کے حاصل نہ ہوتا) تو زیادہ خیال ہو جانا عجب نہ تھا (کیوں کہ اس کے دواعی اور اسباب سب قوی جمع تھے مگر) ہم نے اسی طرح ان کو علم دیا تاکہ ہم ان سے صغیرہ اور کبیرہ گناہ کو دور رکھیں (یعنی ارادہ سے بھی بچالیا اور فعل سے بھی، کیوں کہ) وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے (اور جب اس عورت نے پھر وہی اصرار کیا تو یوسفؑ وہاں سے جان بچا کر بھاگے اور وہ ان کو پکڑنے کے لیے ان کے پیچھے چلی) اور وہ دونوں آگے پیچھے دروازہ کی طرف دوڑے اور (دوڑنے میں جو ان کو پکڑنا چاہا تو) اس عورت نے ان کا کرتا پیچھے سے پھاڑ ڈالا (یعنی اس نے کرتا پکڑ کر کھینچنا چاہا اور یوسفؑ آگے کی طرف دوڑے تو کرتا پھٹ گیا، مگر یوسفؑ دروازے سے باہر نکل گئے) اور (عورت بھی ساتھ تھی تو) دونوں نے (اتفاقاً) اس عورت کے شوہر کو دروازے کے پاس (کھڑا) پایا، عورت (خاوند کو

www.toobaaelibrary.com

دیکھ کر سٹ پٹائی اور فوراً بات بنا کر) بولی کہ جو شخص تیری بی بی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا بجز اس کے اور کیا (ہو سکتی) ہے کہ وہ جیل خانے بھیجا جائے یا اور کوئی دردناک سزا ہو۔ (جیسے ضرب جسمانی) یوسفؑ نے کہا (کہ یہ جو میری طرف الزام کا اشارہ کرتی ہے بالکل جھوٹی ہے، بلکہ معاملہ برعکس ہے) یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کے لیے مجھ کو پھسلاتی تھی اور (اس موقع پر) اس عورت کے خاندان میں سے ایک گواہ نے (جو کہ شیر خوار بچہ تھا اور یوسفؑ کے معجزے سے بول پڑا اور آپ کی برا ت پر) شہادت دی (اس بچہ کا بولنا ہی حضرتؑ کا ایک معجزہ تھا، اس پر دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ اس شیر خوار بچہ نے ایک معقول علامت بتا کر عاقلانہ فیصلہ بھی کیا اور کہا) کہ ان کا کرتا (دیکھو کہاں سے پھٹا ہے) اگر آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹے اور اگر وہ کرتا پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں۔ سو جب (عزیز نے) ان کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا (عورت سے) کہنے لگا کہ یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے، بیشک تمہاری چالاکیاں بھی غضب کی ہوتی ہیں۔ (پھر یوسفؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا (اے یوسفؑ اس بات کو جانے دو (یعنی اس کا چرچا یا خیال مت کرو) اور (عورت سے کہا کہ) اے عورت تو (یوسف سے) اپنے قصور کی معافی مانگ بیشک سرتاسر تو ہی قصوروار ہے۔

تلخیص معارف و مسائل

برادران یوسف کو خطرہ تھا کہ کہیں یہ پھر کسی طرح واپس باپ کے پاس پہنچ جائیں اس لیے یہ سب اس انتظار میں رہے کہ یہ قافلہ انہیں لے کر مصر کو روانہ ہو جائے روانگی کے بعد بھی کچھ دور چلے اور یہ کہا کہ دیکھو! اسے بھاگ جانے کی عادت ہے کھلا نہ چھوڑو باندھ کے رکھو۔ اس دربدر شہوار سے ناواقف اہل قافلہ انہیں مصر تک اسی طرح لے گئے (ابن کثیر) واقعہ کے غیر ضروری حصہ جو خود سمجھ میں آسکتے ہیں قرآن نے اسے بیان کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔

آیت ۲۱: مصر میں آپ کی بڑھ چڑھ کر قیمت لگنے لگی، حتیٰ کہ آپ کے وزن کے برابر سونا اسی کے برابر مشک اور اسی کے برابر ریشمی کپڑے قیمت میں لگے، یہ دولت بے بہا عزیز مصر کے لیے مقدر تھی اس نے سب ادا کر کے آپ کو خرید لیا یہ وزیر خزانہ مصر تھا جس کا نام قطفیر یا اطفیر بتلایا جاتا ہے اور بادشاہ مصر اس وقت عمالقہ کا ایک شخص ریان ابن ولید تھا، جو بعد میں حضرت یوسفؑ کے ہاتھ پر اسلام لایا اور آپ کی حیات ہی میں انتقال کر گیا اور قطفیر کی بیوی کا نام "راعیل" یا زلیخا بتلایا جاتا ہے۔

سیدنا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا دنیا میں تین آدمی بڑے عقلمند اور قیافہ شناس ثابت ہوئے (۱)

www.toobaaelibrary.com

عزیز مصر جس نے قیافہ سے سمجھ کر اپنی بیوی کو ہدایت دی (اکرمی مثواہ) (۲) دوسرے حضرت شعیبؑ کی وہ صاحبزادی جنھوں نے حضرت موسیٰؑ کے بارے میں اپنے والد سے کہا "یٰاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ الخ" (۳) تیسرے صدیق اکبرؓ جنھوں نے اپنے بعد فاروق اعظمؓ کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا۔ "وَيُعَلِّمُهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ" اس میں وحی کا سمجھنا ان کو بروئے کار لانا اور تمام ضروری علوم کا حاصل ہونا اور خوابوں کی تعبیر صحیح سب داخل ہے۔

آیت: ۲۲: وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ مفسرین کا اختلاف ہے کہ اس وقت آپ کی کیا عمر تھی ابن عباسؓ، مجاہدؒ، قتادہؒ پینتیس سال کہتے ہیں ضحاک بیس سال اور حسن بصری چالیس۔

آیت: ۲۳: اَلَّتِيْ وَهُوَ فِيْ بَيْتِهَا یہاں یہ لفظ اختیار فرمایا اس میں یہ اشارہ ہے کہ یوسفؑ کے گناہ سے بچنے کی مشکلات میں اس بات نے اور بھی اضافہ کر دیا کہ اسی کے گھر میں اسی کی پناہ میں رہتے تھے اس کے حکم کو نظر انداز کرنا آسان نہ تھا۔

"قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ" پیغمبرانہ انداز پر اولاً خدا کی پناہ لی، صرف اپنے عزم پر بھروسہ نہ کیا پھر پیغمبرانہ حکمت و موعظت کے ساتھ زلیخا کو نصیحت شروع کی "اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ" یعنی خود زلیخا کو یہ سبق بھی دیا کہ جب میں چند روزہ پرورش کا حق اتنا سمجھتا ہوں تو تجھے مجھ سے زیادہ پہچاننا چاہیے۔ سیدنا یوسفؑ نے عزیز مصر کو لفظ رَبّ، کہا شریعت محمدیہ میں تو ممنوع ہے اور یہ اسی شریعت محمدیہ کی خصوصیت ہے انبیاء سابقین کی شریعتوں میں شرک سے تو بہ شدت روکا گیا ہے مگر اسباب و ذرائع پر کوئی پابندی نہ تھی، اس لیے اِنَّهٗ رَبِّيْ فرمانا اپنی جگہ درست تھا۔ اور اِنَّهٗ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو یہ بھی ممکن ہے کیوں کہ اچھا ٹھکانا درحقیقت اسی نے دیا۔

سدی اور ابن اسحاق ناقل ہیں کہ زلیخا نے خلوت میں حضرت یوسفؑ کے حسن و جمال کی بڑی تعریف کی کہا تمہارے بال کس قدر حسین ہیں جواب دیا سب سے پہلے موت کے بعد یہ بال ہی جسم سے علیحدہ ہو جائیں گے، اس نے کہا تمہاری آنکھیں کتنی حسین ہیں فرمایا موت کے بعد یہ سب پانی ہو کر میرے چہرے پر بہہ جائیں گی اس نے کہا تمہارا چہرہ کتنا حسین ہے فرمایا یہ سب مٹی کی غذا ہے اللہ تعالیٰ نے فکر آخرت آپ پر اس طرح مسلط کر دی کہ نوجوانی کے عالم میں دنیا کی ساری لذتیں ان کے سامنے گرد ہو گئیں بلاشبہ ہر شر سے حفاظت فکر آخرت ہی سے ممکن ہے۔

آیت: ۲۴: وَهَمَّ بِهَا. انسانی فطرت کے تقاضے سے مگر عین اس وقت میں اللہ نے اپنی حجت

www.toobaaelibrary.com

وبرہان آپ کے سامنے کردی کہ وہ غیر اختیاری میلان وہیں ختم ہو گیا اور پیچھا چھڑا کر بھاگے۔

انبیاء کرام معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں البتہ صغیرہ گناہ بطور سہو وخطا کے سرزد ہو جانے کا امکان ہوتا ہے مگر اس پر انھیں قائم نہیں رہنے دیا، متنبہ کر کے ان سے ہٹا دیا جاتا ہے (مسامرہ) گویا جو خیال پیدا ہوا وہ درجہ گناہ کا نہ تھا ھَمّ عربی میں وسوسہ اور غیر اختیاری خیال کے معنی میں بھی آتا ہے، اور اسی لیے بجائے "وَھَمَّا" کے الگ الگ صیغہ سے بیان کیا، اور زلیخا کے ھَمّ کے ساتھ لَقَدْ کا لفظ تاکیدی لائے اور آپ کے لیے نہ لام اور نہ قد بتلایا یہ تھا کہ زلیخا کا ھَمّ کسی اور طرح کا تھا اور حضرت یوسفؑ کا کسی اور طرح کا اور درجۂ وسوسہ کے خیال پر عمل نہ کر کے اس کے خلاف کیا اللہ نے ان کا درجہ اور بلند کر دیا۔

"بُرْھَانَ رب" کیا تھا اس کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ابن جریرؒ نے ان سب کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ جتنی بات قرآن کریم نے بتلادی ہے صرف اسی پر اکتفار کیا جائے یعنی حضرت یوسف نے کوئی ایسی چیز دیکھی جس سے وسوسہ ان کے دل سے جاتا رہا، اس چیز کی تعیین میں وہ سب احتمال ہو سکتے ہیں جو مفسرین نے ذکر کیے ہیں۔

"عَنْهُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَآءَ" برائی اور بے حیائی کو حضرت یوسفؑ سے ہٹا دیا، اس کے بجائے یہ نہیں کہا کہ یوسف کو برائی اور بے حیائی سے ہٹا دیا اشارہ ہے کہ آپ تو اپنی شان نبوت سے اس گناہ سے خود ہی ہٹے ہوئے تھے مگر برائی اور بے حیائی نے انھیں گھیر لیا تھا۔ ہم نے اس کے جال کو توڑ دیا۔ اس طرز بیان سے بھی سیدنا حضرت یوسفؑ کی ادنی بے گناہی بھی ثابت ہوتی ہے۔

"اَلْمُخْلَصِيْنَ مُخْلَصِيْنَ" ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف حفاظتی پہرہ رہتا ہے خود شیطان کا بس بھی ایسے بندوں پر نہیں چلتا، السُّوْءَ، صغیرہ اور الْفَحْشَآءَ کبیرہ گناہ دونوں گناہوں سے اللہ نے حفاظت فرمائی۔

آیت: ۲۵: وَاسْتَبَقَا الْبَابَ: تاریخی روایات میں مذکور ہے کہ دروازہ پر زلیخا نے قفل لگا دیا تھا جب حضرت یوسفؑ دوڑ کر دروازہ پر پہنچے تو خود بخود یہ قفل کھل کر گر پڑے۔

سیدنا حضرت یوسفؑ اپنی پیغمبرانہ شرافت کی بنا پر غالباً اس کا راز فاش نہ فرماتے مگر جب اس نے پیش قدمی کر کے یوسفؑ پر تہمت رکھنے کا اشارہ کیا تو مجبوراً انھوں نے اظہار حقیقت کیا، معاملہ بڑا نازک، فیصلہ دشوار، شہادت اور ثبوت کا کوئی موقع نہ تھا، ان میں سے سچا کسے سمجھے، مگر اللہ رب العزت اپنے برگزیدہ بندوں کو جس طرح معصوم ومحفوظ رکھتے ہیں اسی طرح دنیا میں بھی انھیں رسوائی

www.toobaaelibrary.com

سے حفاظت کا معجزانہ انتظام فرما دیتے ہیں ایسے مواقع میں عموماً ایسے چھوٹے بچوں سے کام لیا گیا ہے جو ماں بولنے کے قابل نہیں ہوتے مگر معجزاتی طور پر ان کو گویائی عطا فرما کر مقبول بندوں کی برأت کا اظہار فرما دیتے ہیں، جیسے حضرت مریم اور بنی اسرائیل کے ایک بزرگ جریج اور حضرت موسیٰ پر جب فرعون کو شبہ ہوا تو ان مواقع میں اسی طرح حفاظت فرمائی۔

واضح رہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ پولیس ہے خود انسان کے ہاتھ پاؤں اس کی کھال اور در و دیوار قیامت میں شاہد بنیں گے یہ چھوٹا بچہ جو گہوارہ میں بظاہر اس دنیا کی ہر چیز سے غافل تھا وہ حضرت یوسفؑ کے معجزہ کے طور پر عزیز مصر کی کشمکش کے وقت بول اٹھا، پھر یہ بچہ اگر صرف اتنا ہی کہہ دیتا کہ یوسف بے قصور ہیں، قصوروار زلیخا ہے تو بھی ایک معجزہ کی حیثیت سے آپ کے حق میں برأت کی بڑی شہادت ہوتی مگر اللہ تعالیٰ اس بچہ کی زبان پر بڑی حکیمانہ بات کہلوائی کہ ان کی قمیص کو دیکھو، یہ ایک ایسی بات تھی جو خود بھی ہر ایک کی سمجھ میں آسکتی تھی۔

چھوٹا سا بچہ سے متعلق حدیث صحیح ثابت ہے جسے احمد، ابن حبان اور حاکم نے نقل کی ہے، اس حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ نے چار بچوں کو گہوارہ میں گویائی عطا کی جس کا ذکر ابھی گذرا۔

احکام ومسائل: (۱) جلاد، گناہ کی جگہ کو ہی چھوڑ دینا چاہیے۔ (۲) احکام الٰہیہ کی اطاعت میں انسان پر مقدور بھر کوشش لازم ہے، خواہ اس کا نتیجہ کچھ نظر نہ آئے انسان کو اپنی بندگی کا ثبوت دینا چاہیے، (۳) کسی تہمت پر اپنی صفائی پیش کرنا سنت انبیاء ہے، (۴) یہاں شاہد اس معنی کے اعتبار سے قرآن نے فرمایا ہے کہ جس طرح شاہد کے بیان سے معاملہ کا تصفیہ آسان ہو جاتا ہے اس بچہ کے بیان سے بھی یہی فائدہ حاصل ہو گیا۔ (۵) مقدمات میں قرائن سے کام لیا جا سکتا ہے، یہاں جو قرائن کا ذکر ہے وہ اس معاملہ کی تائید ورنہ اصل تو معجزانہ گویائی برأت کا ثبوت ہے۔

عزیز مصر اس خارق عادۃ صورت پر ہی سمجھ چکا تھا کہ یوسف بری ہیں پھر کرتا دیکھنے میں یقین بھی ہو گیا۔

"اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ" سب عورتیں مراد نہیں بلکہ وہی ہیں جو اس طرح کے مکر و حیلہ میں مبتلا ہوں۔

فائدہ: بیوی کی ایسی خیانت اور بے حیائی کے ثابت ہو جانے پر شوہر کا مشتعل نہ ہونا یہ فطرت انسانی سے بہت قابل تعجب ہے قرطبی کہتے ہیں کہ وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عزیز مصر کوئی بے غیرت آدمی ہو، یا یہ کہ جانب اللہ یہ اسی انتظام کا جزو ہو کہ اللہ نے اسے مشتعل نہ ہونے دیا ورنہ ایسے موقع پر انسان ہاتھ اور زبان سے بے قابو ہو جاتا ہے ممکن تھا کہ یوسفؑ کی شان کے خلاف کوئی بات سرزد ہو جاتی ہے یہ

www.toobaaelibrary.com

قدرت حق کے کرشمے ہیں کہ اطاعت حق پر قدم قدم پر حفاظت کی جاتی ہے۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَّفْسِهِ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۚ إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَأً وَآتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ۝ قَالَتْ فَذَٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ۖ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهُ عَن نَّفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ ۖ وَلَئِن لَّمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِّنَ الصَّاغِرِينَ ۝ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۖ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِينَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ ثُمَّ بَدَا لَهُم مِّن بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

اور چند عورتوں نے جو کہ شہر میں رہتی تھیں یہ بات کہی کہ عزیز کی بی بی اپنے غلام کو اس سے اپنا (ناجائز) مطلب حاصل کرنے کے لیے پھسلاتی ہے (کیسی کمینہ حرکت ہے کہ غلام پر کرتی ہے) اس غلام کا عشق اس کے دل میں جگہ پکڑ گیا ہے۔ ہم تو اس کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں سو جب اس عورت نے ان عورتوں کی بدگوئی (کی خبر) سنی تو کسی کے ہاتھ ان کو بلا بھیجا (کہ تمہاری دعوت ہے) اور ان کے واسطے مسند تکیہ لگایا اور (جب وہ آئیں اور ان کے سامنے مختلف قسم کے کھانے اور پھل حاضر کیے جن میں بعض چیزیں چاقو سے تراش کر کھانے کی تھیں اس لیے) ہر ایک کو ان میں سے ایک ایک چاقو (بھی) دیدیا (جو ظاہر میں تو پھل تراشنے کا بہانہ تھا، اور اصل مقصد وہ تھا جو آگے آتا ہے کہ یہ حواس باختہ ہو کر اپنے ہاتھوں کو زخمی کر لیں گی) اور (یہ سب سامان درست کر کے یوسفؑ کو جو کسی دوسرے مکان میں تھے (کہا کہ ذرا ان کے سامنے تو آجاؤ (یوسفؑ یہ سمجھ کر کہ کوئی صحیح غرض ہوگی باہر آگئے) سو عورتوں نے جوان کو دیکھا تو (ان کے جمال سے) حیران رہ گئیں اور (اس حیرت میں) اپنے ہاتھ کاٹ لئے (چاقو سے پھل تراش رہی تھیں، یوسفؑ کو دیکھ کر ایسی بدحواسی چھائی کہ چاقو ہاتھ پر چل گیا) اور کہنے لگیں حاش للہ یہ شخص آدمی ہرگز نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے، وہ عورت بولی تو (دیکھ لو) وہ شخص یہی ہے جس کے بارے میں تم مجھ کو برا بھلا کہتی تھیں۔ (کہ اپنے غلام کو چاہتی ہے) اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا اور (پھر یوسفؑ کے دھمکانے اور سنانے کو کہا کہ) اگر آئندہ میرا کہنا نہ مانے گا (جیسا کہ اب تک نہیں مانا) تو بیشک جیل خانہ بھیج دیا جاوے گا اور بے عزت بھی ہوگا (وہ عورتیں بھی

www.toobaaelibrary.com

یوسفؑ سے کہنے لگیں کہ تم کو اپنی محسن عورت سے ایسی بے اعتنائی مناسب نہیں جو یہ کہے اس کو ماننا چاہیے) یوسفؑ نے (یہ بات سنی کہ یہ تو سب کی سب اسی کی موافقت کرنے لگیں تو حق تعالیٰ سے) دعا کی کہ اے میرے رب جس (ناجائز) کام کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں، اس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے، اور اگر آپ ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں گے تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا، اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا، سو ان کی دعا ان کے رب نے قبول کی اور ان عورتوں کے داؤ پیچ کو ان سے دور رکھا، بیشک وہ (دعاؤں کا) بڑا سننے والا (اور ان کے احوال کا) خوب جاننے والا ہے (پھر یوسفؑ کی پاک دامنی کی) مختلف نشانیاں دیکھنے کے بعد (جن سے خود تو اس کا پورا یقین ہو گیا، مگر عوام میں چرچا ہو گیا تھا اس کو قطع کرنے کی غرض سے) ان لوگوں کو (یعنی عزیز اور اس کے متعلقین کو) یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ ان کو ایک وقت تک قید میں رکھیں۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۳۰: بعض مفسرین کہتے ہیں کہ "نسوۃ" یہ پانچ تھیں اور عزیز مصر کے قریبی افسروں کی بیویاں تھیں۔ (قرطبی، مظہری)

آیت: ۳۱: "بِمَكْرِهِنَّ" حالاں کہ ان عورتوں نے کوئی مکر نہیں کیا تھا مگر چوں کہ خفیہ خفیہ بدگوئی کرتی تھیں اس لیے اس کو مکر سے تعبیر کیا۔ "صِبْنَا" ظاہر مقصد تو پھل تراشنا تھا مگر دل میں یہ بھی تھا کہ یہ یوسف کو دیکھتے ہی حواس باختہ ہو کر چاقو سے اپنے ہاتھ زخمی کر لیں گی۔ "اُخْرُجْ عَلَيْهِنَّ" یہ کسی دوسرے مکان میں تھے آپ کو اس کی فاسد غرض معلوم نہ تھی اس لیے باہر اس مجلس میں تشریف لائے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دیکھ کر یہ عورتیں بھی کہنے لگیں کہ یہ تمہاری محسن ہے اس کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے جب حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ یہ سب بھی اسی کی تائید کر رہی ہیں، اب ان کے مکر و فریب سے بچنے کی ظاہری کوئی تدبیر نہیں تو پھر اللہ رب العزت کی طرف رجوع فرمایا "قَالَ رَبِّ السِّجْنُ الخ" اسے قید و بند کی خواہش نہ سمجھا جائے بلکہ یہ گناہ کے مقابلہ میں دنیوی مصیبت کو آسان سمجھنے کا اظہار ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ اس وقت اللہ کی طرف سے وحی آئی کہ آپ نے قید میں خود ڈالا ہے، اگر عافیت مانگتے تو مکمل عافیت مل جاتی، اس سے معلوم ہوا کہ اس طرح دعا کے بجائے اللہ تعالیٰ سے ہر مصیبت اور ہر بلا کے وقت عافیت ہی مانگنی چاہیے، پیغمبرؐ سے متعدد احادیث میں اسی طرح کی تلقین آئی ہے۔

"اَصْبُ اِلَيْهِنَّ" یہ عصمت کے خلاف نہیں ہے صرف غایت خوف و ادب سے اس کی دعا کرنے پر

www.toobaaelibrary.com

مجبور ہو گئے۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ بغیر مدد خداوندی کے کوئی گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ نیز ہر گناہ کا کام جہالت سے ہوتا ہے اور علم کا تقاضا گناہوں سے اجتناب ہے۔

عزیز مصر اور اس کے دوستوں کو اگرچہ یوسفؑ کی پاکی کا یقین ہو چکا تھا مگر شہر میں چرچا ہو چکا تھا اسے ختم کرنے کے لیے مصلحتاً اور مزید شبہات کا موقعہ نہ آجائے۔ اور زبانوں پر چرچا ختم ہو جائے، مصلحت یہی نظر آئی کہ کچھ دنوں کے لیے انھیں جیل میں بند کر دیا جائے۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۚ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَي النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَاۗءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۭ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

اور یوسفؑ کے ساتھ (یعنی اسی زمانے میں) اور بھی دو غلام (بادشاہ کے) جیل خانے میں داخل ہوئے (جن میں ایک ساقی تھا، دوسرا روٹی پکانے والا باورچی، اور ان کی قید کا سبب یہ شبہ تھا کہ انھوں نے کھانے میں اور شراب میں زہر ملا کر بادشاہ کو دیا ہے، ان کا مقدمہ زیر تحقیق تھا، اس لیے قید کر دیے گئے، انھوں نے جو حضرت یوسفؑ کی بزرگی کے آثار پائے تو) ان میں سے ایک نے (حضرت یوسفؑ سے) کہا کہ میں اپنے آپ کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ (جیسے) شراب (بنانے کے لیے انگور کا شیرہ) نچوڑ رہا ہوں اور بادشاہ کو وہ شراب پلا رہا ہوں) اور دوسرے نے کہا کہ میں اپنے کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ (جیسے) اپنے سر پر روٹیاں لیے جاتا ہوں (اور) اس میں سے پرندے (نوچ نوچ کر) کھاتے ہیں ہم کو اس خواب کی (جو ہم دونوں نے دیکھا ہے) تعبیر بتلائیے، آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں یوسف

www.toobaaelibrary.com

(علیہ السلام) نے (جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ اعتقاد کے ساتھ میری طرف مائل ہوئے ہیں تو چاہا کہ ان کو سب سے پہلے ایمان کی دعوت دی جائے اس لیے اوّل اپنا نبی ہونا ایک معجزہ سے ثابت کرنے کے لیے) فرمایا کہ (دیکھو) جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو کہ تم کو کھانے کے لیے (جیل خانے میں) ملتا ہے، میں اس کے آنے سے پہلے اس کی حقیقت تم کو بتلا دیا کرتا ہوں، (کہ فلاں چیز آوے گی اور ایسی ایسی ہوگی اور) یہ بتلا دینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے (یعنی مجھ کو وحی سے معلوم ہو جاتا ہے تو یہ ایک معجزہ ہے جو دلیل نبوت ہے اور اس وقت یہ معجزہ خاص طور پر اس لیے مناسب تھا کہ جس واقعہ میں قیدیوں نے تعبیر کے لیے ان کی طرف رجوع کیا، وہ واقعہ بھی کھانے ہی سے متعلق تھا، اثبات نبوت کے بعد آگے اثبات توحید کا مضمون بیان فرمایا کہ) میں نے تو ان لوگوں کا مذہب (پہلے ہی سے) چھوڑ رکھا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لائے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں اور میں نے اپنے ان (بزرگوار) باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیم کا اور اسحاق کا اور یعقوب (علیہم السلام اور اس مذہب کا رکن اعظم یہ ہے کہ) ہم کو کسی طرح زیبا نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک (عبادت) قرار دیں یہ (عقیدۂ توحید) ہم پر اور (دوسرے) لوگوں پر (بھی) خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہے (کہ اس کی بدولت دنیا و آخرت کی فلاح ہے) لیکن اکثر لوگ (اس نعمت کا) شکر (ادا) نہیں کرتے۔ (یعنی توحید کو اختیار نہیں کرتے) اے قید خانہ کے رفیقو (ذرا سوچ کر بتلاؤ کہ عبادت کے واسطے) متفرق معبود اچھے ہیں یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے وہ اچھا ہے، تم لوگ تو خدا کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو، جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے (آپ ہی) ٹھہرا لیا ہے، خدا تعالیٰ نے تو ان (کے معبود ہونے) کی کوئی دلیل (عقلی یا نقلی) بھیجی نہیں (اور حکم خدا ہی کا ہے، اس نے یہ حکم دیا ہے کہ بجز اس کے اور کسی کی عبادت مت کرو یہی (توحید اور عبادت صرف حق تعالیٰ کے لیے مخصوص کرنا) سیدھا طریقہ ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے، (ایمان کی دعوت و تبلیغ کے بعد اب ان کے خواب کی تعبیر بتاتے ہیں کہ) اے قید خانہ کے رفیقو! تم میں ایک تو (جرم سے بری ہو کر) اپنے آقا کو (بدستور) شراب پلایا کرے گا، اور دوسرا (مجرم قرار پا کر) سولی دیا جائے گا اور اس کے سر کو پرندہ (نوچ نوچ کر) کھاویں گے، اور جس بارے میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہو چکا (چناں چہ مقدمہ کی تنقیح کے بعد اسی طرح ہوا کہ ایک بری ثابت ہوا اور دوسرا مجرم، دونوں جیل خانہ سے بلائے گئے، ایک رہائی کے لیے دوسرا سزا کے

www.toobaaelibrary.com

لیے) اور (جب وہ لوگ جیل خانہ سے جانے لگے تو) جس شخص پر رہائی کا گمان تھا اس سے یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کرنا (کہ ایک شخص بے قصور قید میں ہے، اس نے وعدہ کرلیا) پھر اس کو اپنے آقا سے (یوسف علیہ السلام) کا تذکرہ کرنا شیطان نے بھلا دیا تو (اس وجہ سے) قید خانہ میں اور بھی چند سال ان کا رہنا ہوا۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۳۶: اس میں یہاں سے قصہ یوسفؑ کا ایک ذیلی واقعہ مذکور ہے۔

جب یوسفؑ جیل میں پہنچے تو دو قیدی مجرم ساتھ میں آوزد داخل ہوئے ان پر جرم یہ تھا کہ انھوں نے بادشاہ کو کھانے وغیرہ میں زہر دینے کی کوشش کی تھی۔ مقدمہ زیر تحقیق تھا سیدنا یوسفؑ جب جیل میں داخل ہوئے تو اپنے پیغمبرانہ اخلاق اور رحمت وشفقت کے باعث تمام قیدیوں کی دلداری اور خبر گیری رکھتے تھے، جو بیمار ہو گیا اس کی عیادت اور خدمت کرتے، اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے آپ کے یہ حالات دیکھ کر سب قیدی آپ کی بزرگی کے معتقد ہو گئے، جیل کا افسر بھی متاثر ہوا، کہا کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں آپ کو رہا کر دیتا، میں اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہ پہنچے، ان سب نے آپ سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا خدا کے لیے مجھ سے محبت نہ کرو، جب کسی نے مجھ سے محبت کی ہے تو مجھ پر آفت آئی ہے بچپن میں پھوپھی نے محبت کی تو چوری کا الزام لگا والد نے محبت کی تو بھائیوں کے ہاتھوں کنویں میں قید، غلامی اور جلاوطنی میں مبتلا ہوا، عزیز کی بیوی نے محبت کی تو اس جیل میں پہنچا (ابن کثیر، مظہری)

دونوں قیدیوں نے اپنے ایک ایک خواب کی تعبیر آپ سے چاہی (ابن عباسؓ وغیرہ) حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ خواب کچھ نہ تھا، انھوں نے آپ کی بزرگی اور سچائی کی آزمائش کے لیے خواب بنایا تھا۔

آپ تعبیر دینے سے پہلے پیغمبرانہ انداز پر تبلیغ ودعوت ایمان کا کام شروع فرماتے ہیں ان پر اپنا اعتماد پیدا کرنے کے لیے اس معجزے کا ذکر پہلے کیا جو آیت:۳۷: میں مذکور ہے، کہ کس قسم کا کھانا، کتنا اور کس وقت آئے گا اور وہ ٹھیک اسی طرح نکلتا ہے اور یہ کوئی شعبدہ نہیں بلکہ "ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ" اور یہ بھی جتلا دیا کہ میں خاندان نبوت ہی کا ایک فرد ہوں، خاندانی شرافت بھی عادتاً انسان کا اعتماد پیدا کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے، اور پھر آیت:۳۸، ۳۹، اور ۴۰، تک دعوت ایمان اور توحید کی تبلیغ کا ذکر ہے۔

www.toobaaelibrary.com

اس کے بعد آیت ۴۱: سے قیدیوں کے خوابوں کی تعبیر کی طرف متوجہ ہوئے اَمَّا اَحَدُکُمَا اور اَمَّا الْاٰخَرُ میں پیغمبرانہ شفقت کا انداز ہے تاکہ وہ ابھی سے غم میں نہ گھلے اور نہ یہ تو پہلے سے معلوم تھا کہ ساقی بری ہوگا اور دوسرے کو سولی دی جائے گی اور یہ تعبیر کوئی اٹکل نہیں بلکہ یہ ایک خدائی فیصلہ ہے، جن حضرات مفسرین نے ان کے بناوٹی خواب کی بات کی ہے انھوں نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم نے تو یہ بناوٹی بات بتائی ہے، اس پر آپ نے فرمایا قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْنَ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ یعنی خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو، اب تو ہوگا وہی جو بیان کیا گیا ہے جھوٹا خواب بنانے کا ارتکاب کیا ہے تو اس کی سزا یہی ہے۔

آیت ۴۲: "بِضْعَ سِنِیْنَ" یہ لفظ تین سے لے کر نو تک صادق آتا ہے بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد سات سال مزید قید میں رہنے کا اتفاق ہوا۔

احکام ومسائل: جیل میں مجرموں کی بستی ہوتی ہے مگر حضرت یوسفؑ نے قیدیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ اس سے معلوم ہوا کہ صالحین کے لیے لازم ہے کہ مجرموں کے ساتھ شفقت وہمدردی کا معاملہ کر کے اپنے سے مانوس ومربوط کریں۔ (۲) تعبیر خواب نیکوکاروں سے ہی معلوم کرنا چاہیے (اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ) (۳) داعی کا طرز عمل یہ ہو کہ پہلے اپنے حسن اخلاق اور اپنے علمی اور عملی کمالات سے مخلوق خدا پر اپنا اعتماد قائم کریں، اصلاح خلق کی نیت سے ہو تو یہ "فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ" میں نہیں آتا (۴) داعی اور مصلح کے لیے ایک اصول اور فرض یہ ہے کہ اپنے وظیفہ دعوت کو سب کاموں سے مقدم رکھے یہ دعوت صرف جلسوں اور اسٹیج ہی پر نہیں ہوتی نجی اور شخصی ملاقاتوں اور مذاکروں کے ذریعہ اس سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ (۵) مخاطب کے سامنے حکمت کے ساتھ دلنشیں انداز میں بات کہی جائے۔ (۶) مخاطب کے لیے جس معاملے کا اظہار ضروری ہو اور وہ تکلیف دہ وناگوار ہو تو اس انداز سے ذکر کیا جائے کہ اس کو تکلیف کم سے کم پہنچے۔ (۷) کسی مصیبت سے خلاصی کے لیے کسی شخص کو کوشش کا واسطہ بنانا توکل کے خلاف نہیں (۸) مگر حق تعالیٰ کو یہ جائز سعی بھی اپنے برگزیدہ پیغمبروں کے لیے پسند نہیں ان کے اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہونا ہی انبیاء کا اصلی مقام ہے شاید اسی لیے یہ قیدی اس کہنے کو بھول گیا اور پھر آپ کو مزید کئی سال جیل میں رہنا پڑا، ایک حدیث میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍ ؕ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِیْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِیْنَ ۝

www.toobaaelibrary.com

وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ۝ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور بادشاہِ مصر نے (بھی ایک خواب دیکھا اور ارکانِ دولت کو جمع کرکے ان سے) کہا کہ میں (خواب میں کیا) دیکھتا ہوں کہ سات گائیں فربہ ہیں جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں، اور سات بالیں سبز ہیں، اور ان کے علاوہ سات اور ہیں جو کہ خشک ہیں (اور خشک بالیوں نے اسی طرح ان سات سبز پر لپٹ کر ان کو خشک کر دیا) اے دربار والو! اگر تم (خواب کی) تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کے بارے میں مجھ کو جواب دو وہ لوگ کہنے لگے کہ (اوّل تو یہ کوئی خواب ہی ہیں جس سے آپ فکر میں پڑیں) یوں ہی پریشان خیالات ہیں اور (دوسرے) ہم لوگ (کہ امورِ سلطنت میں ماہر ہیں) خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے (دو جواب اس لیے دیئے کہ اوّل جواب سے بادشاہ کے قلب سے پریشانی اور وسواس دور کرنا ہے، اور دوسرے جواب سے اپنا عذر ظاہر کرنا ہے، خلاصہ یہ کہ اوّل تو ایسا خواب قابلِ تعبیر نہیں دوسرے ہم اس فن سے واقف نہیں) اور ان (مذکورہ) دو قیدیوں میں سے جو رہا ہو گیا تھا (وہ مجلس میں حاضر تھا) اس نے کہا اور مدت کے بعد اس کو (یوسف کی وصیت کا) خیال آیا میں اس کی تعبیر کی خبر لائے دیتا ہوں، آپ لوگ مجھ کو ذرا جانے کی اجازت دیجئے (چناں چہ دربار سے اجازت ہوئی اور وہ قید خانہ میں یوسف کے پاس پہنچا اور جا کر کہا) اے یوسف اے صدق مجسم آپ ہم لوگوں کو اس (خواب) کا جواب (یعنی تعبیر) دیجئے کہ سات گائیں موٹی ہیں ان کو سات دُبلی گائیں کھا گئیں اور سات بالیں ہری ہیں اور اس کے علاوہ (سات) خشک بھی ہیں۔ (کہ ان خشک کے لپٹنے سے وہ ہری بھی خشک ہو گئیں آپ تعبیر بتلایئے) تاکہ میں (جنھوں نے مجھ کو بھیجا ہے) ان لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں (اور بیان کروں) تاکہ (اس کی تعبیر اور اس سے آپ کا حال) ان کو بھی معلوم ہو جائے (تعبیر کے موافق عمل درآمد کریں اور آپ کی خلاصی کی کوئی صورت نکلے) آپ نے فرمایا کہ (ان سات فربہ گایوں اور سات سبز بالوں سے مراد پیداوار اور بارش کے سال ہیں پس) تم سات سال متواتر (خوب غلہ بونا پھر جو فصل کاٹو اس کو

www.toobaaelibrary.com

بالوں ہی میں رہنے دینا (تاکہ گھن نہ لگ جاوے) ہاں مگر تھوڑا سا جو تمہارے کھانے میں آوے (وہ بالوں میں سے نکالا ہی جاوے گا) پھر اس (سات برس) کے بعد سات برس ایسے سخت (اور قحط کے) آویں گے جو کہ اس (تمام تر) ذخیرہ کو کھا جاویں گے جس کو تم نے ان برسوں کے واسطے جمع کر کے رکھا ہوگا، ہاں مگر تھوڑا سا جو (بیج کے واسطے) رکھ چھوڑو گے (وہ البتہ بچ جاوے گا، اور ان خشک بالوں اور دبلی گایوں سے اشارہ ان سات سال کی طرف ہے) پھر اس (سات برس) کے بعد ایک برس ایسا آوے گا جس میں لوگوں کے لیے خوب بارش ہوگی اور اس میں (بوجہ اس کے کہ انگور کثرت سے پھلیں گے) شیرہ بھی نچوڑیں گے (اور شرابیں بنائیں گے غرض وہ شخص تعبیر لے کر دربار میں پہنچا)

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۴۳: اور اس کے آگے یہ بیان ہے کہ حق تعالیٰ نے یوسفؑ کی رہائی کے لیے غیب سے یہ صورت پیدا فرمائی کہ بادشاہ مصر نے ایک خواب دیکھا اور درباریوں کے سامنے رکھا سب نے اس کی تعبیر دینے سے عذر کر دیا، خواب کو محض پریشان خیالات کہا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر ایک زمانہ دراز کے بعد اس رہا شدہ قیدی کو حضرت یوسفؑ کی بات یاد آئی اور آگے بڑھ کر کہا: میں اس کی تعبیر بتلا سکوں گا، اس نے حضرت یوسفؑ کے کمالات اور تعبیر خواب میں مہارت اور مظلومیت کی قید کا ذکر کر کے یہ چاہا کہ مجھے جیل خانہ میں ان سے ملنے کی اجازت دی جائے۔

فن تعبیر خواب کا سارا مدار اس بات کے جاننے پر ہے کہ فلاں صورت و مثال سے اس عالم میں کیا مراد ہوتی ہے، چناں چہ سات فربہ بیل اور سات سرسبز خوشوں سے سات سال مراد ہیں جن میں پیداوار خوب ہوگی کیوں کہ بیل کا تعلق زمین کی تائی سے ہے اسی طرح سات لاغر بیل اور سات خشک خوشوں سے مراد دوسرے سات سال قحط سالی کے ہوں گے، دبلے بیلوں کے فربہ کو کھا لینے سے مراد یہ ہے کہ جو ذخیرہ غلہ کا پچھلے سات سال میں جمع ہوگا وہ سب ان قحط کے سالوں میں ختم ہو جائے گا، صرف بیج کے لیے کچھ غلہ بچے گا۔

آیت: ۴۷: میں (صرف تعبیر بتلانے پر اکتفا نہ کرتے ہوئے) ایک حکیمانہ اور ہمدردانہ مشورہ بھی دیا "فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ" یہ تجربہ کی بھی بات ہے کہ اس طرح غلہ میں کیڑا نہیں لگتا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا

www.toobaaelibrary.com

عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ۝ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۚ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ۚ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (جا کر بیان کیا) بادشاہ نے (جو سنا تو آپ کے علم وفضل کا معتقد ہوا اور) حکم دیا کہ ان کو میرے پاس لاؤ (چناں چہ یہاں سے قاصد چلا) پھر جب ان کے پاس قاصد پہنچا (اور پیغام دیا تو) آپ نے فرمایا کہ (جب تک میرا اس تہمت سے بری ہونا اور بے قصور ہونا ثابت نہ ہو جائے گا میں نہ آؤں گا) تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جا پھر اس سے دریافت کر کہ (کچھ تم کو خبر ہے) ان عورتوں کا کیا حال ہے جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے (مطلب یہ تھا کہ ان کو بلا کر اس واقعہ کی جس میں مجھ کو قید کی گئی تفتیش وتحقیق کی جاوے، اور عورتوں کے حال سے مراد ان کا واقف یا ناواقف ہونا ہے حال یوسف سے اور ان عورتوں کی تخصیص شاید اس لیے کی ہو کہ ان کے سامنے زلیخا نے اقرار کیا تھا، وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ میرا رب ان عورتوں کے فریب کو خوب جانتا ہے (یعنی اللہ کو تو معلوم ہی ہے کہ زلیخا کا مجھ پر تہمت لگانا کید تھا، مگر عند الناس بھی اس کی تنقیح ہو جانا مناسب ہے، چناں چہ بادشاہ نے ان عورتوں کو حاضر کیا) کہا کہ تمہارا کیا واقعہ ہے جب تم نے یوسفؑ سے اپنے مطلب کی خواہش کی (یعنی ایک نے خواہش کی اور بقیہ نے اس کی مدد کی، کہ اعانت فعل بھی مثل فعل کے ہے۔ اس وقت تم کو کیا تحقیق ہوا، شاید بادشاہ نے اس طور پر اس لیے پوچھا کہ مجرم سن لے کہ بادشاہ کو اتنی بات معلوم ہے کہ کسی عورت نے ان سے اپنا مطلب پورا کرنے کی بات کی تھی، شاید اس کا نام بھی معلوم ہو، اس حالت میں انکار نہ چل سکے گا، پس اس طرح شاید خود اقرار کر لے) عورتوں نے جواب دیا کہ حاش للہ ہم کو ان میں ذرا بھی تو برائی کی بات نہیں معلوم ہوتی (وہ بالکل پاک صاف ہیں، شاید عورتوں نے زلیخا کا وہ اقرار اس لیے ظاہر نہ کیا ہو کہ مقصود یوسفؑ کی پاک دامنی کا ثبوت تھا اور وہ حاصل ہو گیا، یا زلیخا کے روبرو ہونے سے حیا مانع ہوئی کہ اس کا نام لیں) عزیز کی بی بی (جو کہ حاضر

www.toobaaelibrary.com

تھی) کہنے لگی کہ اب تو حق بات (سب پر) ظاہر ہو ہی گئی (اب اخفاء بیکار ہے سچ یہی ہے کہ) میں نے ان سے اپنے مطلب کی خواہش کی تھی (نہ کہ انھوں نے جیسا میں نے الزام لگا دیا تھا، معاجزاء من الخ) اور بیشک وہی سچے ہیں (اور غالباً ایسے امر کا اقرار کر لینا مجبوری کی حالت میں زلیخا کو پیش آیا، غرض تمام صورت مقدمہ اور اظہارات اور یوسفؑ کی برارت کا ثبوت ان کے پاس کہلا کر بھیجا اس وقت) یوسفؑ نے فرمایا کہ یہ تمام اہتمام (جو میں نے کیا) محض اس وجہ سے تھا کہ عزیز کو (زائد) یقین کے ساتھ معلوم ہو جاوے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی آبرو میں دست اندازی نہیں کی اور یہ (بھی معلوم ہو جائے) کہ اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا (چناں چہ زلیخا نے عزیز کی خدمت میں خیانت کی تھی کہ دوسرے پر نگاہ کی، خدا نے اس کی قلعی کھول دی، پس میری غرض یہ تھی) اور میں اپنے نفس کو (بھی بالذات) بری (اور پاک) نہیں بتلاتا (کیوں کہ) نفس تو (ہر ایک کا) بری ہی بات بتلاتا ہے بجز اس (نفس) کے جس پر میرا رب رحم کرے (اور اس میں برائی کا مادہ نہ رکھے جیسا انبیاء علیہم السلام کے نفوس ہوتے ہیں، مطمئنہ جن میں یوسفؑ کا نفس بھی داخل ہے، خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ میری نزاہت و عصمت میرے نفس کا ذاتی کمال نہیں، بلکہ رحمت و عنایات الٰہیہ کا اثر ہے، اس لیے میرا نفس برائی کا حکم نہیں کرتا، ورنہ جیسے اوروں کے نفوس ہیں ویسا ہی میرا ہوتا) بلاشبہ میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے (یعنی اوپر جو نفس کی دو قسمیں معلوم ہوئیں، اَمارہ اور مطمئنہ، سو اَمارہ اگر توبہ کر لے تو اس کی مغفرت فرمائی جاتی ہے، اور مرتبہ توبہ میں وہ لوامہ کہلاتا ہے۔ اور جو مطمئنہ ہے کمال اس کا لازم ذات نہیں، بلکہ عنایت و رحمت کا اثر ہے، پس امارہ کے لوامہ ہونے پر صفت غفور کا ظہور ہوتا ہے اور مطمئنہ میں صفت رحیم کا۔ یہ تمام تر مضمون ہوا یوسف کی تقریر کا باقی یہ امر کہ یہ صورت اثبات نزاہت کی بعد رہائی کے بھی تو ممکن تھی پھر رہائی پر اس کو مقدم کیوں رکھا، اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جتنا یقین اس ترتیب میں ہو سکتا ہے اس کے خلاف میں نہیں ہو سکتا، کیوں کہ دلائل کی دلالت تو مشترک ہے، لیکن اس صورت مجوزہ میں یہ امر زائد ہے کہ بادشاہ اور عزیز سمجھ سکتے ہیں کہ جب بدون تمریہ کے یہ رہا ہونا نہیں چاہتے، حالاں کہ ایسی حالت میں رہائی قیدی کی انتہائی تمنا ہوتی ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنی نزاہت و برارت کا کامل یقین ہے اس لیے اس کے ثابت ہو جانے کا پورا اطمینان ہے، اور ظاہر ہے کہ ایسا کامل یقین بری ہی کو ہو سکتا ہے نہ کہ ملوث کو، یہ ساری باتیں بادشاہ نے سنیں) اور (یہ سن کر اس) بادشاہ نے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ

www.toobaaelibrary.com

میں ان کو خاص اپنے (کام کے) لیے رکھوں گا (اور عزیز سے ان کو لے لوں گا کہ اس کے ماتحت نہ رہیں گے چناں چہ لوگ ان کو بادشاہ کے پاس لائے) پس جب بادشاہ نے ان سے باتیں کیں (اور باتوں سے زیادہ فضل وکمال آپ کا ظاہر ہوا) تو بادشاہ نے (ان سے) کہا کہ تم ہمارے نزدیک آج (سے) بڑے معزز اور معتبر ہو (بعد اس کے اس خواب کی تعبیر کا ذکر آیا اور بادشاہ نے کہا کہ اتنے بڑے قحط کا اہتمام بڑا بھاری کام ہے، یہ انتظام کس کے سپرد کیا جاوے) یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کردو میں (ان کی) حفاظت (بھی) رکھوں گا اور (آمد وخرچ کے انتظام اور اس کے حساب کتاب کے طریقہ سے بھی) خوب واقف ہوں (چناں چہ بجائے اس کے کہ ان کو کوئی خاص منصب دیتا مثل اپنے پورے اختیارات ہر قسم کے دیدیئے گویا حقیقت میں بادشاہ یہی ہو گئے، گو برائے نام وہ بادشاہ رہا اور یہ عزیز کے عہدہ سے مشہور ہو گئے، چناں چہ ارشاد ہے اور ہم نے ایسے (عجیب) طور پر یوسف (علیہ السلام) کو ملک (مصر) میں بااختیار بنا دیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں کیں (جیسا کہ بادشاہوں کو آزادی ہوتی ہے، یعنی یا تو وہ وقت تھا کہ کنویں میں محبوس تھے، پھر عزیز کی ماتحتی میں مقید رہے اور یا آج یہ خود مختاری اور آزادی عنایت ہوئی، بات یہ ہے کہ) ہم جس پر چاہیں اپنی عنایت متوجہ کردیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے (یعنی دنیا میں بھی نیکی کا اجر ملتا ہے کہ حیات طیبہ عطا فرماتے ہیں، خواہ مالدار بنا کر جیسا کہ یوسفؑ کے لیے تھا، اور خواہ بغیر مالداری کے قناعت ورضا عطا کر کے جس سے عیش لذیذ میسر ہوتا ہے یہ تو آج دنیا میں ہوا) اور آخرت کا اجر کہیں زیادہ بڑھ کر ہے ایمان اور تقویٰ والوں کے لیے۔

تلخیص معارف ومسائل

قصہ کے سیاق سے یہ ظاہر ہے کہ اس شخص نے بادشاہ سے جا کر معلوم کردہ تعبیر کو بیان کیا ہوگا، وہ مطمئن اور حضرت یوسفؑ کے فضل وکمال کا معتقد ہو گیا اس کے بعد واقعہ قرآن بیان کرتا ہے۔

آیت: ۵۰، موقع بظاہر یہ تھا کہ آپ بادشاہ کے پیغام کے بعد فوراً چل دیتے مگر اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جو بلند مقام عطا فرماتے ہیں اسے دوسرے سمجھ نہیں سکتے آپ نے جواب بیدیا فَاسْئَلْهُ مَا بَالُ الخ.

سبحان اللہ آپ نے عزیز مصر کی بیوی کا نام نہیں لیا (بلکہ اس کا نام ان کا تذکرہ کیا جنھوں نے ہاتھ کاٹ لیے تھے) یہ اس حق کی رعایت تھی جو عزیز مصر کے گھر پرورش پانے سے فطرتاً شریف انسان کے لیے قابل لحاظ ہوتا ہے۔ (قرطبی) دیگر یہ کہ مقصود تو اپنی برأت کا ثبوت تھا جو اس طرح بھی ہو سکتا

www.toobaaelibrary.com

تھا اور اس صورت میں عورتوں کی رسوائی بھی زیادہ نہ تھی، بخلاف عزیز مصر کی بیوی کے کہ تحقیقات کا ہدف بنایا جاتا تو اس کی رسوائی زیادہ تھی "اِنَّ رَبِّیْ بِکَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ" اس میں ایک لطیف انداز سے اپنی برات کا اظہار بھی ہے۔

اس موقع پر بخاری یا ترمذی میں ابوہریرہؓ کی حدیث اور امام طبریؒ کی روایت میں جو حضرت یوسفؑ کے صبر و تحمل اور مکارم اخلاق کی مدح و تعریف ہے پھر اس کے بالمقابل پیغمبرؐ کا یہ ارشاد ہے کہ میں تو پہلے رہائی کی شرط لگاتا، اور دیر نہ کرتا گویا اسے افضل اور اپنے لیے مفضول کا اختیار کرنا ہے تو یہ بظاہر افضل الانبیاء کے شایان شان نہیں تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ جزوی فضیلت ہے، دوسرے پیغمبر کی افضلیت کے منافی نہیں۔

دوسری تفسیر کے اعتبار سے یہ بھی ہے کہ رسول اکرمؐ نے جس طریق کار کو اپنی طرف منسوب فرمایا یہ تعلیم امت اور عوام کی خیر خواہی کے لیے وہی مناسب اور افضل ہے۔ کیوں کہ بادشاہوں کے مزاج کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، یوسفؑ تو خدا کے رسول تھے انھیں تو اللہ کی طرف سے یہ علم بھی ہو سکتا ہے کہ اس تاخیر سے کچھ نقصان نہیں ہوگا لیکن دوسروں کو تو یہ درجہ حاصل نہیں، رحمۃ للعلمینؐ کے مزاج اور اخلاق میں عامہ خلائق کی بہبود کی اہمیت زیادہ تھی اس لیے فرمایا کہ مجھے یہ موقع ملتا تو دیر نہ کرتا۔ واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کو دین کامل کے ساتھ عقل کامل اور معاملات و حالات کی پوری بصیرت بھی عطا فرماتے ہیں آپ نے شاہی فرمان سے اندازہ کر لیا کہ اب رہائی کے بعد بادشاہ مصر مجھے کوئی اعزاز دیں گے، عقل کا تقاضہ تھا کہ جس عیب کی تہمت لگائی گئی تھی اس کی حقیقت بادشاہ اور سب لوگوں پر پوری طرح واضح ہو جائے تاکہ لوگوں کی زبانیں شاہی اعزاز سے بند تو ہو جائیں گی لیکن ان کے دل میں یہ خیالات کھٹکیں گے کہ یہ وہی شخص ہے جس نے اپنے آقا کی بیوی پر دست درازی کی تھی اور شاہی درباریوں میں بھی ایسے حالات کا پیدا ہو جانا اور پھر بادشاہ کا بھی لوگوں کے خیالات سے متاثر ہونا کچھ بعید نہیں، اور حضرت یوسفؑ نے بھی دو حکمتیں خود بیان فرمائیں ہیں "ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ"، کیوں کہ شبہات کے باعث بادشاہ کو میرا اعزاز ناگوار ہوگا اور باعث اذیت ہوگا اور اس پر سکوت ان کے لیے اور زیادہ تکلیف دہ ہوگا، اس لیے آپ کی شرافت نے اس اذیت کو گوارہ نہ کیا، دوسری حکمت یہ ارشاد فرمائی "وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِیْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ" تاکہ ظاہر ہو جائے کہ خائن کا انجام آخر کار رسوائی ہوتا ہے، نیز یہ لوگوں کو خیال پیدا ہو کہ خائن کو ایسے اعزازات مل سکتے ہیں،

www.toobaaelibrary.com

لوگوں کے عقائد میں فرق آتا اور خیانت کی برائی دلوں سے نکل جاتی۔ سوال سے ہی ظاہر ہے کہ بادشاہ کے نزدیک خود حضرت یوسفؑ بے قصور تھے۔

حضرت یوسفؑ نے عزیز مصر کی بیوی کا نام نہیں لیا تھا مگر اللہ تعالیٰ جب کسی کو عزت عطا فرماتے ہیں تو خود بخود لوگوں کی زبانیں صدق وصفائی کے لیے کھل جاتی ہیں اس موقع پر زلیخا نے ہمت کر کے خود اظہار حق کا اعلان کر دیا۔ واقعہ یوسفؑ میں بڑی ہدایات ہیں، آٹھ اوپر گذرے۔ ۹، اپنے مخصوص بندوں کے مقاصد کی تکمیل کے لیے خود غیبی تدابیر کا انتظام فرماتے ہیں، انہیں کسی مخلوق کا ممنون احسان کرنا پسند نہیں فرماتے ہیں وجہ یہ ہے کہ اولاً ہی قیدی کو بھلا دیا اور پھر ابھی جو اوپر سلسلہ وار گذرا (۱۰) اس میں اخلاق حسنہ کی تعلیم ہے کہ قیدی خود فراموشی کے بعد جب تعبیر خواب کے لیے حاضر ہوا تو آپ نے کچھ بھی اس سے نہ کہا کہ تیری وجہ سے مجھے مزید سات سال قید میں رہنا پڑا، اسے کچھ بھی ملامت نہ کیا تذکرہ بھی نہ کیا۔ (۱) علماء امت کا یہ فریضہ ہے کہ آخرت کی درستگی کے ساتھ لوگوں کی معاشی حالات پر بھی نظر رکھیں جیسے حضرت یوسفؑ نے صرف تعبیر ہی نہیں بتائی بلکہ ساتھ ہی حکیمانہ اور ہمدردانہ معاشی مشورہ بھی دیا (۱۲) عالم اور مقتدار کو اس کا فکر چاہیے کہ اس کی طرف سے لوگوں میں بدگمانی نہ پیدا ہو، اگر چہ وہ بدگمانی سراسر غلط ہی کیوں نہ ہوں، اس کی تدبیر کرے کیوں کہ بدگمانی سے خواہ جہالت کے باعث کیوں نہ ہو دعوت وارشاد میں خلل انداز ہوتی ہے اس کی بات میں وزن نہیں رہتا۔ (۱۳) جس شخص کے حقوق کسی کے ذمہ ہوں اور اس حیثیت سے وہ واجب الاحترام ہو اور ناگزیر حالات میں اس کے خلاف کوئی کارروائی کرنی بھی پڑے تو اس میں بھی مقدور بھر حقوق واحترام کی رعایت کرنا شرافت کا مقتضی ہے۔ (۱۴) مکارم اخلاق کی تعلیم ہے کہ جن کے ہاتھوں سات یا بارہ سال جیل کی تکلیف برداشت کرنی پڑی تھی رہائی کے وقت ان سے کوئی انتقام لینا تو کیا اسے بھی برداشت نہ کیا کہ ان کو کوئی ادنیٰ تکلیف ان سے پہنچے جیسے آیت لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ میں اس کا اہتمام کیا گیا ہے۔

آیت ۵۳: اپنی پاک بازی سوائے خاص حالات کے بیان کرنا درست نہیں، حضرت یوسفؑ نے اپنی برات کے اظہار کے ساتھ ہی اس حقیقت کا اظہار کر دیا کہ میرا یہ کہنا کچھ اپنا تقویٰ اور پاکبازی جتلانا نہیں نفس تو برے ہی کاموں کی طرف مائل کرتا رہتا ہے "اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ" بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت یوسفؑ نے یہ جملہ اس لیے فرمایا کہ ایک قسم کا خیال تو بہر حال ان کے دل میں بھی پیدا ہو ہی گیا تھا "وَهَمَّ بِهَا"

www.toobaaelibrary.com

ہر نفس انسانی بذاتہ اَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ ہے لیکن انسان خوف خدا و آخرت سے اس کے تقاضے پورے نہ کرے تو اس کا نفس لَوَّامَہ بن جاتا ہے جیسے عام صلحاء کے نفوس ہیں اور جب کوئی انسان نفس کے خلاف مجاہدہ کرتے کرتے اسے اس حالت میں پہنچادے کہ برے کاموں کا تقاضہ ہی اس میں نہ رہے تو وہ نفس مُطْمَئِنَّہ ہو جاتا ہے پھر بھی اس حالت کا قیام ہمیشہ یقینی نہیں ہوتا لیکن انبیاء علیہم السلام کو خود بخود عطا خداوندی سے ایسا ہی نفس مطمئنہ کسی مجاہدہ کے بغیر نصیب ہوتا ہے اور ہمیشہ اسی حالت میں رہتا ہے۔ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یعنی نفس، لوامہ بن جائے تو اللہ تعالیٰ کی مغفرت بڑی ہے رحیم میں یہ اشارہ ہے کہ جسے نفس مطمئنہ نصیب ہو جائے وہ بھی اللہ کی رحمت ہی کا نتیجہ ہے۔

حضرت یوسفؑ بادشاہ کی طرف جب جانے لگے تو پہلے سب جیل والوں کے لیے دعاء کی غسل کر کے نئے کپڑے پہنے دربار شاہی میں پہنچے تو یہ دعاء کی حَسْبِیَ رَبِّیْ مِنْ دُنْیَایَ وَحَسْبِیَ رَبِّیْ مِنْ خَلْقِہٖ عَزَّ جَارُہٗ وَجَلَّ ثَنَاؤُہٗ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُہٗ اور دربار میں پہنچ کر بزبان عربی سلام کیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور بادشاہ کے لیے عبرانی زبان میں کی، بادشاہ مختلف زبانیں جانتے ہوئے عربی اور عبرانی سے ناواقف تھا آپ نے اسے بتلایا (بغوی) اس روایت میں یہ بھی ہے کہ بادشاہ نے مختلف اور متعدد زبانوں میں ایسے باتیں کیں سب کا جواب اسی کی زبان میں دی اور مزید دو زبان سنائیں اس واقعہ نے بادشاہ کے دل میں غیر معمولی وقعت قائم کر دی۔

بادشاہ نے آپ سے اپنے خواب کی بلا واسطہ تعبیر سننی چاہی آپ نے ایسی تفصیلات بتائیں جسے بادشاہ نے بھی آج تک کسی سے نہیں ذکر کی تھیں، پھر بادشاہ جواب کی تفصیلات سے متعلق اور اس سے پیدا شدہ قحط سالی کے حالات سے متعلق مشورہ چاہا آپ نے نہایت عمدہ اور معاشی نقطہ نظر سے نیز رعایا کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت گراں قدر مشورے دیئے آپ نے فرمایا کہ اگر اس طرح کر لیا جائے تو خزانہ میں اتنا مال جمع ہو جائے گا جتنا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ بادشاہ مشورہ سے مطمئن اور مسرور ہوا مگر کہنے لگا کہ اس عظیم منصوبہ کا انتظام کیسے ہو اور کون کرے، اس پر آپ نے فرمایا "اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ" آیت: ۵۵: ان دو لفظوں میں آپ نے ان تمام اوصاف کو جمع کر دیا جو ایک وزیر خزانہ میں ہونی چاہیے۔

مکمل معتقد اور مطمئن ہونے کے باوجود ایک سال تک اس منصب پر نہیں رکھا بطور معزز مہمان کے رکھ کر ایک سال بعد پورے تجربہ کے بعد یہ منصب دیا بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسی زمانہ میں

www.toobaaelibrary.com

زلیخا کے شوہر قطفیر کا انتقال ہو گیا تو شاہ مصر نے حضرت یوسفؑ سے اس کی شادی کر دی اب حضرت یوسفؑ نے ان سے فرمایا کہ کیا یہ صورت اس سے بہتر نہیں جو تم چاہتی تھیں زلیخا نے اعتراف قصور کے ساتھ اپنا عذر بیان کیا۔

تاریخی روایات کے مطابق دونوں کے بھی پیدا ہوئے جن کا نام افرائیم اور منشا تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ شادی کے بعد اللہ نے یوسفؑ کے دل میں زلیخا کی محبت اس سے زیادہ پیدا کر دی جتنی زلیخا کو یوسفؑ سے تھی حتی کہ ایک بار آپ نے اس کی شکایت بھی اس سے کی۔ زلیخا نے عرض کیا آپ کے وسیلہ سے مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہو گئی جس کے سامنے سارے تعلقات اور خیالات مضمحل ہو گئے (یہ واقعہ بعض دوسری تفصیلات کے ساتھ قرطبی اور مظہری میں ہیں)

مسائل و ہدایات: (۱) متقی حضرات کے لیے یہ ہدایت ہے کہ جب کسی گناہ سے بچنے کی توفیق ہو جائے تو ناز کرنے کے بجائے فضل خداوندی کا استحضار رکھنا چاہیے کہ نفس امارہ کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر غالب نہیں آنے دیا، نیز دوسرے گنہگاروں کو حقیر نہ سمجھیں۔

(۲) سرکاری عہدہ اور منصب کو طلب کرنا خاص صورتوں میں جائز ہے جب کہ یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی دوسرا اہل نہیں اور خود اسے بہتر طور پر انجام دے سکے گا اور کسی گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو خلق خدا کی خدمت انصاف کے ساتھ بلا حب جاہ و مال کے ہو، جہاں یہ صورت نہ ہو اور عہدہ طلب کیا گیا ہو تو اللہ تعالیٰ کی تائید اس کے ساتھ نہیں ہوتی، حضور نے طلب عہدہ سے منع فرمایا بغیر طلب کے اگر منصب ملے تو اللہ کی مدد ہوتی ہے سیدنا یوسفؑ کے سامنے موجودہ اور آئندہ کے حالات تھے سرکاری عملہ کا حال بھی معلوم تھا اندیشہ تھا کہ لاکھوں انسان بھوک سے مر جائیں گے حضرات خلفاء راشدین کا خلافت کی ذمہ داری اٹھا لینا اسی وجہ سے تھا صحابہ کرام حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہم کے مابین جو اختلافات پیش آئے وہ سب اسی پر مبنی تھے کہ ان میں سے ہر ایک کا یہ خیال تھا کہ اس وقت فرائض خلافت میں اپنے مقابل سے زیادہ حکمت و قوت کے ساتھ ادا کر سکوں گا جاہ و مال کی طلب کسی کا مقصد اصلی نہ تھا۔

(۳) کسی کافر یا فاسق حکمراں کی حکومت کا عہدہ خاص حالات میں قبول کرنا جائز ہے، حضرت یوسفؑ کو بادشاہ مصر سے معاملہ کے بعد یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ کسی کام میں دخل نہ دے گا اور خلاف شرع حکم جاری کرنے پر مجبور نہ کرے گا، تمام قیود اور حدود اور حالات کی مجبوری خلق اللہ کے

www.toobaaelibrary.com

حقوق کی رعایت اور ضرورت پر ظالم اور کافر کی ملازمت اختیار کر لے، اگرچہ اس کے ساتھ تعاون کرنے کی قباحت پھر بھی موجود ہے مگر مذکورہ ضرورت اور مجبوری کے پیش نظر گنجائش ہے۔ بعض حضرات نے جو بہر حال کسی کافر اور ظالم کی حکومت میں منصب کو جائز نہیں رکھا وہ حضرت یوسفؑ کے واقعہ میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ یہ آپ کے ساتھ اور آپ کی شریعت کے ساتھ مخصوص تھا۔ اب جائز نہیں مگر جمہور علماء اور فقہاء نے پہلے ہی قول کو اختیار فرما کر جائز قرار دیا ہے۔ (قرطبی)

(۴) بضرورت اپنے کسی کمال یا فضیلت کا ذکر پاکبازی جتلانے میں داخل نہیں ہے جس کی ممانعت آئی ہے بشرطیکہ بغرض فخر و تعلّی نہ ہو۔

آیت ۵۶: بادشاہ مصر نے ایک سال تک تجربہ کرنے کے بعد دربار میں ایک جشن منایا جس میں تمام معززین حکومت کو جمع کیا اور حضرت یوسفؑ کے سر پر تاج رکھ کر اس مجلس میں لایا گیا اور صرف خزانہ ہی نہیں پورے امور مملکت کو عملاً ان کے سپرد کر کے خود گوشہ نشین ہو گیا۔ (قرطبی وغیرہ)

چوں کہ حضرت یوسفؑ کے پیش نظر اس سارے جاہ و جلال سے صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کا رواج اور اقامت دین تھی اس لیے وہ اس سے کبھی غافل نہیں ہوئے کہ بادشاہ کو دعوت اسلام و ایمان دین حتی کہ مسلسل سعی و دعوت کا یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ شاہ مصر بھی مسلمان ہو گیا۔

آیت: ۵۷: یہ درجات دنیا و آخرت صرف حضرت یوسفؑ کی خصوصیت نہیں بلکہ ملائے عام ہے ہر اس شخص کے لیے جو ایمان و تقویٰ اختیار کرے حضرت یوسفؑ نے عوام کی راحت رسانی کے وہ کام کیے جن کی نظیر مشکل ہے۔

قحط کے زمانہ میں آپ نے پیٹ بھر کر کھانا چھوڑ دیا لوگوں کے عرض کرنے پر فرمایا تا کہ عام لوگوں کی بھوک کا احساس میرے دل سے غائب نہ ہو، اور شاہی باورچیوں کو بھی حکم دیا کہ دن میں صرف ایک مرتبہ دوپہر کو کھانا پکا کرے تا کہ شاہی محل کے سب افراد بھی عوام کی بھوک میں کچھ حصہ لے سکیں۔

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ۝ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا

www.toobaaelibrary.com

كُنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰي وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ اَنَا رِيْحُ يُوْسُفَ ۭ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝ فَلَمَّآ اَنْ جَاۗءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰي وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۭ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

غرض یوسفؑ نے بااختیار ہو کر غلہ کاشت کرانا اور جمع کرانا شروع کیا اور سات برس کے بعد قحط شروع ہوا، یہاں تک کہ دور دور سے یہ خبر سن کر کہ مصر میں سلطنت کی طرف سے غلہ فروخت ہوتا ہے جوق در جوق لوگ آنا شروع ہوئے) اور کنعان میں بھی قحط ہوا یوسفؑ کے بھائی (بھی بجز بنیامین کے غلہ لینے مصر میں) آئے پھر یوسفؑ کے پاس پہنچے سو یوسفؑ نے (تو) ان کو پہچان لیا اور انھوں نے یوسفؑ کو نہیں پہچانا (کیوں کہ ان میں تغیر کم ہوا تھا، نیز یوسفؑ کو ان کے آنے کا خیال اور قوی احتمال بھی تھا، پھر نو وارد سے پوچھ بھی لیتے ہیں کہ آپ کون ہیں، کہاں سے آئے ہیں، اور شناسا لوگوں کو تھوڑے پتہ سے اکثر پہچان بھی لیتے ہیں بخلاف یوسفؑ کے کہ ان میں (چوں کہ مفارقت کے وقت بہت کم عمر تھے) تغیر بھی زیادہ ہو گیا تھا اور ان کو یوسف علیہ السلام کے ہونے کا احتمال بھی نہ تھا، پھر حکام سے کوئی پوچھ بھی نہیں سکتا کہ آپ کون ہیں؟ یوسفؑ کا معمول تھا کہ ہر شخص کے ہاتھ غلہ بقدر حاجت فروخت کرتے تھے، چناں چہ ان کو بھی جب فی آدمی ایک ایک اونٹ غلہ قیمت دے کر ملنے لگا تو انھوں نے کہا کہ ہمارا ایک علاتی بھائی اور ہے، اس کو باپ نے اس وجہ سے کہ ان کا ایک بیٹا گم ہو گیا تھا اپنی تسلی کے لیے رکھ لیا ہے، اس کے حصہ کا بھی ایک اونٹ غلہ زیادہ دیدیا جائے، یوسفؑ نے فرمایا کہ یہ قانون کے خلاف ہے، اگر اس کا حصہ لینا ہے تو وہ خود آ کر لے جائے، غرض ان کے حصہ کا غلہ ان کو دلوا دیا) اور جب یوسفؑ نے ان کا سامان (غلہ کا) تیار کر دیا تو (چلتے وقت) فرمادیا کہ (اگر یہ غلہ خرچ کر کے اب کے آنے کا ارادہ کرو تو) اپنے

www.toobaaelibrary.com

علاتی بھائی کو بھی (ساتھ) لانا (تاکہ اس کا حصہ بھی دیا جاسکے) تم دیکھتے نہیں ہو کہ میں پورا ناپ کر دیتا ہوں، اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں (پس اگر تمہارا وہ بھائی آئے گا اس کو بھی پورا حصہ دوں گا، اور اس کی خوب خاطر داشت کروں گا جیسا کہ تم نے اپنے ساتھ دیکھا، غرض آنے میں تو نفع ہی نفع ہے) اور اگر تم (دوبارہ آئے اور) اس کو میرے پاس نہ لائے تو (میں سمجھوں گا کہ تم مجھ کو دھوکہ دے کر غلہ زیادہ لینا چاہتے تھے تو اس کی سزا میں) نہ میرے پاس تمہارے نام کا غلہ ہوگا، اور نہ تم میرے پاس آنا (پس اس کے نہ لانے میں یہ نقصان ہوگا کہ تمہارے حصہ کا غلہ بھی سوخت ہو جاوے گا) وہ بولے (دیکھئے) ہم (اپنی حد امکان تک تو) اس کے باپ سے اس کو مانگیں گے اور ہم اس کام کو (یعنی کوشش اور درخواست) ضرور کریں گے (آگے باپ کے اختیار میں ہے) اور (جب وہاں سے بالکل چلنے لگے تو) یوسفؑ نے اپنے نوکروں سے کہہ دیا کہ ان کی جمع پونجی (جس کے عوض انھوں نے غلہ مول لیا ہے) ان (ہی) کے اسباب میں (چھپا کر) رکھ دو تاکہ جب اپنے گھر جائیں تو اس کو (جب وہ اسباب میں سے نکلے) پہچانیں، شاید (یہ احسان وکرم دیکھ کر) پھر دوبارہ آئیں (چوں کہ یوسفؑ کو ان کا دوبارہ آنا اور ان کے بھائی کا لانا منظور تھا اس لیے کسی طرح سے اس کی تدبیر کی اوّل وعدہ کیا کہ اگر اس کو لاؤ گے تو اس کا بھی حصہ ملے گا، دوسرے وعید سنادی کہ اگر نہ لاؤ گے تو اپنا حصہ بھی نہ پاؤ گے، تیسرے دام جو کہ نقد کے علاوہ کوئی اور چیز تھی واپس کردی، دو خیال سے ایک یہ کہ اس سے احسان وکرم پر استدلال کر کے پھر آئیں گے، دوسرے اس کے لیے شاید ان کے پاس اور دام نہ ہوں اور اس لیے پھر نہ آسکیں، اور جب یہ دام ہوں گے انھی کو لے کر پھر آسکتے ہیں) غرض جب لوٹ کر اپنے باپ (یعقوبؑ) کے پاس پہنچے کہنے لگے اے ابا (ہماری بڑی خاطر ہوئی اور غلہ بھی ملا مگر بنیامین کا حصہ نہیں ملا، بلکہ بدون بنیامین کے ساتھ لے جائے ہوئے آئندہ بھی) ہمارے لیے (مطلقاً) غلہ کی بندش کردی گئی سو (اس صورت میں ضروری ہے کہ) آپ ہمارے بھائی (بنیامین) کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ (دوبارہ غلہ لانے سے جو امر مانع ہے وہ مرتفع ہو جاوے اور) ہم (پھر) غلہ لاسکیں اور (اگر ان کے بھیجنے سے آپ کو کوئی اندیشہ ہی مانع ہے تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ) ہم ان کی پوری حفاظت رکھیں گے، یعقوبؑ نے فرمایا کہ بس (رہنے دو) میں اس کے بارے میں بھی تمہارا ویسا ہی اعتبار کرتا ہوں جیسا اس سے پہلے اس کے بھائی (یوسف) کے بارے میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں (یعنی دل تو میرا گواہی دیتا نہیں مگر تم کہتے ہو کہ بدون اس کے گئے ہوئے آئندہ غلہ نہ ملے گا، اور

www.toobaaelibrary.com

عادتاً زندگی کا مدار غلہ ہی پر ہے اور جان بچانا فرض ہے) سو (خیر اگر لے ہی جاؤ گے تو) اللہ (کے سپرد وہی) سب سے بڑھ کر نگہبان ہے (میری نگہبانی سے کیا ہوتا ہے) اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے (میری محبت اور شفقت سے کیا ہوتا ہے) اور (اس گفتگو کے بعد) جب انھوں نے اپنا اسباب کھولا تو (اس میں) ان کی جمع پونجی (بھی) ملی کہ ان ہی کو واپس کر دی گئی، کہنے لگے کہ اے ابا (لیجئے) اور ہم کو کیا چاہیے یہ ہماری جمع پونجی بھی تو ہم ہی کو لوٹا دی گئی (ایسا کریم بادشاہ ہے، اور اس سے زیادہ کس عنایت کا انتظار کریں، یہ عنایت بس ہے اس کا مقتضی بھی یہی ہے کہ ایسے کریم بادشاہ کے پاس پھر جائیں، اور وہ موقوف ہے بھائی کے ساتھ لے جانے پر اس لیے اجازت ہی دیدیجئے ان کو ساتھ لے جائیں گے) اور اپنے گھر والوں کے واسطے (اور) رسد لائیں گے اور اپنے بھائی کی خوب حفاظت رکھیں گے، اور ایک اونٹ کا بوجھ غلہ اور زیادہ لائیں گے (کیوں کہ جس قدر اس وقت لائے ہیں) یہ تو تھوڑا سا غلہ ہے (جلدی ختم ہو جائے گا، پھر اور ضرورت ہوگی، اور اس کا ملنا موقوف ہے ان کے لے جانے پر) یعقوبؑ نے فرمایا کہ (خیر اس حالت میں بھیجنے سے انکار نہیں، لیکن) جب تک تم لوگ حفاظت کی قسم نہ کھاؤ (اس وقت تک مجبوری ہے، چناں چہ سب نے اس پر قسم کھالی) سو جب وہ قسم کھا کر اپنے باپ کو قول دے چکے تو انھوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جو بات چیت کر رہے ہیں، یہ سب اللہ کے حوالے ہے، (یعنی وہی ہمارے قول و اقرار کا گواہ ہے، کہ سن رہا ہے اور وہی اس قول کو پورا کر سکتا ہے، پس اس کہنے سے دو غرض ہوئیں، اوّل ان کو اپنے قول کے خیال رکھنے کی ترغیب اور تنبیہ کہ اللہ کو حاضر و ناظر سمجھنے سے یہ بات ہوتی ہے اور دوسرے اس تدبیر کا تمہیدی تقدیر کو قرار دینا کہ توکل کا حاصل ہے، اور اس کے بعد بنیامین کو ہمراہ جانے کی اجازت دیدی غرض دوبارہ مصر کے سفر کو مع بنیامین سب تیار ہو گئے) اور (چلتے وقت) یعقوبؑ نے (ان سے) فرمایا کہ اے میرے بیٹو! (جب مصر میں پہنچو تو) سب کے سب ایک ہی دروازہ سے مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جانا اور (یہ محض ایک تدبیر ظاہری ہے بعض مکروہات مثل نظر بد وغیرہ سے بچنے کی باقی) خدا کے حکم کو تم پر سے میں ٹال نہیں سکتا، حکم تو بس اللہ ہی کا (چلتا) ہے (باوجود اس تدبیر ظاہری کے دل سے) اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی پر بھروسہ رکھنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔ (یعنی تم بھی اسی پر بھروسہ رکھنا تدبیر پر نظر مت کرنا، غرض سب رخصت ہو کر چلے) اور جب (مصر پہنچ کر) جس طرح ان کے باپ نے کہا تھا (اسی طرح شہر کے) اندر داخل ہوئے تو باپ کا ارمان پورا ہو گیا (باقی) ان کے باپ کو ان

www.toobaaelibrary.com

سے (یہ تدبیر بتلا کر) خدا کا حکم ٹالنا مقصود نہ تھا (تاکہ ان پر کسی قسم کا اعتراض یا اس تدبیر کے نافع نہ ہونے سے ان پر شبہ لازم آئے چناں چہ خود انھوں نے ہی فرمادیا تھا مَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ الخ) لیکن یعقوبؑ کے جی میں (درجہ تدبیر میں) ایک ارمان (آیا) تھا۔ جس کو انہوں نے ظاہر کردیا اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے بایں وجہ کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا (وہ علم کے خلاف تدبیر کو اعتقاداً موثر حقیقی کب سمجھ سکتے تھے، صرف ان کے اس قول کی وجہ سے وہی عملاً ایک تدبیر کا ارتکاب تھا جو کہ مشروع ومحمود ہے) لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے (بلکہ جہل سے تدبیر کو موثر حقیقی اعتقاد کرلیتے ہیں)

تلخیص معارف ومسائل

سیدنا حضرت یوسفؑ نے باشندگان ملک کی ضروریات کا مکمل لحاظ رکھتے ہوئے بڑی حکمت وتدبیر کے ساتھ نظام مملکت چلایا تھا مصر کے باشندوں کے پاس ان کی ضرورت کے بقدر پہلے سے جمع کرادیا گیا تھا جب قحط عام ہوا اور اطراف اکناف سے لوگ سمٹ کر مصر آنے لگے تو آپ نے ایک خاص انداز سے غلہ کی فروخت خاص اپنی نگرانی میں فروخت کرنا شروع کیا، جس کی مقدار پانچ من سے کچھ زیادہ ہوتی ہے، یہ قحط پھیل کر ارض کنعان تک جو فلسطین کا ایک حصہ ہے پہنچ گیا تھا حضرت یعقوبؑ کا خطہ بھی قحط سے نہ بچ سکا آپ کے خاندان میں بے چینی پیدا ہوئی ساتھ ہی مصر کی یہ شہرت عام ہوگئی تھی کہ وہاں غلہ قیمتاً مل جاتا ہے نیز یہ خبر بھی ملی کہ مصر کا بادشاہ کوئی صالح اور رحم دل۔ ہے اور سب خلق خدا کو غلہ دیتا ہے تو آپ نے صاحبزادوں سے کہا کہ تم بھی جاؤ اور مصر سے غلہ لیکر آؤ، اور یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ ایک شخص کو ایک اونٹ سے زیادہ غلہ نہیں ملتا، اس لیے سب ہی صاحبزادوں کو بھیجنے کی تجویز ہوئی مگر حضرت یوسفؑ کے حقیقی اور سب سے چھوٹے بھائی بنیامین کو اپنے پاس اپنی تسلی اور خبر گیری کے لیے روک لیا۔

آیت: ۵۸: اب جب برادران یوسفؑ حضرت یوسفؑ کو بایں جاہ وجلال شاہی اور عمر چالیس دیکھا (جنھیں سات کی عمر میں فروخت کردیا تھا) بھلا کہاں گمان وخیال ہوسکتا تھا کہ وہ فروخت شدہ غلام اس مقام تک پہنچ سکتا ہے پہچان نہیں سکے، مگر سیدنا حضرت یوسفؑ نے پہچان لیا "فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ" سیدنا حضرت یوسفؑ کے پہچان لینے کی صورت ابن کثیر نے یہ بیان کی ہے کہ جو آپ نے بھائیوں سے ایسے سوالات کئے جیسے مشتبہ لوگوں سے کئے جاتے ہیں تاکہ پوری حقیقت واضح کرکے بیان کردیں سوال کیا آپ لوگ تو مصری نہیں ہیں زبان آپ کی عبرانی ہے آپ یہاں کیسے پہنچے؟ انھوں نے قحط عظیم کا حوالہ دیا آپ نے سوال کیا کیسے اطمینان ہو کہ آپ سچے ہیں کسی دشمن کے

www.toobaaelibrary.com

جاسوس نہیں ہیں؟ انھوں نے کہا معاذ اللہ ہم تو اللہ کے رسول یعقوبؑ کے بیٹے ہیں جو کنعان میں رہتے ہیں آپ نے سوال کیا تمہارے والد کے اور بھی کوئی اولاد تمہارے سوا ہے؟ جواب دیا کہ ۱۲ر بارہ بھائی تھے ایک چھوٹا بھائی جنگل میں گم ہو گیا اور پھر بنیامین کے بارے میں بتایا۔

سیدنا حضرت یوسفؑ سن کر انھیں شاہی مہمان کے بطور ٹھہرایا اور حسب قاعدہ غلہ دیے جانے کا حکم دیا تقسیم غلہ میں یہ بھی تھا کہ اگر حساب کے مطابق وہ غلہ ختم ہو جائے تو پھر دوبارہ دیدیتے تھے آپ کے دل میں اس خیال کا آنا طبعی امر تھا کہ یہ دوبارہ آئیں اس کے لیے ظاہراً انتظام یہ کیا ان سے کہا: "اِئْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّکُمْ الخ" آیت:۵۹، اور یہ دھمکی بھی دی جو آیت ۶۰، میں ہے دوسرا خفیہ انتظام وہ کیا جو آیت ۶۲، میں ہے۔

ابن کثیر نے اس عمل میں کئی احتمال پیدا کیے ہیں یہ شاید ان کے پاس اس نقدی کے علاوہ اور کچھ نہ ہو۔ تو پھر دوبارہ کیسے آئیں گے اور یہ کہ اپنے والد اور بھائیوں سے قیمت لینا گوارہ نہ ہو، اس لیے اس کے عوض میں شاہی خزانہ میں اپنے پاس سے جمع کر دیا، ان کی رقم واپس کر دی نیز یہ کہ جب غلہ کے عوض نقدی کو بوا پسی حضرت یعقوبؑ دیکھیں گے اور آپ اللہ کے رسول ہیں تو اس واپس شدہ سامان کو مصری خزانہ کی امانت سمجھ کر ضرور واپس بھیجیں گے اس لیے بھائیوں کا دوبارہ آنا اور یقینی ہو جائے گا اور چھوٹے حقیقی بھائی سے ملاقات ہو جائے۔

فائدہ: ملکی ضرورت کے تحت غلہ کو کنٹرول کر کے حکومت کے لیے خود اس کی قیمت مقرر کرنا جائز ہے۔

سیدنا حضرت یوسفؑ کے ساتھ والد کی محبت کا حال پہلے معلوم ہو چکا ہے پھر آپ کے فراق میں روتے روتے نابینا ہو گئے، حضرت یوسفؑ کے بعد کے حالات مصر تک پہنچنے، جیل میں ڈالے جانے، پھر رہا ہونے اور اس کے بعد اعزاز کے ساتھ بادشاہ بنا دیے جانے اور سب سے بڑی بات یہ کہ برادران سامنے سے ہو کر واپس کنعان جا رہے ہیں اس پورے چالیس سالہ دور میں آپ کو اپنے والد صاحب تک اپنی کوئی خیر بھیج دانے کا خیال تک نہ آیا۔ یہ تمام حالات کسی ادنیٰ انسان سے بھی متصور نہیں ہو سکتے اللہ کے برگزیدہ رسول سے یہ صورت کیسے برداشت ہوئی؟

تفسیر قرطبی میں اس کی تصریح ہے کہ یوسفؑ کو اپنے حالات سے والد کو اطلاع نہ دینا بامر الٰہی تھا اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو وہی جانتے ہیں یہاں بظاہر اس کی اصل حکمت اس امتحان کی تکمیل تھی جو حضرت یعقوبؑ کا لیا جا رہا تھا۔

www.toobaaelibrary.com

آیت: ۶۲: برادرانِ یوسفؑ جب غلہ لے کر گھر آئے تو مصر کے معاملہ کا سارا تذکرہ والد صاحب سے کرتے ہوئے آئندہ غلہ دیئے جانے کی شرط بھی بتلادی یُکْتَلْ مِنِّیْ بِاَخِیْکُمْ آگے آیت ۶۳ میں حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے ساتھ تجربہ کی بناء پر ان پر بے اعتمادی کا اظہار کیا مگر پھر خاندان کی ضرورت کے پیش نظر پیغمبرانہ توکل اور اس حقیقت کو اصل قرار دیا اور کہا فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ وہ میری ضعیفی اور موجودہ غم واندوہ پر نظر فرما کر مجھ پر دوہرے صدمے نہ ڈالے گا۔ یہ ساری گفتگو سامان سفر کھولے جانے سے پہلے ہوئی، جب سامان کھولا تو وہ پونجی غلہ کے ساتھ اندر موجود ملی تو محسوس کیا کہ یہ سوداتو ہمیں قصداً واپس کی گئی ہے "رُدَّتْ اِلَيْنَا" کہا اب کیا ہے، اب تو الگ سے دوبارہ روپے کی ضرورت بھی نہ ہوگی صرف بھائی کو بھیج دیجئے، آیت ۶۶، میں جواب دیا گیا عہد و پیمان تو لیا مگر آخر میں کہا وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ یہ سب حلف کے معاملہ کا بھروسہ اللہ تعالیٰ ہی پر ہے ورنہ انسان تو بے بس ہے ان آیات میں بڑی ہدایات ہیں۔

(۱) اولاد سے گناہ اور خطا سرزد ہو جائے تو قطع تعلق کے بجائے تربیت کر کے ان کی اصلاح کرے اور جب تک اصلاح کی امید ہو قطع تعلق نہ کرے، البتہ اصلاح سے مایوس ہو جائے اور تعلق قائم رکھنے میں دین کا ضرر ہو تو پھر قطع تعلق کر لینا انسب ہے۔ (۲) حسن معاملہ اور حسن خلق کی ہدایت کہ دوبارہ تمام جرائم کے باوجود برادرانِ حضرت یعقوبؑ سے چھوٹے بھائی کو لیجانے کی درخواست کی جرأت کر سکے۔ (۳) خطا کار کو اس کی خطا جتلا دینا بھی چاہیے تاکہ آئندہ وہ شرمندہ ہو کر بالکل تائب ہو جائے۔ (۴) کسی انسان پر بالکل اعتماد نہ کرتے ہوئے اصل بھروسہ صرف اللہ پر ہونا چاہیے وہی حقیقی کارساز اور مسبب الاسباب ہیں، (۵) کسی شخص کا کوئی مال یا سامان اپنے سامان میں نکلے اور قرائن قویہ سے پتہ چل جائے کہ اس نے بالقصد ہمیں دینے ہی کے لیے ہمارے سامان کے ساتھ کر دیا ہے تو اسے رکھ لینا اور تصرف کرنا جائز ہے۔ (۶) کسی کو ایسی قسم نہ دینا چاہیے جو اس کے اختیار سے باہر ہو جس کا پورا کرنا بالکل اس کے قبضے میں نہ ہو، اسی لیے حضرت یعقوبؑ نے ایسی حالت کا استثناء فرما دیا "اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ" اس لیے استطاعت اور قدرت کی قید لگا دینی چاہیے۔ (۷) کفالہ بالنفس جائز ہے یعنی کسی مقدمہ میں ماخوذ انسان کو مقدمہ کی تاریخ پر حاضر کرنے کی ضمانت کر لینا درست ہے، امام مالکؒ کا اس میں اختلاف ہے وہ صرف مالی ضمانت کو جائز رکھتے ہیں، نفس انسانی کو نہیں۔

آیت: ۶۷: چوں کہ برادرانِ یوسفؑ سب صاحب جمال جوان صحت مند ذی وجاہت اور قد

www.toobaaelibrary.com

آور تھے، کہیں نظر بد نہ لگ جاوے یا محسود نہ ہو جائیں اور انہیں تکلیف پہنچے نیز اس دوسرے سفر میں بنیامین بھی ساتھ تھے اور پہلے سفر میں ذرا اجنبی تھے مگر اب یہ اجنبی نہیں رہے شاہ مصر نے ان کا اعزاز کیا تھا یہ لوگوں کی نگاہوں میں آ گئے تھے اس لیے اس اہتمام سے وصیت کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ نظر بد کا اثر حق ہے، محض جاہلانہ وہم وخیال نہیں پیغمبرؑ نے تصدیق فرمائی ہے اور مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ یعنی نظر بد سے پناہ مانگی۔ (قرطبی)

جب کسی کی کوئی خبر کوئی اچھی بات جان ومال عمدہ اور تعجب انگیز نظر آئے تو اس کے واسطے یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائیں بعض روایات میں ہے کہ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ کہے، یہ علاج بھی بتایا کہ جس کی نظر لگے اس کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ کا غسالہ (دھون) جس کو نظر لگے اس کے بدن پر ڈالنا نظر بد کے اثر کو زائل کر دیتا ہے انسان کو ظاہری تدبیر کرنی چاہیے۔ اس لیے فرمایا: وَمَا أُغْنِي عَنكُم الخ آیت: ۶۸: اور اتفاقاً سب تدبیروں کے باوجود بنیامین روک لیے گئے جس کے نتیجہ میں حضرت یعقوبؑ کو دوسرا شدید صدمہ پہنچا مگر اس ظاہری ناکامی کے باوجود ان کے توکل کی برکت سے یہ دوسرا صدمہ پہلے صدمہ کا علاج ثابت ہوا۔ اور انجام کار دونوں بیٹوں سے ملاقات نصیب ہوئی۔

آیت: ۶۸: حضرت یعقوب علیہ السلام کا علم کتابی اور اکتسابی نہیں بلکہ وہبی اور عطائے خداوندی تھا "لِمَا عَلَّمْنَاهُ" اسی لیے تمام ظاہری تدابیر کرنے کو کر لی مگر اس پر بھروسہ نہیں کیا۔

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ۝ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُم مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ۝ قَالُوا فَمَا جَزَاؤُهُ إِن كُنتُمْ كَاذِبِينَ ۝ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَن وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِن وِعَاءِ أَخِيهِ كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ الْمَلِكِ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ۝ قَالُوا إِن يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهُ مِن قَبْلُ فَأَسَرَّهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ قَالَ أَنتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ ۝ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ أَن نَّأْخُذَ إِلَّا مَن وَجَدْنَا

www.toobaalibrary.com

مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر اور جب یہ لوگ (یعنی برادران یوسف) حضرت یوسفؑ کے پاس پہنچے (اور بنیامین کو پیش کر کے کہا کہ ہم آپ کے حکم کے موافق ان کو لائے ہیں) انھوں نے اپنے بھائی کو اپنے پاس بلا لیا (اور تنہائی میں ان سے) کہا کہ میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں، سو یہ لوگ جو کچھ (بدسلوکی) کرتے رہے ہیں اس کا رنج مت کرنا (کیوں کہ اب تو اللہ نے ہم کو ملا دیا اب سب غم بھلا دینا چاہیے، یوسفؑ کے ساتھ بدسلوکی تو ظاہر اور مشہور ہے، رہا بنیامین کے ساتھ، سو یا تو ان کو کچھ تکلیف دی ہو، ورنہ یوسفؑ کی جدائی کیا ان کے حق میں کچھ کم تکلیف تھی، پھر دونوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ کوئی ایسی صورت ہو کہ بنیامین یوسفؑ کے پاس رہیں کیوں کہ ویسے رہنے میں تو اور بھائیوں کا بوجہ عہد وسوگند کے اصرار ہوگا ناحق جھگڑا ہوگا اور پھر اگر وجہ بھی ظاہر ہوگئی تو راز کھلا، اور اگر مخفی رہی تو یعقوبؑ کا رنج بڑھے گا، کہ بلاسبب کیوں رکے گئے، یا کیوں رہے، یوسفؑ نے فرمایا کہ تدبیر تو ہے مگر ذرا تمہاری بدنامی ہے، بنیامین نے کہا کچھ پرواہ نہیں، غرض ان میں یہ امر قرار پا گیا، اور ادھر سب کو غلہ دے کر ان کی رخصت کا سامان درست کیا گیا۔ پھر جب یوسفؑ نے ان کا سامان (غلہ اور روانگی کا) تیار کر دیا تو (خود یا کسی معتمد کی معرفت) پانی پینے کا برتن (کہ وہی پیمانہ غلہ دینے کا بھی تھا) اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا پھر (جب یہ لاد پھاند کر چلے تو یوسفؑ کے حکم سے پیچھے سے) ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے قافلہ والو تم ضرور چور ہو وہ ان (تلاش کرنے والوں) کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز گم ہوگئی ہے (جس کی چوری کا ہم پر شبہ ہوا) انھوں نے کہا کہ ہم کو بادشاہی پیمانہ نہیں ملتا (وہ غائب ہے) اور جو شخص اس کو (لا کر) حاضر کرے اس کو ایک بار شتر غلہ (بطور انعام کے خزانہ سے) ملے گا (اور یا یہ مطلب ہو کہ اگر خود چور بھی مال دیدے تو عفو کے بعد انعام پائے گا) اور میں اس (کے دلوانے کا) ذمہ دار ہوں (غالباً یہ ندا اور یہ وعدہ انعام بحکم یوسفؑ ہوگا) یہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم ملک میں فساد پھیلانے (جس میں چوری بھی داخل ہے) نہیں آئے اور ہم لوگ چوری کرنے والے نہیں (یعنی ہمارا یہ شیوہ نہیں ہے) ان (ڈھونڈنے والے) لوگوں نے کہا اچھا اگر تم جھوٹے نکلے (اور تم میں سے کسی پر سرقہ ثابت ہوگیا) تو اس (چور) کی کیا سزا ہے جس شخص کے اسباب میں ملے پس وہی اپنی سزا ہے (یعنی چوری کی عوض میں خود اس کی ذات کو صاحب مال اپنا غلام بنا لے) ہم لوگ ظالموں (یعنی

www.toobaaelibrary.com

چوروں) کو ایسی سزا دیا کرتے ہیں، (یعنی ہماری شریعت میں یہی مسئلہ اور عمل ہے، غرض یہ امور باہم ٹھہرنے کے بعد اسباب اُتروا دیا گیا) پھر (تلاشی کے وقت) یوسفؑ نے (خود یا کسی معتمد کی معرفت) اپنے بھائی کے (اسباب کے) تھیلے سے قبل تلاشی کی ابتداء اوّل دوسرے بھائیوں کے (اسباب کے) تھیلوں سے پھر (اخیر میں) اس (برتن) کو اپنے بھائی کے (اسباب کے) تھیلے سے برآمد کیا، ہم نے یوسفؑ کی خاطر سے اس طرح (بنیامین کے رکھنے کی) تدبیر فرمائی (وجہ اس تدبیر کی یہ ہوئی کہ) یوسف اپنے بھائی کو اس بادشاہ (مصر) کے قانون کی رو سے نہیں لے سکتے تھے (کیوں کہ اس کے قانون میں کچھ تادیب و جرمانہ تھا (روی الطبرانی عن معمر والاول فی روح المعانی) مگر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور تھا (اس لیے یوسفؑ کے دل میں یہ تدبیر آئی، اور ان لوگوں کے منہ سے یہ فتویٰ نکلا اور اس مجموعہ سے تدبیر راست آگئی اور چوں کہ یہ حقیقتاً غلام بنانا نہ تھا بلکہ بنیامین کی خوشی سے صورت غلامی کی اختیار کی تھی، اس لیے استرقاقِ حرکا شبہ لازم نہیں آیا، اور گو یوسفؑ بڑے عالم و عاقل تھے، مگر پھر بھی ہماری تدبیر سکھانے کے محتاج تھے، بلکہ) ہم جس کو چاہتے ہیں (علم میں) خاص درجوں تک بڑھا دیتے ہیں، اور تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے، (یعنی اللہ تعالیٰ جب مخلوق کا علم ناقص ٹھہرا اور علم خالق کامل تو لامحالہ ہر مخلوق اپنے علم میں اور تدبیر میں محتاج ہوگی خالق کی، اس لیے کِدْنَا اور اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہ کہا گیا۔ حاصل یہ ہے کہ جب ان کے اسباب سے وہ برتن برآمد ہو گیا اور بنیامین روک لیے گئے تو وہ سب بڑے شرمندہ ہوئے۔ کہنے لگے کہ (صاحب) اگر اس نے چوری کی تو (تعجب نہیں کیوں کہ) اس کا بھائی (تھا وہ) وہ (اسی طرح) اس کے پہلے چوری کر چکا ہے (جس کا قصہ درمنثور میں اس طرح لکھا ہے کہ یوسفؑ کی ان کی پھوپھی پرورش کرتی تھیں، جب ہوشیار ہوئے تو یعقوبؑ نے لینا چاہا، وہ ان کو چاہتی بہت تھیں، انھوں نے ان کو رکھنا چاہا اس لیے انھوں نے ان کی کمر میں ایک پٹکا کپڑوں کے اندر باندھ کر مشہور کر دیا کہ پٹکا گم ہو گیا، اور سب کی تلاشی لی تو ان کی کمر میں نکلا، اور اس شریعت کے قانون کے موافق ان کو پھوپھی کے قبضہ میں رہنا پڑا یہاں تک کہ ان کی پھوپھی نے وفات پائی، پھر یعقوبؑ کے پاس آگئے۔ اور ممکن ہے یہ صورت استرقاق کی بھی یوسفؑ کی رضامندی سے ہوئی ہو، اس لیے یہاں بھی آزاد کا غلام بنانا لازم نہیں آیا اور ہر چند کہ قرائن و اخلاق یوسفیہ میں ذرا تامل کرنے سے آپ کی برأت اس فعل سے یقیناً معلوم تھی مگر بنیامین پر جو بھائیوں کو غصہ تھا اس میں یہ بات بھی کہہ دی) پس یوسفؑ نے اس بات کو (جو آگے آتی

www.toobaaelibrary.com

ہے) اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور اس کو ان کے سامنے (زبان سے) ظاہر نہیں کیا یعنی (دل میں) یوں کہا کہ اس (چوری کے) درجہ میں تم تو اور بھی زیادہ برے ہو) یعنی ہم دونوں بھائیوں سے تو حقیقت سرقہ صادر نہیں ہوا اور تم نے تو اتنا بڑا کام کیا کہ کوئی مال غائب کرتا ہے تم نے آدمی غائب کر دیا کہ مجھ کو باپ سے بچھڑا دیا، اور ظاہر ہے کہ آدمی کی چوری مال کی چوری سے زیادہ سخت جرم ہے) اور جو کچھ تم (ہم دونوں بھائیوں کے متعلق) بیان کر رہے ہو۔ (کہ ہم چور ہیں) اس (کی حقیقت) کا اللہ ہی کو خوب علم ہے (کہ ہم چور نہیں ہیں، جب بھائیوں نے دیکھا کہ انھوں نے بنیامین کو ماخوذ کرلیا اور اس پر قابض ہو گئے، تو برا بو خوشامد) کہنے لگے اے عزیز اس (بنیامین) کا ایک بہت بوڑھا باپ ہے (اور اس کو بہت چاہتا ہے، اس کے غم میں خدا جانے کیا حال ہو، اور ہم سے اس قدر محبت نہیں) سو آپ (ایسا کیجئے کہ) اس کی جگہ ہم میں سے ایک کو رکھ لیجئے (اور اپنا مملوک بنا لیجئے) ہم آپ کو نیک مزاج دیکھتے ہیں (امید ہے کہ اس درخواست کو منظور فرمالیں گے) یوسفؑ نے کہا ایسی (بے انصافی کی) بات سے خدا بچائے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا دوسرے شخص کو پکڑ کر رکھ لیں (اگر ہم ایسا کریں تو) اس حالت میں تو ہم بڑے بے انصاف سمجھے جائیں گے۔ (کسی آزاد آدمی کو غلام بنا لینا اور غلاموں کا معاملہ کرنا اس کی رضامندی سے بھی حرام ہے)

تلخیص معارف و مسائل

آیت:۶۹: حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کے قیام کا انتظام یوں فرمایا کہ دو دو ایک کمرہ میں ٹھہرایا، اس طرح بنیامین تنہا رہ گئے انھیں اپنے ساتھ ٹھہرنے کے لیے فرمایا۔ جب تنہائی کا موقعہ ملا تو حضرت یوسفؑ نے حقیقی بھائی پر راز فاش کر دیا ان آیات سے چند باتیں معلوم ہوئیں، وہ یہ کہ لوگوں کے حسد سے بچنے کے لیے مخصوص نعمتوں اور اوصاف کو لوگوں سے چھپانا درست ہے، مضر اثرات سے بچنے کے لیے ظاہری اور مادی تدابیر اختیار کرنا شانِ انبیاء کے خلاف نہیں نظر بد سے بچنے کے لیے دعا، تعویذ وغیرہ سے علاج کیا جائے۔ دانشمند مسلمان کا کام ہے کہ ہر کام میں اصل بھروسہ تو اللہ تعالیٰ پر ہی رکھے مگر ظاہری اور مادی اسباب کو بھی نظر انداز نہ کرے۔ ع

برتوکل زانوئے اشتر بہ بند!

"سقایہ" پینے کا برتن ایک جگہ "صواع الملك" کہا گیا یہ بھی اسی طرح کا ہوتا ہے، "الملك" سے منسوب کیا، معلوم ہوا کوئی خاص حیثیت کا تھا بعض روایات میں ہے زبرجد کا بنا ہوا تھا

www.toobaaelibrary.com

بعض نے سونے بعض نے چاندی کا بتلایا ہے۔

بنیامین کو روکنے میں حیلہ کرنے میں والد ماجد کو شدید صدمہ بے گناہ بھائیوں پر چوری کا الزام اور اس کے لیے جعل سازی یہ سب کام تو ناجائز ہیں؟ بعض مفسرین (قرطبی) نے بیان کیا ہے کہ بنیامین بھائیوں کی معاشرت سے کچھ اتنے دل تنگ تھے کہ باوجود سیدنا یوسفؑ کے ان مذکورہ اعذار کے بیان کرنے کے بنیامین ان سب باتوں کے لیے تیار ہو گئے مگر یہ سب باتیں اور دیگر تاویلات صحیح نہیں ہیں بلکہ صحیح جواب وہی ہے جو قرطبی نے دیا ہے کہ یہ سب کام بامر الٰہی اسی کی حکمت بالغہ کے مظاہر تھے جن میں حضرت یعقوبؑ کے امتحان کی تکمیل ہو رہی تھی اس جواب کی طرف قرآن کے اس لفظ سے بھی اشارہ ہوتا ہے "كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ" یعنی ہم نے اسی طرح تدبیر کی یوسف کے لیے اس آیت میں واضح طور پر حیلہ و تدبیر کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے واقعہ میں کشتی کا توڑنا لڑکے کو قتل کرنا وغیرہ پس جب بامر خداوندی ہوئے تو ناجائز کہنے کے کوئی معنی نہیں رہے۔

آیت: ۷۵: یعنی ان کی شریعت میں چور کی یہی سزا تھی کہ خود چور کو غلام بنا کر رکھے۔ آیت: ۷۶: بِاَوْعِيَتِهِمْ تاکہ سازش پر پردہ رہے، سب بھائیوں کی تلاشی شروع میں لی پہلے ہی بنیامین کا سامان نہیں کھولا۔ سیدنا یوسفؑ شاہ مصر کے قانون کے مطابق بھائی کو گرفتار نہیں کر سکتے تھے، قانون یہ تھا کہ چور کو مار پیٹ کر مال مسروقہ سے دوگنی قیمت وصول کر کے چھوڑ دیا جائے اس لیے برادران یوسف سے انہی کی شریعت کے مطابق دریافت کر کے بنیامین کو اپنے پاس روک لینا صحیح ہو گیا اس طرح بمشیت الٰہی آپ کی مراد پوری ہو گئی۔

احکام: کسی معین کام پر اجرت یا انعام مقرر کر کے اعلان کر دینا اگرچہ فقہی اجارہ کی تعریف صادق نہیں آتی مگر اس آیت کی رو سے جواز ثابت ہو گیا (قرطبی) اَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی طرف سے حق مال کا ضامن بن سکتا ہے۔ کسی شرعی مصلحت کی بناء پر معاملہ کی صورت میں کوئی ایسی تبدیلی اختیار کرنا جس سے احکام بدل جائیں جسے فقہاء کی نظر حیلہ شرعی کہا جاتا ہے یہ جائز ہے بشرطیکہ احکام شرعی کا اس سے ابطال لازم نہ آتا ہو ورنہ ایسے حیلے باتفاق حرام ہے۔

آیت: ۷۷: برادران یوسفؑ کی شرم سے آنکھیں جھک گئیں تو جھنجھلا کر کہنے لگے۔ اِنْ يَّسْرِقْ الخ۔ "فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ" اس کی تفصیل خلاصۂ تفسیر میں مذکور ہوئی پھوپھی کی محبت نے

www.toobaaelibrary.com

سازش کا جال بنا تھا بھائیوں کو بھی یہ حقیقت معلوم تھی مگر اب تک ان کی جو زیادتی اور بے راہ روی چلی آتی تھی، یہ بھی اسی کا آخری جزو تھا۔ فَاَصَرُّوْهَا... الخ۔ یعنی یہ لوگ اب تک بھی میرے درپے ہیں کہ چوری کا الزام لگا رہے ہیں مگر اس کا اظہار نہیں ہونے دیا۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ۭ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ ارْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۝ وَسْـَٔـلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰي يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ۝ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ۝ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰي وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

ترجمہ و خلاصہ تفسیر

پھر جب ان کو یوسفؑ سے تو (ان کے صاف جواب کے سبب) بالکل امید نہ رہی (کہ بنیامین کو دیں گے) تو (اس جگہ سے) علیحدہ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے (کہ کیا کرنا چاہیے، پھر زیادہ کی رائے ہوئی کہ مجبوری ہے سب کو واپس چلنا چاہیے مگر) ان سب میں جو بڑا تھا اس نے کہا کہ (تم جو سب کے سب واپس چلنے کی صلاح کر رہے ہو تو) کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ تم سے خدا کی قسم کھا کر پکا قول لے چکے ہیں (کہ تم اس کو اپنے ہمراہ لانا، لیکن اگر گھر جاؤ تو مجبوری ہے سو ہم سب کے سب تو گھرے نہیں کہ تدبیر کی گنجائش

www.toobaaelibrary.com

نہ رہتی، اس لیے حتی الامکان کچھ تدبیر کرنا چاہیے) اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں کس قدر کوتاہی کر چکے ہو (کہ ان کے ساتھ جو کچھ برتاؤ ہوا اس سے باپ کے حقوق بالکل ضائع ہوئے سو وہ پرانی ہی شرمندگی کیا کم ہے جو ایک نئی شرمندگی لے کر جائیں) سو میں تو اس زمین سے ٹلتا نہیں، تاوقتیکہ میرے باپ مجھ کو (حاضری کی) اجازت نہ دیں، یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو سلجھا دے اور وہی خوب سلجھانے والا ہے (یعنی کسی تدبیر سے بنیامین چھوٹ جائے، غرض میں یا اس کو لے کر جاؤں گا یا بلایا ہوا جاؤں گا، سو مجھ کو تو یہاں چھوڑ دو اور) تم واپس اپنے باپ کے پاس جاؤ اور (جا کر ان سے) کہو کہ اے ابا آپ کے صاحبزادے (بنیامین) نے چوری کی (اس لیے گرفتار ہوئے) اور ہم تو وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کو (مشاہدہ سے) معلوم ہوا ہے اور ہم (قول وقرار دینے کے وقت) غیب کی باتوں کے حافظ تھے نہیں (کہ یہ چوری کرے گا، ورنہ ہم کبھی قول نہ دیتے) اور (اگر ہمارے کہنے کا یقین نہ ہو) اس بستی (یعنی مصر) والوں سے (کسی اپنے معتمد کی معرفت) پوچھ لیجیے جہاں ہم (اس وقت) موجود تھے۔ جب چوری برآمد ہوئی ہے) اور اس قافلہ والوں سے پوچھ لیجیے جن میں ہم شامل ہو کر (یہاں) آئے ہیں۔ (معلوم ہوتا ہے اور بھی کنعان کے یا آس پاس کے لوگ غلہ لینے گئے ہوں گے) اور یقین جانئے ہم بالکل سچ کہتے ہیں (چناں چہ سب نے بڑے کو وہاں چھوڑا اور خود آ کر سارا ماجرا بیان کیا) یعقوبؑ (یوسفؑ کے معاملہ میں ان سب سے غیر مطمئن ہو چکے تھے تو سابق پر قیاس کر کے) فرمانے لگے (کہ بنیامین چوری میں ماخوذ نہیں ہوا) بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے سو (خیر مثل سابق) صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا (مجھ کو) اللہ سے امید ہے کہ ان سب کو (یعنی یوسف اور بنیامین اور جو بڑا بھائی اب مصر میں رہ گیا ہے ان تینوں کو) مجھ تک پہنچا دے گا (کیوں کہ) وہ حقیقت حال سے) خوب واقف ہے (اس لیے اس کو سب کی خبر ہے کہ کہاں کہاں اور کس کس حال میں ہیں اور وہ) بڑی حکمت والا ہے (جب ملانا چاہے گا تو ہزاروں اسباب وتدابیر درست کر دے گا) اور (یہ جواب دے کر بوجہ اس کے کہ اس سے رنج پہنچا تھا) ان سے دوسری طرف رخ کر لیا اور (بوجہ اس کے کہ اس نئے غم سے وہ پرانا غم اور تازہ ہو گیا، یوسف کو یاد کر کے) کہنے لگے ہائے یوسف افسوس! اور غم سے (روتے روتے) ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں (کیوں کہ زیادہ رونے سے سیاہی آنکھوں کی کم ہو جاتی ہے اور آنکھیں بے رونق یا بالکل بے نور ہوتی ہیں) اور وہ (غم سے جی ہی جی میں) گھٹا کرتے تھے (کیوں کہ شدت غم کے ساتھ جب شدت ضبط ہوگا جیسا کہ صابرین کی شان ہے تو کظم کی کیفیت

www.toobaaelibrary.com

پیدا ہوگی) بیٹے کہنے لگے بخدا (معلوم ہوتا ہے) تم ہمیشہ ہمیشہ یوسف ہی کی یادگاری میں لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل گھل کر جان بہ لب ہو جاؤ گے، یا یہ کہ بالکل مر ہی جاؤ گے (تو اتنے غم سے فائدہ کیا) یعقوبؑ نے فرمایا کہ (تم کو میرے رونے سے کیا بحث) میں تو اپنے رنج و غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں (تم سے تو کچھ نہیں کہتا) اور اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے (باتوں سے مراد یا تو لطف و کرم و رحمت و اتم ہے اور یا مراد الہام ہے ان سب سے ملنے کا جو بلا واسطہ ہو یا بواسطۂ خواب یوسف کے، جس کی تعبیر اب تک واقع نہیں ہوئی تھی، اور واقع ہونا اس کا ضروری ہے) اے میرے بیٹو (اظہار غم تو صرف اللہ کی جناب میں کرتا ہوں، مسبب الاسباب وہی ہے، لیکن ظاہری تدبیر تم بھی کرو کہ ایک بار پھر سفر میں) جاؤ اور یوسف اور ان کے بھائی کی تلاش کرو (یعنی اس فکر و تدبیر کی جستجو کرو جس سے یوسف کا نشان ملے، اور بنیامین کو رہائی ہو) اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو بیشک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔ پھر (حضرت یعقوبؑ کے حکم کے موافق کہ انھوں نے فرمایا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ مصر کو چلے، کیوں کہ بنیامین کو مصر ہی میں چھوڑا تھا یہ خیال ہوا ہوگا کہ جس کا نشان معلوم ہے پہلے اس کے لانے کی تدبیر کرنا چاہیے کہ بادشاہ سے مانگیں، پھر یوسفؑ کے نشان کو ڈھونڈیں گے، غرض مصر پہنچ کر) جب یوسفؑ کے پاس (جس کو عزیز سمجھ رہے تھے) پہنچے (اور غلہ کی بھی حاجت تھی، پس یہ خیال ہوا کہ غلہ کے بہانے سے عزیز کے پاس چلیں اور اس کی خرید کے ضمن میں خوشامد کی باتیں کریں جب اس کی طبیعت میں نرمی دیکھیں اور مزاج خوش پائیں تو بنیامین کی درخواست کریں، اس لیے اوّل غلہ لینے کے متعلق گفتگو شروع کی اور) کہنے لگے اے عزیز! ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو (قحط کی وجہ سے) بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور (چوں کہ ہم کو ناداری نے گھیر رکھا ہے اس لیے خرید غلہ کے واسطے کھرے دام بھی میسر نہیں ہوئے) ہم کچھ نکمی چیز لائے ہیں سو آپ (اس کے نکمے ہونے سے قطع نظر کر کے) پورا غلہ دیدیجئے (اور اس نکمے ہونے سے غلہ کی مقدار میں کمی نہ کیجئے) اور (ہمارا کچھ استحقاق نہیں) ہم کو خیرات (سمجھ کر) دیدیجئے بیشک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو (خواہ حقیقتاً خیرات دیں خواہ بسولت و رعایت کریں کہ وہ بھی مثل خیرات کے ہے) جزا (بے خیر) دیتا ہے (اگر مومن ہے تو آخرت میں بھی ورنہ دنیا ہی میں) یوسفؑ نے (جو ان کے یہ مسکنت آمیز الفاظ سنے تو رہا نہ گیا اور بے اختیار چاہا کہ اب ان سے کھل جاؤں، اور عجب نہیں کہ نور قلب سے معلوم ہو گیا ہو کہ اب کی بار ان کو تجسس بھی مقصود ہے اور یہ بھی منکشف ہو گیا ہو کہ اب زمانہ مفارقت

www.toobaaelibrary.com

کا ختم ہو چکا ہے، پس تمہید تعارف کے طور پر) فرمایا (کہو) وہ بھی تم کو یاد ہے جو کچھ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ (برتاؤ) کیا تھا جب کہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا (اور برے بھلے کی سوجھ نہ تھی یہ سن کر پہلے تو چکرائے کہ عزیز مصر کو یوسفؑ کے قصے سے کیا واسطہ ادھر اس شروع زمانہ کے خواب سے غالب احتمال تھا ہی کہ شاید یوسفؑ کسی بڑے رتبہ کو پہنچیں کہ ہم سب کو ان کے سامنے گردن جھکانا پڑے اس لیے اس کلام سے شبہ ہوا اور غور کیا تو کچھ کچھ پہچانا اور مزید تحقیق کے لیے) کہنے لگے کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو انھوں نے فرمایا (ہاں) میں یوسف ہوں اور یہ (بنیامین) میرا (حقیقی) بھائی ہے (یہ اس لیے بڑھا دیا کہ اپنے یوسفؑ ہونے کی اور تاکید ہو جاوے یا ان کے تجسس کی کامیابی کی بشارت ہے کہ جن کو تم ڈھونڈنے نکلے ہو ہم دونوں ایک جگہ جمع ہیں) ہم پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا (کہ ہم دونوں کو اوّل توفیق صبر و تقویٰ کی عطا فرمائی پھر اس کی برکت سے ہماری تکلیف کو راحت سے اور افتراق کو اجتماع سے اور قلت مال و جاہ کو کثرت مال و جاہ سے مبتدل فرما دیا) واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور (مصائب پر) صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کیا کرتا وہ (تمام گذشتہ قصوں کو یاد کر کے نادم ہوئے اور معذرت کے طور پر) کہنے لگے کہ بخدا کچھ شک نہیں، تم کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت عطا فرمائی (اور تم اسی لائق تھے) اور (ہم نے جو کچھ کیا) بیشک ہم (اس میں) خطاوار تھے (اللہ معاف کردو) یوسفؑ نے فرمایا کہ نہیں تم پر آج (میری طرف سے) کوئی الزام نہیں، (بے فکر رہو میرا دل صاف ہو گیا) اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کر دے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے (تائب کا قصور معاف کر ہی دیتا ہے، اسی دعا سے یہ بھی مفہوم ہو گیا کہ میں نے بھی معاف کر دیا) اب تم (میرے باپ کو جا کر بشارت دو اور بشارت کے ساتھ) میرا یہ کرتا (بھی) لیتے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو (اس سے) ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی (اور یہاں تشریف لے آئیں گے) اور اپنے (باقی) گھر والوں کو (بھی) سب کو میرے پاس لے آؤ (کہ سب ملیں اور خوش ہوں، کیوں کہ حالت موجودہ میں میرا جانا مشکل ہے، اس لیے گھر والے ہی چلے آئیں)

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۸۰: یہ بڑے بھائی کون ہیں پیچھے ان کا نام یہودا گذرا کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ عمر میں سب سے بڑے نہ تھے مگر علم و فضل میں بڑے تھے، بعض مفسرین کے نزدیک یہ روبیل ہیں جو عمر میں سب سے بڑے ہیں اور حضرت یوسفؑ کے قتل نہ کرنے کا مشورہ انھوں نے ہی دیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ بڑے بھائی

www.toobaaelibrary.com

شمعون ہیں جاہ ورتبہ کے اعتبار سے سب بھائیوں میں بڑے سمجھے جاتے تھے۔

آیت:۸۱: ہمارا عہد بنیامین کے تحفظ کے بارے میں ظاہری حالات کے اعتبار سے تھا غیب کا حال تو ہم نہ جانتے تھے کہ ان سے کیا ہو جائے گا۔

آیت:۸۲: چوں کہ پہلے والد صاحب کو ایک بار فریب دے چکے تھے اور جانتے تھے کہ ہمارے بیان سے مطمئن نہ ہوں گے اس لیے اطمینان کے لیے کہلوا اسْئَلِ الخ.

احکام: (۱) برادران کا والد سے حفاظت کا وعدہ اپنے اختیاری امور کے متعلق تھا چوری کے الزام کے بعد پکڑے جانے پر معاہدہ پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ (۲) وَمَا شَهِدْنَا اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا معلوم ہوا کہ شہادت کا مدار علم پر ہے خواہ جس طرح ہو جس طرح بچشم خود دیکھ کر شہادت دی جا سکتی ہے اسی طرح کسی معتبر ثقہ سے سن کر بھی دی جا سکتی ہے بشرطیکہ اصل معاملہ کو چھپائے نہیں بیان کر دے کہ یہ واقعہ خود نہیں دیکھا، فلاں ثقہ آدمی سے سنا ہے اسی اصول کی بنا پر مالکیہ نے نابینا کی شہادت کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ (۳) حق وراستی پر رہتے ہوئے بھی اگر ایسا موقع ہے کہ ناحق یا گناہ کا شبہ ہو سکتا ہو تو چاہیے کہ اشتباہ کو دور کر دے جیسا کہ "وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ" میں ہوا۔ پیغمبرؐ نے اپنے عمل سے اس کی تاکید فرمائی ہے ام المومنین حضرت صفیہؓ کے ساتھ مسجد سے ایک کوچہ میں جا رہے تھے آگے سرے پر دو شخص نظر آئے تو آپ نے دور ہی سے فرما دیا کہ میرے ساتھ صفیہ بنت حی ہیں۔ الخ۔ (قرطبی)

آیت:۸۳: اس بار بھی حضرت یعقوبؑ نے بَلْ سَوَّلَتْ فرمایا حالاں کہ اس بار یہ جھوٹے نہ تھے معلوم ہوا کہ مجتہد اپنے اجتہاد سے جو بات کہتا ہے اس میں غلطی بھی ہو سکتی ہے مگر انبیاء کی خصوصیت ہے کہ انھیں غلطی پر متنبہ کر کے غلطی سے ہٹا دیا جاتا۔ (قرطبی)

خلاصہ یہ ہے کہ اس بار جو صاحبزادوں کی بات تسلیم نہ کیا تو اس کا حاصل یہ ہے کہ درحقیقت نہ کوئی چوری ہوئی ہے اور نہ بنیامین گرفتار بات کچھ اور ہے یہ اپنی جگہ صحیح تھا۔ اور صاحبزادوں نے جو اپنی دانست میں کہا تھا وہ بھی غلط نہ تھا۔

آیت:۸۴: فَهُوَ كَظِيْمٌ رنج وغم سے ان کا دل بھر گیا تھا اندر ہی اندر گھٹا کرتے تھے کسی سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ كَظْمٌ کے معنی غصہ کو پی جانے کے بھی ہیں وَمَنْ يَّكْظِمِ الْغَيْظَ يَاْجُرْهُ اللّٰهُ (حدیث)

مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا الخ اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، حضرت یعقوبؑ نے غم وصدمہ کے وقت یہ فرمایا یَاَسَفٰى الخ (حدیث ابن جریر)

www.toobaaelibrary.com

حضرت یعقوبؑ کو شغف محبت حضرت یوسف سے کیوں تھا اور یہ کس طرح صحیح تھا؟ قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے اس اشکال کو ذکر کر کے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی ایک خاص تحقیق نقل فرمائی ہے کہ۔ دنیا اور متاع دنیا کی محبت مذموم ہے مگر دنیا میں جو چیزیں آخرت سے متعلق ہیں ان کی محبت درحقیقت آخرت ہی کی محبت میں داخل ہے حضرت یوسفؑ کے کمالات صرف حسن صورت ہی نہیں۔ بلکہ پیغمبرانہ عفت اور حسن سیرت بھی ہیں۔ لیکن پھر بھی اس میں ایک حیثیت دنیوی بھی تھی اسی وجہ سے یہ محبت سبب ابتلاء و امتحان بنی اور چالیس سال مفارقت کا ناقابل بیان صدمہ سہنا پڑا اور مناسب اللہ صورتیں ایسی بنتی چلی گئیں۔ ورنہ ابتداءً بجائے گھر بیٹھے رہنے کے خود جا کر تفتیش حال کرتے، پھر حضرت یوسفؑ نے بھی کوئی خبر نہ دی۔

آیت: ۸۵: یعنی مرور ایام سے غم ختم ہو جاتا ہے مگر آپ کا غم یوسف تو ہنوز روز اوّل ہے۔ آیت: ۸۶: تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو مجھے جو خبر ہے تم نہیں جانتے۔ آیت: ۸۷: اس سے پہلے اس طرح کا حکم کبھی نہ دیا تھا، اس سے پہلے ملنا مقدر نہ تھا مگر اب ملاقات کا وقت آچکا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے مناسب تدبیر دل میں ڈالی، بنیامین کے بارے میں مصر جانے کا حکم تو صحیح تھا مگر حضرت یوسفؑ کے ظاہر حال کے اعتبار سے کوئی وجہ نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسباب بھی جمع فرما دیئے جاتے ہیں۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو دو گھونٹ بہت پسند ہیں ایک مصیبت پر صبر کا گھونٹ دوسرے غصہ پی جانا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت یعقوبؑ کو اس صبر پر شہیدوں کا ثواب عطا فرمایا۔

ابتلاء و امتحان کی ایک وجہ قرطبی نے یہ بیان کی ہے کہ ایک بار تہجد میں (حضرت یوسفؑ جوان کے سامنے سو رہے تھے) حضرت یوسف کے کچھ خراٹے کی آواز سے توجہ ان کی طرف ہو گئی پھر دوسری اور تیسری مرتبہ ایسا ہوا، اس پر اللہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ مجھ سے خطاب اور عرض معروض کے دوران غیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے بقسم میں اس کی یہ دونوں آنکھیں نکال لوں گا۔ اور اسے بھی مدت دراز کے لیے جدا کر دوں گا۔

آیت: ۸۸: تفسیر قرطبی و مظہری میں بروایت ابن عباسؓ یہ نقل ہے کہ اس موقع پر حضرت یعقوبؑ نے عزیز مصر کے نام درج ذیل مضمون کا ایک خط لکھ کر دیا تھا:

"من جانب یعقوب صفی اللہ بن اسحاق ذبیح اللہ ابن ابراھیم خلیل اللہ

www.toobaaelibrary.com

بخدمت عزیز مصر۔

اما بعد: ہمارا پورا خاندان بلاؤں اور آزمائشوں میں معروف ہے میرے دادا ابراہیم خلیل اللہ کا نمرود کی آگ سے امتحان لیا گیا۔ پھر میرے والد اسحاق کا شدید امتحان لیا گیا پھر میرے ایک لڑکے کے ذریعہ میرا امتحان لیا گیا۔ جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا یہاں تک کہ اس کی مفارقت میں میری بینائی جاتی رہی۔ اس کے بعد اس کا ایک چھوٹا بھائی مجھ غمزدہ کی تسلی کا سامان تھا جسے آپ نے چوری کے الزام میں گرفتار کرلیا۔ اور میں بتلاتا ہوں کہ ہم اولاد انبیاء ہیں نہ ہم نے کبھی چوری کی ہے نہ ہماری اولاد میں کوئی چور پیدا ہوا۔ والسلام"۔

سیدنا حضرت یوسفؑ یہ خط پڑھتے ہی کانپ گئے اور بے اختیار رونے لگے، اور اپنے راز کو ظاہر کردیا اور بطور تمہید کے بھائیوں سے یہ سوال کیا جو آیت ۸۹: میں ہے برادران یہ سوال سن کر چکرا گئے پھر ان کے بچپن کے خواب بھی یاد آنے لگے، پھر جب اور غور کیا تو کچھ علامات سے پہچان لیا۔ آیت: ۹۰: بھائی بنیامین کا ذکر اس لیے بڑھا دیا تاکہ انھیں یقین بھی آجائے اور انھیں اپنے مقصد یعنی تلاش کی مکمل کامیابی واضح ہوجائے کہ جن کی تلاش میں تم نکلے ہو وہ دونوں بیک جا تمہیں مل گئے۔

آیت: ۹۱-۹۲: برادران کے اعتراف خطا کے بعد حضرت یوسفؑ نے پیغمبرانہ شان کے مطابق فرمایا، لاتثریب الخ۔

آیت: ۹۳: یہ ایک معجزہ تھا جس سے بنیامین کے واپس آجانے کی بات کہی او. ضحاک اور مجاہد وغیرہ نے یہاں یہ فرمایا کہ یہ کرتا عام کرتوں کی طرح نہ تھا بلکہ یہ وہ کرتا تھا جو حضرت ابراہیمؑ کے لیے جنت سے اس وقت لایا گیا تھا جب نمرود نے انھیں برہنہ کرکے آگ میں ڈالا تھا یہ آخر تک آپ کے پاس محفوظ رہا پھر وراثۃً یہ حضرت یعقوبؑ تک پہنچا، آپ نے اسے متبرک سمجھتے ہوئے حضرت یوسفؑ کے گلے میں ایک نلکی میں بند کرکے بطور تعویذ ڈال دیا تھا برادران یوسف نے جب انھیں کنویں میں برہنہ کرکے ڈال دیا اور وہ کرتا والد کو دکھانے لے گئے تو اس وقت حضرت جبرئیلؑ آئے اور گلے کی نلکی سے وہ کرتا نکال کر حضرت یوسفؑ کو پہنا دیا، اور یہ محفوظ رہا اس وقت بھی جبرئیل نے انھیں یہ مشورہ دیا کہ یہ جنت کا لباس ہے اس کی یہی خاصیت ہے کہ نابینا کی بینائی لوٹ آتی ہے۔ فرمایا کہ اسے اپنے والد کے پاس بھیج دیجئے وہ بینا ہوجائیں گے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کا حسن و جمال اور ان کا وجود خود جنت ہی کی

www.toobaaelibrary.com

ایک چیز تھی اس لیے ان کے جسم سے متصل ہونے والے ہر کرتے میں یہ خاصیت ہو سکتی ہے۔ (مظہری)

"بِاَهْلِكُمْ" اس لیے فرمایا کہ والد کو لانے کے لیے کہنا خلاف ادب سمجھا اور یہ یقین تھا کہ بینائی لوٹ آنے پر کوئی مانع نہ ہوگا تو خود ہی ضرور تشریف لائیں گے قرطبی کہتے ہیں کہ اس کرتا کو لے جانے کے لیے یہودا نے کہا میں ہی لے جاؤں گا، کیوں کہ جھوٹا خون لگا کر کرتا اس وقت میں ہی لے گیا تھا جس سے والد کو صدمات پہنچے، اب اس کی مکافات بھی میرے ہاتھ ہونی چاہیے۔

ہدایات: وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا صدقہ سے حقیقی صدقہ مراد نہیں بلکہ رعایت کے لیے اس سے تعبیر کیا ہے کیوں کہ بالکل صفت غلہ کا سوال تو کیا ہی نہ تھا نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حرمت صرف امت محمدیہ کے ساتھ مخصوص ہو (کما قال مجاہد، بیان القرآن)

"يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ" ایک جزا تو عام ہے جو مومن و کافر کو ملتی ہے یعنی رد اور دفع بلا، اور ایک جزا آخرت کی ہے یعنی جنت وہ صرف اہل ایمان کا حصہ ہے مخاطب عزیز مصر ہیں اور ابھی تک معلوم نہیں کہ یہ مومن ہیں یا نہیں اس لیے عام جملہ اختیار کیا۔ (بیان القرآن)

قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا جب اللہ تعالیٰ مصیبت سے نجات عطا فرما کر نعمت سے نوازیں تو اب گذشتہ مصائب کے ذکر کے بجائے اس حاصل شدہ انعام و احسان کا ذکر کرنا چاہیے احسانات کے بجائے صرف تکلیف کو یاد رکھنا "کنود" ناشکری ہے۔

صبر و تقویٰ ہر مصیبت کا علاج ہے اسی پر فلاح و کامیابی کا مدار ہے سیدنا یوسفؑ نے یہاں بطور دعویٰ کے نہیں بلکہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہا ہے (اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ) لانتریب الخ۔ یہ اخلاق کریمانہ کا اعلیٰ مقام ہے۔

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ۝ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ۝ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۖ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ۚ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۚ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ

www.toobaaelibrary.com

لِمَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ۝ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا تَسْـَٔـلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور جب (یوسفؑ سے بات چیت ہو چکی، اور آپ کے فرمانے کے موافق کرتانے کر چلنے کی تیاری کی اور) قافلہ (شہر مصر سے) چلا (جس میں یہ لوگ بھی تھے) تو ان کے باپ نے (پاس والوں سے) کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں کہ مجھ کو تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے (معجزہ اختیاری نہیں ہوتا اس لیے اس سے پہلے ادراک نہ ہوا) وہ (پاس والے) کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں (کہ یوسفؑ زندہ ہیں اور ملیں گے اسی خیال کے غلبہ سے اب خوشبو کا وہم ہو گیا اور واقع میں نہ خوشبو ہے نہ کچھ اور ہے، یعقوبؑ خاموش رہے) پس جب (یوسف کا) وہ کرتا ان کے منہ پر لا کر ڈال دیا پس (آنکھوں کو لگنا تھا اور دماغ میں خوشبو پہنچنا کہ) فوراً ان کی آنکھیں کھل گئیں (اور انھوں نے سارا ماجرا آپ سے بیان کیا) آپ نے (بیٹوں سے) فرمایا کیوں میں نے تم سے کہا نہ تھا کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے (اور اس لیے میں نے تم کو یوسفؑ کے تجسس کے لیے بھیجا تھا، دیکھو آخر اللہ تعالیٰ میری امید راست لایا ان کا یہ قول اس سے اوپر کے رکوع میں آچکا ہے اور اس وقت) سب بیٹوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہمارے لیے (خدا سے) ہمارے گناہوں کی دعاءِ مغفرت کیجئے (ہم نے جو کچھ آپ کو یوسفؑ کے معاملہ میں تکلیف دی) ہم بیشک خطاوار تھے (مطلب یہ ہے کہ آپ بھی معاف کر دیجئے کیوں کہ عادتاً کسی کے لیے استغفار وہی کرتا ہے جو خود بھی مواخذہ کرنا نہیں چاہتا) یعقوبؑ نے فرمایا عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا بے شک وہ غفور رحیم ہے (اور اسی سے ان کا معاف کر دینا بھی معلوم ہو گیا اور عنقریب کا مطلب یہ ہے کہ تہجد کا وقت آنے دو جو کہ قبولیت کی ساعت ہے کذا فی الدر المنثور مرفوعاً غرض سب مصر کو تیار ہو کر چل دیئے اور یوسفؑ خبر سن کر استقبال کے لیے مصر سے باہر تشریف لائے اور باہر ہی ملاقات کا سامان کیا گیا) پھر جب سب کے سب یوسفؑ کے پاس پہنچے تو انھوں نے (سب سے مل

www.toobaaelibrary.com

ملا کر) اپنے والدین کو اپنے پاس (تعظیماً جگہ دی اور (بات چیت سے فارغ ہو کر) کہا سب مصر میں چلئے (اور) انشاء اللہ تعالیٰ (وہاں) امن وچین سے رہئے (مفارقت کا غم اور قحط کا الم سب کافور ہو گئے، غرض سب مصر میں پہنچے) اور (وہاں یوسفؑ کی ایسی عظمت غالب ہوئی کہ) سب کے سب ان کے سامنے سجدہ میں گر گئے اور (یہ حالت دیکھ کر) وہ کہنے لگے کہ اے ابا یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا (کہ شمس وقمر اور گیارہ ستارے مجھ کو سجدہ کرتے ہیں) میرے رب نے اس (خواب) کو سچا کر دیا (یعنی اس کی سچائی کا ظہور کر دیا) اور (اس شرف کے سوا میرے رب نے مجھ پر اور انعامات بھی فرمائے چناں چہ) میرے ساتھ (ایک) اس وقت احسان فرمایا جس وقت مجھ کو قید سے نکالا (اور اس مرتبہ سلطنت تک پہنچایا) اور (دوسرا یہ انعام فرمایا کہ) بعد اس کے کہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان میں فساد ڈلوا دیا تھا (جس کا مقتضا یہ تھا کہ عمر بھر بھی مجتمع ومتفق نہ ہوتے، مگر اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ وہ) تم سب کو (جن میں میرے بھائی بھی ہیں) باہر سے (یہاں) لے آیا (اور سب کو ملا دیا) بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی تدبیر لطیف کر دیتا ہے، بلاشبہ وہ بڑا علم اور حکمت والا ہے، (اپنے علم وحکمت سے سب امور کی تدبیر درست کر دیتا ہے۔ (اس کے بعد سب ہنسی خوشی رہتے رہے یہاں تک کہ یعقوبؑ کی عمر ختم پر پہنچی اور بعد وفات ان کی وصایت کے مطابق ملک شام میں لے جا کر اپنے بزرگوں کے پاس دفن کئے گئے، پھر یوسفؑ کو بھی آخرت کا اشتیاق ہوا، اور دعا کی کہ) اے میرے پروردگار آپ نے مجھ کو (ہر طرح کی نعمتیں دیں، ظاہری بھی باطنی بھی، ظاہری یہ کہ مثلاً) سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور (باطنی یہ کہ مثلاً) مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمایا (جو کہ علم عظیم ہے خصوصاً جب کہ وہ یقینی ہو جو موقوف ہے وحی پر پس اس کا وجود مستلزم ہوگا عطائے نبوت کو) اے خالق آسمانوں اور زمین کے آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی (پس جس طرح دنیا میں میرے سارے کام بنا دیئے کہ سلطنت دی، علم دیا، اسی طرح آخرت کے کام بھی بنا دیجئے کہ) مجھ کو فرماں برداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجئے اور خاص نیک بندوں میں شامل کر دیجئے (یعنی میرے بزرگوں میں جو انبیائے عظام ہوئے ہیں ان میں مجھ کو بھی پہنچا دیجئے) یہ قصہ (جو اوپر بیان کیا گیا آپ کے اعتبار سے) غیب کی خبروں میں سے ہے (کیوں کہ آپ کے پاس کوئی ظاہری ذریعہ اس کے جاننے کا نہیں تھا صرف) ہم (ہی) وحی کے ذریعہ سے آپ کو یہ قصہ بتلاتے ہیں اور (یہ ظاہر ہے کہ) آپ ان (برادران یوسفؑ) کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جب کہ انھوں نے اپنا ارادہ (یوسفؑ کو کنویں میں

www.toobaaelibrary.com

ڈالنے کا) پختہ کرلیا تھا اور وہ (اس کے متعلق) تدبیریں کررہے تھے (کہ آپؐ سے یوں کہیں کہ ان کو یوں لے جائیں، وغیرذٰلک اور اس طرح یہ امر یقینی ہے کہ آپ نے کسی سے یہ قصہ سنا سنایا بھی نہیں، پس یہ صاف دلیل ہے نبوت کی اور صاحب وحی ہونے کی) اور (باوجود نبوت پر دلائل قائم ہونے کے) اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے گو آپ کا کیسا ہی جی چاہتا ہو اور (ان کے ایمان نہ لانے سے آپؐ کا تو کوئی نقصان ہی نہیں، کیوں کہ آپؐ ان سے اس (قرآن) پر کچھ معاوضہ تو چاہتے نہیں (جس میں یہ احتمال ہو کہ اگر یہ قرآن کو قبول نہ کریں گے تو آپ کا معاوضہ فوت ہو جائے گا) یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کے ایک نصیحت ہے (جو نہ مانے گا اسی کا نقصان ہوگا)

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۹۴: مصر سے کنعان بروایت ابن عباس آٹھ دن کی مسافت کا راستہ تھا اور بقول حسن بصری تقریباً ڈھائی سو میل کا فاصلہ تھا، یہاں سے پیراہن یوسف کی خوشبو اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوبؑ کے دماغ تک پہنچادی اور عجیب بات یہ ہے کہ اپنے وطن کنعان کے ایک کنویں میں تین روز پڑے رہے تو یہ خوشبو نہ محسوس ہوئی۔

زمصرش بوئے پیراہن شنیدی ❁ چرا در چاہ کنعانش ندیدی!؟

یہیں سے پتہ چلا کہ کوئی معجزہ پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ معجزہ پیغمبر کا اپنا فعل وعمل بھی نہیں ہوتا یہ براہ راست فعل اللہ ہوتا ہے۔

آیت: ۹۸: یہاں آپ نے فوراً دعا نہ کرکے عنقریب دعا کا وعدہ کیا مقصد یہ تھا کہ اہتمام کے ساتھ آخر شب میں دعا کروں گا، کیوں کہ اس وقت کی دعا خصوصیت کے ساتھ قبول ہوتی ہے

آیت: ۹۹: اس بار حضرت یوسفؑ نے اہتمام کے ساتھ دو سو اونٹ پر لدا ہوا سامان اور کپڑوں اور دیگر ضروریات کا بھیجا تھا تاکہ پورا خاندان پوری تیاری کرسکے، ایک روایت میں تعداد بہتر اور دوسری روایت میں ترانوے نفوس مرد وعورت پر مشتمل تھی۔ جب قریب مصر کے پہنچے تو حضرت یوسفؑ اور مصر کے لوگ استقبال کے لیے شہر سے باہر تشریف لائے اور چار ہزار سپاہی سلامی دینے کے لیے نکلے والدین کو انھوں نے اپنے پاس ٹھہرایا۔

آمنین: یعنی دیگر ملک میں داخلہ پر مسافروں کو جو پابندیاں عادتاً ہوتی ہیں آپ ان سب سے مستثنیٰ ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

آیت:۱۰۰: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ سجدۂ شکر اللہ تعالیٰ کے لیے کیا گیا تھا، بعض حضرات کہتے ہیں کہ سجدۂ تعظیمی انبیاء سابقین کی شرائع میں جائز تھا۔

احکام: دعاء میں تاخیر کا سبب بعض حضرات نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ منظور یہ تھا کہ پہلے یوسفؑ سے مل کر تحقیق کرلیں کہ انھوں نے معاف کردیا ہے کہ نہیں کیوں کہ یہ حقوق العباد میں سے ہے، حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ یہودا نے جب قمیص چہرے پر ڈالی تو آپ نے پوچھا کہ یوسف کیسے ہیں، انھوں نے کہا وہ مصر کے بادشاہ ہیں حضرت یعقوبؑ نے فرمایا میں ایمان وعمل کے اعتبار سے سوال کررہا ہوں تب انھوں نے تقویٰ وطہارت کے حالات بتلائے یہ ہے انبیاء علیہم السلام کی محبت اور تعلق کہ اولاد کی جسمانی راحت سے زیادہ ان کی روحانی حالت کی فکر کرتے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ بشارت دینے والے کو آپ نے کچھ انعام دینا چاہا مگر حالات سازگار نہ تھے اس لیے عذر کیا کہ سات روز سے ہمارے گھر میں روٹی نہیں اس لیے مادی انعام تو نہیں دے سکتا مگر یہ دعا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم پر سکرات موت کو آسان کردے۔ یہ دعا بہترین انعام تھی معلوم ہوا کہ خوشخبری دینے والے کو انعام دینا سنت انبیاء ہے خوشی کے موقع پر دوستوں کو کھانے کی دعوت دینا بھی سنت ہے فاروق اعظمؓ نے جب سورۂ بقرہ ختم کی تو ایک اونٹ ذبح کرکے کھلایا۔

یوسفؑ کا مقام صبر وشکر دیکھئے کہ اتنے زمانے کی مفارقت اور مصائب کے بعد ملے تو سرگذشت بیان کی تو کیا کی۔ وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْ الخ۔ آپ نے بیان میں ترتیب کیا اختیار کی، اور کتنا بیان کیا، بھائیوں کا جور اور کنویں میں ڈالے جانے کو نہیں بیان کیا کیوں کہ بھائیوں کو پہلے ہی معاف فرما چکے تھے، تاکہ شرمندہ نہ ہوں (قرطبی) اور پھر سب کچھ چھوڑ کر آخری انجام والدین کے ملاقات کا ذکر اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ کیا۔ مِنَ الْبَدْوِ معلوم ہوا کہ حضرت یعقوبؑ کا وطن دیہات میں تھا جہاں معیشت کی آسانیاں کم ہوتی ہیں بھائیوں کا ظلم وجور شیطان کے سپرد کردیا کہ میرے بھائی تو ایسے نہ تھے یہ ہے شان نبوت کہ مصائب میں بھی صبر اور شکر کا پہلو نکال لیتے ہیں۔

آیت:۱۰۱: یہ آیت حسن خاتمہ کی دعاء کے لیے ہے اللہ کے مقبول بندوں کا یہ حال ہے کہ کتنے ہی درجات عالیہ اور جاہ ومنصب ان کے قدموں میں ہوں وہ اس پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ انھیں اس کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں یہ سلب نہ ہوجائیں، دعاء کرتے رہتے ہیں کہ ظاہری اور باطنی نعمتیں موت تک برقرار رہیں۔

www.toobaaelibrary.com

آیت:۱۰۲: علم غیب اور اخبار غیب دونوں ایک نہیں دو چیزیں ہیں اس میں بہتوں کو دھوکہ ہوا ہے۔ حضرت یوسفؑ کی ایک اولاد لڑکی بھی ہوئیں رحمت بنت یوسفؑ آپ کی شادی حضرت ایوبؑ سے ہوئی افرائیم کی اولاد میں یوشع بن نون ہیں جو حضرت موسیٰؑ کے رفیق تھے۔ حضرت یوسفؑ کا وصال ایک سو بیس سال میں ہوا۔ اور دریائے نیل کے کنارے مدفون ہوئے۔

ابن اسحاق نے حضرت عروہ ابن زبیر کی روایت سے بیان کیا ہے کہ موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکل جائیں تو بذریعہ وحی حضرت یوسفؑ کی لاش کو ساتھ میں لے جانے کا حکم ہوا، ساتھ لے جا کر ملک شام چلے جائیں اور ان کے آباؤ اجداد کے پاس دفن کریں تفتیش کے بعد جو ایک سنگ مرمر کے تابوت میں تھی اسے اپنے ساتھ ارض کنعان فلسطین لے گئے اور باپ دادا کے پہلو میں دفن کیا۔ (مظہری)

حضرت یوسفؑ کے بعد مصر میں قوم عمالیق کے فراعنہ مسلط ہو گئے ان کی حکومت میں بنی اسرائیل حضرت یوسفؑ کے دین پر قائم رہے مگر انھیں غیر ملکی سمجھ کر طرح طرح کی ایذائیں دی جانے لگیں حتیٰ کہ حضرت موسیٰ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس عذاب سے نکالا۔ مظہری

"هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ" اس سے معلوم ہوا کہ خواب کی تعبیر زمانہ دراز کے بعد ظاہر ہوئی ہے جیسا کہ اس واقعہ میں چالیس یا اسی سال بعد ظہور ہوا۔

"ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ" مطلب یہ ہے کہ یہ آپ کی نبوت کی واضح دلیل ہے، اس آیت سے خطاب پیغمبرؐ سے شروع ہوا ہے۔

یہ تمام مفصل واقعہ یوسفؑ بیان کر دینے کے بعد بھی یہودی اپنے کفر و انکار پر جمے رہے تو آپؐ کو صدمہ پہنچا تو آیت ۱۰۳، میں آپ کو تسلی دی گئی ہے آپ کا کام کوشش ہے بس اس لیے رنج نہ ہونا چاہیے، آپ کا مقصد دنیوی منفعت نہیں ہے بلکہ ثواب آخرت اور قوم کی خیر خواہی ہے وہ مقصد تو آپ کو حاصل ہو چکا اس لیے غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ آیت:۱۰۴، میں اسی کو بیان کیا ہے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ

www.toobaaelibrary.com

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

اور (جیسے یہ لوگ منکر نبوت ہیں اسی طرح باوجود دلائل کے منکر توحید بھی ہیں چناں چہ) بہت سی نشانیاں ہیں (کہ توحید پر دلالت کرنے والی) آسمانوں میں (جیسا کہ کواکب وغیرہ) اور زمین میں (جیسے عناصر وعنصریات) جن پر ان کا گذر ہوتا رہتا ہے (یعنی ان کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں) اور وہ ان کی طرف (ذرا) توجہ نہیں کرتے (یعنی ان سے استدلال نہیں کرتے) اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں (پس بدون توحید خدا کا ماننا مثل نہ ماننے کے ہے پس یہ لوگ اللہ کے ساتھ بھی کفر کرتے ہیں اور نبوت کے ساتھ بھی کفر کرتے ہیں) سو کیا (اللہ ورسول کے منکر ہو کر) پھر بھی اس بات سے مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں کہ ان پر خدا کے عذاب کی کوئی ایسی آفت آپڑے جو ان کو محیط ہو جائے یا ان پر اچانک قیامت آجائے اور ان کو (پہلے سے) خبر بھی نہ ہو (مطلب یہ ہے کہ مقتضاء کفر کا عقوبت ہے خواہ دنیا میں نازل ہو جائے یا قیامت کے دن واقع ہو رہے انکو ڈرنا اور کفر کو چھوڑ دینا چاہیے) آپ فرما دیجئے کہ میں خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں (توحید کی اور اپنے داعی من اللہ ہونے کی) دلیل پر قائم ہوں میں بھی اور میرے ساتھ والے بھی یعنی میرے پاس بھی دلیل ہے توحید ورسالت کی اور میرے ساتھ والے بھی استدلال کے ساتھ مجھ پر ایمان لائے ہیں، میں بے دلیل بات کی طرف کسی کو نہیں بلاتا، دلیل سنو اور سمجھو، پس حاصل طریق یہ ہوا کہ خدا واحد ہے اور میں داعی ہوں) اور اللہ (شرک سے) پاک ہے اور میں (اس طریق کو قبول کرتا ہوں اور) مشرکین میں سے نہیں ہوں اور (یہ جو نبوت پر شبہ کرتے ہیں کہ نبی فرشتہ ہونا چاہیے محض مہمل بات ہے کیوں کہ) ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں سے جتنے (رسول) بھیجے سب آدمی ہی تھے جن کے پاس ہم وحی بھیجتے تھے (کوئی بھی فرشتہ نہ تھا جنھوں نے ان کو نہ مانا اور ایسے ہی مہمل شبہات کرتے رہے، ان کو سزائیں دی گئیں، اسی طرح ان کو بھی سزا ہوگی خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں اور یہ لوگ جو بے فکر ہیں) تو کیا یہ لوگ ملک میں (کہیں) چلے پھرے نہیں کہ (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا جو

www.toobaaelibrary.com

ان سے پہلے (کافر) ہو گذرے ہیں اور (یاد رکھو کہ جس دنیا کی محبت میں مدہوش ہو کر تم نے کفر اختیار کیا ہے یہ دنیا فانی اور ہیچ ہے) البتہ عالم آخرت ان لوگوں کے لیے نہایت بہبودی کی چیز ہے جو (شرک وغیرہ سے) احتیاط رکھتے ہیں (اور توحید واطاعت اختیار کرتے ہیں) تو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے (کہ فانی اور بے حقیقت چیز اچھی ہے یا باقی اور پائدار) (اگر تم کو کفار پر تاخیر عذاب سے شبہ عدم وقوع کا ہوتا ہو تو تمہاری غلطی ہے اس لیے کہ پچھلی امتوں کے کفار کو بھی بڑی بڑی مہلتیں دی گئی تھیں) یہاں تک کہ (مدت مہلت دراز ہونے کی وجہ سے) پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہو گئے، (کہ ہم نے اللہ کی طرف سے کفار پر عذاب آنے کے وعدہ کا جو وقت اپنے قیاس اور اندازے سے مقرر کر لیا تھا کہ اس وقت میں کفار پر عذاب آ کر ہمارا غلبہ اور حقانیت واضح ہو جائے گی) اور ان (پیغمبروں) کو گمان غالب ہو گیا کہ (وعدۂ الٰہیہ کا وقت مقرر کرنے میں) ہمارے فہم نے غلطی کی (کہ بلا تخصیص محض قرائن یا نصرت الٰہیہ کے جلد آنے کی خواہش سے قریب کا وقت معین کر لیا، حالاں کہ وعدہ مطلق ہے ایسی مایوسی کی حالت میں) ان کو ہماری مدد پہنچی (وہ مدد یہ کہ کفار پر عذاب آیا) پھر (اس عذاب سے) ہم نے جس کو چاہا وہ بچا لیا گیا، (مراد اس سے مومنین ہیں) اور (اس عذاب میں کفار ہلاک کیے گئے کیوں کہ) ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا (بلکہ ان پر ضرور واقع ہوتا ہے گو بدیر سہی، پس یہ کفار مکہ بھی اس دھوکہ میں نہ رہیں ان (انبیاء وامم سابقین) کے قصہ میں سمجھدار لوگوں کے لیے (بڑی) عبرت ہے (جو اس سے عبرت حاصل کرتے ہیں کہ اطاعت کا یہ انجام ہے اور معصیت کا یہ انجام ہے) یہ قرآن (جس میں یہ قصے ہیں) کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں (کہ اس سے عبرت نہ ہوتی) بلکہ اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں (نازل) ہو چکی ہیں یہ ان کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر (ضروری) بات کی تفصیل کرنے والا ہے اور ایمان والوں کے لیے ذریعہ ہدایت ورحمت ہے (پس ایسی کتاب میں جو مضامین عبرت کے ہوں گے ان سے تو عبرت حاصل کرنا لازم ہی ہے)

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۱۰۵: اس میں ان لوگوں کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی حکمت وقدرت کے قائل نہیں تھے۔

آگے قائلین کا بیان ہے مگر وہ خدائی میں دوسری چیزوں کو شریک کرتے ہیں۔

آیت: ۱۰۶: شرک اصغر کو پیغمبرؐ نے زیادہ خطرناک فرمایا ہے اور یہ ریا ہے اسی طرح غیر اللہ کی قسم بھی شرک اصغر ہے اللہ کے سوا کسی اور کے نام کی منت اور نیاز ماننا بھی باتفاق فقہاء اس میں داخل ہے۔

www.toobaaelibrary.com

آیت:۱۰۸: یعنی میرے دعوت کسی سرسری نظر پر مبنی نہیں ہے پوری بصیرت اور عقل وحکمت کا ثمرہ ہے مَنِ اتَّبَعَنِیْ سے مراد صحابہ کرامؓ ہیں اور بعد کے متبعین بھی ہو سکتے ہیں، اور تبع کے لیے لازم ہے کہ آپؐ کی دعوت کو لوگوں میں پھیلائے اور قرآن کی تعلیم کو عام کرے۔ (مظہری)

آیت:۱۰۹: انسانوں کے لیے اللہ کا رسول ہمیشہ انسان ہی ہوتا چلا آیا ہے جو عام انسانوں سے اوصاف میں ممتاز ہوتا ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی اور رسول مرد ہی ہوگا عورت نہیں، واضح رہے کہ جمہور علماء نے بھی حضرت سارہؓ، حضرت مریمؑ اور حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو بزرگ خواتین مانا ہے مگر نبی نہیں ہیں۔

آیت:۱۱۰: انبیاء کرام نے اپنے اندازے سے عذاب آنے کا جو وقت مقرر کیا تھا اس وقت نہ آیا تو انھیں یہ گمان ہوا کہ ہم نے وقت متعین کرنے میں غلطی کی ہے۔ فَظَنُّوْٓا میں ایک قرارت کُذِبُوْا بتشدید الذال بھی ہے اب معنی یہ ہوگا کہ انھیں یہ خطرہ ہو گیا کہ اب جو مسلمان ہیں وہ بھی ہماری تکذیب نہ کرنے لگیں۔

آیت:۱۱۱: حضرت وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ یوسفؑ کے قصے سے کوئی آسمانی کتاب اور صحیفہ خالی نہیں۔ (مظہری)

وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ حسب ضرورت انسانی ہر انفرادی واجتماعی حال سے متعلق احکام اس میں موجود ہیں، لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ یعنی اس کا نفع مؤمنین ہی کو پہنچ سکتا ہے، اگرچہ رحمت وہدایت کافروں کے لیے ہے مگر ان کی اپنی بدعملی اور نافرمانی کے باعث یہ ان کے لیے وبال جان بن گئی۔ شیخ ابو منصور فرماتے ہیں کہ سورۂ یوسف کے مضامین سے پیغمبرؐ کو تسلی دینا مقصود ہے کہ یہ ساری ایذائیں جو آپ کو پہنچ رہی ہیں پچھلے انبیاء کو بھی پہنچی ہیں۔

قراءات : سورۂ یوسف: یابَتِ شامی کے لیے بفتح التاء مطلقاً اور باقیین کے لیے بالکسر وبَنِیَّ یہاں اور لقمٰن اور والصّٰفّٰت میں حفص کے لیے بفتح الیاء اور باقیین کے لیے بکسر الیاء آیٰتٌ لِّلسَّآئِلِیْنَ کی کے لیے واحد ہے اور باقیین کے لیے جمع غَیٰبَتِ الْجُبِّ دونوں جگہ نافع کے لیے بالجمع ہے اور باقیین کے لیے بالتوحید ہے لَا تَاْمَنَّا اس کلمہ کی اصل لَا تَاْتَمِنُنَا تھی پہلا نون ثانی میں مدغم ہوا ہے اور اظہار بھی جائز ہے، لیکن اظہار کی حالت میں روم ضروری ہے جیسا کہ ادغام کی حالت میں اشمام ضروری ہے اور یہ دونوں ہی متفق علیہ ہے نَرْتَعْ وَنَلْعَبْ کی بصری شامی کے لیے دونوں بالنون اور باقیین کے لیے بالیاء ہیں پھر جزم کے لیے بکسر العین نَرْتَعِ اور باقیین کے لیے سکون العین ہے پس نافع کے لیے نَرْتَعِ وَنَلْعَبْ اور مکی کے لیے نَرْتَعِ وَنَلْعَبْ اور بصری

www.toobaaelibrary.com

شامی کے لیے نَرْتَعْ وَنَلْعَبْ اور کوفیین کے لیے یَرْتَعْ وَیَلْعَبْ ظاہر ہے اَلذِّئْبُ ورش سوسی اور کسائی کے لیے ہمزہ کا ابدال بالیاء مطلقاً اور حمزہ کے لے وقفاً ہے اور باقیین کے لیے تحقیق ہمزہ مطلقاً بُشْرٰی کوفیین کے لیے بُشْرٰی بروزن فُعْلٰی ہے اور باقیین کے لیے بُشْرَایَ بیائے اضافۂ مفتوحہ۔ هَیْتَ لَكَ نافع اور ابن ذکوان کے لیے بکسر الہاء ویائے ساکنہ مع فتح التاء هَیْتَ اور مکی کے لیے بفتح الہاء ویائے ساکنہ مع ضم التاء هَیْتُ اور بصری وکوفیین کے لیے بفتح الہاء ویائے ساکنہ مع فتح التاء هَیْتَ اور ہشام کے لیے بکسر الہاء وہمزۂ ساکنہ مع فتح التاء هِئْتَ. اَلْمُغْلِصِیْنَ نافع کوفیین کے لیے مطلقاً اس لفظ میں جب کہ یہ معرف باللام ہو فتحۂ لام ہے اور باقیین کے لیے بکسر اللام مطلقاً حَاشَ لِلّٰهِ بصری کے لیے دونوں جگہ بالف بعد الشین حاشا ہے اور باقیین کے لے بحذف الالف ہے ذَا بَاحفص کے لیے بفتح الہمزہ اور باقیین کے لیے بسکون الہمزہ وَفِیْهِ تَعْصِرُوْنَ اخوین کے لیے بالتاء اور باقیین کے لیے بالیاء بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ قالون، بزی کے لیے ہمزۂ اولیٰ کا ابدال بالواو اور ادغام ہے ونیز تسہیل ہمزہ اولیٰ بین بین بھی ان کے لیے مقرر ہے اور ورش وقنبل کے لیے ہمزۂ ثانیہ کی تسہیل وابدال بالیاء الساکن مع المد دو وجہ مقرر ہیں، اور بصری کے لیے ہمزۂ اوّل کا اسقاط ہے اور باقیین کے لیے تحقیق ہمزتین ہے حَیْثُ نَشَآءُ مکی کے لیے بالنون باقیین کے لیے بالیاء وَقَالَ لِفِتْیٰنِهِ حفص واخوین کے لیے بالالف والنون اور باقیین کے لیے بالتاء بغیر الف ہے لِفِتْیَتِهِ. اَنَّا نَدْخُلُ اخوین کے لیے بالیاء باقیین کے لیے بالنون ہے نَحْفَظُ حفصاً حفص واخوین کے لیے بفتح الحاء والالف بعد الحاء مع کسر الفاء اور باقیین کے لیے بکسر الحاء واسکان الفاء بغیر الف ہے۔ فَرَجَعَ مَنْ نَّشَآءُ انعام میں گذر چکا ہے فَلَمَّا اسْتَایْسُوْا وَلَا تَایْسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ. اِنَّهٗ لَایَایْسُ حَتّٰی اِذَا اسْتَایْسَ الرُّسُلُ اور رعد میں اَفَلَمْ یَایْسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بزی کے لیے بالخلف، ان کلمات خمسہ میں الف بعد التاء وبعد الیاء مع یائے مفتوحہ ہے اور ورش کے لیے ان کلمات میں مثل شیء کے توسط طول ہوگا اور باقیین کے لیے یائے ساکنہ مع ہمزۂ مفتوحہ ظاہر ہے اور حمزہ کے لیے وقف میں ہمزہ کی حرکت ماقبل کو نقل ہو کر ہمزہ محذوف ہو جائے گا۔ اِنَّكَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ مکی کے لیے بہمزۂ واحدہ مکسورہ اور باقیین کے لیے بہمزتین نُوْحِیْ اِلَیْهِمْ یہاں اور نحل اور پہلا انبیاء میں حفص کے لیے بالنون مع کسر الحاء اور باقیین کے لیے بالیاء وفتح الحاء ہے قَدْ كُذِبُوْا کوفیین کے لیے مخفف اور باقیوں کے لیے مشدد اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ نافع شامی عاصم کے لیے بالتاء اور باقیوں کے لیے بالیاء فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ شامی عاصم کے لیے بنونِ واحدہ مع تشدید الجیم وفتح الیاء۔ باقیین کے لیے بنونین اوّل مضموم وثانی ساکن مع تخفیف الجیم وسکون الیاء۔

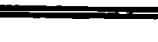

www.toobaaelibrary.com

سورۃ الرعد مدنیۃ (۴۳) رکوعاتہا (۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۭ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاۗءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۠ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

الٓمّٓرٰ (اس کے معنے تو اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ (جو آپ سن رہے ہیں آیتیں ہیں ایک بڑی کتاب (یعنی قرآن) کی اور جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ بالکل سچ ہے اور (اس کا مقتضا یہ تھا کہ سب ایمان لاتے) لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے۔ (ربط، اوپر حقیقت قرآن کا مضمون تھا، آگے توحید کا مضمون ہے جو کہ اعظم مقاصدِ قرآن سے ہے) اللہ ایسا (قادر) ہے کہ اس نے آسمانوں کو بدون ستون کے اونچا کھڑا کر دیا چنانچہ تم ان (آسمانوں کو (اسی طرح) دیکھ رہے ہو پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تختِ سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ اس کی شان کے لائق ہے) اور آفتاب و ماہتاب کو کام میں لگا دیا (ان دونوں میں سے) ہر ایک (اپنے مدار پر) ایک وقت معین میں چلتا رہتا ہے (چنانچہ سورج اپنے مدار کو سال بھر میں قطع کر لیتا ہے اور چاند مہینہ بھر میں) وہی (اللہ) ہر کام کی (جو کچھ عالم میں واقع ہوتا ہے) تدبیر کرتا ہے (اور) دلائل (تکوینیہ و تشریعیہ) کو صاف صاف بیان کرتا ہے، تاکہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا (یعنی قیامت کا) یقین کر لو (اس کے امکان کا تو اس

www.toobaaelibrary.com

طرح کہ جب اللہ تعالیٰ ایسی عظیم چیزوں کی تخلیق پر قادر ہے تو مردوں کو زندہ کرنے پر کیوں نہیں قادر ہوگا، اور اس کے وقوع کا یقین اس طرح کہ مخبر صادق نے ایک امر ممکن کے وقوع کی خبر دی، لامحالہ وہ سچی اور صحیح ہے) اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلا دیا اور اس (زمین) میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے دو دو قسم کے پیدا کیے (مثلاً کھٹے اور میٹھے یا چھوٹے اور بڑے، کوئی کسی رنگ کا اور کوئی کسی رنگ کا اور) شب (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو چھپا دیتا ہے (یعنی شب کی تاریکی سے دن کی روشنی پوشیدہ اور زائل ہو جاتی ہے) ان امور (مذکورہ) میں سوچنے والوں کے (سمجھنے کے) واسطے (توحید پر) دلائل (موجود) ہیں (جس کی تقریر پارہ دوم کے رکوع چہارم کے شروع میں گذری ہے) اور (اسی طرح اور بھی دلائل ہیں توحید کے چنانچہ) زمین میں پاس پاس (اور پھر) مختلف قطعے ہیں (جن کا باوجود متصل ہونے کے مختلف الاثر ہونا عجیب بات ہے اور انگوروں کے باغ ہیں اور (مختلف کھیتیاں ہیں اور کھجور (کے درخت) ہیں جن میں بعضے تو ایسے ہیں کہ ایک تنہ اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں اور بعضوں میں دو تنے نہیں) ہوتے (بلکہ جڑ سے شاخوں تک ایک ہی تنہ چلا جاتا ہے اور) سب کو ایک ہی طرح کا پانی دیا جاتا ہے اور (باوجود اس کے پھر بھی) ہم ایک کو دوسرے پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں، ان امور (مذکورہ) میں (بھی) سمجھداروں کے (سمجھنے کے) واسطے (توحید کے) دلائل (موجود) ہیں۔ اور (اے محمدؐ) اگر آپ کو (ان لوگوں کے انکار قیامت سے) تعجب ہو تو (واقعی) ان کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم (مر کر) خاک ہو گئے کیا (خاک ہو کر) ہم پھر (قیامت کو) از سر نو پیدا ہوں گے تعجب کے لائق اس لیے کہ جو ذات ایسی اشیاء مذکورہ کے خلق پر ابتداءً قادر ہے اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے، اور اسی سے جواب ہو گیا استبعاد بعث کا اور انکار نبوت کا بھی جس کا مبنیٰ وہ استبعاد تھا ایک کے جواب سے دوسرے کا جواب ہو گیا، آگے ان کے لیے وعید ہے کہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا (کیونکہ انکار بعث سے اس کی قدرت کا انکار کیا، اور انکار قیامت سے انکار نبوت لازم آتا ہے) اور ایسے لوگوں کی گردنوں میں (دوزخ میں) طوق ڈالے جائیں گے اور ایسے لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ لوگ عافیت (کی میعاد ختم ہونے) سے پہلے آپؐ سے مصیبت (کے نازل ہونے) کا تقاضا کرتے ہیں (کہ اگر آپ نبی ہیں تو جائیے عذاب منگا دیجئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عذاب کے وقوع کو بہت بعید سمجھتے ہیں) حالانکہ ان سے پہلے (اور کفار پر) واقعات عقوبت گذر چکے ہیں (تو

www.toobaaelibrary.com

ان پر آجانا کیا مستبعد ہے) اور (اللہ تعالیٰ کے غفور اور رحیم ہونے کو سن کر یہ لوگ مغرور نہ ہو جاویں کہ اب ہم کو عذاب نہ ہوگا کیونکہ وہ صرف غفور رحیم ہی نہیں ہے اور پھر سب کے لیے غفور و رحیم نہیں ہیں، بلکہ دونوں باتیں اپنے اپنے موقع پر ظاہر ہوتی ہے یعنی) یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجود ان کی (ایک خاص درجہ کی) بیجا حرکتوں کے معاف کر دیتا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب سخت سزا دیتا ہے، یعنی اس میں دونوں صفتیں ہیں اور ہر ایک کے ظہور کی شرطیں اور اسباب ہیں، پس انہوں نے بلا سبب اپنے کو مستحق رحمت و مغفرت کیسے سمجھ لیا، بلکہ کفر کی وجہ سے ان کے لیے تو اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے اور یہ کفار (انکار نبوت کی غرض سے) یوں (بھی) کہتے ہیں کہ ان پر خاص معجزہ (جو ہم چاہتے ہیں) کیوں نہیں نازل کیا گیا (اور یہ اعتراض محض حماقت ہے کیونکہ آپ مالک معجزات نہیں، بلکہ) آپ صرف (عذاب خدا سے کافروں کو) ڈرانے والے (یعنی نبی) ہیں (اور نبی کے لیے مطلق معجزہ کی ضرورت ہے جو کہ ظاہر ہو چکا ہے نہ کسی خاص معجزہ کی) اور (کوئی آپ انو کھے نبی نہیں ہوئے بلکہ) ہر قوم کیلئے (اہم ماضیہ میں) ہادی ہوتے چلے آئے ہیں (ان میں بھی یہی قاعدہ چلا آیا ہے کہ دعویٰ نبوت کے لیے مطلق دلیل کو کافی قرار دیا گیا، خاص دلیل کا التزام نہیں ہوا)

تلخیص معارف و مسائل

یہ سورۃ رعد مکی ہے اس سورت میں قرآن مجید کا کلام حق ہونا اور توحید و رسالت کا بیان اور شبہات کے جوابات مذکور ہیں۔

آیت:۱: قرآن اور جو کچھ احکام آپ پر نازل کیے جاتے ہیں وہ سب حق ہیں، بلاشک و شبہ۔

آیت:۲: اس میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کے دلائل مذکور ہیں اس کی مخلوقات اور مصنوعات کو ذرا بغور دیکھو تو یقین کرنا پڑے گا کہ ان کو بنانے والی کوئی قادر مطلق ہستی ہے جس کے قبضے میں تمام کائنات ہے۔

قرآن کریم کی چند آیات ایسی ہیں جس میں آسمان کو دیکھے جانے کا ذکر ہے جیسے اسی آیت میں تَرَوْنَهَا عام طور پر آسمان کو نیلگوں کہا جاتا ہے اور ایسا ہی نظر آتا ہے مگر فلاسفہ کہتے ہیں کہ روشنی اور اندھیری کی آمیزش سے یہ رنگ محسوس ہوتا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ جہاں دیکھنے کا ذکر ہے وہ حکمی اور مجازی ہو کہ آسمان کا وجود ایسے یقینی دلائل سے ثابت ہے کہ گویا دیکھ ہی لیا (روح المعانی) "وَسَخَّرَ" ظاہر ہے، ہزاروں سال گذر گئے لیکن ان کی رفتار میں کوئی فرق نہیں آیا "لِاَجَلٍ مُّسَمًّى" یعنی

www.toobaaelibrary.com

آخری مدت، مدت قیامت متعین ہے یا یہ معنی ہے کہ ہر ایک سیارے کے لیے ایک خاص رفتار اور خاص مدار مقرر کر دیا ہے "یُدَبِّرُ الْاَمْرَ" درحقیقت ہر چیز کی تدبیر اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، انسانی تدبیر تو برائے نام ہے، بس اتنا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ چیزوں کا صحیح استعمال سمجھ لے، اور اس استعمال میں بھی وہ کس قدر دیگر اشیاء کا محتاج ہے، قدرت خداوندی ہی نے ہر چیز کی کڑی دوسری چیز سے اس طرح جوڑی ہے کہ ہر چیز کھنچی چلی آتی ہے۔

آیت:۴: تک غور کرنے سے صاف واضح ہے کہ یہ سب کاروبار جہاں کسی حکیم اور مدبر کے تابع فرمان چل رہا ہے، محض مادّے کے تطورات نہیں ہیں جیسا کہ بعض جاہل سمجھتے ہیں کیوں کہ مادّے کے تطوارات ہوتے تو سب مواد کے مشترک ہونے کے باوجود یہ اختلاف کیسے ہوتا ایک ہی زمین سے ایک پھل ایک موسم میں اور دوسرا دوسرے موسم میں نکلتا ہے، معلوم ہوا کہ جو ان نشانیوں میں غور نہیں کرتے وہ عقل والے نہیں ہیں خواہ انھیں دنیا میں کیسا ہی عقلمند سمجھا اور کہا جاتا ہو۔

آیت:۵: کفار کے شبہات تین تھے، موت کے بعد پھر زندہ ہونے روز محشر کے حساب و کتاب اسی لیے انبیاء کی تکذیب کرتے تھے، اس آیت میں اس شبہ کا جواب دیا گیا ہے، ظاہر ہے جو ذات ایسے ایسے مظاہر پیدا کیے، اور پہلی مرتبہ بالکل عدم سے وجود میں لاسکتی ہے اسے دوبارہ موجود کر دینا کیا مشکل ہے، اور دوبارہ کسی چیز کا بنانا تو انسان کے لیے بھی آسان ہے۔

دراصل انھیں یہی اشکال ہے کہ مرنے کے بعد سارے ذرّات ادھر ادھر منتشر ہو جائیں گے تو پھر کیسے جمع ہو سکتے ہیں، انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سارے ذرّات ساری دنیا کی طاقتیں اور قوتیں سب اسی کے حکم کے تابع اور مسخر ہیں۔ اس کے حکم سے سارے ہی پھر جمع ہو جائیں یہ کیا مشکل ہے، اس میں کیا اشکال ہے؟ درحقیقت انھوں نے اللہ کی قدرت کو پہچانا نہیں، اسے اپنے پر قیاس کرتے ہیں، ان تمام نشانیوں کو دیکھنے کے بعد انکار نبوت قابل تعجب ہے اور اس سے زیادہ قابل تعجب، قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے اور حشر کے دن سے انکار ہے اور یہ انکار دراصل اپنے رب کا انکار ہے، ان کی سزا یہ ہوگی کہ ان کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے دوسرا شبہ منکرین کا یہ تھا کہ اگر واقعی آپ نبی ہیں تو نبی کی مخالفت پر جو عذاب کی وعیدیں آپ سناتے ہیں وہ آتا کیوں نہیں؟ اس کا جواب آیت:۶، میں دیا گیا ہے۔ تیسرا شبہ ان کفار کا یہ تھا کہ جس خاص خاص قسم کے معجزات کا ہم نے مطالبہ کیا ہے وہ کیوں ظاہر نہیں کرتے؟ اس کا جواب آیت:۷، میں دیا گیا ہے کہ معجزہ ظاہر کرنا نبی کے

www.toobaaelibrary.com

اختیار میں نہیں ہوتا، یہ براہ راست حق تعالیٰ کا فعل ہے "اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ"

"وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" ہاد کا مطلب نبی ہی کا آنا نہیں ہے نبی کے قائم مقام اس کی دعوت کا پھیلانے والا بھی ہو سکتا ہے، اس لیے یہ لازم نہیں آتا کہ ہندوستان میں بھی کوئی نبی و رسول پیدا ہوا ہو البتہ دعوت رسول کے پھیلانے والے علماء کا بکثرت یہاں آنا بھی ثابت ہے۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَاۗءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَاۗءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاۗءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۭ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاۗءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۭ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے، اور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے، اور ہر چیز اللہ کے نزدیک ایک خاص

www.toobaaelibrary.com

انداز سے ہے۔ وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا (اور) عالی شان ہے تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو شخص رات میں کہیں چھپ جائے اور جو دن میں چلے پھرے یہ سب (خدا کے علم میں) برابر ہیں (یعنی سب کو یکساں جانتا ہے اور جیسا تم میں سے ہر شخص کو جانتا ہے اسی طرح ہر ایک کی حفاظت بھی کرتا ہے چنانچہ تم میں سے) ہر شخص (کی حفاظت) کے لیے کچھ فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ ان کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا (بہت بلاؤں سے) اس کی حفاظت کرتے ہیں (اور اس سے کوئی یوں نہ سمجھ جائے کہ جب فرشتے ہمارے محافظ ہیں پھر جو چاہو کرو، معصیت خواہ کفر، کسی طرح عذاب نازل ہی نہ ہوگا، یہ سمجھنا بالکل غلط ہے، کیونکہ) واقعی اللہ تعالیٰ (ابتداء تو کسی کو عذاب دیتا نہیں، چنانچہ اس کی عادت ہے کہ وہ) کسی قوم کی (اچھی حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی (صلاحیت کی) حالت کو نہیں بدل دیتے مگر اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ جب وہ اپنی صلاحیت میں خلل ڈالنے لگتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر مصیبت وعقوبت تجویز کی جاتی ہے) اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں (وہ واقع ہو جاتی ہے) اور (ایسے وقت میں) کوئی خدا کے سوا (جن کی حفاظت کا ان کو زعم ہے) ان کا مددگار نہیں رہتا ہے (حتیٰ کہ فرشتے بھی ان کی حفاظت نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی تو حفاظت ان کے کام نہ آسکتی) وہ ایسا (عظیم الشان) ہے کہ تم کو (بارش کے وقت) بجلی (چمکتی ہوئی) دکھلاتا ہے جس سے (اس کے گرنے کا) ڈر بھی ہوتا ہے اور (اس سے بارش کی) امید بھی ہوتی ہے اور وہ بادلوں کو (بھی بلند کرتا ہے جو پانی سے بھرے ہوتے ہیں اور رعد (فرشتہ) اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتا ہے اور (دوسرے) فرشتے بھی اس کے خوف سے (اس کی تحمید وتسبیح کرتے ہیں) اور وہ (زمین کی طرف) بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے بارے میں (یعنی اس کی توحید میں باوجود اس کے ایسے عظیم الشان ہونے کے) جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا شدید القوت ہے (جس سے ڈرنا چاہئے مگر یہ لوگ ڈرتے نہیں اور اس کے ساتھ شریک ٹھیراتے ہیں اور وہ ایسا عجیب الدعوات ہے کہ سچا پکارنا اسی کے لیے خاص ہے (کیونکہ اس کو قبول کرنے کی قدرت ہے) اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ (اپنے حوائج ومطالب میں) پکارتے ہیں وہ (بوجہ عدم قدرت کے) ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے، جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف

www.toobaaelibrary.com

پھیلائے ہوتا ہو (اور اس کو اشارہ سے اپنی طرف بُلا رہا ہو) تا کہ وہ (پانی) اس کے منہ تک (اُڑ کر) آجاوے اور وہ (درخواست قبول کرنے سے عاجز ہے اسی طرح ان کے معبود عاجز ہیں، اس لیے) کافروں کی (ان سے) درخواست کرنا محض بے اثر ہے اور اللہ ہی (ایسا قادرِ مطلق ہے کہ اسی) کے سامنے سب سرخم کیے ہوئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں (بعضے خوشی سے اور (بعضے) مجبوری سے (خوشی سے یہ کہ باختیار خود عبادت کرتے ہیں، اور مجبوری کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس مخلوق میں جو تصرف کرنا چاہتے ہیں اور اس کی مخالفت نہیں کرسکتا) اور اُن (زمین والوں) کے سائے بھی (سرخم کیے ہیں) صبح اور شام کے وقتوں میں (یعنی سایہ کو جتنا چاہیں بڑھائیں جتنا چاہیں گھٹائیں اور صبح وشام کے وقت چونکہ دراز ہونے اور گھٹنے کا زیادہ ظہور ہوتا ہے اس لیے تخصیص کی گئی ورنہ سایہ بھی بایں معنی ہر طرح مطیع ہے) آپ (ان سے یوں) کہیے کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار (یعنی موجد ومبقی یعنی خالق وحافظ) کون ہے (اور چوں کہ اس کا جواب متعین ہے، اس لیے جواب بھی) آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ ہے۔ (پھر) آپ یہ کہیے کہ کیا (یہ دلائل توحید سن کر) پھر بھی تم نے خدا کے سوا دوسرے مددگار (یعنی معبودین) قرار دے رکھے ہیں جو (بوجہ غایت عجز کے) خود اپنی ذات کے نفع نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے (اور پھر شرک کے ابطال اور توحید کے احقاق کے بعد اہل توحید واہل شرک اور خود توحید وشرک کے درمیان اظہار فرق کے لیے) آپ یہ (بھی) کہیے کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوسکتا ہے (یہ مثال ہے مشرک اور موحد کی) یا کہیں تاریکی اور روشنی برابر ہوسکتی ہے (یہ مثال ہے شرک اور توحید کی) یا انھوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ انھوں نے بھی (کسی چیز کو) پیدا کیا ہو جیسا کہ خدا (ان کے اعتراف کے موافق بھی) پیدا کرتا ہے پھر (اس وجہ سے) ان کو (دونوں کا) پیدا کرنا ایک سا معلوم ہوا ہو (اور اس سے استدلال کیا ہو کہ جب دونوں یکساں خالق ہیں تو دونوں یکساں معبود بھی ہوں گے اس کے متعلق بھی) آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی (اپنی ذات وصفات کمال میں) واحد ہے (اور سب مخلوقات پر) غالب ہے اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر (اس پانی سے) نالے (بھر کر) اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے (یعنی چھوٹے نالے میں تھوڑا پانی اور بڑے نالے میں زیادہ پانی) پھر وہ سیلاب (کا پانی) خس وخاشاک کو بہالایا جو اس (پانی) کی (سطح کے) اوپر (آرہا) ہے (ایک کوڑا کرکٹ تو یہ ہے) اور جن چیزوں کو آگ کے اندر (رکھ کر) زیور یا اور اسباب (ظروف وغیرہ) بنانے کی غرض

www.toobaaelibrary.com

سے تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل (اوپر آجاتا) ہے (پس ان دو مثالوں میں دو چیزیں ہیں، ایک کارآمد چیز کہ اصل پانی اور اصل مال ہے اور ایک ناکارہ چیز کہ کوڑا کرکٹ میل کچیل ہے غرض) اللہ تعالیٰ حق (یعنی توحید و ایمان وغیرہ) اور باطل (یعنی کفر و شرک وغیرہ) کی اسی طرح کی مثال بیان کر رہا ہے (جس کی تکمیل اگلے مضمون سے ہوتی ہے) سو (ان دونوں مذکورہ مثالوں میں) جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کے کارآمد ہے وہ دنیا میں (نفع رسانی کے ساتھ) رہتی ہے (اور جس طرح حق و باطل کی مثال بیان کی گئی) اللہ تعالیٰ اسی طرح (ہر ضروری مضمون میں) مثالیں بیان کیا کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا (اور توحید اور اطاعت کو اختیار کر لیا) ان کے واسطے اچھا بدلہ (یعنی جنت مقرر) ہے اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا (اور کفر و معصیت پر قائم رہے) ان کے پاس (قیامت کے دن) اگر تمام دنیا بھر کی چیزیں (موجود) ہوں اور بلکہ (اس کے ساتھ اسی کے برابر اور بھی مال و دولت) ہو تو سب اپنی رہائی کے لیے دے ڈالیں ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا، (جس کو دوسری آیت میں حساب عسیر فرمایا ہے) اور ان کا ٹھکانا (ہمیشہ کے لئے) دوزخ ہے، اور وہ بری قرارگاہ ہے۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت:۸: "وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ" آلات جدیدہ ایکسرے، الٹراساؤنڈ، وغیرہ بھی ایک گمان کی حد تک بتلاتے ہیں، ابتداء سے ارحام کا علم حقیقی صرف خالق کائنات ہی کو ہے ارحام کی کمی (تغیض) یا بیشی (تزداد) کتنے دنوں میں پیدا ہوگا، بچہ کی تعداد میں کمی یا زیادتی اس سب کا علم یقینی بھی صرف اللہ کو ہے، "بِمِقْدَارٍ" کتنے دن حمل میں رہے گا، کب تک دنیا میں رہے گا کتنا رزق اسے حاصل ہوگا، یہ بے مثال اس کی توحید کی واضح دلیل ہے۔

آیت:۹: غیب سے مراد وہ چیز ہے جو انسانی حواس خمسہ سے غائب ہو" شَهَادَة" اس کا بالمقابل ہے "اَلْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ" کفار و مشرکین اللہ کی کبریائی کا اجمالاً تو اقرار کرتے تھے۔ مگر اپنے قصور فہم سے اللہ کے لیے اس کی شان سے بعید صفات بھی ثابت کرتے تھے، جیسے یہود و نصاریٰ کہ اللہ کے لیے بیٹا ثابت کیا کسی نے جسم و اعضاء ثابت کئے کسی نے جہت اور سمت ثابت کیا، ان الفاظ سے ان سب صفات سے برأت کو بیان فرمایا ہے، اس سے پہلی آیت میں کمال علمی کا بیان تھا، اس آیت میں کمال قدرت و عظمت کا ذکر ہے، اور اس کے بعد کی آیت میں بھی اسی کمال علمی اور کمال قدرت کو

www.toobaaelibrary.com

خاص انداز میں بیان فرمایا ہے۔

آیت ۱۱: یہ محافظ فرشتے انسان کی دنیاوی اور دینی دونوں مصیبتوں اور آفتوں سے سوتے جاگتے حفاظت کرتے رہتے ہیں، اگر یہ ملائکہ حفظ انسان سے ہٹا لیے جائیں تو جنات ان کی زندگی وبال کردیں۔ مگر یہ سب تقدیر الٰہی اور حکم الٰہی تک ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو مبتلا کرنا چاہیں تو یہ حفاظتی پہرہ ہٹ جاتا ہے۔

آیت: ۱۷: حق و باطل کی مثال بیان کی گئی ہے۔

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْۗءَ الْحِسَابِ ۝ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ ۭ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۚ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص اس کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ (اس علم سے محض) اندھا ہے (یعنی کافر و مؤمن برابر نہیں) پس نصیحت تو سمجھ دار لوگ ہی قبول کرتے ہیں (اور) یہ (سمجھ دار) لوگ ایسے ہیں کہ اللہ سے جو کچھ انھوں نے عہد کیا ہے۔ (اس کو پورا کرتے ہیں اور (اس) عہد کو توڑتے نہیں اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم کیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں (جو کفار کے ساتھ خاص ہوگا، اس لیے کفر سے بچتے ہیں) اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے رب کی رضامندی کے جویاں رہ کر (دین حق پر) مضبوط رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چپکے بھی اور ظاہر کر کے بھی (جیسا موقع ہوتا ہے) خرچ کرتے ہیں اور (لوگوں کی) بدسلوکی کو جواب کے ساتھ کی جاوے) حسن سلوک سے ٹال دیتے ہیں (یعنی کوئی ان کے ساتھ

www.toobaaelibrary.com

بدسلوکی کرے تو کچھ خیال نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں) اس جہاں میں (یعنی آخرت میں) نیک انجام ان لوگوں کے واسطے ہے یعنی ہمیشہ رہنے کی جنت میں وہ لوگ بھی داخل ہوں گے اور اُن کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق یعنی مومن ہوں گے (گو ان موصوفین کے درجہ کے نہ ہوں) وہ بھی (جنت میں ان کی برکت سے انہی کے درجوں میں) داخل ہوں گے اور فرشتے ان کے پاس ہر (سمت کے) دروازہ سے آتے ہوں گے (اور یہ کہتے ہوں گے) کہ تم (ہر آفت اور خطرہ سے) صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے کہ تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے، سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے۔ اور جو خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں، اور خدا تعالیٰ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے ان کو قطع کرتے ہیں اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لیے اس جہاں میں خرابی ہوگی (یعنی ظاہری دولت و ثروت کو دیکھ کر یہ دھوکہ نہ کھانا چاہئے کہ یہ لوگ مورد رحمت ہیں، کیونکہ رزق کی تو یہ کیفیت ہے کہ) اللہ جس کو چاہے زیادہ رزق دیتا ہے، (اور جس کے لیے چاہتا ہے) تنگی کر دیتا ہے (رحمت و غضب کا یہ معیار نہیں) اور یہ (کفار) لوگ دنیوی زندگانی پر (اور اس کے عیش و عشرت پر) اِتراتے ہیں اور (ان کا اِترانا بالکل فضول اور غلطی ہے، کیوں کہ) یہ دنیوی زندگی (اور اس کی عیش و عشرت) آخرت کے مقابلہ میں بجز ایک متاع قلیل کے اور کچھ بھی نہیں۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت:۱۹: اس میں "اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝" کے خاص خاص اعمال اور صفات کا بیان شروع ہوا ہے، "اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ" (عہد سے ہر قسم کا عہد مراد ہے یعنی اللہ اور رسول اور ایک انسان کا دوسرے انسان سے عہد) سے آیت:۲۲: تک نو صفات کا بیان ہے پھر نو صفتوں کو بیان کرنے کے لیے ان کی جزاء بیان فرمائی، "اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝" یعنی دارِ آخرت کی فلاح انھیں کے لیے ہے، بعض نے کہا دار سے مراد دارِ دنیا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نیکوکاروں کو دنیا میں اگرچہ تکلیفیں بھی پیش آتی ہیں مگر انجام کار دنیا میں بھی فلاح و کامیابی انھیں کا حصہ ہوتا ہے، پھر آیت:۲۳: اور ۲۴: میں یہ فرمایا کہ ان کے آباؤ اجداد اور اولاد کے اعمال اگرچہ اس مقام کے قابل نہ تھے مگر مقبولان بارگاہِ خداوندی کی رعایت اور برکت سے انھیں بھی اس مقام بلند پر پہنچا دیا جائے گا۔ پھر مزید ایک اعزاز کا بیان ہے کہ فرشتے انھیں سلام کرتے ہوئے داخل ہوں گے۔

www.toobaaelibrary.com

احکام: (۱) جو عہد کسی سے کیا جائے اس کا پورا کرنا فرض اور خلاف ورزی حرام ہے۔ (۲) اسلام میں رہبانیت کی تعلیم نہیں جہاں ترک تعلقات ہوتا ہے بلکہ تعلقات قائم رکھنے اور ان کا حقوق ادا کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے ماں باپ اولاد بیوی، بہن بھائیوں، دوسرے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق اللہ تعالیٰ نے لازم کیے ہیں، انھیں نظر انداز کر کے نفلی عبادت میں یا کسی دینی خدمت میں لگ جانا بھی جائز نہیں، صلۂ رحمی کی تاکید قرآن کریم میں بہت آئی ہے، رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے تعلقات کو نبھانے ہی کے خیال سے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے نسب ناموں کو محفوظ رکھو، جن کے ذریعہ تمھیں اپنی رشتے داریاں محفوظ رہ سکیں اس سے باہم محبت پیدا ہوتی ہے، مال و عمر میں برکت ہوتی ہے (ترمذی) فرمایا بڑی صلہ رحمی یہ ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد اس کے دوستوں سے وہی تعلقات قائم رکھے جو باپ کے سامنے تھے۔ (۳) صبر میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہو، ورنہ یوں تو ہر شخص کو کبھی نہ کبھی صبر آ ہی جاتا ہے۔ (۴) صدقات واجبہ تو علانیہ ادا کرے تاکہ دوسروں کو ترغیب ہو اور صدقات نافلہ خفیہ ہوتا کہ ریا کے شبہ سے نجات ہو، (۴) برائی کا بدلہ بھلائی سے دینا چاہیے۔ (۵) بزرگوں سے تعلق اور دوستی آخرت میں بھی بشرط ایمان نفع دے گی۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ۝ كَذَٰلِكَ أَرْسَلْنَاكَ فِي أُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَا أُمَمٌ لِّتَتْلُوَ عَلَيْهِمُ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُونَ بِالرَّحْمَٰنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ مَتَابِ ۝ وَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتَىٰ ۗ بَل لِّلَّهِ الْأَمْرُ جَمِيعًا ۗ أَفَلَمْ يَيْأَسِ الَّذِينَ آمَنُوا أَن لَّوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيعًا ۗ وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر اور یہ کافر لوگ (آپ کی نبوت میں طعن و اعتراض کرنے کے لیے یوں) کہتے ہیں کہ ان (پیغمبر) پر کوئی معجزہ (ہمارے فرمائشی معجزوں میں سے) ان کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کیا گیا، آپ کہہ دیجئے کہ واقعی (تمہاری ان بیہودی فرمائشوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گمراہ کر دیتے ہیں (وجہ معلوم

www.toobaaelibrary.com

ہونے کی ظاہر ہے کہ باوجود معجزات کافیہ کے جن میں سب سے اعظم قرآن ہے پھر فضول باتیں کرتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قسمت ہی میں گمراہی لکھی ہے اور (جس طرح ان معاندین کو قرآن جو اعظم معجزات ہے ہدایت کے لیے کافی نہ ہوا اور گمراہی ان کو نصیب ہوئی اسی طرح) جو شخص ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے (اور طریق حق کا طالب ہوتا ہے جس کا مصداق آگے آتا ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ الخ) اس کو اپنی طرف (رسائی دینے کے لئے) ہدایت کر دیتے ہیں (اور گمراہی سے بچا لیتے ہیں) مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے (جن کی بڑی فرد قرآن ہے) ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے (جس کی بڑی فرد ایمان ہے، یعنی وہ قرآن کے اعجاز کو دلالت علی النبوۃ کے لیے کافی سمجھتے ہیں اور وہی جاہی فرمائش نہیں کرتے پھر خدا کی یاد اور طاعت میں ان کو ایسی رغبت ہوتی ہے کہ متاع حیات دنیا سے مثل کفار کے ان کو رغبت اور فرحت نہیں ہوتی اور) خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر (کی ایسی ہی خاصیت ہے اس) سے دل کو اطمینان ہو جاتا ہے (یعنی جس مرتبے کا ذکر ہو اسی مرتبہ کا اطمینان، چنانچہ قرآن سے ایمان اور اعمال صالحہ سے طاعت کا شدت تعلق اور توجہ الی اللہ میسر ہوتا ہے، غرض) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے (جن کا ذکر اوپر ہوا) ان کے لیے (دنیا میں) خوش حالی اور (آخرت میں) نیک انجامی ہے (جس کو دوسری آیت میں فَلَنُحْیِیَنَّهٗ حَیٰوةً طَیِّبَةً وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ الخ سے تعبیر فرمایا ہے اسی طرح ہم نے آپؐ کو ایک ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس (امت) سے پہلے اور بہت سی امتیں گذر چکی ہیں (اور آپؐ کو ان کی طرف اس لیے رسول بنا کر بھیجا ہے) تا کہ ان کو وہ کتاب پڑھ کر سنا دیں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی ہے اور (ان کو چاہئے تھا کہ اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرتے اور اس کتاب پر کہ وہ معجزہ بھی ہے ایمان لے آتے مگر) وہ لوگ ایسے بڑے رحمت والے کی ناسپاسی کرتے ہیں (اور قرآن پر ایمان نہیں لاتے) آپؐ فرما دیجئے کہ (تمہارے ایمان نہ لانے سے میرا کوئی ضرر نہیں کیوں کہ تم زیادہ سے زیادہ میرے ساتھ مخالفت کرو گے، سو اس سے مجھ کو اس لیے اندیشہ نہیں کہ) وہ میرا مربی (اور نگہبان ہے) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں (پس لامحالہ وہ کامل الصفات ہوگا اور حفاظت کے لیے کافی ہوگا اس لیے) میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور اسی کے پاس مجھ کو جانا ہے (خلاصہ یہ ہے کہ میری حفاظت کے لیے تو اللہ تعالیٰ کافی ہے تم مخالفت کر کے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے البتہ تمہارا ہی ضرر ہے)۔ اور (اے پیغمبر اور اے مسلمانو! ان کافروں کی عناد کی یہ کیفیت ہے کہ قرآن کی جو موجودہ حالت ہے کہ اس کا معجزہ ہونا غور و فکر پر موقوف ہے بجائے اس کے) اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیئے

www.toobaaelibrary.com

جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین جلدی جلدی طے ہو جاتی یا اس کے ذریعہ سے مُردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرادی جاتیں (یعنی مردہ زندہ ہو جاتا اور کوئی اس سے باتیں کر لیتا اور یہ وہ معجزے ہیں جن کی فرمائش اکثر کفار کیا کرتے تھے، بعضے مطلقاً بعضے اس طرح سے کہ قرآن کو بحالت موجودہ تو ہم معجزہ مانتے نہیں، البتہ اگر قرآن سے ان خوارق کا ظہور ہو تو ہم اس کو معجزہ مان لیں، مطلب یہ ہے کہ قرآن سے ایسے ایسے معجزات کا بھی ظہور ہوتا جس سے دونوں طرح کے لوگوں کی فرمائش پوری ہو جاتی، یعنی جو نفس خوارق مذکورہ کے متمنی تھے اور جو ان کا ظہور قرآن سے چاہتے تھے) تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے (کیوں کہ یہ اسباب مؤثر حقیقی نہیں) بلکہ سارا اختیار اللہ ہی کو ہے (وہ جس کو توفیق عطا فرماتے ہیں وہی ایمان لاتا ہے اور ان کی عادت ہے کہ طالب کو توفیق دیتے ہیں اور معاند کو محروم رکھتے ہیں، اور چوں کہ بعضے مسلمانوں کا جی چاہتا تھا کہ ان معجزات کا ظہور ہو جاوے تو شاید ایمان لے آویں اس لیے آگے ان کا جواب ہے کہ) کیا (یہ سن کر یہ معاند ہیں ایمان نہ لاویں گے اور یہ کہ سب اختیار خدا ہی کو ہے اور یہ کہ اسباب مؤثر حقیقی نہیں ہیں، کیا یہ سن کر) پھر بھی ایمان والوں کو اس بات میں دل جمعی نہیں ہوتی کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تمام (دنیا بھر کے) آدمیوں کو ہدایت کر دیتا (مگر بعضے حکمتوں سے مشیت نہیں ہوئی تو سب ایمان نہ لاویں گے جس کی بڑی وجہ عناد ہے، پھر ان معاندین کے ایمان لانے کے فکر میں کیوں لگے ہیں) اور (جب محقق ہو گیا کہ یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے تو اس امر کا خیال آسکتا ہے کہ پھر ان کو سزا کیوں نہیں دی جاتی اس کے متعلق ارشاد ہے کہ) یہ (مکے کے) کافر تو ہمیشہ (آئے دن) اس حالت میں رہتے ہیں کہ ان کے (بد) کرداروں کے سبب ان پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے (کہیں قتل، کہیں قید، کہیں ہزیمت و شکست) یا (بعض حادثہ اگر ان پر نہیں بھی پڑتا مگر) ان کی بستی کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے (مثلاً) کسی قوم پر آفت آئی اور ان کو خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں ہم پر بھی بلا نہ آوے) یہاں تک کہ (اسی حالت میں) اللہ کا وعدہ آجاوے گا (یعنی آخرت کے عذاب کا سامنا ہو جاوے گا، جو کہ مرنے کے بعد شروع ہو جاوے گا اور) یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے (پس عذاب کا وقوع ان پر یقینی ہے گو بعض اوقات کچھ دیر سے سہی)

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۲۵: اس میں نافرمانوں کی تین صفات کا ذکر ہے، نقضِ عہد، قطع رحمی، اور فساد فی الارض پھر اس کے بعد ان کی سزا بتلائی گئی ہے۔ آیت: ۳۱: ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے ایک سوال کے جواب میں نازل ہوئی۔ ایک روز ابوجہل وغیرہ نے عبداللہ بن اُمیہ کو پیغمبر علیہ السلام کے پاس چند مطالبات و سوالات کے

www.toobaaelibrary.com

ساتھ بھیجا کہ اگر یہ مطالبات پورے کر دیجئے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے (۱) شہر مکہ کی زمین بہت تنگ ہے سب طرف پہاڑوں سے لدی ہوئی ایک طولانی زمین ہے جس میں باغات ہیں نہ کاشت اور نہ دوسری ضروریات کی گنجائش۔ آپ ہی کے کہنے کے مطابق داؤد علیہ السلام کے لیے پہاڑ مسخر کر دیئے گئے تھے، آپ تو بقول خود ان سے کمتر تو نہیں ہیں، معجزہ کے ذریعہ ان پہاڑوں کو دور ہٹا دیجئے تاکہ مکہ کی زمین فراخ ہو جائے۔ (۲) سلیمان علیہ السلام کی طرح جن کے لیے ہوا مسخر تھی، آپ بھی ہمارے لیے ایسے ہی کر دیجئے تاکہ ہمیں شام و یمن کے سفر آسان ہو جائیں (۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی ہمارے لیے ہمارے دادا قصی کو زندہ کر دیجئے تاکہ ہم ان سے یہ دریافت کر سکیں کہ آپ کا دین سچا ہے یا نہیں؟ اوپر ۳۱، میں ان معاندانہ مطالبات کا جواب دیا گیا ہے۔

کیوں کہ اس سے پہلے اس سے اہم مطالبہ کے جواب میں اہم معجزات کا مشاہدہ کر چکے ہیں یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہونا بے جان کنکریوں کا آپ کے دست مبارک میں بولنا لیلۃ المعراج کا معجزانہ سفر، مگر ان سب کو دیکھنے کے بعد بھی یہ ظالم ایمان نہیں لائے یہ تو محض دفع الوقتی ہے۔

مذکورہ مطالبات کا پورا نہ کرنا اس وجہ سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مصالح عالم کو وہی جاننے والے ہیں۔

مشرکین مکہ کی ان مطالبات کو سن کر صحابہ کرامؓ یہ تمنا کرنے لگے کہ بطور معجزہ کے یہ مطالبات پورے کر دیئے جائیں تاکہ سارے مکہ والے مسلمان ہو جائیں "اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا..." "حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ" وعد اللہ سے مراد فتح مکہ ہے۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ۭ قُلْ سَمُّوْهُمْ ۭ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۭ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۠ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ

www.toobaaelibrary.com

مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر اور (ان لوگوں کا یہ معاملہ تکذیب واستہزاء کچھ آپؐ کے ساتھ خاص نہیں، اور اسی طرح ان کے عذاب میں توقف ہونا کچھ ان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ پہلے رُسل اور ان کی امتوں کے ساتھ بھی ایسا ہو چکا ہے چناں چہ) بہت سے پیغمبروں کے ساتھ جو کہ آپؐ کے قبل ہو چکے ہیں، (کفار کی طرف سے) استہزاء ہو چکا ہے، پھر میں ان کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر میں نے ان پر دار وگیر کی سو (سمجھنے کی بات ہے کہ) میری سزا کس طرح کی تھی (یعنی نہایت سخت تھی، جب اللہ تعالیٰ کی شان معلوم ہوگئی کہ وہی مختار کل ہیں تو اس کے معلوم اور ثابت ہونے کے بعد) پھر (بھی) کیا جو (خدا) ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو اور ان لوگوں کے شرکاء برابر ہو سکتے ہیں اور (باوجود اس کے) ان لوگوں نے خدا کے لیے شرکاء تجویز کیے ہیں۔ آپؐ کہئے کہ (ذرا) ان (شرکاء) کے نام تو لو (میں بھی سنوں کون ہیں اور کیسے ہیں) کیا (تم حقیقتاً ان کو شرکاء سمجھ کر دعویٰ کرتے ہو تب تو یہ لازم آتا ہے کہ) تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو کہ دنیا (بھر) میں اس (کے وجود) کی خبر اللہ تعالیٰ کو نہ ہو (کیوں کہ اللہ تعالیٰ اسی کو موجود جانتے ہیں جو واقع میں موجود ہو، اور معدوم کو موجود نہیں جانتے، کیوں کہ اس سے علم کا غلط ہونا لازم آتا ہے گو انکشاف میں دونوں یکساں ہیں، غرض ان کو حقیقی شریک کہنے سے یہ امر محال لازم آتا ہے، پس ان کا شریک ہونا بھی محال ہے) یا (یہ کہ ان کو حقیقتاً شریک نہیں کہتے بلکہ) محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے ان کو شریک کہتے ہو، (اور مصداق واقعی اس اس کا کہیں نہیں ہے، اگر یہ شق ثانی ہے تو ان کے شریک نہ ہونے کو از خود تسلیم کرتے ہو، پس مطلوب کہ بطلان اشراک ہے دونوں شقوں پر ثابت ہو گیا اوّل شق میں دلیل سے دوسری شق میں تمہاری تسلیم سے، اور یہ تقریر باوجود یکہ اعلیٰ درجہ میں کافی ہے مگر یہ لوگ نہ مانیں گے) بلکہ ان کافروں کو اپنے مغالطہ کی باتیں (جس سے تمسک کر کے جتلائے شرک ہیں) مرغوب معلوم ہوتی ہیں اور (اسی وجہ سے) یہ لوگ راہِ (حق) سے محروم رہ گئے ہیں اور (اصل وہی بات ہے جو اوپر (بَلِ اللّٰهِ الْاَمْرُ) سے مفہوم ہو چکی ہے یعنی) جس کو خدا تعالیٰ گمراہی میں رکھے اس کو کوئی راہ پر لانے والا نہیں (البتہ وہ اسی کو گمراہ رکھتا ہے جو باوجود وضوح حق کے عناد کرتا ہے) ان کافروں کے دنیوی زندگانی میں (بھی) عذاب ہے (وہ قتل وقید ذلت یا امراض ومصائب ہے) اور آخرت کا عذاب اس سے بدرجہا زیادہ سخت ہے (کیوں کہ شدید بھی ہے اور دائم بھی ہے) اور اللہ (کے عذاب) سے ان کو کوئی بچانے والا نہیں ہوگا (اور) جس جنت کا متقیوں سے (یعنی شرک وکفر سے بچنے

www.toobaaelibrary.com

والوں سے) وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ کہ اس (کی عمارات اور اشجار) کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، اور اس کا پھل اور اس کا سایہ دائم رہے گا یہ تو انجام ہوگا متقیوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگا، اور جن لوگوں کو ہم نے (آسمانی) کتاب (یعنی تورات وانجیل) دی ہے (اور وہ اس کو پورے طور سے مانتے تھے) وہ اس (کتاب) سے خوش ہوئے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے (کیوں کہ اس کی خبر اپنی کتابوں میں پاتے ہیں، اور خوش ہو کر مان لیتے ہیں اور ایمان لے آتے ہیں، جیسے یہود میں عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھ اور نصاریٰ میں نجاشی اور ان کے فرستادے جن کا ذکر اور آیات میں بھی ہے) اور انہی کے گروہ میں بعضے ایسے ہیں کہ اس (کتاب) کے بعض حصہ کا (جس میں ان کی کتاب کے خلاف احکام ہیں) انکار کرتے ہیں (اور کفر کرتے ہیں) آپ (ان سے) فرمایئے کہ (احکام دو قسم کے ہیں اصول اور فروع، اگر تم اصول میں مخالف ہو سو وہ سب شرائع میں مشترک ہیں چناں چہ) مجھ کو (توحید کے متعلق) صرف یہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤں (اور نبوت کے متعلق یہ بات ہے کہ) میں (لوگوں کو) اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں (یعنی نبوت کا حاصل یہ ہے کہ میں داعی الی اللہ ہوں) اور (معاد کے متعلق میرا عقیدہ ہے کہ) اسی کی طرف مجھ کو (دنیا سے لوٹ کر) جانا ہے (یعنی اصول یہ تین ہیں سو ان میں سے ایک بات بھی قابل انکار نہیں، چناں چہ توحید سب کے نزدیک مسلم ہے، جیسا کہ یہی مضمون دوسری آیت میں ہے تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا الخ اور نبوت میں اپنے لیے مال وجاہ نہیں چاہتا جس پر انکار کی گنجائش ہو، محض دعوت الی اللہ کرتا ہوں، سو ایسے لوگ پہلے بھی ہوئے ہیں جس کو تم بھی جانتے ہو، جیسا یہی مضمون دوسری جگہ بھی ہے مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتٰبَ الخ اسی طرح معاد کا عقیدہ مشترک اور مسلم اور غیر قابل انکار ہے اور اگر فروع میں مخالف ہو تو اس کا جواب اللہ یوں دیتے ہیں کہ ہم نے جس طرح اور رسولوں کو خاص خاص زبانوں میں خاص احکام دیئے) اسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو اس طور پر نازل کیا کہ وہ خاص حکم ہے عربی زبان میں (عربی کی تصریح سے اشارہ ہو گیا دوسرے انبیاء کی دوسری زبانوں کی طرف، اور زبانوں کے اختلاف سے اشارہ ہو گیا اختلاف امم کی طرف، تو حاصل جواب کا یہ ہوا کہ فروع میں اختلاف بسبب اختلاف امم کے ہوا، کیوں کہ مصالح امم کے ہر زمانہ میں جداگانہ ہیں۔ پس یہ اختلاف شرائع کا مقتضی مخالفت نہیں، چناں چہ خود تمہاری شرائع مسلمہ میں بھی ایسا اختلاف فروع کا ہوا ہے، پھر تمہاری مخالفت وانکار کی کیا گنجائش ہے) اور (اے محمد) اگر آپ (بفرض محال) ان کے نفسانی خیالات کا (یعنی احکام منسوخہ یا احکام محرفہ کا) اتباع کرنے لگیں بعد اس

www.toobaaelibrary.com

کے کہ آپ کے پاس (احکام متعلقہ کا) علم (صحیح) پہنچ چکا ہے تو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا (اور جب نبی کو ایسا خطاب کیا جا رہا ہے تو اور لوگ انکار کر کے کہاں رہیں گے سو اس میں تعریض ہے اہل کتاب کے ساتھ، پس دونوں شقوں پر منکرین و مخالفین کا جواب ہو گیا)

تلخیص معارف و مسائل

اوپر کے رکوع میں گذرا کہ مشرکین کے معاندانہ سوالات اور ان کی ضد سے پیغمبرؐ کو رنج و تکلیف پہنچنے کا اندیشہ تھا، اس لیے آپ کی تسلی کے لیے اگلی آیت میں فرمایا گیا۔ آیت:۳۸: وَلَقَدْ اسْتُهْزِئَ... الخ.

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۚ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ۝

ترجمہ و خلاصۂ تفسیر

اور (اہل کتاب میں سے بعضوں کا جو نبوت پر یہ طعن ہے کہ ان کے پاس متعدد بیبیاں ہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ) ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیئے (یہ کونسا امر منافی رسالت ہے، ایسا ہی مضمون دوسری آیت میں ہے نَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰي مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ الخ) اور (چوں کہ اختلاف شرائع کا شبہ دیگر شبہ سے زیادہ مشہور اور اوپر محض اجمال کے ساتھ مذکور تھا، اس لیے اس کو آگے مکرر و مفصل ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص نبی پر اختلاف شرائع کا شبہ کرتا ہے وہ در پردہ نبی کو مالک احکام سمجھتا ہے حالاں کہ) کسی پیغمبر کے اختیار میں یہ امر نہیں کہ ایک آیت (یعنی ایک حکم) بدون خدا کے حکم کے (اپنی طرف سے) لا سکے (بلکہ احکام کا مقرر ہونا اذن و اختیار خداوندی پر موقوف ہے، اور خدا تعالیٰ کی حکمت و مصلحت کے اعتبار سے یہ معمول مقرر ہے کہ) ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں (پھر دوسرے زمانے میں بعض امور میں دوسرے احکام آتے ہیں اور پہلے احکام موقوف ہو جاتے ہیں اور بعضے بحالہ باقی رہتے ہیں پس) خدا تعالیٰ (ہی) جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں اور اصل کتاب (یعنی لوح محفوظ) انہی کے پاس (رہتی) ہے (اور یہ سب احکام ناسخ و منسوخ

www.toobaaelibrary.com

و مستمر اس میں درج ہیں وہ سب کی جامع اور گویا میزان الکل ہے یعنی جہاں سے یہ احکام آتے ہیں وہ اللہ ہی کے قبضہ میں ہے، پس احکام سابقہ کے موافق یا مغائر احکام لانے کی کسی کو گنجائش اور دسترس ہی نہیں ہو سکتی۔ اور (یہ لوگ جو اس بنا پر انکار نبوت کرتے ہیں کہ اگر آپ نبی ہیں تو انکار نبوت پر جس عذاب کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ عذاب کیوں نہیں نازل ہوتا، اس کے متعلق سن لیجئے کہ) جس بات کا (یعنی عذاب کا) ہم ان سے (انکار نبوت پر) وعدہ کر رہے ہیں، اس میں کا بعض واقعہ اگر ہم آپ کو دکھلا دیں (یعنی آپ کی حیات میں کوئی عذاب ان پر نازل ہو جاوے) خواہ (قبل نزول اس عذاب کے) ہم آپ کو وفات دیدیں (پھر بعد میں وہ عذاب واقع ہو خواہ دنیا میں یا آخرت میں دونوں حالتوں میں آپ فکر و اہتمام نہ کریں کیوں کہ) بس آپ کے ذمہ تو صرف (احکام کا) پہنچا دینا ہے اور دار و گیر کرنا تو ہمارا کام ہے (آپ اس فکر میں کیوں پڑیں کہ اگر واقع ہو جائے تو بہتر ہے، شاید ایمان لے آویں، اور ان لوگوں پر بھی تعجب ہے کہ وقوع عذاب علی الکفر کا کیسے یک لخت انکار کر رہے ہیں) کیا (مقدمات عذاب میں سے) اس امر کو نہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہم (فتح اسلام کے ذریعہ سے ان کی) زمین کو ہر چہار طرف سے برابر کم کرتے چلے آتے ہیں (یعنی ان کی عمل داری بسبب کثرت فتوحات اسلامیہ کے روز بروز گھٹتی جا رہی ہے، سو یہ بھی تو ایک قسم کا عذاب ہے جو مقدمہ ہے اصلی عذاب کا، جیسا کہ دوسری آیت میں ہے وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ) اور اللہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے، اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں (پس عذاب ادنیٰ خواہ عذاب اکبر جو بھی ہو اس کو کوئی ان کے شرکاء یا غیر شرکاء میں سے روک نہیں کر سکتا) اور (اگر ان کو چھوٹے مہلت بھی ہو گئی تو کیا ہے) وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے (وقت کی دیر ہے، پھر فوراً ہی سزائے موعود شروع ہو جاوے گی) اور (یہ لوگ جو ایذاء رسول یا تنقیص اسلام میں طرح طرح کی تدبیریں کرتے ہیں تو ان سے کچھ نہیں ہوتا چنانچہ) ان سے پہلے جو (کافر) لوگ ہو چکے ہیں انھوں نے (بھی ان ہی اغراض کے لیے بڑی بڑی) تدبیریں کیں سو (کچھ بھی نہ ہوا کیوں کہ) اصل تدبیر تو خدا ہی کی ہے (اس کے سامنے کسی کی نہیں چلتی، سو اللہ نے ان کی وہ تدبیریں نہ چلنے دیں اور) اس کو سب خبر رہتی ہے جو شخص جو کچھ بھی کرتا ہے (پھر اس کو وقت پر سزا دیتا ہے) اور (اسی طرح) ان کفار (کے اعمال کی بھی سب اس کو خبر ہے سو ان) کو (بھی) ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم میں نیک انجامی کس کے حصہ میں ہے (آیا ان کے یا مسلمانوں کے یعنی عنقریب ان کو اپنی بدانجامی اور سزائے اعمال معلوم ہو جائے گی) اور یہ کافر لوگ (ان سزاؤں کو بھولے ہوئے) یوں کہہ رہے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ پیغمبر نہیں، آپ فرما دیجئے کہ (تمہارے انکار سے

www.toobaaelibrary.com

معنی سے کیا ہوتا ہے) میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے (جس میں میری نبوت کی تصدیق ہے) کافی گواہ ہیں (مراد اس سے علماءِ اہل کتاب جو منصف تھے اور نبوت کی پیشین گوئی دیکھ کر ایمان لے آئے تھے، مطلب یہ ہوا کہ میری نبوت کی دو دلیلیں ہیں عقلی اور نقلی عقلی تو یہ کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو معجزات عطا فرمائے جو دلیل نبوت ہیں اور اللہ تعالیٰ کے گواہ ہونے کے یہی معنی ہیں اور نقلی یہ ہے کہ کتب سماویہ سابقہ میں اس کی خبر موجود ہے اگر یقین نہ آئے تو منصف علماء سے پوچھ لو وہ ظاہر کر دیں گے، پس دلائل نقلیہ و عقلیہ کے ہوتے ہوئے نبوت کا انکار کرنا بجز شقاوت کے اور کیا ہے، کسی عاقل کو اس سے شبہ نہ ہونا چاہیے)

تلخیص معارف و مسائل

کفار اور مشرکین کا سوال اور نبی کے کے متعلق ایک عام تخیل یہ تھا کہ وہ جن و بشر اور انسان کے علاوہ مخلوق مثل فرشتوں کے ہونی چاہیے۔ جس کی وجہ سے ان کی برتری واضح ہو جائے۔ خصوصاً پیغمبر علیہ السلام کے تعدد ازواج سے ان کا یہ شبہ اور بڑھا اس کا جواب آیت: ۳۸: کے ابتدائی جملوں میں دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی تو ابتداءِ آفرینش سے یہی سنت رہی ہے کہ وہ اپنے پیغمبروں کو صاحب اہل و عیال بناتے ہیں، انبیاء سابقین جن میں سے بعض کی نبوت کے تم بھی قائل وہ بھی متعدد بیویاں رکھتے تھے۔ اور صاحب اولاد تھے اس کو نبوت و رسالت یا بزرگی کے خلاف سمجھنا نادانی ہے۔

کفار و مشرکین کے معاندانہ سوالوں میں دو سوال بہت عام ہیں، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں احکام ہماری خواہش کے مطابق نازل ہوا کریں (یونس میں گذرا) یا آپ خود ہی احکام کو بدل دیجئے، عذاب کی جگہ رحمت اور حرام کی جگہ حلال کر دیجئے۔ دوسرا یہ کہ واضح معجزات دیکھنے کے بعد بھی نئے نئے معجزات کا مطالبہ آیت: ۳۸: بآیۃ سے دونوں چیزیں مراد ہو سکتی ہیں۔ پیغمبر کو دونوں میں سے کسی کا بھی اختیار نہیں۔ یہ سارے مطالبات نبوت اور رسالت کی حقیقت سے بے خبری پر مبنی ہے۔ "اُمُّ الْكِتٰبِ" یعنی لوح محفوظ، یہ اللہ کے پاس محفوظ ہے جس پر کسی کی دسترس نہیں۔ حضرت سعید ابن جبیر اور حضرت قتادہؓ نے اس آیت کو احکام و شرائع کے محو و اثبات یعنی مسئلہ نسخ سے متعلق قرار دیا ہے، یعنی حسب حال نسخ و اثبات بھی پہلے سے اللہ کے علم میں ہوتا ہے، ایک تقدیر مبرم ہوتی ہے اور ایک تقدیر معلق ہوتی ہے جو دعا اور بعض اعمال کی وجہ سے بدلی جا سکتی ہے اور وہ بھی پہلے سے اسی شرط کے ساتھ محفوظ ہوتی ہے۔

* * *

www.toobaaelibrary.com

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ ۝ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

الٓرٰ (اس کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ (اس کے ذریعہ سے) تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے (مرتبہ تبلیغ میں کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان وہدایت کی) روشنی کی طرف یعنی ذات غالب ستودہ صفات کی راہ کی طرف لاویں (روشنی میں لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ راہ بتلادیں) جو ایسا خدا ہے کہ اس کی ملک ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور (جب یہ کتاب خدا کا راستہ بتلاتی ہے تو) بڑی خرابی یعنی بڑا سخت عذاب ہے ان کافروں کو جو (اس راہ کو نہ تو خود قبول کرتے ہیں بلکہ) دنیوی زندگانی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں (اس لیے دین کی جستجو نہیں کرتے) اور (نہ دوسروں کو یہ راہ اختیار کرنے دیتے ہیں بلکہ) اللہ کی (اس راہ (مذکور) سے روکتے ہیں اور اس میں کجی (یعنی شبہات) کے متلاشی رہتے ہیں (جن کے ذریعہ سے دوسروں کو گمراہ کرسکیں) ایسے لوگ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں (یعنی وہ گمراہی حق سے بڑی دور ہے) اور (اس کتاب کے منزل من اللہ ہونے میں جو بعض کفار کو یہ شبہ ہے کہ یہ عربی کیوں ہے جس سے احتمال ہوتا ہے کہ خود پیغمبر نے تصنیف کرلیا ہوگا، عجمی زبان میں کیوں نہیں تاکہ یہ احتمال ہی نہ ہوتا، اور قرآن دوسری کتب سماویہ سے عجمی ہونے میں متوافق بھی ہوتا تو یہ شبہ محض لغو ہے کیوں کہ) ہم نے تمام (پہلے) پیغمبروں کو (بھی) انہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، تاکہ (ان کی

www.toobaaelibrary.com

زبان میں) ان سے (احکام الٰہیہ کو) بیان کریں (کہ اصل مقصود واضح بیان ہے، تو سب کتابوں کا ایک زبان میں ہونا کوئی مقصد نہیں) پھر (بیان کرنے کے بعد جس کو اللہ تعالیٰ چاہے گمراہ کرتے ہیں (کہ وہ ان احکام کو قبول نہیں کرتا) اور جس کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں (کہ وہ ان احکام کو قبول کر لیتا ہے) اور وہی (سب امور پر) غالب ہے (اور) حکمت والا ہے (پس غالب ہونے کے سبب سب کو ہدایت کر سکتا تھا، مگر بہت سی حکمتیں اس کو مقتضی نہ ہوئیں) اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو (کفر و معاصی کی) تاریکیوں سے (نکال کر ایمان و طاعت کی) روشنی کی طرف لاؤ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے معاملات (نعمت اور عذاب کے) یاد دلاؤ بلاشبہ ان معاملات میں عبرتیں ہیں ہر صابر شاکر کے لیے (کیوں کہ نعمت کو یاد کر کے شکر کرے گا اور نقمت یعنی عتاب کو پھر اس کے زوال کو یاد کر کے آئندہ حوادث میں صبر کرے گا) اور اس وقت کو یاد کیجئے کہ جب (ہمارے اس ارشاد بالا کے موافق) موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب کہ تم کو فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو (یعنی لڑکیوں کو جو کہ بڑی ہو کر عورتیں ہو جاتی تھیں) زندہ چھوڑ دیتے تھے (تاکہ ان سے کار و خدمت لیں سو یہ بھی مثل ذبح ہی کے ایک عقوبت تھی) اور (مصیبت اور نجات دونوں) میں تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑا امتحان ہے (یعنی مصیبت میں بلا تھی اور نجات میں نعمت تھی اور بلا اور نعمت دونوں بندے کے لیے امتحان ہیں پس اس میں موسیٰ نے ایام اللہ یعنی نعمت و نقمت دونوں کی تذکیر فرما دی)

تلخیص معارف و مسائل

یہ سورہ مکی ہے بجز چند آیات کے جن کے بارے میں اختلاف ہے اس سورہ میں رسالت و نبوت اور اس کی کچھ خصوصیات پھر توحید کا مضمون اور اس کے شواہد کا ذکر ہے اسی سلسلہ میں سیدنا حضرت ابراہیم کا قصہ مذکور ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورۃ کا نام ابراہیم ہے۔

آیت ۱: نزول کتاب کو اپنی جانب نسبت سے اس کے عظیم المرتبت ہونے کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے یہ کہ پیغمبر علیہ السلام کو اس کا مخاطب اوّل بنایا ہے جس سے آپ کے عالی مرتبہ ہونے کی جانب اشارہ ہے، ظلمت سے کفر و شرک کی ظلمتیں اور نور سے نور ایمانی مراد ہے، کفر کی بہت سی انواع ہیں اس لیے جمع کا لفظ ہے، اور ایمان اور حق واحد ہے اس لیے بصیغہ مفرد لائے۔ تمام بنی آدم اور بنی نوع انسانی کی ہدایت، اور ہلاکت و بربادی سے نجات کا واحد راستہ قرآن کریم ہے، اس کتاب ہدایت کی تعلیمات کو عام

www.toobaaelibrary.com

کیا جائے قرآن کریم کی تلاوت بھی مستقل مقصد ہے اور بغیر معنی سمجھے تلاوت بھی عظیم فوائد اور ثواب کی حامل ہے کتاب کی تلاوت بعثت رسول کے مقاصد ثلثہ میں سے مستقل ایک مقصد ہے، اسی لیے اس کا ذکر جداگانہ کیا گیا ہے، تلاوت کا تعلق الفاظ سے ہے، معانی تو سمجھے جاتے ہیں ان کی تلاوت نہیں ہوتی۔

ہدایت حقیقتاً فضل الٰہی ہے مگر رسول کے واسطہ کے بغیر ہدایت حاصل نہیں ہو سکتی، قرآن کریم کی تعبیر بھی صرف وہی معتبر ہے جو آپ نے اپنے قول یا عمل سے بتلادی ہے اور بس۔ وہ نور، صراط الٰہی ہے جس پر چل کر انسان خدا تک پہنچے، العزیز الحمید۔ یعنی خدا جو غالب اور قوی ہے اور ہر حمد کی مستحق ذات ہے اس راہ پر چلنے والا نہ کہیں ٹھوکر کھائے گا اور نہ اس کی سعی رائیگاں ہوگی۔ منزل مقصود پر پہنچنا یقینی ہے۔ وَوَيْلٌ... الخ جو لوگ مسلمان ہیں مگر انھیں تلاوت سے واسطہ نہیں اور سمجھنے اور عمل کرنے کی طرف نہ کوئی التفات ہے وہ اس وعید سے بالکل بری نہیں۔

آیت ۳: میں منکرین قرآن کافروں کے تین حال بیان کیے گئے ہیں۔ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا مومن کا کام یہ ہے کہ اپنے خیالات وخواہشات سے خالی الذہن ہو کر کتاب وسنت کو دیکھے جو کچھ ان سے واضح طور پر ثابت ہو جائے اسی کو اپنا مسلک قرار دے۔

اوپر ان تین خصلتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ (۱) دنیا کی محبت کو آخرت پر غالب رکھیں یہاں تک کہ دین کی روشنی میں نہ آئیں۔ (۲) دوسروں کو بھی اپنے ساتھ شریک رکھنے کے لیے اللہ کے راستہ سے روکیں۔ (۳) قرآن وسنت کو ہیر پھیر کر اپنے خیالات پر منطبق کرنے کی کوشش کریں۔

آیت ۴: اگر قوم کی جانب بھیجا گیا رسول اس قوم کا ہم زبان نہ ہوگا تو امت کو احکام کے سمجھنے سمجھانے میں بڑی دقتیں پیش آئیں گی اسی آسانی کی خاطر رسول قوم کا ہم زبان ہوتا ہے۔

پیغمبر ﷺ عربی تھے، اس لیے قرآن کریم بزبان عربی نازل ہوا، لیکن آپ سارے دنیا کے لیے نبی بنا کر بھیجے گئے، جن کی زبانیں بے شمار ہیں، اب دو ہی صورتیں تھیں، دوسری یہ کہ ہر قوم کی زبان میں الگ الگ قرآن نازل ہوتا، یہ اگرچہ قدرت الٰہی میں کوئی دشوار نہیں تھا لیکن ایک رسول ایک کتاب اور ایک شریعت بھیجنے کا جو ایک عظیم مقصد ان تمام اقوام عالم میں اخلاقی، معاشرتی وحدت اور ایک جہتی پیدا کرنا ہے وہ اسی صورت میں حاصل ہوتا ہے کہ ایک ہی زبان، عربی میں نازل ہو، اور مختلف زبانوں میں ہونے سے تحریف قرآن کے بے شمار راستے کھل جاتے، اور قرآن کریم کی یہ معجزانہ محفوظیت اور بے مثال خصوصیت قائم نہ رہتی، ذرا غور کیا جائے کہ اس وحدت زبان کے باوجود

www.toobaaelibrary.com

اس کی تعبیر و تفسیر میں کس قدر اختلافات جائز حدود میں پیش آئے، اور ناجائز طریقوں سے اختلافات کی تو کوئی حد نہیں، مگر بایں ہمہ مسلمانوں کی قومی وحدت اور ممتاز تشخص ان سب میں موجود ہے جو قرآن پر کسی درجہ میں بھی عامل ہیں۔

عربی کی خصوصیات

آسمان کی دفتری زبان عربی ہے، فرشتوں کی زبان عربی ہے جنت کی زبان جہاں ہر مسلمان کو لوٹ کر جانا ہے۔ عربی ہے۔ طبرانی، مستدرک حاکم، بیہقی شعب الایمان میں بروایت حضرت ابن عباسؓ منقول ہے۔ ارشاد فرمایا پیغمبرؐ نے: اُحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ، لِاَنِّیْ عَرَبِیٌّ وَالْقُرْآنُ عَرَبِیٌّ، وَ کَلَامُ اَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِیٌّ اس روایت کو حاکم نے صحیح بتایا ہے، جامع صغیر میں بھی صحیح کی علامت بتائی ہے۔ بعض محدثین نے ضعیف و مجروح کہا، ابن تیمیہؒ نے کہا کہ مضمون اس حدیث کا ثابت ہے، درجہ حسن سے کم نہیں۔ (فیض القدیر شرح جامع صغیر: ۱/۱۷۹)

حضرت آدمؑ کی زبان جنت میں عربی تھی، زمین پر نازل ہونے اور توبہ قبول ہونے کے بعد عربی زبان میں کچھ تغیرات ہو کر سریانی زبان پیدا ہو گئی۔ ابن عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی کتابیں انبیاء کرام پر نازل فرمائیں ہیں ان کی اصلی زبان عربی ہی تھی، جبرئیل امین نے ان کی قومی زبان میں ترجمہ کر کے پیغمبروں کو بتلایا، (اتقان) صرف قرآن کی زبان غیر مترجم رہی، یہ صرف قرآن کی خصوصیت ہے کہ اس کے معانی کی طرح الفاظ بھی حق تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس دعویٰ اور چیلنج کی۔ کیوں کہ یہ کلام الٰہی اور صفت الٰہی ہے جس کی کوئی نقل نہیں اتار سکتا۔ نیز اس زبان عربی کی خود ذاتی صلاحیت بھی اس زبان کے انتخاب کا سبب ہے کہ ایک مفہوم کی ادائیگی کے لیے بے شمار اس میں صورتیں اور طریقے ہیں، نیز مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر عربی زبان سے مناسبت عطا فرمائی ہے جس کی وجہ سے ہر شخص بآسانی بقدر ضرورت یہ زبان سیکھ لیتا ہے، چناں چہ صحابہ کرامؓ جہاں بھی پہنچے تھوڑے ہی عرصہ میں بغیر کسی جبر و اکراہ کے پورے ملک کی زبان عربی ہو گئی، مصر، شام، عراق، کسی کی زبان عربی نہ تھی جو آج عربی ممالک کہلاتے ہیں۔

نیز عرب لوگ اگرچہ بداعمالیوں میں مبتلا تھے مگر اس قوم کی صلاحیتیں اور جذبات ان حالتوں میں بھی بے نظیر تھے یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے بڑے اور آخری رسولؐ کو ان میں پیدا فرمایا اور ان کی زبان کو قرآن کے لیے اختیار فرمایا۔

تکوینی طور پر بھی آپ کی امت میں ایک خاص ملکہ اور جذبۂ تعلیم و تعلم، تصنیف و تالیف اور تبلیغ

www.toobaaelibrary.com

واشاعت کا ایسا پیدا فرمادیا کہ اس کی نظیر پچھلی تاریخ میں نہیں ملتی، اس کے نتیجہ میں عجمی قوم کے قدم عرب قوم سے پیچھے نہیں رہے، اور متعدد علوم وفنون کی کتابیں جو دنیا میں آج موجود ہیں وہ بیشتر عجمیوں کی لکھی ہوئی ہیں، قرآن وسنت کی جمع وتدوین اور پھر اس کی تفسیر وتشریح یہ بھی ان کا حصہ عربوں سے کم نہیں رہا، اس طرح پیغمبر علیہ السلام کی زبان اور آپ کی کتاب عربی ہونے کے باوجود پورے عالم پر محیط ہوگئی۔ اور رسول کو قوم کی زبان میں بھیجنے کی جو حکمت تھی وہ حاصل ہوگئی۔

آیت:۵: قرآن کریم کا اسلوب عموماً یہ ہے کہ حکم کے ساتھ اس کی بجا آوری کو آسان کرنے کی تدبیر میں بھی بتلائی جاتی ہیں یہاں دو تدبیریں موسیٰ علیہ السلام کو بتلائیں: وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ اس سے دونوں چیزیں مراد ہوسکتی ہیں، ایک سزا سے ڈرانا، دوسرے نعمتوں اور احسانات کو یاد دلا کر اطاعت کی طرف بلانا۔ مثلاً وادی تیہ میں سروں پر ابر کا سایہ، من وسلویٰ کا نزول پانی کی ضرورت پر پتھر سے چشموں کا بہہ نکلنا وغیرہ۔ مگر فائدہ صرف وہی اٹھاتے ہیں جو صبر وشکر کے جامع ہوتے ہیں پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں: ایمان کے دو حصے ہیں، آدھا صبر اور آدھا شکر۔ بیہقی عن انسؓ (مظہری)

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ۭ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰي مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مِّنْ وَّرَاۗىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّاۗءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهٖ

www.toobaaelibrary.com

عَذَابٌ غَلِيظٌ ۝ مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ۖ
لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۝ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ
بِالْحَقِّ ۚ إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۝ وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا
فَقَالَ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ۚ
قَالُوا لَوْ هَدَانَا اللَّهُ لَهَدَيْنَاكُمْ ۚ سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَحِيصٍ ۝ وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا
قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ
إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ ۖ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۖ إِنِّي
كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ ۗ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۖ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۝ أَلَمْ تَرَ
كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝ تُؤْتِي
أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ
خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ ۖ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا
بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور موسیٰ (نے یہ بھی فرمایا کہ اے میری قوم) وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے (میرے ذریعہ سے) تم کو اطلاع فرمادی کہ اگر (میری نعمتوں کو سن کر) تم شکر کرو گے تو تم کو (خواہ دنیا میں بھی یا آخرت میں تو ضرور) زیادہ نعمت دوں گا اور اگر تم (ان نعمتوں کو سن کر) ناشکری کرو گے تو (یہ سمجھ رکھو کہ) میرا عذاب بڑا سخت ہے (ناشکری میں اس کا احتمال ہے) اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (یہ بھی) فرمایا کہ اگر تم اور تمام دنیا بھر کے آدمی سب کے سب مل کر بھی ناشکری کرنے لگو تو اللہ تعالیٰ (کا کوئی ضرر نہیں کیوں کہ وہ) بالکل احتیاج (اور اپنی ذات میں) ستودہ صفات ہیں (استکمال بالغیر کا وہاں احتمال نہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کا ضرر محتمل ہی نہیں اور تم اپنا ضرر سن چکے ہو، اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اس لیے شکر کرنا ناشکری مت کرنا اے کفار مکہ) کیا تم کو ان لوگوں (کے واقعات) کی خبر (گو اجمالاً سہی) نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں یعنی قوم نوح اور عاد (قوم ہود) اور ثمود (قوم صالح) اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں جن (کی مفصل حالت) کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، (کیوں کہ ان کے حالات تفصیلات منضبط و منقول نہیں ہوئے، اور وہ واقعات یہ ہیں کہ ان

www.toobaaelibrary.com

کے پیغمبر ان کے پاس دلائل لے کر آئے سو ان قوموں (میں جو کفار تھے انھوں) نے اپنے ہاتھ ان پیغمبروں کے منہ میں دیدیئے (یعنی مانتے تو کیا یہ کوشش کرتے تھے۔ کہ ان کو بات تک نہ کرنے دیں (اور کہنے لگے کہ جو حکم دے کر تم کو (بزعم تمہارے) بھیجا گیا ہے (یعنی توحید و ایمان) ہم اس کے منکر ہیں، اور جس امر کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو (یعنی وہی توحید و ایمان) ہم تو اس کی جانب سے بہت بڑے شبہ میں ہیں جو (ہم کو) تردد میں ڈالے ہوئے ہے (مقصود اس سے توحید و رسالت دونوں کا انکار ہے، توحید کا تو ظاہر ہے اور رسالت کا تَدْعُوْنَا میں، جس کا حاصل یہ ہے کہ تم خود اپنی رائے سے دعوت توحید کر رہے ہو، مامور و مرسل من اللہ نہیں ہو) ان کے پیغمبروں نے (اس بات کے جواب میں) کہا کیا (تمکو) اللہ تعالیٰ کے بارے میں (یعنی اس کی توحید میں) شک (و انکار) ہے جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے (یعنی اس کا ان چیزوں کو پیدا کرنا خود دلیل اس کی ہستی اور وحدانیت کی ہے، پھر اس دلیل کے ہوتے ہوئے شک کرنا بڑے تعجب کی بات ہے اور تم جو دعوت الی التوحید کو استقلالاً ہماری طرف منسوب کرتے ہو یہ بھی محض غلط ہے گو توحید بوجہ حق ہونے کے اس قابل ہے کہ اگر کوئی اپنی رائے سے بھی اس کی دعوت کرے تو بھی زیبا ہے، لیکن محل منازع فیہ میں تو ہماری دعوت بحکم خداوند تعالیٰ ہے پس) وہ (ہی) تم کو (توحید کی طرف) بلا رہا ہے تاکہ (اس کے قبول کرنے کی برکت سے) تمہارے (گذشتہ) گناہ معاف کر دے اور (تمہاری عمر کی) معین مدت تک تم کو (خیر و خوبی کے ساتھ) حیات دے (مطلب یہ ہے کہ توحید علاوہ اس کے کہ فی نفسہ حق ہے تمہارے لیے دونوں جہانمیں نافع بھی ہے اور اس جواب میں دونوں امر کے متعلق جواب ہو گیا، توحید کے متعلق بھی اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ الخ اور رسالت کے متعلق بھی يَدْعُوْكُمْ میں جیسا تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے) پھر انھوں نے (پھر دونوں امر کے متعلق گفتگو شروع کی اور (کہا کہ تم (پیغمبر نہیں ہو بلکہ) محض ایک آدمی ہو جیسے ہم ہیں (اور بشریت منافی رسالت ہے، تم جو کہتے ہو وہ من اللہ نہیں ہے بلکہ) تم (اپنی رائے ہی سے) یوں چاہتے ہو کہ ہمارے آباؤ اجداد جس چیز کی عبادت کرتے تھے، (یعنی بت) اس سے ہم کو روک دو سو (اگر رسالت کے مدعی ہو تو علاوہ ان دلائل و بینات مذکورہ کے اور (کوئی صاف معجزہ دکھلاؤ (جو ان سب سے واضح تر ہو، اس میں نبوت پر تو کلام ظاہر ہے اور يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا میں توحید پر کلام کی طرف اشارہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شرک کے حق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ہمارے بزرگ اس کو کرتے تھے) ان کے رسولوں نے (اس کے جواب میں) کہا کہ (تمہاری تقریر کے کئی جزو ہیں، انکار توحید دلیل فعل آباء، انکار نبوت مطالبہ سلطان مبین علاوہ بینات سابقہ، سو امر اوّل کے متعلق فَاطِرِ

www.toobaaelibrary.com

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ میں جواب ہو گیا، کیوں کہ دلیل عقلی کے روبرو رسم وعرف کوئی چیز نہیں امر دوم کے متعلق ہم اپنی بشریت کو تسلیم کرتے ہیں کہ واقعی) ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہیں لیکن (بشریت اور نبوت میں تنافی نہیں، کیوں کہ نبوت ایک اعلیٰ درجہ کا احسان خداوندی ہے اور) اللہ (کو اختیار ہے کہ) اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے (وہ) احسان فرمادے (اور احسان کے غیر بشر کے ساتھ مختص ہونے کی کوئی دلیل نہیں) اور (امر سوم کے متعلق یہ ہے کہ دعویٰ کے لیے جس میں دعوی نبوت بھی داخل ہے، نفس دلیل اور مطلق بینہ جو دعویٰ نبوت کی صورت میں معجزہ ہوگا ضرور ہے جو کہ پیش کی جا چکی ہے رہا دلیل معجزہ خاص جس کو سلطان مبین یعنی صاف دلیل سے تعبیر کر رہے ہو سو اولاً حسب قواعد مناظرہ ضروری نہیں ثانیاً) یہ بات ہمارے قبضہ کی نہیں کہ ہم تم کو کوئی معجزہ دکھلا سکیں بغیر خدا کے حکم کے (پس تمہارے تمام تر شبہات کا جواب ہو گیا، پھر اگر اس پر بھی تم نہ مانو اور مخالفت کیے جاؤ تو خیر ہم تمہاری مخالفت سے نہیں ڈرتے بلکہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں) اور اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے (چوں کہ ہم بھی باایمان ہیں اور ایمان مقتضی ہے توکل کو اس لیے ہم بھی اس کو اختیار کرتے ہیں) اور (ہم کو اللہ پر بھروسہ نہ کرنے کا کون امر باعث ہو سکتا ہے، حالاں کہ اس نے (ہمارے حال پر بڑا فضل کیا کہ) ہم کو ہمارے (منافع دارین کے) راستے بتلا دیئے (جس کا اتنا بڑا فضل ہو اس پر تو ضرور بھروسہ کرنا چاہیے) اور (ضرر خارجی سے تو یوں بے فکر ہو گئے رہا ضرر داخلی کہ تمہارے مخالفت کا غم وحزن ہوتا ہو) تم نے (عناد وخلاف کر کے) جو کچھ ہم کو ایذاء پہنچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے (پس اس سے بھی ہم کو ضرر نہ رہا، اور حاصل اس صبر کا بھی وہی توکل ہے) اور اللہ ہی پر بھروسہ کرنے والوں کو (ہمیشہ) بھروسہ رکھنا چاہیے اور (ان تمام تر اتمام حجت کے بعد بھی کفار نرم نہ ہوئے بلکہ) ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے، یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آ جاؤ، (پھر آنا اس لیے کہا کہ سکوت قبل بعثت سے وہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ ان کا اعتقاد بھی ہم ہی جیسا ہوگا) پس ان رسولوں پر ان کے رب نے (تسلی کے لیے) وحی نازل فرمائی کہ (یہ بے چارے تم کو کیا نکالیں گے) ہم (ہی) ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے اور ان کے (ہلاک کرنے کے) بعد تم کو اس سرزمین میں آباد رکھیں گے (اور) یہ (وعدہ آباد رکھنے کا آخرت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ) ہر اس شخص کے لیے (عام) ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے (مراد یہ کہ جو مسلمان ہو جس کی علامت خوف قیامت اور خوف وعید ہے سب کے لیے یہ وعدہ عذاب سے نجات دینے کا عام ہے) اور (پیغمبروں نے جو یہ مضمون کفار کو سنایا کہ تم نے دلائل کے فیصلہ کو

www.toobaaelibrary.com

نہ مانا، اب عذاب سے فیصلہ ہونے والا ہے یعنی عذاب آنے والا ہے تو) کفار (جن کہ جمل مرکب وعناد میں غرقاب تھے اس سے بھی نہ ڈرے بلکہ کمال بیباکی سے وہ) فیصلہ چاہنے لگے (جیسا کہ آیت فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَاَمْثَالُهَا سے معلوم ہوتا ہے) اور (جب وہ فیصلہ آیا تو) جتنے سرکش (اور) ضدی لوگ تھے وہ سب (اس فیصلہ میں) بے مراد ہوئے (یعنی ہلاک ہو گئے اور جو ان کی مراد تھی کہ اپنے کو اہل حق سمجھ کر فتح وظفر چاہتے تھے وہ حاصل نہ ہوئی۔ (جس جبار عنید کا اوپر ذکر ہوا ہے علاوہ دنیوی عذاب کے) اس کے آگے دوزخ (کا عذاب آنے والا) ہے اور اس کو (دوزخ میں) ایسا پانی پینے کو دیا جاوے گا جو کہ پیپ لہو (کے مشابہ) ہوگا جس کو (غایت تشنگی کی وجہ سے) گھونٹ گھونٹ کر کے پیوے گا اور (غایت حرارت و کراہیت کی وجہ سے) گلے سے آسانی کے ساتھ اتارنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور ہر (چہار) طرف سے اس پر (سامان موت کی آمد ہوگی اور وہ کسی طرح مرے گا نہیں (بلکہ یوں ہی سسکتا رہے گا) اور (پھر یہ بھی نہیں کہ یہی عذاب مذکور ایک حالت پر رہے بلکہ) اس (شخص) کو اور (زیادہ) سخت عذاب کا سامنا (برابر) ہو (اکرے) گا (جس سے عادت پڑنے کا احتمال ہی نہیں ہو سکتا کقولہ تعالیٰ: كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا) ان کافروں کو اگر اپنی نجات کے متعلق یہ زعم ہو کہ ہمارے اعمال ہم کو نافع ہوں گے تو اس کا قاعدہ کلیہ تو یہ سن لو کہ) جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کی حالت باعتبار عمل کے یہ ہے (یعنی ان کے اعمال کی ایسی مثال ہے) جیسے کچھ راکھ ہو (جو اڑنے میں بہت خفیف ہوتی ہے) جس کو تیز آندھی کے دن میں تیزی کے ساتھ ہوا اڑا لے جائے (کہ اس صورت میں اس راکھ کا نام ونشان بھی نہ رہے گا اسی طرح) ان لوگوں نے جو کچھ عمل کئے تھے اس کا کوئی حصہ (یعنی اثر و نفع کے قبیل سے) ان کو حاصل نہ ہوگا (اس راکھ کی طرح ضائع و برباد جائے گا) یہ بھی بڑی دور دراز کی گمراہی ہے (کہ گمان تو ہو کہ ہمارے عمل نیک اور نافع ہیں اور پھر ظاہر ہوں بد اور مضر جیسے عبادات اصنام یا غیر نافع جیسے اعتاق وصلہ رحمی، اور چوں کہ حق سے اس کو بہت بعد ہے اس لیے کہا گیا پس اس طریق سے تو نجات کا احتمال نہ رہا، اور اگر ان کا یہ زعم ہو کہ قیامت ہی کا وجود محال ہے اور اس صورت میں عذاب کا احتمال نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ) کیا (اے مخاطب) تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو بالکل ٹھیک (یعنی مشتمل بر منافع ومصالح) پیدا کیا ہے (اور اس سے قادر ہونا اس کا ظاہر ہے پس جب وہ قادر مطلق ہے تو (اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ خدا کو کچھ بھی مشکل نہیں (پس جب نئی مخلوق پیدا کرنا آسان ہے تو تم کو دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے) اور (اگر

www.toobaaelibrary.com

یہ وسوسہ ہو کہ ہمارے اکابر ہم کو بچالیں گے تو اس کی حقیقت سن لو کہ قیامت کے دن) خدا کے سامنے سب پیش ہوں گے پھر چھوٹے درجہ کے لوگ (یعنی عوام وتابعین) بڑے درجہ کے لوگوں سے (یعنی خواص ومتبوعین سے بطور ملامت وعتاب) کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے (حتی کہ دین کی جو راہ تم نے ہم کو بتلائی ہم اسی پر ہو لیے اور آج ہم پر مصیبت ہے) تو کیا تم خدا کے عذاب کا کچھ جزو ہم سے ہٹا سکتے ہو (یعنی اگر بالکل نہ بچا سکو تو کسی قدر بھی بچا سکتے ہو) وہ (جواب میں) کہیں گے کہ (ہم تم کو کیا بچاتے خود ہی نہیں بچ سکتے ہیں البتہ) اگر اللہ ہم کو (کوئی) راہ (بچنے کی) بتلاتا تو ہم تم کو بھی (وہ) راہ بتلا دیتے (اور اب تو) ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں، (جیسا کہ تمہاری پریشانی فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ سے ظاہر ہے اور ہماری پریشانی تو لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ سے ظاہر ہی ہے) خواہ ضبط کریں (دونوں حالتوں میں) ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں (پس اس سوال وجواب سے یہ معلوم ہو گیا کہ طریق کفر کے اکابر بھی اپنے متبعین کے کچھ کام نہ آئیں گے، یہ طریق بھی نجات کا محتمل نہ رہا) اور (اگر اس کا بھروسہ ہو کہ یہ معبودین غیر اللہ کام آویں گے اور اس کا حال اس حکایت سے معلوم ہو جائے گا کہ) جب (قیامت میں) تمام مقدمات فیصل ہو چکیں گے (یعنی اہل ایمان جنت میں اور کفار دوزخ میں بھیج دیے جائیں گے) تو اہل دوزخ سب شیطان کے پاس کہ وہ بھی وہاں ہوگا جا کر ملامت کریں گے کہ کم بخت تو تو ڈوبا ہی تھا ہم کو بھی اپنے ساتھ ڈبویا اس وقت) شیطان (جواب میں) کہے گا کہ (مجھ پر تمہاری ملامت ناحق ہے کیوں کہ) اللہ تعالیٰ نے تم سے (جتنے وعدے کیے تھے سب) سچے وعدے کیے تھے (کہ قیامت ہوگی اور کفر سے ہلاکت ہوگی اور ایمان سے نجات ہوگی) اور میں نے بھی وعدے تم سے کیے تھے (کہ قیامت نہ ہوگی اور تمہارا طریقہ کفر بھی طریقہ نجات ہے) سو میں نے وہ وعدے تم سے خلاف کیے تھے (اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے حق ہونے پر اور میرے وعدوں کے باطل ہونے پر دلائل قطعیہ قائم تھے، سو باوجود اس کے تم نے میرے وعدوں کو صحیح اور خدا تعالیٰ کے وعدوں کو غلط سمجھا، تو اپنے ہاتھوں تم ڈوبے) اور (اگر تم یوں کہو کہ آخر سچے وعدوں کو جھوٹا سمجھنے اور جھوٹے وعدوں کو سچا سمجھنے کا سبب بھی تو میں ہی ہوا تو بات یہ ہے کہ واقعی اغوا کے مرتبہ میں سبب ضرور ہوا، لیکن یہ دیکھو کہ میرے اغوا کے بعد تم مختار تھے یا مضطر ومجبور سو ظاہر ہے کہ) میرا تم پر اور تو کچھ زور چلتا نہ تھا بجز اس کے کہ میں نے تم کو (گمراہی کی طرف) بلایا تھا سو تم نے (باختیار خود) میرا کہنا مان لیا (اگر نہ مانتے تو میں بزور تم کو گمراہ نہ کر سکتا تھا، جب یہ بات ثابت ہے) تو مجھ پر (ساری) ملامت مت کرو (اس طرح سے کہ اپنے کو بالکل

www.toobaaelibrary.com

بُری سمجھنے لگو) اور (زیادہ) ملامت اپنے آپ کو کرو (کیوں کہ اصل علت عذاب کی تمہارا ہی فعل ہے اور میرا فعل تو محض سبب ہے جو بعید اور غیر مستلزم ہے، پس ملامت کا تو یہ جواب ہے، اور اگر مقصود اس قول سے استعانت واستمداد ہے تو میں کسی کی کیا مدد کروں گا خود ہی مبتلائے مصیبت ومحتاج امداد ہو رہا ہوں، لیکن جانتا ہوں کہ کوئی میری مدد نہ کرے گا اور نہ میں بھی تم سے اپنے لیے مدد چاہتا کیوں کہ زیادہ مناسبت تم سے ہے بس اب تو) نہ میں تمہارا مددگار (ہو سکتا) ہوں اور نہ تم میرے مددگار (ہو سکتے) ہو (البتہ اگر میں تمہارے طریقہ شرک کو حق سمجھتا تو بھی اس تعلق کی وجہ سے نصرت کا مطالبہ کرنے کی گنجائش تھی لیکن) میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں (اور اس کو باطل سمجھتا ہوں) کہ تم اس کے قبل (دنیا میں) مجھ کو (خدا کا) شریک قرار دیتے تھے (یعنی دربارۂ عبادت اصنام وغیرہا میری ایسی اطاعت کرتے تھے جو اطاعت کہ خاصۂ حق تعالیٰ ہے، پس اصنام کو شریک ٹھہرانا بایں معنی شیطان کو شریک ٹھہرانا ہے، پس مجھ سے تمہارا کوئی تعلق نہیں نہ تم کو استمداد کا کوئی حق ہے پس) یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب (مقرر) ہے (پس عذاب میں پڑے رہو نہ مجھ پر ملامت کرنے سے نفع کی امید رکھو اور نہ مدد چاہنے سے جو تم نے ظلم کیا تھا تم بھگتو جو میں نے کیا تھا میں بھگتوں گا، پس گفتگو قطع کرو، یہ حاصل ہوا ابلیس کے جواب کا، پس اس سے معبودین غیر اللہ کا بھروسہ بھی قطع ہوا، کیوں کہ جو ان معبودین کی عبادت کا اصل بانی ومحرک ہے اور درحقیقت عبادت غیر اللہ سے زیادہ راضی وہی ہوتا ہے، چناں چہ اسی بنا پر قیامت کے دن دوزخ میں داخل نارا سی سے کہیں سنیں گے، اور کسی معبود غیر اللہ سے کچھ بھی نہ کہیں گے، جب اس نے صاف جواب دیدیا تو اوروں سے کیا امید ہو سکتی ہے، پس نجات کفار کے سب طریقے مسدود ہو گئے اور یہی مضمون مقصود تھا) اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے وہ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) وہاں ان کو سلام اس لفظ سے کیا جائیگا السلام علیکم (یعنی باہم بھی اور فرشتوں کی طرف سے بھی، لقولہ تعالیٰ بِالْاِیْمَانِ سَلٰمًا ولقولہ تعالیٰ: وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۚ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ (الآیۃ) کیا آپ کو معلوم نہیں (یعنی اب معلوم ہو گیا) کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی (اچھی اور موقع کی) مثال بیان فرمائی ہے کلمہ طیبہ کی (یعنی کلمہ توحید وایمان کی) کہ وہ مشابہ ہے ایک پاکیزہ درخت کے (مراد کھجور کا درخت ہے) جس کی جڑ (زمین کے اندر) خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جاری ہوں (اور) وہ (درخت) خدا کے حکم سے ہر فصل میں (یعنی جب اس کی فصل آجاوے) اپنا پھل

www.toobaaelibrary.com

دیتا ہو (یعنی خوب پھلتا ہو، کوئی فصل ماری نہ جاتی ہو، اسی طرح کلمہ توحید یعنی لا الہ الا اللہ کی ایک جڑ ہے یعنی اعتقاد جو مومن کے قلب میں استحکام کے ساتھ جائے گیر ہے اور اس کی شاخیں ہیں یعنی اعمال صالحہ جو ایمان پر مرتب ہوتے ہیں جو بارگاہ قبولیت میں آسمان کی طرف لے جائے جاتے ہیں، پھر ان پر رضائے دائمی کا ثمرہ مرتب ہوتا ہے) اور اللہ تعالیٰ (اس قسم کی) مثالیں لوگوں (کے بتلانے) کے واسطے اس لیے بیان فرماتے ہیں تاکہ وہ (لوگ معانی مقصودہ کو) خوب سمجھ لیں (کیوں کہ مثال سے مقصود کی خوب توضیح ہو جاتی ہے) اور گندہ کلمہ کی (یعنی کلمہ کفر و شرک کی) مثال ایسی ہے جیسے ایک خراب درخت ہو (مراد درخت حنظل ہے) کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جاوے (اور) اس کو (زمین میں) کچھ ثبات نہ ہو (خراب فرمایا باعتبار اس کی بو اور مزہ اور رنگ کے یا اس کے پھل کی بو اور مزہ اور رنگ کے یہ صفت طیبہ کے مقابل ہوئی اور اوپر سے اکھاڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جڑ اس کی دور تک نہیں ہوتی اوپر ہی رکھی ہوتی ہے، یہ اصلہا ثابت کے مقابل فرمایا اور مالہا من قرار اسی کی تاکید کے لیے فرمایا اور اس کی شاخوں کا اونچا نہ جانا اور اس کے پھل کا تلکیا مطلوب نہ ہونا ظاہر ہے یہی حال کلمہ کفر کا ہے کہ گو کافر کے دل میں اس کی جڑ ہے مگر حق کے سامنے اس کا مضمحل و مغلوب ہو جانا مشابہ اسی کے ہے جیسے اس کی جڑ ہی نہیں، قال تعالیٰ حجتہم داحضۃ اور شاید مالہا من قرار کی تصریح سے کفر کا یہی اضمحلال و مغلوبیت بتلانا مقصود ہو، اور چوں کہ اس کے اعمال مقبول نہیں ہوتے اس لیے گویا اس درخت کی شاخیں بھی فضا میں نہیں پھیلی، اور چوں کہ اس کے اعمال پر رضائے الٰہی مرتب نہیں ہوتی اس لیے پھل کی نفی بھی ظاہر ہے اور چوں کہ قبول و رضا کا کافر میں بالکل احتمال نہیں اسی لیے مشبہ بہ کی جانب سے شاخوں اور پھل کا ذکر قصداً متروک فرما دیا ہو، بخلاف نفس کفر کے کہ اس کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ اس کا وجود محسوس بھی ہے اور احکام جہاد وغیرہ میں معتبر بھی ہے یہ تو دونوں کی مثال ہو گئی آگے اثر کا بیان ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اس کی پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ ثابت الاصل کی برکت) سے دنیا میں اور آخرت (دونوں جگہوں) میں (دین میں اور امتحان میں) مضبوط رکھتا ہے اور (اس کلمہ خبیثہ کی نحوست سے ظالموں (یعنی کافروں) کو (دونوں جگہ دین میں اور امتحان میں) بچلا دیتا ہے اور (کسی کو ثابت رکھنے اور اور کسی کو بچلا دینے میں ہزاروں حکمتیں ہیں پس) اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت سے) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۷: شکر نعمت پر زیادتی، مقدار میں بھی ہو سکتی ہے اور بقاء اور دوام میں بھی، ناشکری میں عذاب دنیا میں

www.toobaaelibrary.com

بھی ہوسکتا ہے کہ نعمت سلب ہو جائے یا ایسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے کہ نعمت سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اور آخرت میں بھی گرفتار عذاب ہو۔

نعمت کی زیادتی کا وعدہ تو بلفظ تاکید فرمایا مگر عذاب کو اس طرح لَاُعَذِّبَنَّكُمْ نہیں فرمایا اشارہ اس میں یہ ہے کہ ناشکرے کا گرفتار عذاب ہونا کچھ ضروری نہیں، معافی کا بھی امکان ہے۔

آیت: ۲۴: مومن اور اس کے اعمال کی مثال ایک ایسے درخت سے دی جس کی جڑ میں زمین میں گہری ہوں کہ زیر زمین کے پانی کے چشموں سے سیراب ہوتی ہوں استحکام ہو کہ ہوا کے جھونکوں سے گر نہ جائے، اور سطح زمین سے اونچے (کھجور) اور دور ہونے کی وجہ سے اس کا پھل گندگی سے پاک وصاف رہے، اور اس کا پھل ہر وقت اور ہر حال میں کھایا جاتا ہو، جس کا ذخیرہ پک جانے کے بعد سال بھر باقی رہتا ہے کھجور کے درخت کا ہر جزو مفید اور کارآمد ہوتا ہے اس کا پتہ کبھی جھڑتا نہیں۔

آیت: ۲۶: شجرۂ خبیثہ، حنظل کا درخت ہے۔ (بعض نے لہسن کہا ہے)

مومن کی مثال کھجور سے۔ مومن کو کبھی کوئی ہلا نہیں سکا، نہ جان کی پرواہ کی نہ مال کی تاریخ شاہد ہے دوسری چیز اس کی طہارت ونظافت ہے کہ دنیا کی گندگیوں سے متاثر نہیں ہوئے۔ (۳) مومن کے ایمان کے ثمرات یعنی اعمال بھی آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں، (الیہ یصعد الکلم الطیب، سورۂ فاطر)

مومن کے اعمال ہر حال میں بروقت جاری رہتے ہیں، مومن کامل کا ہر عمل ہر حرکت وسکون ساری دنیا کے لیے نافع ہے کلمہ طیبہ یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی ایمان ہے۔ اور کلمۂ خبیثہ سے مراد کلمات کفر اور افعال کفر ہیں، اُجْتُثَّتْ مِنْ قَوْلِ الْاَرْضِ کافر کے عقائد کی کوئی جڑ بنیاد نہیں ہوتی۔ ذرا دیر میں متزلزل ہو جاتے ہیں۔

آیت: ۲۷: وَفِی الْاٰخِرَةِ سے مراد برزخ یعنی قبر کا عالم ہے۔ (بخاری ومسلم)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۝ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَاۗىِٕبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا (یعنی ان کا حال عجیب ہے) جنھوں نے بجائے نعمت الٰہی (کے شکر) کے کفر کیا (مراد اس سے کفار مکہ ہیں، کذا فی الدر المنثور عن ابن عباسؓ) اور جنھوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر یعنی جہنم میں پہنچایا (یعنی ان کو بھی کفر کی تعلیم کی جس سے) وہ اس (جہنم) میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے (اس میں اشارہ ہو گیا کہ ان کا داخل ہونا قرار اور دوام کے لیے ہوگا)۔ اور (اوپر جو کہا گیا ہے کہ ان لوگوں نے شکر نعمت کی جگہ کفر کیا اور اپنی قوم کو جہنم میں پہنچایا اس کفر اور پہنچانے کا بیان یہ ہے کہ) ان لوگوں نے اللہ کے ساجھی قرار دیئے تاکہ (دوسروں کو بھی) اس کے دین سے گمراہ کریں (پس ساجھی قرار دینا کفر ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنا جہنم میں پہنچانا ہے آپ (ان سب سے) کہہ دیجئے کہ چندے عیش کرلو، کیونکہ آخر انجام تمہارا دوزخ میں جانا ہے (عیش سے مراد حالت کفر میں رہنا ہے کیونکہ ہر شخص کو اپنے مذہب میں لذت ہوتی ہے، یعنی اور چندے کفر کرلو یہ تہدید ہے، اور مطلب "کیونکہ" کا یہ ہے کہ چونکہ جہنم میں جانا تو تمہارا ضروری ہے، اس واسطے کفر سے باز آنا تمہارا مشکل ہے، خیر، اور چندے گذار لو، پھر تو اس مصیبت کا سامنا ہوگا اور) جو میرے خاص ایمان والے بندے ہیں (ان کو اس کفر نعمت کے وبال پر متنبہ کر کے اس سے محفوظ رکھنے کے لئے) ان سے کہہ دیجئے کہ وہ (نعمت الٰہی کے اس طرح شکر گذار رہیں کہ) نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے (حسب قواعد شرعیہ) پوشیدہ اور آشکارا (جیسا موقع ہو) خرچ کیا کریں ایسے دن کے آنے سے پہلے پہلے جس میں نہ خرید وفروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی (مطلب یہ کہ عبادات بدنیہ ومالیہ کو ادا کرتے رہیں کہ یہی شکر ہے نعمت کا) اللہ ایسا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس پانی سے پھلوں کی قسم سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی (اور جہاز) کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا تاکہ وہ خدا کے حکم (وقدرت) سے دریا میں چلے (اور تمہاری تجارت اور سفر کی غرض حاصل ہو) اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا (تاکہ اسی سے پانی پیو اور آب پاشی کرو اور اس میں کشتی چلاؤ) اور تمہارے نفع کے واسطے سورج اور چاند کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا جو ہمیشہ چلنے ہی میں رہتے ہیں (تاکہ تم کو روشنی اور گرمی وغیرہ کا فائدہ ہو) اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا (تاکہ تم کو معیشت اور آسائش کا نفع حاصل ہو) اور جو جو چیز تم نے مانگی (اور وہ تمہارے مناسب حال ہوئی) تم

www.toobaaelibrary.com

کو ہر چیز دی اور (اشیائے مذکورہ ہی پر کیا منحصر ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں (تو اس قدر بے شمار ہیں کہ) اگر (ان کو) شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے (مگر سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف بڑا ہی ناشکر ہے (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر اور شکر نہیں کرتا، بلکہ اور بالعکس کفر و معصیت کرنے لگتا ہے، جیسا اوپر آیا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا)

تلخیص معارف و مسائل

آیت:۳۴: نعمۃ اللہ سے ظاہری اور معنوی دونوں نعمتیں مراد ہو سکتی ہیں اور خصوص معنوی نعمتیں جیسے انبیاء کتب سماوی اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں۔ آیت:۳۰: تَمَتَّعُوْا، تَمَتُّع کے معنی ہیں کسی چیز سے چند روزہ عارضی فائدہ حاصل کرنا، آیت:۳۱: وَلَا خِلٰلٌ، مگر جن تقوی شعاروں کی دوستی اور تعلقات اللہ اور اس کے دین کے کاموں کے لیے ہوگی وہ اس وقت بھی کام آئے گی، اور باہم دگر شفاعت کریں گے، آیت:۳۲: ثمرات، میں وہ تمام چیزیں شامل ہیں جو انسان کی غذا بنتی ہیں اور وہ سب چیزیں لباس مکان وغیرہ جو انسانی ضروریات پر حاوی و شامل ہے۔ (مظہری)

آیت:۳۳: دَآئِبَيْنِ، دَأْبٌ بمعنی عادت، یعنی ہر وقت و حالت میں چلنا ان سیاروں کی عادت بنا دی گئی ہے کہ کبھی خلاف نہیں ہوتا مسخر کا یہ مطلب نہیں کہ تمہارے حکم اور اشاروں کے مسخر کیوں کہ انسانوں میں باہمی اختلافات ہیں، کوئی کچھ چاہتا ہے اور کوئی کچھ۔ آیت:۳۴: مَاسَاَلْتُمُوْهُ بیضاوی نے اس لفظ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ ہر وہ چیز دیدی جو مانگنے کے قابل ہے، حضرت تھانویؒ نے وضاحت یہ کردی کہ اور وہ تمہارے مناسب حال ہوئی، سبحان اللہ انسان کی نعمتیں کیا شمار کر سکتا ہے، خود ذرا اپنے وجود میں غور کرلے، جو ایک عالم اصغر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ضعیف البیان کی رعایت فرمائی، جب وہ حقیقت پر نظر کرے کہ شکر واجب سے سبکدوش ہونا اس کی قدرت میں نہیں تو اسی اعتراف کو ادائے شکر کے قائم مقام قرار دیدیا ہے۔ ایسے ہی اعتراف پر سیدنا حضرت داؤد علیہ السلام سے فرمایا: اَلْاٰنَ قُلْ شَكَرْتَ يَا دَاوٗدُ.

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ

www.toobaaelibrary.com

مَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَي الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جب کہ ابراہیمؑ نے (حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کو بحکم الٰہی میدان مکہ میں لاکر رکھنے کے وقت دعاء کے طور پر) کہا کہ اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجئے (کہ اس کے رہنے والے مستحق امن رہیں، یعنی حرم کر دیجئے) اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی عبادت سے (جو کہ اس وقت جہلاء میں شائع ہے) بچائے رکھئے، (جیسا کہ اب تک بچائے رکھا) اے میرے پروردگار (میں بتوں کی عبادت سے بچنے کی دعاء اس لیے کرتا ہوں کہ) ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا، (یعنی ان کی گمراہی کا سبب ہو گئے، اس لیے ڈر کر آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور میں جس طرح اولاد کے بچنے کی دعا کرتا ہوں، اسی طرح ان کو بھی کہتا سنتا رہوں گا) پھر (میرے کہنے سننے کے بعد) جو شخص میرے راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے، (اور اس کے لیے وعدۂ مغفرت ہے ہی) اور جو شخص (اس باب میں) میرا کہنا نہ مانے (سو اس کو آپ ہدایت فرمایئے، کیوں کہ) آپ تو کثیر المغفرت (اور) کثیر الرحمۃ ہیں (ان کی مغفرت اور رحمت کا سامان بھی کر سکتے ہیں، کہ ان کو ہدایت دیں مقصود اس دعاء سے شفاعت مومنین کے لیے اور طلب ہدایت غیر مومنین کے لیے ہے) اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد کو (یعنی اسماعیل علیہ السلام کو اور ان کے واسطے سے ان کی نسل کو) آپ کے معظم گھر (یعنی خانہ کعبہ) کے قریب (جو کہ پہلے سے یہاں بنا ہوا تھا اور ہمیشہ سے لوگ اس کا ادب کرتے آئے تھے) ایک (چھوٹے سے) میدان میں جو (بوجہ سنگستان ہونے کے زراعت کے قابل (بھی) نہیں آباد کرتا ہوں اے ہمارے رب (بیت الحرام کے پاس اس لیے آباد کرتا ہوں) تاکہ وہ لوگ نماز کا (خاص) اہتمام رکھیں (اور چوں کہ یہ اس وقت چھوٹا سا میدان ہے) تو آپ کچھ لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دیجئے (کہ یہاں آکر رہیں کہیں تاکہ آبادی پر رونق ہو جاوے) اور (چوں کہ یہاں زراعت وغیرہ نہیں ہے اس لیے) ان کو (محض اپنی قدرت سے) پھل کھانے کو دیجئے تاکہ یہ لوگ (ان نعمتوں کا) شکر کریں، اے ہمارے رب (یہ دعائیں محض اپنی بندگی اور حاجت مندی کے اظہار کے لیے ہیں آپ کو اپنی حاجت کی اطلاع کے لیے نہیں، کیوں کہ) آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے، جو ہم اپنے دل میں

www.toobaaelibrary.com

رکھیں اور جو ظاہر کردیں اور (ہمارے ظاہر و باطن پر کیا حصر ہے) اللہ تعالیٰ سے (تو) کوئی چیز بھی مخفی نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں (کچھ دعائیں آگے آئیں گی اور بیچ میں بعض نعم سابقہ پر حمد و شکر کیا تاکہ شکر کی برکت سے یہ دعائیں اقرب الی القبول ہو جائیں، چناں چہ فرمایا) تمام حمد (وثنا) خدا کے لیے (سزاوار) ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحاق (دو بیٹے) عطا فرمائے، حقیقت میں میرا رب دعا کا بڑا سننے والا (یعنی قبول کرنے والا) ہے (کہ عطائے اولاد کے متعلق میری یہ دعا رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ قبول کرلی، پھر اس نعمت کا شکر ادا کر کے آگے بقیہ دعائیں پیش کرتے ہیں کہ) اے میرے رب (جو میری نیت ہے اپنی اولاد کو بیت محرم کے پاس بسانے سے کہ وہ نمازوں کا اہتمام رکھیں اس کو پورا کر دیجئے، اور جیسا ان کے لیے اہتمام نماز میرا مطلوب ہے اسی طرح اپنے لیے بھی مطلوب ہے، اس لیے اپنے اور ان کے دونوں کے لیے دعا کرتا ہوں اور چوں کہ مجھ کو وحی سے معلوم ہو گیا ہے کہ ان میں بعض غیر مومن بھی ہوں گے اس لیے دعا سب کے لیے نہیں کر سکتا ہوں، پس ان مضامین پر نظر کر کے یہ دعا کرتا ہوں کہ) مجھ کو بھی نماز کا (خاص) اہتمام کرنے والا رکھئے، اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو (نماز کا اہتمام رکھنے والا کیجئے) اے ہمارے رب اور میری (یہ) دعا قبول کیجئے (اور) اے ہمارے رب میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مومنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن (یعنی قیامت کے روز سب مذکورین کی مغفرت کر دیجئے)

تلخیص معارف و مسائل

پچھلی آیات میں قریش مکہ کی تقلید آبائی کی مذمت کرتے ہوئے سیدنا ابراہیمؑ کا واقعہ ذکر کر کے یہ بتلایا کہ تمہارے جد امجد حضرت ابراہیمؑ کا عقیدہ و عمل کیا تھا، تقلید آبائی کے خوگر اسی پر نظر کر کے اپنے کفر سے باز آجائیں۔ (بحر محیط)

آیت: ۳۵: اَلْبَلَدَ سورۂ بقرہ میں بھی یہی دعا ہے مگر ہ کے ساتھ بَلَدًا اس وقت شہر مکہ کی بستی آباد نہ تھی اس لیے عام الفاظ میں دعا کی کہ اس جگہ کو آباد کر دیجئے اور یہاں دعا اس وقت کی ہے کہ جب مکہ آباد ہو چکا تھا تو متعین کر کے دعا کی۔

وَاجْنُبْنِيْ میں خود کو بھی (جب کہ انبیاء معصوم ہوتے ہیں) دعا میں شامل کیا، طبعی خوف کے اثر سے انبیاء بھی ہر وقت خطرہ محسوس کرتے رہتے ہیں یا یہ کہ اولاد کی اہمیت سمجھانے کے لیے یہ صیغہ استعمال کیا۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔ مگر ایک سوال یہ اٹھتا ہے کہ اہل مکہ عموماً

www.toobaaelibrary.com

اولاد ابراہیم میں سے ہیں ان میں تو بت پرستی موجود تھی؟ بحر محیط نے اس کا جواب دیا ہے، (بحوالہ سفیان بن عیینہ) کہ اولاد اسماعیل میں درحقیقت بت پرستی نہیں تھی بلکہ جس وقت مکہ پر جرہم کے لوگوں نے قبضہ کر کے اولاد اسماعیل کو نکال دیا تھا تو یہ لوگ حرم سے انتہائی محبت کی وجہ سے یہاں سے کچھ پتھر اٹھا لے گئے تھے انھیں کی بطور یادگار بیت اللہ کے سامنے رکھ کر عبادت کرتے اور ان کے گرد طواف کرتے جس میں غیر اللہ کی طرف کوئی رخ نہ تھا، اللہ ہی کی عبادت سمجھ کر ایسا کرتے تھے، اور اللہ کی عبادت کے منافی نہیں سمجھتے تھے اس کے بعد یہی طریقہ بت پرستی کا سبب بن گیا۔

آیت:۳۶ وَمَنْ عَصَانِیْ سے مراد کفر و انکار مراد لینے پر یہ مطلب ہوگا کہ انھوں نے ان کی مغفرت کی اور سفارش دعا کے الفاظ نہیں اختیار کیے بلکہ پیغمبرانہ شفقت کے جذبہ کے تحت یہ فرمایا: اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ سفارش کا اقدام تو نہیں کیا کیوں کہ ادب حق کے خلاف تھا مگر یہ بھی نہیں فرمایا کہ ان پر عذاب نازل فرما، بلکہ ادب کے ساتھ ایک خاص عنوان سے ان کی مغفرت کی طبعی خواہش کا اظہار کر دیا۔

ھدایات: دعا تو سب ہی مانگتے ہیں۔ مگر انبیاء کرام کی دعائیں سلیقہ کے ساتھ سبق آموز ہوتی ہیں آپ نے یہاں دو دعائیں کیں، ایک شہر مکہ کو خوف و خطر سے آزاد جائے امن بنانے کی، دوسرے اولاد کو بت پرستی سے ہمیشہ کے لیے نجات دلانے کی اگر رہنے سہنے کی جگہ بے خوف و خطر نہ ہو تو دنیوی اور دینی زندگی خوشگوار نہیں ہو سکتی، اس لیے آپ کی دعا میں انسانی فلاح کی تمام معاشی اور دینی و اخروی ضروریات داخل ہو گئیں، اس میں آپ نے اپنی اولاد کے لیے دنیا کی تمام ہی اہم چیزیں مانگ لیں، اس سے معلوم ہوا کہ اولاد کی معاشی راحت کا انتظام بھی حسب قدرت باپ کے فرائض میں سے ہے۔

دوسری دعا بھی بڑی جامع ہے شرک و بت پرستی جس کی مغفرت کا امکان نہیں اس سے محفوظ رہنے کی دعا فرما دی اس کے علاوہ دوسرے گناہ کا کفارہ دوسرے اعمال نیک سے بھی ہو سکتا ہے اور شفاعت بھی ہو سکتی ہے۔

دعاء ابراہیمی کے اسرار و حکم

آپ کو جس جگہ اور جس وقت ہجرت کا حکم (یعنی مکہ سے شام کو) ملا فوراً ہی تعمیل کر دی، حتی کہ حضرت ہاجرہ کو کہہ دیں اور تسلی کر دیں حکم الٰہی کے تعمیلی پہلو کے ساتھ دوسرے پہلو کی رعایت بھی دیکھئے کہ پہاڑ کے پیچھے ان سے اوجھل ہوتے ہی ان کی حفاظت اور امن و امان اور ان کی راحت کے سامان کی دعا فرما دی۔ یہ ہے پیغمبرانہ استقامت۔ اور حسن انتظام۔ یہ عام صوفیاء کی طرح مغلوب الحال نہیں ہوتے یہی وہ تعلیم

www.toobaaelibrary.com

ہے جس سے ایک انسان، انسان کامل بنتا ہے۔

آپ کو یہ تو یقین تھا ہی کہ اللہ تعالیٰ انھیں ضائع نہیں فرمائیں گے بلکہ ان کے لیے پانی ضرور مہیا کیا جائے گا اس لیے بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ مَاءٍ نہیں کہا، غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ فرما کر درخواست کی پھل اور ثمرات خواہ دوسری جگہ سے لائے جائیں چناں چہ دیکھئے مکہ میں آج تک کاشت کا کوئی انتظام نہیں مگر دنیا بھر کے پھل سے بھرا رہتا ہے اور اتنا کہ کہیں اور اتنا ملنا مشکل ہے (بحر محیط)

"اَلْمُحَرَّمِ" معنی معزز کے بھی ہیں اور محفوظ کے بھی، چناں چہ ایسا ہی ہے، اوّلین دعا اقامت نماز کی کی، معلوم ہوا کہ نماز دارین کی تمام خیرات و برکات کے لیے جامع ہے نیز اولاد کے حق میں اس سے بڑی کوئی خیر خواہی نہیں کہ ان کو نماز کا پابند بنا دیا جائے اس وقت اگرچہ وہاں ایک عورت اور ایک بچہ کو چھوڑا تھا مگر آپ کو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ نسل چلے گی یہ شہر آباد ہوگا جمع کا صیغہ فرمایا: لِيُقِيْمُوا۔

"اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ" یعنی کچھ لوگوں کے قلوب اگر من جمیع نہ ہوں (اَفْئِدَةَ النَّاسِ) تو ساری دنیا کے لوگ مع مسلم و غیر مسلم یہود و نصاریٰ سب ہی مکہ پر ٹوٹ پڑتے جو باعث زحمت ہوتا آپ نے مکہ کو قابل کاشت بنا دینے کی دعا نہیں فرمائی ورنہ پورا مکہ ایسا ہی ہو جاتا کیوں کہ آپ زراعت کا مشغلہ اپنی اولاد کے لیے پسند نہیں فرمایا۔ پھر یہ کہ لوگوں کی توجہ اور حاضری دنیا کے لیے رشد و ہدایت اور اہل مکہ کی خوشحالی کا ذریعہ بنے، دنیا دیکھ لے آپ کی دعا مقبول ہوئی۔

دعا میں ابتدا اقامت صلوٰۃ سے کی اور اختتام لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ شکر گذاری پر، یہ تعلیم ہے کہ مسلمان کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ ان کے تمام افکار پر آخرت کی فلاح کا غلبہ ہو۔

آیت: ۳۸: مَا نُخْفِيْ باطنی کیفیات معنی وہ رنج و غم اور فکر جو شیر خوار بچے اور اس کی والدہ کو بے سروسامان فریاد کرتے ہوئے چھوڑنے اور جدائی سے فطری طور پر لاحق ہو رہا تھا "وَمَا نُعْلِنُ" وہ دعا اور عرض و معروض اور حضرت ہاجرہ کے وہ کلمات مراد ہیں جو انھوں نے امر الٰہی کی خبر سن کر کہے۔

آیت: ۳۹: اس حمد و ثنا میں اشارہ ہے کہ یہ بچہ جو اس چٹیل میدان میں چھوڑا ہے آپ کا عطیہ ہے آپ ہی اس کی حفاظت فرمائیں گے۔

آیت: ۴۱: وَلِوَالِدَيَّ حالاں کہ آزر کافر تھے؟ ممکن ہے منع کیے جانے سے پہلے کی دعا ہو۔ دعا کے آداب میں سے یہ ہے کہ بار بار اور الحاح و زاری کے ساتھ کی جائے۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ مُهْطِعِيْنَ

www.toobaaelibrary.com

مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۝ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ
فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ
مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا
لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝
فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ
الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي
الْاَصْفَادِ ۝ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا
كَسَبَتْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ
وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (اے مخاطب) جو کچھ یہ ظالم (کافر) لوگ کر رہے ہیں اس سے خدا تعالیٰ کو (جلدی عذاب نہ دینے کی بنا پر) بے خبر مت سمجھ (کیوں کہ) ان کو صرف اس روز تک مہلت دے رکھی ہے جس میں ان لوگوں کی نگاہیں (مارے حیرت اور ہیبت کے) پھٹی رہ جاویں گی (اور وہ موقف حساب کی طرف حسب الطلب) دوڑتے ہوں گے (اور) ان کی نظر ان کی طرف ہٹ کر نہ آوے گی (یعنی ایسی ٹکٹکی بندھے گی کہ آنکھ نہ جھپکیں گے) اور ان کے دل (شدت ہول سے) بالکل بدحواس ہوں گے اور (جب وہ دن آجاوے گا پھر مہلت نہ ہوگی پس) آپ ان لوگوں کو اس دن (کے آنے) سے ڈرایئے جس دن ان پر عذاب آپڑے گا، پھر یہ ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے رب ایک مدت قلیل تک ہم کو (اور) مہلت دیدیجئے (اور دنیا میں پھر بھیج دیجئے) ہم (اس مدت میں) آپ کا سب کہنا مان لیں گے اور پیغمبروں کا اتباع کریں گے (جواب میں ارشاد ہوگا کہ کیا ہم نے دنیا میں تم کو مہلت طویلہ نہ دی تھی اور) کیا تم نے (اس مہلت کے طول ہی کے سبب) اس کے قبل (دنیا میں) قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تم کو (دنیا سے) کہیں جانا ہی نہیں ہے (یعنی قیامت کے منکر تھے اور اس پر قسم کھاتے تھے، کقولہ تعالیٰ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ حالاں کہ (انکار سے باز آجانے کے اسباب سب مجتمع تھے چناں چہ) تم ان (پہلے) لوگوں کے رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے جنھوں نے (کفر وانکار قیامت کرکے) اپنی ذات کا نقصان کیا تھا اور تم کو (تواتر اخبار سے) یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیوں

www.toobaaelibrary.com

کر معاملہ کیا تھا (کہ ان کے کفر و انکار پر ان کو سزائیں دیں، اس سے تم کو معلوم ہو سکتا تھا کہ انکار کرنا موجب غضب ہے، پس تصدیق واجب ہے اور ان کے مساکن میں رہنا ہر وقت ان کے ان حالات کی یاد دلانے کا سبب ہو سکتا تھا، پس انکار کی کسی وقت گنجائش نہ تھی) اور (علاوہ ان واقعات کے سننے کے جو کہ عبرت کے لیے کافی تھے) ہم نے (بھی) تم سے مثالیں بیان کیں (یعنی کتب سماویہ میں ہم نے بھی ان واقعات کو مثال کے طور پر بیان کیا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم بھی ایسے ہی مغضوب و مستحق عذاب ہوں گے پس واقعات کا اوّلاً اخبار سے سننا پھر ہمارا ان کو بیان کرنا، پھر مماثلت پھر حسبیہ کر دینا یہ سب اسباب مقتضی اس کو تھے کہ قیامت کا انکار نہ کرتے) اور (ہم نے جن پہلے لوگوں کو ان کے کفر و انکار پر سزائیں دیں) ان لوگوں نے (دین حق کے مٹانے میں) اپنی سی بہت ہی بڑی بڑی تدبیریں کیں تھیں اور ان کی (یہ سب) تدبیریں اللہ کے سامنے تھیں (اس کے علم سے مخفی نہ رہ سکتی تھیں) اور واقعی ان کی تدبیریں ایسی تھیں کہ (عجب نہیں) ان سے پہاڑ بھی (اپنی جگہ سے) ٹل جاویں، (مگر پھر بھی حق ہی غالب رہا اور ان کی ساری تدبیریں لغو بیکار ہو گئیں اور وہ ہلاک کیے گئے، اس سے بھی معلوم ہو گیا کہ حق وہی ہے جو پیغمبر فرماتے تھے اور اس کا انکار موجب غضب و عذاب ہے، جب قیامت میں ان کا مغلوب ہونا معلوم ہو گیا) پس (اے مخاطب) اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا (چناں چہ قیامت کے دن ان کے منکرین کے عذاب کا وعدہ تھا سو وہ پورا ہو گا، جیسا کہ اوپر مذکور ہوا) بیشک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست (اور) پورا بدلہ لینے والا ہے (کہ اس کو کوئی بدلہ لینے سے نہیں روک سکتا، پس قدرت بھی کامل پھر مشیت کا تعلق اوپر معلوم ہوا، پھر خلف وعدہ کا کیا احتمال رہا اور یہ بدلہ اس روز ہو گا) جس روز دوسری زمین بدل جاوے گی اس زمین کے علاوہ اور آسمان بھی (دوسرے بدل دیئے جاویں گے ان آسمانوں کے علاوہ کیوں کہ اوّل بار کے نفخ صور سے سب زمین و آسمان ٹوٹ پھوٹ جائیں گے، پھر دوسری بار میں از سر نو زمین و آسمان بنیں گے) اور سب کے سب ایک (اور) زبردست اللہ کے روبرو پیش ہوں گے (مراد اس سے قیامت کا دن ہے یعنی قیامت میں بدلہ لیا جاوے گا (اور اس روز اے مخاطب) تو مجرموں کو ((یعنی کافروں کو) زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا (اور) ان کے کرتے قطران کے ہوں گے (یعنی سارے بدن کو قطران لپٹی ہو گی کہ اس میں آگ جلدی اور تیزی کے ساتھ لگے اور قطران درخت چیڑ کا روغن ہوتا ہے، کمافی کتب اللغات والطب) اور آگ ان کے چہروں پر (بھی) لپٹی ہو گی (یہ سب کچھ اس لیے ہو گا) تا کہ اللہ

www.toobaaelibrary.com

تعالیٰ ہر (مجرم) شخص کو اس کے کیے کی سزا دے (اور گو ایسے مجرم بے انتہا ہوں گے مگر) یقیناً اللہ تعالیٰ (کو ان کا حساب و کتاب کچھ دشوار نہیں کیوں کہ وہ) بڑی جلد حساب لینے والا ہے (سب کا فیصلہ شروع کر کے فوراً ہی ختم کر دے گا) یہ قرآن لوگوں کے لیے احکام کا پہنچانا ہے تا کہ مبلغ یعنی رسول کی تصدیق کریں اور تا کہ اس کے ذریعہ سے (عذاب سے) ڈرائے جائیں اور تا کہ اس بات کا یقین کر لیں کہ وہی ایک معبود برحق ہے اور تا کہ دانشمند لوگ نصیحت حاصل کر لیں۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۴۶: وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ الخ بعض نے اِنْ کو نفی کے لیے قرار دیا ہے معنی یہ ہوگا کہ لیکن ان کی تدبیروں اور چالوں سے یہ ممکن نہ تھا کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں اور پہاڑ سے مراد پیغمبر علیہ السلام اور آپ کا عزم و استقلال ہے۔ آیت: ۴۸: یعنی پوری زمین ایک سطح مستوی بنا دی جائے گی جس میں نہ کسی مکان و درخت اور پہاڑ وغیرہ کی آڑ ہوگی۔ اور نہ غار و کھائی جیسا کہ ایک جگہ فرمایا: لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا۔

یا یہ معنی ہو کہ بالکل ہی اس زمین و آسمان کے بدلے دوسری زمین و آسمان یعنی بعض حدیث سے صرف صفات کی تبدیلی بعض حدیث سے ذات کی تبدیلی بیہقی کہتے ہیں۔ (عن ابن مسعودؓ) حضور ﷺ نے فرمایا کہ محشر کی زمین بالکل چاندی کی طرح سفید ہوگی جس پر کسی نے کوئی گناہ نہیں کیا ہوگا۔ (مسند احمد و تفسیر ابن جریر بروایت انسؓ) صحیحین میں ہے میدے کی طرح صاف و سفید ہوگی اس میں کوئی علامت مکان ٹیلہ وغیرہ کچھ) نہ ہوگی۔ (سہل بن سعدؓ) بہر حال دونوں طرح کی باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے (بیان القرآن) تمام اولاد جمع ہوگی ایک شخص کے حصہ میں صرف کھڑے ہونے کی جگہ آئے گی۔

قراءات: سورۂ الرعد: يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ سورۂ اعراف میں مذکور ہو چکا ہے وَزَرْعٌ وَنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ کی بصری اور حفص کے لیے چاروں مرفوع ہیں اور باقیین کے لیے مجرور يُسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ شامی اور عاصم کے لیے بالیاء اور باقیین کے لیے بالتاء وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا اخوین کے لیے بالیاء اور باقیین کے لیے بالنون جب دو استفہام دو کلمہ میں قریب قریب جمع ہوں اور یہ نو سورتوں میں گیارہ مقام پر آئے ہیں (۱) ءَاِذَا كُنَّا تُرَابًا۔ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ۔ اس سورہ میں اور (۲،۳) ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا۔ ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ دو جگہ سبحان میں اور (۴) ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ۝ ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ مومنون میں اور (۵) ءَاِذَا كُنَّا تُرَابًا وَّاٰبَآؤُنَا۔ ءَاِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ نمل میں (۶) ءَاِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ عنکبوت میں۔ اور (۷) ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ۔ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ۔ سجدہ میں اور (۸،۹) ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا۔ ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ دو جگہ صٰفّٰت میں۔ اور (۱۰) ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا۔ ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ۔

www.toobaaelibrary.com

واقعہ میں اور (۱۱) ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ. ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً نازعات میں ان سب میں تفصیلی حکم یہ ہے۔ نافع وکسائی کے لیے اوّل میں استفہام اور ثانی میں خبر ہے، تمام قرآن میں لیکن نمل وعنکبوت میں نافع کے حکم کے برعکس ہے یعنی اوّل میں خبر اور ثانی میں استفہام ہے۔ اور کسائی کے لیے صرف عنکبوت میں یعنی دونوں (اول وثانی) بالاستفہام ہیں اور شامی کے لیے اوّل میں خبر اور ثانی میں استفہام ہے تمام جگہ لیکن نمل اور نازعات اور واقعہ میں حکم اس کے برعکس ہے یعنی نمل اور نازعات میں ان کے لیے اوّل میں استفہام وثانی میں خبر ہے، نیز نمل میں شامی وکسائی کے لیے خبر میں ایک نون زائد ہے یعنی اِنَّنَا لَمُخْرَجُوْنَ ہے اور واقعہ میں اوّل وثانی دونوں شامی کے لیے بالاستفہام ہیں اور مکی وحفص کے لیے تمام قرآن میں دونوں جگہ بالاستفہام لیکن عنکبوت میں ان کے لیے اوّل میں خبر اور ثانی میں استفہام اور باقیین یعنی بصری شعبہ حمزہ کے لیے تمام جگہ اوّل وثانی دونوں میں استفہام ہے۔ اور تسہیل وتحقیق ادخال وعدم ادخال کے بارے میں قراء اپنے اصول پر ہیں۔ هَادٍ وَّوَاقٍ وَّوَالٍ وَمَاعِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ مکی کے لیے مطلقاً یہ کلمات اربع بکسر التنوین ہیں وصلاً اور وقف میں باثبات الیاء اور باقیین کے لیے وصل میں بالتنوین اور وقف میں بالحذف یعنی بحذف الیاء اَمْ هَلْ يَسْتَوِیْ شعبہ واخوین کے لیے بالیاء اور باقیین کے لیے بالتاء وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ حفص واخوین کے لیے بالیاء باقیین کے لیے بالتاء اَفَلَمْ يَايْئَسِ الَّذِيْنَ بزی کے لیے بالخلف بفتح الیاء بغیر الہمز ہے اور باقیین کے لیے بیائے ساکنہ وہمزۂ مفتوحہ ہے جیسا کہ یوسف میں مذکور ہوا وَصَلُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ یہاں اور غافر میں کوفیین کے لیے بضم الصاد اور باقیین کے لیے بالفتح ہے اُكُلُهَا بقرہ میں گذر چکا وَيُثْبِتُ مکی بصری عاصم کے لیے مخفف اور باقیین کے لیے مشدد ہے وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ شامی اور کوفیین کے لیے بالجمع اور باقیین کے لیے بالافراد الکافر ہے۔

سورۂ ابراھیم: اَلْحَمِيْدِ اللّٰهِ نافع وشامی کے لیے برفع الہاء اَللّٰهُ الَّذِیْ ہے اور باقیین کے لیے بالجر ہے مطلقاً رُسُلُهُمْ اور سُبُلَنَا وَسُلُهُمْ سورۂ مائدہ میں۔ وَبِهِ الرِّيْحُ بقرہ میں گذر چکے ہیں خَالِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور نور میں خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ اخوین کے لیے بالالف بعد الخاء وکسر اللام وضم القاف وَخَالِقٍ اور بالجر مجرور ہے دونوں جگہ یعنی خَالِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور خَالِقِ كُلَّ دَآبَّةٍ ہے اور باقیین کے لیے خلق السموٰتِ وَالارض. وَخَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ ہے بِمُصْرِخِیَّ یائی حمزہ کے لیے بکسر الیاء المشدودہ اور باقیین کے لیے بالفتح لِيُضِلُّوْا یہاں اور حج میں يُضِلُّ اور لقمان اور زمر میں بھی مکی اور بصری کے لیے بفتح الیاء اور باقیین کے لیے بضم الیاء ہے لَا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ بقرہ میں گذر چکا فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً ہشام کے لیے بالخلف اس لفظ میں ہمزہ کے بعد یائے ساکنہ ہے اور باقیین کے لیے بغیر یائے اور یہی وجہ ثانی ہے ہشام کے لیے بھی لِتَزُوْلَ مِنْهُ کسائی کے لیے بفتح لام اولیٰ وضم لام ثانی ہے اور باقیین کے لیے بکسر الاولیٰ ونصب الثانیہ۔

* * *

www.toobaaelibrary.com

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ لَوْمَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

الٓرٰ (اس کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب کی اور قرآن واضح کی (یعنی اس کی دونوں صفتیں ہیں، کامل کتاب ہونا بھی اور قرآن واضح ہونا بھی، ان کلمات سے قرآن کا کلام حق ہونا واضح کرنے کے بعد ان لوگوں کی حسرت اور عذاب کا بیان ہے جو قرآن پر ایمان نہیں لاتے، یا اس کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے، فرمایا رُبَمَا يَوَدُّ یعنی جب قیامت کے حشر ونشر کے میدان میں کافروں پر طرح طرح کا عذاب ہوگا تو) کافر لوگ بار بار تمنا کریں گے کہ کیا خوب ہوتا اگر وہ (یعنی ہم دنیا میں) مسلمان ہوتے (بار بار اس لیے کہ جب کوئی نئی شدت ومصیبت دیکھیں گے تو ہر مرتبہ اپنے اسلام نہ لانے پر حسرت تازہ ہوتی رہے گی) آپ (دنیا میں ان کے کفر پر غم نہ کیجئے اور) ان کو ان کے حال پر رہنے دیجئے، کہ وہ خوب کھالیں اور چین اڑالیں، اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں ان کو ابھی (مرنے کے ساتھ ہی) حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے (اور دنیا میں جو ان کو ان کے کفر اور بدعملی کی فوراً سزا نہیں ملتی اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سزا کا وقت مقرر کر رکھا ہے، ابھی وہ وقت نہیں آیا) اور ہم نے جتنی بستیاں (کفر کی وجہ سے) ہلاک کی ہیں ان سب کے لیے ایک معین وقت لکھا ہوا ہوتا رہا ہے اور (ہمارا اصول ہے کہ) کوئی امت اپنی میعاد مقرر سے نہ پہلے ہلاک ہوئی ہے اور نہ پیچھے رہی ہے (بلکہ وقت مقرر پر ہلاک ہوئی ہے، اسی طرح جب ان کا وقت آجائے گا ان کو بھی سزا دی جائے گی۔ (اِلَّا بِالْحَقِّ میں لفظ حق سے مراد فیصلہ عذاب ہے، اور

www.toobaaelibrary.com

بعض مفسرین نے قرآن یا رسالت کو مراد قرار دیا ہے، بیان القرآن میں پہلے معنی کو ترجیح دی ہے، یہ معنی حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہیں، تفسیر آیات یہ ہے) اور ان کفار (مکہ) نے (رسول اللہؐ سے) یوں کہا کہ اے وہ شخص جس پر (اس کے دعوے کے مطابق) قرآن نازل کیا گیا ہے تم (نعوذ باللہ) مجنون ہو (اور نبوت کا غلط دعویٰ کرتے ہو ورنہ) اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے (جو ہمارے سامنے تمہارے صدق کی گواہی دیں۔ کقولہ تعالیٰ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا۔ اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ) ہم فرشتوں کو (جس طریق پر وہ درخواست کرتے ہیں) صرف فیصلہ ہی کے لیے نازل کیا کرتے ہیں اور (اگر ایسا ہوتا تو) اس وقت ان کو مہلت بھی نہ دی جاتی (بلکہ جب ان کے آنے پر بھی ایمان نہ لاتے جیسا کہ ان کے حالات سے ہی متیقن ہے تو فوراً ہلاک کر دیے جاتے جیسا کہ سورۂ انعام کے اول رکوع کی اخیر آیتوں میں اس کی وجہ مذکور ہو چکی ہے) ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور (یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں بلکہ اس کا معجز ہونا اس پر دلیل ہے، اور قرآن کے ایک اعجاز کا بیان تو دوسری سورتوں میں مذکور ہے کہ کوئی انسان اس کی ایک سورۃ کی مثل نہیں بنا سکتا، دوسرا اعجاز یہ ہے کہ) ہم اس (قرآن) کے محافظ (اور نگہبان) ہیں (اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کر سکتا، جیسا اور کتابوں میں ہوتا ہے، یہ ایسا صریح معجزہ ہے جس کو ہر عام و خاص سمجھ سکتا ہے، پہلا معجزہ کہ قرآن کی فصاحت و بلاغت اور جامعیت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا، اس کو تو اہل علم ہی سمجھ سکتے ہیں، مگر کمی بیشی نہ ہونے کو تو ایک اَن پڑھ جاہل بھی دیکھ سکتا ہے) اور (اے محمدؐ آپ ان کی تکذیب سے غم نہ کیجیے، کیوں کہ یہ معاملہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے، چناں چہ) ہم نے آپؐ سے پہلے بھی پیغمبروں کو اگلے لوگوں کے بہت سے گروہوں میں بھیجا تھا (اور ان کی یہ حالت تھی کہ) کوئی رسول ان کے پاس ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انھوں نے استہزاء نہ کیا (جو کہ تکذیب کی بدترین قسم ہے، پس جس طرح ان لوگوں کے دلوں میں یہ استہزاء پیدا ہوا تھا) اسی طرح ہم یہ استہزاء ان مجرمین (یعنی کفار مکہ) کے قلوب میں ڈال دیتے ہیں (جس کی وجہ سے) یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور یہ دستور پہلوں سے ہی ہوتا آیا ہے (کہ انبیاء کی تکذیب کرتے رہے ہیں، پس آپ مغموم نہ ہوں) اور (ان کے عناد کی یہ کیفیت ہے کہ فرشتوں کا آسمان سے آنا تو درکنار اس سے دروازہ کھول دیں پھر یہ دن کے وقت (جس میں نیند اور اونگھ وغیرہ کا بھی شبہ نہ ہو) اس (دروازہ) میں (سے آسمان کو) چڑھ جاویں تب بھی یوں کہہ دیں کہ ہماری نظر بند کر دی گئی تھی (جس سے ہم اپنے کو آسمان پر چڑھتا ہوا دیکھ رہے ہیں اور واقع میں نہیں چڑھ رہے، اور نظر بندی میں کچھ

www.toobaaelibrary.com

اسی واقعہ کی تخصیص نہیں) بلکہ ہم لوگوں پر تو بالکل جادو کر رکھا ہے (اگر ہم کو اس سے بڑھ کر بھی کوئی معجزہ دکھلایا جائے گا وہ بھی واقع میں معجزہ نہ ہوگا)

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۳: وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ طول امل کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی محبت اور حرص میں انہماک اور موت وآخرت سے بے فکری کے ساتھ دور دراز کے منصوبے بنائے جائیں (قرطبی) جو منصوبے دینی مقاصد یا قوم وملک کے مفاد کے لیے اپنائے جائیں وہ اس میں داخل نہیں وہ فکر آخرت ہی کی ایک صورت ہے۔

پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے طبقہ کی نجات ایمان کامل اور اعراض دنیا کی وجہ سے ہوگی اور آخری امت کے لوگ بخل اور طول امل کی وجہ سے ہلاک ہوں گے آیت: ۹: قرآن کا یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کر سکتا جیسا کہ اور کتابوں میں ہوتا ہے۔

حفاظت قرآن، ایک واقعہ

یحییٰ بن اکثم کے حوالہ سے قرطبی مامون کے دربان کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں، مامون کے درباری مباحثوں میں ایک بڑا قابل اور ممتاز یہودی بھی آیا کرتا تھا ایک بار مامون نے اس سے کہا کہ تم مسلمان ہو جاؤ تو ہم تمہارے ساتھ بہت بہتر سلوک کریں گے مگر اس نے انکار کیا، مگر پھر ایک سال کے بعد جب آیا تو اس نے فقہ اسلامی کے موضوع پر بڑی عمدہ تقریر اور بیش قیمت تحقیقات پیش کیں، مامون نے پہچان کر اس سے اسلام قبول کرنے کا سبب دریافت کیا اس نے کہا سال گذشتہ یہاں سے لوٹنے کے بعد میں نے مذاہب کی تحقیقات کرنے کا ارادہ کیا میں چوں کہ ایک عمدہ خطاط اور خوشنویس بھی ہوں میں نے امتحاناً تورات اور انجیل کے نسخوں میں اپنی جانب سے رد وبدل کر کے یکے بعد دیگرے تین تین نسخے یہود ونصاریٰ کے عبادت خانوں میں لے گیا، دونوں نے دیکھا اور بڑی رغبت اور قدر ومنزلت سے خرید لئے تو یہی کام میں نے قرآن کے ساتھ کیا جب انھیں فروخت کرنے کے لیے لے گیا تو جس کے پاس لے گیا اس نے دیکھا کہ صحیح بھی ہے یا نہیں جب کمی بیشی نظر آئی تو واپس کر دیا، اس سے میں نے یقین کر لیا کہ یہ کتاب محفوظ ہے اللہ تعالیٰ نے ہی اس کی حفاظت کی ہے اس لیے مسلمان ہو گیا۔

یحییٰ بن اکثم سے سفیان ابن عیینہ نے سن کر فرمایا کہ ایسا ہی ہونا چاہیے اور اس کی تصدیق قرآن میں موجود ہے قرآن نے تورات اور انجیل کا ذکر کرتے ہوئے "بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ" کہا ہے، انھوں نے اس کی حفاظت نہ کی اور یہ کتابیں مسخ وتحریف ہو کر ضائع ہو گئیں بخلاف قرآن کے

www.toobaaelibrary.com

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ دورِ رسالت سے آج تک مسلمان تمام تر دینی کوتاہیوں کے باوجود قرآن کریم کو سینے سے لگا رکھا ہے ہر زمانہ میں کروڑوں مسلمان ملیں گے جو ان کے حافظ ہیں کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی ایک حرف غلط پڑھ کر آگے نہیں نکل سکتا۔

تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ قرآن نہ صرف الفاظ کا اور نہ صرف معانی کا بلکہ دونوں کے مجموعے کو قرآن کہا جاتا ہے پس الفاظ کے ساتھ ہی معانی کی حفاظت کی بھی ذمہ داری خدا ہی کے ذمہ ہے اور محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ نے پیغمبرؐ کو معانی قرآن کے بیان و تعلیم کے لیے بھیجا ہے آپ نے امت کو جن اقوال وافعال کے ذریعہ تعلیم دی انھیں کا نام حدیث ہے۔ لہٰذا حفاظت قرآن کے دعوے میں حفاظت حدیث بھی داخل ہے مطلقاً احادیث رسولؐ کو غیر محفوظ کہنے والا درحقیقت قرآن کو غیر محفوظ کہتا ہے۔

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۗ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَ نُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۗ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

پچھلی آیات میں منکرین کی ہٹ دھرمی اور عناد کا ذکر تھا، ان آیات میں جو آگے آرہی ہیں، اللہ جل شانہٗ کے وجود، توحید، علم، قدرت کے واضح دلائل، آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کے حالات ومشاہدات سے بیان کیے گئے ہیں، جن میں ذرا بھی غور کیا جائے تو کسی عاقل کو انکار کی مجال نہیں رہتی ارشاد فرمایا، اور بیشک ہم نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے پیدا کیے اور دیکھنے والوں کے لیے آسمان کو (ستاروں سے) آراستہ کیا۔ آسمان کو (ستاروں کے ذریعہ) ہر شیطان مردود سے محفوظ فرمادیا (کہ وہاں تک ان کی رسائی نہیں ہونے پاتی) ہاں مگر کوئی بات (فرشتوں کی) چوری چھپے سن بھاگے تو اس کے پیچھے ایک روشن شعلہ ہوتا ہے، (اور اس کے اثر سے وہ شیطان ہلاک یا بدحواس ہوجاتا ہے۔ اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس (زمین) میں بھاری بھاری پہاڑ ڈال دیئے اور اس میں ہر قسم کی (ضرورت کی پیداوار) ایک معیّن مقدار سے اُگائی، اور ہم نے تمہارے واسطے اس (زمین) میں معاش کے سامان بنائے

www.toobaaelibrary.com

(جس میں ضروریات زندگی کی تمام چیزیں داخل ہیں جو کھانے پینے، پہننے اور رہنے سہنے سے متعلق ہیں اور (یہ سامان معاش اور ضروریات زندگی صرف تم کو ہی نہیں دیا، بلکہ) ان کو بھی دیا جن کو تم روزی نہیں دیتے (یعنی وہ تمام مخلوقات جو ظاہر میں بھی تمہارے ہاتھ سے خورد ونوش اور زندگی گذارنے کا سامان نہیں پاتے، ظاہر اس لیے کہا کہ گھر کے پالتو جانور بکری، گائے، بیل، گھوڑا، گدھا وغیرہ بھی اگر چہ حقیقت کے اعتبار سے اپنی روزی اور ضروریات معاش حقیقۃ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے پاتے ہیں، مگر ظاہری طور پر ان کے خورد ونوش اور رہائش کا انتظام انسانوں کے ہاتھوں ہوتا ہے، ان کے علاوہ تمام دنیا کے بری اور بحری جانور، پرندے اور درندے ایسے ہیں جن کے سامان معاش میں کسی انسانی ارادے اور علم کا کوئی دخل اور شائبہ بھی نہیں پایا جاتا، اور یہ جانور اتنے بے حد و بے شمار ہیں کہ انسان نہ ان سب کو پہچان سکتا ہے) اور جتنی چیزیں (ضروریات زندگی سے متعلق) ہیں ہمارے پاس سب کے خزانے (بھرے پڑے) ہیں اور ہم (اپنی خاص حکمت کے مطابق) اس (چیز) کو ایک معین مقدار سے اتارتے رہتے ہیں اور ہم ہی ہواؤں کو بھیجتے رہتے ہیں جو بادل کو پانی سے بھر دیتی ہیں پھر ہم ہی آسمان سے پانی برساتے ہیں، پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں اور تم اس کو ذخیرہ کر کے رکھنے والے نہ تھے، (کہ اگلی بارش تک اس ذخیرہ کو استعمال کرتے رہتے) اور ہم ہی ہیں کہ زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور (سب کے مرنے کے بعد) ہم ہی باقی رہ جاویں گے اور ہم ہی جانتے ہیں تم میں سے آگے بڑھ جانے والوں کو اور ہم جانتے ہیں پیچھے رہنے والوں کو، اور بیشک آپ کا رب ہی ان سب کو (قیامت میں) محشور فرمادے گا (یہ اس لیے فرمایا کہ اوپر توحید ثابت ہوئی ہے، اس میں منکر توحید کی سزا کی طرف اشارہ کر دیا) بیشک وہ حکمت والا ہے (ہر شخص کو اس کے مناسب بدلہ دے گا اور) علم والا ہے (سب کے اعمال کی اس کو پوری خبر ہے)۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۱۷، ۱۸: جنات اور شیاطین کا داخلہ آسمانوں میں نزول آدم اور اخراج شیطان کے بعد ممنوع ہوا ہے، مگر فضاء آسمانی تک پہنچ کر چوری سے کچھ سن لیا کرتے تھے بعثت نبویؐ کے بعد حفاظت وحی کا مزید سامان یہ ہوا کہ شیاطین کو اس چوری سے بھی بذریعہ شہاب ثاقب روک دیا گیا۔

فرشتے کبھی آسمانی خبروں کا آسمان سے نیچے باہمی تذکرہ کرتے ہیں شیاطین اسی فضاء آسمانی میں چھپ کر یہ خبریں سن سکتے ہیں، تفصیل سورۂ جن میں آئے گی۔ شہاب ثاقب کے بارے میں

www.toobaaelibrary.com

فلاسفہ اور قرآن کے بیان میں کوئی تناقات نہیں۔

آیت:۱۹: مِّنْ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ یعنی اگر کم ہو جاتی تو زندگی میں دشواریاں پیدا ہو جاتیں اور زیادتی کی شکل میں بھی مشکلات ہوتیں بچ رہتے تو سڑتے پس قدر و قیمت بھی باقی رہے اور بیکار بھی نہ بچیں۔ آیت:۲۲: آب رسانی کا ایسا نظام محکم قائم کیا گیا ہے کہ تمام مخلوق کے لیے ہر جگہ اور ہر حال میں پانی بلا قیمت مل جائے۔ اسی نظام میں ایک عجیب و غریب تبدیلی پانی کے ذائقے اور دیگر کیفیات میں پیدا کر دی ہے سمندر کے پانی کو اپنی حکمت بالغہ سے انتہائی کھارا اور نمکین بنایا ہے کہ ہزاروں ٹن نمک اس سے نکالا اور استعمال کیا جاتا ہے سمندروں میں ہزاروں قسم کے جانور رہتے ہیں اس میں مرتے سڑتے ہیں ساری زمین کا گندہ پانی اسی سمندر میں پہنچتا ہے اگر یہ پانی میٹھا ہوتا تو ایک دن میں سب سڑ جاتا اور بدبو سے زندگی مشکل ہو جاتی مانسون سمندر سے اٹھتا ہے مگر اس کے بعد زمین پر برسنے تک بغیر ظاہری مشین کے کتنے انقلابات پیدا کر دئے کہ نمک الگ ہو کر میٹھا پانی بن گیا۔ سورۂ واقعہ میں آیت: ۶۸، ۶۹، ۷۰ میں اسی کو ارشاد فرمایا: بارش کے پانی سے ضروریات پوری ہوتی ہیں، باقی ماندہ تالابوں جھیلوں میں محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کے بڑے حصہ کو برف بنا کر بحر جمد بنا کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر لاد دیا جاتا ہے جہاں نہ گرد و غبار کی رسائی ہے نہ غلاظت کی، پھر آہستہ آہستہ رس کر چشموں کی صورت میں ہر جگہ پہنچ جاتا ہے، اور جہاں یہ چشمے نہیں ہیں وہاں پانی زمین کی تہہ میں انسانی رگوں کی طرح زمین کے ہر خطہ پر بہتا ہے اور کنواں کھودنے سے برآمد ہونے لگتا ہے۔ الحاصل آب رسانی کا یہ نظام اپنے اندر ہزاروں نعمتیں لیے ہوئے ہے۔

آیت:۲۴: متقدمین اور متاخرین کی تفسیروں میں متعدد اقوال ہیں، (۱) جو پیدا ہو چکے ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، (قتادہ و عکرمہ) امت محمدیہ سے پہلے کے اور امت محمدیہ میں (مجاہد) اہل طاعت و خیر اہل معصیت و غفلت (حسن و قتادہ) جو نماز کی صفوں اور جہاد اور دیگر نیک کاموں میں آگے رہنے والے اور ان امور میں پیچھے رہنے والے، (حسن بصری سعید بن مسیب، قرطبی، شعبی وغیرہ) ان میں ایسا کوئی اختلاف نہیں سب جمع ہو سکتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ اصل فضیلت صف اول کی ہے لیکن اگر کوئی کسی وجہ سے نہ پہنچ سکے تو بھی فضیلت یہ حاصل رہے گی کہ شاید کوئی اگلی صفوں کے کسی نیک بندے کی بدولت اس کی بھی مغفرت ہو جائے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝ وَاِذْ

www.toobaaelibrary.com

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۝ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ۭ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور ہم نے انسان کو (یعنی اس نوع کی اصل اوّل آدمؑ کو) بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی تھی پیدا کیا (یعنی اوّل گارے کو خوب خمیر کیا کہ اس میں بو آنے لگی، پھر وہ خشک ہو گیا کہ وہ خشک ہونے سے کھن کھن بولنے لگا جیسا مٹی کے برتن چٹکی مارنے سے بجا کرتے ہیں پھر اس خشک گارے سے آدم کا پتلا بنایا جو بڑی قدرت کی علامت ہے) اور جن کو (یعنی اس نوع کی اصل ابوالجانؑ کو) اس کے قبل (یعنی آدم کے قبل) آگ سے کہ وہ (غایت لطافت کی وجہ سے) ایک گرم ہوا تھی، پیدا کر چکے تھے (مطلب یہ ہے کہ چوں کہ اس آگ میں اجزائے دُخانیہ نہ تھے اس لیے وہ مثل ہوا کے نظر نہ آتی تھی کیوں کہ آگ کا نظر آنا اجزائے کثیفہ کے اختلاط سے ہوتا ہے، اس کو دوسری آیت میں اس طرح فرمایا ہے وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ) اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جب آپ کے رب نے ملائکہ سے (ارشاد) فرمایا کہ میں ایک بشر کو (یعنی اس کے پتلے کو) بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں سو میں جب اس کو (یعنی اس کے اعضائے جسمانیہ کو) پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی (طرف سے) جان ڈال دوں تو سب اس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا سو (جب اللہ تعالیٰ نے اس کو بنا لیا تو سارے کے سارے فرشتوں نے (آدمؑ کو) سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ اس نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ سجدہ کرنے والوں کے ساتھ شامل ہو (یعنی سجدہ نہ کیا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابلیس تجھ کو کون امر باعث ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا، کہنے لگا کہ میں ایسا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جس کو آپ نے بجتی ہوئی مٹی سے جو کہ سڑے ہوئے گارے کی بنی ہے پیدا کیا ہے

www.toobaaelibrary.com

(یعنی ایسے حقیر و ذلیل مادّہ سے بنایا گیا ہے کیوں کہ میں نورانی مادّۂ آتش سے پیدا ہوا ہوں تو نورانی ہو کر ظلماتی کو کیسے سجدہ کروں) ارشاد ہوا تو (اچھا پھر) آسمان سے نکل کیوں کہ بیشک تو (اس حرکت سے) مردود ہو گیا اور بیشک تجھ پر (میری) لعنت قیامت تک رہے گی (جیسا کہ دوسری آیت میں ہے عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ یعنی قیامت تک تو میری رحمت سے بعید رہے گا توبہ کی توفیق نہ ہوگی اور مقبول و مرحوم نہ ہوگا، اور ظاہر ہے کہ قیامت تک جو محل رحمت نہ ہو تو پھر قیامت میں مرحوم ہونے کا احتمال ہی نہیں پس جس وقت تک احتمال تھا اس کی نفی کر دی اور اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس میں تو مہلت مانگنے سے پہلے ہی مہلت دینے کا وعدہ ہو گیا، بات یہ ہے کہ مقصود قیامت تک عمر دینا نہیں ہے کہ یہ شبہ ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ حیات دنیویہ میں تو ملعون ہے گو وہ قیامت تک ممتد کیوں نہ ہو) کہنے لگا (کہ اگر مجھ کو آدمؑ کی وجہ سے مردود کیا ہے) تو پھر مجھ کو (مرنے سے) مہلت دیجئے قیامت کے دن تک (تاکہ ان سے اور ان کی اولاد سے خوب بدلہ لوں) ارشاد ہوا (جب تو مہلت مانگتا ہے) تو (جا) تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی کہنے لگا اے میرے رب بہ سبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو (بحکم تکوین) گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں دنیا میں ان کی (یعنی آدم کی اولاد کی) نظر میں معاصی کو مرغوب کر کے دکھلاؤں گا اور ان سب کو گمراہ کروں گا بجز آپ کے ان بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں (یعنی آپ نے ان کو میرے اثر سے محفوظ رکھا ہے) ارشاد ہوا کہ (ہاں) یہ (منتخب ہو جانا جس کا طریقہ اعمال صالحہ و اطاعت کاملہ ہے) ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے (یعنی اس پر چل کر ہمارا مقرب ہو جاتا ہے) واقعی میرے ان (مذکور) بندوں پر تیرا ذرا بھی بس نہ چلے گا ہاں مگر جو گمراہ لوگوں میں تیری راہ پر چلنے لگے (تو چلے) اور (جو لوگ تیری راہ پر چلیں گے) ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے، جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ (میں سے جانے) کے لیے ان لوگوں کے الگ الگ حصے ہیں (کہ کوئی کسی دروازے سے جائے گا کوئی کسی دروازے سے)

تلخیص معارف و مسائل

روح کے سلسلے میں علماء اور حکماء کا بڑا اختلاف ہے غزالی، رازی، صوفیہ اور فلاسفہ کا قول ہے کہ وہ جسم نہیں بلکہ جوہر مجرد ہے۔ امام رازیؒ نے اس کے بارہ دلائل پیش کئے ہیں، مگر جمہور علماء امت روح کو ایک جسم لطیف قرار دیتے ہیں اس معنی میں نفخ کے معنی پھونک مارنا ظاہر ہے اور جو ہر مجرد ماننے میں نفخ کا معنی اس کا بدن سے تعلق پیدا کرنا ہوگا (بیان القرآن)

www.toobaaelibrary.com

روح اور نفس روح کی دو قسمیں ہیں: علوی، سفلی۔ روح علوی مادہ سے مجرد اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق ہے جس کی حقیقت کا ادراک مشکل ہے اہل کشف کو اس کا اصل مقام عرش کے اوپر دکھائی دیتا ہے کیوں کہ وہ عرش سے زیادہ لطیف ہے، اسی کو قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ فرمایا۔ اور روح سفلی وہ بخار لطیف ہے جو بدن انسانی کے عناصر اربعہ آگ پانی مٹی ہوا سے پیدا ہوتا ہے، اسی کو نفس کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس روح سفلی یعنی نفس کو ارواح علویہ مذکورہ کا آئینہ بنادیا ہے۔ پس اس کا عکس اس روح سفلی کے آئینہ میں آکر ارواح علویہ کے آثار و کیفیات اس میں منتقل کر دیتا ہے۔

روح سفلی کے بدن انسانی میں سرایت کرنے ہی کو نفخ روح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ روح کو مِنْ رُّوْحِیْ فرما کر اپنی طرف منسوب کیا تاکہ روح انسانی کا اشرف و اعلیٰ ہونا واضح ہو جائے۔

انسان میں تجلیات الٰہیہ کی قابلیت اور معیت الٰہیہ کا جو درجہ اس کو حاصل ہے اسی کی وجہ سے اس کو مسجود ملائکہ بنایا۔

حکم سجدہ فرشتوں کو ہوا تھا ابلیس اس میں جبراً شامل قرار دیا گیا، جب وہ ملائکہ میں شامل تھا تو اسے سٰجِدِیْنَ کے ساتھ شریک ہونا چاہیے تھا۔ اس کے عدم شمول پر عتاب فرمایا گیا۔

آیت ۴۲: آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں پر شیطان کا تسلط نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے قلوب و عقول پر ایسا تسلط نہیں ہوتا کہ وہ اپنی غلطی پر کسی وقت متنبہ نہ ہوں کہ توبہ نصیب نہ ہو یا کوئی ایسا گناہ کر بیٹھیں کہ مغفرت نہ ہو سکے، اس لیے آدم و حوا پر شیطان کا فریب چل جانا اور اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ اس کے منافی نہیں۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۝ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۝ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ۝ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۝ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ۝ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۝ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۝ قَدَّرْنَآ ۝ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر بے شک خدا سے ڈرنے والے (یعنی اہل ایمان) باغوں اور چشموں میں (بستے) ہوں گے (خواہ اوّل ہی سے اگر معصیت نہ ہوئی یا معاف ہوگئی ہو اور خواہ سزائے معصیت بھگتنے کے بعد ان سے کہا جائے گا کہ) تم ان (جنت وعیون) میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو (یعنی اس وقت بھی ہر ناپسند چیز سے سلامتی ہے اور آئندہ بھی کسی شر کا اندیشہ نہیں) اور (دنیا میں طبعی تقاضے سے) ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب (ان کے دلوں سے جنت میں داخل ہونے کے قبل ہی) دور کردیں گے کہ بھائی بھائی کی طرح (الفت ومحبت سے) رہیں گے، تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے، وہاں ان کو ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے (اے محمدؐ) آپ میرے بندوں کو اطلاع دیدیجئے کہ میں بڑا مغفرت اور رحمت والا بھی ہوں اور (نیز) یہ کہ میری سزا (بھی) دردناک سزا ہے (تاکہ اس سے مطلع ہوکر ایمان اور تقویٰ کی رغبت اور کفر و معصیت سے خوف پیدا ہو) اور (اے محمدؐ) آپ ان (لوگوں) کو ابراہیمؑ کے مہمانوں (کے قصہ) کی بھی اطلاع دیجئے (وہ قصہ اس وقت واقع ہوا تھا) جب کہ وہ (مہمان جو کہ واقع میں فرشتے تھے اور بشکل انسانی ہونے کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ نے ان کو مہمان سمجھا) ان کے (یعنی ابراہیمؑ کے) پاس آئے پھر (آکر) انھوں نے السلام علیکم کہا (ابراہیمؑ ان کو مہمان سمجھ کر فوراً ان کے لیے کھانا تیار کرکے لائے، مگر چوں کہ وہ فرشتے تھے انھوں نے کھایا نہیں تب) ابراہیمؑ (دل میں ڈرے کہ یہ لوگ کھانا کیوں نہیں کھاتے کیوں کہ وہ فرشتے بشکل بشر تھے ان کو بشر ہی سمجھا اور کھانا نہ کھانے سے شبہ ہوا کہ یہ لوگ کہیں مخالف نہ ہوں اور) کہنے لگے کہ ہم تو تم سے خائف ہیں انھوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں کیوں کہ ہم (فرشتے ہیں منجانب اللہ ایک بشارت لے کر آئے ہیں اور) آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا (مطلب یہ کہ نبی ہوگا کیوں کہ آدمیوں میں سب سے زیادہ علم انبیاء کو ہوتا ہے، مراد اس فرزند سے اسحاقؑ ہیں اور دوسری آیتوں میں حضرت اسحاقؑ کے ساتھ یعقوبؑ کی بشارت بھی مذکور ہے) ابراہیمؑ کہنے لگے کہ کیا تم مجھ کو اس حالت میں (فرزند کی) بشارت دیتے ہو کہ مجھ پر بوڑھاپا آگیا سو (ایسی حالت میں مجھ کو) کس چیز کی بشارت دیتے ہو (مطلب یہ ہے کہ یہ امر فی نفسہٖ عجیب ہے نہ یہ کہ قدرت سے بعید ہے) وہ (فرشتے) بولے کہ ہم آپ کو امرِ واقعی کی بشارت دیتے ہیں (یعنی تولد فرزند یقیناً ہونے والا ہے) سو آپ ناامید نہ ہوں (یعنی اپنے بڑھاپے پر نظر نہ کیجئے کہ ایسے اسباب عادیہ پر نظر کرنے سے (وساوس ناامیدی کے غالب ہوتے ہیں) ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بھلا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید

www.toobaaelibrary.com

ہوتا ہے بجز گمراہ لوگوں کے (یعنی میں نبی ہو کر گمراہوں کی صفت سے کب موصوف ہو سکتا ہوں، محض مقصود اس امر کا عجیب ہوتا ہے، باقی اللہ کا وعدہ سچا اور مجھ کو امید سے بڑھ کر اس کا کامل یقین ہے، بعد اس کے فراست نبوت سے آپ کو معلوم ہوا کہ ان ملائکہ کے آنے سے علاوہ بشارت کے اور بھی کوئی مہم عظیم مقصود ہے اس لیے) فرمانے لگے کہ (جب قرائن سے مجھ کو یہ معلوم ہو گیا کہ تمہارے آنے کا کچھ اور بھی مقصود ہے) تو (یہ بتلاؤ کہ) اب تم کو کیا مہم درپیش ہے اے فرشتو! فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم کی طرف (ان کو سزا دینے کے لیے) بھیجے گئے ہیں (مراد قوم لوط) مگر لوط کا خاندان کہ ہم ان سب کو (عذاب سے) بچا لیں گے (یعنی ان کو بچنے کا طریقہ بتلا دیں گے کہ ان مجرموں سے علیحدہ ہو جائیں) بجز ان کی (یعنی لوط کی) بی بی کے کہ اس کی نسبت ہم نے تجویز کر رکھا ہے کہ وہ ضرور اسی قوم مجرم میں رہ جائے گی (اور ان کے ساتھ عذاب میں مبتلا ہو گی)

تلخیص معارف و مسائل

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اہل جنت کے سامنے جنت میں پہلے پانی کے دو چشمے پیش کیے جائیں گے پہلے چشمہ سے پانی پینے سے سب کے دلوں سے باہمی رنجش دنیوی سب دھل جائے گی اور باہم محبت پیدا ہو جائے گی، کیوں کہ باہمی رنجش بھی ایک تکلیف ہے اور جنت ہر تکلیف سے پاک ہے، یہاں مراد طبعی رنجش اور انقباض ہے جو بشری خاصہ ہے اور غیر اختیاری ہے یا ایسا انقباض جو کسی شرعی بنیاد پر مبنی ہو، اسی کے متعلق سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ میں اور طلحہ اور زبیر انھیں لوگوں میں سے ہوں گے اشارہ ان باہمی اختلافات اور مشاجرات کی طرف ہے جو ان کے درمیان پیش آئے تھے۔ آیت: ۴۸: دنیا میں خالص آرام اور تفریح سے بھی کبھی نہ کبھی آدمی تھک جاتا ہے اکتا جاتا ہے مگر جنت میں لَا يَمَسُّهُمْ الخ. آیت: ۴۹: وہاں کی راحت اور نعمتیں دائمی ہوں گی بخلاف دنیا کے۔ اور خود بھی کبھی اکتا کر نکلنا نہ چاہیں گے۔ لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا.

فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِالْمُرْسَلُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۝ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۝ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۝ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ۝ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ

www.toobaaelibrary.com

يَسْتَبْشِرُونَ ۝ قَالَ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ۝ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ ۝ قَالُوا أَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعَالَمِينَ ۝ قَالَ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ۝ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِينَ ۝ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُقِيمٍ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ۝ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

پھر جب وہ فرشتے خاندانِ لوط کے پاس آئے (تو چوں کہ بشکل بشر تھے اس لیے) (کہنے لگے تم تو اجنبی (معلوم ہوتے) ہو (دیکھئے شہر والے تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں، کیوں کہ یہ اجنبی لوگوں کو پریشان کیا کرتے ہیں) انھوں نے کہا نہیں (ہم نہیں) بلکہ ہم (فرشتے ہیں) آپ کے پاس وہ چیز (یعنی وہ عذاب) لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے اور ہم آپ کے پاس یقینی ہونے والی چیز (یعنی عذاب) لے کر آئے ہیں اور ہم (اس خبر دینے میں) بالکل سچے ہیں، سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر (یہاں سے) چلے جائیے اور آپ سب کے پیچھے ہو لیجئے (تاکہ کوئی رہ نہ جائے یا لوٹ نہ جائے، اور آپ کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے جس کی ممانعت کر دی گئی ہے) اور تم میں سے کوئی پیچھا پھر کر بھی نہ دیکھے (یعنی سب جلدی چلے جائیں) اور جس جگہ (جانے کا) تم کو حکم ہوا ہے اس طرف سب کے سب چلے جاؤ (تفسیر درمنثور میں بحوالہ سدی نقل کیا ہے کہ وہ جگہ ملک شام ہے جس کی طرف ہجرت کرنے کا ان حضرات کو حکم دیا گیا تھا) اور ہم نے (ان فرشتوں کے واسطے سے) لوط کے پاس یہ حکم بھیجا کہ صبح ہوتے ہی بالکل ان کی جڑ کٹ جائے گی (یعنی بالکل ہلاک و برباد ہو جائیں گے، فرشتوں کی یہ گفتگو وقوع کے اعتبار سے اس قصہ کے بعد ہوئی ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے، لیکن اس کو ذکر کرنے میں اس لیے مقدم کر دیا کہ قصہ بیان کرنے سے جو بات مقصود ہے یعنی نافرمانوں پر عذاب اور فرماں برداروں کی نجات و کامیابی وہ پہلے ہی اہتمام کے ساتھ معلوم ہو جائے، اگلا قصہ یہ ہے) اور شہر کے لوگ (یہ خبر سن کر لوط کے یہاں حسین لڑکے آئے ہیں) خوب خوشیاں مناتے ہوئے (اپنی فاسد نیت اور برے ارادہ کے ساتھ لوط کے گھر پہنچے) لوط نے (جواب تک ان کو آدمی اور اپنا مہمان ہی سمجھ رہے تھے ان کے فاسد ارادوں کا احساس کر کے) فرمایا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہیں، (ان کو پریشان کر کے) مجھ کو (عام لوگوں میں) رسوا نہ کرو (کیوں کہ مہمان کی توہین میزبان کی توہین ہوتی ہے، اگر تمھیں ان پردیسیوں پر رحم نہیں آتا تو کم از کم میرا خیال کرو کہ میں تمہاری بستی کا رہنے والا ہوں، اس کے علاوہ جو ارادہ تم کر رہے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا سبب ہے) تم اللہ سے ڈرو اور مجھ کو (ان مہمانوں کی نظر میں) رسوا مت کرو (کہ مہمان یہ سمجھیں

www.toobaaelibrary.com

گے کہ اپنی بستی کے لوگوں میں بھی ان کی کوئی وقعت نہیں) وہ کہنے لگے (کہ یہ رسوائی ہماری طرف سے نہیں آپ نے خود اپنے ہاتھوں خریدی ہے کہ ان کو مہمان بنایا) کیا ہم آپ کو دنیا بھر کے لوگوں (کو اپنا مہمان بنانے) سے (بارہا) منع نہیں کر چکے (نہ آپ ان کو مہمان بناتے نہ اس رسوائی کی نوبت آتی) لوط نے فرمایا کہ (یہ تو بتلاؤ کہ اس بیہودہ حرکت کی کیا ضرورت ہے جس کی وجہ سے ہمیں کسی کو مہمان بنانے کی بھی اجازت نہیں دی جاتی، قضائے شہوت کے طبعی تقاضے کے لیے) یہ میری (بہو) بیٹیاں (جو تمہارے گھروں میں ہیں) موجود ہیں اگر تم میرا کہنا کرو (تو شریفانہ طور پر اپنی عورتوں سے اپنا مطلب پورا کرو، مگر وہ کس کی سنتے تھے) آپ کی جان کی قسم، اپنی مستی میں مدہوش تھے، پس سورج نکلتے نکلتے ان کو سخت آواز نے آدبایا (یہ ترجمہ مشرقین کا ہے) اس سے پہلے جو مصبحین کا لفظ آیا ہے جس کے معنی صبح ہوتے ہوتے کے ہیں، ان دونوں کا اجتماع اس اعتبار سے ممکن ہے کہ صبح سے ابتدا ہوئی اور اشراق تک ختم ہوا) پھر (اس سخت آواز کے بعد) ہم نے ان بستیوں (کی زمین کو الٹ کر ان کا اوپر کا تختہ (تو) نیچے کر دیا (اور نیچے کا تختہ اوپر کر دیا) اور ان لوگوں پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کیے، اس واقعہ میں بہت سے نشانات ہیں اہل بصیرت کے لیے (مثلاً ایک تو یہ کہ برے فعل کا نتیجہ آخر کار برا ہوتا ہے، اگر کچھ دن کی مہلت اور ڈھیل مل جائے تو اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے، دوسرے یہ کہ دائمی اور باقی رہنے والی راحت و عزت صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی اطاعت پر موقوف ہے، تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو انسانی قدرت پر قیاس کر کے فریب میں مبتلا نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں سب کچھ ہے وہ ظاہری اسباب کے خلاف بھی جو چاہے کر سکتا ہے سو غیر فناء۔ اور یہ بستیاں ایک آباد سڑک پر ملتی ہیں (یعنی عرب سے شام کو جاتے ہوئے ان کے آثار معلوم ہوتے ہیں) ان بستیوں میں (بحالت کذائیہ) اہل ایمان کے لیے بڑی عبرت ہے (کہ ان کو دیکھ کر ان مضامین کا استحضار کر لیتا ہے اور جو مومن نہیں وہ اس کو اسباب طبعیہ یا بخت و اتفاق پر محمول کرتا ہے نہ خدا کو قادر سمجھتا ہے نہ گناہوں کو اس کی سزا سمجھتا ہے) اور بن والے (یعنی شعیبؑ کی امت بھی) بڑے ظالم تھے سو ہم نے ان سے (بھی) بدلہ لیا (اور ان کو عذاب سے ہلاک کیا) اور دونوں (قوم کی) بستیاں صاف سڑک پر (واقع) ہیں (اور شام کو جاتے ہوئے راہ میں نظر آتی ہیں)

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۷۲: لَعَمْرُكَ: اللہ تعالیٰ نے کسی پیغمبر یا کسی فرشتے کی حیات پر کبھی قسم نہیں کھائی۔ اس آیت میں صرف پیغمبر کی عمر و حیات کی قسم کھائی ہے جو آپ کا خصوصی اور انتہائی اعزاز و اکرام ہے۔

www.toobaaelibrary.com

کسی انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ غیر اللہ کی قسم کھائے، احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے (ابوداؤد، نسائی عن ابی ہریرہؓ) قسم افضل کی کھائی ہے نہ کہ مفضول کی۔

آیت: ۷۷: جن بستیوں پر عذاب نازل ہوا ان سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ آج کل محکمۂ آثار قدیمہ نے ان مقامات پر کچھ رہائشی عمارتیں ہوٹل وغیرہ بھی بنا دیے ہیں، اور آخرت سے غافل لوگوں نے اسے ایک سیر گاہ بنا لیا ہے قرآن کریم اسی غفلت شعاری پر تنبیہ کے لیے آخرت میں فرمایا: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ.

آیت: ۷۸: اَیکۃ بَن گھنے جنگل کو کہتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ مدین کے پاس ایک بن تھا، بعض کا قول ہے کہ اصحاب اَیکہ اور اصحاب مدین دو الگ قومیں تھیں، ایک کی ہلاکت کے بعد حضرت شعیبؑ دوسری قوم کی طرف مبعوث ہوئے۔

وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَاٰتَیْنٰهُمْ اٰیٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ ۝ وَكَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا اٰمِنِیْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُصْبِحِیْنَ ۝ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَقُلْ اِنِّیْۤ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ۝ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور حجر (بکسر حاء) والوں نے (بھی) پیغمبروں کو جھوٹا بتلایا (کیوں کہ جب صالحؑ کو جھوٹا کہا اور سب پیغمبروں کا اصل دین ایک ہی ہے تو گویا سب کو جھوٹا بتلایا) اور ہم نے ان کو اپنی (طرف سے) نشانیاں دیں (جس سے اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت صالحؑ کی نبوت ثابت ہوتی تھی مثلاً دلائل توحید اور ناقہ، کہ معجزہ کہ صالحؑ کا تھا) سو وہ لوگ ان (نشانیوں) سے روگردانی (ہی) کرتے رہے اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے تھے کہ (ان میں سب آفات سے) امن میں رہیں سو ان کو صبح کے وقت (خواہ اوّل ہی صبح میں

www.toobaaelibrary.com

یا دن چڑھے علی الاحتمالین) آواز سخت نے آ پکڑا سوان کے (دنیوی) سو ان کے کچھ بھی کام نہ آئے (ان
ہی مستحکم گھروں میں عذاب سے کام تمام ہو گیا، اس آفت سے ان کے گھروں نے نہ بچایا، بلکہ اس آفت کا
ان کو احتمال بھی نہ تھا، اور اگر ہوتا بھی تو کیا کرتے۔ اور (اے محمد آپ ان لوگوں کے عناد و خلاف سے غم نہ
کیجئے کیوں کہ اس کا ایک روز فیصلہ ہونے والا ہے، اور وہ روز قیامت ہے، جس کی آمد کے متعلق ہم آپ
سے تذکرہ کرتے ہیں) ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور ان کے درمیانی چیزوں کو بغیر مصلحت کے پیدا نہیں
کیا (بلکہ اس مصلحت سے پیدا کیا کہ ان کو دیکھ کر صانع عالم کے وجود اور وحدت و عظمت پر استدلال کر کے
اس کے احکام کی اطاعت کریں، اور بعد اقامت اس حجت کے جو ایسا نہ کرے وہ معذب ہو) اور (دنیا میں
پورا عذاب ہوتا نہیں تو اور کہیں ہونا چاہیے اس کے لیے قیامت مقرر ہے پس) ضرور قیامت آنے والی ہے
(وہاں سب کو بھگتا یا جائے گا) سو آپ (کچھ غم نہ کیجئے بلکہ) خوبی کے ساتھ (ان کی شرارتوں سے)
درگذر کیجئے (درگذر کا مطلب یہ ہے کہ اس غم میں نہ پڑیئے اس کا خیال نہ کیجئے اور خوبی یہ کہ شکوہ و شکایت
بھی نہ کیجئے کیوں کہ) بلاشبہ آپ کا رب (چوں کہ) بڑا خالق (ہے اس سے ثابت ہوا کہ) بڑا عالم
(بھی) ہے (سب کا حال اس کو معلوم ہے آپ کے صبر کا بھی ان کی شرارت کا بھی، اس لیے ان سے پورا
پورا بدلہ لے لے گا) اور (آپ ان کے معاملہ کو نہ دیکھئے کہ موجب غم ہوتا ہے، ہمارا معاملہ اپنے ساتھ
دیکھئے کہ ہماری طرف سے آپ کے ساتھ کس قدر لطف و عنایت ہے چناں چہ) ہم نے آپ کو (ایک بڑی
بھاری نعمت یعنی) سات آیتیں دیں جو (نماز میں) مکرر پڑھی جاتی ہیں اور وہ (بوجہ جامع مضامین عظیمہ
ہونے کے اس قابل ہے کہ اس کے دینے کو یوں کہا جاوے کہ) قرآن عظیم دیا (مراد اس سے سورۂ فاتحہ
ہے جس کی عظمت کی وجہ سے اس کا نام ام القرآن بھی ہے پس اس نعمت اور منعم کی طرف نگاہ رکھئے کہ
آپ کا قلب مسرور و مطمئن ہو، ان لوگوں کے عناد و خلاف کی طرف التفات نہ کیجئے اور) آپ اپنی آنکھ
اٹھا کر بھی اس چیز کو نہ دیکھئے (نہ بلحاظ افسوس نہ بلحاظ نارضگی) جو کہ ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو (مثلاً
یہود و نصاریٰ مجوس اور مشرکین کو) برتنے کے لیے دے رکھی ہے (اور بہت جلد ان سے جدا ہو جائے گی)
اور ان (کی حالت کفر) پر (کچھ) غم نہ کیجئے (بلحاظ نارضگی نظر کرنے سے یہ مراد ہے کہ چوں کہ وہ
دشمن خدا ہیں اس لیے بوجہ بغض فی اللہ غصہ آئے کہ ایسی نعمتیں ان کے پاس نہ ہوتیں، اس کے جواب کی
طرف مَتَّعْنَا میں اشارہ ہے کہ یہ کوئی بڑی بھاری دولت نہیں کہ ان مبغوضین کے پاس نہ ہوتیں، یہ تو متاع
فانی ہے، بہت جلد جاتا رہے گا، اور بہ لحاظ افسوس نظر کرنے کا مطلب یہ ہوگا.... کہ افسوس یہ چیزیں ان کو

www.toobaaelibrary.com

ایمان سے مانع ہو رہی ہیں، اگر یہ نہ ہوں تو غالباً ایمان لے آئیں، اس کا جواب لَا تَحْزَنْ میں ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ان کی طینت میں حد درجہ عناد ہے، ان سے کسی طرح توقع نہیں، اور حزن ہوتا ہے خلاف توقع پر جب توقع نہیں تو پھر حزن بے وجہ ہے اور بہ لحاظ حرص نظر کرنے کا تو آپ سے احتمال ہی نہیں، غرض یہ کہ آپ کسی بھی طرح ان کفار کے فکر و غم میں نہ پڑئے) اور مسلمانوں پر شفقت رکھئے (یعنی فکر مصلحت اور شفقت کے لیے مسلمان کافی ہیں کہ ان کو اس سے نفع بھی ہے) اور (کافروں کے لیے چوں کہ فکر مصلحت کا کوئی نتیجہ نہیں، اس لیے ان کی طرف توجہ بھی نہ کیجئے، البتہ تبلیغ جو آپ کا فرض منصبی ہے اس کو ادا کرتے رہئے، اور اتنا) کہہ دیجئے کہ میں کھلم کھلا (تم کو خدا کے عذاب سے) ڈرانے والا ہوں (اور خدا کی طرف سے تم کو یہ مضمون پہنچاتا ہوں کہ وہ عذاب جس سے ہمارا نبی ڈراتا ہے ہم تم پر کسی وقت ضرور نازل کریں گے) جیسا کہ ہم نے (وہ عذاب) ان لوگوں پر (مختلف اوقات گذشتہ میں) نازل کیا ہے جنھوں نے (احکام الٰہی کے) حصے کر رکھے تھے، یعنی آسمانی کتاب کے مختلف اجزاء قرار دیے تھے (ان میں جو مرضی کے موافق ہوا مان لیا جو مرضی کے خلاف ہوا اس سے انکار کر دیا، مراد اس سے سابق یہود و نصاریٰ ہیں جن پر مخالفت انبیاء علیہم السلام کی وجہ سے عذابوں کا ہونا مثل مسخ بصورت بندر و خنزیر قید قتل اور ذلت مشہور و معروف تھا، مطلب یہ کہ عذاب کا نازل ہونا امر بعید نہیں، پہلے ہو چکا ہے اگر تم پر بھی ہو جائے تو تعجب کی کونسی بات ہے، خواہ وہ عذاب دنیا میں ہو یا آخرت میں اور جب تقریر مذکور سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جس طرح پچھلے لوگ مخالفت انبیاء کی وجہ سے عذاب کے مستحق تھے، اسی طرح موجودہ لوگ بھی مستحق عذاب ہو گئے ہیں) سو (اے محمدؐ ہم کو) آپ کے پروردگار کی (یعنی اپنی) قسم ہم ان سب (اگلوں اور پچھلوں) سے ان کے اعمال کی (قیامت کے روز) ضرور باز پرس کریں گے (پھر ہر ایک کو اس کے مناسب سزا دیں گے) غرض (حاصل کلام یہ ہے کہ) آپؐ کو جس بات (کے پہنچانے) کا حکم کیا گیا ہے اس کو (تو) صاف صاف سنا دیجئے اور (اگر یہ نہ مانیں تو) ان مشرکوں (کے نہ ماننے) کی (مطلق) پروا نہ کیجئے (یعنی غم نہ کیجئے، جیسا اوپر آیا ہے لَا تَحْزَنْ اور نہ طبعی طور پر خوف کیجئے کہ یہ مخالف بہت سے ہیں کیوں کہ) یہ لوگ (جو آپؐ کے اور خدا کے مخالف ہیں جس پر آپؐ پر تو ہنستے ہیں (اور) اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا معبود قرار دیتے ہیں ان (کے شر و ایذاء) سے آپ (کو محفوظ رکھنے) کے لیے (اور ان سے بدلہ لینے کے لیے) ہم کافی ہیں، سو ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے (کہ استہزاء اور شرک کا کیا انجام ہوتا ہے، غرض جب ہم کافی ہیں پھر کاہے کا خوف ہے) اور واقعی ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ جو (کفر و استہزاء

www.toobaaelibrary.com

کی) باتیں کرتے ہیں اس سے آپ تنگ دل ہوتے ہیں (کہ یہ طبعی بات ہے) سو (اس کا علاج یہ ہے کہ) آپ اپنے پروردگار کی تسبیح وتحمید کرتے رہئے اور نمازیں پڑھنے والوں میں رہئے، اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہئے یہاں تک کہ (اسی حالت میں) آپ کو موت آجائے (یعنی مرتے دم تک ذکر وعبادت میں مشغول رہئے، کیوں کہ ذکر اللہ اور عبادت میں آخرت کے اجر وثواب کے علاوہ یہ خاصیت بھی ہے کہ دنیا میں جب انسان اس طرف لگ جاتا ہے تو دنیا کے رنج وغم اور تکلیف ومصیبت ہلکی ہو جاتی ہے۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۸۰: حجر ایک وادی ہے جو حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے اس میں قوم ثمود آباد تھی۔ آیت: ۸۷: سورۂ فاتحہ (سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ) پورے قرآن کا متن اور خلاصہ ہے، قرآن عظیم اسے فرمایا کیوں کہ اصول قرآن سب اس میں سموئے ہوئے ہیں۔

آیت: ۹۲: صحابہ کرام نے پیغمبرؐ سے سوال کیا کہ یہ سوال کس معاملے کے متعلق ہوگا؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: قول لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے متعلق، تفسیر قرطبی میں اس کے بعد فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک اس سے مراد اس عہد کو عملی طور پر پورا کرنا ہے جس کی علامت کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ ہے، محض زبانی قول مقصود نہیں، ایمان نام ہے اس یقین کا جو قلب میں ڈال دیا گیا ہو، اور اعمال نے اس کی تصدیق کی ہو۔

آیت: ۹۴: اس آیت کے نزول سے پہلے آپؐ اور صحابہ کرام چھپ چھپ کر عبادت کیا کرتے تھے مگر اس آیت کے بعد بے فکری کے ساتھ اعلان اور اظہار کے ذریعہ تلاوت وعبادت اور تبلیغ کا کام شروع ہوا، کیوں کہ آیت: ۹۵: میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی ایذا رسانی سے محفوظ رکھنے کی خود ذمہ داری لے لی۔ آیت: ۹۵: میں اَلْمُسْتَهْزِئِيْنَ ایسے لوگوں کے پانچ سرغنہ اور لیڈر تھے عاص بن وائل، اسود ابن المطلب، اسود بن عبد یغوث، ولید بن مغیرہ، حارث بن طلطلہ یہ پانچوں معجزانہ طور پر ایک ہی وقت میں حضرت جبرئیل کے اشارے سے ہلاک کئے گئے۔

اگر کسی مقام پر حق بات علی الاعلان کہنے میں نقصان وتکلیف کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں خفیہ طور پر یہ کام کرنا حق اور درست ہے۔ آیت: ۹۷، ۹۸: دشمنوں کے ایذا رسانی کا علاج اللہ تعالیٰ کی تسبیح وعبادت میں مشغول ہو جانا ہے۔

* * *

www.toobaaelibrary.com

سورۂ نحل مکیۃ (۱۲۸)
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَتٰۤی اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ ۝ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِیْهَا دِفْٓءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰی بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ وَالْخَیْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِیْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِیْنَةً ؕ وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَی اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اس سورۃ کا نام سورۂ نحل اس مناسبت سے رکھا گیا ہے کہ اس میں نحل یعنی شہد کی مکھیوں کا ذکر قدرت کی عجیب وغریب صنعت کے بیان کے سلسلے میں ہوا ہے، اس کا دوسرا نام سورۂ نعم بھی ہے (قرطبی) نعم بکسر نون نعمت کی جمع ہے اس لیے کہ اس سورۃ میں خاص طور پر اللہ جل شانہ کی عظیم نعمتوں کا ذکر ہے۔ خدا تعالیٰ کا حکم (یعنی سزائے کفر کا وقت قریب) آپہنچا سو تم اس میں (منکرانہ) جلدی مت مچاؤ (بلکہ توحید اختیار کرو اور اس کی حقیقت سنو کہ) وہ لوگوں کے شرک سے پاک اور برتر ہے وہ اللہ تعالیٰ فرشتوں (کی جنس یعنی جبرئیل) کو وحی یعنی اپنا حکم دے کر اپنے بندوں میں جس پر چاہیں (یعنی انبیاء پر) نازل فرماتے ہیں (اور وہ حکم) یہ (ہے) کہ لوگوں کو خبردار کردو کہ میرے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو مجھ سے ہی ڈرتے رہو (یعنی میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ ورنہ سزا ہوگی)۔ (اللہ تعالیٰ نے) آسمانوں کو اور زمین کو حکمت سے بنایا وہ ان کے شرک سے پاک ہے (اور) انسان کو نطفہ سے بنایا پھر وہ اچانک کھلم کھلا (خدا ہی کی ذات وصفات میں) جھگڑنے لگا یعنی بعض ایسے بھی ہوئے، مطلب یہ ہے کہ ہماری یہ نعمتیں اور انسان کی طرف سے ناشکری اور اسی نے چوپایوں کو بنایا، ان میں تمہارے جاڑے کا بھی سامان ہے (جانوروں کے بالوں اور کھال سے انسان کے پوستین اور کپڑے بنتے ہیں) اور بھی بہت سے فائدہ ہیں (دودھ، سواری، باربرداری وغیرہ) اور ان میں (جو کھانے کے قابل ہیں ان کو) کھاتے بھی ہو اور ان کی وجہ سے تمہاری رونق بھی ہے جب کہ شام کے وقت (جنگل سے گھر) لاتے ہو اور جب کہ صبح

www.toobaaelibrary.com

کے وقت (گھر سے جنگل کو) چھوڑ دیتے ہو اور وہ تمہارے بوجھ بھی (لاد کر) ایسے شہر کو لے جاتے ہیں جہاں تم بدون جان کو تکل میں ڈالے ہوئے نہیں پہنچ سکتے، واقعی تمہارا رب بڑی شفقت و رحمت والا ہے (کہ تمہارے آرام کے لیے کیا کیا سامان پیدا کیے) اور گھوڑے اور خچر اور گدھے بھی پیدا کیے تاکہ ان پر سوار ہو اور نیز زینت کے لیے بھی، اور وہ ایسی ایسی چیزیں (تمہاری سواری وغیرہ کے لیے) بناتا ہے جن کی تم کو خبر بھی نہیں۔ اور (دلائل مذکورۂ سابقہ ولاحقہ سے جو) سیدھا رستہ (دین کا ثابت ہوتا ہے وہ خاص) اللہ تک پہنچتا ہے اور بعضے رستے (جو کہ دین کے خلاف ہیں) ٹیڑھے بھی ہیں (کہ ان سے اللہ تک رسائی ممکن نہیں، پس بعض تو سیدھے رستے پر چلتے ہیں اور بعضے ٹیڑھے پر) اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو (منزل) مقصود تک پہنچا دیتا (مگر وہ اسی کو پہنچاتے ہیں جو صراط مستقیم کا طالب بھی ہو وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا، اس لیے تم کو چاہئے کہ دلائل میں غور کرو اور ان سے حق کو طلب کرو کہ تم کو منزل مقصود تک رسائی عطا ہو)

تلخیص معارف ومسائل

اس سورت کو بغیر کسی خاص تمہید کے ایک وعید شدید اور ہیبت ناک عنوان سے دعوت توحید دی گئی ہے وجہ یہ ہے کہ مشرکین کا یہ کہنا تھا کہ یہ ہمیں عذاب سے ڈراتے ہیں اور سزا کا وعدہ کرتے ہیں ہمیں تو یہ کبھی بھی ہوتا نظر نہیں آتا، دوسری آیت میں تو دلیل نقلی سے توحید کا اثبات ہے کہ آدم علیہ السلام سے آخر الزماں تک دنیا کے مختلف خطوں اور زمانوں تمام ہی انبیاء ورسل نے یہی عقیدہ توحید پیش کیا ہے سب ایک ہی بات کے قائل ہوں تو فطرتاً انسان یہ بات ماننے پر مجبور ہوتا ہے کہ یہ بات غلط نہیں ہو سکتی ہے۔

لفظ روح سے یہاں وحی، یا ہدایت مراد ہے، اگلی آیتوں میں اسی عقیدہ توحید اور عقلی طور پر حق تعالیٰ کی نعمتیں پیش نظر کر کے ثابت کیا جا رہا ہے۔

آیت:۴: ایک حقیر نطفے سے انسان کو پیدا فرمایا مگر اس ضعیف الخلقت کو گویائی کی قوت عطا ہوئی تو خدا ہی کی ذات وصفات میں جھگڑے نکالنے لگا۔

آیت:۷: آج بھی تمام تر ترقیات اور سواریوں کے باوجود انسان ان جانوروں سے مستغنی نہیں، ہر جگہ یہ سواریاں نہیں پہنچ سکتیں، آخر بھی انھیں کی خدمات حاصل کرنے پر انسان مجبور ہوتا ہے، آخر میں دیگر اقسام کی سواریوں کے متعلق بصیغۂ استقبال فرمایا، وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اس میں وہ تمام نو ایجاد سواری گاڑیاں داخل ہیں جن کا اس وقت نہ وجود تھا نہ تصور، مثلاً ریل موٹر اور ہوائی جہاز

www.toobaaelibrary.com

وغیرہ کیوں کہ تخلیق دراصل خالق مطلق ہی کا فعل ہے۔

اگر اس زمانے میں موجودہ سواریوں کا نام لے لیا جاتا تو ذہن کی تشویش کے سوا کچھ نہ ہوتا کیوں کہ ان اشیاء کا اس وقت تصور بھی آسان نہ تھا اور نہ الفاظ اس زمانہ میں مستعمل تھے۔

آیت:۵: میں ان کے فوائد میں ایک اہم فائدہ ان کے کھانے کا ذکر فرمایا۔ آیت:۸: میں سواری کا فائدہ ذکر کرنے کے بعد ان کے کھانے کا ذکر نہیں کیوں کہ ان کا کھانا حرام ہے گھوڑے کے بارے میں اختلاف ہے مگر امام صاحبؒ نے تعارض دلائل کی وجہ سے اس کے کھانے کو مکروہ قرار دیا۔ (احکام القرآن جصاص)

ان آیات سے جمال اور زینت کا جواز معلوم ہوتا ہے ہاں تفاخر اور تکبر حرام ہیں تفاخر میں خود کو اس نعمت کا مستحق سمجھنا ہوتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھنا ہوتا ہے (بیان القرآن)

آیت:۹: حکمت و مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ جبر نہ کیا جائے دونوں راستے سامنے کر دیے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَعَلٰمٰتٍ ۭ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـــًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

وہ (اللہ) ایسا ہے جس نے تمہارے (فائدہ کے) واسطے آسمان سے پانی برسایا جس سے تم کو پینے کو ملتا ہے اور جس (کے سبب) سے درخت (پیدا ہوتے) ہیں، جن میں تم (اپنے مویشی کو) چرنے چھوڑ دیتے ہو (اور) اس (پانی) سے تمہارے (فائدے کے) لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور اور ہر قسم کے پھل (زمین سے)

www.toobaaelibrary.com

اُگاتا ہے، بیشک اس (مذکور) میں سوچنے والوں کے لیے (توحید کی) دلیل (موجود) ہے اور اس (اللہ) نے تمہارے (فائدہ کے) لیے رات اور دن اور سورج اور چاند کو (اپنا) مسخر (قدرت) بنایا اور (اسی طرح اور) ستارے (بھی) اس کے حکم سے مسخر (قدرت) ہیں بیشک اس (مذکور) میں (بھی) عقلمند لوگوں کے لیے (توحید کی) چند دلیلیں (موجود) ہیں اور (اسی طرح) ان چیزوں کو بھی مسخر (قدرت) بنایا جن کو تمہارے (فائدہ کے لیے) اس طور پر پیدا کیا ہے کہ ان کے اقسام (یعنی اجناس وانواع واصناف) مختلف ہیں (اس میں تمام حیوانات ونباتات وجمادات، مفردات ومرکبات داخل ہو گئے) بیشک اس (مذکور) میں (بھی) سمجھ دار لوگوں کے لیے (توحید کی) دلیل (موجود) ہے اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ اس نے دریا کو (بھی) مسخر (قدرت) بنایا کہ اس میں سے تازہ تازہ گوشت (مچھلی نکال نکال کر) کھاؤ اور (تاکہ) اس میں سے (موتیوں کا) گہنا نکالو جس کو تم (مرد وعورت سب) پہنتے ہو اور (اے مخاطب اس دریا کا ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ) تو کشتیوں کو (خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی جیسے بڑے جہاز تو ان کو) دیکھتا ہے کہ اس (دریا) میں (اس کا) پانی چیرتی ہوئی چلی جارہی ہیں اور (نیز اس لیے دریا کو مسخر قدرت بنایا) تاکہ تم (اس میں مال تجارت لے کر سفر کرو اور اس کے ذریعہ سے) خدا کی روزی تلاش کرو اور تاکہ (ان سب فائدوں کو دیکھ کر (اس کا) شکر (ادا) کرو اور اس نے زمین میں پہاڑ رکھ دیے تاکہ وہ (زمین تم کو لے کر) ڈگمگانے (اور ہلنے) نہ لگے اور اس نے (چھوٹی چھوٹی) نہریں اور راستے بنائے تاکہ (ان راستوں کے ذریعہ سے اپنے) منزل مقصود تک پہنچ سکو اور (ان رستوں کی پہچان کے لیے) بہت سی نشانیاں بنائیں (جیسے پہاڑ، درخت، تعمیرات وغیرہ جن سے رستہ پہچانا جاتا ہے ورنہ اگر تمام زمین کی سطح یکساں حالت پر ہوتی تو راستہ ہرگز نہ پہچانا جاتا) اور ستاروں سے بھی لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں (چنانچہ ظاہر ومعلوم ہے)۔ سو (جب اللہ تعالیٰ کا خالق اشیاء مذکورہ ہونا اور اس میں اس کا منفرد ہونا ثابت ہو چکا تو) کیا جو شخص پیدا کرتا ہو (یعنی اللہ تعالیٰ) وہ اس جیسا ہو جاوے گا جو پیدا نہیں کر سکتا (کہ تم دونوں کو معبود سمجھنے لگے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی اہانت ہے کہ اس کو بتوں کے برابر کر دیا) پھر کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے اور (اللہ تعالیٰ کی (ان) نعمتوں کو گننے لگو تو (کبھی) نہ گن سکو (مگر مشرکین شکر اور قدر نہیں کرتے اور یہ جرم اتنا عظیم تھا کہ نہ معاف کرانے سے معاف ہوتا اور نہ اصرار پر آ کے کو یہ نعمتیں ملتیں لیکن، واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں (کہ کوئی شرک سے توبہ کرے تو مغفرت ہو جاتی ہے اور نہ کرے جب بھی تمام نعمتیں حیات تک

www.toobaaelibrary.com

منقطع نہیں ہوتیں) اور (ہاں نعمتوں کے فائض ہونے سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ کبھی سزا نہ ہوگی، بلکہ آخرت میں سزا ہوگی کیوں کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے پوشیدہ اور ظاہری احوال سب جانتے ہیں (پس ان کے موافق سزا دیں گے یہ تو حق تعالیٰ کے خالق اور منعم ہونے کا بیان تھا) اور جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی مخلوق ہیں (اور اوپر قاعدہ کلیہ ثابت ہو چکا ہے کہ غیر خالق اور خالق مساوی نہیں، پس یہ معبودین کیسے مستحق عبادت ہو سکتے ہیں اور) وہ (معبودین) مردے (بے جان) ہیں (خواہ دواماً جیسے بت یا فی الحال جیسے وہ لوگ جو مر چکے ہیں یا فی المآل جو مریں گے مثلاً جن اور عیسیٰ علیہ السلام وغیرہم) زندہ رہنے والے) نہیں (پس خالق تو کیا ہوتے) اور ان (معبودین) کو (اتنی بھی) خبر نہیں کہ (قیامت میں) مردے کب اٹھائے جائیں گے (یعنی بعض کو تو علم ہی نہیں اور بعض کو تعیین معلوم نہیں، اور معبود کے لیے علم تو محیط چاہیے، خصوصاً قیامت کا کہ اس پر جزا ہوگی عبادت وعدم عبادت کی تو اس کا علم تو معبود کے لیے بہت ہی مناسب ہے، پس خدا کے برابر تو علم میں کیا ہوں گے)

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۱۰: شجر، یہاں شجر سے مطلق زمین سے اگنے والے پیڑ پودے مراد ہیں کیوں کہ آگے جانوروں کے چرانے کا ذکر ہے۔

آیت:۱۱: یَتَفَکَّرُوْنَ کیوں کہ کھیتی باڑی، درخت پھل پھول وغیرہ کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفت وحکمت کے ساتھ کسی قدر غور وفکر کا طالب ہے لیل ونہار کا ایاب وذہاب آسمان وزمین کا تسخیری عمل، یہ بحر محیط، سمندر اور اس کے اندر کی مخلوقات "لحماً طریا" مچھلی کا تازہ گوشت یعنی ذبح کرنے کی ضرورت نہیں، بنا بنایا گوشت، سمندروں کے اندر سے موتی، مونگا جواہرات، عورتوں کا زیور پہننا دراصل مردوں ہی کے مفاد کے لیے ہیں، اس لیے بصیغۂ تذکیر فرمایا پھر یہ انگوٹھی وغیرہ مرد بھی استعمال کرتے ہیں دریا کو ممالک بعیدہ کے سفر کا راستہ بنایا ہے، تجارت کے لیے دریائی راستہ زیادہ منافع بخش ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اپنی حکمتوں کے ماتحت ٹھوس اور متوازن اجزاء سے نہیں بنایا، اسی لیے اس کے اندر ایک اضطرابی حرکت ہوتی ہے "اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ" اس لیے اس پر پہاڑوں کا وزن رکھ دیا تاکہ اضطرابی حرکت نہ کر سکے، مسافروں کی قطع مسافت کے لیے وَعَلٰمٰتٍ فرمایا تاکہ راستہ نہ بھٹکے، ستاروں کی تخلیق کا ایک فائدہ یہ بھی بتلایا کہ ان سے راستے کی پہچان بھی ہوتی ہے، جس کی یہ

www.toobaaelibrary.com

سب صفات ہوں وہی ہے اس لائق کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے، ان بتوں کے مانند تم نے سمجھ لیا ہے جو یہ سب کچھ نہیں کر سکتے تم ان کی پوجا کرتے ہو اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

الٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاۗقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوْا خَيْرًا ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ۭ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ ۭ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَاۗؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَي الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰي هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ۝ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر (اس تقریر سے ثابت ہوا کہ) تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے تو (اس ایضاح حق پر بھی) جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے (اور اسی لیے ان کو ڈر نہیں کہ توحید کو قبول کریں معلوم ہوا کہ) انکے دل (ہی ایسے ناقابل ہیں کہ معقول بات کے) منکر ہو رہے ہیں اور معلوم ہوا کہ وہ قبول حق سے تکبر کرتے ہیں (اور) ضروری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے احوال پوشیدہ وظاہر جانتے ہیں (اور یہ بھی) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے (پس جب ان کا تکبر معلوم ہے تو ان کو بھی ناپسند کریں گے اور سزا دیں گے) اور جب ان سے کہا جاتا ہے (یعنی کوئی ناواقف شخص تحقیق کے لیے یا کوئی واقف شخص امتحان کے لیے ان سے پوچھتا ہے) کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے (یعنی قرآن جس کو رسول اللہ اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا فرماتے ہیں آیا یہ صحیح ہے) تو کہتے ہیں کہ (صاحب وہ رب کا نازل کیا ہوا کہاں ہے) وہ تو محض بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے (منقول) چلی آرہی ہیں، (یعنی اہل ملل پہلے سے توحید ونبوت ومعاد کے مدعی ہوتے آئے ہیں ان ہی سے یہ بھی نقل کرنے لگے باقی یہ دعوے خدا کے دیئے ہوئے نہیں) نتیجہ اس (کہنے) کا یہ ہوگا کہ ان لوگوں کو قیامت کے دن اپنے گناہوں کا پورا بوجھ اور جن کو یہ لوگ بے علمی سے گمراہ کر رہے تھے ان کے گناہوں کا بھی کچھ بوجھ اپنے اوپر اٹھانا پڑے گا (گمراہ کرنے سے مراد یہی کہنا ہے اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کا، کیوں کہ اس سے دوسرے آدمی کا اعتقاد خراب ہوتا ہے، اور جو شخص کسی کو گمراہ کیا کرتا ہے اس گمراہ کو تو گمراہی کا گناہ ہوتا ہے اور اس گمراہ کرنے والے کو اس کی گمراہی کے سبب بن جانے کا، اس حصہ تشبیہ کو کچھ بوجھ فرمایا گیا، اور اپنے گناہ کا کامل طور پر اٹھانا ظاہر ہے) خوب یاد رکھو کہ جس گناہ کو یہ اپنے اوپر لاد رہے ہیں وہ بڑا بوجھ ہے (اور انھوں نے جو گمراہ کرنے کی یہ تدبیر نکالی ہے کہ دوسروں کو ایسی باتیں کر کے بہکاتے ہیں، سو یہ تدبیریں حق کے مقابلہ میں نہ چلیں گی، بلکہ خود انہی کا وبال ونکال عود کرے گا، چناں چہ) جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انھوں نے (انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ اور مخالفت میں) بڑی بڑی تدبیریں کیں، سو اللہ تعالیٰ نے ان (کی تدبیروں) کا بنا بنایا گھر جڑ بنیاد سے ڈھا دیا پھر (وہ ایسے ناکام ہوئے جیسے گویا) اوپر سے ان پر (اس گھر کی) چھت آپڑی (ہو یعنی جس طرح چھت آپڑنے سے سب دب کر رہ جاتے ہیں اسی طرح وہ لوگ بالکل خائب وخاسر ہوئے) اور (علاوہ ناکامی کے) ان پر (خدا کا) عذاب ایسی طرح آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا (کیوں کہ توقع تو اس تدبیر میں کامیابی کی تھی

www.toobaaelibrary.com

خلاف توقع ان پر ناکامی سے بڑھ کر عذاب آ گیا جو کوسوں بھی ان کے ذہن میں نہ تھا، کفار سابقین پر عذابوں کا آنا معلوم و معروف ہے، یہ حالت تو ان کی دنیا میں ہوئی) پھر قیامت کے دن (ان کے واسطے یہ ہوگا کہ) اللہ تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور (اس میں سے ایک رسوائی یہ ہوگی کہ ان سے) یہ کہے گا کہ (تم نے جو) میرے شریک (بنا رکھے تھے) جن کے بارے میں تم (انبیاء و اہل ایمان سے) لڑائی جھگڑا کرتے تھے (وہ اب) کہاں ہیں (اس حالت کو دیکھ کر حق کے) جاننے والے کہیں گے کہ آج پوری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے جن کی جان فرشتوں نے حالت کفر پر قبض کی تھی (یعنی آخر وقت تک کافر رہے شاید ان اہل علم کا قول بیچ میں اس لیے بیان فرمایا ہو کہ کفار کی رسوائی کا عام اور علانیہ ہونا معلوم ہو جائے) پھر کافر لوگ (اپنے شرکاء کے جواب میں) صلح کا پیغام ڈالیں گے (اور کہیں گے) کہ (شرک جو اعلیٰ درجہ کی برائی اور مخالفت حق تعالیٰ کی ہے ہماری کیا مجال تھی کہ ہم اس کے مرتکب ہوتے) ہم تو کوئی برا کام (جس میں ادنیٰ مخالفت بھی حق تعالیٰ کی ہو) نہ کرتے تھے، (اس کو صلح کا مضمون اس لیے کہا گیا کہ دنیا میں شرک کا جو کہ مخالفت عظیمہ ہے بڑے جوش و خروش سے اقرار تھا، کقولہ تعالیٰ: لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكْنَا اور شرک کا اقرار مخالفت کا اقرار تھا، خصوصاً انبیاء علیہم السلام کے ساتھ تو خود صریح مخالفت کے مدعی تھے وہاں اس شرک کے انکار سے مخالفت کا انکار کریں گے اس لیے اس کو صلح فرمایا اور یہ انکار ایسا ہے جیسا دوسری آیت میں ہے: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ حق تعالیٰ ان کے اس قول کو رد فرمائیں گے کہ) کیوں نہیں (بلکہ واقعی تم نے بڑے کام مخالفت کے کیے) بیشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے سو (اچھا) جہنم کے دروازوں میں) سے جہنم میں) داخل ہو جاؤ (اور) اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو غرض (حق سے) تکبر (اور مخالفت اور مقابلہ) کرنے والوں کا وہ برا ٹھکانا ہے (یہ عذاب آخرت کا ذکر ہو گیا، پس حاصل آیات کا یہ ہوا کہ تم نے اپنے سے پہلے کافروں کا حال خسارہ و عذاب دنیا و آخرت کا سن لیا، اسی طرح جو تدبیر و مکر دین حق کے مقابلہ میں تم کر رہے ہو اور خلق کو گمراہ کرنا چاہتے ہو یہی انجام تمہارا ہوگا) اور جو لوگ شرک سے بچتے ہیں ان سے (جو قرآن کے بارے میں) کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز نازل فرمائی ہے وہ کہتے ہیں کہ بڑی خیر (اور برکت کی چیز) نازل فرمائی ہے جن لوگوں نے نیک کام کیے ہیں (جس میں یہ قول مذکور اور تمام اعمال صالحہ آ گئے) ان کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے (وہ بھلائی ثواب کا وعدہ و بشارت ہے) اور عالم آخرت تو (بوجہ اس کے کہ وہاں بچنے والوں کا اچھا گھر ہے وہ گھر

www.toobaaelibrary.com

(کیا ہے) ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ داخل ہوں گے ان باغوں کے (اشجار و عمارات کے) نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جس چیز کو ان کا جی چاہے گا وہاں ان کو ملے گی (اور خاص انھی کی کیا تخصیص ہے جن کا قول اس مقام پر مذکور ہے بلکہ) اسی طرح کا عوض اللہ تعالیٰ سب شرک سے بچنے والوں کو دے گا، جن کی روح فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں وہ (شرک سے) پاک (صاف) ہوتے ہیں (مطلب یہ ہے کہ مرتے دم تک توحید پر قائم رہتے ہیں اور) وہ (فرشتے) کہتے جاتے ہیں السلام علیکم تم (قبض روح کے بعد) جنت میں چلے جانا اپنے اعمال کے سبب یہ لوگ (جو اپنے کفر و عناد و جہالت پر اصرار کر رہے ہیں اور باوجود وضوح دلائل حق کے ایمان نہیں لاتے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف) اسی بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس (موت کے) فرشتے آجائیں یا آپ کے پروردگار کا حکم (یعنی قیامت) آجائے، (یعنی کیا موت کے وقت یا قیامت میں ایمان لائیں گے جب کہ ایمان قبول نہ ہوگا گو اس وقت تمام کفار بوجہ انکشاف حقیقت کے توبہ کریں گے جیسا اصرار کفر پر یہ لوگ کر رہے ہیں) ایسا ہی ان سے پہلے جو لوگ تھے انھوں نے بھی (کفر پر اصرار) کیا تھا اور (اصرار کی بدولت سزایاب ہوئے سو) ان پر اللہ تعالیٰ نے ذرا ظلم نہیں کیا، لیکن وہ آپ ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے (کہ سزا کے کام جان جان کے کرتے تھے) آخر ان کے اعمال بد کی ان کو سزائیں ملیں اور جس عذاب (کی خبر پانے) پر وہ ہنستے تھے ان کو اسی (عذاب نے) آگھیرا (پس ایسا ہی تمہارا حال ہوگا) اور مشرک لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو (بطور رضا کے یہ امر) منظور ہوتا (کہ ہم غیر اللہ کی عبادت نہ کریں جو ہمارے طریقہ کے اصول میں سے ہے اور بعض اشیاء کی تحریم نہ کریں جو ہمارے طریقہ کے فروع میں سے ہے، مطلب یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے موجودہ اصول کے فروع کو ناپسند کرتے) تو خدا کے سوا کسی چیز کی نہ ہم عبادت کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس کے بدون (حکم کے) کسی چیز کو حرام کہہ سکتے (اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارا طریقہ پسند ہے ورنہ ہم کو کیوں کرنے دیتے، اے محمد آپ ان سے مغموم نہ ہوں، کیوں کہ یہ بیہودہ مجادلہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ) جو (کافر) ان سے پہلے ہوئے ہیں ایسی ہی حرکت انھوں نے بھی کی تھی (یعنی بیہودہ مجادلات اپنے پیغمبروں سے کئے تھے) سو پیغمبروں (کا اس سے کیا بگڑا اور وہ جس طریق کی طرف بلاتے ہیں اس کو کیا ضرر پہنچا ان) کے ذمہ تو (احکام کا) صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے (صاف صاف یہ کہ دعویٰ واضح ہو اور دلیل صحیح اس پر قائم ہو اسی طرح آپؐ کے ذمہ بھی یہی کام تھا جو آپ کر رہے ہیں،

www.toobaaelibrary.com

پھر اگر براہِ عناد دعویٰ اور دلیل میں غور نہ کریں تو آپ کی بلا سے) اور (جس طرح ان کا معاملہ آپ کے ساتھ یعنی مجادلہ کوئی نئی بات نہیں اسی طرح آپ کا معاملہ ان کے ساتھ یعنی توحید و دینِ حق کی طرف بلانا کوئی نئی بات نہیں بلکہ اس کی تعلیم بھی قدیم سے چلی آئی ہے چناں چہ) ہم ہر امت میں (اہم سابقہ سے) کوئی نہ کوئی پیغمبر (اس بات کی تعلیم کے لیے) بھیجتے رہے ہیں کہ تم (خاص) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان (کے رستہ) سے (کہ وہ شرک و کفر ہے) بچتے رہو (اس میں اشیاء کی وہ تحریم بھی آ گئی جو مشرکین اپنی رائے سے کیا کرتے تھے، کیوں کہ وہ شعبہ شرک و کفر کا تھا) سو ان میں بعضے وہ ہوئے جن کو اللہ نے ہدایت دی (کہ انھوں نے حق کو قبول کر لیا) اور بعضے ان میں وہ ہوئے جن پر گمراہی کا ثبوت ہو گیا۔ (مطلب یہ کہ کفار اور انبیاء میں یہ معاملہ اسی طرح چلا آ رہا ہے اور ہدایت و اضلال کے متعلق اللہ تعالیٰ کا معاملہ بھی ہمیشہ سے یوں ہی جاری ہے کہ مجادلہ کفار کا بھی قدیم اور تعلیم انبیاء علیہم السلام کی بھی قدیم اور سب کا ہدایت نہ پانا بھی قدیم پھر آپ کو غم کیوں ہو؟ یہاں تک تسلی فرمائی گئی جس میں اخیر کے مضمون میں ان کے شبہ کا اجمالی جواب بھی ہو گیا ہے کہ ایسی باتیں کرنا گمراہی ہے جس کے گمراہی ہونے کی آگے تائید اور جواب کی زیادہ توضیح ہے، یعنی اگر مجادلہ مع الرسل کا گمراہی ہونا تم کو معلوم نہ ہو) تو (اچھا) زمین میں چلو پھرو پھر (آثار سے) دیکھو کہ (پیغمبروں کے) جھٹلانے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا (پس اگر وہ گمراہ نہ تھے تو ان پر عذاب کیوں نازل ہوا، اور واقعات اتفاقیہ ان کو اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ خلافِ عادت ہوئے اور انبیاء علیہم السلام کی پیشین گوئی کے بعد ہوئے اور مومنین اس سے بچے رہے، پھر اس کے عذاب ہونے میں کیا شک ہے اور چوں کہ رسول اللہ کو امت کے کسی فرد کی گمراہی سے بھی سخت صدمہ پہنچتا تھا اس لیے آگے پھر آپ کو خطاب ہے کہ جیسے پہلے بعضے لوگ ہوئے ہیں جن پر گمراہی قائم ہو چکی تھی اسی طرح یہ لوگ بھی ہیں سو) ان کے راہِ راست پر آنے کی اگر آپ کو تمنا ہو تو (کچھ نتیجہ نہیں کیوں کہ) اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو ہدایت نہیں کیا کرتا جس کو (اس شخص کے عناد کے سبب) گمراہ کرتا ہے (البتہ اگر وہ عناد کو چھوڑ دے تو ہدایت کر دیتا ہے، لیکن یہ عناد کو چھوڑیں گے نہیں، اس لیے ان کو ہدایت بھی نہ ہو گی) اور (ضلالت و عذاب کے بارے میں اگر ان کا یہ گمان ہو کہ ہمارے معبود اس حالت میں بھی عذاب سے بچا لیں گے تو وہ سمجھ رکھیں کہ خدا کے مقابلہ میں) ان کا کوئی حمایتی نہ ہو گا (یہاں تک ان کے پہلے شبہ کے جواب کی تقریر تھی، آگے دوسرے شبہ کے متعلق کلام ہے) اور یہ لوگ بڑے زور لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ

www.toobaaelibrary.com

جو مر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا (اور قیامت نہ آئے گی، آگے جواب ہے) کیوں نہیں زندہ کرے گا (یعنی ضرور زندہ کرے گا (اس وعدہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم کر رکھا ہے، لیکن اکثر لوگ (باوجود قیام دلیل صحیح کے اس پر) یقین نہیں لاتے (اور یہ دوبارہ زندہ کرنا (اس لیے ہوگا) تاکہ (دین کے متعلق) جس چیز میں یہ لوگ (دنیا میں) اختلاف کیا کرتے تھے (اور انبیاء کے فیصلہ سے راستہ پر نہ آتے تھے) ان کے روبرو اس (کی حقیقت) کا (بطور معائنہ کے) اظہار کر دے اور تاکہ (اس اظہار حقیقت کے وقت) کافر لوگ (پورا) یقین کر لیں کہ واقعی وہی جھوٹے تھے (اور انبیاء و مومنین سچے تھے، پس قیامت کا آنا یقینی اور عذاب سے فیصلہ ہونا ضروری ہے، یہ جواب ہو گیا ایک بحث اللہ کا اور جوں کہ وہ لوگ قیامت کا اس لیے انکار کرتے تھے کہ مر کر زندہ ہونا ان کے خیال میں کسی کے بس میں نہ تھا، اس لیے آگے اپنی قدرت کاملہ کے اثبات سے ان کے اس شبہ کو دفع فرماتے ہیں کہ ہماری قدرت ایسی عظیم ہے کہ) ہم جس چیز کو (پیدا کرنا) چاہتے ہیں (ہمیں اس میں کچھ محنت مشقت کرنا نہیں پڑتی) بس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا (کافی) ہوتا ہے کہ تو (پیدا) ہو جا بس وہ (موجود) ہو جاتی ہے (تو اتنی بڑی قدرت کاملہ کے روبرو بے جان چیزوں میں دوبارہ جان کا پڑ جانا کونسا دشوار ہے، جیسے پہلی بار ان میں جان ڈال چکے ہیں، اب دونوں شبہوں کا پورا جواب ہو چکا، وللہ الحمد)

تلخیص معارف و مسائل

کفار و مشرکین کے طرف سے بیہودہ سوالات کا جواب دینے کے بجائے پیغمبر علیہ السلام کی تسلی پر اکتفاء کیا گیا کہ آپ اس سے غمگین نہ ہوں، لوگوں کو طاعت الٰہی پر مجبور نہیں کیا گیا، مقتضائے حکمت یہی درست تھا۔ انھیں ایک قسم کا اختیار دیا گیا اگر اس اختیار کو طاعت میں استعمال کرے تو ثواب اور نافرمانی میں استعمال کرے تو عذاب ہے وعدے اور وعید۔

آیت ۳۶: سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہند و پاک کے علاقوں میں کوئی پیغمبر آئے ہوں، خواہ یہیں کے باشندے ہوں یا اور کسی ملک سے آئے ہوں یا ان کے نائب و مبلغ یہاں پہنچے ہوں۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ

www.toobaaelibrary.com

الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَاۗىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن (مکہ) چھوڑ دیا (اور حبشہ چلے گئے) بعد اس کے کہ ان پر (کفار کی طرف سے) ظلم کیا گیا (کیوں کہ ایسی مجبوری میں وطن چھوڑنا بڑا شاق گذرتا ہے) ہم ان کو دنیا میں ضرور اچھا ٹھکانا دیں گے (یعنی ان کو مدینہ پہنچا کر خوب امن وراحت دیں گے چناں چہ بعد چندے مدینہ میں اللہ تعالیٰ نے پہنچا دیا اور اس کو وطن اصلی قرار دیا گیا، اس لیے اس کو ٹھکانا کہا اور ہر طرح کی وہاں ترقی ہوئی اس لیے حسنہ کہا گیا اور حبشہ کا قیام عارضی تھا اس لیے اس کو ٹھکانا نہیں فرمایا) اور آخرت کا ثواب (اس سے) بدرجہا بڑا ہے، (کہ خیر بھی ہے اور باقی بھی) کاش (اس اجر آخرت کی) ان بے خبر کافروں کو (بھی) خبر ہوتی (اور اس کے حاصل کرنے کی رغبت سے مسلمان ہو جاتے) وہ (مہاجرین ان وعدوں کے اس لیے مستحق ہیں کہ وہ) ایسے ہیں جو (ناگوار واقعات پر) صبر کرتے ہیں (چناں چہ وطن کا چھوڑنا گو ان کو ناگوار ہے، لیکن بدون اس کے دین پر عمل نہیں کر سکتے تھے، دین کے لیے وطن چھوڑا اور صبر کیا) اور (وہ ہر حال میں) اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں (وطن چھوڑنے کے وقت یہ خیال نہیں کرتے کہ کھائیں گے کہاں سے) اور (یہ منکر لوگ جو آپ کی رسالت ونبوت کا اس بنا پر انکار کر رہے ہیں کہ آپ بشر اور انسان ہیں، اور نبی رسول ان کے نزدیک کوئی انسان وبشر نہ ہونا چاہیے، یہ ان کا جاہلانہ خیال ہے، کیوں کہ) ہم نے آپ سے پہلے بھی صرف آدمی ہی رسول بنا کر معجزات اور کتابیں دے کر بھیجے ہیں کہ ان پر وحی بھیجا کرتے تھے (تو اے مکہ والو منکرین) اگر تم کو علم نہیں تو دوسرے اہل علم سے پوچھ دیکھو (ان کو انبیاء سابقین کے حالات کا علم ہوا اور وہ تمہارے خیال میں بھی مسلمانوں کی طرف داری نہ کریں، اور اسی طرح آپ کو بھی رسول بنا کر) آپ پر بھی یہ قرآن اتارا ہے تاکہ جو ہدایات (آپ کے واسطے سے) لوگوں کے پاس بھیجی گئی ہیں وہ ہدایات آپ ان کو واضح کر کے سمجھا دیں اور تاکہ وہ ان میں غور وفکر کیا کریں۔ جو لوگ (دین حق کے باطل کرنے کو (بری بری تدبیریں کرتے ہیں (کہ کہیں اس میں شبہات واعتراض نکالتے ہیں اور حق کا انکار کرتے ہیں کہ ضلال ہے کہیں دوسروں کو روکتے ہیں کہ اضلال ہے) کیا ایسے لوگ (یہ کارروائیاں کفر کی

www.toobaaelibrary.com

کر کے) پھر بھی اس بات سے بے فکر (بیٹھے ہوئے) ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو (ان کے کفر کے وبال میں) زمین میں غرق کر دے یا ان پر ایسے موقع سے عذاب آپڑے جہاں ان کو گمان بھی نہ ہو (جیسے جنگ بدر میں ایسے بے سروسامان مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کو سزا ملی کہ کبھی ان کو اس کا احتمال عقلی بھی نہ ہوتا کہ یہ ہم پر غالب آئیں گے) یا ان کو چلتے پھرتے (کسی آفت میں) پکڑ لے (جیسے کوئی مرض ہی دفعتاً آ کھڑا ہو) سو (اگر ان امور میں سے کوئی امر ہو جائے تو) یہ لوگ خدا کو ہرا (بھی) نہیں سکتے یا ان کو گھماتے گھماتے پکڑے (جیسے قحط دوبار پڑے اور تدریجاً خاتمہ ہو جائے، یعنی نڈر ہونا نہیں چاہیے، خدا کو سب قدرت ہے، مگر مہلت جو دے رکھی ہے) سو (اس کی وجہ یہ ہے کہ) تمہارا رب شفیق مہربان بڑا ہے (اس لیے مہلت دی ہے کہ اب بھی سمجھ جاؤ اور فلاح اور نجات کا طریق اختیار کر لو) کیا (ان) لوگوں نے اللہ کی ان پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھا (اور دیکھ کر توحید پر استدلال نہیں کیا) جن کے سائے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس طور پر جھکتے جاتے ہیں کہ (بالکل) خدا کے (حکم کے) تابع ہیں (یعنی سائے کے اسباب کہ آفتاب کا نورانی ہونا اور سایہ دار جسم کا کثیف ہونا ہے، اور حرکت سایہ کا سبب کہ آفتاب کی حرکت ہے، پھر سایہ کے خواص یہ سب بحکم الٰہی ہے) اور وہ (سایہ دار) چیزیں بھی (اللہ کے روبرو) عاجز (اور تابع حکم) ہیں اور (جس طرح یہ اشیاء مذکورہ جن میں حرکت ارادیہ نہیں جیسا کہ یَتَفَیَّؤُا کی اسناد ظلال کی طرف اس کا قرینہ ہے، کیوں کہ متحرک بالارادہ میں سایہ کی حرکت خود اس متحرک بالارادہ کی حرکت سے ہوتی ہے حکم خدا کے تابع ہیں اسی طرح) اللہ ہی کے مطیع (حکم ہیں) جتنی چیزیں (بالارادہ) چلنے والی آسمانوں میں (جیسے فرشتے) اور زمین میں (جیسے حیوانات) موجود ہیں اور (بالخصوص) فرشتے (بھی) اور وہ (فرشتے باوجود علو مکان و رفعت شان کے اطاعت خداوندی سے) تکبر نہیں کرتے (اور اسی لیے بالخصوص ان کا ذکر کیا گیا باوجودیکہ مَافِی السَّمٰوٰتِ میں داخل تھے) وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جو کہ ان پر بالادست ہے، اور ان کو جو کچھ (خدا کی طرف سے) حکم کیا جاتا ہے وہ اس کو کرتے ہیں۔

تلخیص معارف و مسائل

ہجرت ترک وطن جو اللہ کے لیے کیا جائے، اسلام میں یہ بڑی عبادت ہے "وَالْهِجْرَةُ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا" حدیث میں فرمایا۔ ہجرت سے دنیا میں اچھا ٹھکانا، فرمایا یہ ایک جامع لفظ ہے، ہجرت سے یہاں اصالۃً پہلی ہجرت ہے جو حبشہ کی جانب ہوئی دنیا نے دیکھ لیا کہ مہاجرین کو کیا اچھا ٹھکانا ملا، کیسے کیسے مخوار ہمدرد و جاں نثار ملے، دشمن پر غلبہ اور تھوڑی ہی عرصہ بعد رزق میں کشائش ہوئی اور لفظ ہجرت مہاجرین کے لیے

www.toobaaelibrary.com

عام ہے قیامت تک لوگوں کے لیے جو اللہ کے لیے ہجرت کئے ہوں شامل ہیں۔

مہاجرین کے کچھ اوصاف بھی ہیں، اوّل توفی اللہ کی ہے، دوسرے من بعد ما ظلموا فرمایا تیسرا مصائب پر صبر وثبات قدم ہے، اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا چوتھا ہے تمام مادّی تدابیر کے اہتمام کے ساتھ بھروسہ صرف اللہ پر ہو۔ وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ.

ترک وطن اور ہجرت کی مختلف اقسام واحکام

(۱) دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف جانا، یہ ابتداء سے قیامت تک فرض ہے۔ (۲) دارالبدعت سے نکل جانا، امام مالکؒ کے نزدیک نکلنا ضروری ہے۔ (۳) جس جگہ حرام کا غلبہ ہو وہاں سے نکل جانا (۴) جسمانی اذیتوں سے بچنے کے لیے سفر، یہ سفر جائز ہے، پہلا سفر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا اور دوسرا سفر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا۔ (۵) آب وہوا کی خرابی اور امراض کے خطرہ سے بچنے کے لیے سفر، یہ بھی جائز ہے اور اگر کسی جگہ کوئی وبا طاعون وغیرہ کی پھیلی ہو تو جو لوگ پہلے سے موجود ہوں، وہ وہاں سے نہ بھاگیں۔ اور جو باہر ہیں وہ وہاں نہ جائیں۔ کیوں کہ ان وبائی امراض میں جراثیم متعدی ہوتے ہیں چھٹا سفر اپنے مال کی حفاظت کے لیے یہ بھی جائز ہے اور جو سفر کسی چیز کی طلب وجستجو کے لیے ہو اس کی نو قسمیں ہیں۔

(۱) سفر عبرت یعنی سیاحت، قرآن کریم نے اس سفر کی ترغیب دی ہے۔ (۲) سفر حج (۳) سفر جہاد (۴) سفر معاش (۵) سفر تجارت (۶) سفر طلب علم، بقدر ضرورت فرض عین ورنہ فرض کفایہ (۷) کسی مقام کو مقدس سمجھ کر سفر کرنا یہ صرف مساجد کے لیے درست ہے (۱) مسجد حرام (۲) مسجد نبوی (۳) مسجد اقصیٰ۔ یہ رائے قرطبی اور ابن عطا کی ہے دوسرے علماء نے عام مقامات متبرکہ کی طرف سفر کرنے کو جائز رکھا ہے۔ (۸) اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لیے سفر، احادیث میں اس کی بڑی فضیلت ہے۔ (۹) عزیزوں اور دوستوں سے ملاقات کے لیے سفر یہ بھی باعث اجر وثواب حدیث میں فرمایا ہے۔

آیت ۴۳: فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ یعنی اہم سابقہ کے علماء اخبار جو حافظ اور اخبار امم کے مطلعین ہیں۔

ائمۂ مجتہدین کی تقلید غیر مجتہد پر واجب ہے نہ جاننے والوں پر فرض ہے کہ جاننے والوں کے بتلانے پر عمل کریں اسی کا نام تقلید ہے جو منکر تقلید ہیں وہ بھی اس تقلید کا انکار نہیں کرتے کہ غیر عالم، علماء سے فتویٰ لے کر عمل کریں۔

وہ مسائل واحکام جو قرآن وسنت میں صراحتاً مذکور نہیں یا جن مسائل میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے

www.toobaaelibrary.com

یا جن میں صحابہ و تابعین کے مابین معنی کے تعیین میں اختلاف پیش آیا ہے، یہ مسائل و احکام محل اجتہاد ہو جاتے ہیں، انھیں اصطلاح میں مجتہد فیہ کہا جاتا ہے ایسے مجتہد فیہ مسائل میں عام علماء کو بھی ائمہ مجتہدین میں سے کسی کی تقلید لازم ہے، ان کے خلاف کوئی رائے قائم کرنا خطا ہے، یہی وجہ ہے کہ اکابر علماء محدثین و فقہاء غزالی، رازی، ترمذی طحاوی، مزنی ابن ہمام، ابن قدامہ جیسے ماہرین علوم عربیت و شریعت ہمیشہ ائمہ مجتہدین کی تقلید ہی کے پابند رہے۔

مگر بعد کے دور میں روز بروز علم گھٹتا گیا، اور خدا ترسی کے بجائے اغراض نفسانی غالب آنے لگیں اس لیے متاخرین فقہاء نے یہ ضروری سمجھا کہ عمل کرنے والوں کو کسی ایک ہی امام مجتہد کی تقلید کا پابند کرنا چاہیے۔ یہیں سے تقلید شخصی کا آغاز ہوا، جو درحقیقت ایک انتظامی حکم ہے مزید تفصیلات کے لیے حضرت تھانویؒ کی کتاب "الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد" بطور خاص قابل دید ہے۔

آیت:۴۳: قرآن فہمی کے لیے حدیث رسول ضروری ہے، حدیث کا انکار درحقیقت قرآن کا انکار ہے، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری کی پوری کتاب اللہ کا بیان ہے۔

آیت:۴۷: دنیا کا عذاب انسان کے تنبہ کے لیے مثل ربوبیت کے تقاضے سے ہے، یہ تنبیہات درحقیقت شفقت و محبت ہی کے داعیہ سے ہیں تاکہ غافل انسان متنبہ ہو کر اپنے اعمال کی اصلاح کر لے۔

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــَٔرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۝ يَتَوٰرٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْۗءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور اللہ تعالیٰ نے (تمام مکلفین کو بواسطہ رسل) فرمایا ہے کہ دو (یا زیادہ) معبود مت بناؤ بس ایک... معبود ہی ہے (اور جب یہ بات ہے) تو تم لوگ خاص مجھ ہی سے ڈرا کرو (کیوں کہ جب الوہیت میرے ساتھ خاص ہے تو جو

www.toobaaelibrary.com

جو اس کے لوازم ہیں کمال قدرت وغیرہ وہ بھی میرے ہی ساتھ خاص ہوں گے تو انتقام وغیرہ کا خوف مجھ ہی سے چاہیے اور شرک انتقام کو مستدعی ہے، پس شرک نہ کرنا چاہیے) اور اسی کی (ملک) میں سب چیزیں جو کچھ کہ آسمانوں میں اور زمین میں ہیں، اور لازمی طور پر اطاعت بجالانا اسی کا حق ہے (یعنی وہی اس امر کا مستحق ہے کہ سب اس کی اطاعت بجالاویں جب یہ بات ثابت ہے) تو کیا پھر بھی اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو، (اور ان سے ڈر کر ان کو پوجتے ہو) اور (جیسا ڈرنے کے قابل سوائے خدا کے کوئی نہیں ایسا ہی نعمت دینے والا اور امید کے قابل بجز خدا کے کوئی نہیں چناں چہ) تمہارے پاس جو کچھ (کسی قسم کی) بھی نعمت ہے وہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تم کو (ذرا) تکلیف پہنچتی ہے تو (اس کے رفع ہونے کے لیے اسی (اللہ) سے فریاد کرتے ہو (اور کوئی بت وغیرہ اس وقت یاد نہیں آتا جس سے توحید کا حق ہونا اس وقت تمہارے اقرار حال سے بھی معلوم ہو جاتا ہے لیکن) پھر جب (اللہ تعالیٰ) تم سے اس تکلیف کو ہٹا دیتا ہے تو تم میں کی ایک جماعت (اور وہی بڑی جماعت ہے) اپنے رب کے ساتھ (بدستور سابق) شرک کرنے لگتی ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ہماری دی ہوئی نعمت کی (کہ وہ تکلیف کا رفع کرنا ہے) ناشکری کرتے ہیں (جو کہ عقلاً بھی قبیح ہے) خیر چند روزہ عیش اڑا لو (دیکھو) اب جلدی (مرتے ہی) تم کو خبر ہوئی جاتی ہے (اور ایک جماعت اس لیے کہا گیا کہ بعضے اس حالت کو یاد رکھ کر توحید و ایمان پر قائم ہو جاتے ہیں کقولہ تعالیٰ فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ) اور (من جملہ ان کے شرک کے ایک یہ ہے کہ) یہ لوگ ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے ان (معبودوں) کا حصہ لگاتے ہیں جن کے (معبود ہونے کے) متعلق ان کو کچھ علم (اور ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل وسند) نہیں (جیسا کہ اس کی تفصیل پارۂ ہشتم کے رکوع سوم آیت وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ الخ میں گزری ہے) قسم ہے خدا کی تم سے تمہاری ان افترا پردازیوں کی (قیامت میں) ضرور باز پرس ہوگی (اور ایک شرک ان کا یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں، سبحان اللہ (کیسی مہمل بات ہے) اور (اس پر یہ طرہ کہ) اپنے لیے چاہتی چیز (یعنی بیٹے پسند کرتے ہیں) اور جب ان میں کسی کو بیٹی (پیدا ہونے) کی خبر دی جائے (جس کو اللہ کے لیے تجویز کرتے ہیں) تو (اس قدر ناخوش ہو کہ) سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے، اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے (اور) جس چیز کی خبر دی گئی ہے (یعنی تولد دختر) اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے (اور دل میں اتار چڑھاؤ کرے کہ) آیا اس (مولود جدید) کو ذلت (کی حالت) پر لیے رہے، یا اس کو (زندہ یا مار کر) مٹی میں گاڑ دے،

www.toobaaelibrary.com

خون سن لو ان کی یہ تجویز بہت بری ہے (کہ اوّل تو خدا کے لیے اولاد ثابت کرنا بھی کس قدر بری بات ہے، پھر اولاد بھی وہ جس کو خود اس قدر ذلیل و موجب عار سمجھیں پس) جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کی بری عادت ہے (دنیا میں بھی کہ ایسے جہل میں بھی مبتلا ہیں اور آخرت میں بھی کہ مبتلائے عقوبت و ذلت ہوں گے) اور اللہ تعالیٰ کے لیے تو بڑے اعلیٰ درجہ کے صفات ثابت ہیں (نہ وہ جو کہ یہ مشرکین بکتے ہیں) اور وہ بڑے زبردست ہیں (اگر ان کو دنیا میں شرک کی سزا دینا چاہیں تو کچھ مشکل نہیں، لیکن ساتھ ہی) بڑی حکمت والے (بھی ہیں بمقتضائے حکمت بعد موت تک سزا کو مؤخر فرما دیا ہے)

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۵۸، ۵۹: کفار عرب کی اس سے بڑی جہالت کیا ہوگی کہ جس چیز کو اپنے لیے عذاب و ذلت سمجھتے ہیں اسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں، اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ان کا یہ فیصلہ کس قدر برا ہے۔

مسئلہ: مسلمانوں کو چاہیے کہ لڑکی کی پیدائش پر زیادہ خوشی کا اظہار کریں تاکہ اہل جاہلیت کے فعل پر رد ہو جائے، ایک حدیث میں ہے کہ وہ عورت مبارک ہوتی ہیں جس کے پہلے پیٹ سے (پہلی اولاد) لڑکی پیدا ہو، اور قرآن کی آیت يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ میں تقدم اناث سے اسی افضلیت کی طرف اشارہ ہے۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ۝ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا

www.toobaaelibrary.com

شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۭ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور اگر اللہ تعالیٰ (ظالم) لوگوں پر ان کے ظلم (یعنی شرک وکفر) کے سبب (فی الفور دنیا میں پوری) دارد گیر فرماتے تو سطح زمین پر کوئی (حس و) حرکت کرنے والا نہ چھوڑتے (بلکہ سب کو ہلاک کر دیتے) لیکن (فی الفور دارد گیر نہیں فرماتے بلکہ) ایک میعاد متعین تک مہلت دے رہے ہیں (تاکہ اگر کوئی توبہ کرنا چاہے تو گنجائش ہو) پھر جب ان کا (وہ) وقت معین (نزدیک) آپہنچے گا اس وقت ایک ساعت نہ (اس سے) پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے (بلکہ فوراً سزا ہو جائیگی) اور اللہ تعالیٰ کے لیے وہ امور تجویز کرتے ہیں جن کو خود (اپنے لیے) ناپسند کرتے ہیں (جیسا اوپر آیا ہے وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ) اور (پھر) اس پر اپنی زبان سے جھوٹے دعوے کرتے جاتے ہیں کہ ان کے (یعنی ہمارے) لئے (بر تقدیر وقوع قیامت) ہر طرح کی بھلائی ہے (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بھلائی کہاں سے آئی تھی بلکہ) لازم بات ہے کہ ان کے لیے (قیامت کے دن) دوزخ ہے اور بیشک وہ لوگ (دوزخ میں) سب سے پہلے بھیجے جائیں گے (اے محمدؐ! آپ ان کے کفر و جہالت پر کچھ غم نہ کیجئے، کیونکہ) بخدا آپ (کے زمانہ) سے پہلے جو امتیں ہو گذری ہیں ان کے پاس بھی ہم نے رسول کو بھیجا تھا (جیسا کہ آپ کو ان کے پاس بھیجا ہے سو (جس طرح یہ لوگ اپنی کفریات کو پسند کرتے ہیں اور اس پر قائم ہیں اسی طرح) ان کو بھی شیطان نے ان کے اعمال (کفریہ) مستحسن کر کے دکھلائے پس وہ (شیطان) آج (یعنی دنیا میں) ان کا رفیق ہے (یعنی رفیق تھا کہ ان کو بہکاتا سکھاتا تھا پس دنیا میں تو ان کو یہ خسارہ ہوا) اور (پھر قیامت میں) ان کے واسطے دردناک سزا (مقرر) ہے (غرض یہ لاحقین بھی ان سابقین کی طرح کفر کر رہے ہیں اور انہی کی طرح ان کو سزا بھی ہوگی، آپؐ کیوں غم میں پڑیں) ہم نے آپؐ پر یہ کتاب (جس کا نام قرآن ہے اس واسطے نازل نہیں کی کہ سب کا ہدایت پر لانا آپ کے ذمہ ہوتا کہ بعض کے ہدایت پر نہ آنے سے آپ مغموم ہوں بلکہ) صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور (دین) میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں (مثل توحید و معاد و احکام حلال و حرام) آپؐ (عام) لوگوں پر اس کو ظاہر فرما دیں (یہ فائدہ تو قرآن کا عام ہے اور ایمان والوں کی ہدایت (خاصہ) اور رحمت کی غرض سے

www.toobaaelibrary.com

(نازل فرمایا ہے سو یہ امور بفضلہٖ تعالیٰ حاصل ہیں) اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کیا (یعنی اس کی قوت نامیہ کو بعد اس کے کہ خشک ہو جانے سے کمزور ہو گئی تھی تقویت دی) اس (امر مذکور میں ایسے لوگوں کے لیے (توحید کی اور منعم ہونے کی) بڑی دلیل ہے جو (جی سے ان باتوں کو سنتے ہیں) اور (نیز) تمہارے لیے مویشی میں بھی غور درکار ہے (دیکھو) ان کے پیٹ میں جو گوبر اور خون (کا مادہ) ہے اس کے درمیان میں سے (دودھ کا مادہ کہ ایک حصہ خون کا ہے، بعد ہضم کے جدا کر کے تھن کے مزاج سے ان کا رنگ بدل کر اس کو) صاف اور گلے میں آسانی سے اترنے والا دودھ (ہم تم کو پینے کو دیتے ہیں، اور (نیز) کھجور اور انگوروں (کی حالت میں غور کرنا چاہئے کہ ان) ان کے پھلوں سے لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے کی چیزیں (جیسے خرمائے خشک و کشمش اور شربت اور سرکہ) بناتے ہو بیشک اس میں (بھی توحید اور منعم ہونے کی ان لوگوں کے لیے بڑی دلیل ہے جو عقل (سلیم) رکھتے ہیں، اور (یہ بات بھی غور کے قابل ہے کہ) آپ کے رب نے شہد کی مکھی کے جی میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں میں گھر (یعنی چھتہ) بنا لے اور درختوں میں (بھی) اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں (بھی چھتہ لگا لے چنانچہ ان سب موقعوں پر وہ چھتہ لگاتی ہے) پھر ہر قسم کے (مختلف) پھلوں سے (جو تجھ کو مرغوب ہوں) چوستی پھر (چوس کر چھتہ کی طرح واپس آنے کے لیے اپنے رب کے راستوں میں چل جو (تیرے لیے باعتبار چلنے کے اور یاد رہنے کے) آسان ہیں، (چنانچہ بڑی بڑی دور سے بے راستہ بھولے ہوئے اپنے چھتے کو لوٹ آتی ہے، پھر جب چوس کر اپنے چھتہ کی طرف لوٹتی ہے تو) اس کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے (یعنی شہد) جس کی رنگتیں مختلف ہوتی ہیں کہ اس میں لوگوں (کی بہت سی بیماریوں) کے لیے شفاء ہے اس میں (بھی) ان لوگوں کے لیے (توحید کی اور منعم ہونے کی) بڑی دلیل ہے جو سوچتے ہیں، اور (اپنی حالت بھی سوچنے کے قابل ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے تم کو (اوّل) پیدا کیا پھر (عمر ختم ہونے پر) تمہاری جان قبض کرتا ہے (جن میں بعض تو ہوش و حواس میں چلتے ہاتھ پاؤں اُٹھ جاتے ہیں) اور بعض تم میں وہ ہیں جو ناکارہ عمر تک پہنچائے جاتے ہیں (جن میں نہ قوت جسمانیہ رہے نہ قوت عقلیہ رہے) جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتا ہے (جیسا کہ اکثر ایسے بوڑھوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ابھی ان کو ایک بات بتلائی اور ابھی بھول گئے اور پھر اس کو پوچھ رہے ہیں) بے شک اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی قدرت والے ہیں (علم سے ہر ایک مصلحت جانتے ہیں، اور قدرت سے ویسا ہی

www.toobaaelibrary.com

کر دیتے ہیں، اس لیے حیات و وفات کی حالتیں مختلف کر دی، پس یہ بھی دلیل ہے توحید کی)

تلخیص معارف و مسائل

آیت:۶۶: بُطُوْنِهٖ ضمیر کا مرجع انعام ہے جو جمع مؤنث ہے مگر بُطُوْنِهَا کے بجائے ضمیر مذکر ہے، جب کہ سورۂ مومنون میں "مِمَّا فِیْ بُطُوْنِهَا" ہے۔ قرطبی فرماتے ہیں کہ مومنون میں جمع کے معنی کی رعایت ہے اور نحل میں جمع کے لفظ کی، محاورات عرب میں اس کی بیشمار مثالیں ہیں۔

جانور جو گھاس کھاتا ہے وہ اس کے معدہ میں جمع ہو جاتی ہے معدہ اسے پکاتا ہے اس عمل سے غذا کا فضلہ نیچے بیٹھ جاتا ہے، دودھ اوپر ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر خون پھر قدرت نے یہ جگر کے سپرد کیا ہے کہ ان تینوں کو الگ الگ ان کے مقامات پر تقسیم کر دیتا ہے، خون کو الگ کر کے رگوں کے حوالے اور دودھ کو الگ کر کے تھنوں میں پہنچا دیتا ہے اور اب معدہ میں صرف فضلہ باقی رہ جاتا ہے۔

مسئلہ: لذیذ کھانا کھانا خلاف زہد نہیں ہے (قرطبی) ارشاد رسالت ہے جب دودھ ہو تو یہ دعا پڑھو، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ اس دعا میں اس سے "بہتر" کا سوال اس لیے نہیں ہے کہ غذائے انسانی میں دودھ سے بہتر دوسری کوئی غذا نہیں ہے، اسی لیے قدرت نے ہر انسان و حیوان کی پہلی غذا دودھ ہی بنائی ہے۔

آیت:۶۷: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انسان کو کھجور، اور انگور کے پھل انسان کو دیدیے اب یہ اسے اختیار دیدیا کہ یہ اس بات کا انتخاب (قرطبی) کرے کہ اس سے کیا بنائے، نشہ آور چیز بنا کر عقل کو خراب کرے یا غذا بنا کر قوت حاصل کرے۔

اس سے نشہ آور چیز یعنی شراب کے حلال ہونے پر کوئی استدلال نہ کرے کیوں کہ یہاں عطیات الٰہی کے استعمال کی مختلف صورتوں کا بیان ہے یہاں اس جانب ایک لطیف اشارہ بھی ہے کہ "سکرًا" کے مقابل "رزقًا حسنًا" فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ سکر اچھا رزق نہیں ہے، یہ آیت بالاتفاق مکی ہے اور شراب کی حرمت اس کے بعد مدینہ طیبہ میں ہوئی۔

آیت:۶۸: وَاَوْحٰى یہاں وحی اپنے لغوی معنی میں ہے نہ کہ اصطلاحی یعنی متکلم مخاطب کو کوئی خاص بات مخفی طور پر اس طرح سمجھا دے کہ اسے دوسرا نہ سمجھ سکے۔

"النحل" شہد کی مکھی عقل و فراست اور حسن تدبیر میں تمام حیوانات میں ممتاز ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے امتیازی شان میں خطاب کیا ہے اس ضعیف سے جانور کا نظام زندگی انسانی سیاست

www.toobaaelibrary.com

وحکمرانی کے اصول پر چلتا ہے، اور اس طرح کہ دیکھ کر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

"بُيُوْتًا" اس اہتمام سے مکھیوں کو گھر بنانے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ ان کے گھر عام جانوروں کے گھروں جیسے نہ ہوں گے، سب سے ممتاز ہوں گے ان کے گھر مسدس شکل کے ہوتے ہیں کہ اگر پرکار یا مسطر سے ناپیں تو بال برابر بھی فرق نہ ہے، مربع یا خمس شکلیں اس لیے اختیار نہیں کرتیں کہ ان کے بعض کونے بیکار رہ جاتے ہیں، اور ان کے گھر کے محل وقوع بھی بتا دیے، پہاڑ اور بلندی پر تاکہ تازہ اور چھنی ہوئی ہوا پہنچتی رہے اور گندی ہوا سے بچتا رہے نیز توڑ پھوڑ سے محفوظ رہے۔

"وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ" یعنی جہاں تک ان کی رسائی بآسانی ہو سکے "فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا" یہ تیسری ہدایت ہے چناں چہ دور دراز سے چل کر اپنے گھروں پر آنا آسان بنا دیا ہے بغیر راہ بھٹکے۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر ناتواں مکھی کے لیے فضاء کو مسخر کر دیا اس کے بعد ان احکام کا حقیقی ثمرہ کا ذکر ہے۔ "يَخْرُجُ.."

رنگ اور ذائقہ کا اختلاف غذا اور موسم کے اختلاف سے ہوتا ہے۔

آیت:۶۹: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کاملہ کی دلیل قاطع موجود ہے کہ ایک چھوٹے سے زہریلے جانور کے پیٹ سے کیسا نفع بخش اور لذیذ مشروب نکلتا ہے، زہر میں سے تریاق کی عجیب مثال سبحان اللہ، نیز امراض کے لیے شفا بھی ہے، اطباء دواؤں اور معجونوں میں بطور خاص شہد کو شامل کرتے ہیں، ایک اور خاصیت یہ ہے کہ خود خراب نہیں ہوتا اور دوسری اشیاء کی بھی طویل عرصہ تک حفاظت کرتا ہے اس کے اور بھی متعدد فوائد ہیں۔ "شِفَاءٌ" یہ نکرہ تحت اثبات ہے جس سے ہر مرض کے لیے شفا ہونا تو نہیں معلوم ہوتا مگر تنوین تعظیم کی ہے جس کا معنی یہ ہے کہ شفاء عظیم اور ممتاز نوعیت کی ہے اور بعض اہل دل بندۂ خدا کو تو اسے ہر مرض کے لیے شفا میں شبہ نہیں۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ. اللہ تعالیٰ نے پھر غور و فکر کی دعوت دی ہے کہ قدرت کاملہ کی ان مذکورہ مثالوں کے بعد بھی تم بے جان دیوی دیوتاؤں کو پکارو گے؟

فوائد: شہد کی مکھی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی فضیلت میں حدیث وارد ہوئی ہے ارشاد ہے: اَلنَّحْلُ كُلُّهَا فِي النَّارِ يَجْعَلُهَا عَذَابًا لِأَهْلِ النَّارِ إِلَّا النَّحْلَ (نوادر الاصول بحوالہ قرطبی) نیز اسے مارنے سے ایک حدیث میں منع فرمایا ہے (ابوداؤد)

.....اور اطباء نے شہد کو مکھی کا فضلہ بتلایا ہے اگرچہ اطباء کا اس میں اختلاف بھی ہے، سیدنا

www.toobaaelibrary.com

حضرت علیؓ نے دنیا کی حقارت کی مثال دیتے ہوئے فرمایا: اَشْرَفُ لِبَاسِ بَنِیْ آدَمَ فِیْهِ لِبَاسُ دُوْدَةٍ وَاَشْرَفُ شَرَابِهٖ رَجِیْعُ نَحْلَةٍ یعنی انسان کا بہترین ریشمی لباس اس کائنات کے ایک چھوٹے سے کیڑے کا لعاب ہے اور اس کا نفیس لذت بخش مشروب مکھی کا فضلہ ہے۔

علاج اور دوا کرنے کے جواز پر تمام علماء متفق ہیں۔ اس سلسلے میں بیشمار احادیث کے آثار وارد ہوئے ہیں دوا اور علاج کے خلاف اگر کسی سے کچھ مروی ہے تو اسے اس کا غلبۂ حال کہا جائے گا جسے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔

آیت: ۷۰: اس میں انسان کی اپنی حالت میں غور کرنے کی دعوت دی جا رہی ہے انسان کچھ نہ تھا وجود کی دولت سے نوازا پھر جب چاہا موت بھیج کر وہ نعمت ختم کر دی اور بعض کو تو موت سے پہلے ہی پیرانہ سالی کے ایسے درجہ میں پہنچا دیتے کہ ان کے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہتے۔

مَنْ یُّرَدُّ: یعنی انسان پہلے بھی ضعیف تھا یعنی بچپن کا ابتدائی دور "اَرْذَلِ الْعُمُرِ" پیغمبر علیہ السلام نے اس سے پناہ مانگی ہے ارشاد ہے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ سُوْءِ الْعُمُرِ وَ فِیْ رِوَایَةٍ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ" بعض نے اس کے لیے اسی سال، بعض نے نوے سال، اور حضرت علیؓ سے پچھتر سال کا قول منقول ہے۔ (صحیحین بحوالہ مظہری)

مگر حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھنے والے کی یہ حالت نہیں ہوگی " اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ" یعنی اگر چاہیں تو نوجوان پر ارذل عمر طاری کر دیں، اور چاہیں تو سو سال سے زائد کا معمر انسان بھی طاقتور اور نوجوان رہے۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ عَلٰی مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَهُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِیْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ یُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ یَكْفُرُوْنَ ۝ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ۝ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ یُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ یَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا یَقْدِرُ

www.toobaaelibrary.com

عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (اثبات توحید کے ساتھ شرک کی قباحت ایک باہمی معاملہ کے ضمن میں سنو کہ) اللہ تعالیٰ نے تم میں بعضوں کو بعضوں پر رزق (کے باب) میں فضیلت دی ہے (مثلاً کسی کو غنی اور غلاموں کا مالک بنایا کہ ان کے ہاتھ سے ان غلاموں کو بھی رزق پہنچتا ہے اور کسی کو غلام بنادیا، کہ اس کو مالک ہی کے ہاتھ سے رزق پہنچتا ہے اور کسی کو نہ ایسا غنی بنایا کہ دوسرے غلاموں کو دے نہ غلام بنایا کہ اس کو کسی مالک کے ہاتھ سے پہنچے) رزق میں خاص فضیلت دی گئی ہے (کہ ان کے پاس مال بھی ہے اور غلام بھی ہیں) وہ لوگ اپنے حصہ کا مال اپنے غلاموں کو اس طرح کبھی دینے والے نہیں کہ وہ (مالک ومملوک) سب اس میں برابر ہو جائیں (کیونکہ اگر غلام رکھ کر دیا تو مال ان کی ملک ہی نہ ہوگا، بلکہ بدستور یہی مالک رہیں گے، اور اگر آزاد کر کے دیا تو مساوات ممکن ہے مگر وہ غلام نہ رہیں گے، پس غلامی اور مساوات ممکن نہیں، اسی طرح یہ بت وغیرہ جب باعتراف مشرکین خدا تعالیٰ کے مملوک ہیں، تو باوجود مملوک ہونے کے معبودیت میں خدا کے مماثل کیسے ہو جائیں گے، اس میں شرک کی انتہائی قباحت ہے کہ جب تمہارے غلام تمہارے شریک رزق نہیں ہو سکتے تو اللہ تعالیٰ کے غلام اس کے شریک الوہیت کیسے ہو سکتے ہیں) کیا (یہ مضامین سنکر) پھر بھی (خدائے تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں جس سے عقلاً یہ لازم آتا ہے کہ) خدا تعالیٰ کی نعمت کا (یعنی اس بات کا کہ خدا نے نعمت دی ہے) انکار کرتے ہیں۔ اور (منجملہ دلائل قدرت دو وجوہ نعمت کے ایک بڑی نعمت اور دلیل قدرت اللہ تعالیٰ کی خود تمہارا وجود وبقاء شخصی ونوعی ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے (یعنی تمہاری جنس اور نوع سے) تمہارے لیے بیبیاں بنائیں اور (پھر) ان بیبیوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے (کہ یہ بقاء نوعی ہے) اور تم کو اچھی اچھی چیزیں کھانے (پینے) کو دیں (کہ یہ بقاء شخصی ہے اور چونکہ بقاء موقوف ہے وجود پر اس میں اس کی طرف بھی اشارہ ہو گیا) کیا (یہ سب دلائل ونعم سنکر) پھر بھی بے بنیاد چیز پر (یعنی بتوں وغیرہ پر جن کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں بلکہ خلاف دلیل ہے ایمان رکھیں گے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری (بے قدری) کرتے رہیں گے اور (مطلب اس ناشکری کا یہ ہے کہ) اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے رہیں گے جو ان کو نہ آسمان میں سے رزق پہنچانے کا اختیار رکھتی ہیں اور نہ زمین میں سے (یعنی بارش برسانے کا ان کو اختیار ہے نہ پیدا کرنے کا) اور نہ (اختیار حاصل کرنے کی) قدرت رکھتے

www.toobaaelibrary.com

ہیں (اس کی نفی سے زیادہ مبالغہ ہو گیا، کیونکہ بعض دفعہ دیکھا جاتا ہے کہ ایک شخص بالفعل تو بااختیار نہیں ہے لیکن جدوجہد سے اختیارات حاصل کر لیتا ہے، اس لیے اس کی بھی نفی فرما دی) سو (جب شرک کا بطلان ثابت ہو گیا تو) تم اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں مت گھڑو (کہ اللہ تعالیٰ کی مثال بادشاہان دنیا کی سی ہے کہ ہر شخص ان سے عرض حاجت نہیں کر سکتا، اس لیے اس کے نائب ہوتے ہیں کہ حکام ان سے عرض حاجت کرتے ہیں، پھر وہ سلاطین سے عرض کرتے ہیں کذا فی الکبیر وَنَحْنُ نَخَذُ من قولہ ما نعبدھم الا لیقربونا. وھؤلاء شفعاءُ نا عند اللہ) اللہ تعالیٰ (خوب) جانتے ہیں (کہ ایسی مثالیں محض مہمل ہیں) اور تم (بوجہ عدم تدبر کے) نہیں جانتے (اس لیے جو چاہتے ہو بک ڈالتے ہو اور) اللہ تعالیٰ (شرک کے بطلان ظاہر کرنے کے لیے) ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ (فرض کرو) ایک (تو) غلام ہے (کسی کا) مملوک کہ (اموال وتصرفات میں سے) کسی چیز کا (بلا اجازت آقا) اختیار نہیں رکھتا اور (دوسرا) ایک شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے خوب روزی دے رکھی تو اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ (جس طرح چاہتا ہے جہاں چاہتا ہے) خرچ کرتا ہے (اس کو کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں) کیا اس قسم کے شخص آپس میں برابر ہو سکتے ہیں (بس جب مالک مجازی ومملوک مجازی برابر نہیں ہو سکتے تو مالک حقیقی مملوک حقیقی تو کب برابر ہو سکتے ہیں اور استحقاق عبادت موقوف ہے مساوات پر اور وہ ہے نہیں) ساری تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں (کیونکہ کامل الذات والصفات وہی ہیں، پس معبود بھی وہی ہو سکتا ہے، مگر پھر بھی مشرکین غیر اللہ کی عبادت نہیں چھوڑتے) بلکہ ان میں اکثر تو (بوجہ عدم تدبر کے) جانتے ہی نہیں (اور چونکہ عدم علم کا سبب خود ان کا عدم تدبر ہے اس لیے معذور نہ ہوں گے) اور اللہ تعالیٰ (اس کی توضیح کے لیے) ایک اور مثال بیان فرماتے ہیں کہ (فرض کرو) دو شخص ہیں جن میں ایک تو (علاوہ غلام ہونے کے) گونگا (بہرا بھی) ہے (اور بوجہ بہرے اندھے بے عقل ہونے کے) کوئی کام نہیں کر سکتا اور (اس وجہ سے) وہ اپنے مالک پر وبال جان ہے (کہ وہ مالک ہی اس کے سارے کام کرتا ہے اور) وہ (مالک) اس کو جہاں بھیجتا ہے کوئی کام درست کر کے نہیں لاتا یعنی خود تو کیا کرتا دوسروں کی تعلیم سے بھی اس سے کوئی کام درست نہیں ہوتا ہو) کیا یہ شخص اور ایسا شخص باہم برابر ہو سکتے ہیں جو اچھی باتوں کی تعلیم کرتا ہو (جس سے اس کا ناطق، عاقل، صاحب قوت عملیہ ہونا معلوم ہوتا ہے) اور خود بھی ہر امر میں معتدل طریقہ پر (چلتا) ہو جس سے قوت عملیہ منتظمہ معلوم ہوتی ہے، جب مخلوق مخلوق میں باوجود اشتراک مالیت واشتراک اوصاف کے یہ تفاوت ہے تو کجا مخلوق وخالق، اور لَا یَقْدِرُ کے ترجمہ میں بلا اجازت آقا کی قید سے جو

www.toobaaelibrary.com

سابقہ آیات میں ہیں فتحی شبہات مندفع ہو گئے اور کوئی وسوسہ میں نہ پڑے کہ شاید معبود غیر اللہ کو بھی اذن ہو گیا ہو، جواب یہ ہے کہ ربوبیت کے لیے کسی کو اذن نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۷۱: اس میں ایک باہمی معاملہ کی مثال سے واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت بالغہ ہے کہ اس نے انسانوں کی مصالح کے پیش نظر رزق میں سب انسانوں کو برابر نہیں کیا، کسی کو غنی بنا دیا اور کسی کو غلام اور خدمت گار، اور کسی کو متوسط الحال کیا یہ ان نشانیوں کو دیکھ کر بھی یہ مشرکین اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں (سورۂ روم کی آیت: ۲۸، میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے)

معاش میں درجات کا یہ اختلاف بھی انسانوں کے لیے حجت ہے جس طرح عقل و دماغ میں اور صلاحیت کار میں مختلف رکھا ہے اسی طرح ناگزیر ہے کہ مال و متاع میں بھی یہ مختلف درجات قائم ہوں اور ہر شخص اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اس کا صلہ پائے، اگر ایسا نہ ہوگا اور سب کو مساوی کر دیا جائے گا تو خلل و فساد پیدا ہو جائے گا یہ انسانی مشاہدہ بھی ہے۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ ارتکاز دولت بھی احکام قرآنی کے خلاف ہے، ارشاد باری: كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (سورۂ حشر: آیت: ۷)

آج کل دنیا کے معاشی نظام جو افراتفری کے شکار ہیں، وہ اس ربانی قانون حکمت کو نظر انداز کرنے کا ہی نتیجہ ہے۔ قرآن حکیم نے ظالمانہ سرمایہ داری اور اشتراکیت کی دونوں انتہاؤں کے درمیان افراط و تفریط سے پاک نظام بنایا ہے اس موضوع پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا رسالہ "اسلام کا نظام دولت" اور مولانا تقی صاحب مدظلہ کا "اسلام کا معاشی نظام" دیکھئے! آیت: ۷۲: تاکہ تم میں باہمی موانست قائم ہو، یہ تمہاری ہی جنس کی ہیں ان کے جذبات اور ضروریات بھی تمہارے ہی جیسی ہیں ان کی رعایت تم پر لازم ہے۔

صرف ماؤں سے پیدائش کا ذکر اس لیے فرمایا کہ بچہ کی تولید و تخلیق میں باپ کی بہ نسبت ماں کا دخل زیادہ ہے۔ قدرت کے سارے تخلیقی کارناموں کا محل تو ماں کا پیٹ ہی ہے اسی لیے حدیث میں ماں کے حق کو باپ کے حق پر مقدم رکھا گیا ہے بیٹوں کا، پوتوں کا ذکر اس کا مقصد تاکہ نسلی انسانی کی بقاء کا نوعی سامان رہے۔

حَفَدَةً کا اصلی معنی مددگار اور خدمت گار کے ہیں اشارہ یہ ہے کہ اولاد کو والدین کا خادم ہونا چاہیے

www.toobaaelibrary.com

(قرطبی) فلا تغتروا الخ اس میں ایک اہم حقیقت کو واضح کیا ہے جس سے غفلت برتنا ہی عام کافرانہ اور مشرکانہ شکوک و شبہات کو جنم دیتا ہے یعنی یہ خیال غلط کہ جس طرح ایک بادشاہ تنہا نظام حکومت نہیں چلا سکتا اس کے ماتحت وزراء کرتے ہیں اسی طرح خدا کے ماتحت بھی کچھ معبودوں (نعوذ باللہ)

وَهُوَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ وَالْفَاتِحُ وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَأَنْتُمْ مَا لَكُمْ أَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ۝ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِمَّا خَلَقَ ظِلَالًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُمْ بَأْسَكُمْ كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ ۝ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنْكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور آسمان اور زمین کی تمام پوشیدہ باتیں (جو کسی کو معلوم نہیں) باعتبار علم کے اللہ ہی کے ساتھ خاص ہیں (تو صفت علم میں وہ کامل ہیں اور (قدرت میں ایسے کامل ہیں کہ ان غیوب میں سے جو ایک امر عظیم ہے یعنی) قیامت (اس) کا معاملہ بس ایسا (جھٹ پٹ) ہوگا جیسے آنکھ جھپکنا، بلکہ اس سے بھی جلدی (قیامت کے معاملہ سے مراد ہے مردوں میں جان پڑنا اور اس کے بہ نسبت آنکھ جھپکنے کے جلدی ہونا ظاہر ہے کیونکہ آنکھ جھپکنا حرکت ہے اور حرکت زمانی ہوتی ہے اور جان پڑنا آنی ہے اور آنی ظاہر ہے کہ زمانی سے سریع ہے اور اس پر تعجب نہ کیا جائے کیونکہ) بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں (اور اثبات قدرت کے لیے خصوص قیامت کی شاید اس وجہ سے ہو کہ وہ مجملہ غیوب خاصہ کے بھی ہے اس لیے وہ علم اور قدرت دونوں کی دلیل ہے قبل الوقوع تو علم اور بعد الوقوع قدرت کی) اور (مجملہ دلائل قدرت وجود انسان بھی ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے (اس درجہ کا نام بطور سخن کی اصطلاح میں جہل بسیط بھی ہے) اور اس نے تم کو کان دیے اور آنکھ اور دل تاکہ تم شکر کرو (استدلال علی القدرت کے لیے) کیا لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کے (طے) فضاء میں (قدرت) مسخر ہو رہے ہیں (یعنی) ان کو (اس جگہ) کوئی

www.toobaaelibrary.com

نہیں تھا مگر اللہ کے (ورنہ ان کے اجسام کا ثقیل ہونا اور مادہ ہوا کا رقیق ولطیف ہونا طبعاً مقتضی اس کو ہے کہ نیچے گر پڑیں، اس لیے اس امر مذکور میں) ایمان والوں کے لیے (قدرت الٰہیہ کی) چند دلیلیں (موجود) ہیں (چند نشانیاں اس لیے فرمایا کہ پرندوں کو خاص وضع پر پیدا کرنا جس سے اڑنا ممکن ہو، ایک دلیل ہے، پھر فضاء کو ایسے طرز پر پیدا کرنا جس میں اڑنا ممکن ہو دوسری دلیل ہے، پھر بالفعل اس طیران کا وقوع تیسری دلیل ہے اور جن اسباب کو طیران میں دخل ہے وہ سب اللہ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، پھر ان اسباب پر مسبب یعنی طیران کا مرتب ہو جانا یہ بھی مشیت الٰہی ہے، ورنہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی چیز کے اسباب موجود ہوتے ہوئے بھی وہ وجود میں نہیں آتی، اس لیے مَا يُمْسِكُهُنَّ الخ فرمایا گیا، اور منجملہ وجوہ نعمت و دلائل قدرت یہ امر ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے (حالت حضر میں) تمہارے گھروں میں رہنے کی جگہ بنائی (اور حالت سفر میں) تمہارے جانوروں کی کھال کے گھر (یعنی خیمے) بنائے جن کو تم اپنے کوچ کے دن اور مقام (کرنے) کے دن ہلکا (پھلکا) پاتے ہو (اور اس کا لادنا اور نصب کرنا سب سہل معلوم ہوتا ہے) اور ان (جانوروں) کے اون ان کے روؤں اور ان کے بالوں سے (تمہارے) گھر کا سامان اور فائدے کی چیزیں ایک مدت تک کے لیے بنائے (اس لیے فرمایا کہ عادۃً یہ سامان بہ نسبت روئی کے کپڑوں کے دیر پا ہوتا ہے، اور منجملہ دلائل قدرت و وجوہ نعمت کے ایک یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اپنی بعضی مخلوقات کے سائے بنائے (جیسے درخت و مکانات وغیرہ) اور تمہارے لیے پہاڑوں میں پناہ کی جگہیں بنائیں (یعنی غار وغیرہ جس میں گرمی سردی بارش موذی دشمن جانور و آدمی سے محفوظ رہ سکتے ہو) اور تمہارے لیے ایسے کرتے بنائے جو گرمی میں تمہاری حفاظت کریں اور اپنے کرتے (بھی) بنائے جو تمہاری آپس کی لڑائی (میں زخم لگنے) سے تمہاری حفاظت کریں (مراد اس سے زرہیں ہیں) اللہ تعالیٰ تم پر اسی طرح کی اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے کہ تم (ان نعمتوں کے شکریہ میں) فرمانبردار رہو، (اور ہر چند کہ مذکورہ نعمتوں میں بعض مصنوعات عباد بھی ہیں مگر ان کا مادہ اور ان کے بنانے کا سلیقہ تو اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے، اس لیے منعم حقیقی وہی ہیں پھر ان نعمتوں کے بعد بھی) اگر یہ لوگ ایمان سے اعراض کریں (تو آپ غم نہ کریں آپ کا کوئی نقصان نہیں کیوں کہ) آپ کے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ (اور ان کے اعراض کی وجہ یہ نہیں کہ وہ ان نعمتوں کو پہچانتے نہیں، بلکہ وہ لوگ) خدا کی نعمتوں کو تو پہچانتے ہیں مگر پہچان کر پھر (برتاؤ میں) اس کے منکر ہوتے ہیں (کہ جو برتاؤ منعم کے ساتھ چاہئے تھا یعنی عبادت

www.toobaaelibrary.com

وطاعت وہ دوسرے کے ساتھ کرتے ہیں) اور زیادہ ان میں ایسے ہی ناشکرے ہیں۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۷۸: لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا: یعنی انسان کا علم ذاتی نہیں، پھر ضرورت کے مطابق کچھ تھوڑا تھوڑا علم مختلف مذاہب اللہ بلاواسطہ سکھایا جاتا ہے اولاً اسے رونا سکھایا، اس کی یہ صنعت اس وقت کی تمام ضروریات مہیا کرتی ہے۔ اگر من جانب اللہ یہ رونے کی تعلیم نہ دی جاتی تو اسے یہ کام کون سکھا سکتا تھا۔ پھر اسے الہامی طور پر ماں کی چھاتی سے اپنی غذا سوزھوں اور ہونٹوں سے حاصل کرنا سکھایا۔

پھر کچھ دنوں بعد یہ سلیقہ پیدا ہونے لگتا ہے کہ ماں باپ اور آس پاس والوں کی بات سن کر اور دیکھ کر کچھ سیکھنے لگتا ہے۔ اور پھر ان کے سوچنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے۔

سب سے پہلا اور سب سے زیادہ علم کا ذریعہ کان ہی ہے اس لیے مقدم فرمایا سماعت اور اس کے بعد بصارت اس کے بعد غور وفکر کا نمبر آتا ہے اور یہ کام قلب کا ہے، نطق وگویائی کو حصول علم میں دخل نہیں۔ بلکہ یہ اظہار علم کا ذریعہ ہے۔ پھر یہ کہ سمع کے ضمن میں نطق آ گیا ہے۔ کیوں کہ تجربہ شاہد ہے کہ جو سنتا ہے وہی بولتا ہے، گونگا جو بولنے پر قادر نہیں ہوتا وہ اسی لیے کہ کانوں سے بہرا ہوتا ہے، وہ کوئی آواز چوں کہ سنتا نہیں جسے سن کر بولنا سیکھے۔

آیت: بیت کہتے ہیں: جو چیز سر سے اونچی ہو، سایہ کرے، اسے چھت، جو چیز وجود کو اوپر اٹھائے وہ زمین، جو چاروں طرف سے پردہ کرے وہ دیواریں اور ان سب چیزوں کے مجموعہ کا نام بیت ہے۔ (قرطبی)

مَسْكَنًا گھر بنانے کا اصل مقصد قلب وجسم کا سکون ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جانوروں کی کھال، بال اور اون سب کا استعمال دباغت کے بعد انسان کے لیے حلال ہے، سوائے خنزیر کے کہ اس کا ہر جز نجس اور ناقابل انتفاع ہے۔

آیت:۸۱: تَقِيكُمُ الْحَرَّ کرتا گرمی کے ساتھ سردی سے بھی بچاتا ہے، صرف گرمی سے نہیں؟ اس کا جواب قرطبی وغیرہ نے یہ دیا ہے کہ قرآن کے اولین مخاطب عرب ہیں اس لیے ان کی عادات وضروریات کا لحاظ رکھ کر کلام کیا گیا ہے، عرب ایک گرم ملک ہے، وہاں سردی کا تصور ہی مشکل ہے حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ اس سورۃ کی ابتدا میں لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ فرما کر لباس کے ذریعہ سردی سے بچنے کا ذکر پہلے کر دیا تھا۔ اس لیے یہاں گرمی دفع کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِن دُونِكَ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ۝ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ إِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللَّهُ بِهِ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِن يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ وَلَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَلَا تَتَّخِذُوا أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِهَا وَتَذُوقُوا السُّوءَ بِمَا صَدَدتُّمْ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا إِنَّمَا عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوا أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُم بِهِ مُشْرِكُونَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے جس دن ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ (کہ اس امت کا مخبر ہوگا) قائم کریں گے (جو ان کے اعمال سیہ کی شہادت دیں گے) پھر ان کافروں کو (عذر و معذرت کرنے کی) اجازت نہ دی جائے گی اور نہ ان سے حق تعالیٰ کے راضی کرنے کی فرمائش کی جائے گی (یعنی ان سے یوں نہ کہا جائے گا کہ تم توبہ یا کوئی عمل کر کے اللہ کو خوش کرلو وجہ اس کی ظاہر ہے، کہ آخرت دار الجزاء ہے

www.toobaaelibrary.com

دار العمل نہیں) اور جب ظالم (یعنی کافر) لوگ عذاب کو دیکھیں گے (یعنی اس میں پڑیں گے) تو وہ عذاب نہ ان سے ہلکا کیا جائے گا اور نہ وہ (اس میں) کچھ مہلت دیے جائیں گے (کہ چند روز کے بعد وہ عذاب جاری کیا جائے) اور جب مشرک لوگ اپنے شریکوں کو (جن کو خدا کے سوا پوجتے تھے) دیکھیں گے تو (بطور اقرار جرم کے) کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار وہ ہمارے شریک ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر ہم ان کو پوجا کرتے تھے سو وہ (شرکا ڈریں گے کہ کہیں ہماری کم بختی نہ آجائے اس لیے) وہ ان کی طرف کلام کو متوجہ کریں گے کہ تم جھوٹے ہو (اصل مطلب ان کا یہ ہوگا کہ ہمارا تمہارا کوئی تعلق نہیں جس سے تمہیں اپنی حفاظت ہے اب) خواہ یہ مطلب ان کا صحیح ہو جیسا اگر معبودین مثل ملائکہ وانبیاء کے یہ بات کہیں تو صحیح ہے۔ کقولہ تعالیٰ: بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ اور خواہ جیسے خود شیاطین کہنے لگیں۔ اور خواہ ان کو صحیح غلط ہونے کی خبر ہی نہ ہو، جیسے اصنام واشجار وغیرہ کہنے لگیں) اور یہ مشرک اور کافر لوگ اس روز اللہ کے سامنے اطاعت کی باتیں کرنے لگیں گے اور جو کچھ دنیا میں افترا پردازیاں کرتے تھے (اس وقت) وہ سب گم ہو جائیں گے (اور ان میں) جو لوگ (خود بھی) کفر کرتے تھے (اور دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ (یعنی دین) سے روکتے تھے ان کے لیے ہم ایک سزا پر (کہ کفر کے مقابلہ میں ہوگی) دوسری سزا بمقابلہ ان کے فساد کے (کہ راہ خدا سے روکتے تھے) بڑھا دیں گے۔ اور (وہ دن بھی یاد کرنے اور لوگوں کے ڈرنے کا ہے) جس دن ہم ہر ہر امت کے ایک گواہ جو انہی میں کا ہوگا ان کے مقابلہ میں قائم کریں گے (مراد اس امت کا نبی ہے اور انہی میں کا ہونا عام ہے خواہ باعتبار شرکت نسب کے ہو خواہ باعتبار شرکت سکنی کے ہو) اور ان لوگوں کے مقابلہ میں آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے (اور اس اخبار شہادت سے جو آپ کی رسالت کا اخبار مفہوم ہوتا ہے، اسکی دلیل یہ ہے کہ) ہم نے آپ پر قرآن اتارا ہے جو (علاوہ معجزہ ہونے کے جو کہ مدار ہے اثبات رسالت کا ان خوبیوں کا جامع ہے) کہ تمام (دین کی) باتوں کا (بواسطہ یا بلا واسطہ عامۃ الناس کے لیے) بیان کرنے والا ہے اور (خاص) مسلمانوں کے واسطے بڑی ہدایت اور بڑی رحمت اور (ایمان پر) خوشخبری سنانے والا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ (قرآن میں) اعتدال اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتے ہیں اور کھلی برائی اور مطلق برائی اور (کسی پر) ظلم (اور زیادتی) کرنے سے منع فرماتے ہیں (اور ماموریات ومنہیات مذکورہ میں تمام اعمال صالحہ اور سیرت آگئے، اس جامعیت کی وجہ سے قرآن کا تبیان ہونا صاف ظاہر ہے اور) اللہ تعالیٰ تم کو (امور مذکورہ کی) اس لیے نصیحت فرماتے ہیں کہ تم نصیحت

www.toobaalibrary.com

قبول کرو (اور عمل کرو کیونکہ ہدیٰ اور رحمت اور بشریٰ ہونا اسی پر موقوف ہے)

ایفائے عہد کا حکم اور عہد شکنی کی مذمت

اور تم اللہ کے عہد کو (یعنی جس عہد کے پورا کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس کو) پورا کرو (اس سے وہ نکل گیا جو خلاف شرع عہد ہو اور باقی سب عہود مشروعہ خواہ متعلق حقوق اللہ کے ہوں یا متعلق حقوق العباد کے ہوں اس میں داخل ہو گئے (جبکہ تم اس کو (تخصیصاً یا تعمیماً) اپنے ذمہ کر لو (تخصیصاً یہ کہ مراحۃً کسی کام کا ذمہ لے لیا اور تعمیماً یہ کہ ایمان لائے تو تمام احکام واجبہ کی ذمہ داری اس کے ضمن میں آ گئی) اور (بالخصوص جن عہود میں قسم بھی کھائی ہو وہ زیادہ قابل اہتمام ہیں، سو ان میں) قسموں کو بعد ان کے مستحکم کرنے کے (یعنی اللہ کا نام لے کر قسم کھانے کے) مت توڑو اور تم (ان قسموں کی وجہ سے ان عہود میں) اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بنا چکے ہو (یہ قیدیں بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا اور قَدْ جَعَلْتُمُ قیدواقعی ہی وفاءِ عہد پر تنبیہ کے لیے تصریح کی گئی) بیشک اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو کچھ تم کرتے ہو (خواہ وفاء یا عہد شکنی پس اس کے موافق تم کو جزاء و سزا دے گا) اور تم (نقضِ عہد کر کے) اس (مکہ میں رہنے والی پاگل) عورت کے مشابہ مت بنو جس نے اپنا سوت کاتنے پیچھے بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالا کہ (اس کی طرح) تم (بھی) اپنی قسموں کو (بعد درستی کے توڑ کر ان کو (آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ بنانے لگو (کیونکہ قسم و عہد توڑنے سے موافقین کو بے اعتباری اور مخالفین کو برا بختی پیدا ہوتی ہے، اور یہ اصل ہے فساد کی اور توڑنا بھی محض اس وجہ سے کہ) ایک گروہ دوسرے گروہ سے (کثرت یا ثروت میں) بڑھ جائے (یعنی مثلاً کفار کے دو گروہوں میں باہم مخالفت ہو اور تمہاری ایک سے صلح ہو جائے پھر دوسری طرف پلہ جھکتا ہوا دیکھ کر جس گروہ سے صلح کی تھی اس سے عذر کر کے دوسرے گروہ سے سازش کر لے، یا مثلاً کوئی مسلمان ہو کر مسلمانوں میں شامل ہو اور پھر کافروں کی طرف زور دیکھا تو عہد اسلام کو توڑ کر مرتد ہو جائے، اور یہ جو ایک گروہ دوسرے سے بڑھا ہوا ہوتا ہے یا دوسری کسی جماعت کے شامل ہو جانے سے بڑھ جاتا ہے، تو) بس اس (زائد ہونے) سے اللہ تعالیٰ تمہاری آزمائش کرتا ہے (کہ دیکھیں وفاء عہد کرتے ہو یا جھکتا پلہ دیکھ کر ادھر ڈھل جاتے ہو) اور جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے رہے (اور مختلف راہیں چلتے رہے) قیامت کے دن ان سب کی (حقیقت) کو تمہارے سامنے (عملاً) ظاہر کر دے گا (کہ حق والوں کو جزاء اور باطل والوں کو سزا ہو جائے گی، آگے اس اختلاف کی حکمت بطور جملہ معترضہ کے اجمالاً بیان فرماتے ہیں) اور (ہر چند کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت تھی کہ اختلاف نہ ہونے

www.toobaaelibrary.com

دیتے، چنانچہ) اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا لیکن) بمقتضائے حکمت جس کی تفصیل و تعیین یہاں ضروری نہیں جس کو چاہتے ہیں بے راہ کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں راہ پر ڈال دیتے ہیں (چنانچہ منجملہ ہدایت کے وفائے عہد اور منجملہ ضلالت کے نقض عہد بھی ہے اور یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جیسے دنیا میں گمراہوں کو پوری سزا نہیں ہوتی ایسے ہی آخرت میں مطلق العنان رہیں گے ہرگز نہیں بلکہ قیامت میں) تم سے تمہارے سب اعمال کی ضرور باز پرس ہوگی اور (جیسا نقض عہد وقسم سے محسوس ضرر ہوتا ہے جس کا اوپر بیان تھا، اسی طرح اس سے معنوی ضرر بھی ہوتا ہے، آگے اسی کا ذکر ہے یعنی) تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ مت بناؤ (یعنی قسموں اور عہدوں کو مت توڑو، کبھی اس کو دیکھ کر کسی اور کا قدم جمنے کے بعد نہ پھسل جائے، یعنی دوسرے بھی تمہاری تقلید کریں، اور عہد شکنی کرنے لگیں) پھر تم کو اس سبب سے کہ تم (دوسروں کے لیے) راہ خدا سے مانع ہوئے تکلیف بھگتنا پڑے (کیونکہ وفاء عہد راہ خدا ہے تم اس کے توڑنے کے سبب بن گئے اور یہی ہے وہ معنوی ضرر کہ دوسروں کو بھی عہد شکن بنایا اور تکلیف یہ ہوگی کہ اس حالت میں) تم کو بڑا عذاب ہوگا اور (جس طرح گروہ غالب میں شامل ہو کر جاہ حاصل کرنے کی غرض سے نقض عہد ممنوع ہے جس کا اوپر ذکر ہوا اسی طرح تحصیل مال کی غرض سے جو عہد توڑا ہو اس کی ممانعت فرماتے ہیں کہ) اور تم لوگ عہد خداوندی کے عوض میں (دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ مت حاصل کرو (عہد خداوندی کے معنی تو شروع آیت میں معلوم ہوئے اور ثمن قلیل سے مراد دنیا ہے کہ باوجود کثیر ہونے کے بھی قلیل ہی ہے، اس کی حقیقت اس طرح بیان فرمائی کہ) پس اللہ کے پاس جو چیز ہے (یعنی ذخیرۂ آخرت) وہ تمہارے لیے (متاع دنیوی سے) بدرجہا بہتر ہے اگر تم سمجھنا چاہو (پس متاع آخرت کثیر ہوئی اور متاع دنیوی خواہ کتنی بھی ہو قلیل ہوئی) اور (علاوہ تفاوت قلیل وکثیر کے دوسرا تفاوت یہ بھی ہے کہ) جو کچھ تمہارے پاس (دنیا میں) ہے وہ (ایک روز) ختم ہو جائے گا، خواہ زوال سے یا موت سے) اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ دائم رہے گا اور جو لوگ (وفائے عہد وغیرہ احکام دین پر) ثابت قدم ہیں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر (یعنی نعمت باقیہ مذکورہ) ان کو ضرور دیں گے) پس وفائے عہد کر کے دولت کثیرہ غیر فانیہ کو حاصل کرو اور قلیل فانی کے لیے نقض عہد مت کرو) (اس سے پہلی آیات میں ایفاء عہد کی تاکید اور عہد شکنی کی مذمت کا بیان تھا جو ایک خاص عمل ہے اس آیت میں تمام اعمال صالحہ اور عاملین صالحین کا عمومی بیان ہے، مضمون آیت کا یہ ہے، کہ آخرت کا ثواب اور دائمی نعمتیں [illegible] میں منحصر نہیں اور

www.toobaalibrary.com

نہ کسی سوال کی تخصیص ہے بلکہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ) جو شخص بھی کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو (کیونکہ کافر کے اعمال صالحہ مقبول نہیں) تو ہم اس شخص کی (دنیا میں تو) پاکیزہ زندگی دیں گے اور (آخرت میں) ان کے اچھے کاموں کے عوض میں ان کا اجر دیں گے۔ (اور جب عمل صالح کی فضیلت معلوم ہوئی، اور کبھی کبھی شیطان اس میں خلل ڈالتا ہے، کبھی دعائے عہد میں بھی خلل ڈالتا ہے اور کبھی دوسرے عمل مثل قرارت قرآن میں بھی) تو (اے محمد آپ اور آپ کے واسطے سے آپ کی امت سن لیں کہ) جب آپ (کیسا ہی نیک کام کرنا چاہیں حتیٰ کہ) قرآن پڑھنا چاہیں تو شیطان مردود (کے شر) سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں (اصلاً تو دل سے خدا پر نظر رکھنا ہے اور یہی حقیقت استعاذہ کی واجب ہے اور قرارت میں پڑھنا زبان سے بھی مسنون ہے اور پناہ مانگنے کا حکم ہم اس لیے دیتے ہیں کہ) جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر (دل سے) بھروسہ رکھتے ہیں۔ بس اس کا قابو تو صرف ان ہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں (اور ایمان لوگوں پر (چلتا ہے) جو کفر کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۸۹: تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ مراد اس سے ہے دین کی سب اصولی چیزیں اور باتیں، قرآن کریم میں مسائل کے تمام اصول موجود ہیں۔ پھر انہیں اصول کی روشنی میں احادیث اور اس کی روشنی میں اجماع اور قیاس شرعی ہیں۔

آیت ۹۰: قرآن کریم کی جامع ترین آیت ہے جس میں پوری اسلامی تعلیمات چند الفاظ میں سمو دی گئی ہیں۔ اسی لیے سلف سے آج تک جمعہ و عیدین کے خطبوں کے آخر میں یہ تلاوت کی جاتی ہے۔ اور حضرت اکثم بن صیفی نے قبیلے کے دو منتخب آدمیوں کے بیان پر اور ان سے اس آیت کو سن کر اسلام قبول کر لیا اور اپنے قبیلے والوں کو بھی دعوت دی، حضرت عثمان بن مظعون کے اسلام و ایمان میں مضبوطی اسی آیت کو سن کر پیدا ہوئی۔ اور ولید بن مغیرہ کے سامنے پیغمبر علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو اس نے اپنا تاثر قوم کے سامنے جا کر یہ بیان کیا۔

"وَاللّٰهِ إِنَّ لَهُ لَحَلَاوَةً وَإِنَّ عَلَيْهِ لَطَلَاوَةً وَإِنَّ أَصْلَهُ لَمُورِقٌ وَأَعْلَاهُ لَمُثْمِرٌ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ بَشَرٍ"

اس آیت میں تین چیزوں کا حکم ——— اور تین چیزوں کی ممانعت ہے، حکم ہے عدل، احسان،

www.toobaalibrary.com

اہل قرابت، کو بخشش ـــــ منع ہے ـــــ فحش کاری، برے کام اور ظلم و تعدی۔

اس آیت کے یہ ایجابی اور تحریمی احکام پر غور کیا جائے تو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو مکمل فلاح کا نسخہ کیمیا ہے۔

آیت ۹۱: آیت سابقہ میں عدل و احسان کا حکم تھا یہ آیت اسی سابقہ آیت کی تشریح ہے، عدل کے مفہوم میں پختہ عہد بھی داخل ہے عہد شکنی حرام ہے۔ عہد شکنی کا کوئی کفارہ مقرر نہیں، بلکہ آخرت کا عذاب ہے۔ قسم کھانے کے بعد اس کے خلاف کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے اس کی خاص صورتوں میں کفارہ لازم ہوتا ہے۔

آیت ۹۴: کسی کو دھوکہ دینے کے لیے قسم کھانے میں سلب ایمان کا خطرہ ہے۔

آیت ۹۵: میں رشوت لینا حرام ہے اور اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی ہے۔ ثَمَنًا قَلِيلًا یعنی دنیا اور اس کے منافع بخواہ مقدار میں کتنے ہی بڑے ہوں آخرت کے منافع کے مقابلہ میں ساری کی ساری دولتیں بھی قلیل ہی ہیں۔ کیوں کہ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ آیت: ۹۶: رشوت کی مروجہ تمام ہی قسمیں حرام ہیں۔

ابن عطیہ کے کلام میں بالفاظ دیگر رشوت کی جامع تعریف یہ ہے۔

"اَخْذُ الْاَعْوَاضِ عَلٰى فِعْلٍ مَا يَجِبُ عَلَى الْبَاذِلِ فِعْلُهٗ اَوْ فِعْلُ مَا يَجِبُ عَلَيْهِ تَرْكُهٗ" یعنی جس کام کا کرنا اس کے ذمہ واجب ہے اس کے کرنے پر معاوضہ لینا۔ یا جس کام کا چھوڑنا اس کے ذمہ لازم ہے اس کے کرنے پر معاوضہ لینا رشوت ہے۔ (ج ۵ ص ۵۲۳)

آیت ۹۷: حَيٰوةً طَيِّبَةً جمہور مفسرین کے نزدیک اس سے مراد دنیا کی پاکیزہ اور بالطف زندگی ہے۔ یعنی اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسے کبھی فقر و فاقہ اور بیماری نہیں پیش آئیگی، اگر ایسا ہوا بھی تو دو چیزیں اسے پریشان نہیں ہونے دیں گی، ایک قناعت اور سادہ زندگی کی عادت، دوسرے اس کا یہ عقیدہ کہ مجھے اس تنگی کے بدلہ میں آخرت کی عظیم الشان دائمی نعمتیں ملنے والی ہیں، بخلاف کافر و فاجر کے کہ ایسی حالت میں اس کے لیے تسلی کا کوئی سامان نہیں، وہ اکثر عقل و ہوش کھو بیٹھتا ہے۔

آیت ۹۸: اس آیت کا ماقبل سے ربط ـــــ احکام مذکورہ میں انسان کو غفلت، اغوائے شیطانی سے پیدا ہوتی ہے اس لیے اس آیت میں شیطان رجیم سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ مگر اس آیت میں اور خاص قراءت قرآن کے ساتھ مذکور ہے اس تخصیص کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ تلاوت قرآن ایک ایسا عمل ہے جس سے خود شیطان ڈرا کرتا ہے اس کے باوجود جب تلاوت قرآن کے ساتھ شیطان سے تعوذ کا

www.toobaaelibrary.com

حکم دیا گیا تو دوسرے اعمال کے ساتھ اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا۔ نیز خود حلاوت قرآن میں شیطانی وساوس کا خطرہ رہتا ہے، کہ آداب تلاوت میں کمی ہو جائے تدبر و تفکر اور خشوع و خضوع نہ رہے۔

انسان کے دشمن دو قسم کے ہیں، ایک خود نوع انسانی جیسے عام کفار اس دشمن کے ساتھ اسلام نے جہاد و قتال کے ذریعہ مدافعت کا حکم دیا ہے دوسرے جنات میں سے جو شیطان و فرمان ہیں اس قسم کے لیے صرف اللہ سے پناہ مانگنے کا حکم ہے۔ کیوں کہ پہلی قسم کا حملہ ظاہری ہوتا ہے اور شیطان دشمن نظر نہیں آتا اس لیے اس کی مدافعت کے لیے ایسی ذات کی پناہ لینا واجب کیا گیا جو انسان کو نظر آتی ہے نہ شیطان کو۔

مسئلہ: کبھی کبھی ترک تعوذ بھی ثابت ہے اس لیے جمہور علماء امت نے اسے واجب نہیں بلکہ سنت قرار دیا ہے استعاذہ سے متعلق فقہی اور تجویدی مسائل فقہ اور تجوید کی کتابوں میں مفصل بیان کیے گئے ہیں وہاں دیکھا جائے۔

آیت: ۹۹: اللہ تعالیٰ پر ایمان اور توکل شیطانی تسلط سے نجات کا راستہ ہے شیطان کو ایسی قوت نہیں دی کہ وہ کسی بھی انسان کو برائی پر مجبور کر دے۔

آیت: ۱۰۰: ہاں جو شیطان ہی سے دوستی کرتے ہیں ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ یہی مضمون سورۂ حجر کی آیت: ۴۲ کا ہے۔

وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ

www.toobaaelibrary.com

نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

ربط آیات: اس سے پہلی آیت میں تلاوت قرآن کے وقت اعوذ باللہ پڑھنے کی ہدایت تھی، جس میں اشارہ ہے کہ شیطان تلاوت کے وقت انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے، مذکورہ آیات میں اسی طرح کے وساوس شیطانی کا جواب ہے۔

نبوت پر کفار کے شبہات کا جواب مع تہدید

اور جب ہم کسی آیت کو بجائے دوسری آیت کے بدلتے ہیں (یعنی ایک آیت کو لفظاً یا معنی منسوخ کر کے اس کی جگہ دوسرا حکم بھیج دیتے ہیں) اور حالانکہ اللہ تعالیٰ جو حکم (پہلی مرتبہ یا دوسری مرتبہ) بھیجتا ہے (اس کی مصلحت وحکمت کو) وہی خوب جانتا ہے (کہ جن کو یہ حکم دیا گیا ہے ان کے حالات کے اعتبار سے ایک وقت میں مصلحت کچھ تھی، پھر حالت بدل جانے سے مصلحت اور حکمت دوسری ہوگئی) تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) آپ (خدا پر) افترا کرنے والے ہیں (کہ اپنے کلام کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں، ورنہ اللہ کا حکم ہوتا تو اس کے بدلنے کی کیا ضرورت تھی، کیا اللہ تعالیٰ کو پہلے علم نہ تھا، اور یہ لوگ اس پر غور نہیں کرتے ہیں کہ بعض اوقات سب حالات کا علم ہونے کے باوجود پہلی حالت پیش آنے پر پہلا حکم دیا جاتا ہے اور دوسری حالت پیش

www.toobaaelibrary.com

آنے کا اگرچہ اس وقت بھی علم ہے مگر تقاضائے مصلحت اس دوسری حالت کا حکم اس وقت بیان نہیں کیا جاتا، بلکہ جب وہ حالت پیش آجاتی ہے اس وقت بیان کیا جاتا ہے، جیسے طبیب ڈاکٹر ایک دوا تجویز کرتا ہے، اور وہ جانتا ہے کہ اس کے استعمال سے حالت بدلے گی، اور پھر دوسری دی جائے گی، مگر مریض کو ابتداء میں سب تفصیل نہیں بتلاتا، یہی حقیقت نسخ احکام کی ہے، قرآن وحدت میں ہوتا ہے، جو حقیقت سے واقف نہیں وہ بلاخواہ شیطانی نسخ کا انکار کرنے لگتے ہیں، اسی لیے اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ مفتری نہیں) بلکہ انہی میں اکثر لوگ جاہل ہیں (کہ احکام) میں نسخ کو بلا کسی دلیل کے کلام الٰہی ہونے کے خلاف سمجھتے ہیں) آپ (ان کے جواب میں) فرما دیجئے (کہ یہ کلام میرا بنایا ہوا نہیں بلکہ اس کو) روح القدس (یعنی جبرئیلؑ) آپ کے رب کی طرف سے حکمت کے موافق لائے ہیں (اس لیے یہ اللہ کا کلام ہے اور اس میں احکام کی تبدیلی بمقتضائے حکمت و مصلحت ہے اور یہ کلام اس لیے بھیجا گیا ہے) تاکہ ایمان والوں کو (ایمان پر) ثابت قدم رکھے اور ان مسلمانوں کے لیے ہدایت اور خوش خبری (کا ذریعہ) ہو جائے (اس کے بعد کفار کے ایک اور شبہ کا جواب ہے) اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ (ایک دوسری خلاف بات) یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو تو آدمی سکھلاتا ہے (اس سے مراد ایک عجمی رومی غلام ہے جس کا نام بلعام یا عیس تھا وہ حضور کی باتیں سنی لگا کر سنتا تو حضور بھی اس کے پاس جا بیٹھتے اور وہ کچھ تورات و انجیل وغیرہ کی بھی جانتا تھا، اس پر کافروں نے یہ بات چلتی کی کہ یہی شخص حضور کو قرآن کا کلام سکھاتا ہے کذا فی الدر المنثور، اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ قرآن مجید تو مجموعہ الفاظ و معانی کا نام ہے تم لوگ اگر قرآن کریم کے معانی اور معارف کو نہیں پہچان سکے تو کم از کم عربی زبان کی معیاری فصاحت و بلاغت سے تو ناواقف نہیں ہو اتنا تو تمہیں سمجھنا چاہیے کہ اگر بالفرض قرآن کے معانی اس شخص نے سکھلا دیے ہوں تو کلام کے الفاظ اور اس کی ایسی فصاحت و بلاغت جس کا مقابلہ کرنے سے پورا عرب عاجز ہو گیا یہ کہاں سے آگئی، کیوں کہ) جس شخص کی طرف اس کی نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی ہے (کوئی عجمی بے چارہ ایسی عبارت کیسے بنا سکتا ہے، اور اگر کہا جائے کہ عبارت رسول اللہ ﷺ نے بنائی ہوگی تو اس کا واضح جواب اس تحدی (چیلنج) سے پوری طرح ہو چکا ہے جو سورۂ بقرہ میں آچکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے باذن خداوندی اپنی نبوت اور قرآن کی حقانیت کا معیار اسی کو قرار دیا تھا، کہ اگر تمہارے کہنے کے مطابق یہ انسان کا کلام ہے تو تم بھی انسان ہو اور بڑی

www.toobaaelibrary.com

فصاحت و بلاغت کے مدعی ہو تو تم اس جیسا کلام نہ زیادہ نہیں تو ایک آیت ہی کی برابر لکھ لاؤ مگر سارا عرب باوجود اس کے کہ آپ کے مقابلہ میں اپنا سب کچھ جان و مال قربان کرنے کو تیار تھا مگر اس چیلنج کو قبول کرنے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ اس کے بعد منکرین کے تین قرآن پر بے اعتراضات کرنے والوں پر وعید و تہدید ہے کہ) جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے ان کو اللہ تعالیٰ کبھی راہ پر نہ لائیں گے اور ان کے لیے دردناک سزا ہوگی (اور یہ لوگ جو خود بخود آپ کو مفتری کہتے ہیں) جھوٹ افترا کرنے والے تو یہی لوگ ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے اور یہ لوگ ہیں پورے جھوٹے۔ جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے (اس میں کفر بالرسول اور انکار قیامت وغیرہ سب داخل ہیں) مگر جس شخص پر (کافروں کی طرف سے) زبردستی کی جائے (کہ اگر تو کفر کا فلاں کلام یا فلاں قول نہیں کرے گا تو ہم تجھ کو قتل کر دیں گے مثلاً اور حالات سے اس کا اندازہ بھی ہو کہ وہ ایسا کر سکتے ہیں) بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو (یعنی تہدید میں کوئی فتور نہ آئے اور اس قول و فعل کو سخت گناہ اور برا سمجھتا ہو تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے کہ اس کا ظاہری طور پر کلمۂ کفر یا فعل کفر میں مبتلا ہو جانا ایک عذر کی بنا پر ہے، اس لیے جو وعید ارتداد کی آگے آرہی ہے وہ ایسے شخص کے لیے نہیں) لیکن ہاں جو جی کھول کر (یعنی اس کفر کو صحیح اور مستحسن سمجھ کر) کفر کرے تو ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا، اور ان کو بڑی سزا ہوگی (اور یہ (غضب) اس سبب سے ہوگا کہ انہوں نے دنیوی زندگی کو آخرت کے مقابلہ میں عزیز رکھا، اور اس سبب سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ایسے کافر لوگوں کو (جو دنیا کو ہمیشہ آخرت پر ترجیح دیں) ہدایت نہیں کیا کرتا (یہ دو سبب الگ الگ نہیں بلکہ مجموعہ سبب ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ عزم فعل کے بعد عادۃً اللہ یہ ہے کہ خلق فعل ہوتا ہے جس پر صدور فعل مرتب ہوتا ہے، یہاں استحبوا سے عزم اور لایہدی سے خلق کی طرف اشارہ ہے، اور اس مجموعے پر فعل قبیح کا صدور مرتب ہے) یہ وہ لوگ ہیں کہ (دنیا میں ان کے اصرار علی الکفر کی حالت یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ لوگ (انجام سے) بالکل غافل ہیں (اس لیے لازمی بات ہے کہ آخرت میں یہ لوگ بالکل گھاٹے میں رہیں گے) پچھلی آیات میں کفر پر وعید کا ذکر تھا، خواہ کفر اصلی ہو یا ارتدادی کفر، اس کے بعد کی مذکورہ تین آیتوں میں سے پہلی آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ ایمان ایسی دولت ہے کہ جو کافر یا مرتد سچا ایمان لے آئے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ دوسری آیت میں قیامت کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ یہ جزاء و سزا سب قیامت

www.toobaaelibrary.com

کے بعد ہی ہونے والی ہے، تیسری آیت میں یہ بتلایا گیا کہ کفر و معاصی کی اصلی سزا تو قیامت کے بعد ہی ملے گی، مگر بعض گناہوں کی سزا دنیا میں بھی کچھ مل جاتی ہے، تینوں آیتوں کی مختصر تفسیر یہ ہے۔ پھر (اگر کفر کے بعد یہ لوگ ایمان لے آویں تو) بیشک آپ کا رب ایسے لوگوں کے لیے کہ جنہوں نے بتلاء کفر ہونے کے بعد (ایمان لا کر) ہجرت کی پھر جہاد کیا، اور (ایمان پر) قائم رہے تو آپ کا رب (ایسے لوگوں کے لیے) ان (اعمال) کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے (یعنی ایمان اور اعمال صالحہ کی برکت سے سب پچھلے گناہ معاف ہو جاویں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ان کو جنت میں بڑے بڑے درجے ملیں گے، کفر سے پہلے کے گناہ تو صرف ایمان سے معاف ہو جاتے ہیں، جہاد وغیرہ اعمال صالحہ شرط معافی نہیں، لیکن اعمال صالحہ درجات جنت ملنے کے اسباب ہیں، اس لیے اسکے ساتھ ذکر کر دیا گیا) اور یہ جزاء و سزاء مذکور اس روز واقع ہوگی) جس روز ہر شخص اپنی ہی طرف داری میں گفتگو کرے گا (اور دوسروں کو نہ پوچھے گا) اور ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا بدلہ ملے گا (یعنی نیکی کے بدلے میں کمی نہ ہوگی، گو اللہ کی رحمت سے زیادتی ہونے کا امکان ہے، اور بدی کے بدلے میں زیادتی نہ ہوگی، ہاں یہ ممکن ہے کہ رحمت سے اس میں کچھ کمی ہو جائے، یہی مطلب ہے اس کا کہ) ان پر ظلم نہ کیا جائے گا (اس کے بعد یہ بتلایا گیا ہے کہ اگرچہ کفر و معصیت کی پوری سزا حشر کے بعد ہوگی مگر کبھی دنیا میں بھی اس کا وبال عذاب کی صورت میں آجاتا ہے) اور اللہ تعالیٰ ایک بستی والوں کی حالت عجیبہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ (بڑی) امن و اطمینان میں رہتے تھے (اور ان کے کھانے پینے پہننے کی چیزیں فراغت سے ہر چار طرف سے ان کے پاس پہونچا کرتی تھیں (ان لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کیا بلکہ) انہوں نے خدا کی نعمتوں کی بے قدری کی (یعنی کفر و شرک اور معصیت میں مبتلا ہو گئے) اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی حرکتوں کے سبب سے ایک محیط قحط اور خوف کا مزہ چکھایا (کہ مال و دولت کی فراوانی سلب ہو کر قحط اور بھوک میں مبتلا ہو گئے اور دشمنوں کا خوف مسلط کر کے ان کی بستیوں کا امن و اطمینان بھی سلب کر لیا) اور (اس سزاء میں حق تعالیٰ کی طرف سے کچھ جلدی نہیں کی گئی بلکہ اول اس کی تنبیہ و اصلاح کے واسطے) ان کے پاس انہی میں کا ایک رسول بھی (منجانب اللہ) آیا (جس کے صدق و دیانت کا حال خود اپنی قوم میں ہونے کی وجہ سے ان کو پوری طرح معلوم تھا) سو اس (رسول) کو بھی (انہوں نے جھوٹا بتایا تب ان کو عذاب نے آپکڑا جب کہ وہ بالکل ہی ظلم پر کمر باندھنے لگے۔ پچھلی آیت میں اللہ جل شانہ کی نعمتوں پر کفار کی ناشکری اور اس کے

www.toobaaelibrary.com

عذاب کا ذکر تھا، مذکورہ آیات میں اول تو مسلمانوں کو اس کی ہدایت کی گئی کہ وہ ناشکری نہ کریں، اللہ تعالیٰ نے جو حلال نعمتیں ان کو دی ہیں ان کو شکر کے ساتھ استعمال کریں، اس کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ کفار ومشرکین نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی ایک خاص صورت یہ بھی اختیار کر رکھی تھی کہ بہت سے چیزیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے حلال کیا تھا، اپنی طرف سے ان کو حرام کہنے لگے، اور بہت سی چیزیں جن کو اللہ نے حرام کیا تھا ان کو حلال کہنے لگے، مسلمانوں کو اس پر تنبیہ فرمائی کہ وہ ایسا نہ کریں، کسی چیز کا حلال یا حرام کرنا صرف اس ذات کا حق ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے اپنی طرف سے ایسا کرنا خدائی اختیارات میں دخل دینا اور اللہ تعالیٰ پر افترا کرنا ہے، آخر میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں نے جہالت سے اس طرح کے جرائم کئے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ رحمت سے مایوس نہ ہوں، اگر وہ توبہ کرلیں اور صحیح ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دیں گے، مختصر تفسیر آیات کی یہ ہے:۔ جو چیزیں تم کو اللہ نے حلال اور پاک دی ہیں ان کو (حرام نہ سمجھو کہ یہ مشرکین کی جاہلانہ رسم ہے بلکہ) ان کو کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم (اپنے دعوے کے مطابق) اسی کی عبادت کرتے ہو، تم پر تو (منجملہ ان چیزوں کے جن کو تم حرام کہتے ہو، اللہ تعالیٰ نے) صرف مردار کو حرام کیا ہے، اور خون کو اور خنزیر کے گوشت (وغیرہ) کو اور جس چیز کو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو، پھر جو شخص کہ (مارے فاقہ کے) بالکل بے قرار ہو جائے، بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد (ضرورت) سے تجاوز کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ (اس کے لیے اگر وہ ان چیزوں کو کھالے) بخش دینے والا مہربانی کرنے والا ہے، اور جن چیزوں کے متعلق محض تمہارا جھوٹا زبانی دعویٰ ہے (اور اس پر کوئی دلیل صحیح قائم نہیں) ان کے متعلق یوں نہ کہہ دیا کرو کہ فلاں چیز حلال اور فلاں حرام ہے (جیسا کہ پارہ ہشتم کے رابع کے قریب آیات وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ میں ان کے ایسے جھوٹے دعوے آچکے ہیں) جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ پر جھوٹی تہمت لگاؤ گے (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو ایسا نہیں کہا، بلکہ اس کے خلاف فرمایا ہے) بلاشبہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ لگاتے ہیں وہ فلاح نہ پائیں گے، (خواہ دنیا و آخرت دونوں میں یا صرف آخرت میں) یہ (دنیا میں) چند روزہ عیش ہے (اور آگے مرنے کے بعد) ان کے لیے دردناک سزا ہے اور (یہ مشرکین ملت ابراہیمی کے متبع ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ ان کی شریعت میں تو یہ چیزیں حرام نہ تھیں، جن کو انہوں نے حرام قرار دیدیا ہے، البتہ بہت زمانے کے بعد ان اشیاء میں سے) صرف یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کردی تھی جن کا بیان ہم اس کے قبل (سورۂ انعام میں) آپ سے کر چکے ہیں (اور ان کی تحریم میں بھی) ہم نے ان پر

www.toobaaelibrary.com

(صورۃً بھی) کوئی زیادتی نہیں کی لیکن وہ خود ہی اپنے اوپر (انبیاء کی مخالفت کرکے) زیادتی کیا کرتے تھے (تو معلوم ہوا کہ اشیاء طیبہ کو بالقصد تو کبھی حرام نہیں کیا گیا اور شریعت ابراہیمی میں کسی وقتی ضرورت کی وجہ سے بھی نہیں ہوئی پھر یہ تم نے کہاں سے گھڑ لیا)۔ پھر آپ کا رب ایسے لوگوں کے لیے جنہوں نے جہالت سے برا کام (خواہ کچھ بھی ہو) کرلیا پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور (آئندہ کے لیے) اپنے اعمال درست کرلئے تو آپ کا رب اس کے بعد بڑی مغفرت کرنے والا بڑی رحمت کرنے والا ہے۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۱۰۱: اس سے پہلی آیت میں تلاوت قرآن کے وقت اعوذ باللہ پڑھنے کی ہدایت تھی جس میں اشارہ ہے کہ شیطان بوقت تلاوت انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے مذکورہ آیات میں اسی طرح کے وساوس شیطانی کا جواب ہے۔

آیت:۱۰۶: یہ آیت ان صحابہ کرامؓ کے بارے میں نازل ہوئی جنہیں مشرکین نے گرفتار کرلیا تھا اور کہا تھا کہ یا وہ کفر اختیار کریں ورنہ قتل کردیے جائیں گے، یہ گرفتار شدگان حضرت عمار ان کے والدین یاسر، اور سمیہ اور صہیب اور بلال وخبابؓ تھے، جن میں حضرت یاسر اور آپ کی زوجہ سمیہ نے کلمۂ کفر بولنے سے قطعی انکار کیا، حضرت یاسر کو قتل کردیا گیا اور حضرت سمیہ کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ کر انہیں دوڑایا گیا جس سے ان کے دو ٹکڑے الگ الگ ہوکر شہید ہوئیں یہی دو وہ ہیں جو اسلام کی خاطر سب سے پہلے شہید ہوئے حضرت خبابؓ نے بھی بڑے اطمینان سے قتل کیے جانے کو قبول کیا، حضرت عمار نے جان کے خوف سے زبانی اقرار کفر کرلیا مگر دل انکا ایمان پر مطمئن اور جما ہوا تھا، جب یہ دشمنوں سے رہائی پاکر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے تو بڑے رنج وغم کے ساتھ اس واقعہ کا اظہار کیا، آنحضورؐ نے دریافت فرمایا کہ جب تم یہ کلمہ بول رہے تھے تو تمہارے دل کا کیا حال تھا انہوں نے عرض کیا کہ دل تو ایمان پر مطمئن اور جما ہوا تھا اس پر حضورؐ نے ان کو مطمئن کیا کہ تم پر اسکا کوئی وبال نہیں، آپ کے اس فیصلہ کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

اکراہ کا ایک درجہ یہ ہے کہ دل سے تو آمادہ نہیں مگر ایسا بے اختیار بھی نہیں کہ انکار نہ کرسکے یہ باصطلاح فقہاء اکراہ غیر ملجی کہلاتا ہے، ایسے اکراہ سے کوئی کلمہ کفر کہنا یا کسی حرام فعل کا ارتکاب جائز نہیں البتہ بعض جزئی احکام میں اس پر بھی کچھ آثار مرتب ہوتے ہیں۔

مسئلہ: بیع شراء میں اور ہبہ میں طرفین سے رضامندی شرط ہے ایسے معاملہ میں اکراہ شرعاً معتبر

www.toobaalibrary.com

نہیں، حالت اکراہ سے نکلنے کے بعد اسے اختیار ہوگا اور کچھ معاملات کا مدار صرف زبان سے الفاظ کہنے پر ہے، دل سے قصد وارادہ رضا وخوشی شرط نہیں مثلاً نکاح طلاق رجعت، عتاق وغیرہ امام صاحب شعبی زہری قتادہ کے نزدیک طلاق مکرہ کا بھی یہی حکم ہے، مگر امام شافعی، حضرت علی اور حضرت ابن عباس کے نزدیک حالت اکراہ کی طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ حدیث میں ہے "رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ" (طبرانی عن ثوبان) امام صاحب کے نزدیک یہ حدیث احکام آخرت سے متعلق ہے، رہے احکام دنیا تو اس پر مرتب ہونگے مثلاً کسی نے کسی کو خطا قتل کر دیا تو قاتل کو گناہ اور آخرت کی سزا تو بے شک نہ ہوگی جس طرح قتل کا محسوس اثر مقتول کی جان کا چلا جانا واقع ہے اسی طرح اس کا یہ شرعی اثر بھی ثابت ہوگا کہ اس کی بیوی عدت کے بعد نکاح ثانی کر سکے گی اور اس کا مال وراثت میں تقسیم ہوگا ایسا ہی معاملہ نکاح طلاق اور رجعت کا ہے۔

آیت:۱۱۰: ایمان ایسی دولت ہے کہ اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

آیت:۱۱۲: لباس کا لفظ ہمہ گیر ہونے کے لیے تشبیہاً استعمال کیا گیا یعنی یہ بھوک اور خوف ان پر ایسا چھا گیا جیسے لباس بدن کے ساتھ لازم وملزوم ہو جاتا ہے۔ بعض ائمہ تفسیر کے نزدیک تو عام ہے، اکثر حضرات نے مکہ مکرمہ کا واقعہ قرار دیا ہے کہ سات سال تک شدید قحط میں مبتلا رہے کہ مردار جانور کتے اور غلاظتیں کھانے پر مجبور ہو گئے، پھر مکہ کے سرداروں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ عورتیں اور بچے تو بے قصور ہیں تو آپؐ نے ان کے لیے مدینہ طیبہ سے کھانا بھجوا دیا۔ (مظہری)

ابوسفیان نے بحالت کفر آپ سے درخواست کی آپ تو صلہ رحمی اور عفو ودرگذر کی تعلیم دیتے ہیں۔ یہ آپ کی قوم ہلاک ہوئی جاتی ہے دعا کیجئے اس پر آپؐ نے دعا فرمائی اور قحط ختم ہوا۔ (قرطبی)

آیت:۱۱۴: سے مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ تم کفار کے جاہلانہ انداز نہ اختیار کر کے شکر گزار نعمت رہو۔

آیت:۱۱۹: مجرمین بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، ایمان لائیں صحیح توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں۔

محرمات مذکورہ میں حصر (اِنَّمَا) اضافی ہے حقیقی نہیں، اس جگہ حلال وحرام کا بیان مقصود نہیں بلکہ مشرکین جاہلیت کی جانب سے حرام کردہ کا بیان ہے۔ احکام محرمات کی تفصیل بقرہ آیت:۱۷۳ کے تحت دیکھی جائے۔

جہل کے بجائے ہر جگہ فرمایا جہل تو علم کا مقابل ہے اور جہالت جاہلانہ حرکت کے لیے بولا جاتا ہے

www.toobaalibrary.com

اگرچہ جان بوجھ کر کرے معلوم ہوا کہ توبہ سے گناہ کی معافی عام ہے خواہ بے سمجھی سے کرے یا جان بوجھ کر۔

إِنَّ إِبْرٰهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلّٰهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ اجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَآتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِينَ ۝ ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرٰهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ ادْعُ إِلٰى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجٰدِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصّٰبِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ۝ إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

پچھلی آیات میں اصول شرک وکفر یعنی انکار توحید وانکار رسالت پر رد اور کفر وشرک کے بعض فروع، یعنی تحلیل حرام اور تحریم حلال پر رد وابطال کی تفصیل تھی، اور مشرکین مکہ مکرمہ جو قرآن کریم کے پہلے اور بلاواسطہ مخاطب تھے، اپنے کفر وبت پرستی کے باوجود دعویٰ یہ کرتے تھے کہ ہم ملت ابراہیمی کے پابند ہیں، اور ہم جو کچھ کرتے ہیں یہ سب حضرت ابراہیم کی تعلیمات ہیں، اس لیے مذکورہ چار آیتوں میں ان کے اس دعوے کی تردید اور انہی کے مسلمات سے ان کے جاہلانہ خیالات کا ابطال اس طرح کیا گیا کہ مذکورہ پانچ آیتوں میں سے پہلی آیت میں حضرت ابراہیم کا تمام اقوام عالم کا مسلم مقتدا ہونا بیان فرمایا، جو نبوت ورسالت کا اعلیٰ مقام ہے، اس سے ان کا عظیم الشان نبی ورسول ہونا ثابت ہوا، اس کے ساتھ ہی مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ سے ان کا کامل توحید پر ہونا بیان فرمایا۔

اور دوسری آیت میں ان کا شکر گذار اور صراط مستقیم پر ہونا بیان فرما کر ان کو تنبیہ کی کہ تم اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرتے ہوئے اپنے کو ان کا متبع کس زبان سے کہتے ہو؟

تیسری آیت میں ان کا دنیا وآخرت میں کامیاب وبامراد ہونا اور چوتھی آیت میں رسول کریم کی نبوت ورسالت کے اثبات کے ساتھ آپ کا صحیح ملت ابراہیم کا پابند ہونا بیان فرما کر یہ ہدایت کی گئی کہ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو رسول اللہ پر ایمان اور آپ کی طاعت کے بغیر یہ دعویٰ صحیح نہیں ہو سکتا ہے۔

پانچویں آیت إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ میں اشارۃً یہ بیان فرمایا کہ ملت ابراہیمی میں اشیاء طیبہ حرام نہیں

www.toobaaelibrary.com

تھیں، جن کو تم نے خود اپنے اوپر حرام کرلیا ہے، مختصر تفسیر آیات مذکورہ کی یہ ہے۔

بیشک ابراہیمؑ (جن کو تم بھی مانتے ہو) بڑے مقتدا (یعنی نبی اولوالعزم اور امت عظیمہ کے متبوع ومقتدا) اللہ تعالیٰ کے پورے فرماں بردار تھے (ان کا کوئی عقیدہ یا عمل اپنی خواہش نفسانی سے نہ تھا، پھر تم اس کے خلاف محض اپنے نفس کی پیروی سے اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کیوں ٹھہراتے ہو، اور وہ) بالکل ایک (خدا) کی طرف ہو رہے تھے، (اور مطلب ایک طرف ہونے کا یہ ہے کہ) وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے (تو پھر تم شرک کیسے کرتے ہو اور وہ) اللہ کی نعمتوں کے (بڑے) شکرگزار تھے (پھر تم شرک وکفر میں مبتلا ہو کر ناشکری کیوں کرتے ہو، غرض ابراہیمؑ کی یہ شان اور طریقہ تھا اور وہ ایسے مقبول تھے کہ) اللہ تعالیٰ نے ان کو منتخب کرلیا تھا اور ان کو سیدھے راہ پر ڈال دیا تھا اور ہم نے ان کو دنیا میں بھی خوبیاں (مثل نبوت ورسالت میں منتخب ہونا اور ہدایت پر ہونا وغیرہ) دی تھیں اور وہ آخرت میں بھی (اعلیٰ درجہ کے) اچھے لوگوں میں ہوں گے (اس لیے تم سب کو انہی کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے، اور وہ طریقہ اب منحصر ہے طریقہ محمدیہ میں جس کا بیان یہ ہے کہ) پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیمؑ کے طریقہ پر جو کہ بالکل ایک (خدا) کی طرف ہو رہے تھے چلئے (اور چوں کہ اس زمانہ کے لوگ جو ملت ابراہیمی کے اتباع کے مدعی تھے کچھ نہ کچھ شرک میں مبتلا تھے اس لیے کر کر فرمایا کہ) وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے) تاکہ بت پرستوں کے ساتھ یہود ونصاریٰ کے موجودہ طریقہ پر بھی رد ہو جائے جو شرک سے خالی نہیں، اور چوں کہ یہ لوگ تحریم طیبات کی جاہلانہ ومشرکانہ رسوم میں مبتلا تھے اس لیے فرمایا کہ) بس ہفتہ کی تعظیم (یعنی ہفتہ کے روز مچھلی کے شکار کی ممانعت جو تحریم طیبات کی ایک فرد ہے وہ تو) صرف انہی لوگوں پر لازم کی گئی تھی جنھوں نے اس میں (عملاً) خلاف کیا تھا (کہ کسی نے مانا اور عمل کیا، کسی نے اس کے خلاف کیا، مراد اس سے یہود ہیں کہ تحریم طیبات کی یہ صورت مثل دوسری صورتوں کے صرف یہود کے ساتھ مخصوص تھی، ملت ابراہیمی میں یہ چیزیں حرام نہیں تھیں، آگے احکام الٰہیہ میں اختلاف کرنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ) بیشک آپ کا رب قیامت کے دن ان میں باہم (عملاً) فیصلہ کردے گا جس بات میں یہ (دنیا میں) اختلاف کیا کرتے تھے۔

ربط آیات: سابقہ آیات میں رسول اللہؐ کی نبوت ورسالت کے اثبات سے مقصود یہ تھا کہ امت آپ کے احکام کی تعمیل کر کے رسالت کے حقوق ادا کریں، مذکورہ آیات میں خود رسول کریمؐ کو ادائے رسالت کے حقوق اور آداب کی تعلیم ہے، جس کے عموم میں تمام مؤمنین شریک ہیں، مختصر تفسیر یہ ہے۔

www.toobaaelibrary.com

آپ اپنے رب کی راہ (یعنی دین اسلام) کی طرف (لوگوں کو) حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ بلایئے (حکمت سے وہ طریقۂ دعوت مراد ہے جس میں مخاطب کے احوال کی رعایت سے ایسی تدبیر اختیار کی گئی ہو جو مخاطب کے دل پر اثر انداز ہو سکے، اور نصیحت سے مراد یہ ہے کہ خیر خواہی وہمدردی کے جذبہ سے بات کہی جائے، اور اچھی نصیحت سے مراد یہ ہے کہ عنوان بھی نرم ہو، دل خراش توہین آمیز نہ ہو) اور ان کے ساتھ اچھے طریقہ سے بحث کیجئے (یعنی اگر بحث مباحثہ کی نوبت آجائے تو وہ بھی شدت اور خشونت سے اور مخاطب پر الزام تراشی اور بے انصافی سے خالی ہونا چاہئے، بس اتنا کام آپ کا ہے پھر اس تحقیق میں نہ پڑیئے کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا، یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے پس) آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے گم ہو گیا اور وہی راہ پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے اور (اگر کبھی مخاطب علمی بحث ومباحثہ کی حد سے آگے بڑھ کی عملی جدال اور ہاتھ یا زبان سے ایذاء پہنچانے لگیں تو اس میں آپ کو اور آپ کے متبعین کو بدلہ لینا بھی جائز ہے اور صبر کرنا بھی پس) اگر (پہلی صورت اختیار کرو یعنی بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا ہے (اس سے زیادتی نہ کرو) اور اگر (دوسری صورت یعنی ایذاؤں پر) صبر کرو تو وہ (صبر کرنا) صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے (کہ مخالف پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے اور دیکھنے والوں پر بھی اور آخرت میں موجب اجر عظیم ہے اور (صبر کرنا اگرچہ سبھی کے لیے بہتر ہے، مگر آپ کی عظمت شان کے لحاظ سے آپ کو خصوصیت کے ساتھ حکم ہے کہ آپ انتقام کی صورت اختیار نہ کریں بلکہ) آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خدا ہی کی توفیق خاص سے ہے، (اس لیے آپ اطمینان رکھیں کہ صبر میں آپ کو دشواری نہ ہوگی) اور ان لوگوں (یعنی ان کے ایمان نہ لانے پر یا مسلمانوں کو ستانے) پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو جئے۔ (ان کی مخالف تدبیروں سے آپ کا کوئی ضرر نہ ہوگا، کیوں کہ آپ کو احسان اور تقویٰ کی صفات حاصل ہیں اور) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے (یعنی ان کا مددگار ہوتا ہے) جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور نیک کردار ہوتے ہیں۔

تلخیص معارف ومسائل

مشرکین مکہ اپنے کفر وبت پرستی میں دعویٰ کرتے تھے کہ ہم ملت ابراہیمی کے پابند ہیں ان مذکورہ چار آیات میں اس دعوے کی تردید انھیں کے مسلمات سے ان کے جاہلانہ خیالات کا ابطال کیا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام تو ایسے تھے ایسے تھے تیسری آیت میں فرمایا کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو پیغمبر علیہ السلام پر

www.toobaaelibrary.com

ایمان اور آپ کی اتباع واطاعت کے بغیر یہ دعویٰ صحیح نہیں ہوسکتا۔

لفظ ملۃ کا مشہور معنی جماعت اور قوم کے ہے، آپ کے مقتدا ہونے کا یہ تو عالم ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مسلمان تو آپ کی تعظیم وتکریم کرتے ہی ہیں، مشرکین عرب اپنی بت پرستی کے باوجود ان بت شکن (ابراہیم) کی معتقد تھے، اور قانت وتابع فرمان ہونا تو سورۂ ابراہیم میں گزرا آتش نمرود اور اولاد کو لق ودق چھوڑ کر چلا جانا۔ پھر آرزوؤں سے حاصل شدہ بیٹے کی قربانی پر آمادہ یہ وہ امتیازات ہیں ان معزز القاب کے۔

پیغمبرؐ کو ملت ابراہیم کے اتباع کا حکم یہ بھی ایک خاص اعزاز ہے حضرت ابراہیمؑ کا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے افضل رسول کو حکم دیا آیات: ۱۲۵-۱۲۶، اور ۱۲۷ میں دعوت وتبلیغ کے اصول اور مکمل نصاب کا ذکر ہے۔

سَبِيْلِ رَبِّكَ: صفت رب سے اشارہ ہے کہ دعوت کا کام صفت ربوبیت اور تربیت سے تعلق رکھتا ہے انداز پرتاثیر، مخاطب پر بار نہ ہو، مخاطب کی حالت کی رعایت ہو، حکمت سے مراد قرآن وسنت، حجت قطعیہ اور بقول روح المعانی حکمت اس درست کلام کا نام ہے جو انسان کے دل میں اتر جائے۔ وَجَادِلْهُمْ... الخ یعنی دعوت میں اگر کہیں بحث ومناظرہ کی نوبت پیش آجائے تو وہ بھی بطریق حسن ہونا چاہیے اور یہ مسلمانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں جس سے بھی ہو باسلوب حسن ہو۔

مجادلہ اصول دعوت میں سے نہیں ہے اصل تو دعوت ہی ہیں، اسی لیے اس کو الگ سے بیان کیا کہ اگر ایسی صورت پیش ہی آجائے تو اس کے سلسلے میں ہدایت دی گئی۔

دعوت الی اللہ کے پیغمبرانہ آداب

حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا: "فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا" یہ فرعون جیسے سرکش کے مقابلے میں ہے موسیٰ اور فرعون کے مابین طویل مکالمات پر غور کیجئے (سورۂ شعراء: ۳ رکوع تک۔ حضرت نوحؑ کا لب ولہجہ اتنے طویل زمانۂ دعوت میں کیسا رہا، حضرت ہودؑ نے اپنی قوم کے جاہلانہ انداز پر کیا جواب دیا، حضرت شعیبؑ نے قوم کے تمسخرانہ انداز پر کیا جواب دیا۔

پیغمبر آخر الزماںؐ کی تعلیمات میں اس کا بڑا لحاظ رہا، وعظ ونصیحت روزانہ نہ فرماتے تاکہ کاروبار کا حرج اور طبیعت پر بار نہ ہو، ارشاد رسالتؐ ہے، يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا (بخاری کتاب العلم) کسی کو براہ راست خطاب فرماتے تو یوں کہ "مَابَالُ اَقْوَامٍ يَفْعَلُوْنَ كَذَا"

www.toobaaelibrary.com

کبھی مخاطب کو شرمندگی سے بچانے کے لیے روئے سخن اپنی طرف کر کے اصلاح کی کوشش فرماتے، وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ شروع الفاظ کیا ہوتے ہیں "یٰقَوْمِ" ہم تم تو ایک ہی برادری کے ہیں، کوئی منافرت نہیں ہونی چاہیے۔

پیغمبرؐ نے شاہ روم ہرقل کو دعوت نامہ ارسال فرمایا تو "عظیم الروم" کے لقب سے یاد فرمایا، تعلیمات رسول اللہؐ پر دھیان دیا جائے تو ہر تعلیم و دعوت میں اسی طرح کے آداب و اصول ملیں گے۔

دعوت کے آداب اور اصول کے بیان کے بعد داعیانِ دین کی تسلی کے لیے فرمایا اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ الخ یعنی مخاطب حق بات کو قبول کرے یا نہ کرے، آپ مایوس اور دل گیر ہو کر دعوت کا کام چھوڑ نہ دیں۔ یہ آخری جملہ بھی آداب دعوت کا تکملہ ہے۔ داعی حق کو کوئی ایذا پہنچائے تو بدلہ لینا بھی جائز ہے مگر صبر بہتر ہے، بدلہ لینے میں مقدار ظلم و ایذا سے تجاوز نہ ہو، وَاِنْ عَاقَبْتُمْ الخ یہ آیت مدنی ہے غزوۂ اُحد میں ستر صحابہؓ اور حضرت حمزہؓ قتل کرنے اور آپ کے مثلہ کیے جانے کے واقعہ میں نازل ہوئی، حضرت حمزہؓ کے مثلہ شدہ حالت کو دیکھ کر پیغمبرؐ کو سخت صدمہ ہوا اور آپؐ نے فرمایا کہ میں حمزہؓ کے بدلہ میں مشرکین کے ستر آدمیوں کا اسی طرح مثلہ کروں گا اس واقعہ میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ (ترمذی و احمد وغیرہ عن ابی بن کعبؓ) پیغمبرؐ نے عزم فرمایا تھا وہ اللہ کے نزدیک اس اصول عدل و مساوات کے مطابق نہ تھا جسے آپؐ کے ذریعے دنیا میں قائم کرنا منظور تھا اس لیے ایک تو اس پر متنبہ فرمایا گیا کہ بدلہ لینے کا حق تو ہے مگر اتنا ہی دوسرے آپ کو مکارم اخلاق کا نمونہ بنانا تھا اس لیے یہ نصیحت کی گئی کہ وہ بھی چھوڑ دو اور مجرموں پر احسان کرو تو یہ زیادہ بہتر ہے، اس پر آپ نے فرمایا کہ اب ہم صبر ہی کریں گے کسی ایک سے بھی بدلہ نہیں لیں گے اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیا۔ تفصیلی معلومات قصاص کی کتب میں دیکھیں۔ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ یعنی صبر کرنا آپ کے لیے آسان کر دیا جائے گا۔

قراءات : سورۃ الحجر: رُبَمَا نافع و عاصم کے لیے مخفف اور باقیین کے لیے مشدد ہے مَا تُنَزِّلُ حفص و اخوین کے لیے، نونین اوّل مضموم و ثانی مفتوح مع کسر الزاء ہے اور اَلْمَلٰٓئِكَةَ بالنصب ہے ان کے لیے اور شعبہ کے لیے تائے مضمومہ و فتح النون و الزاء مع رفع الْمَلٰٓئِكَةُ. مَا تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ ہے اور باقیین کے لیے فتح التاء مع رفع الْمَلٰٓئِكَةُ مَا تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ ہے۔ سُكِّرَتْ کی کے لیے تخفیف الکاف اور باقیین کے لیے تشدید الکاف ہے الرِّيٰحَ لواقح بقرہ میں اور جُزْءٌ وَالْمُخْلَصِيْنَ یوسف میں اور فَتَصِرْهُنَّ ہود میں مذکور ہو چکے ہیں وَعُيُوْنٍ، وَالْعُيُوْنَ نافع، بصری، ہشام، اور حفص کے لیے مطلقاً ضم العین اور باقیین کے لیے بکسر العین

www.toobaaelibrary.com

ہو چکے ہے فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ کے نافع کے لیے بنون مکسورہ مشددہ اور باقیین کے لیے بنون مفتوحہ مخففہ ہے وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖ اور روم میں يَقْنَطُوْنَ اور زمر میں لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ بصری وکسائی کے لیے بنون مکسور تینوں جگہ اور باقیین کے لیے بنون مفتوحہ ہے۔ لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ اخوین کے لیے تخفیف الجیم مع سکون النون، اسی طرح لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ اور اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ عنکبوت میں بھی مخفف ہے لیکن مکی وشعب کے لیے بھی اِنَّا مُنَجُّوْكَ میں تخفیف ہے، اور باقیین کے لیے فتح النون وتشدید الجیم ہے فَلَوْلَا یہاں اور نمل میں شعب کے لیے تخفیف الدال، اور باقیین کے لیے تشدید الدال ہے۔

سورۃ النحل: عَمَّا تُشْرِكُوْنَ یونس میں گذر چکا ہے يُنْۢبِتُ لَكُمْ شعبہ کے لیے بالنون اور باقیین کے لیے بالیاء ہے اَلشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٌ شامی کے لیے بالرفع ہیں یہ کلمات ابن عامر، اور حفص کے لیے النجوم و مسخرات میں رفع ہے اور الشمس والقمر میں نصب اور باقیین کے لیے چاروں میں نصب ہے لیکن مسخرات کا نصب بالکسر ہوگا وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ عاصم کے لیے بالیاء اور باقیین کے لیے بالتاء اَيْنَ شُرَكَاءِيَ الَّذِيْنَ سبع قراء کے لیے شرکاء بالہمز ہے تُشَاقُّوْنَ فِيْهِمْ نافع کے لیے بکسر النون اور باقیین کے لیے بفتح النون الَّذِيْنَ يَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ دو جگہ حمزہ کے لیے بالیاء يَتَوَفّٰىهُمُ ہے اور باقیین کے لیے بالتاء اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ انعام میں ذکر ہو چکا ہے۔ لَا يَهْدِيْ مَنْ کوفیین کے لیے بفتح الیاء وکسر الدال ہے اور باقیین کے لیے بضم الیاء وفتح الدال ہے فَيَكُوْنُ یہاں اور یٰسین میں شامی اور کسائی کے لیے بنصب النون اور باقیین کے لیے بالرفع جیسا کہ بقرہ میں گذر چکا ہے نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ یوسف میں گذرا اَلَمْ تَرَوْا اِلٰى مَا اخوین کے لیے بالتاء اور باقیین کے لیے بالیاء يَخِرُّوْا بصری کے لیے بالتاء باقیین کے لیے بالیاء مُفْرِطُوْنَ نافع کے لیے بکسر الراء اور باقیین کے لیے بفتح الراء نُسْقِيْكُمْ یہاں اور مومنون میں نافع اور شامی شعب کے لیے بفتح النون اور باقیین کے لیے بضم النون ہے۔ يَعْرِشُوْنَ اعراف میں گذر چکا۔ تَجْعَلُوْنَ شعب کے لیے بالتاء اور باقیین کے لیے بالیاء ہے مِنْ بُيُوْتِكُمْ نساء میں مذکور ہے اَلَمْ تَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ شامی وحمزہ کے لیے بالتاء باقیین کے لیے بالیاء يَوْمَ ظَعْنِكُمْ شامی وکوفیین کے لیے بسکون العین اور باقیین کے لیے بفتح العین وَلَيَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ کی عاصم کے لیے بلا خلف اور ابن ذکوان کے لیے مع الخلف بنون العظمۃ ہے اور باقیین کے لیے بالیاء اور یہی طریق ثانی ہے ابن ذکوان کے لیے بھی فَلْيَتَمَتَّعُوْا بقرہ میں گذرا يَلْحِدُوْنَ اخوین کے لیے بفتح الیاء والحاء اور باقیین کے لیے بضم الیاء وکسر الحاء ہے مِنْ بَعْدِ مَا يُظْعَنُوْنَ شامی کے لیے بفتح الظاء والتاء اور باقیین کے لیے بضم الظاء وکسر التاء فی ضمنی یہاں اور نمل میں مکی کے لیے بکسر الضاد اور باقیین کے لیے بفتح الضاد ہے۔

* * *

www.toobaaelibrary.com

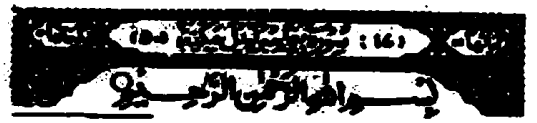

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَكِیْلًا ۝ ذُرِّیَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝ وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِیْرًا ۝ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَیْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِیْرًا ۝ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۚ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا ۝ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ یَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا ۝ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۝ وَّاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندہ (محمدؐ) کو شب کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے آس پاس (کہ ملک شام ہے) ہم نے (دینی اور دنیوی) برکتیں کر رکھی ہیں (دینی برکت یہ ہے کہ وہاں بکثرت انبیاء مدفون ہیں اور دنیوی برکت یہ ہے کہ وہاں باغات اور نہروں چشموں اور پیداوار کی کثرت ہے۔ غرض اس مسجد اقصیٰ تک عجیب طور پر اس واسطے) لے گیا تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلا دیں (جن بعض تو خود وہاں کے متعلق ہیں مثلاً اتنی بڑی مسافت کو بہت تھوڑے سے وقت میں طے کر لینا اور سب انبیاء سے ملاقات کرنا اور ان کی باتیں سننا وغیرہ اور بعض آگے کے متعلق ہیں مثلاً آسمانوں پر جانا اور وہاں کے عجائبات کا مشاہدہ کرنا) بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے دیکھنے والے ہیں (چونکہ رسول اللہؐ کے اقوال کو سنتے اور احوال کو دیکھتے تھے اس کے مناسب ان کو یہ خاص امتیاز اور اعزاز بخشا اور اپنے قرب خاص کا وہ مقام عطا کیا جو کسی کو نہیں ملا) اور ہم نے موسیٰ (کو کتاب (یعنی توریت) دی اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لیے (آلۂ) ہدایت بنایا (جس میں اور احکام کے ساتھ یہ توحید کا عظیم الشان حکم بھی تھا) کہ تم میرے سوا (اپنا) کوئی کارساز مت قرار دو، اے ان لوگوں کی

www.toobaaelibrary.com

نسل جن کو ہم نے نوح کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا (ہم تم سے خطاب کر رہے ہیں تا کہ اس نعمت کو یاد کرو کہ اگر ہم ان کو کشتی پر سوار کر کے نہ بچاتے تو آج تم ان کی نسل کہاں ہوتے اور نعمت کو یاد کر کے اس کا شکر کرو جس کی بڑی فرد توحید ہے اور) وہ نوح بڑے شکر گذار بندہ تھے (پس جب انبیاء شکر کرتے رہے تو تم کیسے اس کے تارک ہو سکتے ہو۔) اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں (خواہ توریت میں یا دوسرے انبیاء بنی اسرائیل کے صحیفوں میں) یہ بات (بطور پیشین گوئی کے) بتلا دی تھی کہ تم سرزمین (شام) میں دو مرتبہ (گناہوں کی کثرت سے) خرابی کرو گے (ایک مرتبہ شریعت موسویہ کی مخالفت اور دوسری مرتبہ شریعت عیسویہ کی مخالفت) اور دوسروں پر بھی بڑا زور چلانے لگو گے (یعنی ظلم وزیادتی کرو گے اس طرح لَتُفْسِدُنَّ میں حقوق اللہ کے ضائع کرنے کی طرف اور لَتَعْلُنَّ میں حقوق العباد ضائع کرنے کی طرف اشارہ ہے اور یہ بھی بتلا دیا تھا کہ دونوں مرتبہ سخت سزاؤں میں مبتلا کیے جاؤ گے پھر جب ان دو مرتبہ میں سے پہلی مرتبہ معیاد آئے گی تو ہم تم پر اپنے ایسے بندوں کو مسلط کر دیں گے جو بڑے جنگجو ہوں گے پھر وہ (تمہارے) گھروں میں گھس پڑیں گے (اور تم کو قتل وقید اور غارت کر دیں گے اور یہ (وعدۂ سزا) ایک وعدہ ہے جو ضرور ہو کر رہے گا پھر (جب تم اپنے کیے پر نادم وتائب ہو جاؤ گے) تم ہم پھر ان پر تمہارا غلبہ کر دیں گے (گو بواسطہ سہی کہ جو قوم ان پر غالب آئے گی وہ تمہاری حامی ہو جائے گی اس طرح تمہارے دشمن اس قوم سے اور تم سے دونوں سے مغلوب ہو جائیں گے) اور مال اور بیٹوں سے جو کہ قید اور غارت کیے گئے تھے ہم تمہاری امداد کریں گے (یعنی یہ چیزیں تم کو واپس مل جائیں گی جن سے تمہیں قوت پہنچے گی) اور ہم تمہاری جماعت (یعنی تابعین) کو بڑھا دیں گے (پس جاہ ومال اور اولاد و متبعین سب میں ترقی ہوگی اور اس کتاب میں بطور نصیحت یہ بھی لکھا تھا کہ، اگر (اب آئندہ) اچھے کام کرتے رہو گے تو اپنے ہی نفع کے لیے اچھے کام کرو گے (یعنی دنیا وآخرت میں اس کا نفع حاصل ہوگا) اور اگر (پھر تم، برے کام کرو گے تو بھی اپنے ہی لیے (برائی کرو گے یعنی پھر سزا ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا جسکا آگے بیان ہے کہ) پھر جب (مذکورہ دو مرتبہ کے فساد میں سے) آخری مرتبہ کا وقت آئے گا (اور اس وقت تم شریعت عیسویہ کی مخالفت کرو گے) تو پھر ہم دوسروں کو تم پر مسلط کر دیں گے تا کہ (وہ تمہیں مار مار کر (تمہارا چہرہ بگاڑ دیں اور جس طرح وہ (پہلے) لوگ مسجد (بیت المقدس) میں (لوٹ مار کے ساتھ) گھسے تھے یہ (پچھلے) لوگ اس میں گھس پڑیں گے اور جس چیز پر ان کا زور چلے سب کو (ہلاک و) برباد کر ڈالیں گے (اور) اس کتاب میں یہ بھی لکھا تھا کہ

www.toobaaelibrary.com

اگر اس دوسری مرتبہ کے بعد جب دور شریعت محمدیہ کا ہو تم مخالفت و معصیت سے باز آ کر شریعت محمدیہ کا اتباع کرلو تو عجب نہیں (یعنی امید بھی وعدہ ہے) کہ تمہارا رب تم پر رحم فرماوے (اور تم کو ادبار و ذلت سے نکال دے) اور اگر تم پھر وہی (شرارت) کرو گے تو ہم بھی پھر وہی (سزا کا برتاؤ) کریں گے (چنانچہ آنحضرتؐ کے عہد میں انہوں نے آپ کی مخالفت کی تو پھر قتل و قید اور ذلیل ہوئے یہ تو دنیا کی سزا ہوگی) اور (آخرت میں) ہم نے جہنم کو (ایسے) کافروں کا جیل خانہ بنا ہی رکھا ہے۔

ربط آیات: اس سے پہلی آیات جَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ میں احکام شرعیہ اور ہدایات الٰہیہ کے اتباع و اطاعت کی ترغیب تھی اور مذکور الصدر آیات میں ان کی مخالفت سے ترہیب و زجر کا مضمون ہے ان آیات میں بنی اسرائیل کے دو واقعے عبرت و نصیحت کے لیے ذکر کیے گئے کہ انہوں نے ایک مرتبہ معاصی اور حکم ربانی کی مخالفت میں انہماک کیا تو اللہ تعالیٰ نے انکے دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیا جنہوں نے اس کو تباہ کیا پھر ان کو کچھ ہیبت ہوگئی اور شرارت کم کر دی تو سنبھل گئے مگر کچھ عرصہ کے بعد پھر وہی شرارتیں اور بداعمالیاں انمیں پھیل گئیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے دشمن کے ہاتھ سے سزا دلائی قرآن کریم میں دو واقعوں کا ذکر ہے مگر تاریخ میں اس طرح کے چھ واقعات مذکور ہیں۔

پہلا واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام بانی مسجد اقصیٰ کی وفات کے کچھ عرصہ کے بعد پیش آیا کہ بیت المقدس کے حاکم نے بے دینی اور بدعملی اختیار کرلی تو مصر کا ایک بادشاہ اس پر چڑھ آیا اور بیت المقدس کا سامان سونے چاندی کا لوٹ کر لے گیا مگر شہر اور مسجد کو منہدم نہیں کیا۔

دوسرا واقعہ اس سے تقریباً چار سو سال بعد کا ہے کہ بیت المقدس میں بسنے والے بعض یہودیوں نے بت پرستی شروع کر دی اور باقیوں میں نااتفاقی اور باہمی جھگڑے ہونے لگے اس کی نحوست سے پھر مصر کے کسی بادشاہ نے ان پر چڑھائی کر دی اور کسی قدر شہر اور مسجد کی عمارت کو بھی نقصان پہنچایا پھر ان کی حالت کچھ سنبھل گئی۔

تیسرا واقعہ اس کے چند سال بعد جب بخت نصر شاہ بابل نے بیت المقدس پر چڑھائی کر دی اور شہر کو فتح کر کے بہت سا مال لوٹ لیا اور بہت سے لوگوں کو قیدی بنا کر لے گیا اور پہلے بادشاہ کے خاندان کے ایک فرد کو اپنے قائم مقام کی حیثیت سے اس شہر کا حاکم بنا دیا۔

چوتھا واقعہ اس کے بادشاہ نے جو بت پرست اور بدعمل تھا بخت نصر سے بغاوت کی تو بخت نصر دوبارہ چڑھ آیا اور کشت و خون اور قتل و غارت کی کوئی حد نہ رہی شہر میں آگ لگا کر میدان کر دیا یہ حادثہ تیسر

www.toobaaelibrary.com

مسجد سے تقریباً چار سو پندرہ سال کے بعد پیش آیا اس کے بعد یہود یہاں سے جلاوطن ہو کر بابل چلے گئے جہاں نہایت ذلت وخواری سے رہتے ہوئے ستر سال گذر گئے اس کے بعد شاہ ایران نے شاہ بابل پر چڑھائی کر کے بابل فتح کر کیا پھر شاہ ایران کو ان جلاوطن یہودیوں پر رحم آیا اور ان کو واپس ملک شام میں پہنچا دیا اور ان کا لوٹا ہوا سامان بھی واپس کر دیا اب یہود اپنے اعمال بد اور معاصی سے تائب ہو چکے تھے یہاں نئے سرے سے آباد ہوئے تو شاہ ایران کے تعاون سے پھر مسجد اقصیٰ کو سابق نمونہ کے مطابق بنا دیا۔

پانچواں واقعہ یہ پیش آیا کہ جب یہود کو یہاں اطمینان اور آسودگی دوبارہ حاصل ہو گئی تو اپنے ماضی کو بھول گئے اور پھر بدکاری اور بداعمالی میں منہمک ہو گئے تو حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے ایک سو ستر سال پہلے یہ واقعہ پیش آیا کہ جس بادشاہ نے انطاکیہ آباد کیا تھا اس نے چڑھائی کر دی اور چالیس ہزار یہودیوں کو قتل کیا چالیس ہزار کو قید اور غلام بنا کر اپنے ساتھ لے گیا اور مسجد کی بھی بہت بے حرمتی کی مگر عمارت مسجد کی بچ گئی مگر پھر اس بادشاہ کے جانشینوں نے شہر اور مسجد کو بالکل میدان کر دیا اس کے کچھ عرصہ کے بعد بیت المقدس پر سلاطین روم کی حکومت ہو گئی انہوں نے مسجد کو پھر درست کیا اور اس کے آٹھ سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

چھٹا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صعود اور رفع جسمانی کے چالیس برس بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ یہودیوں نے اپنے حکمران سلاطین روم سے بغاوت اختیار کر لی رومیوں نے پھر شہر اور مسجد کو تباہ کر کے وہی حالت بنا دی جو پہلے تھی اس وقت کے بادشاہ کا نام طیطس تھا جو نہ یہودی تھا نہ نصرانی کیونکہ اس کے بہت روز کے بعد قسطنطین اول عیسائی ہوا ہے اور اس کے بعد سے حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ تک یہ مسجد ویران پڑی رہی یہاں تک کہ آپ نے اس کی تعمیر کرائی یہ چھ واقعات تفسیر بیان القرآن میں بحوالہ تفسیر حقانی لکھے گئے ہیں۔

اب یہ بات کہ قرآن کریم نے جن دو واقعوں کا ذکر کیا ہے وہ ان میں سے کون سے ہیں اس کی قطعی تعیین تو مشکل ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ ان میں سے جو واقعات زیادہ سنگین اور بڑے ہیں جن میں یہود کی شرارتیں بھی زیادہ ہوئیں اور سزا بھی سخت ملی ان پر محمول کیا جائے اور وہ چوتھا اور چھٹا واقعہ ہے تفسیر قرطبی میں یہاں ایک طویل حدیث مرفوع بروایت حذیفہ نقل کی ہے اس سے بھی اس کی تعیین ہوتی ہے کہ ان دو واقعوں سے چوتھا اور چھٹا واقعہ ہے اس طویل حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ بیت المقدس اللہ تعالیٰ کے

www.toobaaelibrary.com

نزدیک بڑی عظیم القدر مسجد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ دنیا کے سب گھروں میں ایک ممتاز عظمت والا گھر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے لیے سونے چاندی اور جواہرات یاقوت وزمرد سے بنایا تھا اور یہ اس طرح کہ جب سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر شروع کی تو حق تعالیٰ نے جنات کو ان کے تابع کر دیا۔ جنات نے یہ تمام جواہرات اور سونے چاندی جمع کر کے ان سے مسجد بنائی حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ پھر بیت المقدس سے یہ سونا چاندی اور جواہرت کہاں اور کس طرح گئے تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور گناہوں اور بداعمالیوں میں مبتلا ہو گئے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر بادشاہ کو مسلط کر دیا جو مجوسی تھا اس نے سات سو برس بیت المقدس پر حکومت کی اور قرآن کریم میں آیت فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ سے یہی واقعہ مراد ہے بخت نصر کا لشکر مسجد قدس میں داخل ہوا مردوں کو قتل اور عورتوں بچوں کو قید کیا اور بیت المقدس کے تمام اموال اور سونے چاندی جواہرات کو ایک لاکھ ستر ہزار گاڑیوں میں بھر کر لے گیا اور اپنے ملک بابل میں رکھ لیا۔ اور سو برس تک ان بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا کر طرح طرح کی باشقت خدمت ذلت کے ساتھ ان سے لیتا رہا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو اس کے مقابلے کے لیے کھڑا کر دیا جس نے بابل کو فتح کیا اور باقیماندہ بنی اسرائیل کو بخت نصر کی قید سے آزاد کرایا اور جتنے اموال وہ بیت المقدس سے لایا تھا وہ واپس بیت المقدس میں پہنچا دیئے اور پھر بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ اگر تم پھر نافرمانی اور گناہوں کی طرف لوٹ جاؤ گے تم ہم بھی پھر قتل وقید کا عذاب تم پر لوٹا دیں گے آیت قرآن عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا سے یہی مراد ہے۔

پھر جب بنی اسرائیل بیت المقدس میں لوٹ آئے (اور سب اموال وسامان بھی قبضہ میں آ گیا) تو پھر معاصی اور بداعمالیوں کی طرف لوٹ گئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان پر شاہ روم قیصر کو مسلط کر دیا آیت فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ سے یہی مراد ہے شاہ روم نے ان لوگوں سے بری اور بحری دونوں راستوں پر جنگ کی اور بہت سے لوگوں کو قتل اور قید کیا اور پھر تمام ان اموال بیت المقدس کو ایک لاکھ ستر ہزار گاڑیوں پر لاد کر لے گیا اور اپنے کنیسۃ الذہب میں رکھ دیا یہ سب اموال ابھی تک وہیں ہیں اور وہیں رہیں گے یہاں تک کہ حضرت مہدی پھر ان کو بیت المقدس میں ایک لاکھ ستر ہزار کشتیوں میں لادیں گے اور آگ جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان اموال کو آخر زمانہ میں جمع کر دیں گے۔ (الحدیث بطولہ

www.taobaalibrary.com

رواہ القرطبی فی تفسیرہ) بیان القرآن میں ہے کہ دو واقعے جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے اس سے مراد دو شریعتوں کی مخالفت ہے پہلے شریعت موسوی کی مخالفت اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد شریعت عیسویہ کی مخالفت ہے اس طرح پہلی مخالفت میں وہ سب واقعات درج ہو سکتے ہیں جو اوپر بیان کئے گئے ہیں، واقعات کی تفصیل کے بعد آیات مذکورہ کی تفسیر دیکھئے۔ بلاشبہ یہ قرآن ایسے طریقہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے (یعنی اسلام) اور (اس طریقہ کے ماننے اور نہ ماننے والوں کی جزاء وسزا بھی بتلاتا ہے کہ) ان ایمان والوں کو جو نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دیتا ہے کہ ان کو بڑا بھاری ثواب ملے گا اور یہ بھی بتلاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے لیے ایک دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔

تلخیص معارف ومسائل

سورۂ بنی اسرائیل ہے۔ پہلی آیت میں معراج کے واقعہ کا ذکر ہے جو ہمارے پیغمبرؐ کا ایک خصوصی اعزاز اور امتیازی معجزہ ہے۔ لَیْلًا نکرہ ہے یعنی پوری رات بھی نہیں، رات کا ایک حصہ معراج کا ذکر سورۂ نجم کی آیات میں اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ بِعَبْدِہٖ، ایک خاص محبوبیت کی طرف اشارہ ہے۔ انسان کا سب سے بڑا کمال اس کا عبد ہونا ہے، عبدیت اس کی بڑی صفت ہے، اسی لیے خصوصی اعزاز کے موقعہ پر آپ کی بہت سی صفات کمال میں سے صفت عبدیت کو اختیار کیا گیا، ایک بڑا فائدہ یہ بھی مقصود ہے کہ اس حیرت انگیز سفر کے کسی کو خدائی کا وہم نہ ہو جائے، اس سب کے باوجود آپؐ اللہ کے بندے ہی ہیں، خدا نہیں۔

معراج کے جسمانی ہونے پر قرآن وسنت کے دلائل ہیں اور اجماع ہے، لفظ سُبْحَانَ بھی دلالت کرتا ہے، اگر روحانی بطور خواب ہوتا تو اس میں کون سی عجیب بات تھی، خواب تو اور انسان دیکھ سکتا ہے، لفظ عَبْدٌ صرف روح نہیں بلکہ جسم وروح کے مجموعہ کا نام ہے۔ نیز حضرت ام ہانی کو بتلایا تو انھوں نے حضور اکرمؐ سے منع کیا کہ کسی سے ذکر نہ کریں ورنہ اور تکذیب کریں گے، اگر معاملہ خواب کا ہوتا اس میں تکذیب کی کیا بات تھی۔ اسی لیے سنکر تکذیب بھی ہوئی، مذاق بھی اڑایا اور بعض نو مسلم مرتد بھی ہوئے اگر معاملہ خواب کا ہوتا تو ان معاملات کا کیا امکان تھا۔ اور اس بات کے منافی نہیں کہ آپ کو اس کے بعد یا پہلے کوئی معراج روحانی بصورت بھی ہوئی ہے۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ اسراء کی احادیث متواترہ میں نقاش نے بیس صحابہ کرام کی روایات نقل کی ہیں، ابن کثیر نے پچیس صحابہؓ کے اسماء پوری جرح وتعدیل کے ساتھ ذکر کیے ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

واقعہ معراج سے متعلق بہت سے رسائل اور کتابیں مطبوعہ ہیں مناسب ہے کہ متعلقہ تفصیلات وہاں دیکھی جائیں، یہاں صرف ایک غیر مسلم عالم کی شہادت درج کی جاتی ہے۔ جس وقت شاہ ہرقل کے سامنے ابوسفیان اپنا بیان دے رہے تھے اور اس غرض سے کہ واقعہ بیت المقدس میں بیان کروں گا تو اس کی تکذیب یہ خود کردے گا، انھوں نے جب بیان کیا تو ہرقل کے سرہانے پر قریب ہی کھڑا اسقف (بیت المقدس) کا سب سے بڑا عالم اس نے سنتے ہی کہا، میں اس رات سے واقف ہوں، شاہ روم کے دریافت کرنے پر اس نے یہ بتلایا کہ میں جب تک بیت المقدس کے تمام دروازے بند نہ کرلیتا کبھی سوتا نہیں تھا، اس رات جب حسب عادت سارے دروازے بند کردیے مگر ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہوسکا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی پہاڑ کو ہلا رہے ہیں، کاریگر اور نجار بلائے انھوں نے دیکھ کر کہا کہ دروازے پر عمارت کا بوجھ پڑ گیا ہے اب صبح سے پہلے کوئی تدبیر نہیں۔ میں لوٹ گیا دونوں کواڑ کھلے رہے، صبح ہوتے ہی میں اس دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ مسجد کے اس دروازے کے پاس ایک پتھر کی چٹان میں ایک سوراخ کیا ہوا ہے، لگتا ہے جیسے یہاں کوئی جانور باندھا گیا ہے، اس وقت میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ آج اس دروازہ کو اللہ تعالیٰ نے شاید اس لیے بند ہونے سے روکا ہے کہ کوئی نبی یہاں آنے والے تھے، اور پھر بیان کیا کہ اس رات آپ نے ہماری مسجد میں نماز بھی پڑھی ہے اور اس کے بعد اور تفصیلات بیان کیں۔ (ابن کثیر ج ۳، ص ۴۲)

واقعہ معراج کی تاریخ میں بہت اختلافات ہیں تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ ہجرت مدینہ سے کئی سال پہلے کا ہے، فیصلہ کن تاریخ کوئی نہیں ہے مشہور عام طور سے یہ ہے کہ ستائیسویں رجب میں شب معراج ہوئی ہے۔ واللہ اعلم

حضرت ابوذر غفاریؓ کی دریافت پر پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلی مسجد حرام ہے، اس کے بعد مسجد اقصیٰ ہے، دونوں کی درمیانی مدت چالیس سال ہے۔

"بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ" سے مراد پوری زمین شام ہے۔ اس میں ارض فلسطین کو خاص تقدس عطا فرمایا ہے (روح المعانی) اس کی برکات دینی بھی ہے، اور دنیاوی بھی۔ دینی یہ کہ تمام انبیاء سابقین کا قبلہ اور مسکن و مدفن ہے، اور دنیوی یہ کہ زمین نہایت سرسبز و شاداب چشمے اور نہریں اور باغات ہیں۔ حضرت معاذ ابن جبل حضورؐ سے ناقل ہیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ملک شام تو تمام شہروں میں سے میرا منتخب ہے اور میں تیری طرف اپنے منتخب بندوں کو پہنچاؤں گا (قرطبی)

www.toobaaelibrary.com

ایک روایت میں ہے کہ دجال پوری زمین میں پھرے گا، مگر چار مساجد تک اس کی رسائی نہ ہوگی۔ مسجد مدینہ، مسجد مکہ، مسجد اقصیٰ، مسجد طور۔ آیت ۴ ہر قرآن کریم میں بنی اسرائیل کی دو مرتبہ معاصی اور حکم ربانی کی مخالفت کا ذکر ہے مگر تاریخ میں اس طرح کے چھ واقعات مذکور ہیں، (۱) سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے کچھ عرصہ بعد، (۲) اس کے تقریباً چار سو سال بعد کا ہے بیت المقدس میں بسنے والے یہودیوں نے بت پرستی شروع کر دی، (۳) پھر اس کے چند سال بعد جب بخت نصر نے بیت المقدس پر چڑھائی کر دی، (۴) اس کے بعد بادشاہ نے جو بت پرست اور بدعمل تھا بخت نصر سے بغاوت کی تو دوبارہ بخت نصر چڑھ آیا، (۵) جب یہودیوں کو یہاں اطمینان اور آسودگی دوبارہ حاصل ہوئی تو پھر اپنے ماضی کو بھول کر بدکاری اور بدعملی میں منہمک ہو گئے، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے ایک سو ستر سال پہلے یہ واقعہ پیش آیا، اور (۶) چھٹا واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صعود اور رفع جسمانی کے چالیس سال بعد پیش آیا۔ (تفصیل۔ تفسیر بیان القرآن بحوالہ تفسیر حقانی) قرآن کریم میں ان میں سے کون دو واقعات ہیں؟ قطعی تعیین مشکل ہے، ظاہر ہے کہ ان میں جو زیادہ مشہور اور سنگین تھے جن میں یہود کی شرارتیں زیادہ تھیں اور سزا بھی زیادہ ملی ان پر محمول کیا جائے وہ چوتھا اور چھٹا واقعہ ہے۔ (قرطبی میں اس کی تفصیل ہے)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں جو دو واقعات آتے ہیں اس سے مراد دو شریعتوں کی مخالفت ہے، شریعت موسوی، اور پھر حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کے بعد شریعت عیسویہ کی مخالفت۔

خلاصۂ واقعات یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ تھا کہ وہ جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے، دین و دنیا میں فائز المرام رہیں گے، اور جب کبھی دین سے انحراف کریں گے ذلیل و خوار کیے جائیں گے۔

وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا، یہ ضابطہ الٰہی ہے اور قیامت تک لیے ہے، اب تیسرا دور شریعت محمدیہ کا ہے جو قیامت تک چلے گا اس کی مخالفت کا بھی وہی انجام ہوگا،

واقعات بنی اسرائیل مسلمانوں کے لیے عبرت ہیں، موجودہ واقعہ بیت المقدس اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، قرآن کریم میں مسلمانوں کو سنانے اور بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ مسلمان بھی اس ضابطۂ الٰہیہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔

آج مسلمان قرآن و سنت کے احکام سے بیگانہ ہو گئے تو وہی ضابطہ الٰہیہ سامنے آیا کہ کروڑوں

www.toobaaelibrary.com

عربوں پر چند لاکھ یہودی غالب آ گئے جان و مال کو نقصان پہنچایا اور دنیا کی تین عظیم الشان مسجدوں میں سے ایک جو تمام انبیاء کا قبلہ رہا ہے وہ ان سے چھین لیا گیا ہے، اور ایک ذلیل و خوار قوم غالب آ گئی۔ یہ مسلمانوں کی سرکشی کی سزا ہے، علاج صرف یہ ہے کہ ہم احکام الٰہی کی اطاعت میں لگ جائیں، غیروں کی نقالی سے اور غیروں پر اعتماد کے گناہ عظیم سے باز آ جائیں۔ اور خالص اور شرعی جہاد کریں۔

عِبَادًا لَّنَا، سے معلوم ہوا کہ کافر بھی اللہ کے بندے ہیں مگر اس کے مقبول بندے نہیں اسی لیے نسبت توڑ کر (عبادنا کہنے کے بجائے) عِبَادًا لَّنَا فرمایا۔

آیت ۹: شروع آیت میں معجزہ معراج سے شان رسالت کا بیان تھا، اس آیت میں قرآن سے اس کا اثبات ہے۔

طریق اقوم: قرآن کریم جس طریقہ کی ہدایت کرتا ہے اسے اقوم کہا گیا ہے، یعنی ایسا راستہ جو منزل مقصود تک پہنچانے میں قریب بھی ہو، آسان بھی ہو اور خطرات سے خالی بھی ہو۔ (قرطبی)

وَيَدْعُ الْإِنسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ ۖ وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ﴿١٢﴾ وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ﴿١٣﴾ اقْرَأْ كِتَابَكَ ۚ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ﴿١٤﴾ مَّنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ﴿١٦﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِن بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿١٧﴾ مَّن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا ﴿١٨﴾ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُم مَّشْكُورًا ﴿١٩﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ﴿٢٠﴾ انظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ﴿٢١﴾ لَّا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُولًا ﴿٢٢﴾

ترجمہ و خلاصۂ تفسیر

اور (بعض) انسان (جیسے کفار ہیں) برائی (یعنی عذاب) کی ایسی دعا کرتا ہے جس طرح بھلائی کی دعا (کی جاتی ہے) اور انسان کچھ

www.toobaaelibrary.com

(کچھ طبعاً ہی جلد باز (ہوتا) ہے۔ ہم نے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں بنایا سو رات کی نشانی (یعنی خود رات) کو ہم نے دھندلا بنادیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا (کہ اس میں سب چیزیں بے تکلف دکھائی دیں) تاکہ (دن میں) اپنے رب کی روزی تلاش کرو اور (رات اور دن کی آمد و رفت اور دونوں کے رنگ میں امتیاز کہ ایک روشن دوسرا اندھیرا ہے اور دونوں کی مقداروں میں اختلاف سے) برسوں کا شمار اور (دوسرے چھوٹے چھوٹے) حساب معلوم کرلو (جیسا کہ سورۂ یونس کے پہلے رکوع میں بیان ہوا ہے) اور ہم نے ہر چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے (لوح محفوظ میں تو تمام کائنات کی مکمل تفصیل بغیر کسی استثناء کے ہے اور قرآن کریم میں تفصیل بقدر ضرورت ہے اس لیے یہ بیان دونوں کی طرف منسوب ہوسکتا ہے) اور ہم نے ہر (عمل کرنے والے) انسان کا عمل (نیک ہو یا بد) اس کے گلے کا ہار بنا رکھا ہے (یعنی ہر شخص کا عمل اس کے ساتھ لازم و ملزوم ہے اور (پھر) قیامت کے دن اس کا اعمال نامہ اس کے (دیکھنے کے) واسطے نکال کر سامنے کردیں گے جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا (اور اس سے کہا جاویگا کہ لے) اپنا اعمال نامہ (خود) پڑھ لے آج تو خود ہی اپنا حساب جانچنے کے لیے کافی ہے (یعنی اس کی ضرورت نہیں کہ تیرے اعمال کو کوئی دوسرا آدمی گناوے بلکہ تو خود ہی اپنا نامہ اعمال پڑھتا جا اور حساب لگاتا جا کہ تجھے کتنی سزا اور کتنی جزا ملنی چاہیے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ابھی عذاب سامنے نہیں آیا مگر وہ ٹلنے والا نہیں ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ انسان اپنے سب اعمال کو کھلی آنکھوں دیکھ لیگا اور عذاب کی بحث اس پر قائم ہوجائے گی اور) جو شخص (دنیا میں سیدھی) راہ پر چلتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لیے چلتا ہے اور جو شخص بے راہی اختیار کرتا ہے وہ بھی اپنے ہی نقصان کے لیے بے راہ ہوتا ہے (وہ اس وقت اس کا خمیازہ بھگتے گا کسی دوسرے کا کچھ نقصان نہیں کیونکہ ہمارا قانون یہ ہے کہ اور کوئی شخص کسی (گناہ) کا بوجھ نہ اٹھاوے گا (اور جس کسی کو کوئی سزا دی جاتی ہے وہ اس پر حجت تمام کرنے کے بعد دی جاتی ہے کیونکہ ہمارا قانون یہ ہے کہ) ہم (کبھی) سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو (اس کی ہدایت کے لیے) نہیں بھیج لیتے اور جب ہم کسی بستی کو (جو اپنے کفر و نافرمانی کی وجہ سے بمقتضات حکمت الٰہیہ ہلاک کرنے کے قابل ہو) ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو (اس کو بعثت رسل سے پہلے ہلاک نہیں کرتے بلکہ پہلے کسی رسول کی معرفت پر اس (بستی) کے خوش عیش (یعنی امیر و رئیس) لوگوں کو (خصوصاً اور دوسرے عوام کو عموماً ایمان و اطاعت کا) حکم دیتے ہیں پھر جب وہ لوگ (کہنا نہیں مانتے بلکہ) وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہوجاتی ہے پھر اس بستی کو تباہ و غارت کر ڈالتے ہیں اور (اسی عادت کے موافق) ہم نے بہت سی امتوں کو نوح کے (زمانہ کے) بعد (ان

www.toobaaelibrary.com

کے کفر و معصیت کے سبب) ہلاک کیا ہے (جیسے عاد و ثمود وغیرہ اور نوح علیہ السلام کی قوم کا غرق ہو کر ہلاک ہونا مشہور و معروف ہے اس لیے مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ پر اکتفا کیا گیا خود قوم نوح کا ذکر نہیں کیا اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شروع سورت میں آیت ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ میں لفظ حَمَلْنَا سے طوفان نوح کی طرف اشارہ موجود ہے اس کو قوم نوح کی ہلاکت کا بیان قرار دیکر یہاں مابعد نوح کا ذکر فرمایا گیا) اور آپ کا رب اپنے بندوں کے گناہوں کا جاننے والا دیکھنے والا کافی ہے (تو جیسا کسی قوم کا گناہ ہوتا ہے ویسی سزا دیتا ہے) جو شخص (اپنے نیک اعمال سے صرف) دنیا (کے نفع) کی نیت رکھے گا خواہ اس لیے کہ وہ آخرت کا منکر ہے یا اس لیے کہ آخرت سے غافل ہے) ہم ایسے شخص کو دنیا ہی میں جتنا چاہیں گے (پھر یہ بھی سب کے لیے نہیں بلکہ) جس کے واسطے چاہیں گے فی الحال ہی دیدیں گے یعنی دنیا ہی میں کچھ جزا مل جاوے گی) پھر (آخرت میں خاک نہ ملے گا بلکہ وہاں ہم اس کے لیے جہنم تجویز کر دیں گے وہ اس میں بدحال راندہ (درگاہ) ہو کر داخل ہوگا اور جو شخص (اپنے اعمال میں) آخرت (کے ثواب) کی نیت رکھے گا اور اس کے لیے جیسی کوشش کرنی چاہئے ویسی ہی کوشش بھی کرے گا (مطلب یہ ہے کہ ہر کوشش بھی مفید نہیں بلکہ کوشش صرف وہی مفید ہے جو شریعت اور سنت کے موافق ہو کیونکہ حکم ایسی ہی کوشش کا دیا گیا ہے، جو عمل اور سعی شریعت اور سنت کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں) بشرطیکہ وہ شخص مومن بھی ہو، سو ایسے لوگوں کی یہ سعی مقبول ہوگی (غرض اللہ کے یہاں کامیابی کی شرطیں چار ہوئیں اول صحیح نیت یعنی خالص ثواب آخرت کی نیت ہونا جس میں اغراض نفسانی شامل نہ ہوں دوسرے اس نیت کے لیے عمل اور کوشش کرنا صرف نیت وارادہ سے کوئی کام نہیں ہوتا جب تک اس کے لیے عمل نہ کرے تیسرے صحیح علم یعنی سعی و عمل کا شریعت اور سنت کے مطابق ہونا کیونکہ مقصد کے خلاف سمت میں دوڑنا اور کوشش کرنا بجائے مفید ہونے کے مقصد سے اور دور کر دیتا ہے چوتھی شرط جو سب سے اہم اور سب کا مدار ہے وہ صحیح عقیدہ یعنی ایمان ہے ان شرائط کے بغیر کوئی عمل اللہ کے نزدیک مقبول نہیں اور کفار کو دنیا کی نعمتیں حاصل ہونا ان کے اعمال کی مقبولیت کی علامت نہیں کیونکہ دنیا کی نعمتیں مقبولین بارگاہ کے لیے مخصوص نہیں بلکہ آپ کے رب کی عطاء (دنیوی) میں سے تو ہم ان (مقبولین) کی بھی امداد کرتے ہیں اور ان (غیر مقبولین) کی بھی (امداد کرتے ہیں) اور آپ کے رب کی عطاء (دنیوی کسی پر) بند نہیں آپ دیکھ لیجئے کہ ہم نے (اس دنیوی عطاء میں بلا شرط ایمان و کفر کے) ایک کو دوسرے پر کس طرح فوقیت دی ہے (یہاں تک کہ اکثر کفار اکثر مومنین سے زیادہ نعمت و دولت رکھتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں قابل وقعت نہیں) اور البتہ آخرت (جو مقبولین بارگاہ کے ساتھ خاص ہے

www.toobaaelibrary.com

درجات کے اعتبار سے بہت بڑی ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی (اس لیے اہتمام اسی کا کرنا چاہیے) حکم اول توحید لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (اے مخاطب) اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود مت تجویز کر (یعنی شرک نہ کر) ورنہ تو بدحال بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہے گا (آگے پھر اسی کی تاکید ہے) تیرے رب نے حکم کر دیا ہے کہ بجز اس (معبود برحق) کے کسی کی عبادت مت کر (یہ سعی آخرت کے طریقہ کی تفصیل ہے)

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۱۱: میں عام انسانوں کی طبعی کمزوری (عجلت پسندی) کا بیان ہے۔

آیت ۱۲: رات کو تاریک اور دن کو روشن کرنے میں بڑی حکمتیں ہیں۔ رات کی تاریکی نیند اور آرام کے لیے مناسب ہے یہ قدرت کا بہترین نظام ہے کہ ہر انسان اور جانور کو اسی رات کی تاریکی میں نیند آتی ہے، پورا عالم بیک وقت محو خواب ہوتا ہے، اگر نیند کے اوقات مختلف ہوتے تو جاگنے والوں کے شور و شغب اور کام کاج کی وجہ سے سونے والوں کی نیند بھی حرام ہو جاتی۔

دن کو روشن کرنے کی یہاں دو حکمتیں بیان فرمائیں، دن میں آدمی اپنی روٹی روزی تلاش کرتا ہے، محنت و مزدوری صنعت و حرفت سب کے لیے روشنی کی ضرورت ہے، دوسری حکمت یہ کہ رات دن کی آمد و رفت سے سالوں اور برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کیا جا سکے معاملات کی میعادیں متعین کی جا سکیں۔

آیت ۱۵: عقل بھی ایک حیثیت سے رسول ہے، جس سے اسلامی عقائد سمجھے جا سکتے ہیں، یعنی خدا کا وجود، توحید وغیرہ، پس جو ان کے منکر ہوں گے انھیں اس کفر پر عذاب ہوگا، البتہ عام معاصی اور گناہوں پر سزا، بغیر دعوت انبیاء کے نہیں ہوگی۔ اور "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى" کے تحت مظہری میں ہے کہ اولاد مشرکین و کفار جو بلوغ سے پہلے مر جائیں ان پر عذاب نہ ہوگا، اس سلسلے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

آیت ۱۶: "اَمَرْنَا بقرأت دیگر آمَّرْنَا" سے یہ معلوم ہوا کہ عیش پسند لوگوں کی حکومت یا ایسے لوگوں کی قوم میں کثرت کچھ خوشی کی بات نہیں، عذاب الٰہی کی علامت ہے، واضح رہے کہ مالداروں اور حاکموں کا قوم پر اثر ہونا ایک طبعی امر ہے اس لیے مال و دولت والوں کو اس کی فکر زیادہ ہونی چاہیے کہ وہ اپنے اعمال و اخلاق کی اصلاح کرتے رہیں، کیوں کہ ان کی غفلت سے پوری قوم غلط راستے پر پڑ جائے گی تو قوم کے اعمال بد کا وبال بھی ان پر پڑے گا۔

آیت ۱۹: دنیا کا ارادہ کرنے والوں کے لیے صیغۂ استمرار و دوام لائے، اور آخرت والوں کے لیے وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ فرمایا مطلب یہ ہوا کہ مؤمن جس وقت بھی جس عمل میں آخرت کا ارادہ

www.toobaaelibrary.com

کرے گا اس کا وہ عمل مقبول ہو جائے گا خواہ کسی دوسرے عمل کی نیت میں کوئی فساد بھی شامل ہو گیا ہو۔ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ "سَعْيَهَا" بڑھا کر یہ بتلا دیا کہ سعی و عمل وہی معتبر ہے جو مقصد آخرت کے مناسب ہو، معلوم ہوا کہ بدعت اور خودرائی اور من گڑھت کا عمل کتنا ہی اچھا نظر آئے مقبول نہیں، روح المعانی میں یہ اضافہ ہے کہ عمل میں استقامت بھی ہو، یعنی مطابق سنت بھی اور مداومت بھی ہو، بدنظمی نہ ہو، اور اس کے لیے شرائط میں سے سب سے اہم شرط ایمان اور توحید کی ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۭ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

حکم دوم ادائے حقوق والدین وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور تم اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو اگر (وہ) تیرے پاس (ہوں اور) ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے (کی عمر) کو پہنچ جائیں (جس کی وجہ سے محتاج خدمت ہو جائیں اور جبکہ طبعاً ان کی خدمت کرنا بھاری معلوم ہو) سو (اس وقت بھی اتنا ادب کرو کہ) ان کو کبھی (ہاں سے) ہوں بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کی ساتھ جھکے رہنا اور (ان کے لیے حق تعالیٰ سے) یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمایئے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن (کی عمر) میں پالا پرورش کیا ہے (اور صرف اس ظاہری توقیر و تعظیم پر اکتفا مت کرنا دل میں بھی ان کا ادب اور قصد اطاعت رکھنا کیوں کہ) تمہارا رب تمہارے دلوں کی بات کو خوب جانتا ہے (اور اسی وجہ سے تمہارے لیے اس کی تعمیل آسان کرنے کے واسطے ایک تخفیف کا حکم بھی سناتے ہیں کہ) اگر تم (حقیقت میں دل ہی سے) سعادتمند ہو (اور غلطی یا تنگ مزاجی یا دل تنگی سے کوئی ظاہری کوتاہی ہو جائے اور پھر نادم ہو کر معذرت کر لو) تو وہ توبہ کرنے والوں کی خطا معاف کر دیتا ہے۔ ان دونوں آیتوں میں حقوق عباد کے

www.toobaaelibrary.com

متعلق دو مزید حکم مذکور ہیں اول والدین کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں اور عام مسلمانوں کے حقوق۔ دوسرے خرچ کرنے میں فضول خرچ کی ممانعت مختصر تفسیر یہ ہے اور قرابت دار کو اس کا حق (مالی وغیرہ مالی) دیتے رہنا اور محتاج و مسافر کو بھی (اون کے حقوق) دیتے رہنا اور (مال کو) بے موقع مت اڑانا بیشک بے موقع مال مڑانے والے شیطان کے بھائی بند ہیں (یعنی اس کے مشابہ ہوتے ہیں) اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے (کہ حق تعالیٰ نے اس کو دولت عقل کی دی اس نے اس دولت عقل کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کیا اسی طرح فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے دولت مال کی دی مگر وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں خرچ کرتے ہیں)۔ اس آیت میں حقوق العباد سے متعلق پانچواں حکم بیدیا گیا ہے کہ اگر کسی وقت حاجتمندوں کو ان کی ضرورت کے مطابق دینے کا انتظام نہ ہو سکے تو اس وقت بھی ان کو روکھا جواب نہ دیا جائے بلکہ ہمدردی کے ساتھ آئندہ سہولت کی امید دلائی جائے۔ آیت کی تفسیر یہ ہے۔ اور اگر (کسی وقت تمہارے پاس ان لوگوں کو دینے کے لیے مال نہ ہو اور اس لیے) تم کو اس رزق کے انتظار میں جس کی اپنے پروردگار سے توقع ہو (اس کے نہ آنے تک) ان سے پہلوتہی کرنا پڑے (تو اتنا خیال رکھنا کہ) ان سے نرمی کی بات کہہ دینا (یعنی دل جوئی کے ساتھ ان سے وعدہ کر لینا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کہیں سے آئیگا تو دیں گے دل آزار جواب مت دینا) اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لو (کہ انتہائی بخل سے بالکل ہاتھ خرچ کرنے سے روک لو) اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہئے (کہ ضرورت سے زیادہ خرچ کر کے اسراف کیا جائے) ورنہ الزام خوردہ (اور) تہی دست ہو کر بیٹھ رہو گے (اور کسی کے فقر و احتیاج پر اتنا اثر لینا کہ اپنے کو پریشانی میں ڈال لو کوئی معقول بات نہیں کیونکہ) بلاشبہ پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی (جس پر چاہے) تنگی کر دیتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں (کی حالت اور ان کی مصلحت) کو خوب جانتا ہے دیکھتا ہے (سارے عالم کی حاجات پورا کرنا تو رب العالمین ہی کا کام ہے تم اس فکر میں کیوں پڑے کہ اپنے سے ہو سکے یا نہ ہو سکے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال کر سب کی حاجتیں پوری ہی کرو۔ یہ صورت اس لیے بیکار ہے کہ یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی سب کی حاجتیں پوری کر دینا تمہارے بس کی بات نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی کسی کا غم نہ کرے اس کے لیے تدبیر نہ کرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ سب کی حاجتیں پوری کرنا کسی انسان کے بس میں نہیں خواہ وہ اپنے اوپر کتنی ہی مصیبت برداشت کرنے کے لیے تیار بھی ہو۔ یہ کام تو صرف مالک کائنات ہی کا ہے کہ سب کی حاجتوں کو جانتا بھی ہے

www.toobaaelibrary.com

اور سب کی مصلحتوں سے بھی واقف ہے کہ کس وقت کس شخص کی کس حاجت کو کس مقدار میں پورا کرنا چاہیے اس لیے انسان کا کام تو صرف اتنا ہی ہے کہ میانہ روی سے کام لے نہ خرچ کرنے کے موقع میں بخل کرے اور نہ اتنا خرچ کرے کہ کل کو خود ہی فقیر ہو جائے اور اہل وعیال جن کے حقوق اس کے ذمہ ہیں ان کے حقوق ادا نہ ہو سکیں اور بعد میں پچھتانا پڑے)

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۲۳: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ادب واحترام اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو اپنی عبادت کے ساتھ لا کر واجب فرمایا ہے اس سے والدین کی اطاعت اور خدمت کس قدر اہم ہے، والدین کی اطاعت وخدمت کے فضائل احادیث میں بکثرت ہیں، اس سے متعلق مطبوعہ رسائل ملاحظہ کیے جائیں۔ والدین کی حق تلفی کی سزا آخرت سے پہلے دنیا میں بھی ملتی ہے۔ مگر والدین کی اطاعت صرف جائز کاموں میں واجب ہے، نہ کہ ناجائز اور گناہ کے کام میں، والدین کی خدمت اور حسن سلوک کے لیے ان کا مسلمان ہونا ضروری نہیں، اس سلسلے میں حضرت اسماءؓ کا واقعہ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ آپ نے پیغمبر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میری والدہ جو مشرکہ ہیں مجھ سے ملنے آتی ہیں ان کی خاطر ومدارات کروں؟ آپؐ نے فرمایا "صِلِیْ اُمَّكِ"

مسئلہ: جب تک جہاد فرض عین نہ ہو جائے فرض کفایہ کے درجے میں رہے ایسے ہی اور کوئی چیز جو واجب العین نہ ہو، اس میں مکمل علم دین کا حصول اور تبلیغ دین کے لیے سفر بھی شامل ہے۔ تو اس وقت لڑکے کے لیے والدین کی اجازت کے بغیر شریک ہونا اور سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح والدین کے دوستوں کے ساتھ بھی حسن سلوک کرنا چاہیے، ان کے دوستوں کا اکرام واحترام کرنا چاہیے، پیغمبر علیہ السلام کی عادت تھی کہ سیدہ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد ان کی سہیلیوں کی پاس ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔

اور والدین کے ادب کی رعایت اور خدمت خصوصاً بڑھاپے میں اور بڑھ جاتی ہے، چونکہ ایسے زمانے میں مزاج نازک اور چڑچڑا ہو جاتا ہے، ان کی خواہشات اور مطالبات کی بجا آوری اولاد کے لیے کچھ مشکل ہو جاتی ہے اس لیے اولاد کو اس کا زمانہ طفولیت یاد دلایا کہ کس طرح تمہاری طفولیت اور بچپن میں تمہارے بچکانہ اور بے عقلی کی باتوں کو پیار کے ساتھ برداشت کیا، اب عقل وشرافت کا یہی تقاضہ ہے کہ تم ان کے ساتھ احسان کا بدلہ ادا کرو، سیدنا حضرت علیؓ کی روایت ہے، ارشاد فرمایا کہ

www.toobaaelibrary.com

ایذا رسانی میں اف کہنے سے بھی کم کوئی درجہ ہوتا یقیناً وہ بھی ذکر کیا جاتا، معلوم ہوا کہ جس چیز سے والدین کو کم سے کم بھی اذیت پہنچے وہ بھی ممنوع ہے۔

"وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا" اس میں والدین کے ساتھ گفتگو کا ادب سکھلایا گیا ہے۔

"وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ" اس میں مِنَ الرَّحْمَةِ فرمایا یعنی عاجزانہ انداز میں محض دکھاوے کا نہ ہو بلکہ قلبی رحمت و عزت کی بنیاد پر ہو، اور پھر فرمایا کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا رہے یہ حکم عام ہے، وفات کے بعد بھی جاری ہے جس کے ذریعہ ہمیشہ والدین کی خدمت کر سکتا ہے۔

والدین اگر غیر مسلم ہوں تو دنیا میں تو ان کی راحت کی دعا ہو اور ایمان کی توفیق کی دعا ہو مگر مرنے کے بعد ان کے لیے دعاء رحمت جائز نہیں۔ ذیل میں ایک عجیب واقعہ اور دردمند اشعار نقل کرنا مناسب ہے۔

ایک عجیب واقعہ: حضرت جابر ابن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے، آپؐ نے فرمایا، اپنے والد کو بلاؤ، اسی وقت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے، اور آپ سے کہا کہ جب اس کا باپ آجائے تو آپ اس سے پوچھیں کہ وہ کلمات کیا ہیں جو اس نے دل میں کہے ہیں، خود اس کے کانوں نے بھی اسے نہیں سنا۔ جب یہ شخص اپنے والد کو لے کر پہنچا، تو آپؐ نے شکایت کے مطابق پوچھا کہ کیا آپ اس کا مال چھین لینا چاہتے ہیں، والد نے کہا، آپ اسی سے یہ سوال فرمائیں کہ میں اس کے پھوپھی، خالہ، یا اپنے نفس کے سوا کہاں خرچ کرتا ہوں، آپؐ نے ارشاد فرمایا، ایہ" جس کا مطلب یہ ہے کہ بس حقیقت معلوم ہوگئی، اب اور کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد اس کے والد سے دریافت کیا کہ وہ کلمات کیا ہیں جنھیں ابھی تک خود تمہارے کانوں نے نہیں سنا، اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، ہمیں ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ آپ پر ہمارا ایمان و یقین بڑھا دیتے ہیں پھر اس نے عرض کیا کہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ میں نے چند اشعار دل میں کہے تھے جن کو میرے کانوں نے بھی نہیں سنا، آپؐ نے فرمایا کہ وہ ہمیں سناؤ، اس وقت اس نے ذیل کے اشعار سنائے۔

غَذَوْتُكَ مَوْلُوْدًا وَمُنْتُكَ يَافِعًا ﴿۱﴾ تُعَلُّ بِمَا اَجْنِيْ عَلَيْكَ وَتُنْهَلُ
اِذَا لَيْلَةٌ ضَافَتْكَ بِالسُّقْمِ لَمْ اَبِتْ ﴿۲﴾ لِسُقْمِكَ اِلَّا سَاهِرًا اَتَمَلْمَلُ
كَاَنِّيْ اَنَا الْمَطْرُوْقُ دُوْنَكَ بِالَّذِيْ ﴿۳﴾ طُرِقْتَ بِهٖ دُوْنِيْ فَعَيْنِيَ تَهْمِلُ
تَخَافُ الرَّدٰى نَفْسِيْ عَلَيْكَ وَاِنَّهَا ﴿۴﴾ لَتَعْلَمُ اَنَّ الْمَوْتَ وَقْتٌ مُؤَجَّلٌ

www.toobaaelibrary.com

فَلَمَّا بَلَغْتَ السِّنَّ وَالْغَايَةَ الَّتِيْ ﴿۵﴾ اِلَيْهَا مَدٰى مَا كُنْتُ فِيْكَ اُؤَمِّلُ
جَعَلْتَ جَزَائِيْ غِلْظَةً وَفَظَاظَةً ﴿۶﴾ كَاَنَّكَ اَنْتَ الْمُنْعِمُ الْمُتَفَضِّلُ
فَلَيْتَكَ اِذْلَمْ تَرْعَ حَقَّ اَبُوَّتِيْ ﴿۷﴾ فَعَلْتَ كَمَا الْجَارُ الْمُصَاقِبُ يَفْعَلُ
فَاَوْلَيْتَنِيْ حَقَّ الْجِوَارِ وَلَمْ تَكُنْ ﴿۸﴾ عَلَيَّ بِمَالٍ دُوْنَ مَالِكَ تَبْخَلُ

﴿۱﴾ میں نے تمہیں بچپن میں غذا دی اور جوان ہونے کے بعد تمہاری ذمہ داری اٹھائی، تمہارا سب کھانا پینا میری ہی کمائی سے تھا۔

﴿۲﴾ جب کسی رات میں تمہیں کوئی بیماری پیش آ گئی تو میں نے تمام رات تمہاری بیماری کے سبب بیداری و بیقراری میں گذاری۔

﴿۳﴾ گویا کہ تمہاری بیماری مجھے ہی لگی ہے تمہیں نہیں، جس کی وجہ سے میں شب میں روتا رہا۔

﴿۴﴾ میرا دل تمہاری ہلاکت سے ڈرتا رہا حالانکہ معلوم تھا کہ موت کا ایک دن مقرر ہے، آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔

﴿۵﴾ پھر جب تم اس عمر اور اس حد تک پہنچ گئے جس کی میں تمنا کرتا تھا۔

﴿۶﴾ تو تم نے میرا بدلہ سختی اور سخت کلامی بنا دیا، گویا کہ تم ہی مجھ پر احسان و انعام کر رہے ہو۔

﴿۷﴾ کاش اگر تم سے میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں ہو سکتا تو کم از کم ایسا ہی کر لیتے جیسا کہ ایک شریف پڑوسی کیا کرتا ہے۔

﴿۸﴾ تو کم از کم مجھے پڑوسی کا حق تو دیا ہوتا اور خود میرے ہی مال میں میرے حق میں بخل سے کام نہ لیا ہوتا۔

پیغمبرؐ نے یہ اشعار سنتے ہی بیٹے کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا انت "وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ" (قرطبی ج۱۰، ص۲۳۶: حماسہ میں یہ اشعار مذکور ہیں)

آیت ۲۵: یعنی اگر بے ارادہ کبھی پریشانی اور غفلت سے کوئی بے ادبی کا کلام صادر ہو جائے اور اس سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ دلوں سے واقف ہیں، معاف فرمانے والے ہیں۔

آیت ۲۶: میں عام رشتہ داروں کے حقوق کا بیان ہے، اور مساکین و مسافر کو مالی امداد دینا اور صلہ رحمی کو ان کا حق فرما کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ دینے والوں کو ان پر احسان جتانے کا کوئی موقع نہیں۔

اسی آیت میں تبذیر یعنی۔ گناہ یا بالکل بے موقع، بے محل خرچ کرنے کی ممانعت فرمائی، اور جہاں خرچ کرنے کا جائز موقع تو ہو مگر ضرورت سے زائد خرچ کیا جائے اسے اسراف کہتے ہیں، اس

www.toobaaelibrary.com

لیے تبذیر اشد ہے اسراف سے مُبَذِّرِیْنَ کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔

آیت ۲۹: میں خرچ کرنے میں اعتدال کی ہدایت ہے۔

بروایت ابن مسعودؓ اور جابرؓ ایک واقعہ اس آیت کا شان نزول ہے۔ پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں ایک لڑکا حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری والدہ آپ سے ایک کرتے کا سوال کرتی ہیں، آپ کے پاس اس وقت بدن کے کرتے کے سوا اور نہیں تھا، آپؐ نے فرمایا پھر کسی وقت آنا، جب ہمارے پاس وسعت ہو کہ تمہاری والدہ کا سوال پورا کر سکیں، لڑکا گھر جا کر پھر آیا اور کہا کہ والدہ کہتی ہیں کہ آپؐ اپنے بدن کا کرتہ ہی عنایت فرما دیں، یہ سن کر آپؐ نے کرتا اتار کر اس کے حوالہ کر دیا آپؐ ننگے بدن رہ گئے، نماز کا وقت، بلالؓ نے اذان دی، مگر آپؐ حسب عادت باہر تشریف نہ لائے تو لوگوں کو فکر ہوئی، بعض لوگ اندر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپؐ ننگے بدن کرتے کے بغیر بیٹھے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کی ممانعت ان لوگوں کے لیے ہے جو فقر و فاقہ اور خرچہ کر کے خود پریشانی کی تکلیف برداشت نہ کر سکیں، اور خرچ کر کے انھیں حسرت ہو کہ کاش ہم خرچ نہ کرتے، یہ صورت ان کے پچھلے عمل کو فاسد کر دے گی، اس لیے اس سے منع فرمایا گیا، یعنی خرچ میں بد نظمی ممنوع ہے۔ لفظ "مَلُوْمًا" کا تعلق پہلی حالت یعنی بخل سے ہے اور "مَحْسُوْرًا" دوسری حالت سے تعلق رکھتا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشہ سے قتل نہ کرو (کیونکہ سب کے رازق ہم ہیں) ہم ان کو بھی رزق دیتے ہیں اور تم کو بھی (اگر

www.toobaaelibrary.com

رازق تم ہوتے تو ایسی باتیں سوچتے) بیشک ان کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔ اور زنا کے پاس بھی مت پھٹکو (یعنی اس کے مبادی اور مقدمات سے بھی بچو) بلاشبہ وہ (خود بھی) بڑی بے حیائی کی بات ہے اور (دوسرے مفاسد کے اعتبار سے بھی) بری راہ ہے (کیونکہ اس پر عداوتیں اور فتنے اور تضییع نسب مرتب ہوتے ہیں۔) اور جس شخص (کے قتل کرنے کو) اللہ تعالیٰ حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر (قتل کرنا درست ہے یعنی جب کسی شرعی حکم سے قتل کرنا واجب یا جائز ہو جائے تو وہ حَرَّمَ اللّٰهُ میں داخل نہیں) اور جو شخص ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اس وارث (حقیقی یا حکمی) کو اختیار دیا ہے (قصاص لینے کا) سو اس کو قتل کے بارے میں حد (شروع) سے تجاوز نہ کرنا چاہئے (یعنی قاتل پر قتل کا یقینی ثبوت ملے بغیر قتل نہ کرنے اور اس کے اعزہ و اقارب وغیرہ کو جو قتل میں شریک نہیں ہیں محض جوش انتقام سے قتل نہ کرنے اور قاتل کو بھی صرف قتل کرے ناک کان یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کاٹ کر مثلہ نہ کرے (کیونکہ) وہ شخص (قصاص میں حد سے تجاوز نہ کرنے کی صورت میں تو شرعاً) اللہ کی مدد کے قابل ہے (اور اس نے زیادتی کی تو پھر فریق ثانی مظلوم ہو کر اللہ کی مدد کا مستحق ہو جائے گا اس لیے ولی مقتول کو چاہیے کہ وہ اپنے منصور حق ہونے کی قدر کرے حد سے بڑھ کر اس نعمت حق کو ضائع نہ کرے) اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ (یعنی اس پر تصرف نہ کرو) مگر ایسے طریقہ سے جو کہ (شرعاً) مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے اور عہد (جائز) کو پورا کیا کرو بیشک عہد کی قیامت میں باز پرس ہونے والی ہے (عہد میں وہ تمام عہد بھی داخل ہیں جو بندہ نے اپنے اللہ سے کئے ہیں اور وہ بھی جو کسی انسان سے کئے ہیں) اور (ناپنے کی چیزوں کو) جب ناپ کر دو تو پورا ناپو، اور تولنے کی چیزوں کی صحیح ترازو سے تول کر دو یہ (فی نفسہ بھی) اچھا بات ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے (آخرت میں تو ثواب اور دنیا میں نیک نامی کی شہرت جو ترقی تجارت کا ذریعہ ہے) اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عمل مت کیا کرو (کیونکہ) کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی (قیامت کے دن) پوچھ ہوگی (کی آنکھ اور کان کا استعمال کس کس کام میں کیا وہ کام اچھے تھے یا برے اور بے دلیل بات کا خیال دل میں کیوں جمایا) اور زمین پر اترا تا ہوا مت چل (کیونکہ) تو (زمین پر زور سے پاؤں رکھ کر) نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (اپنے بدن کو تان کر) پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتا ہے (پھر اترانا عبث یہ سارے (مذکورہ) برے کام تیرے رب کے نزدیک (بالکل) ناپسند ہیں۔ (اے محمدؐ) یہ باتیں (یعنی احکام مذکورہ) اس حکمت میں کی ہیں جو خدا تعالیٰ نے آپ پر وحی کے ذریعہ بھیجی ہیں (اور اے مخاطب) اللہ برحق کی ساتھ کوئی اور معبود تجویز نہ

www.toobaaelibrary.com

کرنا ورنہ تو الزام خوردہ اور راندہ ہو کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا (احکام مذکورہ کو شروع بھی توحید کے مضمون سے کیا گیا تھا ختم بھی اسی پر کیا گیا اور آگے بھی اسی مضمون توحید کا بیان ہے کہ جب اوپر شرک کا قبیح اور باطل ہونا سن لیا تو کیا (پھر بھی ایسی باتوں کے قائل ہوتے ہو جو توحید کے خلاف ہیں مثلاً یہ کہ) تمہارے رب نے تم کو تو بیٹوں کے ساتھ خاص کیا ہے اور خود فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنائی ہیں (جیسا کہ عرب کے جاہل فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے جو دو وجہ سے باطل ہے اول تو اللہ کے لیے اولاد قرار دینا پھر اولاد بھی لڑکیاں جن کو لوگ اپنے لیے پسند نہیں کرتے ناگوار سمجھتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف ایک اور نقص کی نسبت ہوتی ہے) بیشک تم بڑی بات کہتے ہو۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۴۰: اس میں عہد جاہلیت کی ایک ظالمانہ عبادت کی اصلاح ہے۔

اس جگہ اولاد کو رزق دینے کے سلسلے میں مقدم فرمایا ہے، اس طرف اشارہ ہے کہ ہم پہلے ان کو دیں گے پھر تمہیں دیں گے۔

جو بندہ اہل وعیال کا تکفل یا ضعفاء کا خیال جتنا کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ اسی حساب سے دیتے ہیں۔ ارشاد رسالتؐ ہے، اِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَائِکُمْ "اس سے معلوم ہوا کہ اہل و عیال کے متکفل والدین کو جو کچھ ملتا ہے وہ کمزور عورتوں اور بچوں کی خاطر ہی ملتا ہے۔

آیت ۴۲: زنا بے حیائی ہے، حیاء کو ایمان کا ایک مکمل شعبہ کہا گیا ہے، جب انسان میں حیاء نہ ہوگی تو وہ کچھ بھی کر بیٹھے گا، دوسرا سبب معاشرتی فساد ہے، اس جرم کا تعلق اگرچہ حقوق العباد سے نہیں مگر اس جگہ اس کا ذکر کرنا شاید اس بناء پر ہو کہ یہ جرم بہت سے ایسے جرائم ساتھ لاتا ہے جس سے حقوق العباد متاثر ہوتے ہیں۔

حدیث میں ہے کہ شادی شدہ زنا کار پر ساتوں آسمانوں زمین لعنت کرتی ہیں، اور جہنم میں ایسے لوگوں کی شرم گاہوں سے ایسی سخت بدبو پھیلے گی کہ اہل جہنم بھی اس سے پریشان ہوں گے۔

آیت ۳۳: اس میں قتل ناحق کی حرمت کا بیان ہے، حدیث میں ہے کہ ساری دنیا کی تباہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے ہلکی (ہلکی) ہے کہ کسی مومن کو ناحق قتل کیا جائے۔ اور قصاص لینے کا حق مقتول کے ولی کو بھی ہے اگر نسبی ولی موجود نہیں ہے تو اسلامی حکومت کے سربراہ کو ہے۔

فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ، ظلم کا جواب ظلم نہیں، انصاف ہے مجرم کی سزا میں بھی انصاف کی

www.toobaaelibrary.com

رعایت لازمی ہے۔

آیت ۳۴، ۳۵: سابقہ آیات میں بدنی حقوق کا ذکر تھا، ان دو آیتوں میں تین حکم مالی حقوق کے متعلق مذکور ہیں (۱) یتیموں کے مال میں احتیاط، (۲) معاہدت کی تکمیل کا حکم، (۳) ناپ تول میں کمی کی ممانعت۔ یتیموں کے مال کے انتظام کی ذمہ داری جن پر ہے، ان پر لازم ہے کہ احتیاط سے کام لیتے ہوئے یتیموں کی مصلحت کو دیکھ کر خرچ کریں، اپنی خواہش یا بے فکری سے خرچ نہ کریں۔ اور یہ سلسلہ ان کے پندرہ سال تک پہنچنے تک ہے یا زیادہ سے زیادہ اٹھارہ سال۔

معاہدات خواہ خدا سے ہو، یا کسی انسان سے کیا ہو، پہلی قسم کے تمام معاہدات کا پورا کرنا واجب ہے، اور دوسری قسم میں معاہدات کا خلاف شرع نہ ہونا چاہئے۔

ناپ تول میں پورا کرنے کے متعلق فرمایا، ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا "یعنی عقلی اور طبعی طور پر بھی کوئی شریف انسان ناپ تول کی کمی اچھا نہیں سمجھتا۔ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا، یعنی مآل وانجام اس کا بہتر ہے جس میں آخرت کا انجام، حصول ثواب اور جنت کا دخول ہے ہی ساتھ ہی دنیا کے انجام کی بہتری کی طرف بھی اشارہ ہے کہ تجارت کو فروغ بازار میں ساکھ بہتر ہونے اور اعتبار سے قائم ہوتا ہے، یہ تجارتی دیانت کے بغیر ناممکن ہوتا ہے۔

آیت ۳۶: میں عام معاشرت کے متعلق حکم ہے، بغیر تحقیق کے کسی بات پر عمل کرنے کی ممانعت ہے۔ نیز تحقیق کے درجات مختلف ہوئے، (۱) تحقیق یقین کامل کے درجہ کی بلا شبہ، (۲) گمان غالب پھر احکام میں دو قسم ہیں، قطعیات اور یقینیات جیسے عقائد اور اصول دین اس میں اول درجہ کی تحقیق مطلوب ہے، اس کے بغیر عمل جائز نہیں، دوسرے ظنیات جیسے فروعی اعمال کے متعلق احکامات اس میں ظن غالب کے درجہ کی تحقیق کافی ہے۔ (بیان القرآن)

کان، آنکھ سے اور دل سے سوالات ہوں گے کہ کیا سنا، کیا دیکھا اور دل میں کیسے کیسے خیالات آئے، اگر خلاف شرع سنا یا دیکھا، اور خیالات قائم کیے تو قیامت میں گرفتار عذاب ہوگا، ہر نعمت کا قیامت میں سوال ہوگا۔

آیت ۳۷: تکبر دراصل انسان کے دل سے متعلق شدید گناہ کبیرہ ہے۔

بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار، میرا لباس ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفت کبریائی ہے۔

www.toobaaelibrary.com

احادیث میں تکبر کی مذمت اور تواضع کی فضیلت بہت وارد ہوئی ہے۔

مذکورہ پندرہ آیات میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ اس سعی و عمل کی تشریح ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوں یہ پندرہ آیات پوری تورات کا خلاصہ ہیں۔ (مظہری)

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ۭ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ۝ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ۝ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝ وَّجَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ۭ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ۝ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (افسوس تو یہ ہے کہ اس مضمون توحید اور شرک ابطال کو) ہم نے اس قرآن میں طرح طرح بیان کر دیا ہے تاکہ اچھی طرح سمجھ لیں اور مختلف طریقوں سے بار بار توحید کے اثبات اور شرک کے ابطال کے باوجود توحید سے) ان کو نفرت ہی بڑھتی جاتی ہے آپ (ابطال شرک کے لیے فرمایئے کہ اگر اس (معبود برحق) کے ساتھ اور معبود بھی (شریک) ہوتے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو اس حالت میں عرش والے (حقیقی خدا) تک انہوں نے (یعنی دوسرے معبودوں نے کبھی کا) راستہ ڈھونڈ لیا ہوتا، (یعنی جن کو تم اللہ کے ساتھ خدائی کا شریک قرار دیتے ہو اگر وہ واقعی شریک ہوتے تو عرش والے خدا پر چڑھائی کر دیتے اور راستہ ڈھونڈ لیتے اور جب خداؤں میں جنگ ہو جاتی تو دنیا کا نظام کس طرح چلتا جس کا ایک خاص نظام محکم کے ساتھ چلنا ہر شخص مشاہدہ کر رہا ہے اس لیے نظام عالم کا صحیح طور پر چلتے رہنا خود اس کی دلیل ہے کہ ایک خدا کے سوا کوئی دوسرا اس کا شریک نہیں ہے اس سے ثابت ہوا کہ) یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اللہ

www.toobaaelibrary.com

تعالیٰ اس سے پاک اور اس سے بہت زیادہ بالا و برتر ہے (وہ ایسا پاک ہے کہ) تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے (فرشتے آدمی اور جن) ان میں (موجود) ہیں (سب کے قالاً یا حالاً) اس کی پاکی بیان کر رہے ہیں اور (یہ تسبیح صرف عقل والے انسان اور جن کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ زمین و آسمان کی) کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی تسبیح (پاکی بیان کرنے کو) سمجھتے نہیں ہو بیشک وہ بڑا حلیم بڑا غفور ہے۔ سابقہ آیات میں یہ ذکر تھا کہ توحید کا مضمون قرآن مجید میں مختلف عنوانات اور مختلف دلائل کے ساتھ بار بار ذکر ہونے کے باوجود یہ بدنصیب مشرکین اس کو نہیں مانتے ان آیات میں ان کے نہ ماننے کی وجہ بتلائی گئی ہے کہ یہ ان آیات میں غور و فکر ہی نہیں کرتے بلکہ ان سے نفرت اور تمسخر کرتے ہیں اس لیے ان کو علم حقیقت سے اندھا کر دیا گیا ہے، خلاصۂ تفسیر یہ ہے۔ اور جب آپ تبلیغ کے لیے) قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان لوگوں کے درمیان ایک پردہ حائل کر دیتے ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (اور وہ پردہ یہ ہے کہ) ہم ان کے دلوں پر حجاب ڈال دیتے ہیں اس سے کہ وہ اس (قرآن کے مقصود) کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ ڈال دیتے ہیں (اس سے کہ وہ ان کو ہدایت حاصل کرنے کے لیے سنیں مطلب یہ ہے کہ وہ پردہ ان کی نافہمی کا اور اس کا ہے کہ وہ سمجھنے کا ارادہ ہی نہیں کرتے جس سے وہ آپ کی شان نبوت کو پہچان سکیں) اور جب آپ قرآن میں صرف اپنے رب (کے اوصاف و کمالات) کا ذکر کرتے ہیں (اور یہ لوگ جن معبودوں کی عبادت کرتے ہیں ان میں وہ اوصاف ہیں نہیں، تو وہ لوگ اپنی نافہمی بلکہ کج فہمی کے سبب اس سے) نفرت کرتے ہوئے پشت پھیر کر چل دیتے ہیں (آگے ان کے عمل باطل پر وعید ہے کہ) جس وقت یہ لوگ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں تو ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ (قرآن کو) سنتے ہیں (کہ وہ غرض محض اعتراض اور طعن و نکتہ چینی کی ہے) اور جس وقت یہ لوگ (قرآن سننے کے بعد) آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں (ہم اس کو بھی خوب جانتے ہیں) جب کہ یہ ظالم یوں کہتے ہیں کہ تم لوگ یعنی ان کی برادری میں سے جو لوگ رسول اللہ ؐ کے ساتھ لگ گئے ہیں) محض ایسے شخص کا ساتھ دے رہے ہو جس پر جادو کا (خاص) اثر (یعنی جنون کا) ہو گیا ہے (یعنی یہ جو عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں یہ سب مانگ لیا ہے اے محمد ؐ ذرا) آپ دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے لیے کیسے کیسے القاب تجویز کرتے ہیں سو یہ لوگ (بالکل ہی) گمراہ ہو گئے تو (اب حق کا) راستہ نہیں پا سکتے (کیوں کہ ایسی ہٹ دھرمی اور ضد اور پھر اللہ کے رسول کے ساتھ ایسا معاملہ اس سے انسان کی

www.toobaaelibrary.com

استعداد فہم وہدایت سلب ہو جاتی ہے) یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم (مر کر) ہڈیاں اور (ہڈیوں کا بھی) چورا (یعنی ریزہ ریزہ) ہو جاویں گے تو کیا (اس کے بعد قیامت میں) ہم از سر نو پیدا اور زندہ کئے جاویں گے (یعنی اول تو مر کر زندہ ہونا ہی مشکل ہے کہ جسم میں زندگی کی صلاحیت نہیں رہی پھر جبکہ وہ جسم بھی ریزہ ریزہ ہو کر اس کے اجزاء منتشر ہو جاویں تو اس کے زندہ ہونے کو کون مان سکتا ہے) آپ (ان کے جواب میں) فرما دیجئے کہ (تم تو ہڈیوں ہی کی حیات کو بعید سمجھتے ہو اور ہم کہتے ہیں کہ (تو پتھر یا لوہا یا اور کوئی ایسی مخلوق ہو کر دیکھ لو جو تمہارے ذہن میں (زندگی کی صلاحیت سے) بہت ہی بعید ہو (پھر دیکھو کہ زندہ کئے جاؤ گے یا نہیں اور پتھر اور لوہے کو بعید از حیات قرار دینا اس لیے ظاہر ہے کہ ان میں کسی وقت بھی حیات حیوانی نہیں آتی بخلاف ہڈیوں کے کہ ان میں پہلے اس وقت تک حیات رہ چکی ہے تو جب پتھر لوہے کا زندہ کرنا اللہ کے لیے مشکل نہیں تو اعضائے انسانی کو دوبارہ زندگی بخش دینا کیا مشکل ہوگا اور آیت میں لفظ کُوْنُوْا جو صیغہ امر ہے اس سے مراد یہاں امر نہیں بلکہ ایک تعلیق اور شرط ہے کہ اگر تم بالفرض پتھر اور لوہا بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ پھر بھی تمہیں دوبارہ زندہ کر دینے پر قادر ہے اس پر) وہ پوچھیں گے کہ وہ کون ہے جو دوبارہ ہم کو زندہ کریگا آپ فرما دیجئے کہ وہ وہ ہے جس نے تم کو اول بار میں پیدا کیا تھا (اصل بات یہ ہے کہ کسی چیز کے وجود میں آنے کے لیے دو چیزیں درکار ہیں ایک مادہ اور محل میں وجود کی قابلیت دوسرے اس کو وجود میں لانے کے لیے قوت فاعلہ پہلا سوال محل کی قابلیت کے متعلق تھا کہ وہ مرنے کے بعد زندگی کے قابل نہیں رہا اس کا جواب دیکر محل کی قابلیت ثابت کر دی گئی تو یہ دوسرا سوال فاعلیت کے متعلق کیا گیا کہ ایسا کونسا قوت وقدرت والا ہے جو اپنی قوت فاعلیت سے یہ عجیب کام کر سکے اس جواب میں فرما دیا گیا کہ جس نے پہلے تمہیں ایسے مادے سے پیدا کیا تھا۔ جس میں قابلیت حیات کا کسی کو گمان بھی نہ تھا تو اس کو دوبارہ پیدا کر دینا کیا مشکل ہے اور جب قابل وفاعل دونوں کا سوال حل ہو گیا تو اب یہ لوگ زمانہ وقوع کی تحقیق کے لیے) آپ کے آگے سر ہلا ہلا کر کہیں گے کہ (اچھا یہ بتلائیے کہ) یہ (زندہ ہونا) کب ہوگا آپ فرما دیجئے کہ عجب نہیں کہ یہ قریب ہی آ پہنچا ہو (آگے ان حالات کا بیان ہے جو اس نئی زندگی کے وقت پیش آویں گے) یہ اس روز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو (زندہ کرنے اور میدان حشر میں جمع کرنے کے لیے فرشتہ کے ذریعہ) پکارے گا اور تم (باضطرار) اس کی حمد کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرو گے (یعنی زندہ بھی ہو جاؤ گے اور میدان حشر میں جمع بھی ہو جاؤ گے) اور (اس روز کی ہول اور ہیبت دیکھ کر تمہارا یہ حال

www.toobaaelibrary.com

ہو جاویگا کہ دنیا کی ساری عمر اور قبر میں رہنے کی ساری مدت کی نسبت) تم یہ خیال کرو گے کہ تم بہت ہی کم (مدت دنیا میں) رہے تھے (کیونکہ دنیا اور قبر میں آج کی ہولناکی کے مقابلہ میں پھر کچھ نہ کچھ راحت تھی اور راحت کا زمانہ انسان کو مصیبت پڑنے کے وقت بہت مختصر معلوم ہوا کرتا ہے)

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۴۲: میں اگرچہ دلیل تمانع واقتناعی ہے، مگر علم کلام کی کتابوں میں اس دلیل کا برہانی اور منطقی ہونا بھی بوضاحت بیان کیا گیا ہے۔

آیت ۴۴: کافر انسان اور عقل وشعور سے خالی چیزوں کی تسبیح کا مطلب ہے، تسبیح حال، ان کی حالات کی شہادت ہے مگر اہل تحقیق کے نزدیک تسبیح صرف حالی نہیں حقیقی ہے، مگر ہمارے فہم وادراک سے بالاتر ہے۔

خصائص کبریٰ میں سیوطی فرماتے ہیں کہ کنکریوں کا تسبیح پڑھنا حضور کا معجزہ نہیں وہ تو جہاں کہیں بھی ہیں تسبیح خواں ہیں، معجزہ آپ کا یہ ہے کہ آپ کے دست مبارک میں آنے کے بعد ان کی تسبیح کانوں سے سنی جائے گی۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ الخ اس طرح کے معاملات حدیث میں بہت ہیں اور اسطوانۂ حنانہ کی حکایت تو عام مسلمانوں کی زبان زد ہے۔ آیت ۴۷: مَسْحُوْرًا، پیغمبروں پر جادو کا اثر ہو سکتا ہے، حدیث سے ثابت ہے کہ وہ حضور پر سحر کا اثر ہو گیا تھا، یہاں قرآن کی تردید کا مطلب یہ ہے کہ ان کی مراد مسحور کہنے سے مجنون کہنا تھا (جس کی طرف خلاصۂ تفسیر میں اشارہ کر دیا گیا ہے) اس لیے حدیث سحر اس کے معارض نہیں۔

اس سے پہلی آیت ۴۵: کا ایک شان نزول ہے کہ سورۂ لہب میں ابولہب کی بیوی کی بھی مذمت ہے تو اس کی بیوی پیغمبر علیہ السلام کی مجلس میں آئی، صدیق اکبر بھی موجود تھے اسے دور سے آتے دیکھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ یہاں سے ہٹ جائیں، یہ عورت بڑی بدزبان ہے، آپ کو تکلیف پہنچے گی، آپ نے فرمایا نہیں، اس کے اور میرے درمیان اللہ تعالیٰ پردہ حائل کر دیں گے، چناں چہ وہ مجلس میں پہنچی مگر حضور کو نہ دیکھ سکی تو صدیق اکبر سے مخاطب ہو کر کہنے لگی، آپ کے ساتھی نے ہماری ہجو کی ہے، انھوں نے کہا واللہ وہ کوئی شعر ہی نہیں کہتے جس میں عادۃً ہجو کی جاتی ہے، تو وہ یہ کہتی ہوئی چلی گئی کہ تم بھی ان کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو اس کے جانے کے بعد صدیق اکبر نے عرض کیا کہ اس نے آپ کو نہیں دیکھا آپ نے فرمایا، جب تک وہ یہاں ایک فرشتہ اس کے اور میرے درمیان پردہ کرتا رہا حضرت

www.toobaaelibrary.com

کعب فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام جب مشرکین آنکھوں سے مستور ہونا چاہتے تو قرآن کی یہ تین آیتیں پڑھ لیتے تھے، وہ یہ ہیں، سورہ کہف آیت ۵۷، ۲ سورہ نحل آیت ۱۰۸، ۳ سورۂ جاثیہ آیت ۲۳۔ ان آیات کا یہ تجربہ دوسروں سے بھی ثابت ہے، قرطبی فرماتے ہیں کہ ان آیات ثلثہ کے ساتھ سورہ یٰسین کی آیات بھی ملالیں جنھیں پیغمبرؐ نے ہجرت کے وقت پڑھی تھیں۔ ابتداء سے فاغشینھم فھم لایبصرون تک یٰسین کی ان آیات کا اپنا تجربہ خود امام قرطبی بیان کرتے ہیں۔

آیت ۵۲: فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ،، اس سے معلوم ہوا کہ کفار اور مؤمنین سب کا بھی یہی حال ہوگا، کیوں کہ آیت میں اصل خطاب کفار ہی کو ہے مگر اس وقت کی حمد وثناء ان کے لیے نافع نہ ہوگی، کیوں کہ یہ اس وقت مرنے کے بعد کی زندگی دیکھیں گے بعض نے اسے مؤمنین کے لیے مخصوص بتلایا ہے، کیوں کہ ان کے بارے میں یہ آتا ہے کہ جب یہ زندہ کیے جائیں گے تو کہیں گے، يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا : دوسری آیت میں ہے يٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ مگر کوئی تعارض نہیں کیوں کہ ابتداء احمد وثنا کرتے ہوئے اٹھیں گے، اور بعد میں جب مؤمنین وکافر کو الگ کیا جائے گا (وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ،) اس وقت ان کی زبانوں سے بعد والے کلمات نکلیں، قرطبی فرماتے ہیں اسی طرح ہر معاملہ کا خاتمہ بھی حمد پر ہوگا جیسا کہ ارشاد ہے، وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ۭ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ۭ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ۝ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ۭ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۭ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور آپ میرے (مسلمان) بندوں سے کہہ دیجئے کہ (اگر کفار کو جواب دیں تو) ایسی بات کہا کریں جو (اخلاق کے اعتبار سے) بہتر ہو (یعنی ایسی سب وشتم اور تشدد اور اشتعال انگیزی نہ ہو کیونکہ) شیطان (سخت بات کہلوا کر) لوگوں میں فساد ڈلوا دیتا ہے۔ واقعی شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے (اور وجہ اس تعلیم کی یہ ہے کہ سختی سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور ہدایت وگمراہی تو مشیت ازلیہ کے تابع ہے) تم سب کا حال تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے (کہ کون کس قابل ہے بس) اگر وہ چاہے تو تم (میں سے جس) پر (چاہے) رحمت فرما دے (یعنی ہدایت کر دے) یا اگر وہ چاہے تو تم (میں سے جس) کو (چاہے) عذاب دینے لگے (یعنی اس کو توفیق اور ہدایت نہ دے) اور ہم نے آپ (تک) کو ان (کی ہدایت) کا ذمہ دار بنا کر نہیں بھیجا (اور جب باوجود نبی ہونے کے آپ ذمہ دار نہیں بنائے گئے تو دوسروں کی کیا مجال ہے اس لیے کسی کے درپے ہونا اور سختی کرنا بے فائدہ ہے) اور آپ کا رب خوب جانتا ہے ان کو (بھی) جو کہ آسمانوں میں ہیں اور (ان کو بھی جو کہ) زمین میں ہیں (آسمان والوں سے مراد فرشتے اور زمین والوں سے مراد انسان اور جنات ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم خوب واقف ہیں کہ ان میں سے کس کو نبی اور رسول بنانا مناسب ہے کس کو نہیں اس لیے اگر ہم نے آپ کو نبی بنا دیا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے) اور (اسی طرح اگر ہم نے آپکو دوسروں پر فضیلت دیدی تو تعجب کیا ہے کیونکہ) ہم نے (پہلے بھی) بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے (اور اسی طرح اگر ہم آپ کو قرآن دیا تو تعجب کی کیا بات ہے کیونکہ آپ سے پہلے) ہم داؤد کو زبور دے چکے ہیں۔ آپ (ان لوگوں سے) فرما دیجئے کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود قرار دے رہے ہو (جیسے فرشتے اور جنات) ذرا ان کو (اپنی تکلیف دور کرنے کے لیے) پکار تو سہی سو وہ نہ تم سے تکلیف کو دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس کے بدل ڈالنے کا (مثلاً تکلیف کو بالکل دور نہ کر سکیں کچھ ہلکا ہی کر دیں) (یہ لوگ کہ جن کو مشرکین (اپنی حاجت روائی یا مشکل کشائی کے لیے) پکار رہے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف (پہنچنے کا) ذریعہ ڈھونڈ رہے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب بنتا ہے (یعنی وہ خود ہی اطاعت وعبادت میں مشغول ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کا قرب میسر ہو جائے اور چاہتے ہیں کہ تقرب کا درجہ اور بڑھ جائے) اور وہ اس کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اس کے عذاب سے (نافرمانی کی صورت میں) ڈرتے ہیں واقعی آپ کے رب کا عذاب ہے بھی ڈرنے کی چیز (مطلب یہ ہے کہ جب وہ خود عابد ہیں تو معبود کیسے ہو سکتے ہیں اور جب وہ خود ہی اپنی ضروریات میں اور تکلیف کے دور

www.toobaaelibrary.com

کرنے میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں تو وہ دوسروں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی کیا کر سکتے ہیں) اور (کفار کی) ایسی کوئی بستی نہیں جس کو ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہ کریں (یا قیامت کے روز) اس کے رہنے والوں کو (دوزخ کا) سخت عذاب نہ دیں یہ بات کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے (پس اگر کوئی کافر یہاں ہلاک ہونے سے بچ گیا تو قیامت کے روز کی بڑی آفت سے نہ بچے گا اور طبعی موت سے ہلاک ہونا تو کفار کے ساتھ مخصوص نہیں سبھی مرتے ہیں اسلئے بستیوں کے ہلاک ہونے سے اس جگہ مراد یہ ہے کہ کسی عذاب اور آفت کے ذریعہ ہلاک کیا جائے تو خلاصہ یہ ہوا کہ کفار پر کبھی تو (دنیا میں عذاب بھیج دیا جاتا ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہوگا اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی عذاب نہ آیا تو آخرت کے عذاب سے بہر حال نجات نہیں۔ اور ہم کو خاص (فرمائشی) معجزات کے بھیجنے سے صرف یہی بات مانع ہے کہ پہلے لوگ ان (کے ہم جنس فرمائشی معجزات) کی تکذیب کر چکے ہیں (اور مزاج وطبائع سب کافروں کے ملتے جلتے ہیں تو ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی تکذیب کریں گے) اور (نمونے کے طور پر ایک قصہ بھی سن لو کہ) ہم نے قوم ثمود کو (ان کی فرمائش کے مطابق حضرت صالح علیہ السلام کے معجزہ کے طور پر) اونٹنی دی تھی (جو عجیب طور پر پیدا ہوئی اور) جو کہ (معجزہ ہونے کے سبب فی نفسہ) بصیرت کا ذریعہ تھی سو ان لوگوں نے (اس سے بصیرت حاصل نہ کی بلکہ) اس کے ساتھ ظلم کیا (کہ اس کو قتل کر ڈالا تو ظاہر یہ ہے کہ اگر موجودہ لوگوں کے فرمائشی معجزے دکھلائے گئے تو یہ بھی ایسا ہی کریں گے) اور ہم ایسے معجزات کو صرف (اس بات سے) ڈرانے کے لیے بھیجا کرتے ہیں (کہ اگر یہ فرمائشی معجزات دکھائے گئے وہ ایمان تو لائے نہیں یہی معاملہ ان کی ہلاکت اور عذاب عام کا سبب بن گیا اور حکمت الٰہیہ کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ لوگ ابھی ہلاک نہ کئے جاویں اس لیے ان کے فرمائشی معجزات نہیں دکھلائے جاتے اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے جو ان لوگوں کو پہلے پیش آچکا ہے جسکا ذکر یہ ہے کہ) آپ وہ وقت یاد کر لیجئے جبکہ ہم نے آپ سے کہا تھا کہ آپکا رب (اپنے علم سے) تمام لوگوں (کے احوال ظاہرہ وباطنہ موجودہ ومستقبلہ) کو محیط ہے اور احوال مستقبلہ میں ان کا ایمان نہ لانا بھی (اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جس کی ایک دلیل انہیں کا یہ واقعہ ہے کہ) ہم نے (واقعہ معراج میں) جو تماشا (بحالت بیداری) آپ کو دکھلایا تھا اور جس درخت کی قرآن میں مذمت کی گئی ہے (یعنی زقوم جو طعام کفار ہے) ہم نے دونوں چیزوں کو ان لوگوں کے لیے موجب گمراہی کر دیا (یعنی ان لوگوں نے ان دونوں امر کو سنکر تکذیب کی۔ معراج کی تکذیب تو اس بناء پر کی کہ ایک

www.toobaaelibrary.com

رات کی قلیل مدت میں ملک شام جانا اور پھر آسمان پر جانا ان کے نزدیک ممکن نہ تھا اور شجرہ زقوم کی تکذیب اس بنا پر کی کہ اسکو دوزخ کے اندر بتلایا جاتا ہے آگ میں کوئی درخت کیسے رہ سکتا ہے اگر ہو بھی تو جل جائے گا۔ حالانکہ نہ ایک رات میں اتنا طویل سفر طے کرنا عقلاً محال ہے نہ آسمان پر جانا ناممکن ہے اور آگ کے اندر درخت کا وجود ان کی سمجھ میں نہ آیا حالانکہ کوئی محال بات نہیں کہ کسی درخت کا مزاج ہی اللہ تعالیٰ ایسا بنادیں کہ وہ پانی کے بجائے آگ سے پرورش پائے۔ پھر فرمایا) اور ہم ان لوگوں کو ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی بڑی سرکشی بڑھتی ہی چلی جاتا ہے (شجرہ زقوم کے انکار کے ساتھ یہ لوگ استہزار بھی کرتے تھے جسکا بیان مع زائد تحقیق کے سورہ صافات میں آوے گا۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۵۳: بدزبانی اور سخت کلامی سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اس لیے کفار کے ساتھ درست نہیں۔ قرطبی کہتے ہیں کہ یہ آیت مسلمانوں کو آپس میں خطاب کرنے کے متعلق ہدایت ہے کہ باہم اختلاف کے وقت سخت کلامی نہ کریں۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عمرؓ کے ایک واقعہ میں نازل ہوئی، کسی نے آپ کو گالی دی، اس کے جواب میں انھوں نے بھی سخت جواب دیا اور اس کے قتل کا ارادہ کیا اس کے نتیجے میں خطرہ ہوا کہ دو قبیلوں میں جنگ چھڑ جائے۔

آیت ۵۵: بغویؒ فرماتے ہیں کہ زبور میں ایک سو پچاس سورتیں تھیں، سب کی سب صرف دعا حمد وثنا پر مشتمل تھیں ان میں حلال وحرام اور فرائض وحدود کا بیان نہیں تھا۔

آیت ۵۷: اَلْوَسِیْلَۃ، وسیلہ اللہ کے لیے یہ ہے کہ علم وعمل میں اللہ کی مرضی کی ہر وقت رعایت رکھے۔ خوف ورجا دونوں حالتیں برابر درجے میں رہیں تو انسان صحیح راستہ پر چلتا رہتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک مغلوب ہو جائے تو اسی مقدار سے انسان کے احوال میں خرابی آجاتی ہے (قرطبی) آیت ۶۰: یہ فتنہ، ارتداد کا تھا، اس وقت بہت سے نومسلم غیر راسخ الایمان اس کی تکذیب کر کے مرتد ہو گئے۔ (قرطبی)

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۝ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاۗؤُكُمْ جَزَاۗءً مَّوْفُوْرًا ۝ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ عِبَادِيْ

www.toobaaelibrary.com

لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ
اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ
اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ
لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ
فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ۝ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (وہ وقت یاد رکھنے کے قابل ہے) جبکہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (نہ کیا اور) کہا کہ کیا میں ایسے شخص کو سجدہ کروں جس کو آپ نے مٹی سے بنایا ہے (اس پر مردود ہو گیا اس وقت) کہنے لگا کہ اس شخص کو جو آپ نے مجھ پر فوقیت دی ہے (اور اسی بناء پر اس کو سجدہ کرنے کا مجھے حکم دیا ہے) تو بھلا بتلایئے تو (اس میں کیا فضیلت ہے جس کی وجہ سے میں مردود ہوا) اگر آپ نے (میری درخواست کے مطابق) مجھ کو قیامت کے زمانے تک (موت سے) مہلت دیدی تو میں (بھی) بجز قدر قلیل لوگوں کے (جو مخلصین ہونگے باقی) اس کی تمام اولاد کو اپنے قابو میں کر لونگا (یعنی گمراہ کر دونگا) ارشاد ہوا، جا، (جو تجھ سے ہو سکے کر لے) جو شخص ان میں سے تیرے ساتھ ہو لیگا تو تم سب کی سزا جہنم ہے پوری سزا اور ان میں سے جس پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ پکار سے (یعنی اغوا اور وسوسہ سے) اس کا قدم (راہ راست سے) اکھاڑ دینا اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لانا (کہ تیرا سارا لشکر ملکر گمراہ کرنے میں خوب زور لگاوے) اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لینا (یعنی مال و اولاد کو گمراہی کا ذریعہ بنا دینا جیسا کہ اس کا مشاہدہ ہوا) اور ان سے (جھوٹے جھوٹے) وعدے کرنا (کہ قیامت میں گناہ پر مواخذہ نہ ہوگا۔ اور یہ سب باتیں شیطان کو بطور زجر و تنبیہ کے کہی گئی ہیں) اور شیطان ان لوگوں سے بالکل جھوٹے وعدے کرتا ہے (یہ بطور جملہ معترضہ کے تھا آگے پھر شیطان کو خطاب ہے) میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہ چلے گا اور (اے محمدؐ اسکا قابو مخلصین پر کیونکر چلے کہ) آپ کا رب (ان کا) کارساز کافی ہے۔ سابقہ آیات میں توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال تھا۔ آیات مذکورہ میں بھی مضمون ایک خاص انداز سے بیان کیا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی بیشمار عظیم الشان نعمتیں جو انسانوں پر ہر وقت مبذول ہیں ان کو بیان کر کے یہ بتلانا

www.toobaaelibrary.com

مقصود ہے کہ ان تمام نعمتوں کا بخشنے والا بجز ایک حق تعالیٰ کے کوئی نہیں ہو سکتا اور سب نعمتیں اس کی ہیں تو اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہرانا بڑی گمراہی ہے ارشاد فرمایا کہ) تمہارا رب ایسا (منعم) ہے کہ تمہارے (نفع کے) لئے کشتی کو دریا میں لے چلتا ہے تاکہ تم اس کے ذریعہ رزق کی تلاش کرو (اس میں اشارہ ہے کہ بحری سفر تجارت کے لیے عموماً بڑے نفع کا سبب ہوتا ہے) بیشک وہ تمہارے حال پر بڑا مہربان ہے اور جب تم کو دریا میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے (مثلاً دریا کی موج اور ہوا کے طوفان سے غرق ہونے کا خطرہ) تو بجز خدا کے اور جس جس کی تم عبادت کرتے تھے سب غائب ہو جاتے ہیں (کہ نہ تمہیں خود ہی اس وقت ان کا خیال آتا ہے نہ ان کو پکارتے ہو اور پکارو بھی تو ان سے کسی امداد کی ذرہ برابر توقع نہیں یہ خود عملی طور پر تمہاری طرف سے توحید کا اقرار اور شرک کا ابطال ہے) پھر جب تم کو خشکی کی طرف بچا لاتا ہے تو تم پھر اس سے رخ پھیر لیتے ہو اور انسان ہے بڑا ناشکر (اتنی جلدی اللہ کے انعام اور اپنی الحاح وزاری کو بھول جاتا ہے اور تم جو خشکی میں پہنچ کر اس سے اپنا رخ پھیر لیتے ہو) تو کیا تم اس بات سے بے فکر ہو بیٹھے ہو کہ تم کو خشکی میں لاکر ہی زمین میں دھنسا دے (مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک دریا اور خشکی میں کوئی فرق نہیں وہ جیسے دریا میں غرق کر سکتا ہے ایسا ہی خشکی میں بھی زمین میں دھنسا کر غرق کر سکتا ہے) یا تم پر کوئی ایسی سخت ہوا بھیج دے جو کنکر پتھر برسانے لگے (جیسا کہ قوم عاد پر ایسی ہی ہوا کے طوفان سے ہلاک کی گئی تھی) پھر تم کسی کو اپنا کارساز خدا کے سوا نہ پاؤ یا تم اس سے بے فکر ہو گئے کہ خدا تعالیٰ پھر تمکو دریا ہی میں دوبارہ لیجاوے پھر تم پر ہوا کا طوفان بھیج دے پھر تمکو تمہارے کفر کے سبب غرق کر دے پھر اس بات پر (یعنی غرق کر دینے پر) کوئی ہمارا پیچھا کرنے والا بھی تم کو نہ ملے (جو ہم سے تمہارا بدلہ لے سکے) اور ہم نے اولاد آدم کو (مخصوص صفات دیکر) عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں (جانوروں اور کشتیوں پر) سوار کیا اور پاکیزہ نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فوقیت دی۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۶۴: بِصَوْتِكَ: مراد شیطان کی آواز ہے، گانے مزامیر اور لہو لعب کی آواز میں بھی شیطان کی آواز ہے، اسی لیے یہ سب آوازیں حرام ہیں۔

لَاَحْتَنِكَنَّ الخ یہ دعویٰ اس لیے کیا ہو کہ ممکن ہے انسان کے اجزاء ترکیبی کو دیکھ کر اس نے سمجھ لیا ہو کہ اس کے اندر نفسانی خواہشات کا غلبہ ہوگا بہکانے میں آجانا دشوار نہیں، اور اس میں بھی کچھ بعد

www.toobaaelibrary.com

نہیں کہ یہ دعویٰ بھی محض جھوٹ ہی ہو۔

وَشَارِكْهُمْ الخ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اموال میں جو مال ناجائز حرام طریقوں سے حاصل کیا جائے یا حرام کاموں میں خرچ کیا جائے۔ اور اولاد میں اولاد حرام ہونے سے بھی، یا ان کی پرورش کے لیے حرام ذرائع آمدنی اختیار کرلے تو شیطان کی شرکت ہوتی ہے۔

آیت ۷۰ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ، اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو مختلف حیثیات سے ایسی خصوصیات عطا فرمائی ہیں جو دوسری مخلوقات میں مثلاً حسن صورت، جسم، مزاج، اور قد وقامت کے اعتدال جو انسان کو عطا ہوا ہے کسی دوسرے حیوان میں نہیں، نطق وگویائی اور افہام وتفہیم کا ملکہ، انگلیوں سے کھانا کھانا اپنے کھانے کی چیزوں کو مختلف اشیاء سے مرکب کرکے لذیذ اور مفید بنالینا، اور سب سے بڑی فضیلت عقل وشعور کی ہے جس سے اپنے مالک حقیقی کی مرضی اور نامرضی کو معلوم کرکے مرضیات کا اتباع اور نامرضیات سے پرہیز کرے۔ عام جانوروں میں صرف شہوات وخواہشات ہیں۔ فرشتوں میں صرف عقل وشعور ہے، انسان میں دونوں چیزیں ہیں اس وجہ سے جب وہ شہوات و خواہشات کو عقل وشعور کے ذریعہ مغلوب کرلیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیزوں سے خود کو بچالیتا ہے تو اس کا مقام بہت سے فرشتوں سے بھی اونچا ہوجاتا ہے۔

رہ گیا فرشتوں سے افضلیت کا معاملہ تو اس میں تحقیقی بات یہ ہے کہ انسان میں عام مؤمنین صالحین جیسے اولیاء اللہ وہ عام فرشتوں سے افضل ہیں، مگر خواص وملائکہ، جبرئیل، میکائیل، وغیرہ ان عام صالحین سے افضل ہیں اور خواص مؤمنین جیسے انبیاء کرام وہ خاص ملائکہ سے بھی افضل ہیں۔

يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ۝ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـــًٔا قَلِيْلًا ۝ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ۝ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر (اس دن کو یاد کرنا چاہئے) جس روز ہم تمام آدمیوں کو ان کے نامۂ اعمال سمیت (میدان حشر میں) بلاویں گے (اور وہ نامۂ اعمال

www.toobaaelibrary.com

اڑا دیئے جاویں گے پھر کسی کے داہنے ہاتھ اور کسی کے بائیں ہاتھ آجاویں گے) پھر جسکا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جاوے گا (اور یہ اہل ایمان ہوں گے) تو ایسے لوگ اپنا نامۂ اعمال (خوش ہوکر) پڑھیں گے اور ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاوے گا (یعنی ان کے ایمان اور اعمال کا ثواب پورا پورا ملے گا ذرا کم نہ ہوگا خواہ زیادہ مل جائے اور عذاب سے نجات بھی ہوگی خواہ اول ہی یا گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد) اور جو شخص دنیا میں (راہ نجات دیکھنے سے) اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی (منزل نجات تک پہنچنے سے) اندھا رہے گا اور (بلکہ وہاں دنیا سے بھی) زیادہ گم کردہ راہ ہوگا (کیونکہ دنیا میں تو گمراہی کا علاج ممکن تھا وہاں یہ بھی نہ ہو سکے گا یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا نامۂ اعمال ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔) اور یہ کافر لوگ (اپنی قوی تدبیروں کے ذریعہ) آپ کو اس چیز سے پھلانے (اور ہٹانے) لگے تھے جو ہم نے آپ پر بذریعہ وحی بھیجی ہے (یعنی اس کوشش میں لگے تھے کہ آپ سے حکم خداوندی کے خلاف عمل کراویں اور) تاکہ آپ اس (حکم الٰہی) کے سوا ہماری طرف عمداً غلط بات کی نسبت کردیں کیونکہ نبی کا فعل خلاف شرع ہوتا نہیں اس لئے اگر نعوذ باللہ آپ سے کوئی عمل خلاف شرع ہو جاتا تو یہ لازم آتا ہے اس خلاف شرع عمل کو گویا اللہ کی طرف منسوب کر رہے ہیں) اور ایسی حالت میں آپ کو خالص دوست بنا لیتے اور (ان کی یہ شرارت ایسی سخت تھی کہ) اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ بنایا ہوتا (یعنی معصوم نہ کیا ہوتا) تو آپ ان کی طرف کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے (اور) اگر ایسا ہو جاتا (کہ آپکا کچھ میلان ان کی بات کی طرف ہوتا) تو ہم آپ کو (اس وجہ کہ مقربان بارگاہ کا مقام بہت بلند ہے) حالت حیات میں بھی اور بعد موت کے بھی دوہرا عذاب چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار بھی نہ پاتے (مگر چونکہ آپکو ہم نے معصوم اور ثابت قدم بنایا ہے اس لیے ان کی طرف ذرا بھی میلان نہ ہوا اور اس عذاب سے بچ گئے) اور (کافر) لوگ اس سرزمین (مکہ یا مدینہ) سے آپ کے قدم ہی اکھاڑنے لگے تھے تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اور اگر ایسا ہو جاتا تو آپ کے بعد یہ بھی بہت کم (یہاں) ٹھہرنے پاتے جیسا ان انبیاء کے بارے میں (ہمارا) قاعدہ رہا ہے جن کو آپ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا تھا (کہ جب ان کی قوم نے ان کو وطن سے نکالا تو پھر اس قوم کو بھی یہاں رہنا نصیب نہیں ہوا) اور آپ ہمارے قاعدے میں تغیر تبدل نہ پائیں گے۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۷۱: بِاِمَامِهِمْ، امام سے مراد کتاب ہے اور اس سے مراد نامۂ اعمال ہے، اور سیدنا حضرت علیؓ اور مجاہد

www.toobaaelibrary.com

وغیرہ مفسرین نے لفظ لام سے متعدد اور بیشمار اولیا ہے۔ نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دائیں ایمان کو دیا جائیگا۔

آیت ۷۳۔۷۴۔۷۵: قریش مکہ کے چند سردار خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر واقعی ہماری طرف مبعوث ہوئے ہیں تو پھر اپنی مجلس سے ان غریب اور شکستہ حالتوں کو ہٹا دیجئے جن کے ساتھ بیٹھنا ہمارے لیے توہین ہے تو پھر ہم بھی آپ کے اصحاب ہو جائیں گے۔ اس پر پیغمبرؐ کو کچھ خیال سا پیدا ہوا، اس آیت میں آپ کو خبردار کیا گیا کہ ان کی بات بھی اور ان کی دوستی بھی فتنہ ہے۔

یہ آیت انبیاء علیہم السلام کی اعلیٰ ترین پاکیزہ خلقت وطبیعت پر بڑی دلیل ہے۔

حِسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ، کیوں کہ مقربان بارگاہ کی معمولی سی غلطی بھی بہت بڑی سمجھی جاتی ہے۔

آیت ۷۶: یہود مدینہ ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا، "اے ابوالقاسمؐ! اگر آپ دعوائے نبوت میں سچے ہیں تو آپ کو چاہئے کہ آپ ملک شام میں جا کر رہیں کیوں کہ شام محشر کی اور انبیاء کی زمین ہے، پیغمبرؐ پر ان کے کلام کا کچھ اثر ہوا اور غزوہ تبوک کے بعد سفر شام میں اپنا مستقر بدلنے کا خیال ہوا، مگر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں ارادہ سے روک دیا گیا۔ مگر ابن کثیر اسے ناقابل اطمینان قرار دیتے ہیں۔ اور دوسرا واقعہ بتلاتے ہیں، وہ یہ کہ ایک مرتبہ کفار قریش نے آپ کو مکہ سے نکالنے کا ارادہ کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، ابن کثیر اسی کو راجح قرار دیتے ہیں اور پھر کفار مکہ نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ آپ کی ہجرت کے بعد ایک دن بھی مکہ میں چین سے نہ بیٹھ سکے، ڈیڑھ سال بعد، غزوۂ بدر کا، پھر احد اور احزاب نے تو ان کی کمر ہی توڑ دی اور پھر آٹھویں سال فتح مکہ۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝ وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ۝ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۚ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

آفتاب ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے تک نمازیں ادا کیا کیجئے (اس میں ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ چار نمازیں آگئیں جیسا کہ

www.toobaaelibrary.com

حدیث میں اس اجمال کی تفصیل بیان کردی گئی ہے) اور صبح کی نماز بھی (ادا کریں) بیشک صبح کی نماز (فرشتوں کے) حاضر ہونے کا وقت ہے (صبح کا وقت چونکہ نیند سے بیدار ہونے کا وقت ہے جس میں سستی کا خطرہ تھا اس لیے اس کو الگ کر کے اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا اور اس کی ایک جزئی فضیلت بھی یہ بیان کردی کہ اس وقت میں فرشتے جمع ہوتے ہیں اس کی تفصیل حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ انسان کی حفاظت اور اس کے اعمال کو لکھنے والے فرشتے دن کے الگ اور رات کے الگ ہیں۔ صبح کی نماز میں دونوں جماعتیں فرشتوں کی جمع ہوتی ہیں رات کے فرشتے اپنا کام ختم کر کے اور دن کے فرشتے اپنا کام سنبھالنے کے لیے مجتمع ہو جاتے ہیں اسی طرح شام کو عصر کی نماز میں دونوں جماعتیں جمع ہوتی ہیں اور ظاہر ہے کہ فرشتوں کا اجتماع باعث برکات ہے اور کسی قدر رات کے حصے میں بھی (نماز ادا کریں) یعنی اس میں نماز تہجد پڑھا کریں جو کہ آپ کے لیے (پانچ نمازوں کے علاوہ) ایک زائد چیز ہے۔ (اس زائد سے مراد بعض کے نزدیک ایک زائد فرض ہے جو خاص رسول اللہ پر فرض کیا گیا اور بعض نے مراد زائد سے نفل لی ہے) امید (یعنی وعدہ) ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں جگہ دے گا (مقام محمود سے مراد شفاعت کبریٰ کا مقام ہے جو محشر میں تمام بنی آدم کے لیے رسول اللہ کو عطا ہوگا) اور آپ یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب (مکہ سے جانے کے بعد مجھ کو (جہاں لیجانا ہو) خوبی (یعنی راحت) کے سات پہنچائیو اور (جب) مکہ سے لیجانا ہو تو) مجھ کو خوبی (یعنی راحت کے ساتھ لیجائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے (ان کفار پر) ایسا غلبہ دیجئو جس کے ساتھ (آپ کی) نصرت (اور مدد) ہو (جس سے وہ غلبہ پائدار اور ترقی پذیر ہو ورنہ عارضی غلبہ تو کبھی کفار کو بھی ہو جاتا ہے مگر اس کے ساتھ اللہ کی نصرت نہیں ہوتی اس لیے پائدار نہیں ہوتا) اور کہہ دیجئے کہ (بس اب دین) حق (غالب ہونے کو) آیا اور باطل گیا گذرا ہوا واقعی باطل چیز تو یوں ہی آتی جاتی رہتی ہے (ہجرت کے بعد مکہ فتح ہوا تو یہ سب وعدے پورے ہو گئے) اور ہم ایسی چیز یعنی قرآن نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں تو شفا اور رحمت ہے (کیونکہ وہ اس کو مانتے اور اس پر عمل کرتے ہیں جس سے ان پر رحمت ہوتی اور عقائد باطل اور خیالات فاسدہ سے شفا ہوتی ہے) اور ظالموں کو اس سے اور الٹا نقصان بڑھتا ہے، (کہ جب وہ اس کو نہیں مانتے تو اللہ تعالیٰ کے قہر و عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں) اور (بعض) آدمی (یعنی کافر ایسا ہوتا ہے کہ اس) کو جب ہم نعمت عطا کرتے ہیں تو (ہم سے اور ہمارے احکام سے) منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب اس کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو (بالکل

www.toobaaelibrary.com

رحمت سے) ناامید ہو جاتا ہے (اور یہ دونوں حالتیں دلیل ہیں اللہ تعالیٰ سے بے تعلقی کی اور وہی بنیاد ہے ہر کفر و گمراہی کی) آپ فرما دیجئے کہ (مومنین) و کفار اور اخیار و اشرار میں سے، ہر شخص اپنے طریقہ پر کام کر رہا ہے (یعنی اپنی اپنی عقل صحیح پر متیقم اور علم یا جہل کی بنیاد پر مختلف طرح کے کام کر رہے ہیں) تو آپ کا رب خوب جانتا ہے اس کو جو زیادہ ٹھیک اور درست راستہ پر ہو (اسی طرح جو ٹھیک راستہ پر نہو اس کو بھی جانتا ہے اور ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق جزاء یا سزاء دیگا۔ یہ نہیں کہ جسکا دل چاہے بلا کسی دلیل کے اپنے کو ٹھیک راستہ پر سمجھنے لگے۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۸۲: اس آیت میں دشمنوں کی ایذاؤں اور ان کے مکر و کید سے بچنے کا ذکر حمد و تسبیح اور نماز میں مشغول ہو جانے کو قرار دیا ہے، ذکر اللہ اور نماز بالخاصہ ان سے بچنے کا علاج ہے، اس آیت میں جمہور ائمہ تفسیر نے پانچوں نمازوں کے لیے جامع حکم قرار دیا ہے۔ دُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ میں چار نمازیں آ گئیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور ان میں دو نمازوں کا ابتدائی وقت بھی بتلا دیا گیا۔ اسی لیے امام اعظمؒ کے نزدیک وقت عشاء کی ابتداء اس وقت سے ہے جب کہ شفق احمر کے بعد شفق ابیض بھی غروب ہو جائے۔ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ بول کر نماز مراد لی گئی ہے کیوں کہ قرآن کریم نماز کا ایک جزء اہم ہے اس میں پانچویں نماز فجر کا ذکر ہے، اس لیے علیحدہ بیان کرنے میں اس نماز کی خاص اہمیت و فضیلت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

نماز کی مکمل تشریح و تفسیر پیغمبرؐ نے اپنے قول و فعل سے بتلائی ہیں، اور جب تک اس تشریح پر عمل نہ کیا جائے کوئی شخص نماز ادا ہی نہیں کر سکتا، اس آیت میں نماز کے اندر قرأت قرآن کا ذکر بھی اجمالاً آ گیا، اس کی تفصیل بھی پیغمبرؐ کے قول و عمل سے یہ ثابت ہوئی کہ نماز فجر میں قرأت طویل کی جائے بقدر استطاعت، ظہر و جمعہ میں اس سے کم، عصر و عشاء میں متوسط اور مغرب میں اختصار اور فجر میں اختصار قرأت جو بعض روایات میں آیا ہے وہ عملاً متروک ہے۔ (قرطبی)

آیت ۷۹: بہ کی ضمیر قرآن کی راجع ہے، مراد نماز ادا کرنا ہے اسی کو اصطلاح میں نماز تہجد کہا جاتا ہے بعد النوم ہونا شرط نہیں لیکن عموماً تعامل رسول اور صحابہؓ کا یہی رہا ہے کہ نماز آخر رات میں بیدار ہو کر پڑھتے تھے، اس لیے اس کی افضل صورت یہی ہے۔

ابتداء اسلام میں جب سورہ مزمل نازل ہوئی تو اس وقت پانچ نمازیں تو فرض ہوئی نہ تھیں صرف

www.toobaaelibrary.com

تہجد کی نمازیں سب پر فرض تھیں اسی فرض کا ذکر سورہ مزمل میں ہے، پھر شب معراج میں پانچ نمازوں کی فرضیت کے بعد تو تہجد کی فرضیت عام امت سے تو بالاتفاق منسوخ ہوگئی اور اس میں اختلاف رہا کہ پیغمبر سے بھی اس کی فرضیت منسوخ ہوئی یا یہ خصوصی طور پر آپ کے ذمہ فرض رہا، مگر صحیح یہی ہے کہ عام امت اور پیغمبر پر پانچ نمازوں کے سوا اور نماز فرض نہیں ہے۔

لفظ لَكَ بھی قرینہ ہے جو صرف جواز اور اجازت کے لیے ہوتا ہے، ورنہ عَلَيْكَ ہوتا۔ (قرطبی و مظہری)

نَافِلَةً لَّكَ،، نوافل سے تمام امت کے فرائض کی کوتاہی پوری کردی جاتی ہے مگر پیغمبر گناہوں سے بھی معصوم ہوتے ہیں اور آداب نماز میں کوتاہی سے بھی اس لیے آپ کے لیے نفلی عبادت "زائد" ہے محض زیادت تقرب کا ذریعہ ہے، اور اس کی رکعات آٹھ ہیں کبھی اس سے بھی کم چار، چھ بھی حضورؐ نے پڑھی ہیں "مقام محمود" یہ پیغمبر کے لیے مخصوص ہے، مراد شفاعت کبریٰ ہے۔

خوارج اور معتزلہ شفاعت انبیاء کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کسی کی شفاعت سے معاف نہیں ہوگا۔ مگر احادیث متواترہ اس پر شاہد ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی بلکہ صلحاء امت کی بھی شفاعت مقبول ہوگی۔ پھر شہداء، بلکہ عالم سے کہا جائے گا کہ اپنے شاگردوں کی شفاعت کرسکتے ہیں، حدیث میں ہے کہ شہداء کی شفاعت اس کے خاندان کے ستر آدمیوں کے متعلق قبول کی جائے گی، ایک سوال کہ جب پیغمبر کی شفاعت سے کوئی مومن دوزخ سے نہ بچ جائے گا تو پھر دیگر شفاعتیں کس لیے؟ صورت یہ ہوگی کہ علماء اور صلحاء امت جن کی شفاعت کرنا چاہیں گے وہ اپنی شفاعت پیغمبر کی خدمت میں پیش کریں گے (مظہری) نیز حدیث کے مطابق صلحاء کی شفاعتیں گناہ صغیرہ والوں کے لیے ہوں گی، کبائر صرف پیغمبر کی شفارش سے معاف ہوں گے۔ آیت تہجد سے معلوم ہوتا ہے کہ تہجد کو مقام شفاعت حاصل ہونے میں خاص دخل ہے۔

آیت ۸۰۔۸۱: میں اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں اول آپ کو کفار کے مکائد اور ایذاؤں سے نجات دینے کی تدبیر بصورت ہجرت مدینہ ارشاد فرمائی، اور اس کے بعد فتح مکہ کی بشارت وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ میں ارشاد فرمائی۔ لفظ صدق کی صفت بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ خروج و دخول سب اللہ کی مرضی کے مطابق خیر و خوبی کے ساتھ ہو، نہ مدینہ میں کوئی خلاف طبع ناگوار صورت پیش آئے اور نہ مکہ سے نکلنے پر وطن، گھر بار کی محبت میں دل الجھا رہے، مدخل کو مقدم کرنے کی وجہ میں یہ اشارہ ہے کہ نکلنا خود کوئی مقصد نہ تھا، بلکہ بیت کو چھوڑنا انتہائی صدمہ کی چیز تھی، البتہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے

www.toobaaelibrary.com

ماحول تلاش کرنا مقصد تھا۔ اس لیے مقصد کو مقدم کیا گیا۔ اس دعا کی فضیلت صاف ظاہر ہوئی، ہر مقصد کے لیے یہ دعا مفید ہے، ہر مسلمان کو اپنے مقاصد کے شروع میں اسے یاد رکھنا چاہیے۔

فتح مکہ کے بعد پیغمبر علیہ السلام نے بیت اللہ کے اندر کے بتوں کو توڑ ڈالا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ شرک و کفر اور باطل آلات جیسے تصاویر کو توڑنا اور ضائع کرنا واجب ہے۔

آیت ۸۳: اس میں انسان کو اس پر تنبیہ ہے کہ برے ماحول، بری صحبت اور بری عادت سے پرہیز کرے، نیکوں کی صحبت اختیار کرے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝ قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۚ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَاۗءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَاۗءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور یہ لوگ آپ سے (امتحاناً) روح (کی حقیقت) کو پوچھتے ہیں آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ روح (کے متعلق بس اتنا اجمالاً سمجھ لو کہ وہ ایک چیز ہے جو) میرے رب کے حکم سے بنی ہے اور۔ (باقی اس کی مفصل حقیقت سو) تم کو بہت تھوڑا علم (بقدر تمہاری فہم اور ضرورت کے) دیا گیا ہے (اور روح کی حقیقت کا معلوم کرنا کوئی ضرورت کی چیز نہیں اور نہ اس کی حقیقت عام طور پر سمجھ میں آسکتی ہے اسلئے قرآن اس کی حقیقت کو بیان نہیں کرتا) اور اگر ہم چاہیں تو جس قدر آپ پر ہم نے وحی بھیجی ہے (اور اس کے ذریعہ آپ کو علم دیا ہے) سب سلب کر لیں پھر اس (وحی) کے (واپس لانے کے لیے) آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی بھی نہ ملے گا مگر (یہ) آپ کے رب ہی کی رحمت ہے (کہ ایسا نہیں کیا) بیشک آپ پر اسکا بڑا فضل ہے (مطلب یہ ہے کہ انسان کو روح وغیرہ ہر چیز کی حقیقت کا تو کیا علم ہوتا اس کو جو تھوڑا سا علم بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے وہ بھی اس کی کوئی جاگیر نہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو

www.toobaaelibrary.com

دینے کے بعد بھی سلب کر سکتا ہے مگر وہ اپنی رحمت سے ایسا کرتا نہیں وجہ یہ ہے کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے) آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات سب اس بات کے لیے جمع ہو جاویں کہ ایسا قرآن بنا لاویں تب بھی وہ ایسا نہ کر سکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بنا دے (یعنی ان میں سے ہر ایک الگ الگ کوشش کر کے تو کیا کامیاب ہوتا سب کے سب ایک دوسرے کی مدد سے کام کر کے بھی قرآن کا مثل نہیں بنا سکتے) اور ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اس قرآن میں ہر قسم کے عمدہ مضمون طرح طرح سے بیان کیا ہے پھر بھی اکثر لوگ بے انکار کئے نہ رہے۔ سابقہ آیات میں کفار کے چند سوالات اور ان کے جوابات ذکر کئے گئے ہیں مذکورہ صدر آیات میں ان کے چند معاندانہ سوالات اور بے سر و پا فرمائشوں کا ذکر اور ان کا جواب ہے (اخرجہ ابن جریر عن ابن عباس) اور یہ لوگ (باوجود اس کے کہ اعجاز قرآن کے ذریعہ آپ کی نبوت و رسالت کا کافی اور واضح ثبوت ان کو مل چکا پھر بھی ازراہ عناد ایمان نہیں لاتے اور یہ بہانے کرتے ہیں کہ) کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک آپ ہمارے لیے (مکہ کی) زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دیں یا خاص آپ کے لیے کھجور اور انگور کا کوئی باغ نہ ہو پھر اس باغ کے بیچ بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری کر دیں یا جیسا آپ کہا کرتے ہیں آپ آسمان کے ٹکڑے ہم پر نہ گرا دیں (جیسا کہ اس آیت قرآنی میں ارشاد ہے۔ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ (یعنی ہم چاہیں تو ان کو زمین کے اندر دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں) یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے نہ لا کھڑا کر دیں (کہ ہم کھلم کھلا دیکھ لیں) یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہ ہو یا آپ آسمان پر (ہمارے سامنے) نہ چڑھ جاویں اور ہم تو آپ کے (آسمان پر) چڑھنے کا کبھی بھی یقین نہ کریں گے جب تک کہ (وہاں سے) آپ ہمارے پاس ایک کتاب نہ لاویں جس کو ہم پڑھ بھی لیں (اور اس میں آپ کے آسمان پر پہنچنے کی تصدیق بطور رسید لکھی ہوئی ہو) آپ (ان سب خرافات کے جواب میں) فرما دیجئے کہ سبحان اللہ میں بجز اس کے کہ آدمی ہوں (مگر) پیغمبر ہوں اور کیا ہوں (کہ ان فرمائش کو پورا کرنا میری قدرت میں ہو یہ قدرت مطلقہ تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ بشریت اپنی ذات میں خود مجبور و بے اختیاری کو مقتضی ہے رہا رسالت کا معاملہ تو بھی اس کو مقتضی نہیں ہے کہ اللہ کے رسول کو ہر چیز کا مکمل اختیار ہو بلکہ نبوت و رسالت کے لیے تو اتنی بات کافی ہے کہ رسالت کی کوئی صاف واضح دلیل آجاوے جس پر

www.toobaaelibrary.com

اہل عقل کو اعتراض نہ ہو سکے اور وہ دلیل اعجاز قرآنی اور دوسرے معجزات کی صورت میں بارہا پیش کی جا چکی ہے اس لیے نبوت و رسالت کے لیے ان فرمائشوں کا مطالبہ محض لغو ہے ہاں اللہ تعالیٰ کو سب قدرت ہے وہ سب کچھ کر سکتے ہیں مگر اس سے کسی کو مطالبہ کا حق نہیں جس چیز کو وہ حکمت کے مطابق دیکھتے ہیں ظاہر بھی کر دیتے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ تمہاری سب فرمائشیں پوری کریں)

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۸۵: جمہور مفسرین نے اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ سوال روح حیوانی کی حقیقت سے تھا، سوال کا مقصد پیغمبرؐ کی رسالت کا امتحان تھا۔ قریش سمجھتے تھے کہ یہود اہل علم ہیں ان سے کچھ سوالات حاصل کیے جائیں جن کے ذریعہ آپ کا امتحان لیا جائے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی روایت سے یہ آیت مدنی ہے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت کے اعتبار سے یہ مکی ہے، ابن کثیر نے مکی ہونے کے احتمال کو راجح قرار دیا ہے، اور ابن مسعودؓ کی روایت کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ممکن ہے کہ اس آیت کا نزول مدینہ میں دوسری مرتبہ ہوا ہو، جیسا کہ علماء کے نزدیک آیت کا مکرر نزل مسلم ہے لیکن مظہری نے حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کو راجح قرار دے کر اس کی دو وجہیں بتلائیں، ایک یہ کہ یہ صحیحین کی روایت ہے اور اس کی سند حضرت ابن عباسؓ سے زیادہ قوی ہے، دوسرے یہ کہ اس میں خود صاحب واقعہ ابن مسعودؓ اپنا واقعہ بیان کر رہے ہیں، بخلاف اس روایت کے کہ انھوں نے کسی دوسرے سے سنی ہوگی۔

جواب میں اتنا ہی فرمایا: اَلرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ، یعنی جتنی باتیں ضروری تھیں اتنی بتلائی گئیں اور جتنی عام لوگوں کے سمجھ کے قابل تھی، یعنی روح میرے پروردگار کے حکم سے ہے، یعنی وہ عام مخلوقات کی طرح نہیں جو مادہ کے تطورات اور توالد و تناسل کے ذریعے وجود میں آتی ہیں، یعنی روح کو مادیات پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اس جواب سے عام شبہات رفع ہو گئے اور انسان کے لیے اتنا ہی علم کافی ہے، یہ واضح رہے کہ ہر سوال کا جواب دینا ضروری نہیں، جواب میں سائل کی دینی مصلحت کی رعایت لازم ہوتی ہے، اس سے یہ مسئلہ نکلا کہ مفتی کو چاہئے کہ جو جواب مخاطب کے فہم سے بالاتر ہو یا غلط فہمی میں پڑ جانے کا خطرہ ہو تو جواب نہیں دینا چاہئے۔

روح کی حقیقت کا علم کسی کو ہو سکتا ہے یا نہیں، یا پیغمبر علیہ السلام کو بھی اس کی حقیقت معلوم نہیں تھی، صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت نہ اس کی نفی کرتی ہے نہ اثبات، لہٰذا اگر اس کے بارے میں کوئی بحث و

www.toobaaelibrary.com

تحقیق کی جائے تو اسے لایعنی کہا جائے گا، ناجائز نہیں، اسی لیے متقدمین اور متاخرین میں سے لوگوں نے اس کے متعلق کتابیں لکھی ہیں۔ علامہ شبیر عثمانیؒ نے ایک مختصر رسالہ میں اسے بہترین انداز سے لکھا ہے، اور انسان کی فہم کی حد تک اس کی حقیقت سمجھا دی ہے۔

آیت ۸۶: وَلَئِنْ شِئْنَا الخ: اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ انسان کو جس قدر بھی علم ملا ہے وہ بھی اس کی ذاتی جاگیر نہیں، اللہ تعالیٰ چاہیں تو اسے بھی سلب کر سکتے ہیں، اس لیے اسے چاہئے کہ موجودہ علم پر اللہ کا شکر ادا کرے اور فضول لایعنی تحقیقات پر وقت ضائع نہ کرے، اور اگر امتحاناً کسی کی تخفیف کی جائے گی تو جو کچھ علم ملا ہے وہ بھی اس کی کج روی سے سلب ہو جائے گا، اگلی آیت میں فرمایا کہ تم ہمارے امتحان کے درپے رہتے ہو، خود قرآن کو دیکھ لو تو آپ کی نبوت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ کیوں کہ قرآن کا جب جواب نہیں اور اس کا کلام الٰہی ہونا اس بداہت سے ثابت ہو گیا، تو آپ کی نبوت بھی ثابت ہو گئی۔

آیت ۹۰ تا ۹۳: میں اللہ تعالیٰ نے ان کے جن بیہودہ سوالات کا جواب اپنے رسول کو تلقین فرمایا وہ قابل نظر، اور مصلحین امت کے لیے لائحۂ عمل بنانے کی چیز ہے۔ جواب میں نہایت سادہ الفاظ میں اصل حقیقت کو واضح کر دیا گیا کہ تم نے رسول کو غلط سمجھ رکھا ہے، رسول کا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچانا ہے۔ معجزات کا بھیجنا اور رسول کی امداد کے لیے قوت قاہرہ کو ظاہر کرنا محض اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار میں ہوتا ہے۔ انسانوں کی طرف رسول فرشتے نہیں ہو سکتے انسان ہی ہو سکتا ہے، مگر ان میں ایک شان ملکیت بھی ہوتی ہے تاکہ فرشتوں سے وحی حاصل کرے اور اپنے ہم جنسوں کو پہنچائے، اور اسی ایک شان ملکیت کی وجہ سے جنات کو بھی ان سے مناسبت ہو سکتی ہے اس لیے انسانوں کے ساتھ جنات کا بھی رسول انسان ہوتا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ۝ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ

www.toobaaelibrary.com

فَأَبَى الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا ۝ وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا ۝ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۝ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا ۝ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَن يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَن قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا ۝ قُل لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا ۝ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝ وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِهِ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ عُمْيًا وَبُكْمًا وَصُمًّا مَّأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا ۝ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُم بِأَنَّهُمْ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا وَقَالُوا أَإِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ أَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيهِ فَأَبَى الظَّالِمُونَ إِلَّا كُفُورًا ۝ قُل لَّوْ أَنتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي إِذًا لَّأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْإِنفَاقِ وَكَانَ الْإِنسَانُ قَتُورًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت (یعنی رسالت کی صحیح دلیل حسب اعجاز قرآن کے) پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی (قابل التفات) بات مانع نہیں ہوئی کہ انھوں نے بشریت کو رسالت کے منافی سمجھا اس لیے کہا (کیا اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے (یعنی ایسا نہیں ہوسکتا) آپ (جواب میں ہماری طرف سے) فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے (رہتے) ہوتے کہ اس پر چلتے بستے تو ہم البتہ ان پر آسمان سے فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے۔ جب یہ لوگ رسالت ونبوت کی دلائل واضحہ آجانے اور تمام شبہات دور ہو جانے کے بعد بھی نہیں مانتے تو) آپ (آخری بات) کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے تمہارے درمیان (کے اختلاف میں) کافی گواہ ہے (یعنی خدا جانتا ہے کہ میں واقع میں اللہ کا رسول ہوں کیونکہ) وہ اپنے بندوں (کے احوال) کو خوب جانتا خوب دیکھتا ہے (تمہارے عناد کو بھی دیکھتا ہے) اور اللہ جس کو راہ پر لاوے وہ ہی راہ پر آتا ہے اور جس کو بے راہ کردے تو خدا کے سوا آپ کسی کو بھی ایسوں کا مددگار نہ پاویں گے (اور بوجہ کفر کے یہ خدا کی مدد سے محروم رہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے دستگیری نہ ہو نہ ہدایت ہوسکتی ہے نہ عذاب سے نجات) اور ہم قیامت کے روز ان کو اندھا گونگا بہرہ کر کے منہ کے بل چلائیں گے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے (جس کی یہ کیفیت ہوگی کہ) وہ (یعنی دوزخ کی آگ) جب ذرا دھیمی ہونے لگے گی اسی وقت ہم ان کے لیے اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔ یہ ہے ان کی سزا اس سبب سے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا اور یوں کہا تھا کہ کیا ہم ہڈیاں اور (وہ بھی) بالکل ریزہ ریزہ ہو جاویں گے تو کیا ہم از سر نو پیدا کر کے (قبروں سے) اٹھائے جاویں گے کیا ان لوگوں کو اتنا معلوم نہیں کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے وہ اس بات پر (بدرجہ اولیٰ) قادر ہے کہ وہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کر دے اور (منکرین کو شاید یہ وسوسہ ہو کہ ہزاروں لاکھوں مر گئے مگر اب تک تو یہ وعدہ دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کا پورا ہوا نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) ان کے (دوبارہ پیدا کرنے کے) لئے ایک میعاد معین کر رکھی ہے کہ اس میعاد معین کے آنے) میں ذرا بھی شک نہیں۔ اس پر بھی ظالم لوگ بے انکار کئے نہ رہے آپ فرما دیجئے کہ اگر تم لوگ میرے رب کی رحمت (یعنی نبوت کے خزانوں (یعنی کمالات) کے مختار ہوتے (کہ جس کو چاہتے دیتے جس کو

www.toobaaelibrary.com

چاہتے نہ دیتے) تو اس صورت میں تم (اس کے) خرچ ہو جانے کے اندیشے سے ضرور ہاتھ روک لیتے (کبھی کسی کو نہ دیتے حالانکہ یہ چیز کسی کو دینے سے گھٹتی بھی نہیں) اور آدمی ہے بڑا تنگدل (نہ گھٹنے والی چیز کو بھی عطا کرنے سے دریغ کرتا ہے جس کی وجہ رسولوں سے عداوت اور بخل کے علاوہ شاید یہ بھی ہو کہ اگر کسی کو نبی اور رسول بنا لیا تو پھر اس کے احکام کی پابندی کرنا پڑے گی جیسے کوئی قوم باہم اتفاق کر کے کسی کو اپنا بادشاہ بنا لے تو گو بنایا انہوں نے ہے مگر جب وہ بادشاہ بن گیا تو اطاعت کرنی پڑتی ہے)

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۹۴: ہاں اگر زمین پہ فرشتوں کی مخلوق ہوتی تو رسول، فرشتے آتے، اور یہ بھی جب ہوتا کہ زمین کے فرشتے خود آسمان پر نہ جا سکتے، ورنہ زمین پر ان کے لیے رسول بھیجنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

آیت ۱۰۰: خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّكَ: اس سے مراد عام مفسرین نے مال و دولت کے خزائن لیے ہیں، مگر حضرت تھانویؒ نے رحمۃ ربک سے نبوت و رسالت اور خزائن رحمت سے کمالات نبوت مراد لیے ہیں، اور یہ مراد لینا مقام کے ساتھ نہایت چسپاں ہے اور یہاں یہ ایسا ہی ہے جیسے اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ میں بالاجماع رحمت سے مراد نبوت ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۝ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ۗ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۝ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝

ترجمہ و خلاصۂ تفسیر

اور ہم نے موسیٰ کو کھلے ہوئے نو معجزے دیے (جنکا ذکر پارہ نہم کے رکوع ششم آیت اول میں ہے) جبکہ وہ اسرائیل کے پاس آئے

www.toobaaelibrary.com

تھے سو آپ بنی اسرائیل سے (بھی چاہے) پوچھ دیکھئے (اور چونکہ آپ فرعون کی طرف بھی بھیجے گئے تھے اور فرعون وآل فرعون کے ایمان نہ لانے سے وہ عجائبات معجزات ظاہر ہوئے تھے اس لیے موسیٰؑ نے فرعون کو دوبارہ ایمان لانے کے لیے یاددہانی کی اور ان آیات بینہ سے ڈرایا) تو فرعون نے ان سے کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں تو ضرور تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے (جس سے تمہاری عقل مخبوط ہو گئی کہ ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو) موسیٰ نے فرمایا تو (دل میں) خوب جانتا ہے (گو عار کی وجہ سے زبان سے اقرار نہیں کرتا) کہ یہ عجائبات خاص آسمان اور زمین کے پروردگار ہی نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کے لیے (کافی) ذرائع ہیں اور میرے خیال میں ضرور تیری کمبختی کے دن آ گئے ہیں (اور یا تو فرعون کی یہ حالت تھی کہ موسیٰؑ کی درخواست پر بھی بنی اسرائیل کو مصر سے جانے کی اجازت نہ دیتا تھا اور) پھر (یہ ہوا کہ) اس نے (اس احتمال سے کہ کہیں بنی اسرائیل موسیٰؑ کے اثر سے قوت نہ پکڑ جاویں خود ہی) چاہا کہ بنی اسرائیل کا اس سرزمین سے قدم اکھاڑ دے (یعنی ان کو شہر بدر کر دے) سو ہم نے (قبل اس کے کہ وہ کامیاب ہو خود) اس (ہی) کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا اور اس (کے غرق کرنے) کے بعد ہم نے بنی اسرائیل کو کہہ دیا کہ (اب تم اس سرزمین (کے جہاں سے تم کو نکالنا چاہتا تھا مالک ہو تم ہی اس) میں رہو سہو (خواہ بالقوہ یا بالفعل مگر یہ مالکیت حیاۃ دنیا تک ہے) پھر جب آخرت کا وعدہ آ جاویگا تو ہم سبکو جمع کر کے (قیامت کے میدان میں مملوکانہ محکومانہ لا کر حاضر کریں گے (یہ ابتدا میں ہوگا پھر مومن وکافر اور نیک وبد کو الگ الگ کر دیا جاویگا) اور جس طرح ہم نے موسیٰؑ کو معجزے دیئے اسی طرح آپ کو بھی بہت سے معجزات دیئے جن میں عظیم الشان معجزہ قرآن ہے کہ) ہم نے اس قرآن کو راستی ہی کے ساتھ تو نازل کیا اور وہ راستی ہی کے ساتھ (آپ پر) نازل ہو گیا (یعنی جیسا کاتب کے پاس سے چلا اسی طرح مکتوب الیہ تک پہنچ گیا اور درمیان میں کوئی تغیر وتبدل وتصرف نہیں ہوا پس سرتاسر راستی ہی راستی ہے) اور (جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنایا تھا اور ہدایت ان کے اختیار میں نہ تھی اسی طرح) ہم نے آپ کو (بھی) صرف (ایمان پر ثواب کی) خوشی سنانے والا اور (کفر پر عذاب سے) ڈرانیوالا بنا کر بھیجا ہے (اگر کوئی ایمان نہ لاوے کچھ غم نہ کیجئے) اور قرآن (میں صفت راستی کے ساتھ بمنتہائی رحمت اور بھی ایسے صفات کی رعایت کی گئی ہے کہ اس سے ہدایت زیادہ آسان ہو چنانچہ ایک تو یہ کہ اس) میں ہم نے (آیات وغیرہ کا) جابجا فصل رکھا تا کہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں (جس میں وہ اچھی طرح سمجھ سکیں کیونکہ تقریر طویل مسلسل بعض اوقات ضبط میں نہیں آتی) اور

www.toobaaelibrary.com

(دوسرے یہ کہ) ہم نے اس کو اتارنے میں بھی (حسب واقعات) تدریجاً اتارا (تاکہ معانی کا خوب انکشاف ہو اب ان سب امور کا مقتضا یہ تھا کہ یہ لوگ ایمان لے آتے لیکن اس پر بھی ایمان نہ لاویں تو آپ کچھ پروانہ کیجئے بلکہ صاف) کہہ دیجئے کہ تم اس قرآن پر خواہ ایمان لاؤ یا ایمان نہ لاؤ (مجھ کو کوئی پرواہ نہیں دو وجہ سے اول تو یہ کہ میرا کیا ضرر کیا۔ دوسرے یہ کہ تم ایمان نہ لائے تو کیا ہوا دوسرے لوگ ایمان لے آئے چنانچہ) جن لوگوں کو قرآن (کے نزول) سے پہلے (دین کا) علم دیا گیا تھا (یعنی منصف علماء اہل کتاب) یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارا رب (وعدہ خلافی سے) پاک ہے بیشک ہمارے رب کا وعدہ ضرور پورا ہی ہوتا ہے (سو جس کتاب کا جس نبی پر نازل کرنے کا وعدہ کتب سابقہ میں کیا تھا اس کو پورا فرما دیا) اور ٹھوڑیوں کے بل (جو) گرتے ہیں (تو) روتے ہوئے (گرتے ہیں) اور یہ قرآن (یعنی اس کا سننا) ان کا (دلی) خشوع اور بڑھا دیتا ہے (کیونکہ ظاہر و باطن کا توافق کیفیت کو قوی کر دیتا ہے۔) آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے (تو بہتر ہے کیونکہ) اس کے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں (اور اس کا شرک سے کوئی واسطہ نہیں کیونکہ ایک ہی ذات کے کئی نام ہونے سے اس کی توحید میں کوئی فرق نہیں آتا) اور اپنی جہری نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیے (کہ مشرکین سنیں اور خرافات بکیں اور نماز میں قلب مشوش ہو) اور نہ بالکل ہی آہستہ پڑھئے (کہ مقتدی نمازیوں کو بھی سنائی نہ دے۔ کیونکہ اس سے ان کی تعلیم و تربیت میں کمی آتی ہے) اور دونوں کے درمیان ایک (متوسط طریقہ اختیار کر لیجئے (تاکہ مصلحت فوت نہ ہو اور مضرت پیش نہ آئے) اور (کفار پر رد کرنے کے لیے علی الاعلان) کہہ دیجئے کہ تمام خوبیاں اسی اللہ کے لیے (خاص) ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے نہ اس کا کوئی شریک سلطنت ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کی خوب بڑائی بیان کیا کیجئے۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۱۰۱: آیات سے مراد ایک جماعت نے معجزات لیے ہیں یعنی (۱) عصا موسیٰ، (۲) ید بیضاء، (۳) زبان سے لکنت دور ہو جانا، (۴) بنی اسرائیل کا دریا پار کر جانا، (۵) ٹڈی دل کا عذاب، (۶) طوفان کا عذاب، (۷) بدن کے کپڑوں میں جوئیں پڑ جانا، (۸) مینڈکوں کا عذاب، (۹) خون کا عذاب، سورہ اعراف کی آیت میں ذکر آیا ہے، اور صحیح حدیث میں اس سے مراد احکام الٰہیہ ہیں، یعنی ایک یہودی کے ان نو آیات کے بارے میں سوال کے جواب میں پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا (۱) اللہ کے

www.toobaaelibrary.com

ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ (۲) چوری نہ کرو۔ (۳) زنا نہ کرو۔ (۴) کسی کا ناحق قتل نہ کرو۔ (۵) کسی بے گناہ پر جھوٹا الزام لگا کر قتل و سزا کے لیے پیش نہ کرو۔ (۶) جادو نہ کرو۔ (۷) سود نہ کھاؤ۔ (۸) پاکدامن عورت پر بدکاری کا بہتان نہ باندھو۔ (۹) میدان جہاد سے جان بچا کر نہ بھاگو۔ اور اے یہود خاص تمہارے لیے یہ بھی حکم ہے یوم سبت (سنیچر) کے جو خاص احکام تمہیں دیے گئے ان کی خلاف ورزی نہ کرو۔ بہت سے مفسرین نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

آیت:۱۰۹: تلاوت قرآن کے وقت مستحب ہے۔ ارشادِ رسالت ہے کہ جہنم میں نہ جائے گا وہ شخص جو اللہ کے خوف سے رویا، (یَخِرُّوْنَ الخ) علم نافع کی ایک پہچان یہ ہے کہ عالم کو رونا آوے۔

آیت ۱۱۰: ایک بار پیغمبر علیہ السلام نے دعا میں یا اللہ اور یا رحمٰن کہہ کر پکارا قوم مشرکین نے سمجھا کہ دو خداؤں کو پکارتے ہیں کہنے لگے ہمیں تو ایک کے سوا کئی پکارنے سے منع کرتے ہیں، خود دو معبودوں کو پکارتے ہیں، اس کا جواب آیت میں دیا گیا۔ دوسرا قصہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں پیغمبر علیہ السلام غار میں بلند آواز سے تلاوت قرآن شریف فرماتے تو مشرکین تمسخر کرتے اس کے جواب میں فرمایا گیا وَلَا تَجْهَرْ الخ جس میں میانہ روی کی تلقین کی گئی کہ ضرورت تو میانہ روی سے پوری ہو جاتی ہے، تاکہ مشرکین کی ایذا رسانی سے نجات ہو۔

آیت ۱۱۱: یہود و نصاریٰ، اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دیتے تھے، اور مشرکین بت پرستی کرتے تھے، اور صابی اور مجوسی اللہ کے کچھ مقرب مانتے تھے، ان کے جواب میں یہ آخری آیت نازل ہوئی۔

مسئلہ: جہری نمازوں میں تلاوت قرآن کا ادب اس سے معلوم ہوا کہ درمیانی انداز کی آواز ہو۔ حدیث میں بھی صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کو بھی یہی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ (ترمذی)

آخری آیت کو آیت عزت حدیث میں کہا گیا ہے، بیماری اور تنگدستی میں حضورؐ نے ایک شخص کو پڑھنے کے لیے فرمایا۔ تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا الخ. دوبارہ اس شخص سے ملاقات ہوئی تو اچھے حال میں پایا، آپؐ نے خوشی کا اظہار فرمایا الخ (ابویعلی از مظہری)۔

www.toobaaelibrary.com

(۱۸) سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ ۱۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۭ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۙ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۙ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَاۗىِٕهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَي الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلٰٓي اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

تمام خوبیاں اس اللہ کے لیے ثابت ہیں جس نے اپنے (خاص) بندے (محمدؐ) پر یہ کتاب نازل فرمائی، اور اس (کتاب) میں (کسی قسم کی) ذرا بھی کجی نہیں رکھی (نہ لفظی کہ فصاحت وبلاغت کے خلاف ہو، اور نہ معنوی کہ اس کا کوئی حکم حکمت کے خلاف ہو بلکہ اس کو) بالکل استقامت کے ساتھ موصوف بنایا (اور نازل اس لیے کیا کہ) تاکہ وہ (کتاب کافروں کو عموماً) ایک سخت عذاب سے جو منجانب اللہ (ان کو آخرت میں ہوگا) ڈرائے اور اہل ایمان کو جو نیک کام کرتے ہیں یہ خوشخبری دے کہ ان کو (آخرت میں) اچھا اجر ملے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ (کفار میں سے بالخصوص) ان لوگوں کو (عذاب سے) ڈرائے جو یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے (اور اولاد کا عقیدہ رکھنے والے کافروں کا عام کافروں سے الگ کرکے اس لیے بیان کیا گیا کہ اس باطل عقیدہ میں عرب کے عام لوگ مشرکین، یہود، نصاریٰ سب ہی مبتلا تھے) نہ تو اس کی کوئی دلیل ان کے پاس ہے، اور نہ ان کے باپ دادوں کے پاس تھی، بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے (اور) وہ لوگ بالکل (ہی) جھوٹ بکتے ہیں (جو عقلاً بھی ناممکن ہے، کوئی ادنیٰ عقل والا بھی اس کا قائل نہیں ہوسکتا، اور آپ جو ان لوگوں کے کفر وانکار پر اتنا، غم کرتے ہیں کہ) شاید آپ ان کے پیچھے اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآنی) پر ایمان نہ لائے تو غم سے اپنی جان دیدیں گے (یعنی اتنا غم نہ کیجئے کہ ہلاکت کے قریب کردے، وجہ

www.toobaaelibrary.com

یہ ہے کہ دنیا عالم امتحان ہے، اس میں ایمان وکفر اور خیر وشر دونوں کا مجموعہ ہی رہے گا، سبھی مؤمن ہوجائیں گے ایسا نہ ہوگا، اسی امتحان کے لیے) ہم نے زمین پر کی چیزوں کو اس (زمین) کے لیے باعث رونق بنایا، تاکہ ہم (اس کے ذریعہ) لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں سے زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے (یہ امتحان کرنا ہے کہ کون اسی دنیا کی زینت اور رونق پر مفتون ہو کر اللہ سے اور آخرت سے غافل ہو جاتا ہے اور کون نہیں، غرض یہ کہ یہ عالم ابتلاء ہے۔ تکوینا اس میں کوئی مؤمن ہوگا کوئی کافر رہے گا، پھر غم بیکار ہے آپ اپنا کام کیے جائیے، اور ان کے کفر کا نتیجہ دنیا ہی میں ظاہر ہو جانے کا انتظار نہ کیجئے، کیونکہ وہ ہمارا کام ہے، ایک مقرر وقت پر ہوگا، چنانچہ ایک روز وہ آئے گا کہ) ہم زمین پر کی تمام چیزوں کو ایک صاف میدان کریں گے، (نہ اس پر کوئی بسنے والا رہے گا نہ کوئی درخت اور پہاڑ اور نہ کوئی مکان وتعمیر، خلاصہ یہ ہے کہ آپ اپنا کام تبلیغ کا کرتے رہئے، منکرین کے انجام بد کا اتنا غم نہ کیجئے)، کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ غار والے اور پہاڑ والے (یہ دونوں ایک ہی جماعت کے لقب ہیں) ہماری عجائبات (قدرت) میں سے کچھ تعجب کی چیز تھے (جیسا کہ یہود نے کہا تھا کہ ان کا واقعہ عجیب ہے یا خود ہی سوال کرنے والے کفار قریش نے اس کو عجیب سمجھ کر سوال کیا تھا، اس میں رسول اللہ ﷺ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے کہ یہ واقعہ بھی اگرچہ عجیب ضرور ہے مگر اللہ تعالیٰ کی دوسری عجائبات قدرت کے مقابلہ میں ایسا قابل تعجب نہیں جیسا ان لوگوں نے سمجھا ہے، کیونکہ زمین وآسمان اور چاند وسورج اور تمام کائنات زمین وآسمان کو عدم سے وجود میں لانا اصل عجائب میں سے ہے، چند نوجوانوں کا زمانہ دراز تک سوتے رہنا پھر بیدار ہونا اس کے مقابلہ میں کچھ عجیب نہیں، اس تمہید کے بعد اصحاب کہف کا قصہ اس طرح بیان فرمایا) اور وہ وقت قابل ذکر ہے جب کہ ان نوجوانوں نے (ایک بے دین بادشاہ کی گرفت سے بھاگ کر) اس غار میں (جس کا قصہ آگے آتا ہے) جا کر پناہ لی پھر (اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعاء مانگی کہ) کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمایئے اور ہمارے (اس) کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجئے (غالباً رحمت سے مراد حصول مقصود ہے، اور درستی کے سامان سے مراد وہ اسباب ومقدمات ہیں جو حصول مقصد کے لیے عادۃً ضروری ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاء کو قبول فرمایا، اور ان کی حفاظت اور تمام پریشانیوں سے نجات دینے کی صورت اس طرح بیان فرمائی کہ) ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر سالہا سال تک نیند کا پردہ ڈال دیا پھر ہم نے ان کو (اٹھایا تاکہ ہم (ظاہری طور پر بھی) معلوم کرلیں کہ (غار میں

www.toobaaelibrary.com

رہنے کی مدت میں بحث واختلاف کرنے والوں میں سے) کون سا گروہ ان کے رہنے کی مدت سے زیادہ واقف تھا، (نیند سے بیدار ہونے کے بعد ان میں ایک گروہ کا قول تو یہ تھا کہ ہم پورا دن یا کچھ حصہ ایک دن کا سوئے ہیں، دوسرے گروہ نے کہا کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ تم کتنے دن سوتے رہے، آیت میں اشارہ اسی طرف ہے کہ یہ دوسرا گروہ ہی زیادہ حقیقت شناس تھا، جس نے مدت کی تعیین کو اللہ کے حوالہ کیا، کیونکہ اس کی کوئی دلیل نہ تھی)

تلخیص معارف ومسائل

سورۂ کہف مکی ہے، اس کے بڑے فضائل اور خصوصیات ہیں۔ جس نے سورۂ کہف کی دس شروع کی آیات حفظ کرلیں وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہے گا اور یہ مضمون اس سورہ کی آخری دس آیات کے حفظ کے متعلق منقول ہے۔ جو شخص اس کی پہلی اور آخری آیت پڑھ لے اس کے لیے اس کے قدم سے سر تک ایک نور ہوجاتا ہے، اور جو پوری سورہ پڑھ لے تو اس کے لیے زمین وآسمان تک نور ہوجاتا ہے۔ جو شخص جمعہ کے دن اس سورہ کو پڑھ لے اس کے قدم سے آسمان تک کی بلندی تک نور ہوجائے گا جو قیامت کے دن روشنی دے گا اور پچھلے سے اس جمعہ تک کے اس کے سب گناہ معاف ہوجائیں گے، (موقوف الروایت) دوسری روایت میں ہے کہ آٹھ روز تک فتنہ سے معصوم رہے گا اور اگر دجال نکل آئے تو یہ اس کے فتنہ سے معصوم رہے گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

فضائل سورہ کہف

یہ ایسی سورہ ہے کہ پوری کی پوری بیک وقت نازل ہوئی، اور اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے آئے اس سے اس سورہ کی عظمت شان ظاہر ہوتی ہے۔

شان نزول: پیغمبر علیہ السلام کی نبوت کی شہرت سے پریشان ہوکر قریش کے دو نفر نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط مدینہ طیبہ کے یہودی علماء سے آپ کی نبوت کی صداقت کے امتحان کے لیے تین سوالات پوچھ کر آئے (۱) ان نوجوانوں کا حال دریافت کرو جو زمانہ قدیم میں اپنے شہر سے نکلے تھے ان کا کیا واقعہ ہے؟ (۲) اس شخص کا حال پوچھو جس نے مشرق ومغرب دنیا کی تمام زمین کا سفر کیا اس کا کیا واقعہ ہے؟ (۳) تیسرے ان سے روح کے متعلق سوال کرو کہ وہ کیا چیز ہے؟۔ قریش کے لوگ خدمت اقدس میں یہ تین سوالات لے کر حاضر ہوئے، آپؐ نے فرمایا، اس کا جواب کل دوں گا، مگر آپؐ اس وقت ان شاء اللہ کہنا بھول گئے، یہ لوگ واپس گئے، اور آپؐ وحی کے انتظار میں رہے، مگر اگلے دن کوئی وحی نازل نہ ہوئی، قریش مکہ نے مذاق اڑانا شروع کیا جس سے آپ کو بے حد رنج وغم

www.toobaaelibrary.com

پہنچا۔ پندرہ دن (یا چالیس دن) کے بعد جبرئیل علیہ السلام سورۂ کہف لے کر نازل ہوئے، جس میں تاخیر وحی کا سبب بھی بیان کر دیا گیا کہ آئندہ کسی کام کے لیے وعدہ کیا جائے تو ان شاء اللہ کہنا چاہئے (جیسا کہ وَلَا تَقُوْلَنَّ میں آیا ہے) نوجوان کا واقعہ یعنی اصحاب کہف اور روئے زمین کا سفر کرنے والے ذوالقرنین کا مفصل بیان اس سورہ میں آ گیا۔ اور روح کے متعلق جواب بھی جو اجمالاً بنی اسرائیل کے آخر میں الگ بیان کر دیا گیا، اسی وجہ سے سورہ کہف کو سورہ بنی اسرائیل کے بعد رکھا گیا۔

آیت ۲: قَيِّمًا کا ایک دوسرا معنی بھی ممکن ہے یعنی نگراں اور محافظ، یعنی یہ قرآن دوسروں کو استقامت پر رکھنے والا اور تمام مصالح کی حفاظت کرنے والا ہے۔

آیت ۷: مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا، یعنی زمین کے اوپر مخلوق ارضیہ اور زمین کے اندر مختلف اشیاء کی کانیں وہ سب زمین کے لیے زینت اور رونق بنائی گئی ہیں، اس سے مضر اور مہلک چیزوں کو پیش کر کے (سانپ بچھو وغیرہ) اعتراض نہ کیا جائے کیوں کہ یہ ایک اعتبار سے بیشک خراب ہیں کیوں کہ مجموعۂ عالم کے لحاظ سے ہر چیز میں دوسری حیثیات سے بہت سے فوائد ہیں۔

آیت ۹: اَلرَّقِيْم، اس کے متعدد معانی ہیں بمعنی المرقوم لکھی ہوئی چیز، ایک کھلی ہوئی تختی جس پر بادشاہ نے اصحاب کہف کے نام کندہ کر کے غار کے دروازے پر لگا دیا تھا، اسی لیے ان کا نام اصحاب الرقیم بھی تھا، یا الرقیم اس پہاڑ کے نیچے کی وادی کا نام ہے جس میں اصحاب کہف کا غار تھا۔ بعض نے خود اس پہاڑ کو رقیم کہا ہے، یا عقبہ کے قریب ایک شہر کا نام جو بلاد روم میں ہے۔

آیت ۱۱: نیند میں سب سے پہلے آنکھ بند ہوتی ہیں، مگر کان اپنا کام کرتے رہتے ہیں، مگر جب نیند مکمل اور غالب ہو جاتی ہے تو کان بھی اپنا کام چھوڑ دیتے ہیں، پھر بیداری میں سب سے پہلے کان اپنا کام شروع کرتے ہیں۔

رقیم یہ ایک جماعت کے دو نام ہیں یا یہ الگ دو جماعتیں ہیں؟ جمہور مفسرین اور محدثین دونوں کے ایک ہی ہونے پر متفق ہیں۔ اب اس قصے کے دو حصے ہیں، ایک اس کی اصل روح اور مقصود جس سے یہود کے سوال کا جواب بھی ہو جاتا ہے، اور مسلمانوں کے لیے ہدایات و نصائح بھی۔ دوسرا حصہ اس کے تاریخی اور جغرافیائی ہونے کا ہے۔ یہاں مقصود میں اس کا چونکہ کوئی خاص دخل نہیں، اس لیے اس میں صرف وہی اجزاء بیان کیے گئے ہیں، جو مقصود اصلی سے متعلق تھے، اصحاب کہف کی تعداد اور سونے کی مدت کے سوالات کا ذکر اور اس کے جواب کی طرف اشارہ بھی فرمایا مگر ساتھ ہی یہ

www.toobaaelibrary.com

ہدایت بھی کہ ایسے مسائل میں زیادہ غور و فکر اور بحث و تکرار مناسب نہیں ان کو خدا کے حوالہ کر دینا چاہئے یہی وجہ ہے کہ حدیث میں ان اجزاء قصہ کو بیان نہیں فرمایا اور اکابر صحابہؓ اور تابعینؒ نے اسی قرآنی اسلوب کی بناء پر معاملات میں بھی ضابطہ کار رکھا۔ اَبْهِمُوْا مَا اَبْهَمَهُ اللّٰهُ (اتقان) واضح رہے کہ اس قصہ کے تاریخی اور جغرافیائی اجزاء جو بیان بھی کئے جاتے ہیں وہ اسلامی اور مسیحی تاریخوں میں بے حد متضاد ہے، فیصلہ اور ترجیح کسی ایک کی مشکل ہوتی ہے۔

دین کی حفاظت کے لیے غاروں میں پناہ لینے والوں کے واقعات مختلف شہروں اور ملکوں میں متعدد ہوئے ہیں۔ مجموعۂ روایات سے یہ بات ظن غالب ثابت ہوتی ہے کہ اصحاب کہف صحیح دین مسیح علیہ السلام پر تھے اور ان کا زمانہ بعد مسیح ہے اور جس بادشاہ مشرکین سے بھاگے تھے اس کا نام "دقیانوس" تھا۔ تین سو نو سال کے بعد بیدار ہونے کے وقت جس نیک مؤمن بادشاہ کی حکومت تھی اس کا نام "بیدوسیس" تھا اس کے موجودہ زمانے کی تاریخوں کو ملا کر دیکھا جائے تو تخمینی اور تقریبی طور پر ان کا زمانہ متعین ہو سکتا ہے، اس سے زیادہ تعیین کی نہ ضرورت ہے اور اس کے علم کے اسباب موجود ہیں۔

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ وَّرَبَطْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ۝ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا ۝ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۝ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۚ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَاۗءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓى اَمْرِهِمْ

www.toobaaelibrary.com

لَتُوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۚ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ قَالُوْا رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۚ فَابْعَثُوْٓا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَآ أَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

ہم ان کا واقعہ آپ ﷺ سے ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں (اس میں اشارہ کردیا کہ اس کے خلاف جو کچھ دنیا میں مشہور ہے وہ درست نہیں) وہ لوگ (اصحاب کہف) چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر (اس زمانے کے دین عیسوی کے مطابق) ایمان لائے تھے، اور ہم نے ان کی ہدایت میں اور ترقی کردی (کہ صفات ایمان ثابت قدمی اور بلاؤں پر صبر دنیا سے اعراض آخرت کی فکر وغیرہ بھی عطا کردیں، انہی صفات ایمان وہدایت میں ایک بات یہ تھی کہ) ہم نے ان کے دل مضبوط کردیئے جب کہ وہ پختہ ہو کر (آپس میں یا مخلف بادشاہ کے روبرو) کہنے لگے کہ ہمارا رب تو وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ہم تو اس کو چھوڑ کر کسی معبود کی عبادت نہ کریں گے (کیونکہ اگر خدانخواستہ ہم نے ایسا کیا) تو اس صورت میں ہم نے یقیناً بڑی بے جا بات کہی، اور یہ جو ہماری قوم ہے انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود قرار دے رکھے ہیں، (کیونکہ انکی قوم اور بادشاہ وقت سب بت پرست تھے، سو) یہ لوگ اپنے معبودوں (کے معبود ہونے) پر کوئی کھلی دلیل کیوں نہیں لاتے (جیسا کہ موحدین توحید پر واضح اور یقینی دلیل رکھتے ہیں) اس سے زیادہ کون غضب ڈھانے والا ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگادے (کہ اس کے کچھ ساجھی اور شریک بھی ہیں) اور پھر (آپس میں کہا کہ) جب تم ان لوگوں سے عقیدہ ہی میں الگ ہوگئے اور ان کے معبودوں (کی عبادت) سے بھی (الگ ہوگئے ہو) مگر اللہ سے (الگ نہیں ہوئے، بلکہ اسی کی وجہ سے سب کو چھوڑا ہے) تو اب (مصلحت یہ ہے کہ) تم (فلاں) غار میں (جو شہر سے ملا ہوا ہوگا) چل کر پناہ لو (تاکہ امن اور بے فکری کے ساتھ اللہ کی عبادت کرسکو) تم پر تمہارا رب اپنی رحمت پھیلا دے گا اور تمہارے لیے تمہارے اس کام میں کامیابی کے سامان درست کردے گا (اللہ تعالیٰ سے اسی امید اور توقع پر غار میں جانے کے وقت انہوں نے سب سے پہلے یہ دعا کی کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا) اور اے مخاطب (وہ غار ایسی وضع پر واقع ہوا ہے کہ) جب دھوپ نکلتی ہے تو تو اس کو دیکھے گا کہ وہ غار سے داہنی جانب کو بچی رہتی ہے (یعنی غار کے دروازے سے داہنی طرف الگ کو رہتی ہے) اور جب وہ چھپتی ہے تو (غار کے) بائیں طرف ہٹی رہتی ہے (یعنی اس وقت بھی غار کے اندر دھوپ نہیں جاتی، تاکہ ان کو

www.toobaaelibrary.com

دھوپ کی تپش سے تکلیف نہ پہنچے اور وہ لوگ اس غار کے ایک فراخ موقع میں تھے (یعنی ایسے غاروں میں جو عادۃً کہیں تنگ کہیں کشادہ ہوتے ہیں، تو وہ اس غار کے ایسے موقع پر تھے جو کشادہ تھا تاکہ ہوا بھی پہنچے اور جگہ کی تنگی سے جی بھی نہ گھبرائے) یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے (کے اسباب ظاہری کے خلاف ان کے لیے آرام کا سامان مہیا کر دیا پس معلوم ہوا کہ) جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دیں تو آپ اس کے لیے کوئی مددگار راہ بتانے والا نہ پائیں گے (غار کی جو ہیئت بتلائی گئی ہے کہ اس میں نہ طلوع کے وقت صبح کو دھوپ اندر جاتی نہ شام کو غروب کے وقت، یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ غار شمال رویہ یا جنوب رویہ ہو، کیونکہ داہنی بائیں جانب غار میں داخل ہونے والے کی مراد ہوں تو غار شمال رویہ ہوگا، اور داہنی بائیں جانب غار سے نکلنے والے کی مراد ہوں تو غار جنوب رویہ ہوگا) اور اے مخاطب (تو اگر اس وقت جب کہ وہ غار میں گئے اور ہم نے ان پر نیند مسلط کر دی ان کو دیکھتا تو) ان کو جاگتا ہوا خیال کرتا حالانکہ وہ سوتے تھے (کیونکہ اللہ کی قدرت نے ان کو نیند کے آثار و علامات سے محفوظ رکھا تھا، جیسے سانس کا تغیر، بدن کا ڈھیلا پن، آنکھیں اگر بند بھی ہوں تو سونے کی یقینی علامت نہیں) اور (اس نیند کے زمانہ دراز میں) ہم ان کو (کبھی) داہنی طرف اور (کبھی) بائیں طرف کروٹ دیدیتے تھے (اور اس حالت میں) انکا کتا (جو کسی وجہ سے ان کے ساتھ آ گیا تھا غار کی) دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے (بیٹھا) تھا (اور ان کے رعب و جلال خداداد کی یہ حالت تھی کہ) اگر (اے مخاطب) تو ان کو جھانک کر دیکھتا تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوتا اور تیرے اندر ان کی دہشت سما جاتی (اس آیت میں خطاب عام مخاطبین کو ہے، اس سے آنحضرتؐ کا مرعوب ہونا لازم نہیں آتا، اور یہ تمام سامان حق تعالیٰ نے ان لوگوں کی حفاظت کے لیے جمع کر دیے تھے، کیونکہ جاگتے ہوئے آدمی پر حملہ کرنا آسان نہیں ہوتا، اور نیند کے طویل زمانے میں کروٹیں نہ بدلی جاتیں تو مٹی ایک کروٹ کو کھا لیتی، اور غار کے دروازے پر کتے کا بیٹھنا بھی سامان حفاظت ہونا ظاہر ہے)۔ اور (جس طرح ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کو اتنے زمانہ دراز تک سلایا) اسی طرح (اس طویل نیند کے بعد) ہم نے ان کو جگا دیا تاکہ وہ آپس میں پوچھ پاچھ کریں (تاکہ باہمی سوال و جواب کے بعد ان کو حق تعالیٰ کی قدرت اور حکمت منکشف ہو چنانچہ) ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ (اس نیند کی حالت میں) تم کس قدر رہے ہو گے (جواب میں) بعض نے کہا کہ (غالباً) ایک دن یا ایک دن سے بھی کچھ کم رہے ہوں گے، دوسرے بعض نے کہا کہ (اس کی تعیین کی کیا ضرورت

www.toobaaelibrary.com

ہے) یہ تو (ٹھیک ٹھیک) تمہارے رب ہی کو خبر ہے کہ تم کس قدر (سوتے) رہے اب (اس فضول بحث کو چھوڑ کر ضروری کام کرنا چاہئے وہ یہ کہ) اپنے میں سے کسی کو یہ روپیہ (جو کہنے والے کے پاس ہوگا، کیونکہ یہ لوگ کچھ خرچ کیلئے رقم بھی لے کر چلے تھے، غرضکہ کسی کو یہ روپیہ) دے کر شہر کی طرف بھیجو پھر (وہ وہاں پہنچ کر) تحقیق کرے کہ کونسا کھانا حلال ہے (اس جگہ لفظ اَزکیٰ کی تفسیر بروایت ابن جریر حضرت سعید بن جبیر سے یہی منقول ہے کہ مراد اس سے حلال کھانا ہے، اور اس کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ ان کی قوم بت پرست بکثرت اپنے بتوں کے نام پر ذبح کیا کرتی تھی اور بازار میں بکثرت یہی حرام گوشت بکتا تھا) تو وہ اس میں سے تمہارے پاس کچھ کھانا لے آوے اور کام خوش تدبیری سے کرے (کہ ایسی وضع ہیئت سے جاوے کی کوئی اس کو پہچانے نہیں اور کھانے کی تحقیق کرنے میں بھی یہ ظاہر نہ ہونے دے کہ بت کے نام کے ذبیحہ کو حرام سمجھتا ہے) اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے (کیونکہ) اگر وہ لوگ (یعنی اہل شہر جن کو اپنے خیال میں اپنے زمانے کے مشرکین سمجھے ہوئے تھے) کہیں تمہاری خبر پا جائیں گے تو تم کو یا پتھراؤ کر کے مار ڈالیں گے یا (جبراً) تم کو اپنے مذہب میں پھر داخل کر لیں گے اور ایسا ہوا تو تم کو کبھی فلاح نہ ہوگی، اور (ہم نے جس طرح اپنی قدرت سے ان کو سلایا اور جگایا) اسی طرح ہم نے (اپنی قدرت (حکمت سے اس زمانے کے) لوگوں کو ان (کے حال) پر مطلع کر دیا تاکہ (منجملہ اور فوائد کے ایک فائدہ یہ بھی ہو کہ) وہ لوگ (اس واقعہ سے استدلال کر کے) اس بات کا یقین (یا زیادہ یقین) کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، اور وہ یہ کہ قیامت میں کوئی شک نہیں (یہ لوگ اگر پہلے سے قیامت میں زندہ ہونے پر ایمان رکھتے تھے تو زیادہ یقین اس واقعہ سے ہو گیا، اور اگر قیامت کے منکر تھے تو اب یقین حاصل ہو گیا، یہ واقعہ تو اصحاب کہف کی زندگی میں پیش آیا، پھر ان صاحبوں نے وہیں غار میں وفات پائی، تو ان کے متعلق اہل عصر میں اختلاف ہوا جس کو آگے بیان فرمایا ہے کہ) وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اس زمانے کے لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑ رہے تھے، (اور معاملہ اس غار کا منہ بند کرنا تھا، تاکہ ان کی لاشیں محفوظ رہیں، یا ان کی یادگار قائم کرنا مقصود تھا) سو ان لوگوں نے کہا کہ ان کے (غار کے) پاس کوئی عمارت بنوا دو (پھر اختلاف ہوا کہ وہ عمارت کیا ہو، اس میں رائیں مختلف ہوئیں، تو اختلاف کے وقت) ان کا رب ان (کے احوال مختلفہ) کو خوب جانتا تھا (بالآخر) جو لوگ اپنے کام پر غالب تھے (یعنی اہل حکومت جو اس وقت دین حق پر قائم تھے) انہوں نے کہا کہ ہم تو ان کے پاس ایک مسجد بنا دیں گے (تاکہ مسجد اس بات کی بھی علامت رہے کہ یہ لوگ خود عابد تھے معبود

www.toobaaelibrary.com

نہ تھے اور دوسری عمارتوں میں یہ احتمال تھا کہ آگے آنے والے انہی کو معبود نہ بنالیں) (جس وقت اصحاب کہف کا قصہ بیان کریں گے تو) بعضے لوگ تو کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے اور بعضے کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے (اور) یہ لوگ بے تحقیق بات کو ہانک رہے ہیں اور بعضے کہیں گے کہ وہ سات ہیں آٹھواں ان کا کتا ہے، آپ (ان اختلاف کرنے والوں سے) کہہ دیجئے کہ میرا رب ان کی تعداد خوب (صحیح صحیح) جانتا ہے (کہ ان مختلف اقوال میں کوئی قول صحیح بھی ہے یا سب غلط ہیں) ان (کی تعداد) کو (صحیح صحیح) بہت کم لوگ جانتے ہیں (چونکہ تعداد و متعین کرنے میں کوئی خاص فائدہ نہیں تھا، اس لیے آیت میں کوئی صریح فیصلہ نہیں فرمایا، لیکن روایات میں حضرت ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ سے یہ منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا انا من القلیل کنا نو اسبعۃ یعنی میں بھی ان قلیل لوگوں میں داخل ہوں جن کے بارے میں قرآن نے فرمایا کہ کم لوگ جانتے ہیں وہ... سات تھے، کذا فی الدر المنثور عن ابی حاتم وغیرہ، اور آیت میں بھی اس قول کی صحت کا اشارہ پایا جاتا ہے، کیونکہ اس قول کو نقل کر کے اس کو رد نہیں فرمایا، بخلاف پہلے دونوں قول کے کہ ان کے تردید میں رجما بالغیب فرمایا گیا ہے، واللہ اعلم) سو (اس پر بھی اگر وہ لوگ اختلاف سے باز نہ آویں تو) آپ اس معاملہ میں بجز سرسری بحث کے زیادہ بحث نہ کیجئے (یعنی مختصر طور پر تو ان کے خیالات کا رد قرآن کی آیات میں آ ہی چکا ہے جو رجماً بالغیب، قل ربی اعلم سے بیان کر دیا گیا ہے، پس سرسری بحث یہی ہے کہ اس پر اکتفا کریں، ان کے اعتراض کے جواب میں اس سے زیادہ مشغول ہونا اور اپنے دعوے کے اثبات میں زیادہ کاوش کرنا مناسب نہیں کہ یہ بحث ہی کوئی خاص فائدہ نہیں رکھتی اور آپ ان (اصحاب کہف) کے بارے میں ان لوگوں میں سے کسی سے بھی کچھ نہ پوچھئے (جس طرح آپ ﷺ کو ان کے اعتراض و جواب میں زیادہ کاوش سے منع کیا گیا، اسی طرح اس کی بھی ممانعت فرما دی کہ اب اس معاملہ کے متعلق کسی سے سوال یا تحقیق کریں، کیونکہ جتنی بات ضروری تھی وہ وحی میں آ گئی غیر ضروری سوالات اور تحقیقات شان انبیاء کے خلاف ہے۔

تلخیص معارف و مسائل

یہاں سے اصحاب کہف کے واقعے کا آغاز ہوتا ہے، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کے تین عجیب حال بتائے ہیں، جو ان کی کرامت سے بطور خرق عادت ظاہر ہوئے۔ اول زمانہ دراز تک مسلسل نیند کا تسلط بغیر کسی غذا کے زندہ رہنا سب سے بڑی کرامت ہے، آیت ۱۷: میں صبح و شام دھوپ کے ان کے قریب گذرنے کا انداز بتلایا، اس کا فائدہ زندگی کے آثار کا قیام ہے۔ ہوا سردی

www.toobaaelibrary.com

گرمی کا اعتدال وغیرہ اور جسموں پر دھوپ نہ پڑنے (اور کترا کر نکل جانے) سے جسموں اور لباس کی حفاظت تھی، آخر آیت میں ارشاد ہوا، ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ " اس سے ظاہر ہوا کہ دھوپ سے حفاظت کا یہ سامان غار کی کسی خاص ہیئت اور وضع کا نتیجہ نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانی تھی۔

آیت ۱۸: دوسرا حال یہ بتلایا کہ زمانہ دراز تک نیند کے تسلط کے باوجود ان کے اجسام پر نیند کے آثار نہ تھے، بلکہ جاگتے ہوئے محسوس ہوں، آنکھوں کا کھلا رہنا، بدن میں ڈھیلا پن، سانس میں تغیر، جو سوتے ہوئے ہو جاتا ہے، وہ نہ تھا۔ یہ سب بھی ایک کرامت تھی، بظاہر اس میں ان کی حفاظت تھی۔ وَنُقَلِّبُهُمْ کروٹیں بدلنے میں یہ مصلحت بھی تھی کہ مٹی ایک کروٹ کو نہ کھالے۔

ان حضرات کے ساتھ کتا تھا اس لیے کہ امت محمدیہ میں کتا پالنے کی ممانعت ہے، ممکن ہے دین مسیح میں ممنوع نہ ہو، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حضرات صاحب جائداد و صاحب مویشی تھے، ان کی حفاظت کے لیے (کلب حفظ کی اجازت ہے ہی) کتا پالا ہو، اور کتے کی وفاشعاری مشہور ہے، جب یہ حضرات شہر سے چلے تو وہ بھی ساتھ لگ گیا، اور نیک صحبت کی برکت دیکھئے کہ اس نے کتے کا بھی اعزاز بڑھا دیا، تو صلحاء اور اولیاء کی صحبت سے ایک موحد کا کتنا بلند مقام ہو سکتا ہے، اس واقعہ میں مسلمانوں کے لیے جو پیغمبر علیہ السلام سے پوری محبت رکھتے ہیں، ایک تسلی اور بشارت ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ، ارشاد رسالتؐ ہے۔

لَوِ اطَّلَعْتَ الخ ایسے حالات اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لیے فرما دیئے تھے۔

جس طرح ان کی طویل نیند قدرت کی نشانی تھی اسی طرح سیکڑوں سال کے بعد بخیر غذا کے صحیح وسالم بیدار ہونا بھی قدرت کاملہ کی نشانی تھی (وَكَذٰلِكَ الخ)

يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ " کیوں کہ یہ حضرات صبح کے وقت غار میں داخل ہوئے تھے اور بیداری کا وقت شام کا تھا، اس لیے خیال ہوا کہ یہ وہی دن ہے، اور سونے کی مدت تقریباً ایک دن ہے۔ اِلٰى الْمَدِيْنَةِ، اس سے معلوم ہوا کہ غار کے قریب کوئی بڑا شہر تھا، بت پرستوں کے اس شہر کے غلبہ کے زمانے میں اس شہر کا نام "افسوس" تھا، پھر جب اس زمانہ کے مسلمان یعنی مسیحی ان پر غالب آئے تو اس کا نام طرسوس رکھ دیا۔ (قرطبی)

بِوَرِقِكُمْ، کچھ رقم بھی ساتھ لائے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ ضروری نفقہ کا اہتمام کرنا زہد و توکل کے خلاف نہیں ہے۔ (بحر محیط)

www.toobaaelibrary.com

"اَیُّهَا اَزْكٰى طَعَامًا" کیوں کہ جب یہ نکلے تھے تو اس وقت بتوں کے نام کا ذبیحہ ہوتا اور وہی بازاروں میں فروخت ہوتا، اس لیے کہا کہ کھانا تحقیق کر کے لانا، اس لیے معلوم ہوا کہ جہاں اکثریت حرام کھانے کی ہو ایسے ہوٹل میں کھانا بغیر تحقیق کے جائز نہیں۔

نئے حق پرست بادشاہ اور اس کی قوم کے بعض لوگوں میں حیات بعد الممات کے بارے میں اختلاف ہوا بادشاہ متفکر تھا، اور چاہتا تھا، اور دعا کر رہا تھا کہ کس طرح ان کے شکوک دور ہوں۔ بادشاہ گریہ وزاری میں مصروف تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کی قبولیت کا یہ سامان کر دیا کہ اصحاب کہف بیدار ہو گئے اور اپنے ایک آدمی (تَمْلِیْخَا) کو کھانے کا سامان خریدنے کے لیے بازار بھیجا، پرانا سکہ ان کے پاس دیکھ کر دکاندار کو حیرت ہوئی شدہ شدہ سب کو خبر ہوئی اور اسے گرفتار کر کے بادشاہ کے روبرو پیش کیا، بادشاہ اس پرانی تختی سے واقف تھا جو اصحاب کہف رقیم کے نام سے خزانے میں رکھی ہوئی تھی، ان میں نام اور فرار ہونے کا واقعہ بھی درج تھا، بادشاہ کا فکر دور ہوا، اس نے کہا کہ میں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا تھا کہ ان سے ملا دے، کہا کہ مجھے غار تک لے چلو، بہر حال بادشاہ شہر کے مجمع کے ساتھ پہنچا، تَمْلِیْخَا نے انھیں ذرا روک غار میں مقیم حضرات کو صورت حال کی خبر دی، وہ حضرات خوش ہوئے، بادشاہ کا استقبال تعظیم کے ساتھ کیا اور پھر غار میں لوٹ گئے۔ اور روایات میں ہے کہ تَمْلِیْخَا کے قصہ سناتے ہی ساتھیوں کی وفات ہو گئی، بہر حال اس عجیب واقعہ کے سامنے آجانے سے یقین سب کے درست ہو گئے۔

اصحاب کہف کی وفات کے بعد ان کی یادگار بنانے میں اختلاف ہوا، کچھ (بت پرست) کا خیال ہوا کہ کوئی یادگار عمارت بنا دی جائے، مگر ارباب حکومت اور بادشاہ مسلمان تھے، انھیں کا غلبہ تھا ان کی رائے مسجد بنا دینے کی ہوئی، جو یادگار بھی رہے اور آئندہ بت پرستی سے بچانے کا سبب بھی ہے۔ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ "یا تو یہ قول انھیں حاضرین اہل شہر کا ہو کہ جب کسی حقیقت پر نہ پہنچے تو عاجز ہو کر یہ کہا یا یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اور صلحاء کی قبور کے پاس نمازوں کے لیے مسجد بنا دینا کوئی گناہ نہیں۔

سَیَقُوْلُوْنَ الخ: نصاریٰ نجران جنھوں نے پیغمبر علیہ السلام سے ان کی تعداد کے بارے میں مناظرہ کیا تھا، ان کے تین فرقے تھے۔ ارملکانیہ، اس نے پہلا قول تین عدد بتلایا، دوسرا یعقوبیہ تھا، اس نے دوسرا قول یعنی پانچ ہونا اختیار کیا، تیسرا فرقہ نسطوریہ تھا، اس نے تیسرا قول سات کہا یہ تیسرا قول مسلمانوں کا تھا اور یہی صحیح تھا۔

www.toobaaelibrary.com

ایک نکتہ: پہلے اور دوسرے قول کے ساتھ سَلَّمْنَا بغیر واو عاطفہ کے لایا گیا، اور تیسرے قول "وَسَبْعَةٌ" کے بعد واو عاطفہ کے ساتھ "وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ" فرمایا اس کی وجہ مفسرین عرب کے لوگوں کے اعداد کے انداز کو بتلایا، یعنی سات کے بعد کا عدد الگ شمار ہوتا تھا، جیسے آج کل نو کا عدد اکائی کہلاتا ہے اس کے بعد ایک الگ سا عدد دہائی شروع ہوتی ہے یعنی سات کے بعد عدد کے لیے واو عاطفہ لاتے تھے۔ کسی صحیح حدیث سے تو نہیں، البتہ تفسیری و تاریخی روایات میں ان اصحاب کہف کے نام مختلف بیان کیے گئے ہیں مَكْسَلِمِينَا، تَمْلِيخَا، مَرْطُونَس، سَنُونَس، سَارِينُونَس، دُونَوَاس، لَسْطَطْيُوس.

فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ الخ: اختلافی معاملات میں طویل بحثوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔ وَلَا تَسْتَفْتِ الخ: یعنی سوال خواہ تحقیق مزید کے لیے ہو یا مخاطب کی تجہیل و رسوائی کے لیے۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ۝ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰ أَنْ يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ۝ وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ۝ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۖ لَهُ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ ۚ مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا ۝ وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۖ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ۝ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۖ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ ۚ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(اور اگر لوگ آپ سے کوئی بات قابل جواب دریافت کریں اور آپ جواب کا وعدہ کریں تو اس کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ ضرور ملا لیا کریں، بلکہ وعدہ کی بھی تخصیص نہیں، ہر ہر کام میں اس کا لحاظ رکھئے کہ) آپ کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کیجئے کہ میں اس کو (مثلاً) کل کروں گا مگر خدا کے چاہنے کو (اس کے

www.toobaaelibrary.com

ساتھ) ملا دیا کیجئے (یعنی انشاء اللہ وغیرہ بھی ساتھ کہہ دیا کیجئے، اور آئندہ ایسا نہ ہو جیسا اس واقعہ میں پیش آیا کہ آپ سے لوگوں نے روح اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوالات کئے، آپ نے بغیر انشاء اللہ کہے ان سے کل جواب دینے کا وعدہ کر لیا، پھر پندرہ روز تک وحی نازل نہ ہوئی، اور آپ کو بڑا غم ہوا، اس ہدایت کے ساتھ ان لوگوں کے سوال کا جواب بھی نازل ہوا (کذا فی اللباب عن ابن عباسؓ) اور جب آپ (اتفاقاً انشاء اللہ کہنا) بھول جاویں (اور پھر کبھی یاد آوے) تو (اسی وقت انشاء اللہ کہہ کر) اپنے رب کا ذکر کر لیا کیجئے اور (ان لوگوں سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوت کی دلیل بننے کے اعتبار سے) اس (قصہ) سے بھی نزدیک تر بات بتلا دے (مطلب یہ ہے کہ تم نے میری نبوت کا امتحان لینے کے لیے اصحاب کہف وغیرہ کے قصے دریافت کئے، جو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی مجھے بتلا کر تمہارا اطمینان کر دیا، مگر اصل بات یہ ہے کہ ان قصوں کے سوال وجواب اثبات نبوت کے لیے کوئی بہت بڑی دلیل نہیں ہو سکتی، یہ کام تو کوئی غیر نبی بھی جو تاریخ عالم سے زیادہ واقف ہو وہ بھی کر سکتا ہے، مگر مجھے تو اللہ تعالیٰ نے میری نبوت کے اثبات کے لیے اس سے بھی بڑی قطعی دلائل اور معجزات عطا فرمائے ہیں، جن میں سب سے بڑی دلیل تو قرآن ہے، جس کی ایک آیت کی بھی ساری دنیا مل کر نقل نہیں اتار سکی۔ اس کے علاوہ حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک کے وہ واقعات بذریعہ وحی مجھے بتلا دیئے گئے ہیں جو زمانے کے اعتبار سے بھی بہ نسبت واقعہ اصحاب کہف وذوالقرنین کے زیادہ بعید ہیں، اور ان کا علم بھی کسی کے لیے بجز وحی کے ممکن نہیں ہو سکتا، خلاصہ یہ ہے کہ تم نے تو اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے واقعات کو سب سے زیادہ عجیب سمجھ کر اسی کو امتحان نبوت کے سوال میں پیش کیا، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے بھی زیادہ عجیب عجیب چیزوں کے علوم عطا فرمائے ہیں) اور (جیسا اختلاف ان لوگوں کا اصحاب کہف کے عدد میں ہے، ایسا ہی ان کے سوتے رہنے کی مدت میں بھی بہت اختلاف ہے، ہم اس میں صحیح بات بتلاتے ہیں کہ) وہ لوگ اپنے غار میں (نیند کی حالت میں) تین سو برس تک رہے اور نو برس اوپر اور رہے (اور اگر اس صحیح بات کو سن کر بھی وہ اختلاف کرتے رہیں تو) آپ کہہ دیجئے کہ خدا تعالیٰ ان کے (سوتے) رہنے کی مدت کو (تو تم سے) زیادہ جانتا ہے (اس لیے جو اس نے بتلا دیا وہی صحیح ہے اور اس واقعہ کی کیا تخصیص ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ) تمام آسمانوں اور زمین کا علم غیب اسی کو ہے وہ کیسا کچھ دیکھنے والا کیسا کچھ سننے والا ہے، ان کا خدا کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں اور نہ اللہ کسی کو اپنے حکم میں شریک (کیا) کرتا ہے (خلاصہ یہ ہے کہ نہ

www.toobaaelibrary.com

اسکا کوئی حرام ہے نہ شریک ایسی ذات عظیم کی مخالفت سے بہت ڈرنا چاہئے)۔ اور (آپ کا کام صرف اس قدر ہے کہ) آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعہ آتی ہے وہ (لوگوں کے سامنے) پڑھ دیا کیجئے (اس سے زیادہ اس کی فکر میں نہ پڑیں کہ دنیا کے بڑے لوگ اگر اسلام کی مخالفت کرتے رہے تو دین کو ترقی کس طرح ہوگی، کیونکہ اس کا اللہ تعالیٰ نے خود وعدہ فرمالیا ہے اور) اس کی باتوں کو (یعنی وعدوں کو) کوئی نہیں بدل سکتا (یعنی ساری دنیا کے مخالف بھی مل کر اللہ کو وعدہ پورا کرنے سے نہیں روک سکتے اور اللہ تعالیٰ خود اگرچہ تبدیلی پر قدرت رکھتے ہیں مگر وہ تبدیل نہیں کریں گے) اور (اگر آپ نے ان بڑے لوگوں کی دل جوئی اس طرح کی جس سے احکام الٰہیہ ترک ہو جاویں تو پھر) آپ خدا کے سوا کوئی پناہ نہ پاویں گے (اگرچہ احکام الٰہیہ کا ترک رسول اللہؐ سے بدلائل شرعیہ محال ہے، یہاں مبالغہ اور تاکید کے لیے بفرض محال یہ کہا گیا ہے) اور (جیسا کہ کفار کے امیر اور رئیسوں سے آپ کو مستغنی رہنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح فقراء مسلمین کے حال پر مزید توجہ کا آپ کو حکم ہے پس) آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھنے میں) مقید رکھا کیجئے جو صبح وشام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضاجوئی کے لیے کرتے ہیں (کوئی غرض دنیوی نہیں) اور دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پاویں (رونق دنیا کے خیال سے مراد یہ ہے کہ رئیس لوگ مسلمان ہو جاویں تو اسلام کی رونق بڑھے گی، اور اس آیت میں بتلا دیا گیا کہ اسلام کی رونق مال ومتاع سے نہیں بلکہ اخلاص واطاعت سے ہے وہ غریب فقیر لوگوں میں ہو تو بھی رونق اسلام کی بڑھے گی) اور ایسے شخص کا کہنا (غریبوں کو مجلس سے ہٹا دینے کے متعلق) نہ مانئے جس کے قلب کو ہم نے (اس کے عناد کی سزا میں) اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے، اور اس کا یہ حال (یعنی اتباع ہوئی) حد سے گذر گیا ہے اور آپ (ان رؤساء کفار سے صاف) کہہ دیجئے کہ (یہ دین) حق تمہارے رب کی طرف سے (آیا) ہے، سو جس کا جی چاہے ایمان لاوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے (ہمارا کوئی نفع نقصان نہیں، بلکہ نقصان خود اس کا ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) بیشک ہم نے ایسے ظالموں کے لیے (ذوزخ کی) آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں ان کو گھیرے ہوں گی (یعنی وہ قناتیں بھی آگ ہی کی ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ "یہ لوگ اس گھیرے سے نہ نکل سکیں گے) اور اگر (پیاس سے) فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جاوے گی جو (جوکر وہ صورت ہونے میں تو) تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا (اور تیز گرم ایسا ہوگا

www.toobaaelibrary.com

کہ پاس لاتے ہی) مونہوں کو بھون ڈالے گا (یہاں تک کہ چہرے کی کھال اتر کر گر پڑے گی جیسا کہ حدیث میں ہے) کیا ہی برا پانی ہوگا اور وہ دوزخ بھی کیا ہی بری جگہ ہوگی (یہ تو ایمان نہ لانے کا ضرر ہوا، اور ایمان لانے کا نفع یہ ہے کہ) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کریں گے جو اچھی طرح کام کو کرے، ایسے لوگوں کے لیے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں ان کے (مساکن کے نیچے) نہریں بہتی ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز ریشم کے پہنیں گے (اور) وہاں مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے، کیا ہی اچھا صلہ ہے اور (جنت) کیا ہی اچھی جگہ ہے۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۲۳ سے ۲۶ تک: اصحاب کہف کا قصہ ختم ہو رہا ہے، پہلی دو آیتوں میں پیغمبر علیہ السلام اور آپ کی امت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ آئندہ کے کسی کام کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ کا کلمہ ملا لیا کرو، مومن کو چاہئے کہ اعتماد علی اللہ دل میں کرتے ہوئے زبان سے بھی اقرار کرے۔

تیسری آیت میں غار میں سوتے رہنے کی مدت کے بارے میں، اصحاب کہف کے زمانے میں اور موجودہ زمانے کے یہود و نصاریٰ کے اقوال مختلف تھے اس اختلافی بحث کا فیصلہ کیا گیا ہے گویا آیت:۱۱، کے اجمال "سِنِيْنَ عَدَدًا" کا بیان ہے۔

پھر چوتھی آیت میں مکرر تنبیہ ہے اس سے اختلاف کرنے والوں کو کہ جو مدت عالم غیب السموات والارض نے بتلادی اس پر مطمئن ہو جانا چاہیے اگر بھولے سے یہ کلمہ کہنے سے رہ جائے تو یاد آنے پر اسی وقت کہہ لے، یہاں یہ کلمہ اقرار عبدیت کے لیے ہے نہ کہ کوئی تعلیق اور شرط کے طور پر۔

"تین سو نو سال نہ کہہ کر تعبیر تین سو سال اور ان پر نو سال اور زیادہ کی اختیار اس لیے کی کہ یہود و نصاریٰ میں چوں کہ شمسی سال کا رواج تھا ان کے حساب سے تین سو سال ہی ہوتے ہیں اور اسلام میں رواج قمری سال کا ہے اور قمری حساب سے ہر سو سال پر تین سال بڑھ جاتے ہیں ان دونوں کا امتیاز بتانے کے لیے عنوان تعبیر یہ اختیار کیا گیا۔

چوں کہ اصحاب کہف کی بصراحت تعداد بتلانے کا تعلق کسی دینی و دنیوی مسئلہ سے نہیں البتہ مدت دراز تک اس طرح تندرستی کے ساتھ رہنا اور پھر صحت کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ جانا ایک نظیر حشر و نشر کی ہے اس سے قیامت و آخرت پر استدلال ہو سکتا ہے، اس لیے اس کی صراحت و تعیین کی۔

www.toobaaelibrary.com

آیت:۲۸: شان نزول عیینہ بن حصن فزاری رئیس مکہ حاضر خدمت اقدس ہوا اس وقت حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ فقراء صحابہؓ آپ کی خدمت میں جمع تھے، حضرت سلمان فارسیؓ کا لباس خستہ اور ہیئت فقیرانہ تھی، عیینہ نے کہا، ہمیں آپ کے پاس آنے اور آپ کی بات سننے سے یہی لوگ مانع ہیں ہم ایسے خستہ حال لوگوں کے پاس نہیں بیٹھ سکتے، یا تو انھیں مجلس سے ہٹادیں یا ہمارے لیے الگ مجلس بنادیں، یا یہ کہ امیہ بن خلف جمحی نے اس طرح کا مشورہ دیا کہ آپ سردارانِ مکہ کو اپنے ساتھ لگائیں یہ لوگ آپ کا دین قبول کرلیں گے، تو دین کی ترقی ہوگی اس طرح کے واقعات پر یہ ارشاد ربانی نازل ہوا۔ ان رؤساء کے لیے الگ مجلس کے انتظام سے ایک خاص اعزاز ان کا تھا جس سے غریب مسلمانوں کی دل شکنی ہوسکتی تھی۔ اللہ کو یہ گوارہ نہ ہوا۔ اس کو دعوت وتبلیغ کا اصول قرار دیا گیا۔

آیت:۳۱: یُحَلَّوْنَ الخ: سے جنت میں مردوں کے لیے زیور سے کوئی خیال نہ آنا چاہیے کیوں کہ زینت وجمال عرف ورواج اور مقام اور زمانے کے تابع ہے، جنت میں مردوں کے لیے زیور اور ریشمی کپڑوں سے کسی کو اجنبیت کا احساس نہیں ہوگا یہ صرف دنیا کا قانون ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۝ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۝ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۝ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر اور آپ (دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی پائیداری ظاہر کرنے کے لیے) دو شخصوں کے حال (جن میں باہم دوستی یا قرابت کا تعلق تھا)

www.toobaaelibrary.com

بیان کیجئے (تاکہ کفار کا خیال باطل ہو جائے اور مسلمانوں کو تسلی ہو) ان دو شخصوں میں سے ایک کو (جو کہ بددین تھا) ہم نے دو باغ انگور کے دے رکھے تھے اور دونوں (باغوں) کا کھجور کے درختوں سے احاطہ بنا رکھا تھا اور ان دونوں (باغ) کے درمیان میں کھیتی بھی لگا رکھی تھی (اور) دونوں باغ اپنا پورا پھل دیتے تھے، اور کسی کے پھل میں ذرا بھی کمی نہ رہتی تھی (بخلاف عام باغوں کے کہ کبھی کسی درخت میں اور کسی سال پورے باغ میں پھل کم آتا ہے) اور ان دونوں (باغوں) کے درمیان نہر چلا رکھی تھی اور اس شخص کے پاس اور بھی مال داری کا سامان تھا سو (ایک دن) اپنے اس (دوسرے) ساتھی سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا کہ میں تجھ سے مال میں بھی زیادہ ہوں اور مجمع بھی میرا زبردست ہے (مطلب یہ تھا کہ تو میرے طریقے کو باطل اور اللہ کے نزدیک ناپسند کہتا ہے تو اب تو دیکھ لے کہ کون اچھا ہے، اگر تیرا دعویٰ صحیح ہوتا تو معاملہ برعکس ہوتا، کیونکہ دشمن کو کوئی نواز انہیں کرتا اور دوست کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا (اور) کہنے لگا کہ میرا تو خیال نہیں ہے کہ یہ باغ (میری زندگی میں) کبھی بھی برباد ہوگا (اس سے معلوم ہوا کہ وہ خدا کے وجود اور ہر چیز پر اس کی قدرت کا قائل نہ تھا، پس ظاہری سامان حفاظت کو دیکھ کر اس نے یہ گفتگو کی) اور (اسی طرح) میں قیامت کو نہیں خیال کرتا کہ آوے گی اور اگر (بفرض محال قیامت آ بھی گئی اور) میں اپنے رب کے پاس پہنچایا گیا (جیسا تیرا عقیدہ ہے) تو ضرور اس باغ سے بھی بہت زیادہ اچھی جگہ مجھ کو ملے گی (کیونکہ جنت کی جگہوں کا دنیا سے اچھا اور بہتر ہونے کا تو تجھے بھی اقرار ہے، اور یہ بھی تجھے تسلیم ہے کہ جنت اللہ کے نزدیک مقبول بندوں کو ملے گی۔ میری مقبولیت کے آثار و علامات تو دنیا ہی میں دیکھ رہا ہے، اگر میں اللہ کے نزدیک مقبول نہ ہوتا تو باغات کیوں ملتے، اس لیے تمہارے اقرار و تسلیم کے مطابق بھی مجھے وہاں یہاں سے اچھے باغ ملیں گے) اس (کی یہ باتیں سنکر اس) سے اس کے ملاقاتی نے (جو کہ دیندار مگر غریب آدمی تھا) جواب کے طور پر کہا کیا تو (توحید اور قیامت سے انکار کر کے) اس ذات (پاک) کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو (اول) مٹی سے (جو کہ تیرا مادہ بعیدہ ہے بواسطہ آدم علیہ السلام کے) پیدا کیا پھر (تجھ کو) نطفہ سے (جو کہ تیرا مادۂ قریبہ ہے رحم مادر میں بنایا) پھر تجھ کو صحیح سالم آدمی بنایا (اس کے باوجود تو توحید اور قیامت سے انکار اور کفر کرتا ہے تو کیا کر) لیکن میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ میرا رب (حقیقی) ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیراتا (اور جب اللہ تعالیٰ کی توحید اور قدرت مطلقہ ہر چیز پر ثابت ہے، اور اس کے نتیجہ میں یہ کچھ بعید نہیں کہ باغ کی ترقی اور حفاظت کے

www.toobaaelibrary.com

تیرے سارے اسباب وسامان کسی وقت بھی بیکار اور معطل ہو جائیں اور باغ برباد ہو جائے، اس لیے تجھے لازم تھا کہ مسبب الاسباب پر نظر کرتا) تو تو جس وقت اپنے باغ میں پہنچا تھا تو تو نے یوں کیوں نہ کہا کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے (اور) بدون خدا کی مدد کے (کسی میں) کوئی قوت نہیں (جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہ باغ قائم رہے گا اور جب چاہے گا ویران ہو جائے گا) اگر تو مجھ کو مال واولاد میں کمتر دیکھتا ہے (اس سے تجھ کو اپنے مقبول ہونے کا شبہ پڑ گیا ہے) تو مجھ کو وہ وقت نزدیک معلوم ہوتا ہے کہ میرا رب مجھ کو تیرے باغ سے اچھا باغ دیدے (خواہ دنیا ہی میں یا آخرت میں) اور اس (تیرے باغ) پر کوئی تقدیری آفت آسمان سے (یعنی بلا واسطہ اسباب طبیعہ کے) بھیج دے جس سے وہ باغ دفعۃً ایک صاف (چٹیل) میدان ہو کر رہ جائے یا اس سے اس کا پانی (جو نہر میں جاری ہے) بالکل اندر (زمین میں) اتر (کر خشک ہو) جائے پھر تو اس (کے دوبارہ لانے اور نکالنے کی کوشش بھی نہ کر سکے (یہاں اس دیندار ساتھی نے اس بے دین کے باغ کا تو جواب دیدیا، مگر اولاد کے متعلق کچھ جواب نہیں دیا، شاید وجہ یہ ہے کہ اولاد کی کثرت جبھی بھلی معلوم ہوتی ہے جب اس کی پرورش کے لیے مال موجود ہو ورنہ وہ الٹا وبال جان بنجاتی ہے، حاصل اس کلام کا یہ ہوا کہ تیرے بد عقیدہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ تجھے دنیا میں اللہ نے دولت دیدی اس کو تو نے اپنی مقبولیت کی علامت سمجھ لیا، اور میرے پاس دولت نہ ہونے سے مجھ کو غیر مقبول سمجھ لیا، تو دنیا کی دولت وثروت کو مقبولیت عند اللہ کا مدار سمجھ لینا ہی بڑا دھوکہ اور غلطی ہے، دنیا کی نعمتیں تو رب العالمین سانپوں، بچھوؤں اور بھیڑیوں اور بدکاروں سبھی کو دیتے ہیں، اصل مدار مقبولیت کا آخرت کی نعمتوں پر ہے جو) ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں اور دنیا کی نعمتیں سب زوال پذیر ہیں) اور (اس گفتگو کے بعد واقعہ یہ پیش آیا کہ) اس شخص کے سامان کو تو آفت نے آگھیرا، پس اس نے جو کچھ باغ پر خرچ کیا تھا اس پر ہاتھ ملتا رہ گیا اور وہ باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا پڑا تھا، اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا (اس سے معلوم ہوا کہ باغ پر آفت آنے سے وہ یہ سمجھ گیا کہ یہ وبال کفر وشرک کے سبب سے آیا ہے، اگر کفر نہ کرتا تو اول تو یہ آفت ہی شاید نہ آتی، اور آ بھی جاتی تو اس کا بدلہ آخرت میں ملتا۔ اب دنیا اور آخرت دونوں میں خسارہ ہی خسارہ ہے، مگر صرف اتنی حسرت وافسوس سے اس کا ایمان ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ یہ حسرت وندامت تو دنیا کے نقصان کے وجہ سے ہوئی، آگے اللہ کی توحید اور قیامت کا اقرار..... جب تک ثابت نہ ہو اس کو مومن نہیں کہہ سکتے) اور اس کے پاس ایسا کوئی مجمع نہ ہوا جو خدا

www.toobaaelibrary.com

کے سوا اس کی مدد کرتا) اس کو اپنے مجمع اور اولاد پر ناز تھا وہ بھی ختم ہوا) اور نہ وہ خود (ہم سے) بدلہ لے سکا، ایسے موقع پر مدد کرنا تو اللہ برحق ہی کا کام ہے (اور آخرت میں بھی) اسی کا ثواب سب سے اچھا ہے اور دنیا میں بھی) اسی کا نتیجہ سب سے اچھا ہے (یعنی مقبولین کا کوئی نقصان ہو جاتا ہے تو دونوں جہان میں اس کا ثمرہ نیک ملتا ہے بخلاف کافر کے کہ بالکل خسارہ میں رہ گیا)۔

تلخیص معارف ومسائل

"وَكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ" آیت:۳۴: ثمر درختوں کے پھل کے ساتھ مطلق مال وزر کو بھی کہتے ہیں۔ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا جو خود اس کا قول ہے اس سے بھی یہی مفہوم ادا ہوتا ہے۔ (ابن کثیر)

مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہہ لینے سے وہ پسندیدہ شی محفوظ ہو جاتی ہے نظر بد سے بچ جاتی ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝ وَعُرِضُوْا عَلٰي رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ۝ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۭ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(اس سے پہلے دنیوی زندگی اور اس کے سامان کی ناپائیداری ایک شخصی اور جزوی مثال سے بیان فرمائی تھی، اب یہی مضمون عام اور کلی مثال سے واضح کیا جاتا ہے) اور آپ ان لوگوں سے دنیوی زندگی کی حالت بیان فرمائیے کہ وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا ہو پھر اس (پانی سے) زمین کی نباتات خوب گنجان ہو گئی ہوں پھر وہ (بعد اس کے کہ سرسبز و تر و تازہ تھی خشک ہو کر) ریزہ ریزہ ہو جائے کہ اس کو ہوا اڑائے لیے پھرتی ہو (یہی حال دنیا کا ہے کہ آج ہری بھری نظر آتی ہے کل اس کا نام و نشان بھی نہ رہے گا) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں (جب چاہیں ایجاد کریں ترقی دیں اور جب چاہیں فنا کر دیں اور جب اس حیات دنیا کا یہ حال ہے اور) مال و اولاد و حیات دنیا کی ایک رونق (اور اس کے توابع میں

www.toobaaelibrary.com

ہے) ہے (تو خود مال واولاد تو اور بھی زیادہ سریع الزوال ہے) اور جو اعمال صالحہ (ہمیشہ ہمیشہ کو) باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک (یعنی آخرت میں اس دنیا سے) ثواب کے اعتبار سے بھی (ہزار درجہ) بہتر ہے اور امید کے اعتبار سے بھی (ہزار درجہ) بہتر ہے (یعنی اعمال صالحہ سے جو امیدیں وابستہ ہوتی ہیں وہ.... آخرت میں ضرور پوری ہوں گی، اور اس کی امید سے بھی زیادہ ثواب ملے گا، بخلاف متاع دنیا کے کہ اس سے دنیا میں بھی انسانی امیدیں پوری نہیں ہوتیں، اور آخرت میں تو کوئی احتمال ہی نہیں) اور اس دن کو یاد کرنا چاہئے جس دن ہم پہاڑوں کو (اس کی جگہ سے) ہٹادیں گے (یہ ابتدار میں ہوگا پھر وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے) اور آپ زمین کو دیکھیں گے کہ ایک کھلا میدان پڑا ہے (کیونکہ پہاڑ درخت، مکان کچھ باقی نہ رہے گا) اور ہم ان سب کو (قبروں سے اٹھا کر میدان حساب میں جمع کر دیں گے اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے (کہ وہاں نہ لایا جائے) اور سب کے سب آپ کے رب کے روبرو (یعنی موقف حساب میں) برابر کھڑے کر کے پیش کئے جائیں گے (یہ احتمال نہ رہے گا کہ) دیکھو آخر تم ہمارے پاس (دوبارہ پیدا ہو کر) آئے بھی جیسا ہم نے تم کو پہلی بار (یعنی دنیا میں) پیدا کیا تھا (مگر تم پہلی پیدائش کا مشاہدہ کر لینے کے باوجود اس دوسرے پیدائش کے قائل نہ ہوئے) بلکہ تم یہی سمجھتے رہے کہ ہم تمہارے (دوبارہ پیدا کرنے کے) لئے کوئی وقت موعود نہ لائیں گے اور نامۂ عمل (خواہ داہنے ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں دیکر اس کے سامنے کھلا ہوا) رکھ دیا جائے گا (جیسا کہ دوسری آیت میں ہے وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا) تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ (لکھا) ہوگا (اس کو دیکھ کر) اس سے (یعنی اس کی سزا سے) ڈرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ہائے ہماری کم بختی اس نامہ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ بے قلمبند کئے ہوئے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا اور جو کچھ انہوں نے (دنیا میں) کیا تھا وہ سب (لکھا ہوا) موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا (کہ نہ کیا ہوا گناہ لکھ لے یا کی ہوئی نیکی جو شرائط کے ساتھ کی جائے اس کو نہ لکھے)۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۴۶: وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ باقیات صالحات کے بارے میں سوال کے جواب میں پیغمبر علیہ السلام سے متعدد کلمات ارشاد ہوئے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ یہ کلمہ میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب کی روشنی

www.toobaaelibrary.com

پڑتی ہے یعنی سارے جہان سے (مسلم و ترمذی عن ابی ہریرہؓ) اس کے علاوہ پانچوں نمازیں اور اعمال صالحہ بھی باقیات صالحات سے مراد ہیں، نیز نیک لڑکیاں بھی باقیات صالحات میں ہیں۔

آیت: ۴۸: كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اس سے متعلق حدیث ہے کہ سیدہ حضرت عائشہؓ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ کیا سب مرد و عورت ننگے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے، آپ نے ارشاد فرمایا اس روز ہر ایک کو ایسا شغل اور ایسی فکر گھیرے رہے گی کہ کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا موقع ہی نہیں ملے گا سب کی نظریں اوپر اٹھی ہوئی ہوں گی۔

بعض روایات سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میدان حشر میں میت اپنے اسی لباس میں اٹھے گی جس میں اسے دفن کیا گیا اسے بعض حضرات نے شہداء پر محمول کیا ہے، اور بعض نے کہا ممکن ہے بعض لوگ ملبوس اٹھیں گے اور بعض ننگے۔ (مظہری)

آیت: ۴۹: وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا حضرت شاہ انور صاحب کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، اعمال کی شکل وہاں بدل جائے گی، نیک اعمال جنت کی نعمتوں کی شکل اختیار کر لیں گے اور برے اعمال جہنم کی آگ اور سانپ بچھو بن جائیں گے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ

www.toobaaelibrary.com

الْعَذَابَ ۚ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدًا لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ۝ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جب کہ ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم (علیہ السلام) کے سامنے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے کہ وہ جنات میں سے تھا اس نے اپنے رب کے حکم سے عدول کیا، (کیونکہ جنات کا عنصر غالب جس سے وہ پیدا کئے گئے ہیں آگ ہے، اور عنصر نار کا مقتضا پابند نہ رہنا ہے، مگر اس اقتضائے عنصری کی وجہ سے ابلیس معذور نہ سمجھا جائیگا کیونکہ اس اقتضائے عنصری کو خدا کے خوف سے مغلوب کیا جا سکتا تھا) تو کیا پھر بھی تم اس کو اور اس کی ذریت (اولاد اور توالد) کو دوست بناتے ہو مجھ کو چھوڑ کر (یعنی میری اطاعت چھوڑ کر اس کے کہنے پر چلتے ہو) حالانکہ وہ (ابلیس اور اس کی جماعت) تمہارے دشمن ہیں (کہ ہر وقت تم ہیں ضرر پہنچانے کی فکر میں رہتے ہیں) یہ (ابلیس اور اس کی ذریت کی دوستی) ظالموں کے لیے بہت برا بدل ہے (بدل اس لیے کہا کہ دوست تو بنانا چاہئے تھا مجھے، لیکن انہوں نے میرے بدلے شیطان کو دوست بنالیا، بلکہ دوست ہی نہیں اس کو خدائی کا شریک بھی مان لیا حالانکہ) میں نے ان کو نہ تو آسمان وزمین کے پیدا کرنے کے وقت (اپنی مدد یا مشورے کے لیے بلایا) اور نہ خود ان کے پیدا کرنے کے وقت (بلایا یعنی ایک کے پیدا کرنے کے وقت دوسرے کو نہیں بلایا) اور میں ایسا (عاجز) نہ تھا کہ (کسی کو بالخصوص) گمراہ کرنے والوں کو (یعنی شیاطین کو) اپنا (دست و) بازو بناتا (یعنی مدد کی ضرورت تو اس کو ہوتی جو خود قادر نہ ہو) اور (تم یہاں ان کو شریک خدائی سمجھتے ہو قیامت میں حقیقت معلوم ہوگی) اس دن کو یاد کرو کہ حق تعالیٰ (مشرکین سے) فرمائے گا کہ جن کو تم ہمارا شریک سمجھا کرتے تھے ان کو (اپنی امداد کے لیے) پکارو تو وہ پکاریں گے تو وہ ان کو جواب ہی نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان میں ایک آڑ کر دیں گے (جس سے بالکل ہی مایوسی ہو جائے ورنہ بغیر آڑ کے بھی ان کا مدد کرنا ممکن نہ تھا) اور مجرم لوگ دوزخ کو دیکھیں گے پھر یقین کریں گے کہ وہ اس میں گرنے والے ہیں، اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے اور ہم نے اس قرآن میں لوگوں (ہدایت) کے واسطے ہر قسم کے عمدہ مضامین طرح طرح سے بیان فرمائے ہیں، اور (اس پر بھی منکر) آدمی جھگڑنے میں سب سے بڑھ کر ہے (جنات اور حیوانات میں اگرچہ شعور و ادراک ہے مگر وہ ایسا

www.toobaaelibrary.com

جدال اور جھگڑے نہیں کرتے) اور لوگوں کو بعد اس کے کہ ہدایت پہنچ چکی، (جس کا تقاضا تھا کہ
ایمان لے آتے) ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے (کفر و معصیت سے) مغفرت مانگنے سے
اور کوئی امر مانع نہیں بجز اس کے کہ ان کو اس کا انتظار ہو کہ اگلے لوگوں کا سا معاملہ (ہلاکت اور عذاب
کا) ان کو بھی پیش آجائے یا یہ کہ عذاب ان کے روبرو آ کھڑا ہو، (مطلب یہ ہے کہ ان کے حالات
سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ عذاب ہی کا انتظار ہے ورنہ اور سب حجتیں تو تمام ہو چکیں) اور رسولوں کو
صرف بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا کرتے ہیں (جس کے لیے معجزات وغیر
کے ذریعہ کافی دلائل ان کے ساتھ کر دیئے جاتے ہیں، اس سے زاید ان سے کوئی فرمائش کرنا جہالت
ہے) اور کافر لوگ ناحق کی باتیں پکڑ پکڑ کر جھگڑے نکالتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعہ حق بات
بچلا دیں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس (عذاب) سے ان کو ڈرایا گیا تھا اس کو دل لگی بنا
رکھا ہے، اور اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جاوے پھر
اس سے روگردانی کرے اور جو کچھ اپنے ہاتھوں (گناہ) سمیٹ رہا ہے اس (کے نتیجہ) کو بھول
جائے، ہم نے اس (حق بات) کے سمجھنے سے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں (اور اس کے
سننے سے) ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے اور (اس وجہ سے ان کا حال یہ ہے کہ) اگر آپ
ان کو راہ راست کی طرف بلائیں تو ہرگز بھی راہ پر نہ آئیں (کیونکہ کانوں سے دعوت حق سنے
نہیں اس لیے آپ غم نہ کریں) اور (تاخیر عذاب کی وجہ سے جو ان کو یہ خیال ہو رہا ہے کہ عذاب
آئے گا ہی نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) آپ کا رب بڑا مغفرت کرنے والا بڑا رحمت والا ہے (اس
لیے مہلت دے رکھی ہے کہ اب ان کو ہوش آجائے اور ایمان لے آئیں تو ان کی مغفرت کر دی جائے
ورنہ ان کے اعمال تو ایسے ہیں کہ) اگر ان سے ان کے اعمال پر داروگیر کرنے لگتا تو ان پر فوراً
عذاب واقع کر دیتا (مگر ایسا نہیں کرتا) ان کے (عذاب کے) واسطے ایک معین وقت (ٹھیرا رکھا
ہے (یعنی روز قیامت) کہ اس سے اس طرف (یعنی پہلے) کوئی پناہ کی جگہ نہیں پا سکتے (یعنی اس
وقت کے آنے سے پہلے کسی پناہ کی جگہ میں جا چھپیں اور اس سے محفوظ رہیں) اور (یہی قاعدہ پہلے
کفار کے ساتھ برتا گیا چنانچہ) یہ بستیاں (جن کے قصے مشہور و مذکور ہیں) جب انہوں نے (یعنی
ان کے بسنے والوں نے) شرارت کی تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان کے ہلاک ہونے کے

www.toobaaelibrary.com

لیے وقت معین کیا تھا (اسی طرح ان موجود لوگوں کے لیے وقت معین ہے)

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۵۰: وَذُرِّيَّتَهٗ ایک صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کی ذریت ہے اس کے انڈوں سے پھیلتی ہے اور بعض نے اس سے اس جگہ معین و مددگار مراد لیا ہے، وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ ایک حدیث جو حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ قیامت میں ایک شخص کفار میں سے پیش کیا جائے گا، اس سے سوال ہوگا کہ ہم نے رسول بھیجا تھا اس کے متعلق تمہارا کیا عمل رہا؟ وہ کہے گا اے میرے پروردگار میں تو آپ پر بھی اور آپ کے رسول پر بھی ایمان لایا اور عمل میں اس کی اطاعت کی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ تیرا اعمال نامہ سامنے رکھا ہے اس میں تو کچھ بھی نہیں، یہ کہے گا میں تو اسے نہیں مانتا، پھر فرشتے نگراں کی شہادت کا بھی انکار کرے گا، اور انھیں نہیں پہچانے گا، نہ انھیں اپنے عمل کے وقت دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو یہ لوح محفوظ سامنے اس میں بھی تیرا یہی حال لکھا ہے۔ پھر بعد میں کہے گا کہ میرے پروردگار میں ایسی شہادتوں کو کیسے مانوں جو میری دیکھی بھالی نہیں ہیں میں تو ایسی شہادت کو مان سکتا ہوں جو میرے نفس کی طرف سے ہو، اس وقت اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے ہاتھ پاؤں اس کے کفر و شرک پر گواہی دیں گے، پھر اسے آزاد کر کے جہنم میں ڈال دیا جائے گا (مسلم عن انس قرطبی)

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَاۗءَنَا ۡ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَمَآ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۡ عَجَبًا ۝ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰي مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور وہ وقت یاد کرو جب کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے خادم سے (جن کا نام یوشع تھا رواہ البخاری) فرمایا کہ میں (اس سفر میں) برابر چلا جاؤں گا یہاں تک کہ اس موقع پر پہنچ جاؤں جہاں دو دریا آپس میں ملے ہیں یا یوں ہی زمانہ دراز تک چلتا رہوں گا (اور وجہ اس سفر کی یہ ہوئی تھی کہ ایک بار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں وعظ فرمایا، تو کسی نے پوچھا کہ اس وقت آدمیوں میں سب سے بڑا عالم کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا "میں" مطلب یہ تھا کہ ان علوم میں کہ جن کو قرب الی اللہ کی تحصیل میں دخل ہے میرے برابر کوئی نہیں، اور یہ فرمانا صحیح تھا، اس لیے کہ آپ نبی اولوالعزم تھے، آپ کے برابر دوسرے کو یہ علم نہیں تھا، لیکن ظاہر الفظ مطلق تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ آپ کو احتیاط فی الکلام کی تعلیم دی جائے، غرض ارشاد ہوا کہ ایک ہمارا بندہ مجمع البحرین میں تم سے زیادہ علم رکھتا ہے، مطلب یہ تھا کہ بعض علوم میں وہ زیادہ ہے گو ان علوم کو قرب الٰہی میں دخل نہ ہو جیسا عنقریب واضح ہوگا، لیکن اس بنا پر جواب میں مطلقاً تو اپنے کو اعلم کہنا نہ چاہئے تھا، غرض موسیٰ علیہ السلام ان کے ملنے کے مشتاق ہوئے اور پوچھا کہ ان تک پہنچنے کی کیا صورت ہے؟ ارشاد ہوا کہ ایک بے جان مچھلی اپنے ساتھ لے کر سفر کرو، جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے وہ شخص وہیں ہے۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع کو ساتھ لیا، اور یہ بات فرمائی) پس جب (چلتے چلتے) دونوں دریاؤں کے جمع ہونے کے موقع پر پہنچے (وہاں کسی پتھر سے لگ کر سو رہے اور وہ مچھلی باذنہ تعالیٰ زندہ ہو کر دریا میں جا پڑی، یوشع علیہ السلام نے بیدار ہو کر مچھلی کو نہ پایا، ارادہ تھا کہ موسیٰ علیہ السلام جاگیں گے تو اس کا ذکر کروں گا، مگر ان کو مطلق یاد نہ رہا، شاید مال وعیال اور وطن وغیرہ کے خیالات کا ہجوم ہوا ہوگا جو ذکر کرنا بھول گئے، ورنہ ایسی عجیب بات کا بھول جانا کم ہوتا ہے، لیکن جو شخص ہر وقت معجزات دیکھتا ہو اس کے ذہن سے کسی ادنیٰ درجہ کی عجیب بات کا نکل جانا کسی خیال کے غلبہ سے عجب نہیں، اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی پوچھنے کا خیال نہ رہا، اس طرح سے) اس اپنی مچھلی کو دونوں بھول گئے اور مچھلی نے (اس کے قبل زندہ ہو کر) دریا میں اپنی راہ لی اور چل دی، پھر جب دونوں (وہاں سے) آگے بڑھ گئے (اور دور نکل گئے) تو موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے خادم سے فرمایا کہ ہمارا ناشتہ تو لاؤ ہم کو تو اس سفر (یعنی آج کی منزل) میں بڑی تکلیف پہنچی (اور اس کے قبل کی منزلوں میں نہیں تھکے تھے، جس کی وجہ ظاہراً موقع مقصود سے آگے بڑھ آنا تھا) خادم نے کہا کہ لیجئے دیکھئے (عجیب بات ہوئی) جب ہم اس پتھر کے قریب ٹھیرے تھے (اور سو گئے تھے اس وقت اس مچھلی کا ایک قصہ ہوا اور میرا ارادہ

www.toobaaelibrary.com

آپ سے ذکر کرنے کا ہوا لیکن میں کسی دوسرے دھیان میں لگ گیا) سو میں اس مچھلی (کے تذکرہ) کو بھول گیا اور مجھ کو شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کو ذکر کرتا، اور (وہ قصہ یہ ہوا کہ) اس مچھلی نے (زندہ ہونے کے بعد) دریا میں عجیب طور پر اپنی راہ لی (ایک عجیب طور پر تو خود زندہ ہو جانا ہے دوسرا عجیب طور یہ کہ وہ مچھلی دریا میں جہاں کو گذری تھی وہاں کا پانی بطور خرق عادت کے اسی طرح سرنگ کے طور پر ہو گیا تھا غالباً پھر مل گیا ہوگا) موسیٰ علیہ السلام) نے (یہ حکایت سن کر) فرمایا یہی وہ موقع ہے جس کی ہم کو تلاش تھی (وہاں ہی لوٹنا چاہئے) سو دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے الٹے لوٹے (غالباً وہ راستہ سڑک کا نہ ہوگا اس لیے نشان دیکھنے پڑے) سو (وہاں پہنچ کر) انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے (یعنی خضر) کو پایا جن کو ہم نے اپنے خاص رحمت (یعنی مقبولیت) دی تھی (مقبولیت کے معنی میں ولایت اور نبوت دونوں کا احتمال ہے) اور ہم نے ان کو اپنے پاس (یعنی بلا واسطہ اسباب اکتساب) ایک خاص طور کا علم سکھلایا تھا (مراد اس سے علم اسرار کونیہ ہے جیسا واقعات آئندہ سے معلوم ہوگا، اور اس علم کو حصول قرب الٰہی میں کچھ دخل نہیں، جس علم کو قرب میں دخل ہے وہ علم اسرار الٰہیہ ہے، جس میں موسیٰ علیہ السلام بڑھے ہوئے تھے، غرض) موسیٰ نے (ان کو سلام کیا اور ان سے) فرمایا کہ میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں (یعنی آپ مجھے اپنی ساتھ رہنے کی اجازت دیجئے) اس شرط سے کہ جو علم مفید آپ کو (من جانب اللہ) سکھلایا گیا ہے اس میں سے آپ مجھ کو بھی سکھلا دیں، ان بزرگ نے جواب دیا آپ سے میرے ساتھ رہ کر (میرے افعال پر) صبر نہ ہو سکے گا (یعنی آپ مجھ پر روک ٹوک کریں گے اور معلم پر تعلیم کے متعلق متعلم کی روک ٹوک کرنے سے مصاحبت مشکل ہے) اور (بھلا) ایسے امور پر (روک ٹوک کرنے سے) آپ کیسے صبر کریں گے جو آپ کے احاطۂ واقفیت سے باہر ہیں (یعنی ظاہر میں وہ امور بوجہ منشاء معلوم نہ ہونے کے خلاف شرع نظر آئیں گے اور آپ خلاف شرع امور پر سکوت نہ کر سکیں گے) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (نہیں) انشاء اللہ آپ مجھ کو صابر (یعنی ضابط) پائیں گے اور میں کسی بات میں آپ کے خلاف حکم نہ کروں گا (یعنی مثلاً اگر روک ٹوک سے منع کر دیں گے میں روک ٹوک نہ کروں گا، اسی طرح اور کسی بات میں بھی خلاف نہ کروں گا) بزرگ نے فرمایا کہ (اچھا) تو اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو (اتنا خیال رہے کہ) مجھ سے کسی بات کی نسبت کچھ پوچھنا نہیں جب تک کہ اس کے متعلق میں خود ہی ابتداءً ذکر نہ کر دوں۔

www.toobaaelibrary.com

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۶۰: موسیٰ سے مراد مشہور پیغمبر حضرت موسیٰ بن عمران ہیں، نوف بکالی نے کسی دوسرے موسیٰ کی طرف منسوب کیا ہے وہ مردود قول ہے۔ فتیٰ: جب کسی خاص شخص کی طرف منسوب ہو تو اس کا خادم مراد ہوتا ہے، یعنی حضرت موسیٰ کے خادم اور روایات میں ہے کہ یہ خادم یوشع بن نون بن افرائیم بن یوسف تھے۔

مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ مفسرین کے اقوال مختلف ہیں کہ کون سی جگہ پر ہے بحر فارس وروم، آذربائیجان، بحر اردن، بحر قلزم، افریقہ میں ہے آرمینیہ، بحر اندلس، کہاں ہے وہ مجمع البحرین، غیر متعین ہے بہر حال اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ مقام متعین کر کے بتلا دیا تھا جس کی طرف ان کا سفر واقع ہوا ہے۔

ایک بار حضرت موسیٰ نے قوم کے سامنے دوران خطبہ ان کے سوال کے جواب میں فرمایا اس وقت سب سے بڑا عالم میں ہوں، حضرت موسیٰ کے علم کے مطابق اپنے سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا) اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ آیا، عتاب ہوا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک بندہ تم سے بڑا عالم مجمع البحرین میں ہے، آپ نے درخواست کی کہ پھر مجھے ان سے استفادہ کے لیے سفر کرنا چاہیے، یا اللہ مجھے ان کا نشان بتلا دیجئے، اللہ نے فرمایا ایک مچھلی اپنی زنبیل میں رکھ لو اور مجمع البحرین کی طرف سفر کرو جس جگہ پہنچ کر یہ مچھلی گم ہو جائے وہی جگہ ہمارے اس بندے کے ملنے کی ہے، اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق یہ چلے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ سفر پیغمبرانہ عزم کا نمونہ تھا۔

قرآن وسنت کی تصریحات سے واضح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انبیاء علیہم السلام کی جماعت میں بھی ایک خاص امتیاز حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی کا شرف خاص، ان کی مخصوص فضیلت ہے اور حضرت خضر کی نبوت میں بھی اختلاف ہے اور مقام رسالت تو بہر حال حاصل نہیں اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر سے بدرجہا افضل ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کی ادنیٰ سی کمی وکوتاہی کی اصلاح فرماتے ہیں اور اس کا تدارک بھی اسی پیمانے پر کرایا جاتا ہے یہ سارا قصہ اسی خاص انداز تربیت کا مظہر ہے۔

مچھلی کا زندہ ہو کر دریا میں چلا جانا، یہ ایک معجزہ تھا مفسرین میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ مچھلی بھنی ہوئی کھانے کے لیے رکھی گئی تھی، اور دوران سفر دونوں حضرات نے اس میں سے کھایا بھی تھا، نصف حصہ کھایا جا چکا تھا، دنیا نے بعد میں دریا کے اندر اس مچھلی کو دیکھا بھی ابن عطیہ خود اپنا دیکھا ہوا

www.toobaaelibrary.com

واقعہ بیان کیا ہے کہ اس کی ایک کروٹ کھائی ہوئی ہے، بعض نے کہا ہے کہ زنبیل میں ایک الگ مچھلی رکھی ہوئی تھی، لیکن بہر حال اتنا تو معین ہے کہ مچھلی مردہ تھی حضرت موسیٰ کو مبہم پتہ دیا جانا خود یہ بھی ایک ابتلاء و امتحان تھا، مزید ابتلاء یہ ہوا کہ عین اس مقام پر جہاں پہنچنا تھا بھول گئے، بھولنے کی نسبت دونوں کی طرف کی گئی ہے، مگر حدیث بخاری میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سو گئے تھے، صرف یوشع بن نون میں نسیان مسلط کر دیا۔ یہاں تغلیباً دونوں کی طرف نسبت کی یا یہ کہ اس جگہ سے آگے سفر میں تو مچھلی لینا دونوں بھولے ہوئے تھے بہر حال ابھی اس طالب حق کا مزید امتحان لینا تھا، ایک دن اور ایک رات کا مزید سفر طے کرنے کے بعد بھوک اور تکان کا احساس ہوا یہ تیسرا امتحان تھا، حدیث بخاری میں اس عبد کا نام خضر بتلایا ہے، یہ جس جگہ بیٹھ جاتے، کیسی ہی زمین ہو وہاں ہری ہری گھاس اُگ جاتی، زمین سرسبز ہو جاتی، قرآن کریم میں ذکر کئے ہوئے واقعات جو بظاہر خلاف شرع تھے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ خضر نبی تھے، اور اللہ تعالیٰ کے امر سے کیا تھا جو کچھ کیا تھا۔

یہاں سے معلوم ہوا کہ کسی ولی کو ظاہر شریعت کے حکم کی خلاف ورزی حلال نہیں، نیز آگے یہ معلوم ہوا کہ شاگرد خواہ کتنا ہی افضل اور بڑا ہو اس پر استاذ کا اتباع و تعظیم لازم ہے، عالم شریعت کے لیے جائز نہیں کہ خلاف شرع امر پر صبر کرے۔

چوں کہ من جانب اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے پاس جانے کا حکم تھا اس لیے اطمینان تھا کہ درحقیقت ان کا کوئی فعل خلاف شرع نہ ہوگا الٹے وعدہ صبر کا کر لیا تھا، ورنہ ایسا وعدہ کرنا بھی کسی عالم دین کے لیے جائز نہیں، لیکن پھر دینی غیرت سے مغلوب ہو کر اس وعدہ کو بھول گئے۔

کشتی والا واقعہ تو اتنا زیادہ سنگین نہیں تھا لیکن بعد کے واقعات میں موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض نہ کرنے کا وعدہ بھی نہیں کیا۔ اور اعتراض کیا بھی اور اس پر کوئی عذر بھی پیش نہیں کیا، مگر دوسری طرف بھی پیغمبر ہی تھے اس لیے مستثنیٰ کر دیے گئے تھے۔ اور یہ واقعات جزئیہ ہوتے ہیں جو تکوینی طور پر عام شریعت سے مستثنیٰ ہوتے ہیں، اور متضاد نظر آتے ہیں مگر ضروری ہے کہ یہ استثناء بذریعہ وحی ہو نہ کہ بذریعہ کشف والہام۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۭ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـــًٔا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ۠ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا

www.toobaaelibrary.com

زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا ۝ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ لَكَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ قَالَ إِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍ بَعْدَهَا فَلَا تُصَاحِبْنِي قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا ۝ فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَنْ يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَارًا يُرِيدُ أَنْ يَنْقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرًا ۝ قَالَ هَٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝ أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ۝ وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَنْ يُرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۝ فَأَرَدْنَا أَنْ يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِنْهُ زَكَاةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا ۝ وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَامَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِي الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَنْ يَبْلُغَا أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ أَمْرِي ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(غرض باہم قول وقرار ہو گیا) پھر دونوں (کسی طرف) چلے غالباً ان کے ساتھ یوشع بھی ہوں گے، مگر وہ حضرت موسیٰ کے تابع تھے اس لیے ذکر دو کا کیا گیا) یہاں تک کہ (چلتے چلتے کسی ایسے مقام پر پہونچے جہاں کشتی پر سوار ہونے کی ضرورت ہوئی) جب دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو ان بزرگ نے اس کشتی (کا ایک تختہ نکال کر اس) میں چھید کر دیا موسیٰ نے فرمایا کیا آپ نے اس کشتی میں اس لیے چھید کیا ہے کہ اس کے بیٹھنے والوں کو غرق کریں آپ نے بڑی بھاری (خطرہ کی) بات کی، ان بزرگ نے کہا کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا (آخر وہی ہوا، آپ اپنے قول پر نہ رہے) موسیٰ نے فرمایا (کہ میں بھول گیا تھا) آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجئے اور میرے اس معاملہ (متابعت) میں مجھ پر زیادہ تنگی نہ ڈالئے (کہ بھول چوک بھی معاف نہ ہو، بات گئی گذری ہو گئی) پھر دونوں (کشتی سے اتر کر آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک (کم سن) لڑکے سے ملے تو ان بزرگ نے اس کو مار ڈالا موسیٰ (گھبرا کر) کہنے لگے آپ نے ایک بے گناہ جان کو ہلاک کر دیا (اور وہ بھی) بغیر بدلے کسی جان کے بیشک آپ نے بڑی بے جا حرکت کی (کہ اول تو یہ نابالغ کا قتل ہے جس کو قصاص میں بھی قتل کرنا جائز نہیں پھر اس نے تو کسی کو قتل بھی نہیں کیا، یہ فعل پہلے سے بھی زیادہ سخت ہے، کیونکہ اس میں یقینی نقصان تو صرف مال کا تھا، بیٹھنے والوں کے غرق کا اگرچہ خطرہ تھا، مگر اس کا انسداد کر دیا گیا، پھر لڑکا

www.toobaaelibrary.com

نابالغ ہر گناہ سے بری فرمایا کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ آپ سے میرے ساتھ صبر نہ ہو سکے گا، موسیٰ نے فرمایا (کہ خیر اس مرتبہ اور درگذر کیجئے لیکن) اگر اس مرتبہ کے بعد میں آپ سے کسی امر کے متعلق پوچھوں تو آپ مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھئے، بیشک آپ میرے طرف سے عذر (کی انتہا) کو پہونچ چکے ہیں (اس مرتبہ موسیٰ نے نسیان کا عذر پیش نہیں کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال انہوں نے قصداً اپنی پیغمبرانہ حیثیت کے مطابق کیا تھا) پھر دونوں (آگے چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں پر گذر ہوا تو گاؤں والوں سے کھانے کو مانگا (کہ ہم مہمان ہیں) تو انہوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کر دیا اتنے میں ان کو وہاں ایک دیوار ملی جو گرا ہی چاہتی تھی تو ان بزرگ نے اس کو (ہاتھ کے اشارے سے بطور خرق عادت کے) سیدھا کر دیا، موسیٰ نے فرمایا کہ اگر آپ چاہتے تو اس (کام) پر اجرت ہی لے لیتے (کہ اس وقت کام بھی چلتا اور ان کی بدخلقی کی اصلاح بھی ہوتی) ان بزرگ نے کہا یہ وقت ہماری اور آپ کی علیحدگی کا ہے (جیسا کہ آپ نے خود شرط کی تھی) اب میں ان چیزوں کی حقیقت بتلائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا (جیسا کہ آیات آئندہ میں اس کا بیان آتا ہے) اور وہ جو کشتی تھی سو چند غریب آدمیوں کی تھی (جو اس کے ذریعہ) دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے (اسی پر ان کی گذر اوقات تھی) سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) ان لوگوں سے آگے کی طرف ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا (اگر میں کشتی میں عیب ڈال کر بظاہر بیکار نہ کر دیتا تو یہ کشتی بھی چھین لی جاتی اور ان غریبوں کی مزدوری کا سہارا بھی ختم ہو جاتا، اس لیے توڑنے میں یہ مصلحت تھی) اور رہا وہ لڑکا سو اس کے ماں باپ ایمان دار تھے (اور اگر وہ بڑا ہوتا تو کافر ظالم ہوتا اور ماں کو اس سے محبت بہت تھی) سو ہم کو اندیشہ ہوا کہ یہ ان دونوں پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے (یعنی بیٹے کی محبت کے سبب وہ بھی بے دینی میں اس کا ساتھ نہ دینے لگیں) پس ہم کو یہ منظور ہوا کہ (اس کا تو قصہ تمام کر دیا جائے پھر) اس کے بدلے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے (خواہ لڑکا ہو یا لڑکی) جو کہ پاکیزگی (یعنی دین) میں اس سے بہتر ہو، اور (ماں باپ کے ساتھ) محبت کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو، اور رہی دیوار سو وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں (رہتے) ہیں اور اس دیوار کے نیچے ان کا کچھ مال مدفون تھا (جو ان کے باپ سے میراث میں پہونچا ہے) اور ان کا باپ (جو مر گیا ہے وہ) ایک نیک آدمی تھا (اس کے نیک ہونے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کے مال کو محفوظ کرنا چاہا، اگر دیوار ابھی گر جاتی تو لوگ یہ مال لوٹ

www.toobaaelibrary.com

لے جاتے اور غالباً جو شخص ان یتیم لڑکوں کا سرپرست تھا اس کو اس خزانے کا علم ہوگا وہ یہاں موجود نہ ہوگا جو انتظام کر لیتا) اس لیے آپ کے رب نے اپنی مہربانی سے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی (کی عمر) کو پہنچ جائیں اور اپنا دفینہ نکال لیں اور (یہ سارے کام میں نے اللہ کے حکم سے کئے ہیں ان میں سے) کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا، یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا، (جس کو میں حسب وعدہ بتلا چکا ہوں، چنانچہ حضرت موسیٰ م خضر سے رخصت ہو گئے)

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۷۱: یہ حدیث میں آیا ہے کہ پانی کشتی میں بھر کر غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا تھا مگر تاریخی روایات میں ہے کہ پانی کشتی میں داخل نہیں ہوا، چاہے اس لیے کہ حضرت خضر نے اس کی مرمت کر دی تھی یا تختہ کی جگہ شیشہ لگا دیا یا بطور معجزہ پانی نہیں آیا، قرآن کے سیاق سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ کشتی کو غرقابی کا حادثہ پیش نہیں آیا جس سے ان روایات کی تائید ہوتی ہے۔

آیت: ۷۷: قَرْيَةٍ "انطاکیہ" یا اَیکہ تھی یہ بستی (ابن عباسؓ) یا اندلس کی کوئی بستی تھی (ابو ہریرہ) "خَشِينَا اور فَاَرَدْنَا" میں صیغہ جمع ہے نسبت اپنی اور اللہ تعالیٰ کی جانب کی، اور اگر اپنی ہی طرف منسوب کی تو معنی ہوگا ہم نے دعا کی اللہ سے، اَنْ يُّبْدِلَهُمَا الخ. روایت میں منقول ہے کہ لڑکے کے والدین کو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے ایک لڑکی عطا کی جس کے بطن سے ایک نبی پیدا ہوئے، ابن عباسؓ کی روایت میں دو نبی پیدا ہوئے، كَنْزٌ لَّهُمَا بروایت ابن عباسؓ وہ کنز، سونے کی ایک تختی تھی جس پر نصیحت کے کلمات درج تھے "وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا" والدین کی نیکی کا فائدہ اولاد در اولاد کو پہنچتا ہے اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ علماء اور صلحاء کی اولاد کے ساتھ رعایت ان کے ساتھ شفقت کرنی چاہیے جب تک کہ وہ بالکل مبتلائے فسق وفجور نہ ہو جائیں۔

"اَرَدْتُّ" اور "فَاَرَدْنَا" میں پیغمبرانہ بلاغت اور رعایت ادب کی مثال ہے، یعنی جب حضرت خضر نے کشتی توڑنے کا ارادہ کیا تو بظاہر چوں کہ یہ ایک عیب اور برائی تھی، اس لیے اس کی نسبت اپنی طرف کی اور لڑکے کو قتل کرنے اور اس کے بدلے بہتر اولاد دینے کا ذکر کیا تو چوں کہ اس کے بدلے اولاد دینا ایک بھلائی تھی امر مشترک ہونے کی وجہ سے صیغہ جمع متکلم فرمایا تاکہ جو ظاہری شر ہے وہ اپنی طرف اور جو خیر ہے وہ اللہ کی طرف منسوب ہو اور تیسرے واقعہ دیوار میں خیر ہی خیر ہے اس میں پوری نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کر کے فرمایا "فَاَرَادَ رَبُّكَ"

www.toobaaelibrary.com

حضرت خضر زندہ ہیں یا نہیں؟ قرآن میں غیر ضروری ہونے کی وجہ سے کوئی صراحت نہیں، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ زندہ ہیں ایک روایت حاکم نے مستدرک میں حضرت انسؓ سے ایسی ہی روایت کی ہے، مسلم میں دجال سے متعلق روایت میں بھی زندہ ہونے کی بات ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۭ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۝ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَاۗءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۝ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰي قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۝ كَذٰلِكَ ۚ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۝ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۝ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ۝ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۝ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ۝ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ۝ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّاۗءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ۝ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ۝ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَىِٕذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَۨا ۝ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَاۗءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

آپ سے ذوالقرنین کا حال پوچھتے ہیں (اس پوچھنے کی وجہ یہ لگتی ہے کہ ان کی تاریخ قریب قریب گم تھی، اور اسی لیے اس قصہ کے جو امور قرآن میں مذکور نہیں کہ وہ اصل قصہ سے زائد تھے) ان امور کے متعلق آج تک اہل تاریخ میں اختلافات شدید پائے جاتے ہیں، اسی وجہ سے قریش مکہ نے بمشورہ یہود مدینہ اس قصہ کا سوال کے لیے انتخاب کیا تھا، اس لیے اس قصہ کی تفصیلات جو قرآن میں مذکور ہیں وہ نبی کریم کی نبوت کی واضح دلیل ہے) آپ فرما دیجئے میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں (آگے حق تعالیٰ کی طرف سے اس کی حکایت شروع ہوئی کہ ذوالقرنین ایک ایسے جلیل القدر بادشاہ ہو گذرے ہیں کہ)

www.toobaaelibrary.com

ہم نے ان کو روئے زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان (کافی) دیا تھا (جس سے وہ اپنے شاہی منصوبوں کو پورا کر سکیں) چنانچہ وہ (بارادۂ فتوحات ملک مغرب) ایک راہ پر ہو لیے (اور سفر کرنا شروع کیا) یہاں تک کہ جب (سفر کرتے کرتے درمیانی شہروں کو فتح کرتے ہوئے) غروب آفتاب کے موقع (یعنی جانب مغرب میں انتہائی آبادی) پر پہنچے تو آفتاب ان کو ایک سیاہ پانی میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا (مراد اس سے غالباً سمندر ہے کہ اس کا پانی اکثر جگہ سیاہ نظر آتا ہے، اور اگرچہ آفتاب حقیقتاً سمندر میں غروب نہیں ہوتا مگر سمندر سے آگے نگاہ نہ جاتی ہو تو سمندر ہی میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوگا) اور اس موقع پر انہوں نے ایک قوم دیکھی (جن کے کافر ہونے پر اگلی آیت اَمَّا مَنْ ظَلَمَ دلالت کرتی ہے) ہم نے (بصورت الہام یا اس زمانے کے پیغمبر کے واسطے سے) یہ کہا کہ اے ذوالقرنین (اس قوم کے بارے میں دو اختیار ہیں) خواہ (ان کو ابتدا ہی سے قتل وغیرہ کے ذریعہ) سزا دو، خواہ ان کے بارے میں نرمی کا معاملہ اختیار کرو (یعنی ان کو ایمان کی دعوت دو پھر نہ مانیں تو قتل کر دو بغیر تبلیغ و دعوت کے ابتداء ہی قتل کرنے کا اختیار شاید اس لیے دیا گیا ہو کہ ان کو اس سے پہلے کسی ذریعہ سے دعوت ایمان پہنچ چکی ہوگی، لیکن دوسری صورت یعنی پہلے دعوت پھر قتل کا بہتر ہونا اشارہ سے بیان کر دیا، کہ اس دوسری صورت کو اتخاذ حسن سے تعبیر فرمایا) ذوالقرنین نے عرض کیا کہ (میں دوسری ہی صورت اختیار کر کے پہلے ان کو دعوت ایمان دوں گا) لیکن (دعوت ایمان کے بعد) جو ظالم (یعنی کافر) رہے گا سو اس کو تو ہم لوگ (قتل وغیرہ کی) سزا دیں گے (اور یہ سزا تو دنیا میں ہوگی) پھر وہ (مرنے کے بعد) اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچا دیا جائے گا، پھر وہ اس کو (دوزخ کی) سخت سزا دے گا، اور جو شخص (دعوت ایمان کے بعد) ایمان لے آئے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کے لیے (آخرت میں بھی) بدلے میں بھلائی ملے گی اور ہم بھی (دنیا میں) اپنے برتاؤ میں اس کو آسان (اور نرم بات کہیں گے (یعنی ان پر کوئی عملی سختی تو کیا کی جاتی زبانی اور قولی بھی کوئی سختی نہیں کی جائے گی) پھر (ممالک مغربیہ فتح کر کے مشرقی ممالک فتح کرنے کے ارادہ سے مشرق کی طرف) ایک راہ پر ہو لیے یہاں تک کہ جب طلوع آفتاب کے موقع پر (یعنی جانب مشرق میں منتہائی آبادی پر) پہنچے تو آفتاب کو ایک ایسی قوم پر طلوع ہوتے دیکھا جن کے لیے ہم نے آفتاب کے ادھر کوئی آڑ نہیں رکھی تھی (یعنی اس جگہ ایک ایسی قوم آباد تھی جو دھوپ سے بچنے کے لیے کوئی مکان یا خیمہ وغیرہ بنانے کے عادی نہ تھے، بلکہ شاید لباس بھی نہ پہنتے ہوں جانوروں کی طرح کھلے میدان میں رہتے تھے۔ وہ قصہ اسی طرح

www.toobaaelibrary.com

ہے، اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ (سامان وغیرہ) تھا ہم کو اس کی پوری خبر ہے (اس میں امتحان نبوت کے لیے ذوالقرنین کے متعلق سوال کرنے والوں کو اس پر تنبیہ ہے کہ ہم جو کچھ بتلا رہے ہیں وہ علم وخبر کی بنیاد پر ہے، عام تاریخی کہانیوں کی طرح نہیں، تاکہ نبوت محمدیہ ؐ کی یہ حقانیت واضح ہوجائے) پھر (مغرب ومشرق فتح کر کے) ایک اور راہ پر ہو لئے (قرآن میں اس سمت کا نام نہیں لیا مگر آبادی زیادہ جانب شمال ہی ہے، اس لیے مفسرین نے اس سفر کو شمالی ممالک کا سفر قرار دیا تاریخی شہادتیں بھی اس کی مؤید ہیں) یہاں تک کہ جب ایسے مقام پر جو دو پہاڑوں کے درمیان تھا پہنچے تو ان پہاڑوں سے اس طرف ایک قوم کو دیکھا جو (زبان اور لغت سے ناواقف وحشیانہ زندگی کی وجہ سے) کوئی بات سمجھنے کے قریب بھی نہیں پہنچتے تھے (ان الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف زبان سے ناواقفیت نہ تھی، کیونکہ سمجھ بوجھ ہو تو غیر زبان والے کی باتیں بھی کچھ اشارے کنائے سے سمجھی جاسکتی ہیں، بلکہ وحشیانہ زندگی نے سمجھ بوجھ سے بھی دور رکھا تھا مگر پھر شاید کسی ترجمان کے واسطے سے) انہوں نے عرض کیا اے ذوالقرنین قوم یاجوج وماجوج (جو اس کھائی کے اس طرف رہتے ہیں ہماری) اس سرزمین میں (کبھی کبھی آکر) بڑا فساد مچاتے ہیں (یعنی قتل وغارتگری کرتے ہیں اور ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں) سو کیا ہم لوگ آپ کے لیے چندہ کر کے کچھ رقم جمع کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی روک بنا دیں (کہ وہ اس طرف نہ آنے پائیں) ذوالقرنین نے جواب دیا کہ جس مال میں میرے رب نے مجھ کو (تصرف کرنے کا) اختیار دیا ہے وہ بہت کچھ ہے (اس لیے چندہ جمع کرنے اور مال دینے کی تو ضرورت نہیں، البتہ) ہاتھ پاؤں کی طاقت (یعنی محنت مزدوری) سے میری مدد کرو تو میں تمہارے اور اس کے درمیان خوب مضبوط دیوار بنا دوں گا (اچھا تو) تو لوگ میرے پاس لوہے کی چادریں لاؤ (قیمت ہم دیں گے، ظاہر یہ ہے کہ اس آہنی دیوار بنانے کے لیے اور بھی ضرورت کی چیزیں منگوائی ہوں گی، مگر یہاں وحشی ملک میں سب سے زیادہ کمیاب چیز لوہے کی چادریں تھیں، اس لیے ان کے ذکر کرنے پر اکتفا کیا گیا، سب سامان جمع ہوجانے پر دونوں پہاڑوں کے درمیان آہنی دیوار کی تعمیر کا کام شروع کیا گیا) یہاں تک کہ جب (اس دیوار کے روے ملاتے ملاتے) ان (دونوں پہاڑوں) کے دونوں سروں کے بیچ (کے خلاء) کو (پہاڑوں کے) برابر کر دیا تو حکم دیا کہ دھونکو (دھونکنا شروع ہوگیا) یہاں تک کہ جب (دھونکتے دھونکتے) اس کو لال انگارا کر دیا تو حکم دیا کہ اب میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ (جو پہلے سے تیار کرالیا

www.toobaaelibrary.com

ہوگا) کہ اس پر ڈال دوں (چنانچہ یہ پگھلا ہوا تانبا لایا گیا اور آلات کے ذریعہ اوپر سے چھوڑ دیا گیا کہ دیوار کی تمام درزوں میں گھس کر پوری دیوار ایک ذات ہو جائے، اس کا طول وعرض خدا کو معلوم ہے) تو (اس کی بلندی اور چکناہٹ کے سبب) نہ تو یاجوج ماجوج اس پر چڑھ سکتے اور نہ اس میں (غایت استحکام کے سبب کوئی) نقب لگا سکتے تھے، ذوالقرنین نے (جب اس دیوار کو تیار دیکھا جس کا تیار ہونا کوئی آسان کام نہ تھا تو بطور شکر کے) کہا کہ یہ میرے رب کی ایک رحمت ہے (مجھ پر بھی کہ میرے ہاتھوں یہ کام ہو گیا اور اس قوم کے لیے بھی جن کو یاجوج ماجوج ستاتے تھے) پھر جس وقت رب کا وعدہ آئے گا (یعنی اس کی فنا کا وقت آئے گا) تو اس کو ڈھا کر (زمین کے) برابر کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ برحق ہے (اور اپنے وقت پر ضرور واقع ہوتا ہے) اور ہم اس روز (یعنی جب اس دیوار کے انہدام کا یوم موعود آئے گا اور یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا تو اس روز ہم) ان کی یہ حالت کریں گے کہ ایک میں ایک گڈمڈ ہو جائیں گے، کیونکہ یہ کثرت سے ہوں گے اور بیک وقت نکل پڑیں گے اور سب ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں ہوں گے) اور (یہ قیامت کے قریب زمانہ میں ہوگا، پھر بعد چندے قیامت کا سامان شروع ہوگا، ایک بار اول صور پھونکا جائے گا جس سے تمام عالم فنا ہو جائے گا، پھر) صور (دوبارہ) پھونکا جائے گا (جس سے سب زندہ ہو جائیں گے) پھر ہم سب کو ایک ایک کر کے (میدان حشر میں) جمع کر لیں گے اور دوزخ کو اس روز کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی آنکھوں پر (دنیا میں) ہماری یاد سے (یعنی دین حق کے دیکھنے سے) پردہ پڑا ہوا تھا اور (جس طرح یہ حق کو دیکھتے نہ تھے اسی طرح اس کو) وہ سن بھی نہ سکتے تھے (یعنی حق کو معلوم کرنے کے ذرائع دیکھنے اور سننے کے سب راستے بند کر رکھے تھے)۔

تلخیص معارف ومسائل

ذوالقرنین جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے کون ہیں کس زمانے میں ہوئے ہیں اس کے متعلق علماء اور مؤرخین کا شدید اختلاف ہے جن امور کا نہ قرآن نے دعویٰ کیا نہ حدیث نے انھیں بیان کیا ان کے درپے ہونے کی ذمہ داری کیوں لی جائے، صاحب قصص القرآن مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے ذوالقرنین سے متعلق اپنی کتاب میں تفصیل سے بحث کی ہے، تاریخی ذوق رکھنے والے حضرات اسے دیکھیں، قرآن کریم نے مِنۡهُ ذِكۡرًا کے لفظ سے پوری بحث وتفصیل چھوڑ دینے اور اس کے ایک حصہ کے بیان کے لیے فرمایا۔

www.toobaaelibrary.com

اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّا الخ سے پتہ چلتا ہے کہ یا تو یہ نبی تھے یا پھر کوئی نبی ان کے زمانے میں موجود ہوں ان کے ذریعہ یہ خطاب جو اس لفظ سے پہلے ہے کیا گیا ہو، کیوں کہ قتل و سزا کا حکم بغیر وحی و نبوت کے نہیں دیا جا سکتا۔ (بحر المحیط)

آیت ۹۴: "یٰاجُوْجُ وَمَاجُوْجُ" احادیث میں یاجوج و ماجوج کے متعلق جو باتیں پیغمبر علیہ السلام کے بیان سے ثابت ہوتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) یاجوج ماجوج عام انسانوں کی طرح انسان حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

(۲) یاجوج ماجوج کی تعداد پوری دنیا کے انسانوں کی تعداد سے بدرجہا زائد، کم از کم ایک اور دس کی نسبت سے ہے۔

(۳) یاجوج ماجوج کی جو قومیں اور قبائل سدِ ذوالقرنین کے ذریعہ اس طرف آنے سے روک دیئے گئے وہ قیامت کے بالکل قریب تک اسی طرح محصور رہیں گے ان کے نکلنے کا وقت مقدر ظہور مہدی پھر خروج دجال کے بعد وہ ہوگا جب کہ عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر دجال کو قتل کر چکیں گے۔

(۴) یاجوج ماجوج کے کھلنے کے وقت سدِ ذوالقرنین منہدم ہو کر زمین کے برابر ہو جائیں گی، اس وقت یاجوج ماجوج کی بے پناہ قومیں بیک وقت پہاڑوں کی بلندیوں سے اترتی ہوئی سرعت رفتار کے سبب ایسی معلوم ہوں گی کہ گویا پھسل پھسل کر گر رہے ہیں، اور یہ لاتعداد وحشی انسان عام انسانی آبادی اور پوری زمین پر ٹوٹ پڑیں گے، اور ان کے قتل و غارت گری کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا، اللہ کے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی باسرالٰہی اپنے ساتھی مسلمانوں کو لے کر کوہ طور پر پناہ لیں گے اور عام دنیا کی آبادیوں میں جہاں کچھ قلع یا محفوظ مقامات ہیں وہ ان میں بند ہو کر اپنی جانیں بچائیں گے کھانے پینے کا سامان ختم ہو جانے کے بعد ضروریات زندگی انتہائی گراں ہو جائے گی، باقی انسانی آبادی کو یہ وحشی قومیں ختم کر ڈالیں گی ان کے دریاؤں کو چاٹ جائیں گی۔

(۵) حضرت عیسیٰ اور ان کے رفقاء کی دعاؤں سے پھر یہ ٹڈی دل قسم کی بیشمار قومیں بیک وقت ہلاک کر دی جائیں گی ان کی لاشوں سے ساری زمین پٹ جائے گی ان کی بدبو کی وجہ سے زمین پر بسنا مشکل ہو جائے گا۔

(۶) پھر حضرت عیسیٰ اور ان کے رفقاء کی دعاء سے ان کی لاشیں دریا برد یا غائب کر دی جائیں گی اور عالم گیر بارش کے ذریعہ پوری زمین کو دھو کر پاک و صاف کر دیا جائے گا۔

www.toobaaelibrary.com

(۷) اس کے بعد تقریباً چالیس سال تک امن وامان کا دور دورہ ہوگا زمین اپنی برکات اُگل دے گی، کوئی مفلس محتاج نہ رہے گا کوئی کسی کو نہ ستائے گا۔

(۸) اس امن وامان کے زمانے میں بیت اللہ کا حج وعمرہ جاری رہے گا حضرت عیسیٰؑ حج یا عمرہ کے لیے حجاز کا سفر کریں گے اس کے بعد مدینہ طیبہ میں وفات ہوگی اور روضۂ اقدس میں مدفون ہوں گے۔

(۹) رسول اللہؐ کے آخر زمانے میں بذریعہ وحی خواب آپ کو دکھلایا گیا کہ سدِ ذوالقرنین میں ایک سوراخ ہوگیا ہے جس کو آپ نے عرب کے لیے شر وفتنہ کی علامت قرار دی، یہ سوراخ ہوجانا حقیقتاً ہوگا یا مجازاً کہ سدِ ذوالقرنین کمزور ہوجائے گی، خروج یاجوج ماجوج کا وقت قریب آگیا ہے اور اس کے آثار عرب قوم کا تنزل وانحطاط کے رنگ میں ظاہر ہوں گے۔

(۱۰) حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بعد ان کا قیام زمین پر چالیس سال ہوگا، ان سے پہلے حضرت مہدیؓ کا زمانہ بھی چالیس سال رہے گا، جس میں کچھ حصہ تقریباً پانچ یا سات سال تک دونوں حضرات کا اجتماع واشتراک کار رہے گا، اور ان دونوں زمانوں کی یہ خصوصیت رہے گی کہ پوری زمین پر عدل وانصاف کی حکومت ہوگی، ہاں حضرت مہدیؓ کے آخری زمانے میں دجال اکبر کا فتنہ عظیم ہوگا مکہ ومدینہ وبیت المقدس اور کوہِ طور کے سوا سارے عالم پر چھا جائے گا دجال کا قیام اور فساد صرف چالیس دن رہے گا مگر ان چالیس دنوں میں سے پہلا ایک سال کا، دوسرا دن ایک ماہ کا، تیسرا دن ایک ہفتہ کا ہوگا، باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے بطور معجزہ یا خرقِ عادت کے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ دن رات تو اپنے معمول کے مطابق ہی ہوتے رہیں گے مگر دجال کا بڑا ساحر ہونا احادیث سے ثابت ہے یہ ہوسکتا ہے کہ اس کے سحر کے اثر سے عام مخلوق کی نظروں میں دن رات کا یہ تغیر وانقلاب نہ ہو وہ اس کو ایک ہی دن دیکھتے اور سمجھتے رہیں حدیث میں جو اس دن کے اندر عام دنوں کے مطابق اندازہ کرکے نمازیں پڑھنے کا حکم آیا ہے، اس سے بھی تائید اس کی ہوتی ہے کہ حقیقت کے اعتبار سے تو دن رات بدل رہے ہوں گے مگر لوگوں کے احساس میں یہ دن رات بدلنا نہیں ہوگا، اس لیے اس ایک سال کے دن میں تین سو ساٹھ دنوں کی نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا گیا، اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نازل ہوکر دجال کو قتل کرکے اس فتنہ کو ختم کریں گے، مگر اس کے متصل ہی یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا، انہیں یاجوج ماجوج کے شر وفساد سے بچنے کے لیے مختلف زمانوں میں مختلف مقامات پر متعدد سد تعمیر کی گئی ان میں سب سے زیادہ بڑی اور مشہور دیوار چین ہے۔

www.toobaaelibrary.com

سد ذوالقرنین کا محل وقوع علاقہ داغستان کا کیشیا کے دربند باب الابواب میں یا اس سے بھی اوپر جبل قفقاز یا کوہ قاف کی بلندی پر ہے اور ان دونوں جگہوں پر سد کا ہونا مورخین کے نزدیک ثابت ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے "عقیدۃ الاسلام" میں کوہ قاف قفقاز کی سد کو ترجیح دی ہے کہ یہ سد ذوالقرنین کی بنائی ہوئی ہے۔ (ص: ۲۹۷)

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِیْنَ نُزُلًا ۝ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ۝ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ هُزُوًا ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ۝ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓى اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

کیا پھر بھی ان کافروں کا خیال ہے کہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو (یعنی جو میرے مملوک ومحکوم ہیں اختیاراً یا اضطراراً ان کو) اپنا کارساز (یعنی معبود اور حاجت روا) قرار دیں (جو شرک اور کفر کھلا ہوا ہے) ہم نے کافروں کی دعوت کے لیے دوزخ کو تیار کر رکھا ہے (دعوت بطور تحقیر وتہکم کے فرمایا) اور اگر (ان کو اپنے ان اعمال پر ناز ہو جن کو وہ حسن اور نیکی سمجھتے ہوں اور اس کے سبب وہ اپنے آپ کو نجات یافتہ عذاب سے محفوظ سمجھتے ہوں تو) آپ (ان سے) کہئے کہ کیا ہم تم کو ایسے لوگ بتائیں جو اعمال کے اعتبار سے بالکل خسارے میں ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا میں کرائی محنت (جو اعمال حسنہ میں کی تھی) سب گئی گذری ہوئی اور وہ (بوجہ جہالت کے) اسی خیال میں ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں (آگے ان لوگوں کا مصداق ایسے عنوان سے بتلاتے ہیں جس سے ان کی محنت ضائع ہونے کی وجہ بھی معلوم ہوتی ہے، اور پھر اس حبط اعمال کی تصریح بھی بطور تفریع کے فرماتے ہیں یعنی) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا (یعنی قیامت کا) انکار کر رہے ہیں سو (اس لیے) ان کے سارے (نیک) کام غارت گئے تو قیامت کے روز ہم ان (کے نیک اعمال) کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے (بلکہ) ان کی سزا وہی ہوگی (جو

www.toobaaelibrary.com

اوپر مذکور ہوئی) یعنی دوزخ، اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور (اس کفر کا ایک شعبہ یہ بھی تھا کہ) میرے آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا، (آگے ان کے مقابلے میں اہل ایمان کا حال بیان فرماتے ہیں کہ) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کی مہمانی کے لیے فردوس (یعنی بہشت) کے باغ ہوں گے، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے (نہ ان کو کوئی نکالے گا) اور نہ وہ وہاں سے کہیں اور جانا چاہیں گیا۔ آپ لوگوں سے فرما دیجئے کہ اگر میرے رب کی باتیں (یعنی وہ کلمات وعبارات جو اللہ تعالیٰ کے اوصاف اور کمالات پر دلالت کرتے ہوں اور ان سے اللہ تعالیٰ کے کمالات واوصاف کو کوئی بیان کرنے لگے تو ایسے کلمات کو) لکھنے کے لیے سمندر (کا پانی) روشنائی (کی جگہ) ہو (اور اس سے لکھنا شروع کرے) تو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے گا (اور سب باتیں احاطہ میں نہ آئیں گی) اگرچہ اس سمندر کے مثل ایک دوسرا سمندر (اس کی) مدد کے لیے ہم لے آئیں (تب بھی وہ باتیں ختم نہ ہوں اور دوسرا سمندر بھی ختم ہو جائے، معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات غیر متناہی ہیں) اس کے سوا جن چیزوں کو کافروں نے اللہ کا شریک مانا ہے ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں، اس لیے الوہیت وربوبیت (خدا ہونا اور رب ہوا) اسی کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے، اس لیے ان لوگوں سے) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں تو تم سب کی طرح بشر ہوں (نہ خدائی کا دعوے دار ہوں نہ فرشتہ ہونے کا ہاں) میرے پاس (اللہ کی طرف سے) وحی آتی ہے (اور) تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے تو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے (اور اس کا محبوب بننا چاہے) تو (مجھ کو رسول مان کر میری شریعت کے موافق) نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۱۰۲: عِبَادِیْ بعض حضرات نے اس لفظ کو یہاں عام قرار دیا ہے، جس میں سب معبودات باطلہ بت آگ اور ستارے بھی داخل ہو گئے، خلاصۂ تفسیر میں لفظ محکوم ومملوک کے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

آیت:۱۰۳: بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا یہ صورت دو چیزوں سے پیدا ہوتی ہے، (۱) فساد اعتقاد (۲) دوسرے ریاکاری، مراد وہ کفار ہیں جس کی صراحت آیت:۱۰۵، میں آرہی ہے۔

آیت:۱۰۷: اَلْفِرْدَوْسِ یہ لفظ عجمی ہے یا عربی، عجمی کہنے والوں میں بھی فارسی ہے، یا رومی یا سریانی مختلف اقوال ہیں۔

آیت:۱۱۰: وَلَا یُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا مراد شرک خفی ہے یعنی ریا سے خالی ہونا چاہیے یہ عمل۔ ریا

www.toobaaelibrary.com

سے متعلق احادیث میں دو طرح کی روایات ہیں، اور بظاہر اختلافی ہیں، مظہری میں اس کی تطبیق یوں ہے۔ پہلی روایت جن کے بارے میں نازل ہوئی اس صورت میں ہے جب کہ انسان اپنے عمل سے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے ساتھ مخلوق کی رضا جوئی یا اپنی شہرت اور وجاہت کی نیت کو بھی شریک کرے یہاں تک کہ لوگوں کی تعریف پر اپنے اس عمل کو اور بڑھادے یہ بلاشبہ ریا ہے اور شرک خفی ہے، اور دوسری مسلم اور ترمذی کی روایات اس صورت سے متعلق ہیں جب کہ عمل خالص اللہ کے لیے کیا ہو، لوگوں میں اس کی شہرت یا مدح وثنا کی طرف کوئی التفات نہ ہو، پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کو مشہور کردیں اور لوگوں کی زبانوں پر اس کی تعریف جاری فرمادیں تو اس کا ریا سے کوئی تعلق نہیں، یہ مومن کے لیے نقد بشارت (قبول عمل) ہے "تِلْكَ عَاجِلُ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ" (مسلم عن ابی ذر غفاریؓ)

قراءات: سورۂ بنی اسرائیل: اَلَّا يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ بصری کے لیے بالیاء اور باقیین کے لیے بالتاء ہے لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ شامی شعبہ حمزہ کے لیے بالیاء وفتح ہمزہ اور کسائی کے لیے بالنون وفتح ہمزہ اور باقیین کے لیے بالیاء وہمزہ مضمومہ مع واؤ ساکنہ ہے وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ آل عمران میں گذر چکا يَلْقَهُ مَنْشُوْرًا شامی کے لیے بضم الیاء وفتح اللام مع تشدید القاف اور باقیین کے لیے بفتح الیاء وسکون اللام مع تخفیف القاف بالفتح ہے اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ اخوین کے لیے بالالف بعد الغین وکسر النون مع التشدید اور باقیین کے لیے بغیر الف وفتح النون مع التشدید ہے اُفٍّ یہاں اور انبیاء واحقاف میں نافع اور حفص کے لیے بکسر الفاء مع التنوین اور مکی اور شامی کے لیے بفتح الفاء بغیر تنوین اور باقیین کے لیے بکسر الفاء بغیر تنوین ہے ہر جگہ كَانَ عَطَاءُ مکی کے لیے بکسر الجیم وفتح الطاء مع المد اور ابن ذکوان کے لیے بفتح الجیم والطاء بغیر المد عَطَاؤُ اور باقیین کے لیے بکسر الجیم وإسکان الطاء بغیر المد ہے فَلَا تُسْرِفْ اخوین کے لیے بالتاء باقیین کے لیے بالیاء بالقسطاس یہاں اور شعراء میں حفص واخوین کے لیے بکسر القاف اور باقیین کے لیے بضم القاف كَانَ سَيِّئُهٗ شامی کوفیین کے لیے بضم الہمزہ والیاء باقیین کے لیے بفتح الہمزہ والتاء مع التنوین لِيَذَّكَّرُوْا اخوین کے لیے یہاں اور فرقان میں بسکون الذال وضم الکاف مخفف اور باقیین کے لیے بفتح الذال والکاف مع التشدید ہے۔ كَمَا يَقُوْلُوْنَ مکی وحفص کے لیے بالیاء اور باقیین کے لیے بالتاء ہے عَمَّا تَقُوْلُوْنَ اخوین کے لیے بالتاء اور باقیین کے لیے بالیاء ہے يُسَبِّحُ لَهُ حرمیین شامی شعبہ کے لیے بالیاء اور باقیین کے لیے بالتاء۔ وَاِذَا. وَاِنْ عرعر میں وَزْبُوْرًا نساء میں گذر چکا وَرَجِلِكَ حفص کے لیے بکسر الجیم اور باقیین کے لیے بسکون الجیم ہے اَنْ نَّخْسِفَ اَوْ نُرْسِلَ اَنْ نُّعِيْدَكُمْ فَنُرْسِلَ فَنُغْرِقَكُمْ مکی وبصری کے لیے ان کلمات خمسہ میں نون ہے اور باقیین کے لیے یاء ہیں۔ خِلٰفَكَ إِلَّا شامی اور حفص اور اخوین کے لیے بکسر الخاء ولام مفتوحہ مع الالف اور باقیین کے لیے بفتح الخاء وسکون

www.toobaaelibrary.com

الام بغیر الف ہے وَنَاءَ بِجَانِبِهٖ دو جگہ ایک یہاں اور دوسرا فصلت میں، ابن ذکوان کے لیے وَنَاءَ بتاخیر الہمزہ بعد الالف اور باقیوں کے لیے وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ بتقدیم الہمزہ قبل الالف۔ حَتّٰى تَفْجُرَ لنافعؒ وشامیین کے لیے بفتح الثاء وضم الجیم مخفف، اور باقیین کے لیے بضم الثاء وکسر الجیم مشدد ہے اور ثانی میں اختلاف نہیں ہے۔ كِسَفًا نافع شامی عاصم کے لیے بفتح السین اور باقیین کے لیے بجزم السین قَالَ سُبْحَانَ رَبِّیْ مکی اور شامی کے لیے بالالف قَالَ اور باقیوں کے لیے قُلْ بغیر الف ہے لَقَدْ عَلِمْتَ کسائی کے لیے بضم الثاء اور باقیین کے لیے بفتح الثاء۔

قراءات : سورة الكهف: عِوَجًا اور یٰسین میں مِنْ مَّرْقَدِنَا اور قِيْمَه میں قِبَلَ مَنْ اور مطففین میں كَلَّا بَلْ پر حفص کے لیے وصلاً سکتہ واجب ہے اور باقیین کے لیے بغیر سکتہ، پس اوّل میں اخفاء اور ثالث ورابع میں ادغام ہوگا لَدُنْهُ شعبہ کے لیے باسکان الدال مع الاشمام وکسر النون مع الصلہ اور باقیین کے لیے بضم الدال وسکون النون وضم الہاء اور مکی کے لیے بناء بر اصل صلہ ہوگا۔ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ آل عمران میں مذکور ہوا۔ مِرْفَقًا نافع وشامی کے لیے بفتح المیم وکسر الفاء اور باقیین کے لیے بکسر المیم وفتح الفاء ہے تَزْوَرُّ عَنْ كَهْفِهِمْ شامی کے لیے بسکون الزاء وتشدید الراء اور کوفیین کے لیے بفتح الزاء والالف مع تخفیف الراء اور باقیین کے لیے بتشدید الزاء والالف بعد الزاء یعنی تَزَاوَرُ ہے وَلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ حرمین کے لیے بتشدید اللام مشدد ہے اور باقیین کے لیے بتخفیف اللام ہے رُعْبًا آل عمران میں گذر چکا بِوَرِقِكُمْ بصری شعبہ حمزہ کے لیے بسکون الراء اور باقیین کے لیے بکسر الراء وَلَا تُشْرِكْ شامی کے لیے بالتاء مع جزم الکاف اور باقیین کے لیے بالیاء مع الرفع بِالْغَدٰوةِ انعام میں گذرا ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ اخوین کے لیے بلاتنوین اور باقیین کے لیے بالتنوین ہے وَكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ، وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ عاصم کے لیے بفتح الثاء والمیم اور بصری کے لیے بضم الثاء وسکون المیم اور باقیین کے لیے بضم الثاء والمیم خَيْرٌ مِّنْهَا حرمین اور شامی کے لیے مِنْهُمَا بالمیم باقیین مِنْهَا بغیر المیم ہے۔ لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ شامی کے لیے وصلاً بالالف اور باقیین کے لیے وصلاً بالحذف ووقفاً بالاثبات ہے وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ اخوین کے لیے بالیاء اور باقیین کے لیے بالتاء ہے هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ اخوین کے لیے بکسر الواؤ اور باقیین کے لیے بفتح الواؤ لِلّٰهِ الْحَقِّ بصری وکسائی کے لیے برفع الحق اور باقیین کے لیے بجر الحق وَخَيْرٌ عُقْبًا عاصم حمزہ کے لیے بسکون القاف اور باقیین کے لیے بضم القاف تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ بقرہ میں مذکور ہوا وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ نافع وکوفیین کے لیے بنون المتکلم وکسر الیاء ونصب الجبال اور باقیین کے لیے بالتاء وفتح الیاء ورفع الجبال ہے وَيَوْمَ نَقُوْلُ حمزہ کے لیے بالنون اور باقیین کے لیے بالیاء قُبُلًا کوفیین کے لیے بضمتین اور باقیین کے لیے بکسر القاف وفتح الباء لِمَهْلِكِهِمْ اور نمل میں مَهْلِكَ شعبہ کے لیے بفتح المیم واللام حفص کے لیے بفتح المیم وکسر اللام باقیین کے لیے بضم المیم وفتح اللام۔ وَمَا اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ وفی الفتح علیہ اللّٰہ حفص کے لیے بضم الہاء بغیر صلہ اور باقیین کے لیے بکسر الہاء دونوں جگہ بغیر صلہ ہے مکی کے لیے بربناء اصل صلہ ہے مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا بصری کے لیے بفتح الراء والشین

www.toobaaelibrary.com

باتحتین کے لیے بضم الراء وسکون الشین فَلَا تَسْئَلْنِیْ نافع وشامی کے لیے بفتح اللام وتشدید النون اور باتحتین کے لیے باسکان اللام وتخفیف النون لِیُغْرِقَ اخوین کے لیے بیائے مفتوحہ وفتح الراء مع رفع لام اَهْلَهَا اور باتحتین کے لیے بتائے مضمومہ وکسر الراء مع نصب لام اَهْلَهَا ہے نَفْسًا زَكِيَّةً شامی وکوفیین کے لیے بتشدید الیاء بغیر الف اور باتحتین کے لیے بالالف مع تخفیف الیاء نُكْرًا یہاں دوجگہ اور طلاق میں نافع وابن ذکوان اور شعبہ کے لیے بضم الکاف اور باتحتین کے لیے بالاسکان مِنْ لَّدُنِّیْ نافع کے لیے بضم الدال وتخفیف النون اور شعبہ کے لیے باسکان الدال مع الاشمام وتخفیف النون اور شعبہ کے لیے ایک وجہ اختلاس ضمہ بھی مقرر ہے اور باتحتین کے لیے بضم الدال وتشدید النون ہے۔

لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ مکی وبصری کے لیے بتخفیف التاء وکسر الخاء اور باتحتین کے لیے بتشدید التاء وفتح الخاء ہے اَنْ يُّبْدِلَهُمَا یہاں اور تحریم میں اَنْ يُّبْدِلَهٗ اور قلم میں اَنْ يُّبْدِلَنَا نافع وبصری کے لیے ہر سہ کلمہ مذکورہ مشدد ہے اور باتحتین کے لیے مخفف ہے رُحَمَاءُ شامی کے لیے بضم الحاء اور باتحتین کے لیے بالاسکان فَاَتْبَعَ. ثُمَّ اَتْبَعَ ثُمَّ اَتْبَعَ شامی وکوفیین کے لیے تینوں جگہ ہمزۂ قطعی ہے مع تخفیف التاء اور باتحتین کے لیے بہمزۂ وصل مع تشدید التاء وَفِیْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ شامی شعبہ اور اخوین کے لیے بالالف بعد الحاء بغیر ہمزہ حامِيَةٍ ہے اور باتحتین کے لیے بغیر الف مع ہمزۂ مفتوحہ حَمِئَةٍ ہے فَلَهٗ جَزَآءً الْحُسْنٰى حفص واخوین کے لیے بنصب التنوین اور باتحتین کے لیے بالرفع بغیر تنوین ہے بَيْنَ السَّدَّيْنِ مکی بصری اور حفص کے لیے بفتح السین، اور باتحتین کے لیے بضم السین يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا اخوین کے لیے بضم الیاء وکسر القاف اور باتحتین کے لیے بفتحتین اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ یہاں اور انبیاء میں عاصم کے لیے بالہمز ہے اور باتحتین کے لیے بالالف لَكَ خَرْجًا یہاں اور مومنون میں اخوین کے لیے بالالف بعد الراء اور باتحتین کے لیے بغیر الف وَبَيْنَهُمْ سدًّا شامی نافع اور شعبہ کے لیے بضم السین اور باتحتین کے لیے بالفتح مَا مَكَّنِّیْ مکی کے لیے بنونین خفیفتین اولیٰ مفتوحہ وثانی مکسورہ ہے اور باتحتین کے لیے بنون وحدہ مکسورہ مشددہ رَدْمًا بِالتَّوْنِیْ شعبہ کے لیے بکسر التنوین مع ہمزۂ وصل ائْتُوْنِیْ اور باتحتین کے لیے بنصب التنوین مع ہمزۂ قطعی بالمد اٰتُوْنِیْ ہے اور ورش اپنی اصل کے مطابق نقل مع التسہیل کریں گے بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ مکی بصری اور شامی کے لیے بضمتین اور باتحتین کے لیے بفتحتین لیکن شعبہ کے لیے بضم الصاد وسکون الدال ہے قَالَ انْفُخُوْا ہمزہ وشعبہ کے لیے ہمزۂ وصل لیکن شعبہ کے لیے بالخلف ہے اور باتحتین کے لیے ہمزۂ قطعی ہے فَمَا اسْطَاعُوْا ہمزہ کے لیے بتشدید الطاء مع سکون السین اور باتحتین کے لیے بتخفیف الطاء ہے جَعَلَهٗ دَكَّآءَ کوفیین کے لیے بالمد والہمز بغیر التنوین اور باتحتین کے لیے بحذف الہمزہ مع التنوین ہے قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ اخوین کے لیے بالیاء اور باتحتین کے لیے بالتاء ہے۔

● ● ●

www.toobaaelibrary.com

سورۃ مریم مکیۃ (۴۴) رکوعہا (۶)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۨاسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۚ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ۝ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ۝ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

كٓهٰيٰعٓصٓ (اس کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ جو آئندہ قصہ آتا ہے) تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے (مقبول) بندہ (حضرت) زکریا (علیہ السلام کے حال) پر جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو پوشیدہ طور پر پکارا (جس میں یہ) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری ہڈیاں (بوجہ پیری کے) کمزور ہو گئیں اور (میرے) سر میں بالوں کی سفیدی پھیل پڑی (یعنی تمام بال سفید ہو گئے اور اس حالت کا مقتضاء یہ ہے کہ میں اس حالت میں اولاد کی درخواست نہ کروں مگر چونکہ آپ کی قدرت و رحمت بڑی کامل ہے) اور (میں اس قدرت و رحمت کے ظہور کا خوگر ہمیشہ رہا ہوں چنانچہ اس کے قبل کبھی) آپ سے (کوئی چیز) مانگنے میں اے میرے رب ناکام نہیں رہا ہوں (اس بناء پر بعید سے بعید مقصود بھی طلب کرنا مضائقہ نہیں) اور (اُس طلب کا مرجح یہ امر خاص ہو گیا ہے کہ) میں اپنے (مرنے کے) بعد (اپنے) رشتے داروں (کی طرف) سے (یہ) اندیشہ رکھتا ہوں (کہ میری مرضی کے موافق شریعت اور دین کی خدمت نہ بجالاویں گے۔ یہ امر مرجح ہے طلب اولاد کے لیے جس میں خاص خاص اوصاف پائے جاویں جن کو توقع خدمت دین میں دخل ہو) اور (چونکہ میری پیرانہ سالی کے ساتھ) میری بیوی (بھی) بانجھ ہے جس کے کبھی باوجود صحت مزاج کے اولاد ہی نہیں

www.toobaaelibrary.com

ہوئی اس لیے اسباب عادیہ اولاد ہونے کے بھی مفقود ہیں) سو (اس صورت میں) آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے (یعنی بلا توسط اسباب عادیہ کے) ایک ایسا وارث (یعنی بیٹا) دیدیجئے کہ وہ (میرے علوم خاصہ میں) میرا وارث بنے اور (میرے جد) یعقوبؑ کے خاندان (کے علوم متوارثہ میں ان) کا وارث بنے (یعنی علوم سابقہ ولاحقہ اس کو حاصل ہوں) اور (بوجہ باعمل ہونے کے) اس کو اے میرے رب (اپنا) پسندیدہ (ومقبول) بنایئے (یعنی عالم بھی ہو اور عامل بھی ہو۔ حق تعالیٰ کا بواسطہ ملائکہ کے ارشاد ہوا کہ (اے زکریا ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جسکا نام یحییٰ ہوگا کہ اس کے قبل (خاص اوصاف میں) ہم نے کسی کو اس کا ہم صفت نہ بنایا ہوگا (یعنی جس علم وعمل کی تم دعا کرتے ہو وہ تو اس فرزند کو ضرور ہی عطا کریں گے اور مزید برآں کچھ اوصاف خاصہ بھی عنایت کئے جاویں گے مثلاً خشیت الٰہیہ سے خاص درجہ کی رقت قلب وغیرہ۔ چونکہ اس اجابت دعا میں کوئی خاص کیفیت حصول ولد کی بتلائی نہ گئی تھی اس لیے اس کے استفسار کے لیے) زکریا نے عرض کیا کہ اے میرے رب میرے اولاد کس طرح پر ہوگی حالانکہ میری بی بی بانجھ ہے اور (ادھر) میں بڑھاپے کے انتہائی درجہ کو پہنچ چکا ہوں (پس معلوم نہیں کہ ہم جوان ہوں گے یا مجھ کو دوسرا نکاح کرنا ہوگا یا بحالت موجودہ اولاد ہوگی) ارشاد ہوا کہ حالت (موجودہ یوں ہی) رہے گی (اور پھر اولاد ہوگی اے زکریا تمہارے رب کا قول ہے کہ یہ (امر) مجھ کو آسان ہے اور (یہ کیا اس سے بڑا کام کر چکا ہوں مثلاً) میں نے تم کو (ہی) پیدا کیا ہے حالانکہ (پیدائش کے قبل) تم کچھ بھی نہ تھے (اسی طرح خود اسباب عادیہ بھی کوئی چیز نہ تھے جب معدوم کو موجود کرنا آسان ہے تو ایک موجود سے دوسرا موجود کر دینا کیا مشکل ہے یہ سب ارشاد تقویت رجا کے لیے تھا نہ کہ دفع شبہ کے لیے کیوں کہ زکریا کو کوئی شبہ نہ تھا جب) زکریا (علیہ السلام کو قوی امید ہوگئی تو انہوں) نے عرض کیا کہ اے میرے رب (وعدہ پر تو اطمینان ہو گیا اب اس وعدہ کے قریب وقوع یعنی حمل کی بھی) کوئی علامت میرے لیے مقرر فرما دیجئے (تاکہ زیادہ شکر کروں اور خود وقوع تو محسوسات ظاہرہ ہی میں سے ہے) ارشاد ہوا کہ تمہاری (وہ) علامت یہ ہے کہ تم تین رات (اور تین دن تک) آدمیوں سے بات (چیت) نہ کر سکو گے حالانکہ تندرست ہو گے (کوئی بیماری وغیرہ نہ ہوگی اور اسی وجہ سے ذکر اللہ کے ساتھ تکلم پر قدرت رہے گی چنانچہ باذن اللہ تعالیٰ زکریا کی بیوی حاملہ ہوئیں اور حسب اخبار الٰہی زکریا کی زبان بستہ ہوگئی) پس حجرے میں سے اپنی قوم کے پاس برآمد ہوئے اور ان کو اشارہ سے فرمایا (کیونکہ

www.toobaaelibrary.com

زبان سے تو بول نہ سکتے تھے) کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی پاکی بیان کیا کرو۔ (یہ تسبیح اور امر بالتسبیح یا تو حسب معمول تھا ہمیشہ تذکیر از بان سے کہتے تھے آج اشارہ سے کہا اور اس نعمت جدیدہ کے شکر میں خود بھی تسبیح کی کثرت فرمائی اور اوروں کو بھی اسی طور پر امر فرمایا غرض پھر بچہ پیدا ہوئے اور سن شعور کو پہنچے تو ان کو حکم ہوا کہ) اے یحییٰ کتاب کو (یعنی توریت کو اس وقت وہی کتاب شریعت اور انجیل کا نزول بعد میں ہوا) مضبوط ہو کر لو (یعنی خاص کوشش کے ساتھ عمل کرو) اور ہم نے ان کو (ان کے) لڑکپن ہی میں (دین کی) سمجھ اور خاص اپنے پاس سے رقت قلب (کی صفت) اور پاکیزگی (اخلاق کی) عطا فرمائی تھی (حکم میں علم کی طرف اور حنان اور زکوٰۃ میں اخلاق کی طرف اشارہ ہو گیا) اور (آگے اعمال ظاہرہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ) وہ بڑے پرہیزگار اور اپنے والدین کے خدمت گزار تھے (اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی طرف اشارہ ہو گیا) اور وہ (خلق کے ساتھ) سرکشی کرنیوالے (یا حق تعالیٰ کی) نافرمانی کرنے والے نہ تھے اور (عند اللہ ایسے وجیہ اور مکرم تھے کہ انکے حق میں منجانب اللہ یہ ارشاد ہوتا ہے کہ) ان کو (اللہ تعالیٰ کا) سلام پہنچے جس دن کہ وہ پیدا ہوئے اور جس دن کہ وہ انتقال کریں گے اور جس دن (قیامت میں) زندہ ہو کر اٹھائے جاویں گے۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۳: نِدَاءً خَفِيًّا ○ اس سے معلوم ہوا کہ آہستہ دعا کرنا افضل ہے۔

آیت ۴: "وَهَنَ الْعَظْمُ" ہڈی عمود بدن ہے، ہڈی کی کمزوری سارے بدن کی کمزوری ہے، دعا میں اپنے ضعف و بدحالی حاجت مندی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرنا قبولیت دعا کے لیے اقرب ہے۔ (قرطبی)

آیت ۶: باتفاق جمہور علماء اس جگہ وراثت سے مراد علوم نبوت کی وراثت ہے۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ○ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ○ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ○ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ○ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ○ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ○ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ○ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ○ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ○ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ○ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ

www.toobaaelibrary.com

الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۝ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـــًٔا فَرِيًّا ۝ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۝ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۝ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۣ اٰتٰىنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۝ وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۠ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِيْ ۡ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۝ ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (اے محمدؐ) اس کتاب (یعنی قرآن کے اس خاص حصہ یعنی سورت میں (حضرت) مریم (علیہا السلام) کا قصہ بھی ذکر کیجئے (کہ وہ زکریاؑ کے قصۂ مذکورہ سے خاص مناسبت رکھتا ہے اور وہ اس وقت واقع ہوا) جب کہ وہ اپنے گھروں سے علیحدہ (ہو کر) ایک ایسے مکان میں جو مشرق کی جانب میں تھا (غسل کے لیے) گئیں پھر ان (گھر والے) لوگوں کے سامنے سے انہوں نے (درمیان میں) پردہ ڈال لیا (تاکہ اس کی آڑ میں غسل کر سکیں) پس (اس حالت میں) ہم نے اپنا فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) کو بھیجا اور وہ (فرشتہ) اُن کے سامنے (ہاتھ پاؤں اور صورت وشکل میں) پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا (چونکہ حضرت مریم نے اس کو انسان سمجھا اس لیے گھبرا کر) کہنے لگیں کہ میں تجھ سے اپنے خدا کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو (کچھ) خدا ترس ہے (تو یہاں سے ہٹ جاویگا) فرشتہ نے کہا کہ (میں بشر نہیں کہ تم مجھ سے ڈرتی ہو بلکہ) میں تو تمہارے رب کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں (اس لیے آیا ہوں) تاکہ تم کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں (یعنی تمہارے منہ میں یا گریبان میں دم کر دوں جس کے اثر سے باذن اللہ حمل رہ جاوے اور لڑکا پیدا ہو) وہ (تعجب سے) کہنے لگیں (نہ کہ انکار سے) کہ میرے لڑکا کس طرح ہو جاویگا حالانکہ (اس کی شرائط عادیہ میں سے مرد کے ساتھ مقاربت ہے اور وہ بالکل مفقود ہے کیونکہ) مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا (یعنی نہ تو نکاح ہوا) اور نہ میں بدکار ہوں، فرشتہ نے کہا کہ (بس بغیر کسی بشر کے چھونے

www.toobaaelibrary.com

کے) یوں ہی (لڑکا) ہو جاوے گا (اور میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ تمہارے رب نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ بات (کہ بغیر اسباب عادیہ کے بچہ پیدا کردوں) مجھ کو آسان ہے اور (یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم بغیر اسباب عادیہ کے) اس خاص طور پر اس لیے پیدا کریں گے تاکہ ہم اس فرزند کو لوگوں کے لیے ایک نشانی (قدرت کی) بنادیں اور (نیز اس کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت پانے کے لیے) اس کو باعث رحمت بنادیں اور یہ (بے باپ کے اس بچہ کا پیدا ہونا) ایک طے شدہ بات ہے (جو ضرور ہو کر رہے گی) پھر (اس گفتگو کے بعد جبرئیلؑ نے ان کے گریبان میں پھونک ماردی جس سے) اس کے پیٹ میں لڑکا رہ گیا، پھر (جب اپنے وقت پر حضرت مریم کو بچہ کی پیدائش کے آثار محسوس ہوئے تو اس حمل کو لیے ہوئے (اپنے گھر سے) کسی دور جگہ (جنگل پہاڑ میں) الگ چلی گئیں پھر (جب درد شروع ہوا تو) دردِ زہ کی وجہ سے کھجور کے درخت کی طرف آئیں (کہ اس کے سہارے بیٹھیں اٹھیں، اب حالت یہ تھی کہ نہ کوئی انیس نہ جلیس، درد سے بے چین، ایسے وقت جو سامان راحت و ضرورت کا ہونا چاہیئے وہ ندارد، ادھر بچہ ہونے پر بدنامی کا خیال، آخر گھبرا کر) کہنے لگیں کاش میں اس (حالت) سے پہلے مر گئی ہوتی اور ایسی نیست و نابود ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ رہتی، پس (اسی وقت خدا تعالیٰ کے حکم سے حضرت) جبرئیل (علیہ السلام پہنچے اور ان کے احترام کی وجہ سے سامنے نہیں گئے بلکہ جس مقام پر حضرت مریم تھیں اس سے اسفل مقام میں آڑ میں آئے اور انہوں) نے ان کے (اس) پائیں (مکان) سے ان کو پکارا۔ (جس کو حضرت مریم نے پہچانا کہ یہ اسی فرشتہ کی آواز ہے جو اول ظاہر ہوا تھا) کہ تم (بے سروسامانی سے یا خوف بدنامی سے) مغموم مت ہو، (کیونکہ بے سروسامانی کا تو یہ انتظام ہوا ہے کہ) تمہارے رب نے تمہارے پائیں (مکان) میں ایک نہر پیدا کردی ہے (جس کے دیکھنے سے اور پانی پینے سے فرحت طبعی ہو و نیز حسب روایت روح ان کو اس وقت پیاس بھی لگی تھی اور حسب مسئلہ طبیہ گرم چیزوں کا استعمال قبل وضع یا بعد وضع مسہل ولادت و دافع فضلات و قوی طبیعت بھی ہے اور پانی میں اگر تخونت (گرمی) بھی ہو جیسا بعض چشموں میں مشاہد ہے تو اور زیادہ مزاج کے موافق ہوگا، و نیز کھجور کثیر الغذا، مولدِ خون، مسمن و مقوی گردہ کمر و مفاصل ہونے کی وجہ سے زچہ کے لیے سب غذاؤں اور دواؤں سے بہتر ہے اور حرارت کی وجہ سے جو اس کی مضرت کا احتمال ہے سو اول تو رطب میں حرارت کم ہے، دوسرے پانی سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے تیسرے مضرت کا ظہور جب ہوتا ہے کہ عضو میں ضعف ہو ورنہ کوئی چیز بھی کچھ نہ کچھ مضرت سے خالی نہیں ہوتی و نیز خرق عادت

www.toobaaelibrary.com

(کرامت) کا ظہور اللہ کے نزدیک مقبولیت کی علامت ہونے کی وجہ سے موجب مسرت روحانی بھی ہے) اور اس کھجور کے تنہ کو (پکڑ کر) اپنی طرف ہلاؤ اس سے تم پر تر و تازہ کھجوریں جھڑیں گی (کہ اس پھل کے کھانے میں لذت جسمانی اور بطور خرق عادت کے پھل کے آنے میں لذت روحانی مجتمع ہے) پھر (اس پھل کو) کھاؤ اور (وہ پانی) پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو (یعنی بچہ کے دیکھنے سے اور کھانے پینے سے اور علامت قبول عنداللہ ہونے سے خوش رہو) پھر (جب بدنامی کے احتمال کا موقع آوے یعنی کوئی آدمی اس قصہ پر مطلع ہو تو اس کا یہ انتظام ہوا ہے کہ) اگر تو آدمیوں میں سے کسی کو بھی (آتا اور اعتراض کرتا) دیکھو تو (تو کچھ مت بولنا بلکہ اشارہ سے اس سے) کہہ دینا کہ میں نے تو اللہ کے واسطے (ایسے) روزہ کی منت مان رکھی ہے (جس میں بولنے کی بندش ہے) سو (اس وجہ سے) میں آج (دن بھر) کسی آدمی سے نہیں بولوں گی (اور خدا کے ذکر اور دعا میں مشغول ہونا اور بات ہے بس تو اتنا جواب دیکر بے فکر ہو جانا، اللہ تعالیٰ اس مولود مسعود کو خرق عادت کے طور پر بولتا کر دیگا) جس سے ظہور اعجاز دلیل نزاہت و عصمت ہو جاوے گی غرض ہر غم کا علاج ہو گیا۔) (غرض مریم علیہا السلام کی اس کلام سے تسلی ہوئی اور عیسیٰ پیدا ہوئے) پھر وہ ان کو گود میں لیے ہوئے (وہاں سے بستی کو چلیں اور) اپنی قوم کے پاس لائیں، لوگوں نے (جو دیکھا کہ ان کی شادی تو ہوئی نہ تھی یہ بچہ کیسا، بدگمان ہو کر) کہا اے مریم! تم نے بڑے غضب کا کام کیا (یعنی نعوذ باللہ بدکاری کی، اور یوں تو بدکاری کوئی بھی کرے برا ہے لیکن تم سے ایسا فعل ہونا زیادہ غضب کی بات ہے کیونکہ) اے ہارون کی بہن! (تمہارے خاندان میں کبھی کسی نے ایسا نہیں کیا چنانچہ) تمہارے باپ کوئی برے آدمی نہ تھے (کہ ان سے یہ اثر تم میں آیا ہو) اور نہ تمہاری ماں بدکار تھیں (کہ ان سے یہ اثر تم میں آیا ہو، پھر ہارون جو تمہارے رشتہ کے بھائی ہیں جن کا نام ان ہارون نبی کے نام پر رکھا گیا ہے وہ کیسے کچھ نیک شخص ہیں، غرض جسکا خاندان کا خاندان پاک صاف ہو اس سے یہ حرکت ہونا کتنا بڑا غضب ہے) پس مریم (علیہا السلام) نے (یہ ساری تقریر سن کر کچھ جواب نہیں دیا بلکہ) بچہ کی طرف اشارہ کر دیا (اس سے کہو جو کچھ کہنا ہو یہ جواب دیگا) وہ لوگ (سمجھے کہ یہ ہمارے ساتھ تمسخر کرتی ہیں) کہنے لگے کہ بھلا ہم ایسے شخص سے کیونکر باتیں کریں جو ابھی گود میں بچہ ہی ہے (کیونکہ بات اس شخص سے کی جاتی ہے جو کہ وہ بھی بات چیت کرتا ہو، سو جب یہ بچہ ہے اور بات پر قادر نہیں، تو اس سے کیا بات کریں اتنے میں) وہ بچہ (خود ہی) بول اٹھا کہ میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں (نہ تو اللہ ہوں جیسا کہ جہلاء نصاریٰ سمجھیں گے اور نہ غیر مقبول

www.toobaaelibrary.com

ہوں جیسا یہود سمجھیں گے اور بندہ ہونے کے اور پھر خاص ہونے کے یہ آثار ہیں کہ) اس نے مجھ کو کتاب (یعنی انجیل) دی (یعنی کو آئندہ دے گا مگر بوجہ یقینی ہونے کے ایسا ہی ہے جیسا کہ دیدی) اور اس نے مجھ کو نبی بنایا (یعنی بناوے گا) اور مجھ کو برکت والا بنایا (یعنی مجھ سے خلق کو دین کا نفع پہنچے گا) میں جہاں کہیں بھی ہوں (گا مجھ سے برکت پہنچے گی وہ نفع تبلیغ دین ہے خواہ کوئی قبول کرے یا نہ کرے انہوں نے تو نفع پہنچا ہی دیا) اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں (دنیا میں) زندہ رہوں (اور ظاہر ہے کہ آسمان پر جانے کے بعد مکلف نہیں رہے اور یہ دلیل ہے بندہ ہونے کی جیسا کہ اور دلائل ہیں خصوصیت کے) اور مجھ کو میری والدہ کا خدمتگذار بنایا (اور چونکہ بے باپ پیدا ہوئے ہیں اس لیے والدہ کی تخصیص کی گئی) اور اس نے مجھ کو سرکش بدبخت نہیں بنایا (کہ ادائے حق خالق یا ادائے حق والدہ سے سرکشی کروں یا حقوق و اعمال کے ترک سے بدبختی خرید لوں (اور مجھ پر (اللہ کی جانب سے) سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا (کہ وہ زمانہ قرب قیامت کا بعد نزول من السماء کے ہوگا) اور جس روز میں (قیامت میں) زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا (اور اللہ کا سلام دلیل ہے خاص بندہ ہونے کی۔ یہ ہیں عیسیٰ بن مریم (جن کے اقوال و احوال مذکور ہوئے جس سے ان کا بندۂ مقبول ہونا معلوم ہوتا ہے نہ جیسے کہ عیسائیوں نے ان کو بندوں کی فہرست سے خارج کر کے خدا تک پہنچا دیا ہے اور نہ ویسے جیسا کہ یہودیوں نے ان کو قبولیت سے خارج کر کے طرح طرح کی تہمتیں لگائی ہیں) میں (بالکل) سچی بات کہہ رہا ہوں جس میں یہ (افراط تفریط کرنے والے) لوگ جھگڑ رہے ہیں (چنانچہ یہود و نصاریٰ کے اقوال اوپر معلوم ہوئے اور چونکہ یہود کا قول ظاہراً بھی موجب تنقیص بنی تھا جو کہ بداہۃً باطل ہے اس لیے اس کے رد کی طرف اس مقام پر توجہ نہیں فرمائی بخلاف قول نصاریٰ کے کہ ظاہراً مثبت زیادتِ کمال تھا کہ نبوت کے ساتھ خدا کا بیٹا ہونا ثابت کرتے تھے اس لیے آگے اس کو رد فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں حق تعالیٰ کی تنقیص بوجہ انکارِ توحید کے لازم آتی ہے حالانکہ) اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ (کسی کو) اولاد بنائے وہ (بالکل) پاک ہے (کیونکہ اس کی یہ شان ہے کہ) وہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس کو اتنا فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے (اور ایسے کمال کے واسطے اولاد کا ہونا عقلاً نقص ہے) اور (آپ اثباتِ توحید کے لیے لوگوں سے فرما دیجئے کہ مشرکین بھی سن لیں کہ) بیشک اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو (صرف) اسی کی عبادت کرو (اور) یہی (خالص خدا کی عبادت کرنا یعنی توحید اختیار کرنا دین کا) سیدھا راستہ

www.toobaaelibrary.com

ہے (سو توحید پر باوجود ان عقلی اور نقلی دلائل قائم ہونے کے پھر بھی) مختلف گروہوں نے (اس بارہ میں) باہم اختلاف ڈال دیا (یعنی توحید کا انکار کر کے طرح طرح کے مذاہب ایجاد کر لیے) سو ان کا فروں کے لیے ایک بڑے (بھاری) دن کے آجانے سے بڑی خرابی (ہونے والی) ہے (مراد اس سے قیامت کا دن ہے کہ یہ دن ایک سال دراز اور ہولناک ہونے کے وجہ سے بہت عظیم ہوگا) جس روز یہ لوگ (حساب وجزاء کے لیے) ہمارے پاس آویں گے (اس روز) کیسے کچھ شنوا اور بینا ہو جائیں گے۔ (کیونکہ قیامت میں یہ حقائق پیش نظر ہو جاویں گے اور تمامتر غلطیاں رفع ہو جاویں گی) لیکن یہ ظالم آج (دنیا میں کیسی) صریح غلطی میں (مبتلا ہو رہے) ہیں، اور آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرایئے جب کہ (جنت ودوزخ کا) اخیر فیصلہ کر دیا جائے گا (جس کا ذکر حدیث میں ہے کہ جنت اور دوزخ والوں کو موت دکھلا کر اس کو ذبح کر دیا جاویگا (جسکا ذکر حدیث میں ہے کہ جنت اور دوزخ والوں کو موت دکھلا کر اس کو ذبح کر دیا جاویگا اور دونوں کو خلود یعنی ہمیشہ ہمیشہ اسی حال میں زندہ رہنے کا حکم سنا دیا جاوے گا، رواہ الشیخان والترمذی۔ اور اس وقت کی حسرت کا بیحد ہونا ظاہر ہے) اور وہ لوگ (آج دنیا میں) غفلت میں (پڑے) ہیں اور وہ لوگ ایمان نہیں لاتے (لیکن آخر ایک دن مریں گے) اور تمام زمین اور زمین پر رہنے والوں کے وارث (یعنی آخر مالک) ہم ہی رہ جاویں گے اور یہ سب ہمارے ہی پاس لوٹائے جاویں گے (پھر اپنے کفر وشرک کی سزا بھگتیں گے)

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۱۶: ''مَكَانًا شَرْقِيًّا'' مشرقی جانب جانا کس لیے تھا اس میں اقوال مختلف ہیں بعض نے کہا ہے کہ عبادت الٰہی میں مشغول ہونے کے لیے گئیں (قرطبی نے اسے احسن کہا ہے) نصاریٰ نے اسی لیے اپنا قبلہ مشرق کو بنایا اور اس جانب کی تعظیم کرتے ہیں۔

آیت:۱۷: فرشتہ کو اس کی اپنی اصلی صورت وہیئت میں دیکھنا انسان کے لیے آسان نہیں اس کی ہیبت غالب آجاتی ہے جیسے غار حرا میں اور بعد میں پیغمبر کو پیش آیا۔

آیت:۱۸: ''اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا'' استعاذہ کی شرط نہیں ہے بلکہ استعاذہ کے مؤثر ہونے کی شرط برائے ترغیب ہے بعض مفسرین نے کہا کہ یہ بطور مبالغہ کے کہا کہ اگر تم متقی بھی ہو تب بھی میں تم سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں (مظہری)

آیت:۲۳: یہ تمنا موت اگر غم دنیا سے تھی تب تو غلبہ حال کو اس کا عذر کہا جائے گا اور اگر غم دین

www.toobaaelibrary.com

سے تھا کہ لوگ بدنام کریں گے اگر صبر نہ ہو سکا تو بے صبری کا ابتلاء ہوگا اس لیے اس کی تمنا ممنوع نہیں۔

آیت: ۲۴: سکوت کا روزہ شریعت اسلامیہ میں منسوخ ہو گیا۔

بغیر مرد کے تنہا عورت سے بچہ پیدا ہو جانا خلاف عقل نہیں حسب تصریح کتب طب عورت کی منی میں قوت منعقدہ کے ساتھ قوت عاقدہ بھی ہے اگر یہی قوت عاقدہ اور بڑھ جائے تو زیادہ مستبعد نہیں۔ (بیان القرآن)

آیت: ۲۵: کھجور کی شاخ ہلانے کا حکم اس لیے دیا کہ تحصیل رزق کے لیے کوشش کا سبق ہے اور یہ توکل کے خلاف نہیں (روح)

آیت: ۲۶: صَوْمًا: فطرت و انسانی ہے کہ کھانے سے پہلے پانی کا انتظام کرتا ہے اور استعمال کے وقت پہلے غذا کھاتا ہے پھر پانی پیتا ہے، اس لیے بعد میں استعمال کے وقت ترتیب بدل دی۔

آیت: ۲۷: ولادت سے چالیس روز بعد نفاس سے فراغت وطہارت کے بعد (ابن عساکر بروایت ابن عباسؓ) شَيْئًا فَرِيًّا ہر امر عظیم کو فری کہتے ہیں خواہ اچھائی کے اعتبار سے ہو، یا برائی کے اعتبار سے، اس جگہ برائی کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور اکثر ایسے ہی موقع کے لیے یہ لفظ معروف ہے۔

آیت: ۲۸: ہارون کی بہن یہ نسبت نسلی ہے یعنی ہارون کی اولاد میں سے ہیں، ایسا عرب میں بولا جاتا ہے کہ جیسے اخا تمیم وغیرہ نیز یہ یہاں ہارون سے مراد حضرت موسیٰ کے بھائی ہارون نہیں بلکہ حضرت مریم کے اپنے بھائی کا نام ہارون تھا جو تبرکاً نبی کے نام سے نام رکھا گیا تھا۔ اولادِ صالحین کوئی برا کام کرے تو اس سے اس کے بڑوں کی بدنامی ہوتی ہے اس لیے اولاد صالحین کو تقوی کی فکر زیادہ کرنی چاہیے۔

آیت: ۳۰: اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ جس وقت خاندان والے ملامت کر رہے تھے حضرت عیسیٰؑ اس وقت دودھ پی رہے تھے، ملامت سنی تو دودھ چھوڑ دیا اور اپنی بائیں کروٹ پر سہارا لے کر ان کی طرف متوجہ ہوئے، اور انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے یہ جملہ فرمایا اس جملہ میں اولاً ہی اس غلط فہمی کا ازالہ کر دیا کہ اگرچہ میری پیدائش معجزانہ طور سے ہوئی ہے مگر میں خدا کا بندہ ہوں خدا نہیں، تاکہ لوگ میری پرستش میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ الخ: یعنی اپنے وقت پر کتاب اور نبوت دیں گے قطعی اور یقینی امر پر لفظ ماضی سے تعبیر کر دیا جاتا ہے، اور یہ عطاء کتاب و نبوت کو بتلانے سے والدہ کی برأت بھی ظاہر کر دی گئی اور لوگوں کی بدگمانی رفع کر دی گئی۔

www.toobaaelibrary.com

آیت ۳۳: نصاریٰ و یہود کے یہودی خیالات میں افراط و تفریط تھا دونوں غلط کاروں کی غلطی بتلا کر اس کی صحیح حیثیت واضح کی، یہود نے توحید ہی کردی انھوں نے آپ کے بارے میں کہا کہ یوسف نجار کی ناجائز اولاد میں ہیں۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۘ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ۝ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ۝ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ۤ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۝ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (اے محمدؐ) آپ اس کتاب (یعنی قرآن) میں (لوگوں کے سامنے حضرت) ابراہیمؑ کا (قصہ) ذکر کیجئے (تاکہ ان کو توحید و رسالت کا مسئلہ زیادہ منکشف ہو جاوے) وہ (ہر قول فعل میں) بڑے راستی والے (تھے اور) پیغمبر تھے (اور وہ قصہ جس کا ذکر کرنا اس جگہ مقصود ہے اس وقت ہوا تھا) جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے (جو کہ مشرک تھا) کہا کہ اے میرے باپ تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آسکے (مراد بت ہیں حالانکہ اگر کوئی دیکھنا سننا کچھ کام آتا بھی ہو مگر واجب الوجود نہ ہو تب بھی لائق عبادت نہیں چہ جائیکہ ان اوصاف سے بھی عاری ہو تو وہ بدرجۂ اولیٰ لائق عبادت نہ ہوگا) اے میرے باپ میرے پاس ایسا علم پہنچا ہے جو تمہارے پاس نہیں آیا (مراد اس سے وحی ہے جس میں احتمال غلطی کا ہو ہی نہیں سکتا پس میں جو کچھ کہہ رہا ہوں قطعاً حق ہے جب یہ بات ہے) تو تم میرے کہنے پر چلو میں تم کو سیدھا رستہ بتلاؤں گا (اور وہ توحید ہے) اے میرے تم شیطان کی پرستش مت کرو (یعنی شیطان کو اور اس کی عبادت کو تو تم بھی برا سمجھتے ہو اور بت پرستی میں شیطان پرستی بالتعیین لازم ہے کہ وہی یہ حرکت کراتا ہے، اور کسی کی ایسی اطاعت کرنا کہ حق تعالیٰ کے مقابلے میں بھی اس کی تعلیم کو حق سمجھے یہی عبادت ہے پس بت پرستی میں شیطان پرستی ہوئی اور)

www.toobaaelibrary.com

بیشک شیطان (حضرت) رحمان کا نافرمانی کرنے والا ہے (تو وہ کب اطاعت کے لائق ہوگا) اے میرے باپ، میں اندیشہ کرتا ہوں (اور وہ اندیشہ یقینی ہے) کہ تو پر رحمان کی طرف سے کوئی عذاب نہ آپڑے (خواہ دنیا میں یا آخرت میں) پھر تم (عذاب میں) شیطان کے ساتھی ہو جاؤ (یعنی جب اطاعت میں اس کا ساتھ دو گے تو نفس عقوبت میں بھی اس کا ساتھ ہوگا گو شیطان کو دنیا میں عذاب نہ ہوا ہو اور اس شیطان کی معیت اور مشارکت فی العقوبت کو کوئی اپنی بھلائی چاہنے والا پسند نہ کریگا۔ ابراہیمؑ کی یہ تمام تر نصائح سنکر) باپ نے جواب دیا کہ کیا تم میرے معبودوں سے پھرے ہوئے ہو اے ابراہیم (اور اس لیے مجھ کو بھی منع کرتے ہو یاد رکھو) اگر تم (ان بتوں کی مذمت سے اور مجھ کو ان کی عبادت سے منع کرنے سے) باز نہ آئے تو میں ضرور تم کو مار پتھروں کے سنگسار کر دونگا (پس تم اس سے باز آجاؤ) اور ہمیشہ ہمیش کے لیے مجھ (کو کہنے سننے) سے برکنار رہو، ابراہیمؑ نے کہا (بہتر) میرا سلام لو (اب تم سے کہنا سننا بے سود ہے) اب میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت کی (اس طرح) درخواست کرونگا (کہ تم کو ہدایت کرے جس پر مغفرت مرتب ہوتی ہے) بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے (اس لیے اسی سے عرض کرونگا جس کا قبول فرمانا یا نہ فرمانا دونوں مختلف اعتبار سے رحمت اور مہربانی ہے) اور (تم اور تمہارے ہم مذہب جب میری حق بات کو بھی نہیں مانتے تو تم میں رہنا بھی فضول ہے اس لیے) میں تم لوگوں سے اور جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کر رہے ہو ان سے (بدنا بھی) کنارہ کرتا ہوں (جیسا قلباً پہلے ہی سے برکنار ہوں، یعنی یہاں رہتا بھی نہیں) اور (اطمینان سے علیحدہ ہو کر) اپنے رب کی عبادت کرونگا (کیونکہ یہاں رہ کر اس میں مزاحمت ہوگی) امید (یعنی یقین) ہے کہ اپنے رب کی عبادت کر کے محروم نہ ہوں گا (جیسا بت پرست اپنے باطل معبودوں کی عبادت کر کے محروم رہتے ہیں، غرض اس گفتگو کے بعد ان سے اس طرح علیحدہ ہوئے کہ ملک شام کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے) پس جب ان لوگوں سے اور جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے ان سے (اس طرح) علیحدہ ہو گئے (تو) ہم نے ان کو اسحٰق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا فرمایا (جو کہ رفاقت کے لیے ان کی بت پرست برادری سے بدرجہا بہتر تھے) اور ہم نے (ان دونوں میں) ہر ایک کو نبی بنایا اور ان سب کو ہم نے (طرح طرح کے کمالات دیکر) اپنی رحمت کا حصہ دیا اور (آئندہ نسلوں میں) ہم نے ان کا نام نیک اور بلند کیا (کہ سب تعظیم اور ثنا کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور اسحٰق کے قبل اسماعیل ان ہی صفات کے ساتھ عطا ہو چکے تھے)

www.toobaaelibrary.com

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۴۱: "صِدِّیق" یعنی جس نے عمر میں کبھی جھوٹ نہ بولا ہو، یا جو مخلص اعتقاد اور قول وعمل ہر چیز میں صادق ہو پھر صدیقیت کے درجات متفاوت ہیں، ہر نبی ورسول کے لیے صدیق ہونا وصف لازم ہے مگر اس کا عکس نہیں۔

آیت:۴۲: حضرت ابراہیمؑ کی یہ تقریر جو اپنے والد کے ساتھ ہو رہی ہے اعتدال مزاج اور رعایت اضداد کی ایک بے نظیر تقریر ہے اس میں اپنے بڑوں کو نصیحت کرنے کا طریقہ اور اس کے آداب ہیں، حکمت پیغمبرانہ یہ کہ صرف ان کے بتوں کی بے بسی اور بے حسی کا اظہار فرمایا پھر اس نعمت کا اظہار فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو علوم نبوت کی عطا فرمائی تھی پھر شرک وکفر کے انجام بد سے ڈرایا، یاأَبَتِ کے پیار اور عظمت بھرے خطاب کے جواب میں کیا کہا بجائے نُہنی کے یا ابراہیم، اور سنگساری اور گھر سے نکل جانے کی دھمکی، پھر اس کا جواب خلیل اللہ کی طرف سے کیا ملتا ہے، سننے اور یاد رکھنے کے قابل "سَلَامٌ عَلَيْكَ" اس کا ایک معنی یہ ہے کہ سلام مقاطعہ، کسی سے قطع تعلق کا شریفانہ طریقہ یہی صالح بندوں کی صفت بیان فرمایا ہے۔ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا یا پھر عرفی سلام کا معنی ہو اس میں وہی فقہی اشکال کہ کسی کافر کو سلام سے ابتداء کی ممنوعیت، اور ثبوت، اسی لیے اس کے جواز وعدم میں اختلاف ہے، نخعی نے فرمایا کہ اگر دینی یا دنیوی مصلحت پیش آجائے تو مضائقہ نہیں مگر بے ضرورت سلام کرنے سے بچنا چاہیے، اور استغفار کی دعا یہ ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہے۔

آیت:۴۸: تمام آداب ورعایت کے ساتھ یہ بھی نہیں ہونے دیا کہ اظہار حق اور اس مضبوطی پر کوئی ادنیٰ سی تمیس لگے گھر سے نکل جانے کی دھمکی کو بخوشی منظور کیا ساتھ ہی یہ بھی جتلا دیا کہ میں تمہارے بتوں سے بیزار ہوں صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں وَأَدْعُوا رَبِّي یہ دعا گھر اور خاندان سے جدائی کے بعد تنہائی کی وحشت وغیرہ کے اثرات سے بچنے کی دعا مراد تھی، اس کی مقبولیت بھی وَهَبْنَا لَهُ سے بیان فرمادی گئی، باپ کے خاندان سے بہتر انبیاء صلحاء پر مشتمل ایک خاندان دیدیا۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مُوسَىٰ إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَادَيْنَاهُ مِن جَانِبِ الطُّورِ الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَاهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ مِن رَّحْمَتِنَا أَخَاهُ هَارُونَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِندَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِدْرِيسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ

www.toobaaelibrary.com

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ
اِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝ فَخَلَفَ
مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ
وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۝ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ
اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝ تِلْكَ
الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا
خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ
لِعِبَادَتِهٖ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ۝ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ۝ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ
اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ۝ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ
جِثِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۝ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا
صِلِيًّا ۝ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ
فِيْهَا جِثِيًّا ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ
مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ۝ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ
فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ
شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ۝ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ
رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ۝ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ
اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا
يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ۝ وَّنَرِثُهٗ مَا
يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ۝ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً
لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ
وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا
الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ۝ فَلَا تَعْجَلْ
عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ۝ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ۝
لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ
شَيْـًٔا اِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝
وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ اَحْصٰهُمْ
وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ

www.toobaaelibrary.com

وَّنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ۝ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ۝ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ۝ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ۝ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا ۝ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۝ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور اس کتاب (یعنی قرآن) میں موسیٰؑ کا بھی ذکر کیجئے (یعنی لوگوں کو سنایئے ورنہ کتاب میں ذکر کرنے والا تو فی الحقیقت اللہ تعالیٰ ہے) وہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے خاص کئے ہوئے (بندے) تھے اور وہ رسول بھی تھے، نبی بھی تھے اور ہم نے ان کو کوہ طور کی داہنی جانب سے آواز دی اور ہم نے ان کو راز کی باتیں کرنے کے لیے مقرب بنایا اور ہم نے ان کو اپنی رحمت (اور عنایت) سے ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر عطا کیا (یعنی ان کی درخواست کے موافق ان کو نبی کیا کہ ان کی مدد کریں) اور اس کتاب میں اسماعیلؑ کا بھی ذکر کیجئے بلاشبہ وہ وعدے کے (بڑے) سچے تھے اور وہ رسول بھی تھے نبی بھی تھے اور اپنے متعلقین کو نماز اور زکوٰۃ کا (خصوصاً اور بھی احکام عموماً کا) حکم کرتے رہتے تھے اور وہ اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے اور اس کتاب میں ادریسؑ کا بھی ذکر کیجئے بیشک وہ بڑی راستی والے نبی تھے اور ہم نے ان کو (کمالات میں) بلند رتبہ تک پہنچا دیا یہ (حضرات جن کا شروع سورت سے یہاں تک ذکر ہوا زکریاؑ سے اور ادریسؑ تک یہ) وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے (خاص) انعام فرمایا ہے (چنانچہ نبوت سے بڑھ کر کونسی نعمت ہوگی) منجملہ (دیگر) انبیاءؑ کے (یہ وصف سب مذکورین میں مشترک ہے اور یہ سب) آدمؑ کی نسل سے (تھے) اور (بعضے ان میں) ان لوگوں کی نسل سے (تھے) جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا (چنانچہ بجز ادریسؑ کے کہ وہ اجداد نوحؑ سے ہیں باقی سب میں یہ وصف ہے) اور (بعضے ان میں) ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی نسل سے (تھے چنانچہ حضرت زکریاؑ یحییٰؑ وعیسیٰؑ وموسیٰؑ دونوں کی اولاد میں تھے اور اسحٰقؑ واسمٰعیلؑ ویعقوبؑ صرف حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں تھے) اور (یہ سب حضرات) ان لوگوں میں سے (تھے) جن کو ہم نے ہدایت فرمائی اور ان کو مقبول بنایا (اور باوجود اس مقبولیت واختصاص کے ان سب حضرات موصوفین کی عبدیت کی یہ کیفیت تھی کہ) جب ان کے سامنے (حضرت) رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو (عنایت افتقار واکسار وانقیاد کے اظہار کے لیے) سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے (زمین پر) گر جاتے تھے پھر ان (مذکورین) کے بعد (بعضے) ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا (خواہ اعتقاداً کہ انکار کیا یا عملاً کہ اس کے ادا کرنے میں یا حقوق وآداب ضروریہ میں کوتاہی کی) اور (نفسانی ناجائز) خواہشوں کی پیروی کی (جو

www.toobaaelibrary.com

ضروری طاعت سے غافل کرنے والی تھیں) سو یہ لوگ عنقریب (آخرت میں) خرابی دیکھیں گے (خواہ ابدی ہو یا غیر ابدی) ہاں مگر جس نے (کفر و معصیت سے) توبہ کر لی (اور مطلب کفر سے توبہ کرنے کا یہ ہے کہ) ایمان لے آیا اور (معصیت سے توبہ کرنا یہ ہے کہ) نیک کام کرنے لگا سو یہ لوگ (بلا خرابی دیکھے) جنت میں جاویں گے اور (جزا ملنے کے وقت) ان کا ذرا نقصان نہ کیا جاویگا (یعنی ہر نیک عمل کی جزا ملے گی یعنی) ان ہمیشہ رہنے کے باغوں میں (جاویں گے) جن کا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے (اور) اس کے وعدہ کی ہوئی چیز کو یہ لوگ ضرور پہنچیں گے اس (جنت) میں وہ لوگ کوئی فضول بات نہ سننے پاویں گے (کیونکہ وہاں فضول بات ہی نہ ہوگی) بجز (فرشتوں اور ایک دوسرے کے) سلام (کرنے) کے (اور ظاہر ہے کہ سلام سے بہت ہی خوشی اور راحت ہوتی ہے تو وہ فضول نہیں) اور ان کو کھانا صبح و شام ملا کریگا (یعنی یہ تو معین طور پر ہوگا اور یوں دوسرے وقت بھی اگر چاہیں گے ملے گا) یہ جنت (جس کا ذکر ہوا) ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اس کا مالک ایسے لوگوں کو بناویں گے جو کہ خدا سے ڈرنے والے ہوں (جو مبنی ہے ایمان اور عمل صالح کا) آیت: ۶۴، کا شانِ نزول: صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ رسول اللہؐ نے جبرئیلؑ سے یہ آرزو ظاہر فرمائی کہ ذرا زیادہ آیا کرو، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور (ہم آپ کی درخواست کا جبرئیلؑ کی طرف سے جواب دیتے ہیں سنیے وہ یہ ہے کہ) ہم (یعنی فرشتے) بدون آپکے رب کے حکم کے وقتاً فوقتاً نہیں آسکتے اسی کی (ملک) ہمارے آگے کی سب چیزیں (مکان ہو یا زمان مکانی ہو یا زمانی) اور (اسی طرح) ہمارے پیچھے کی سب چیزیں اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں (آگے کا مکان تو جو منہ کے سامنے ہو اور پیچھے کا جو پشت کی طرف ہو اور مابین ذلک جس میں یہ شخص خود ہو اور آگے کا زمان جو مستقبل ہو اور پیچھے کا جو ماضی اور مابین ذلک جو زمانہ حال ہو) اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں (چنانچہ یہ سب امور آپ کو پہلے سے معلوم ہیں مطلب یہ کہ ہم تکویناً و تشریعاً مسخرِ امر ہیں اپنی رائے سے ایک مکان سے دوسرے مکان میں یا جب ہم چاہیں کہیں آجا نہیں سکتے لیکن جب ہمارا بھیجنا مصلحت ہوتا ہے حق تعالیٰ بھیج دیتے ہیں یہ احتمال نہیں کہ شاید کسی مصلحت کے وقت بھول جاتے ہوں) وہ رب ہے جو آسمانوں کا اور زمین کا اور ان سب چیزوں کا جو ان دونوں کے درمیان میں ہیں سو (جب ایسا حاکم و مالک ہے تو اے مخاطب) تو اس کی عبادت (اور اطاعت) کیا کر اور (ایک آدھ بار نہیں بلکہ) اس کی عبادت پر قائم رہ (اور اگر اس کی عبادت نہ کریگا تو کیا دوسرے کی عبادت کریگا) بھلا تو

www.toobaaelibrary.com

کسی کو اس کا ہم صفت جانتا ہے (یعنی کوئی اس کا ہم صفت نہیں تو لائق عبادت بھی کوئی نہیں، پس اسی کی عبادت کرنا ضرور ہوا) اور انسان (منکر آخرت) یوں کہتا ہے کہ میں جب مر جاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے قبر سے نکالا جاؤں گا (اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں کہ) کیا (یہ) انسان اس بات کو نہیں سمجھتا کہ ہم اس کو اس کے قبل (عدم سے) وجود میں لا چکے ہیں، اور یہ (اس وقت) کچھ بھی نہ تھا (جب ایسی حالت سے حیات کی طرف لانا آسان ہے تو دوبارہ حیات دینا تو بدرجۂ اولیٰ آسان ہے) سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم ان کو (قیامت میں زندہ کر کے موقف حشر میں) جمع کریں گے اور (ان کے ساتھ) شیاطین کو بھی (جو دنیا میں ان کے ساتھ رہ کر بہکاتے سکھاتے تھے جیسا دوسری آیت میں ہے قال قرینہٗ ربنا ما اطغیتہٗ) پھر ان (سب) کو دوزخ کے گرد اگرد اس حالت سے حاضر کریں گے کہ (مارے ہیبت کے) گھٹنوں کے بل گرے ہوں گے پھر (ان کفار کے) ہر گروہ میں سے (جیسے یہود و نصاریٰ و مجوس بت پرست) ان لوگوں کو جدا کریں گے جو ان میں سب سے زیادہ اللہ سے سرکشی کیا کرتے تھے (تاکہ ایسوں کو اوروں سے پہلے دوزخ میں داخل کریں) پھر (یہ نہیں کہ اس جدا کرنے میں ہم کو کسی تحقیقات کی ضرورت پڑے کیونکہ) ہم (خود) ایسے لوگوں کو خوب جانتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے زیادہ (یعنی اوّل) مستحق ہیں (پس اپنے علم سے ایسوں کو الگ کر کے اوّل ان کو پھر دوسرے کفار کو دوزخ میں داخل کریں گے اور یہ ترتیب صرف اوّلیت میں ہے، اور آخریت نہ ہونے میں تو سب مساوی ہیں اور جہنم کا وجود ایسا یقینی ہے کہ اس کا معائنہ سب مومن کافر کو کرایا جائے گا گو صورت اور غرض معائنہ کی مختلف ہوگی کفار کو بطور دخول کے اور تعذیب ابدی کے واسطے اور مؤمنین کو بطور عبور پل صراط اور زیادت شکر اور فرح کے واسطے کہ اس کو دیکھ کر جو جنت میں پہنچیں گے تو اور زیادہ شکر کریں گے اور خوش ہوں گے) اور (بعض گنہگاروں کو سزائے محدود کے لیے جو کہ درحقیقت تطہیر ہے اسی عموم معائنہ کی خبر دی جاتی ہے کہ) تم میں سے کوئی بھی نہیں جس کا اس پر گزر نہ ہو (کسی کا دخولاً اور کسی کا عبوراً) یہ (وعدہ کے موافق) آپ کے رب کے اعتبار سے (بطور) لازم (مؤکد کے) ہے جو (ضرور) پورا ہو کر رہے گا پھر (اس جہنم پر عبور سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس میں مومن و کافر برابر ہیں بلکہ) ہم ان لوگوں کو نجات دیدیں گے جو خدا سے ڈر (کر) ایمان لاتے تھے (خواہ اوّل ہی دفعہ میں نجات ہو جاوے جیسے مؤمنین کاملین کو اور خواہ بعد کسی قدر تکلیف کے جیسے کہ مؤمنین ناقصین کو) اور ظالموں کو (یعنی کافروں کو) اس میں (ہمیشہ کے لیے) ایسی حالت میں رہنے دیں گے کہ (مارے

www.toobaaelibrary.com

رنج وغم کے) گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے۔ اور جب ان منکر لوگوں کے سامنے ہماری (وہ) کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں (جن میں مؤمنین کا حق پر ہونا اور کفار کا باطل پر ہونا مذکور ہوتا ہے) تو یہ کافر لوگ مسلمان سے کہتے ہیں کہ (یہ بتلاؤ ہم) دونوں فریقوں میں (یعنی ہم میں اور تم میں دنیا میں) مکان کس کا زیادہ اچھا ہے اور محفل کس کی اچھی ہے (یعنی ظاہر ہے کہ خانگی اور مجلسی ساز وسامان اور اہل واعوان میں ہم بڑھے ہوئے ہیں۔ یہ مقدمہ تو محسوس ہے اور دوسرا مقدمہ عرفی ہے کہ انعام واحسان اور عطاءِ نعمت اس شخص کے لیے ہوتا ہے جو دینے والے کے نزدیک محبوب اور پسند ہو، ان دونوں مقدموں سے ثابت ہوا کہ ہم اللہ کے محبوب ومقبول ہیں اور تم مغضوب مخذول۔ آگے اللہ تعالیٰ ایک جواب الزامی اور ایک تحقیقی دیتے ہیں۔ پہلا جواب تو یہ ہے کہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں) اور (یہ نہیں دیکھتے کہ) ہم نے ان سے پہلے بہت سے ایسے ایسے گروہ (ہیبت ناک سزاؤں سے کہ بالیقین عذاب تھے) ہلاک کئے ہیں جو سامان اور نمود میں ان سے بھی (کہیں زیادہ) اچھے تھے (اس سے معلوم ہوا کہ مقدمہ ثانیہ غلط ہے بلکہ کسی حکمت اور مصلحت سے نعمت دنیویہ مبغوض ومردود کو بھی دی جاسکتی ہے، آگے دوسرا جواب ہے کہ اے پیغمبرؐ) آپ فرمادیجئے کہ جو لوگ گمراہی میں ہیں (یعنی تم) اللہ تعالیٰ ان کو ڈھیل دیتا چلا جارہا ہے (یعنی اس نعمت دنیوی میں یہ حکمت ہے کہ مہلت دیکر اتمام حجت کردے جیسا دوسری آیت میں ہے اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ الخ اور یہ مہلت چند روزہ ہے) یہاں تک کہ جس چیز کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جب اس کو دیکھ لیں گے خواہ عذاب کو (دنیا میں) خواہ قیامت کو (دوسرے عالم میں) سو (اس وقت) ان کو معلوم ہوجاوے گا کہ برا مکان کس کا ہے اور کمزور مددگار کس کے ہیں (یعنی دنیا میں جو اپنے اہلِ مجلس کو اپنا مددگار سمجھتے ہیں اور فخر کرتے ہیں وہاں معلوم ہوگا کہ ان میں کتنا زور ہے کیونکہ وہاں تو کسی کا کوئی زور ہوگا ہی نہیں۔ اسی کو اضعف فرمایا تھا) اور (مسلمانوں کا یہ حال ہے کہ) اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کو (دنیا میں تو) ہدایت بڑھاتا ہے (یعنی اصل سرمایہ یہ ہے کہ اگر اس کے ساتھ مال ودولت نہ ہو مضر نہیں) اور (آخرت میں ظاہر ہوگا کہ) جو نیک کام ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب میں بھی بہتر ہیں اور انجام میں بھی بہتر ہیں (پس ان کو ثواب میں بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی جن میں مکان اور باغات سب کچھ ہوں گے اور انجام ان اعمال کا ابدیت اور دوام ہے ان نعمتوں کا پس کیفیۃً وکمیۃً مسلمان ہی کی حالت اخیرہ بہتر ہوگی اور اخیر ہی کا اعتبار بھی ہے) (اے محمدؐ) بھلا آپ نے اس شخص (کی

www.toobaaelibrary.com

حالت) کو بھی دیکھا جو ہماری آیتوں کے ساتھا (جن کا حق یہ ہے کہ ان پر ایمان لایا جاتا جن میں سے آیات بعث بھی ہیں) کفر کرتا ہے اور (علیٰ سبیل الاستہزاء) کہتا ہے کہ مجھ کو (آخرت میں) مال اور اولاد ملیں گے (مطلب یہ کہ اس کی حالت بھی قابل تعجب ہے آگے اس کا رد ہے کہ) کیا یہ شخص غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد (اس بات کا) لے لیا ہے (یعنی اس دعوے کا علم آیا بلا واسطۂ اسباب ہوا ہے کہ علم غیب ہے یا بواسطہ اسباب ہوا ہے پھر چونکہ وہ دعویٰ حکم عقلی تو ہے نہیں بلکہ امر نقلی ہے، اس لیے صرف دلیل نقلی کہ اخبار خداوندی ہے اس کی دلیل ہو سکتی ہے سو دونوں طریق مفقود ہیں اوّل تو عقلاً بھی ممتنع ہے اور دوسرا وقوعاً منتفی ہے) ہرگز نہیں (محض غلط کہتا ہے اور) ہم اس کا کہا ہوا بھی لکھ لیتے ہیں (اور وقت پر یہ سزا دیں گے کہ) اس کے لیے عذاب بڑھاتے چلے جائیں گے اور اس کی کہی ہوئی چیزوں کے ہم مالک رہ جاویں گے (یعنی وہ دنیا سے مر جاوے گا اور اموال واولاد پر کوئی اس کا اختیار نہ رہے گا ہم ہی سب کے مالک رہیں گے اور قیامت میں ہم اس کو نہ دیں گے بلکہ) وہ ہمارے پاس (مال واولاد سے) تنہا ہو کر آئے گا اور ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اور معبود تجویز کر رکھے ہیں تاکہ ان کے لیے وہ (عنداللہ) باعث عزت ہوں (جیسا اس آیت میں حکایت ہے یَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ سو ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ وہ تو (قیامت میں خود) ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے (جیسا سورۂ یونس کے تیسرے رکوع میں گزر چکا قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ) اور (اُلٹے) ان کے مخالف ہو جاویں گے (قالاً بھی جیسا گزرا اور حالاً بھی کہ بجائے عزت کے سبب ذلت ہو جاویں گے ان معبودین میں اصنام بھی ہوں گے سو ان کا ناطق ہونا جیسا کہ یکفرون کا مقتضا ہے مثل نطق جوارح کے مستبعد ومستغرب نہیں۔ (آپ جو ان کی گمراہی سے غم کرتے ہیں تو) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے شیاطین کو کفار پر (ابتلاء) چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو (کفر وضلال پر) خوب اُبھارتے (اور اُکساتے) رہتے ہیں (پھر جو خود ہی اپنے اختیار سے اپنے بدخواہ کے بہکانے میں آجاوے اس کا کیوں غم کیا جاوے) سو (جب شیاطین ابتلاء مسلط ہوئے ہیں اور تعجیل سزائے مستحق میں ابتلاء رہتا نہیں تو) آپ ان کے لیے جلدی (عذاب ہونے کی درخواست) نہ کیجیے ہم ان کی باتیں (جن پر سزا ہوگی) خود شمار کر رہے ہیں، (اور سزا اس روز واقع ہوگی) جس روز ہم متقیوں کو رحمٰن (کے دارالنعیم) کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے (اور کوئی ان کا سفارشی بھی نہ ہوگا کیونکہ وہاں کوئی سفارش کا اختیار نہ رکھے گا مگر ہاں جس

www.toobaaelibrary.com

نے رحمان کے پاس سے اجازت لی ہے (وہ انبیاء و صلحاء ہیں اور اجازت خاص ہے مؤمنین کے ساتھ پس کفار محلِ شفاعت نہ ہوئے) اور یہ (کافر) لوگ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے اولاد (بھی) اختیار کر رکھی ہے (چنانچہ نصاریٰ کثرت سے اور یہود قلت سے اور مشرکین عرب اس عقیدہ فاسدہ میں مبتلا تھے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) تم نے (جو) یہ (بات کہی تو) ایسی سخت حرکت کی ہے کہ اس کے سبب کچھ بعید نہیں کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین کے ٹکڑے اڑ جاویں اور پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں اس بات سے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کی شان نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے (کیونکہ) جتنے کچھ بھی آسمانوں اور زمینوں میں ہیں سب خدا تعالیٰ کے روبرو غلام ہو کر حاضر ہوتے ہیں (اور) اس نے سب کو (اپنی قدرت میں) احاطہ کر رکھا ہے اور (اپنے علم سے) سب کو شمار کر رکھا ہے (یہ حالت تو ان کی فی الحال ہے) اور قیامت کے روز سب کے سب اس کے پاس تنہا تنہا حاضر ہوں گے (کہ ہر شخص خدا ہی کا محتاج اور محکوم ہوگا، پس اگر خدا کے اولاد ہو تو خدا ہی کی طرح وجوب وجود و لوازم وجوب کے ساتھ موصوف ہونا چاہئے اور خدا کی یہ صفات ہیں جو مذکور ہوئیں، عموم قدرت، عموم علم۔ اور غیر خدا کی یہ صفتیں ہیں انکسار و انقیاد جو ضد ہیں وجوب کے پھر ضدین کا اجتماع کیونکر ہو سکتا ہے) بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ (ان کی علاوہ نعم مذکورہ اخرویہ کے دنیا میں یہ نعمت دیگا کہ) ان کے لیے (خلائق کے دل میں) محبت پیدا کر دیگا سو (آپ ان کو یہ بشارت دیدیجئے کیونکہ) ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں اس لیے آسان کیا ہے کہ آپ اس سے متقیوں کو خوشخبری سنا دیں اور (نیز) اس سے جھگڑالو آدمیوں کو خوف دلا دیں اور (ان خوف کی چیزوں میں سے نعمت دنیویہ کا ایک یہ بھی مضمون ہے کہ) ہم نے اس کے قبل بہت سے گروہوں کو (عذاب و قہر سے) ہلاک کر دیا ہے (سو) کیا آپ ان میں سے کسی کو دیکھتے ہیں یا ان (میں سے کسی) کی کوئی آہستہ آواز سنتے ہیں (یہ کنایہ ہے بے نام و نشان ہونے سے سو کفار اس نعمت دنیویہ کے بھی مستحق ہیں گو کسی مصلحت سے کسی کافر کے لیے اس کا وقوع نہ ہو مگر اندیشہ کے قابل تو ہے۔

تلخیص و معارف و مسائل

آیت: ۵۳: اسی لیے حضرت ہارون کو ہبۃ اللہ بھی کہا جاتا ہے، اگلی آیتوں میں حضرت اسماعیل اور حضرت ادریس علیہما السلام کا ذکر ہے، ان میں ان کے زمانہ بعثت کی ترتیب نہیں رکھی گئی ہے وعدۂ خلافی کو حدیث میں نفاق کی علامت بتلایا گیا ہے سلسلہ کلام میں خاص خاص انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے

www.toobaaelibrary.com

ساتھ کوئی خاص وصف بھی ذکر کیا گیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ وصف دوسروں میں نہیں بلکہ اشارہ اسباب کی طرف ہے کہ ان میں یہ خاص صفت ایک امتیازی حیثیت رکھتی ہے حضرت اسماعیلؑ نے ایک شخص سے ایک جگہ ملنے کا وعدہ کیا وہ وقت پر نہ آیا تو اس کے انتظار میں تین دن اور بعض روایات میں ایک سال اس کا انتظار کرتے رہے۔ (مظہری)

ایک واقعہ ہمارے پیغمبرؐ کا بھی ترمذی میں بروایت عبداللہ بن ابی الخمساء آیا ہے کہ وعدہ کر کے تین دن تک اسی جگہ انتظار کرتے رہے (قرطبی) حدیث میں آیا ہے "وعدہ ایک قرض ہے" یہ دیانتاً واجب ہے نہ کہ قضاءً اصلاح کا کام اپنے اہل وعیال سے شروع کرنا چاہیے دوسروں کی اصلاح میں یہ چیز زیادہ مؤثر ہوتی ہے حضرت ادریسؑ حضرت آدمؑ کے بعد پہلے نبی ہیں، سب سے پہلے علم نجوم وحساب آپ کو عطا کیا گیا پہلے انسان ہیں جنھوں نے قلم سے لکھنا اور کپڑا سینا ایجاد کیا، ان سے پہلے عموماً لوگ جانوروں کی کھال لباس کی جگہ استعمال کرتے تھے بطور معجزہ ناپ تول کے طریقہ کے بھی موجد ہیں، اسلحہ کے بھی موجد ہیں اسلحہ ایجاد کر کے بنو قابیل سے جہاد کیا۔

آیت: ۵۸: سابقہ آیات میں چند اکابر انبیاء علیہم السلام کا ذکر خاص طور سے ان کی عظمت شان کے ساتھ کیا گیا ہے چوں کہ عوام سے انبیاء کی عظمت میں غلو کرنے کا خطرہ تھا جیسے یہود نے حضرت عزیز کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کو خدا ہی بنا دیا اس لیے آخر آیت میں اس مجموعہ کے بعد ان سب کا اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ گزار اور خوف وخشیت سے بھرپور ہونا مذکور ہوا تا کہ افراط وتفریط کے شکار نہ ہو جائیں (بیان القرآن)

آیت: ۵۹: خَلْف، بسکون اللام برے قائم مقام بری اولاد کے لیے اور بفتح لام خلف اچھے قائم مقام اچھی اولاد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نماز بے وقت پڑھنا یا بلا جماعت پڑھنا اضاعت نماز ہے اور گناہ عظیم ہے۔

آیت: ۶۲: بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا: جنت میں یہ نظام شمسی تو نہ ہوگا ایک قسم کی روشنی ہمہ وقت رہے گی مگر رات ودن اور صبح وشام کے امتیازات کسی خاص انداز سے ہوں گے یہ صبح وشام کی تخصیص کی وجہ انسانی عادت وفطرت کی بناء پر ہے کہ وہ صبح وشام کھانے پینے کا عادی ہوتا ہے، بعض کہتے ہیں کہ صبح وشام سے عموم مراد ہے۔

آیت: ۶۴: پیغمبرؐ نے حضرت جبرئیل امین سے یہ آرزو ظاہر فرمائی کہ ذرا زیادہ آیا کرو اس پر یہ

www.toobaaelibrary.com

آیت نازل ہوئی۔

آیت:۶۹: بعض مفسرین نے کہا ہے کہ جہنم میں داخلہ اس ترتیب سے ہوگا جس کا جرم سب سے زیادہ ہوگا وہ سب سے پہلے اس کے بعد دوسرے اور تیسرے درجہ کے مجرمین داخل جہنم کیے جائیں گے۔

آیت:۷۰: ورود سے مراد دخول ہے تو جہنم مومنین متقین کے لیے سلام بن جائے گی یا اس سے مراد عبور ہے یا مرور ہے (ابن مسعودؓ)

آیت:۷۳: اس آیت میں کفار کا وہ مغالطہ دہی بیان کیا ہے جو مسلمان کو دینا چاہتے ہیں، کہ یہ دنیا اور اس کا مال وزر اور یہ محفلیں خدم وحشم محبوبیت کی علامت ہے اگلی آیت ۷۴: میں اللہ نے انھیں جواب الزامی بھی دیا ہے اور تحقیقی بھی اصل دولت اعمال صالحہ ہیں جو باقیات ہیں۔

آیت:۷۷، ۷۸: حضرت خباب ابن الارت کا قرض عاص ابن وائل کے ذمہ تھا، جب یہ تقاضہ کے لیے گئے تو اس نے کہا کہ ہم یہ قرض جب ادا کریں گے کہ تم محمدؐ کا کفر وانکار کرو، انھوں نے کہا میں یہ کام نہیں کرسکتا جب تک کہ تم مرو پھر زندہ ہو، عاص نے کہا اچھا کیا میں مر کر پھر زندہ ہوں گا؟ اگر ایسا ہے تو بس تمہارا قرض بھی اسی وقت چکاؤں گا کیوں کہ اس وقت بھی میرے پاس مال اولاد ہوں گے (قرطبی) قرآن کریم نے اس احمق کا جواب آیت:۷۸ میں دیا ہے۔

آیت:۸۳: یہ شیاطین انھیں ان کی نظر ان کی خرابیوں پر نہیں ہونے دیتے ان کی خوبیاں ان کے دل پر مسلط کردیتے ہیں۔

آیت:۸۴: ان کی دن رات ایک ایک قدم ہر ہر لذت معدود ہے۔

آیت:۸۵: حدیث میں ہے کہ متقین اپنی من پسند سواریوں پر سوار ہوکر اعزاز کے ساتھ پہنچیں گے ان کے اعمال صالحہ ان کی مرغوب سواریوں کی صورت اختیار کرلیں گے۔

آیت:۸۸: تا:۹۲: اللہ تعالیٰ کی اولاد قرار دینے سے جن وانس کے علاوہ تمام مخلوقات بے اختیار ڈرتی ہیں اور یہ خطرہ محسوس کرتی ہیں کہ دور یزہ دریزہ ہوجائیں۔

آیت:۹۳: ایمان اور عمل صالح جب مکمل ہوں اور بیرونی عوارض سے خالی ہوں تو ان کا خاصہ ہے کہ مومنین صالحین میں باہم الفت ومحبت ہوجاتی ہے اور دیگر تمام لوگوں اور مخلوقات کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ ان کی محبت پیدا فرمادیتے ہیں۔

ارشاد رسالت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو پسند فرماتے ہیں تو جبرئیل سے کہتے ہیں کہ

www.toobaaelibrary.com

میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، پھر جبرئیل سارے آسمانوں میں اس کی منادی کرتے ہیں اس طرح سارے آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر یہ محبت زمین پر نازل ہوتی ہے (تو زمین والے سب اس سے محبوب خدا سے محبت کرنے لگتے ہیں) اور فرمایا کہ یہ آیت قرآن اس پر شاہد ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا. (روح المعانی، بخاری و مسلم و ترمذی وغیرہ عن ابی ہریرہؓ)

سورۂ طٰہٰ مکیۃ (۱۳۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا پیغمبرؐ نے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کرنے سے بھی دو ہزار سال پہلے سورۂ طٰہٰ اور یٰسین پڑھی (یعنی فرشتوں کو سنایا) تو فرشتوں نے کہا کہ بڑی خوش نصیب اور مبارک ہے وہ امت جس پر یہ سورتیں نازل ہوں گی اور مبارک ہیں وہ سینے جو ان کو حفظ کر چکے اور مبارک ہے وہ زبانیں جو ان کو پڑھیں گی (مسند دارمی)

یہی وہ سورت ہے جس کے ابتدائی چند الفاظ و آیات نے حضرت فاروق اعظم کے دل کی دنیا بدل دی۔

طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفَى ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝ وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ۝ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰٓى ۝ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰٓى ۝ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا تَسْعٰى ۝ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ۝ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ۝ قَالَ اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى ۝ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۝ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ۝ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرَى ۝ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

طٰہٰ (کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں) ہم نے آپ پر قرآن (مجید) اس لیے نہیں اُتارا کہ آپ تکلیف اُٹھائیں بلکہ ایسے شخص کی نصیحت کے لیے (اُتارا ہے) جو (اللہ سے) ڈرتا ہو یہ اس (ذات) کی طرف سے نازل کی گیا ہے جس نے زمین کو اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے (اور وہ بڑی رحمت والا عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہے (جو کہ اس کی شان کے لائق ہے اور ایسا ہے کہ) اسی کی ملک ہیں جو چیزیں آسمانوں میں اور جو چیزیں زمین میں ہیں اور جو چیزیں ان دونوں کے درمیان میں ہیں (یعنی آسمان سے نیچے اور زمین سے اوپر) اور جو چیزیں تحت الثریٰ میں ہیں (یعنی زمین کے اندر جو تر مٹی ہے جس کو ثریٰ کہتے ہیں جو چیز کہ اس کے نیچے ہے مراد یہ کہ زمین کی تہ میں جو چیزیں ہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت وسلطنت تھی) اور (علم کی یہ شان ہے کہ) اگر تم (اے مخاطب) پکار کر بات کہو تو (اس کے سننے میں تو کیا شبہ ہے) وہ تو (ایسا ہے کہ) چپکے سے کہی بات کو اور (بلکہ) اس بھی زیادہ خفی بات کو (یعنی جو ابھی دل میں ہے) جانتا ہے (وہ) اللہ ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود (ہونے کا مستحق) نہیں اس کے (بڑے) اچھے اچھے نام ہیں (جو اوصاف وکمالات پر دلالت کرتے ہیں سو قرآن ایسی ذات جامع الصفات کا نازل کیا ہوا ہے اور یقینی حق ہے) اور (اے محمدؐ) کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام کے قصہ) کی خبر پہنچی ہے (یعنی وہ سننے کے قابل ہے کہ اس میں توحید ونبوت کے متعلق علوم ہیں جن کی تبلیغ نافع ہوگی وہ قصہ یہ ہے کہ) جب کہ انہوں نے (مدین سے آتے ہوئے ایک رات کو جس میں سردی بھی تھی اور راستہ بھی بھول گئے تھے کوہ طور پر) ایک آگ دیکھی (کہ واقع میں وہ نور تھا مگر شکل آگ کی سی تھی) سو اپنے گھر والوں سے (جو صرف بی بی تھی یا خادم وغیرہ بھی) فرمایا کہ تم (یہاں ہی) ٹھہرے رہو (یعنی میرے پیچھے پیچھے مت آنا کیونکہ یہ تو احتمال ہی نہ تھا کہ بدون ان کے آگے سفر کرنے لگیں گے) میں نے ایک آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید میں اس میں سے تمہارے پاس کوئی شعلہ (کسی لکڑی وغیرہ میں لگا کر) لاؤں (تاکہ سردی کا علاج ہو) یا (وہاں) آگ کے پاس رستہ جاننے والا کوئی آدمی بھی) مجھ کو مل جاوے سو وہ جب اس (آگ) کے پاس پہنچے تو (ان کو منجانب اللہ) آواز دی گئی کہ اے موسیٰ میں تمہارا رب ہوں، پس تم اپنی جوتیاں اُتار ڈالو۔ (کیونکہ) تم ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں ہو (یہ اس میدان کا نام ہے) اور میں نے تم کو (نبی بنانے کے لیے منجملہ دیگر خلائق کے) منتخب فرمایا ہے سو (اس وقت) جو کچھ وحی کی جارہی ہے اس کو (غور سے) سُن لو (وہ یہ ہے کہ) میں اللہ ہوں میرے

www.toobaaelibrary.com

سوا کوئی معبود (ہونے کے لائق) نہیں، تو تم میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کے لیے نماز پڑھا کرو (دوسری بات یہ سنو کہ) بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو (تمام خلائق سے) پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں (اور قیامت اس لیے آوے گی) تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ ملاوے سو (جب قیامت کا آنا یقینی ہے تو) تم کو قیامت (کے لیے مستعد رہنے) سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پاوے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی (نفسانی) خواہشوں پر چلتا ہے (یعنی تم ایسے شخص کے اثر سے قیامت کے لیے تیاری کرنے سے بے فکر نہ ہو جانا) کہیں تو (اس بے فکری کی وجہ سے) تباہ نہ ہو جاؤ۔ اور (حق تعالیٰ نے موسیٰ سے یہ بھی فرمایا کہ) یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہے اے موسیٰ! انہوں نے کہا کہ یہ میری لاٹھی ہے میں (کبھی) اس پر سہارا لگاتا ہوں اور (کبھی) اس سے اپنی بکریوں پر (درختوں کے) پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی کام (نکلتے) ہیں (مثلاً کندھے پر رکھ کر اسباب وغیرہ لٹکا لینا یا اس سے موذی جانوروں کو دفع کرنا وغیرہ وغیرہ) ارشاد ہوا کہ اس (عصا) کو (زمین پر) ڈالو اے موسیٰ سو انہوں نے اس کو (زمین پر) ڈال دیا تو یکایک وہ (خدا کی قدرت سے) ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گیا (جس سے موسیٰ ڈر گئے) ارشاد ہوا کہ اس کو پکڑ لو اور ڈرو نہیں ہم ابھی (پکڑتے ہی) اس کو اس کی پہلی حالت پر کر دیں گے (یعنی یہ پھر عصا بن جاوے گا اور تم کو کوئی گزند نہ پہنچے گا، ایک معجزہ تو یہ ہوا) اور (دوسرا معجزہ اور دیا جاتا ہے کہ) تم اپنا (داہنا) ہاتھ اپنی (بائیں) بغل میں دے لو (پھر نکالو) وہ بلا کسی عیب (یعنی بلا کسی مرض برص وغیرہ) کے (نہایت) روشن ہو کر نکلے گا کہ یہ دوسری نشانی (ہماری قدرت اور تمہاری نبوت کی) ہوگی (اور یہ حکم لاٹھی کے ڈال دینے اور ہاتھ کو گریبان میں دینے کا اس لیے ہے) تاکہ ہم تم کو اپنی (قدرت کی) بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دکھلائیں (تو اب یہ نشانیاں لے کر) تم فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت حد سے نکل گیا ہے (کہ خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تم اس کو تبلیغ توحید کرو اور اگر نبوت میں شبہ کرے تو یہی معجزے دکھلا دو)

تلخیص معارف ومسائل

آیت ۲: لِتَشْقٰی، ابتداء نزول قرآن میں پیغمبرؐ اور صحابہ کرام تمام رات عبادت میں کھڑے رہتے تہجد میں تلاوت قرآن میں مشغول رہتے حتی کہ پائے مبارک متورم ہو جائے، اور کفار کی ہدایت کی فکر میں دن بھر رہتے اس آیت میں اسی مشقت سے بچانے کے لیے ارشاد فرمایا، نیز یہ فرمایا کہ آپ کا فریضہ صرف تبلیغ و دعوت ہے۔ رات دن قرآن میں مشغولی پر بعض کفار نے آوازے کسے کہ قرآن کیا نازل ہوا

www.toobaaelibrary.com

ایک مصیبت نازل ہوگئی۔

آیت:۳: میں اسی لیے فرمایا یہ احمق کیا جانیں کہ قرآن کیا ہے، یہ تو نصیحت اور خیر ہی خیر ہے، وہ علماء جو علوم قرآن میں منہمک رہتے ہیں قیامت میں ان کے لیے عظیم خوشخبری ہے مغفرت کی علماء سے مراد متقی علماء ہیں۔

آیت:۵: استواء علی العرش، یہ متشابہات میں سے ہے ایمان رکھنا چاہیے کہ یہ حق ہے بس۔

آیت:۶: تحت الثری کا علم حق تعالیٰ ہی کی مخصوص صفت ہے۔

آیت:۷: السِّرّ جو بات دل میں چھپی ہوئی ہو اور اخفی جو ابھی تک دل میں بھی نہیں آئی اور آئندہ کبھی آنے والی ہے۔

آیت:۹: حضرت موسیٰؑ کا قصہ اس مناسبت سے آرہا ہے کہ اوپر تبلیغ و دعوت کی مشقت کا ذکر ہوا تو بتلانا ہے کہ منصب رسالت و نبوت کی ادائیگی میں جو مشکلات آیا کرتی ہیں وہ انبیاء سابقین نے برداشت کیا ہے وہ آپ کے علم میں آجائے تاکہ مستعد و تیار رہیں۔

آیت:۱۰: جب حضرت موسیٰؑ مدین سے حضرت شعیبؑ سے رخصت ہو کر اپنی اہلیہ کو ساتھ لے کر (جو حاملہ تھیں) ملک شام کے بادشاہوں کے خطرے سے عام راستہ چھوڑ کر ایک غیر معروف راستہ اختیار کیا، اور جبل طور کی مغربی اور داہنی سمت جا نکلے سردی کی اندھیری رات اس حالت میں اہلیہ کو دردِ زہ شروع ہوا، حضرت موسیٰؑ نے سردی سے حفاظت کے لیے چقماق سے آگ جلانی چاہی مگر اس سے آگ نہ نکلی اسی حالت پریشانی و حیرانی میں کوہ طور پر آگ نظر آئی جو درحقیقت نور تھا قرآن کریم کی اس سورت میں یہاں سے اس واقعہ کا آغاز ہوتا ہے۔

آیت:۱۰: میں اُمْكُثُوْٓا، میں خطاب سے پتہ چلتا ہے کہ اہلیہ کے ساتھ اور بھی ہوں گے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی خادم بھی تھا، بہرحال جب اس آگ کے قریب پہنچے تو ایک عجیب و غریب منظر دیکھا کہ ایک بڑی آگ ہے جو ایک سرسبز درخت کے اوپر شعلے مار رہی ہے مگر اس درخت کے پتے یا شاخ جلتی تو کیا اور بھی پُررونق نظر آئی آپ اس انتظار میں رہے کہ کوئی چنگاری کوئی آگ کا ٹکڑا نیچے گرے تو اسے لے لیں جب دیر تک ایسا نہ ہوا تو کچھ تنکے جمع کر کے اس آگ کے قریب کیا کہ اس میں آگ لگ جائے، تو ان کا کام ہو جائے مگر جب تنکوں کو آپ کے قریب کیا وہ پیچھے ہٹ گئی اس عجیب و غریب آگ سے حیرت میں تھے کہ ایک غیبی آواز آئی۔

www.toobaaelibrary.com

آیت ۱۱: یہ آواز ہر طرف سے آرہی تھا اور صرف کان سے نہیں پورے اعضاء بدن سے سنی جارہی تھی یہ ایک معجزہ تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کو اسبات کے لیے مطمئن فرمادیا کہ یہ ندا ندائے الٰہی ہے، پھر یہ کہ سارے مناظر اور آواز کا آنا اور سارے بدن سے سنا جانا اس سے بھی یہی سمجھا گیا کہ یہ آواز حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے سوال کیا کہ میں یہ آواز سن رہا ہوں مگر یہ کلام خود آپ کا سن رہا ہوں، یا بواسطہ فرشتہ۔ جواب ملا کہ میں خود ہی کلام کررہا ہوں اس سے صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے یہ کلام نفسی بلاواسطہ فرشتہ سنا، جیسا کہ اہل السنت والجماعت میں سے ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ کلام نفسی بھی قدیم ہوتے ہوئے سنا جاسکتا ہے اس پر جو شبہ حدوث کا کیا جاتا ہے، اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ کلام نفسی اس وقت حادث ہوتا ہے جب کہ وہ مادّی زبان سے ادا کیا جائے جس کے لیے جسم جہت، سمت شرط ہے نیز سننے کے لیے صرف کان مخصوص ہیں حضرت موسیٰؑ نے جس طرح سنا اوپر گذرا وہ صورت احتمال حدوث سے پاک ہے۔

آیت ۱۲: چوں کہ آپ مقدس وادی طوٰی میں تھے اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلام تھے مقام اور مقتضاء ادب یہی تھا کہ جوتے اتار دیں مصلحت یہ تھی کہ آپ کے پاؤں اس مبارک وادی کی مٹی سے لگ کر اس کی برکت حاصل کریں بعض نے کہا ہے کہ خشوع وخضوع کے لیے تھا۔

جوتے اگر پاک ہوں تو نماز پڑھنی درست ہے پیغمبرؐ اور صحابہ سے جوتا پہن کر نماز پڑھنا صحیح روایت سے ثابت بھی ہے مگر عام عادت اور سنت یہی معلوم ہوتی ہے کہ جوتے اتار کر نماز پڑھی جاتی تھی کہ وہ اقرب الی التواضع ہے (قرطبی) اللہ تعالیٰ نے جیسے بیت اللہ مسجد اقصیٰ، مسجد نبوی کو خاص امتیاز وشرف بخشا ہے انہی مقامات مقدسہ میں یہ وادی طوٰی بھی ہے۔

آیت ۱۳: آداب قرآن میں سے یہ ہے کہ بوقت تلاوت قرآن انسان تمام اعضاء کو فضول حرکت سے روکے، نظر نیچی رکھے دھیان سے سمجھنے کی غرض سے سنے اس طرح اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق بھی دیدیتے ہیں۔

آیت ۱۴: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام اصول دین کی تعلیم دیدی توحید رسالت آخرت فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحٰى میں رسالت کی طرف اشارہ ہے، فَاعْبُدْنِيْ میں توحید کا مضمون ہے فاعبدنی میں اگرچہ نماز کا حکم بھی داخل ہے چوں کہ نماز عبادات میں افضل واعلیٰ ہے اسلئے اسے جداگانہ بیان

www.toobaaelibrary.com

فرمایا اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ میں آخرت کا بیان ہے۔ لِذِكْرِيْ نماز کی روح ذکر اللہ ہے، اور نماز اوّل سے آخر تک ذکر ہی ذکر ہے، زبان سے بھی اور دیگر اعضاء سے بھی۔ اگر کسی وجہ سے نماز قضا ہو جائے تو فوراً ہی قضا پڑھ لی جائے۔

آیت:۱۵: اَكَادُ: اگر لوگوں کو قیامت و آخرت کی فکر دلا کر ایمان و عمل صالح پر ابھارنا مقصود نہ ہوتا تو اتنی بات بھی نہ ظاہر کی جاتی کہ قیامت آنے والی ہے تاکہ لوگ اپنی سعی عمل میں لگے رہیں، غافل نہ بیٹھیں (اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ) مقصود اخفاء قیامت میں مبالغہ کرنا ہے، دنیا دار الجزاء نہیں ہے اس کے لیے کوئی ایسا وقت آنا ہے جہاں اعمال نیک و بد کی جزا و سزا دی جائے۔

آیت:۱۶: نبی تو معصوم ہوتا ہے یہ خطاب اور تنبیہ کہ قیامت سے غفلت نہ ہو در اصل امت اور عام مخلوق کو سنانا ہے۔

آیت:۱۷: اس سوال سے در اصل اس ہیبت و وحشت کو دور کرنا ہے (اور لطف اور خاص مہربانی کا آغاز ہے) جو حیرت انگیز، مناظر کے دیکھنے اور کلام ربانی کے سننے سے پیدا ہوئی تھی یہ ایک دوستانہ انداز کا خطاب ہے، نیز یہ حکمت بھی ہے کہ اس عصا کو آگے سانپ اور اژدہا بنانا ہے اس سے معجزات متعلق ہیں، اس لیے متنبہ کیا کہ دیکھ لو تمہارے ہاتھ میں کیا ہے، جب دیکھ لیا تب سانپ بنانے کا معجزہ ظاہر کیا، ورنہ رات میں احتمال ہوتا کہ میں لاٹھی کی جگہ سانپ ہی پکڑ لایا ہوں۔

آیت:۱۸: سوال کے جواب میں ہی عصا کافی تھا مگر جواب زیادہ دیا اس طویل جواب میں عشق و محبت اور اس کے ساتھ رعایت ادب کی جامعیت کا کمال ظاہر ہوتا ہے تقاضائے عشق تو یہ ہے کہ جب محبوب مہربان ہو کر متوجہ ہو تو امتداد افادیت کے لیے سلسلہ کلام دراز ہو مگر ساتھ ہی ادب کا تقاضا یہ بھی ہے کہ بے تکلف ہو کر کلام زیادہ طویل بھی نہ ہو اس لیے اخیر میں مختصر کر دیا ولی فیها مَاٰرِبُ اخرٰی اس سے معلوم ہوا کہ ضرورتاً سوال کے جواب میں زائد بات بھی بیان کر دی جائے نیز عصا رکھنا سنت انبیاء ہے اور بے شمار دینی اور دنیوی فوائد ہیں۔ (قرطبی)

آیت:۲۰: حَيَّةٌ قرآن میں ایک جگہ "جَانٌّ" اور ایک جگہ ثعبان فرمایا جانّ بھی ہلکے پتلے سانپ کو "ثعبان" موٹے بڑے اژدہے کو، اور حَيَّةٌ ہر چھوٹے بڑے موٹے پتلے کو، یہ عام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ابتداء میں تو چھوٹا اور پتلا تھا۔ بعد میں موٹا اور بڑا ہو گیا یا یہ کہ سانپ تو تھا بڑا اژدہا ہی مگر اسے جان اسے اس کی سرعت رفتار کے لحاظ سے کہہ دیا کہ عام عادت کے خلاف یہ بہت تیز رفتار

www.toobaaelibrary.com

تھا، اور کَاَنَّهَا جَآنٌّ میں اشارہ بھی تشبیہ سے اسی طرف ہے۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۝ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۝ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ۝ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ۝ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ ۭ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلٰي عَيْنِيْ ۝ اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي مَنْ يَّكْفُلُهٗ ۭ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۭ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۙ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰي قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ۝ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ۝ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۝ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ۝ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ۝ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۝ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۡ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ۝ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ۝ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ۝ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ۝ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(جب موسیٰؑ کو معلوم ہوا کہ مجھ کو پیغمبر بنا کر فرعون کی فہمائش کے لیے بھیجا جا رہا ہے تو اس وقت اس منصب عظیم کے مشکلات کی آسانی کے لیے درخواست کی اور) عرض کیا کہ اے میرے رب میرے حوصلہ (اور زیادہ) فراخ کر دیجئے (تبلیغ میں انقباض یا تکذیب ومخالفت میں ضیق نہ ہو) اور میرا (یہ) کام (تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے (اسباب تبلیغ کے مجمع اور موانع تبلیغ کے مرتفع ہو جاویں) اور میری زبان پر سے بستگی (لکنت کی) ہٹا دیجئے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں، اور میرے واسطے میرے کنبے میں سے ایک معاون مقرر کر دیجئے یعنی ہارون کو جو میرے بھائی ہیں ان کے ذریعہ سے میری قوت کو مستحکم کر دیجئے اور ان کو میرے (اس تبلیغ کے) کام میں شریک کر دیجئے (یعنی ان کو بھی نبی بنا کر مامور بالتبلیغ کیجئے کہ ہم دونوں تبلیغ کریں اور میرے قلب کو قوت پہنچے) تاکہ ہم دونوں (مل کر تبلیغ ودعوت کے وقت) آپ کی

www.toobaaelibrary.com

خوب کثرت سے پاکی (شرک ونقائص سے) بیان کریں اور آپ (کے اوصاف وکمال) کا خوب کثرت سے ذکر کریں (کیونکہ اگر دو شخص مبلغ ہوں گے تو ہر شخص کا بیان دوسرے کی تائید سے وافر اور متکاثر ہوگا) بیشک آپ ہم کو (اور ہمارے حال کو) خوب دیکھ رہے ہیں (اس حالت سے ہماری احتیاج اس امر کی کہ ایک دوسرے کے معاون ہوں آپ کو معلوم ہے) ارشاد ہوا کہ تمہاری (ہر) درخواست (جو کہ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ الخ میں مذکور ہے) منظور کی گئی اے موسیٰ! ہم تو اور دفعہ اور بھی (اس کے قبل بے درخواست ہی) تم پر احسان کر چکے ہیں جب کہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام سے بتلائی جو (بوجہ مہتم بالشان ہونے کے) الہام سے بتلانے کے (قابل) تھی (وہ) یہ کہ موسیٰ کو (جلادوں کے ہاتھ سے بچانے کے لیے) ایک صندوق میں رکھو، پھر ان کو (مع صندوق کے) دریا میں (جس کی ایک شاخ فرعون کے محل تک بھی گئی تھی ڈال دو پھر دریا ان کو (مع صندوق کے) کنارہ (کے پاس) تک لے آویگا کہ (آخرکار) ان کو ایک ایسا شخص پکڑیگا جو (کافر ہونے کی وجہ سے) میرا بھی دشمن ہے اور ان کا بھی دشمن ہے (خواہ فی الحال بوجہ اس کے کہ سب بچوں کو قتل کرتا تھا خواہ آئندہ ان کا خاص طور پر دشمن ہوگا) اور (جب صندوق پکڑا گیا اور تم اس میں سے نکالے گئے تو) میں نے تمہارے (چہرے کے) اوپر اپنی طرف سے ایک اثر محبت ڈال دیا (تاکہ جو تم کو دیکھے پیار کرے) اور تاکہ تم میری (خاص) نگرانی میں پرورش پاؤ۔ (یہ اس وقت کا قصہ ہے) جب کہ تمہاری بہن (تمہاری تلاش میں فرعون کے گھر) چلتی ہوئی آئیں، پھر (تم کو دیکھ کر اجنبی بن کر) کہنے لگیں (جب کہ تم کسی انا کا دودھ نہ پیتے تھے) کیا تم لوگوں کو ایسے شخص کا پتہ دوں جو اس کو (اچھی طرح) پالے رکھے (چنانچہ ان لوگوں نے چونکہ ان کو تلاش تھی منظور کیا اور تمہاری بہن تمہاری ماں کو بلا کر لائیں) پھر (اس تدبیر سے) ہم نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پھر پہنچا دیا تاکہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کو غم نہ رہے (جیسا تھوڑے عرصہ تک فراق سے مغموم رہیں) اور (بڑے ہونے کے بعد ایک اور احسان کیا کہ) تم نے (غلطی سے) ایک شخص (قبطی) کو جان سے مار ڈالا (جس کا قصہ سورۂ قصص میں ہے اور مار کر غم ہوا خوف عقاب سے بھی اور خوف انتقام سے بھی) پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی (خوف عقاب سے تو اس طرح کہ استغفار کی توفیق دی اور اس کو قبول کیا اور خوف انتقام سے اس طرح کہ مصر سے مدین پہنچا دیا) اور (مدین پہنچنے تک) ہم نے تم کو خوب خوب محنتوں میں ڈالا (اور پھر ان سے خلاصی دی جنکا ذکر سورۂ قصص میں ہے کہ خلاصی دینا بھی منت ہے اور خود التفات بھی بوجہ

www.toobaaelibrary.com

اس کے وہ سبب ہے حصولِ اخلاق حمیدہ وملکاتِ فاضلہ کا مستقل احسان ہے) پھر (مدین پہنچے اور) مدین والوں میں کئی سال رہے پھر ایک خاص وقت پر (جو میرے علم میں تمہاری نبوت اور ہم کلامی کے لیے مقدر تھا) تم (یہاں) آئے اے موسیٰ اور (یہاں آنے پر) میں نے تم کو اپنے (نبی بنانے کے) لیے منتخب کیا (سو اب) تم اور تمہارے بھائی (دونوں میری نشانیاں (یعنی معجزات کہ اصل دو معجزے ہیں عصا و ید بیضا اور ہر ایک میں وجوہ اعجاز متعدد ہیں) لے کر (جس موقع کے لیے حکم ہوتا ہے) جاؤ اور میری یادگاری میں (خواہ خلوت میں خواہ تبلیغ کے وقت) سستی مت کرنا (اب موقع جانے کا بتلایا جاتا ہے کہ) دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت نکل چلا ہے پھر (اس کے پاس جا کر) اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا شاید وہ (رغبت سے) نصیحت قبول کر لے یا (عذاب الٰہی سے) ڈر جاوے (اور اس سے مان جاوے) (جب یہ حکم دونوں صاحبوں کو پہنچ چکا تو) دونوں نے عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار (ہم تبلیغ کے لیے حاضر ہیں لیکن) ہم کو اندیشہ ہے کہ (کہیں) وہ ہم پر (تبلیغ سے پہلے ہی) زیادتی نہ کر بیٹھے (کہ تبلیغ ہی رہ جاوے) یا یہ کہ (عین تبلیغ کے وقت اپنے کفر میں) زیادہ شرارت نہ کرنے لگے (کہ اپنی بک بک میں تبلیغ نہ سننے نہ سننے دے جس سے وہ عدم تبلیغ کے برابر ہو جاوے) ارشاد ہوا کہ (اس امر سے مطلق) اندیشہ نہ کرو (کیونکہ) میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سب سنتا دیکھتا ہوں (میں تمہاری حفاظت کروں گا اور اس کو مرعوب کر دوں گا جس سے پوری تبلیغ کر سکو گے جیسا دوسری آیت میں ہے نجعل لکما سلطانا) سو تم (بے خوف وخطر) اس کے پاس جاؤ اور (اس سے) کہو کہ ہم دونوں تیرے پروردگار کے فرستادے ہیں (کہ ہم کو نبی بنا کر بھیجا ہے) سو (تو ہماری اطاعت کر اصلاح عقیدہ میں بھی کہ توحید کی تصدیق کر اور اصلاح اخلاق میں بھی کہ ظلم وغیرہ سے باز آ اور) بنی اسرائیل کو (جن پر تو ناحق ظلم کرتا ہے اپنے پنجۂ ظلم سے رہا کر کے) ہمارے ساتھ جانے دے (کہ جہاں چاہیں اور جس طرح چاہیں رہیں) اور ان کو تکلیفیں مت پہنچا (اور) ہم (جو دعویٰ نبوت کا کرتے ہیں تو خالی خولی نہیں بلکہ ہم) تیرے پاس تیرے رب کی طرف سے (اپنی نبوت کا) نشان (یعنی معجزہ بھی) لائے ہیں اور (تصدیق اور قبول حق کا ثمرہ اس قاعدہ کلیہ سے معلوم ہوگا کہ) ایسے شخص کے لیے (عذاب الٰہی سے) سلامتی ہے جو (سیدھی) راہ پر چلے (اور تکذیب ورد حق کے باب میں) ہمارے پاس یہ حکم پہنچا ہے کہ (اللہ کا) عذاب (قہر کا) اس شخص پر ہوگا جو (حق کو) جھٹلاوے اور (اس سے) روگردانی کرے (غرض یہ سارا مضمون جا کر اس سے کہو چنانچہ دونوں حضرات تشریف لے گئے اور

www.toobaaelibrary.com

جا کر اس سے سب کہہ دیا) وہ کہنے لگا کہ پھر (یہ تو بتلاؤ کہ) تم دونوں کا رب کون ہے (جس کے تم اپنے کو فرستادہ بتلاتے ہو) اے موسیٰ (جواب میں) موسیٰ نے کہا کہ ہمارا (دونوں کا بلکہ سب کا) رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر (ان میں جو جاندار چیزیں تھیں ان کو ان کے منافع و مصالح کی طرف) رہنمائی فرمائی (چنانچہ ہر جانور اپنی مناسب غذا اور جوڑہ اور مسکن وغیرہ ڈھونڈ لیتا ہے پس وہی ہمارا بھی رب ہے) فرعون نے (اس پر شبہ کیا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی اور) کہا کہ اچھا تو پہلے لوگوں کا کیا حال ہوا (جو انبیاء کی تکذیب کرتے تھے ان پر کون سا عذاب نازل ہوا) موسیٰ نے فرمایا (کہ میں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ عذاب موعود دنیا ہی میں آنا ضرور ہے بلکہ کبھی دنیا میں بھی آجاتا ہے اور آخرت میں ضرور ہی ہوگا چنانچہ) ان لوگوں (کی بداعمالیوں) کا علم میرے پروردگار کے پاس دفتر (اعمال) میں (محفوظ) ہے (گو ان کو دفتر کی حاجت نہیں مگر بعض حکمتوں سے ایسا ہی کیا گیا ہے۔ غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے اعمال معلوم ہیں اور) میرا رب (ایسا جاننے والا ہے کہ) نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے (پس اس کے اعمال کا صحیح صحیح علم اس کو حاصل ہے مگر عذاب کے لیے وقت مقرر کر رکھا ہے جب وہ وقت آوے گا وہ عذاب ان پر جاری کر دیا جاوے گا، پس دنیا میں عذاب نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفر و تکذیب علت عذاب کی نہ ہو یہاں تک موسیٰ کی تقریر ہو چکی آگے اللہ تعالیٰ اپنی شان ربوبیت کی کچھ تفصیل بیان فرماتے ہیں جس کا ذکر اجمالاً موسیٰ علیہ السلام کے اس کلام میں تھا رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی الخ علمها عند ربی الخ. لَایَضِلُّ رَبِّیْ الخ. چنانچہ ارشاد ہے کہ) وہ (رب) ایسا ہے جس نے تم لوگوں کے لیے زمین کو (مثل) فرش (کے بنایا (کہ اس پر آرام کرتے ہو) اور اس (زمین) میں تمہارے (چلنے کے) واسطے رستے بنائے اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے اقسام مختلفہ کے نباتات پیدا کیے (اور تم کو اجازت دی کہ) خود (بھی) کھاؤ اور اپنے مویشی کو (بھی) چراؤ ان سب (مذکورہ) چیزوں میں اہل عقل کے (استدلال کے) واسطے (قدرت الٰہیہ کی) نشانیاں ہیں۔

تلخیص معارف و مسائل

نبوت کے منصب عظیمہ کی مشکلات کی آسانی کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چار دعائیں کیں۔ علامۂ تفسیر میں اس پر اختصار اور جامعیت کے ساتھ مضمون آگیا ہے، تیسری دعاء، بندش زبان کو کھولنے کی کی۔ س کا واقعہ یہ ہوا کہ جب آپ کا دودھ چھڑا دیا گیا، اور آپ اپنی والدہ کے پاس حضرت آسیہ (جو

www.toobaaelibrary.com

فرعون کی بیوی تھیں) کے پاس (جنہوں نے آپ کو اپنا بیٹا بنالیا تھا) رہنے لگے، اس عرصہ میں ایک روز ایک واقعہ پیش آیا کہ آپ نے فرعون کی ڈاڑھی پکڑلی اور اس کے منہ پر جو ہاتھ لگایا تو وہ (نبی کا ہاتھ تھا) ایک زوردار طمانچہ کا کام کر گیا، فرعون کو غصہ آ گیا اور اس نے قتل کرنا چاہا، آسیہ نے کہا، شاہا! آپ بچے کے اس عمل کا خیال کرنے لگے، جسے کسی چیز کی عقل نہیں، اس کا تجربہ کرلیں چناں چہ اس تجربہ کے لیے ایک طشت میں آگ کے انگارے اور دوسرے میں جواہرات رکھ کر حضرت موسیٰ کے سامنے رکھ دیے۔ آگ کا انگارا اور جواہرات رنگ کے اعتبار سے ایک ہوتے ہیں خیال یہ تھا کہ بچہ، انگارے کو خوبصورت دیکھ کر اسی طرف ہاتھ بڑھائے گا اور بچپن کی نادانی ہی ہوگی، اس سے فرعون کو تجربہ ہوجائے گا اور اطمینان ہوجائے گا مگر یہ حضرت کوئی ایسے ویسے بچے تو تھے نہیں ہونے والے رسول اور پیغمبر تھے، جن کی فطرت یوم اول سے غیر معمولی ہوتی ہے، آپ نے بجائے آگ کے جواہرات کے طرف ہاتھ بڑھانا چاہا مگر جبریل امین نے ان کا ہاتھ آگ کے طشت میں ڈالدیا، اور پھر آپ نے آگ کا انگارہ اٹھا کر منہ میں ڈال لیا جس سے زبان جل گئی، اسی واقعہ سے آپ کی زبان میں ایک قسم کی لکنت کی تکلیف ہوگئی جسے قرآن نے عُقْدَة کہا ہے، اسی عقدہ کو کھولنے کی آپ نے دعا کی۔ (فرعون کو یقین ہوگیا وہ طمانچہ بچپن کی بے خبری کے سبب تھا (مظہری و قرطبی) منصب نبوت و رسالت میں فصاحت و طلاقت لسانی بھی ضروری ہوتی ہے۔

حضرت موسیٰ نے اپنے ساتھ شرکت کے لیے حضرت ہارون کے لیے جو دعا کی اس میں یہ بھی فرمایا: هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا "اس سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ لکنت کا اثر باقی رہ گیا تھا اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ آپ نے دعا میں صرف اتنا عرض کیا تھا، " یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ "تو اتنی لکنت دور کردی گئی اس لیے قبولیت دعا کے منافی بھی نہیں نیز سورۂ زخرف میں فرعون کی زبانی کہلایا گیا جب اس نے عیب لگایا کہ یہ تو قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتے، (وَلَا یَكَادُ یُبِیْنُ) جس سے معلوم ہوا کہ لکنت کا اثر زبان میں رہ گیا تھا۔

تین دعائیں تو اپنی ذات کے متعلق تھیں، اور چوتھی دعا " وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ " اعمال رسالت کو انجام دینے کے لیے اسباب جمع کرنے سے متعلق ہے یعنی کوئی اور معاون ہو، اسے حضرت موسیٰ کا کمال عقل معلوم ہوا کیوں کہ کسی تحریک کی کامیابی کے لیے مشاہدہ کے مطابق اعوان و انصار بڑی اہمیت رکھتے ہیں پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کو حکومت دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حکومت اچھی طرح چلائے تو اسے نیک وزیر دیدیتے ہیں الخ (نسائی عن القاسم بن محمد)

www.toobaaelibrary.com

"مِنْ اَهْلِيْ" کیوں کہ خاندان کے آدمی کے اخلاق وطبائع دیکھے بھالے ہوتے ہیں، باہم مناسبت والفت بھی ہوتی ہے (بشرطیکہ وہ باصلاحیت بھی ہو اس زمانے میں اقربا پروری کی وجہ سے وزیر ومعاون رکھے جاتے ہیں صلاحیت پیش نظر نہیں ہوتی اس لیے فائدہ بھی نہیں ہوتا، اور اسے مذموم بھی سمجھا جاتا ہے)

حضرت ہارون حضرت موسیٰ سے تین یا چار سال بڑے تھے آپ کی دعا پر حضرت ہارون کو مصر ہی میں (اس وقت یہ مصر میں تھے) بذریعہ فرشتہ اطلاع مل گئی، اور جب حضرت موسیٰ کو فرعون کی تبلیغ کے لیے مصر روانہ کیا گیا تو حضرت ہارون کو ہدایت کردی گئی کہ وہ مصر سے باہر ان کا استقبال کریں اور ایسا ہی ہوا (قرطبی)

رسالت تو اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے عطا ہوتی ہے، اس لیے کار رسالت میں شرکت کے لیے الگ سے دعا کی۔ معلوم ہوا کہ صالح رفقاء ذکر وعبادت میں بھی مددگار ہوتے ہیں اس لیے ذاکر وشاغل کو سازگار ماحول کی تلاش بھی ہونی چاہیے۔

آیت :۳۸: "وحی" کے لغوی معنی ایسے خفیہ کلام کے ہیں جو صرف مخاطب کو معلوم ہو، دوسرے اس پر مطلع نہ ہوں اس لغوی معنی کے اعتبار سے وحی کسی کے لیے مخصوص نہیں۔ نبی اور رسول، عام مخلوق، بلکہ جانور تک اس میں شامل ہو سکتے ہیں یہاں اسی معنی لغوی کے اعتبار سے ہے۔ اسی لیے حضرت تھانویؒ نے ترجمہ میں الہام کا لفظ اختیار فرمایا وحی الہام اس شخص کی ذات سے متعلق ہوتا ہے اس کا تعلق اصلاح خلق اور دعوت تبلیغ سے نہیں ہوتا۔ بخلاف وحی نبوت کے، حضرت موسیٰ کی ماں کے نام میں بڑا اختلاف ہے، بعض نے یوحانذ بتلایا ہے وغیرہ وغیرہ۔

آیت :۳۹: "فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ" دریا کے بے شعور ہونے کی وجہ سے بعض حضرات نے فَلْيُلْقِهِ کے بارے میں فرمایا کہ بظاہر امر ہے مگر اس سے مراد حکم نہیں بلکہ خبر دینا ہے یعنی دریا اسے کنارہ پر ڈالدے گا، مگر علماء محققین کے نزدیک یہ امر ہی ہے اور اس کا مخاطب دریا بھی ہے، کیوں کہ دنیا کی کوئی مخلوق بے عقل وبے شعور نہیں یہی عقل وادراک تو ہے جس کے سبب سب مخلوقات قرآن کی تسبیح میں مشغول ہیں" وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (اسرا)

عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ" ظاہر ہے کہ اس سے مراد فرعون ہے، فرعون حضرت موسیٰؑ کا دشمن یا تو انجام کار کے اعتبار سے تھا، یا یہ کہ وہ تو اس وقت بھی دشمن تھا، پرورش وغیرہ تو حضرت آسیہ کی خاطر

.www.toobaaelibrary.com

گوارا کی تھی اور شب ہو جانے پر اسی وقت قتل کرنا چاہا تھا۔

آیت: ۴۰: وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا "یعنی ہم نے آپ کی آزمائش بار بار کی، (حضرت موسیٰ کا مفصل قصہ) اس عنوان کے تحت "حَدِيْثُ الْفُتُوْنِ" نام سے طویل حدیث، جو سنن نسائی کتاب التفسیر میں ہے، مفسر ابن کثیر نے اپنی تفسیری کتاب میں اسے پورا نقل کیا ہے، صاحب معارف القرآن، حضرت مفتی صاحب نے اس "حدیث الفتون" کا پورا ترجمہ اور اس کے ضمن میں عملی فوائد درج کیے ہیں جو معارف کے پچپن صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں! ہم یہاں اختصار قلم انداز کرتے ہیں، اس پورے واقعہ کی پوری تفصیلات انشاء اللہ عنقریب الگ رسالہ کی شکل میں شائع کر کے مذر قارئین کریں گے۔

آیت: ۴۴: اس آیت میں پیغمبرانہ دعوت کا ایک اہم اصول بتلایا گیا ہے فریق مخالف خواہ کتنا ہی غلط اور سرکش ہو لازم ہے کہ اس کے ساتھ بھی ہمدردانہ انداز سے نرم بات کریں۔ آج کل جو اہل علم اپنے اختلافات میں ایک دوسرے کے خلاف زبان درازی اور الزام تراشی کو اسلام کی خدمت سمجھ بیٹھے ہیں انہیں اس پر غور کرنا چاہیے۔

آیت: ۴۵: اللہ تعالیٰ نے اطمینان کے سارے وعدے فرما دیے تھے مگر یہ ایک مبہم وعدہ تھا کہ غلبہ سے مراد مادی غلبہ یا حجت و دلیل کا غلبہ، پھر یہ کہ شرح صدر کے لیے لازم نہیں کہ طبعی خوف بھی جاتا رہے طبعی خوف جو بمقتضائے بشریت، انبیاء میں بھی ہوتا ہے، وہ اس کے منافی نہیں۔

آیت: ۵۰: ہدایت ایک تشریعی ہے اور ایک تکوینی یہاں مراد ہدایت تشریعی ہے جس کے مخاطب اہل عقول انسان اور جنات ہی ہوتے ہیں۔

آیت: ۵۱: میں فرعون کا ایک سوال ہے مقصد تھا کہ ان کے جواب سے لوگوں کو بدگمان کرنے کا موقعہ مل جائے گا، مگر پیغمبر خدا نے اس کا ایسا حکیمانہ جواب دیا جس سے اس کا منصوبہ غلط ہو گیا۔

آیت: ۵۴: "اَلنُّهٰى" نُهْيَةٌ کی جمع ہے نُهْيَةٌ عقل کو اس لیے کہتے ہیں کہ وہ انسان کو برے اور مضر کاموں سے روکتی ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ۝ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ۝ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ۝ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ۝ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ۝ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ۝ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ

www.toobaaelibrary.com

بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۝ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوٰى ۝ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ
يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ۝ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا
صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ۝ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝
قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ
خِيْفَةً مُّوْسٰى ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ۝ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۚ اِنَّمَا
صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۚ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ۝ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ۝ قَالَ
اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ
وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۝ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا
مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا
لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ
مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰۗىِٕكَ
لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا
مَنْ تَزَكّٰى ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(اور جس طرح نباتات کو زمین سے نکالتے ہیں اسی طرح) ہم نے تم کو اسی زمین سے (ابتدا میں) پیدا کیا، (چنانچہ آدم علیہ السلام کی سے بنائے گئے سو ان کے واسطے سے سب کا مادہ بعید خاک ہوئی) اور اسی میں ہم تم کو (بعد موت) لے جاویں گے (چنانچہ کوئی مردہ کسی حالت میں ہو لیکن آخر کو گو مدتوں کے بعد سہی مگر مٹی میں ضرور ملے گا) اور (قیامت کے روز) پھر دوبارہ اسی سے ہم تم کو نکالیں گے (جیسا پہلی بار اس سے پیدا کر چکے ہیں) اور ہم نے اس (فرعون) کو اپنی (وہ) سب ہی نشانیاں دکھلائیں (جو کہ موسیٰ کو عطا ہوئی تھیں) سو وہ (جب بھی) جھٹلایا ہی کیا اور انکار ہی کرتا رہا (اور) کہنے لگا کہ اے موسیٰ تم ہمارے پاس (یہ دعویٰ لے کر) اس واسطے آئے ہو (گے) کہ ہم کو ہمارے ملک سے اپنے جادو (کے زور) سے نکال باہر کرو (اور خود عوام کو فریفتہ اور تابع بنا کر رئیس بن جاؤ) سو اب ہم بھی تمہارے مقابلے میں ایسا ہی جادو لاتے ہیں تو ہمارے اور اپنے درمیان میں ایک وعدہ مقرر کر لو جس کو نہ ہم خلاف کریں اور نہ تم خلاف کرو کسی ہموار میدان میں (تاکہ سب دیکھ لیں) موسیٰ نے فرمایا تمہارے (مقابلہ کے) وعدہ کا وقت

www.toobaaelibrary.com

وہ دن ہے جس میں (تمہارا) میلا ہوتا ہے، اور (جس میں) دن چڑھے لوگ جمع ہو جاتے ہیں (اور ظاہر ہے کہ میلے کا موقع اکثر ہموار ہی زمین میں ہوتا ہے اسی سے مکان سوٹی کی شرط بھی پوری ہو جاوے گی) غرض (یہ سن کر) فرعون (دربار سے اپنی جگہ) لوٹ گیا پھر اپنے مکر کا (یعنی جادو کا) سامان جمع کرنا شروع کیا پھر (سب کو لے کر اس میدان میں جہاں وعدہ ٹھہرا تھا) آیا (اس وقت) موسیٰ نے ان (جادوگر) لوگوں سے فرمایا کہ ارے کمبختی مارو! اللہ پر جھوک افترا مت کرو (کہ اس کے وجود یا توحید کا انکار کرنے لگو یا اس کے ظاہر کئے ہوئے معجزات کو سحر بتلانے لگو) کبھی خدا تعالیٰ تم کو کسی قسم کی سزا سے بالکل نیست و نابود ہی کر دے اور جو جھوٹ باندھتا ہے وہ (آخر کو) ناکام رہتا ہے پس جادوگر (یہ بات سنکر ان دونوں حضرات کے بارہ میں) باہم اپنی رائے میں اختلاف کرنے لگے اور خفیہ گفتگو کرتے رہے (بالآخر سب متفق ہو کر) کہنے لگے کہ بیشک یہ دونوں جادوگر ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو (کے زور) سے تم کو تمہاری سرزمین سے نکال باہر کریں اور تمہارے عمدہ (مذہبی) طریقہ کا دفتر ہی اٹھا دیں تو اب تم مل کر اپنی تدبیر کا انتظام کرو اور صفیں آراستہ کر کے (مقابلہ میں) آؤ اور آج وہی کامیاب ہے جو غالب ہو (پھر) انہوں نے (موسیٰ سے) کہا کہ اے موسیٰ (کہئے) آپ (اپنا عصا) پہلے ڈالیں گے یا ہم پہلے ڈالنے والے بنیں آپ نے (نہایت بے پروائی سے) فرمایا نہیں تم ہی پہلے ڈالو (چنانچہ انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور نظر بندی کر دی) پس یکایک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کی نظر بندی سے موسیٰ کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے (سانپ کی طرح) چلتی دوڑتی ہوں سو موسیٰ کے دل میں تھوڑا سا خوف ہوا (کہ جب دیکھنے میں یہ رسیاں اور لاٹھیاں بھی سانپ معلوم ہوتی ہیں اور میرا عصا بھی بہت سے بہت سانپ بن جاویگا تو دیکھنے والے تو دونوں چیزوں کو ایک ہی سا سمجھیں گے تو حق و باطل میں امتیاز کس طرح کریں گے، اور یہ خوف باقتضائے طبع تھا ورنہ حضرت موسیٰ کو یقین تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے تو اس کے تمام نشیب و فراز کا بھی انتظام کر دیگا اور اپنے مرسل کی کافی مدد کریگا اور ایسا خوف طبعی جو درجۂ وسوسہ میں تھا شان کمال کے منافی نہیں الغرض جب یہ خوف ہوا اس وقت) ہم نے کہا کہ تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے اور (اس کی صورت یہ ہے کہ) یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں جو (عصا) ہے اس کو ڈال دو، ان لوگوں نے جو کچھ (سانگ) بنایا ہے یہ (عصا) سب کو نگل جاویگا یہ جو کچھ بنایا ہے جادوگروں کا سانگ ہے اور جادوگر کہیں جاوے (معجزے کے مقابلے میں کبھی) کامیاب نہیں ہوتا (موسیٰ کو تسلی ہو گئی کہ اب امتیاز

www.toobaaelibrary.com

خوب ہو سکتا ہے چنانچہ انہوں نے عصا ڈالا اور واقعی وہ سب کو نگل گیا) سو جادوگروں (نے جو یہ فعل فوق السحر دیکھا تو سمجھ گئے کہ یہ بیشک معجزہ ہے اور فوراً ہی سب) سجدہ میں گر گئے (اور بآواز بلند) کہا کہ ہم تو ایمان لے آئے ہارون اور موسیٰ کے پروردگار پر، فرعون نے (یہ واقعہ دیکھ کر جادوگروں کو دھمکایا اور کہا کہ بدون اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں (یعنی میری خلاف مرضی) تم موسیٰ پر ایمان لے آئے واقعی (معلوم ہوتا ہے کہ) وہ (سحر میں) تمہارے بھی بڑے (اور استاذ) ہیں کہ انہوں نے تم کو سحر سکھلایا ہے (اور استاذ شاگردوں نے سازش کر کے جنگ زرگری کی ہے تاکہ تم کو ریاست حاصل ہو) سو (اب حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے) میں تم سب کے ہاتھ پاؤں کٹواتا ہوں ایک طرف کا ہاتھ اور ایک طرف کا پاؤں اور تم سب کو کھجوروں کے درختوں پر ٹنگواتا ہوں (تاکہ سب دیکھ کر عبرت حاصل کریں) اور یہ بھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ ہم دونوں میں (یعنی مجھ میں اور رب موسیٰ میں) کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا ہے ان لوگوں نے صاف جواب دیدیا کہ ہم تجھ کو کبھی ترجیح نہ دیں گے بمقابلہ ان دلائل کے جو ہم کو ملے ہیں اور بمقابلہ اس ذات کے جس نے ہم کو پیدا کیا ہے تجھ کو جو کچھ کرنا ہو (دل کھول کر) کر ڈال تو بجز اس کے کہ اس دنیوی زندگانی میں کچھ کر لے اور کر ہی کیا سکتا ہے۔ بس ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے تاکہ ہمارے (پچھلے) گناہ (کفر وغیرہ) معاف کر دیں اور تو نے جو جادو کے مقدمہ) میں ہم پر زور ڈالا اس کو بھی معاف کر دیں اور اللہ تعالیٰ (باعتبار ذات وصفات کے بھی تجھ سے) بدرجہا اچھے ہیں اور (باعتبار ثواب وعقاب کے بھی) زیادہ بقا والے ہیں (اور تجھ کو نہ خیریت نصیب ہے نہ بقا تو تیرا کیا انجام جس کا وعدہ ہم سے کیا تھا اور کیا عذاب جس کی اب وعید سناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے جس ثواب اور عذاب کو بقا ہے اس کا قانون یہ کہ) جو شخص (بغاوت کا) مجرم ہو کر (یعنی کافر ہو کر) اپنے رب کے پاس حاضر ہوگا سو اس کے لیے دوزخ (مقرر) ہے اس میں نہ مرے ہی گا اور نہ جیے ہی گا (نہ مرنا تو ظاہر ہے اور نہ جینا یہ کہ جینے کا آرام نہ ہوگا) اور جو شخص اس کے پاس مؤمن ہو کر حاضر ہوگا جس نے نیک کام بھی کئے ہوں سو ایسوں کے بڑے اونچے درجے ہیں یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور جو شخص (کفر ومعصیت سے) پاک ہوا اس کا یہی انجام ہے (پس اس قانون کے موافق ہم نے کفر کو چھوڑ کر ایمان اختیار کر لیا)

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۵۵: خَلَقْنٰكُمْ !اس کے مخاطب سب انسان ہیں حالانکہ عام انسانوں کی پیدائش مٹی سے نہیں، نطفہ

www.toobaaelibrary.com

سے ہوئی بجز حضرت آدمؑ کے تو یا تو یہ خطاب اس لیے ہوا ہے کہ انسان کی اصل اور سب کے باپ حضرت آدمؑ ہیں، ان کے واسطہ سے سب کی تخلیق مٹی کی طرف منسوب کر دینا کچھ بعید نہیں۔ بعض نے کہا کہ ہر نطفہ مٹی ہی کی پیداوار ہوتا ہے ایک حدیث بھی شاہد ہے کہ ہر انسان کے خمیر میں نطفہ کے ساتھ اس جگہ کی مٹی بھی شامل ہوتی ہے جہاں وہ دفن ہوگا (عن ابی ہریرہؓ)

آیت:۵۸: "مَوْعِدًا" مسافت کے اعتبار سے سب کے برابر ہو ایسی جگہ تاکہ کسی فریق کے لیے زیادہ دور جانے کی مشقت نہ ہو، "یَوْمُ الزِّیْنَةِ" بعض نے اسے عاشورا کا دن کہا ہے، حضرت موسیٰؑ نے یہ دن اور وقت کی تعیین میں بڑی حکمت سے کام لیا، یہ ان کی عید کا دن تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ پورے اہل شہر کا مجمع ہوگا، لوگ بعد میں منتشر ہوں گے تو بات دور دور تک پھیل جائے گی، چناں چہ غلبہ کے بعد ایک دن میں پورے شہر میں بلکہ دور دور تک اس کی شہرت پھیل گئی۔

آیت:۶۰: حضرت ابن عباسؓ سے ان ساحروں کی تعداد بہتر منقول ہے اور دوسرے اقوال ان کی تعداد میں بہت مختلف ہیں، چار سو سے نو لاکھ تک ان کا رئیس شمعون نام کا کاہن اور بعض کہتے ہیں کہ ان کا رئیس ایک اندھا تھا۔

آیت:۶۱: معجزات کے ذریعہ مقابلہ سے پہلے حضرت موسیٰؑ نے پیغمبرانہ خطاب میں چند ہمدردانہ نصیحت آمیز بات کہہ کر عذاب الٰہی سے ڈرایا، انبیاء علیہم السلام کے ساتھ حق کی مخفی طاقت ہوتی ہے ان کے سارے الفاظ بھی بڑا کام کرتے ہیں، ناصحانہ جملے سن کر ساحروں کی صفوں میں ایک زلزلہ آ گیا اور باہم اختلاف ہونے لگا۔

آیت:۶۲: کہ کلمات کسی جادوگر کے نہیں ہو سکتے مگر پھر مجموعی رائے مقابلہ کرنے ہی پر جم گئی۔

آیت:۶۵: جادوگروں نے اپنا اطمینان اور بے فکری ظاہر کرنے کے لیے کہا کہ پہل آپ کرتے ہیں یا ہم کریں۔

آیت:۶۶: مگر حضرت موسیٰؑ نے ان ہی کو ابتدا کرنے کا موقع دے کر اپنی بے فکری اور اطمینان کا ثبوت دیدیا، پھر یہ کہ ان کی طرف سے سارے جادوئی کرشمے آ جائیں پھر اپنے معجزہ کا اظہار کریں تو بیک وقت غلبہ حق کا ظہور واضح طور پر ہو جائے "یُخَیَّلُ اِلَیْهِ" معلوم ہوا کہ یہ جادو ایک قسم کی نظر بندی تھی۔ آیت:۶۷: یہ خوف بر بنائے بشریت اگر اپنی جان کے لیے تھا تو یہ نبوت کے خلاف نہیں، مگر ایسا نہیں تھا بلکہ یہ اندیشہ اس کا تھا کہ مجمع کے سامنے ساحروں کا غلبہ محسوس کیا گیا تو

www.toobaaelibrary.com

مقصد دعوت پورا نہ ہو سکے گا چناں چہ اگلی آیت میں اس کا جواب اطمینان کے لیے ارشاد ہوا۔

آیت: ۷۰: یہ فرعونی ساحر ماہرین جادوگر تھے یہ منظر دیکھ کر انھیں یقین ہو گیا کہ یہ کام جادو سے نہیں ہو سکتا ہے بے شک یہ معجزہ ہی ہے، بعض روایات میں آتا ہے کہ سجدہ سے اس وقت تک سر نہیں اٹھایا جب تک ان کو جنت اور دوزخ کا مشاہدہ قدرت نے نہیں کرا دیا۔ (روح)

آیت: ۷۱: یا تو فرعونی قانون میں سزا کا یہی طریقہ رائج ہوگا یا عبرت کے لیے۔

آیت: ۷۳: ابتداء تو انعام واکرام کی لالچ میں مقابلہ کے لیے تیار تھے، بعد میں احساس ہوا کہ ہم معجزہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس وقت فرعون نے ان کو مجبور کیا یا یہ کہ اپنے ملک میں جادوگری کی تعلیم کو جبری کر رکھا تھا۔

اس معرکہ حق و باطل میں فرعون کی بیوی برابر خبر رکھتی رہیں جب انھیں اس غلبہ کی اطلاع ہوئی تو فوراً اعلان کر دیا کہ میں بھی رب موسیٰ و ہارون پر ایمان لائی فرعون کو خبر ہوئی تو حکم دیا کہ ایک بڑے پتھر کی چٹان اٹھا کر اس کے اوپر ڈال دو، یہ دیکھ کر حضرت آسیہ نے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے پتھر گرنے سے پہلے ہی ان کی روح قبض کر لی پھر پتھر اس بے جان جسم پر گرا۔

آیت: ۷۴، ۷۵: یہ سارے اسلامی عقائد اور عالم آخرت سے متعلق کلمات حقائق ان ساحروں کی زبان سے ادا ہو رہے ہیں جن کو ابھی کوئی تعلیم نہیں ملی، یہ حضرت موسیٰ کی صحبت اور ان کے اخلاص کی برکت تھی کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے تمام حقائق آن کی آن میں کھول دیئے اور انھیں ولایت کا وہ مقام حاصل ہو گیا جو دوسروں کو عمر بھر کے مجاہدوں سے بھی حاصل ہونا مشکل ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قدرت حق کا یہ کرشمہ دیکھو یہ لوگ شروع دن میں کفار تھے اور آخر دن میں اولیاء اللہ اور شہداء۔

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ ۝ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ فَغَشِيَهُم مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۝ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدَىٰ ۝ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ قَدْ أَنجَيْنَاكُم مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوَاعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْأَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ ۝ كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي ۖ وَمَن يَحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوَىٰ ۝ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ۝ وَمَا أَعْجَلَكَ عَن قَوْمِكَ يَا مُوسَىٰ ۝ قَالَ هُمْ أُولَاءِ عَلَىٰ أَثَرِي وَعَجِلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ ۝ قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِن بَعْدِكَ وَأَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ۝ فَرَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا ۚ

www.toobaaelibrary.com

قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۚ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ۝ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ۝ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۙ فَنَسِيَ ۝ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (جب فرعون اس پر بھی ایمان نہ لایا اور ایک عرصہ تک مختلف معاملات وواقعات ہوتے رہے اس وقت) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس وحی بھیجی کہ ہمارے (ان بندوں کو (یعنی بنی اسرائیل کو مصر سے) راتوں رات (باہر) لے جاؤ (اور دور چلے جاؤ تاکہ فرعون کے ظلم وشدائد سے ان کو نجات ہو) پھر (راہ میں جو دریا ملے گا تو) ان کے لیے دریا میں (عصا مار کر) خشک راستہ بنا دینا (یعنی عصا مارنا کہ اس سے خشک راستہ بن جاویگا) نہ تو تم کو کسی کے تعاقب کا اندیشہ ہوتا (کیونکہ اہل تعاقب کامیاب نہ ہوں گے کو تعاقب کریں) اور نہ اور کسی قسم کا (مثلاً غرق وغیرہ کا) خوف ہوگا (بلکہ امن واطمینان سے پار ہو جاؤ گے، چنانچہ موسیٰ موافق حکم کے انکو شبا شب راتوں رات نکال لے گئے اور صبح مصر میں خبر مشہور ہوئی) پس فرعون اپنے لشکروں کو لے کر ان کے پیچھے چلا (اور بنی اسرائیل موافق وعدۂ الٰہیہ کے دریا سے پار ہو گئے اور ہنوز وہ دریائی راستے اسی طرح اپنی حالت پر تھے جیسا دوسری آیت میں ہے وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ، فرعونیوں نے جلدی میں کچھ آگا پیچھا سوچا نہیں، ان رستوں پر ہو لیے، جب سب اندر آ گئے) تو (اس وقت چاروں طرف سے) دریا (کا پانی سمٹ کر) ان پر جیسا ملنے کو تھا آملا (اور سب غرق ہو کر رہ گئے) اور فرعون نے اپنی قوم کو بری راہ پر لگایا اور ٹھیک راہ ان کو نہ بتلائی (جس کا اس کو دعویٰ تھا وما اھدیکم الا سبیل الرشاد، اور بری راہ ہونا ظاہر ہے کہ دنیا کا بھی ضرر ہوا کہ سب ہلاک ہوئے اور آخرت کا بھی، کیونکہ جہنم میں گئے جیسا کہ آیت میں ہے اغرقوا فادخلوا نارا) پھر بنی اسرائیل کو فرعون کے تعاقب اور غرق دریا سے نجات کے بعد اور نعمتیں عنایت ہوئیں مثلاً عطائے توراۃ اور من وسلویٰ، ان نعمتوں کو عطا کر کے ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ (۱) ... بنی اسرائیل (دیکھو) ہم نے (تم کو کیسی نعمتیں دیں کہ تم کو تمہارے (ایسے بڑے) دشمن سے نجات دی اور ہم نے تم سے (یعنی تمہارے پیغمبر سے تمہارے نفع کے واسطے) کوہ طور کی داہنی جانب آنے کا (اور وہاں آنے

www.toobaaelibrary.com

کے بعد توراۃ دینے کا) وعدہ کیا اور (وادی تیہ میں) ہم نے تم پر من وسلویٰ نازل فرمایا (اور اجازت دی کہ) ہم نے جو تمیں چیزیں (شرعاً بھی کہ حلال ہیں اور طبعاً بھی کہ لذیذ ہیں) تم کو دی ہیں ان کو کھاؤ اور اس (کھانے) میں حد (شرعی) سے مت گزرو (مثلاً یہ کہ حرام سے حاصل کیا جاوے، کذا فی الدر یا کھا کر معصیت کی جاوے (کہیں میرا غضب تم پر واقع ہو جائے، اور جس شخص پر میرا غضب ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا اور (نیز اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ) میں ایسے لوگوں کے لیے بڑا بخشنے والا بھی ہوں جو (کفر و معصیت سے) توبہ کر لیں اور ایمان لے آویں اور نیک عمل کریں پھر (اسی راہ) پر قائم (بھی) رہیں) (یعنی ایمان و عمل صالح پر مداومت کریں یہ مضمون ہم نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تذکیر نعمت اور امر بالشکر و نہی عن المعصیت اور وعد و عید یہ خود بھی دینی نعمت ہے۔ اور (جب اللہ تعالیٰ کو توراۃ دینا منظور ہوا موسیٰ کو کوہ طور پر آنیکا حکم فرمایا اور قوم کو بھی یعنی بعضوں کو ساتھ آنیکا حکم ہوا (کذا فی فتح المنان عن الباب التاسع عشر من سفر الخروج) موسیٰ شوق میں سب سے آگے تنہا جا پہنچے اور دوسرے لوگ اپنی جگہ رہ گئے طور کا ارادہ ہی نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ سے پوچھا کہ اے موسیٰ، آپ کو اپنی قوم سے آگے جلدی آنے کا کیا سبب ہوا، انہوں نے (اپنے گمان کے موافق) عرض کیا کہ وہ لوگ بھی تو ہیں میرے پیچھے پیچھے) آ رہے ہیں) اور میں (سب سے پہلے) آپ کے پاس (یعنی اس جگہ جہاں مکالمت و مخاطبت کا آپ نے وعدہ فرمایا) جلدی سے اس لیے چلا آیا کہ آپ (زیادہ) خوش ہوں گے (کیونکہ امتثال امر میں پیش قدمی کرنا زیادہ موجب خوشنودی کا ہے) ارشاد ہوا کہ تمہاری قوم کو تو ہم نے تمہارے (چلے آنے کے) بعد ایک بلا میں مبتلا کر دیا اور ان کو سامری نے گمراہ کر دیا (جس کا بیان آگے آتا ہے فاخرج لهم عجلاً الخ اور فتنا میں اس ابتلاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب اس لیے کیا کہ خالق ہر فعل کا وہی ہے ورنہ اصل نسبت اس فعل کی سامری کی طرف ہے جس کو اَضَلَّهُمُ السَّامِرِیُّ میں ظاہر فرمایا ہے) غرض موسیٰ (بعد انقضائے میعاد کے) غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے (اور) فرمانے لگے کہ اے میری قوم کیا تم سے تمہارے رب نے ایک اچھا (اور سچا) وعدہ نہیں کیا تھا (کہ ہم تم کو ایک کتاب احکام کی دیں گے تو اس کتاب کا تو تم کو انتظار واجب تھا) کیا تم پر (میعاد مقرر سے بہت) زیادہ زمانہ گزر گیا تھا (کہ اس کے ملنے سے ناامیدی ہو گئی اس لیے اپنی طرف سے ایک عبادت ایجاد کر لی) یا (باوجود ناامید نہ ہونے کے) تم کو یہ منظور ہوا کہ تم پر تمہارے رب کا غضب واقع ہو اس لیے تم نے مجھ سے جو

www.toobaaelibrary.com

وعدہ کیا تھا (کہ آپ کی واپسی تک کوئی نیا کام نہ کریں گے اور آپ کے نائب ہارونؑ کی اطاعت کریں گے) اس کے خلاف کیا وہ کہنے لگے کہ ہم نے جو آپ سے وعدہ کیا تھا اس کو اپنے اختیار سے خلاف نہیں کیا (یہ معنی نہیں کہ کسی نے ان سے زبردستی یہ فعل کرالیا بلکہ مطلب یہ ہے جس رائے کو ہم نے ابتداء جب کہ خالی الذہن تھے اختیار کرلیا تھا، اس کے خلاف سامری کا فعل ہمارے لیے مبنائے اشتباہ بن گیا جس سے ہم نے وہ رائے سابق یعنی توحید اختیار نہ کی بلکہ رائے بدل گئی، گو اس پر بھی عمل اختیار ہی سے ہوا چنانچہ آئندہ کہا گیا) ولیکن قوم (قبط) کے زیور میں سے ہم پر بوجھ لادے رہا تھا سو ہم نے اس کو (سامری کے کہنے سے آگ میں) ڈالدیا پھر اسی طرح سامری نے (بھی اپنے ساتھ کا زیور) ڈالدیا (آگے اللہ تعالیٰ قصہ کی تکمیل اس طرح فرماتے ہیں) پھر اس (سامری) نے ان لوگوں کے لیے ایک بچھڑا (بنا کر) ظاہر کیا کہ وہ ایک قالب (خالی از کمالات) تھا جس میں ایک (بے معنی) آواز تھی سو (اس کی نسبت وہ احمق) لوگ (ایک دوسرے سے) کہنے لگے کہ تمہارا اور موسیٰ کا بھی معبود تو یہ ہے (اس کی عبادت کرو) موسیٰ تو بھول گئے (کہ طور پر خدا کی طلب میں گئے ہیں حق تعالیٰ ان کی احمقانہ جسارت پر فرماتے ہیں کہ) کیا وہ لوگ اتنا بھی نہیں دیکھتے تھے کہ وہ (بواسطہ یا بلاواسطہ) نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دے سکتا ہے اور نہ ان کے کسی ضرر یا نفع پر قدرت رکھتا ہے (ایسا ناکارہ خدا کیا ہوگا اور الٰہ حق بواسطہ انبیاء کے خطاب وکلام ضروری فرماتا ہے)

تلخیص معارف ومسائل

اس طرح بارہ سڑکیں دریا میں بن گئیں کہ پانی کے تودے بحر منجمد کی طرح دونوں طرف پہاڑ کے برابر کھڑے رہے اور ایسا کہ یہ گذرنے والے دوسری سڑک سے گذرنے والوں کو دیکھتے بھی جاتے تھے اور باتیں بھی کررہے تھے تاکہ دوسرے قبیلوں کا حال بھی معلوم رہے اور انھیں کوئی خوف وہراس بھی نہ ہے۔

جب حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے، بنی اسرائیل کے لوگوں نے اس سے پہلے عید کے بہانے شہر قبطی کے لوگوں سے کچھ زیورات عاریتاً مانگ لیے، اس وقت بنی اسرائیل کی تعداد میں اختلاف ہے چھ لاکھ تین ہزار، یا چھ لاکھ ستر ہزار، یہ اسرائیلی روایات ہیں لیکن اتنی بات تو حقیقت ہے کہ یہ بارہ قبیلے تھے اور ہر قبیلے کی بڑی تعداد تھی، فرعون کو جب یہ اطلاع ملی تو اس نے اپنی فوجیں جمع کیں جن میں ستر ہزار سیاہ گھوڑے، اور لشکر کے مقدمہ میں سات لاکھ سوار تھے، بنی اسرائیل پیچھے سے یہ لشکر دیکھ کر گھبرا اٹھے، اور کہا اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ حضرت موسیٰ نے فرمایا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ فرعون نے جب بنی

www.toobaaelibrary.com

اسرائیل کو دریا سے صحیح سالم گزرتے دیکھا تو یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر سہم گیا مگر اس نے اپنے فوجیوں سے کہا کہ یہ سب کرشمہ میری ہیبت کا ہے۔ اور فوراً آگے بڑھ کر اپنا گھوڑا دریا کے اس راستہ میں ڈال دیا اور سب کو پیچھے آنے کا حکم دیا جب فرعون کے ساتھ سارا لشکر دریائی راستوں میں سما چکے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے دریا کو روانی کا حکم دیدیا اور دریا کے سب حصے مل گئے۔ "فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ" (روح المعانی) واقعات کے بہت سے اجزاء پیچھے سورۂ مائدہ اور اعراف میں گزر چکے ہیں۔

آیت ۸۳: سوال کا مقصد بظاہر یہ تھا کہ حضرت موسیٰ اپنی قوم کی حالت سے بے خبر رہ کر یہ توقع کر رہے تھے کہ وہ بھی کوہ طور کے قریب پہنچ گئے ہوں گے۔ اور قوم فتنہ میں مبتلا ہو چکی ہے، اس کی خبر موسیٰ کو دیدی جائے (ابن کثیر) اور روح المعانی میں اس سوال کی وجہ حضرت موسیٰ کو اپنی قوم کی تربیت کے متعلق ایک خاص ہدایت دینا اور ان کی اس عجلت پر تنبیہ کرنا تھا کہ آپ کے منصب رسالت کا تقاضہ یہ تھا کہ قوم کے ساتھ رہتے ان کو اپنی نظر میں رکھتے، اور ساتھ لاتے آپ کی عجلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم کو سامری نے گمراہ کر دیا نیز اس میں، حضرت موسیٰ کو قوم کے ساتھ سفر کرنے کا طریقہ بتلایا گیا کہ رئیس القوم کو پیچھے رہنا چاہیے، جیسے لوط کے واقعہ میں "وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ"۔

سامری کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، یہ آل فرعون کا قبطی آدمی تھا موسیٰ کے پڑوس میں رہتا تھا آپ پر ایمان لایا اور مصر سے یہ بھی ساتھ ہو لیا، بعض نے کہا یہ بنی اسرائیل ہی کے ایک قبیلہ سامرہ کا رئیس تھا۔ یہ قبیلہ سامرہ شام میں معروف ہے سعید بن جبیر کہتے ہیں یہ فارسی شخص کرمان کا رہنے والا تھا، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ ایسی قوم کا آدمی تھا جو گائے کی پرورش کرنے والی تھی، یہ کسی طرح مصر میں پہنچا اور بظاہر دین اسرائیل میں داخل ہو گیا مگر اس کے دل میں نفاق تھا (قرطبی) حاشیہ قرطبی میں ہے یہ شخص ہندوستان کا ہندو تھا جو گائے کی عبادت کرتے ہیں موسیٰ پر ایمان لے آیا پھر اپنے کفر کی طرف لوٹ گیا یا پہلے ہی سے منافقانہ طور پر ایمان کا اظہار کیا۔

مشہور یہ ہے کہ سامری کا نام موسیٰ ابن ظفر تھا، یہ اسرائیلی بچوں کے حکم قتل کے زمانے میں پیدا ہوا تھا اس کی ماں اسے جنگل کے ایک غار میں رکھ آئی اور اوپر سے بند کر دیا اس کی یہ پرورش بحکم خدا جبریل کی حفاظت اور غذا دینے پر مامور کیا، وہ اپنی ایک انگلی پر شہد ایک پر مکھن ایک پر دودھ نکالتے اور اسے چٹا دیتے اس طرح یہ غار ہی میں پل کر جوان ہوا اور اس کا انجام یہ ہوا کہ کفر میں مبتلا ہوا اور بنی اسرائیل کو مبتلا کیا پھر قہر الٰہی میں گرفتار ہوا اسی کو شاعر نے کہا۔

www.toobaaelibrary.com

اِذَاالْمَرْءُ لَمْ یخلق سعیدا تحیرت ❁ عقول مربیه وخاب المؤ کلُ
فموسی الذی ربّاه جبریل کافر ❁ وموسیٰ الذِی ربّاه فرعون مرسلُ

ترجمہ: جب کوئی پیدائشی طور پر نیک بخت نہ ہو تو اس کی پرورش کرنے والوں کی۔ عقلیں بھی حیران رہ جاتی ہیں اور اس سے امید کرنے والا محروم ہو جاتا ہے، دیکھو جس موسیٰ کی پرورش جبریل امین سے ہوئی وہ تو کافر ہو گیا اور جس موسیٰ کی پرورش فرعون کے یہاں ہوئی وہ خدا کا رسول بن گیا۔

کفار حربی کا مال لینا اگرچہ مسلمان کے لیے جائز ہے مگر وہ مال بحکم مال غنیمت ہے، مگر ان کی شریعت میں مسلمانوں کے لیے اس کا استعمال جائز نہیں تھا، یہ سہولت مال غنیمت سے متعلق تو شریعت محمدی کی ہے کہ مال غنیمت مسلمانوں کے لیے حلال کر دیا گیا بہر حال اسی وجہ سے بنی اسرائیل کے قبضہ میں آیا ہوا مال جو قوم فرعون سے لیا تھا اسے مال اوزار کے لفظ سے تعبیر کیا گیا" وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَا اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ "اور اسے آگ میں ڈالوا دیا گیا۔

اہم فائدہ: امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ" کافر حربی کا مال بھی ہر حال میں مال غنیمت نہیں ہوتا، بلکہ اس کی شرط مغالبہ بالمحاربہ ہے، اور کافر حربی سے جو مال بغیر محاربہ حاصل کیا جائے وہ مال فئی ہے اور اس کے حلال ہونے میں ان کفار کی رضا و اجازت شرط ہے۔ یہاں قوم فرعون سے لیے ہوئے زیورات ان دونوں قسموں میں داخل نہیں کیوں کہ یہ ان سے عاریۃ لیے گئے تھے اس لیے بہر حال یہ مال (شریعت اسلامی کی رو سے بھی) حلال نہ تھا، دیکھئے واقعہ ہجرت کے موقعہ پر پیغمبرؐ نے کفار عرب کی امانتوں کی واپسی کا کس قدر اہتمام فرمایا۔

آیت: ۸۸: مگر عام مفسرین کے قول کے مطابق اس بچھڑے میں زندگی کے آثار تھے۔

آیت: ۸۹: میں ان کی حماقت کا جواب ہے۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ۝ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ۝ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ۝ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ۝ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ۝ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ۝ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ۝ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۚ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ

www.toobaaelibrary.com

الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا ۝ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ۝ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَیْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ۝ مَّنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ یَحْمِلُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وِزْرًا ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهِ ۭ وَسَآءَ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حِمْلًا ۝ یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ۭ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ۝ یَّتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور ان لوگوں سے ہارونؑ نے (حضرت موسیٰؑ کے لوٹنے سے) پہلے بھی کہا تھا کہ اے میرے قوم تم اس (گوسالہ) کے سبب گمراہی میں پھنس گئے ہو (یعنی اس کی پرستش کسی طرح درست نہیں ہوسکتی یہ کھلی گمراہی ہے) اور تمہارا رب (حقیقی) رحمان ہے (نہ کہ یہ گوسالہ) سو تم (دین کے بارے میں) میری راہ پر چلو اور (اس باب میں) میرا کہنا مانو (یعنی میرے قول وفعل کی اقتدا کرو (انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو جب تک موسیٰ (واپس ہوکر) آئیں اسی (کی عبادت) پر برابر جمے بیٹھے رہیں گے (غرض ہارون کا کہنا نہیں مانا تھا یہاں تک کہ موسیٰ بھی آگئے اور قوم سے اوّل خطاب کیا جو اوپر آچکا بعد اس کے ہارون کی طرف متوجہ ہوئے اور) کہا اے ہارون جب تم نے (ان کو) دیکھا تھا کہ یہ (بالکل) گمراہ ہوگئے (اور نصیحت بھی نہیں سنی) تو (اس وقت) تم کو میرے پاس چلے آنے سے کون امر مانع ہوا تھا (یعنی اس وقت میرے پاس چلا آنا چاہئے تھا تاکہ ان لوگوں کو اور زیادہ یقین ہوتا کہ تم ان کے فعل کو نہایت ناپسند کرتے ہو اور نیز ایسے باغیوں سے قطع تعلقات جس قدر زیادہ ہو بہتر ہے) سو کیا تم نے میرے کہنے کے خلاف کیا (کہ میں نے کہا تھا لا تتبع سبیل المفسدین جیسا پارہ نہم میں ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ مفسدین کے راستہ کا اتباع نہ کریں جس کے عموم میں یہ بھی داخل ہے کہ مفسدین کے ساتھ تعلقات نہ رکھیں اور سب سے الگ ہوجائیں ہارونؑ نے کہا کہ اے میرے ماں جائے (یعنی میرے بھائی) تم میری داڑھی مت پکڑو اور نہ سر (کے بال) پکڑو (اور میرا عذر سن لو میرے تمہارے پاس نہ آنے کی یہ وجہ تھی) مجھ کو یہ اندیشہ ہوگیا کہ (اگر میں آپ کی طرف چلا تو میرے ساتھ وہ لوگ بھی چلیں گے جو گوسالہ پرستی سے الگ رہے تو بنی اسرائیل کی جماعت کے دو ٹکڑے ہوجاویں گے کیونکہ گوسالہ پرستش کو برا سمجھنے والے میرے ساتھ ہوں گے اور دوسرے لوگ اس کی عبادت پر ہی جمے رہیں گے اور اس حالت میں) تم کہنے لگو کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان تفریق ڈالدی (جو بعض اوقات ان کے

www.toobaaelibrary.com

ساتھ رہنے سے زیادہ مضر ہوتی ہے کہ مفسدین خالی میدان پا کر بے خطر فساد میں ترقی کرتے ہیں) اور تم نے میری بات کا پاس نہ کیا (کہ میں نے کہا تھا اَصْلِحْ، یعنی اس صورت میں آپ مجھے یہ الزام دیتے کہ میں نے تمہیں اصلاح کرنے کا حکم دیا تھا تم نے بنی اسرائیل میں ڈال کر فساد کھڑا کر دیا) پھر سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے) کہا کہ اے سامری تیرا کیا معاملہ ہے (یعنی تو نے یہ حرکت کیوں کی) اس نے کہا کہ مجھ کو ایسی چیز نظر آئی تھی جو اوروں کو نظر نہ آئی تھی (یعنی حضرت جبرئیل گھوڑے پر چڑھے ہوئے جس روز دریا سے پار اترے ہیں جو بمصلحت نصرت مؤمنین و اہلاک کفار کے آئے ہوں گے اور تاریخ طبری میں سدی سے بسند نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیل موسیٰ کے پاس یہ حکم لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے کہ آپ طور پر جاویں تو اس وقت سامری نے دیکھا تھا) پھر میں نے اس فرستادہ (خداوندی کی سواری) کے نقش قدم سے ایک مٹھی (بھر کر خاک) اٹھالی تھی (اور خود بخود میرے قلب میں یہ بات آئی کہ اس میں زندگی کے اثرات ہوں گے جس چیز پر ڈالی جائے گی اس میں زندگی پیدا ہو جائے گی) سو میں نے وہ مٹھی (خاک اس بچھڑے کے قالب کے اندر) ڈالدی اور میرے جی کو یہی بات (بھائی اور) پسند آئی، آپ نے فرمایا تو بس تیرے لیے اس (دنیوی) زندگی میں یہ سزا (تجویز کی گئی) ہے کہ تو یہ کہتا پھریگا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا اور تیرے لیے (اس سزا کے علاوہ) ایک اور وعدہ (حق تعالیٰ کے عذاب کا) ہے جو تجھ سے ٹلنے والا نہیں (یعنی آخرت میں جدا عذاب ہوگا) اور تو اپنے اس معبود (باطل) کو دیکھ جس (کی عبادت پر تو جما ہوا بیٹھا تھا (دیکھ) ہم اس کو جلا دینگے پھر اس (کی راکھ) کو دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے (تاکہ نام و نشان اس کا نہ رہے) بس تمہارا (حقیقی) معبود تو صرف اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ (اپنے) علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

ربط آیات: سورۂ طٰہٰ میں اصل بیان توحید، رسالت اور آخرت کے اصولی مسائل کا ہے انبیاء علیہم السلام کا قصہ بڑی تفصیل سے ذکر ہوا ہے اور اس کے ضمن میں رسالت محمدیہ کا اثبات بھی ہے اسی اثبات رسالت محمدیہ کا یہ حصہ ہے جو اگلی آیات میں بیان ہوا ہے کہ ان واقعات و قصص کا اظہار ایک نبی امی کی زبان سے خود دلیل رسالت و نبوت اور وحی الٰہی کی ہے اور ان سب کا سرچشمہ قرآن ہے اور حقیقت قرآن کے ذیل میں کچھ تفصیل معاد و آخرت کی بھی آگئی ہے (جس طرح ہم نے موسیٰ کا قصہ بیان کیا) اسی طرح ہم آپ سے اور واقعات گزشتہ کی خبریں (اور حکایتیں) بھی بیان کرتے

www.toobaaelibrary.com

رہتے ہیں (تاکہ نبوت کے دلائل میں زیادتی ہوتی چلی جائے) اور ہم نے آپ کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے (یعنی قرآن جس میں وہ خبریں ہیں اور وہ خود بھی استقلالاً بوجہ اپنے اعجاز کے دلیل نبوت ہے اور وہ نصیحت نامہ ایسا ہے کہ) جو لوگ اس (کے مضامین ماننے) سے روگردانی کریں گے سو وہ قیامت کے روز بڑا بھاری بوجھ (عذاب کا) لادے ہوں گے (اور) وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بوجھ قیامت کے روز ان کے لیے بڑا (بوجھ) ہوگا جس روز صور میں پھونک ماری جاوے گی (جس سے مردے زندہ ہو جاوے گے) اور ہم اس روز مجرم (یعنی کافر) لوگوں کو (میدان قیامت میں) اس حالت سے جمع کریں گے کہ (نہایت بدصورت ہوں گے کہ آنکھوں سے) کرنجے ہوں گے (جو آنکھوں کا بدترین رنگ شمار ہوتا ہے اور خوفزدہ اس قدر ہوں گے کہ) چپکے چپکے آپس میں باتیں کرتے ہوں گے (اور ایک دوسرے سے کہتے ہوں گے) کہ تم لوگ (قبروں میں) صرف دس روز رہے ہوں گے (مطلب یہ کہ ہم تو یوں سمجھے تھے کہ مر کر پھر زندہ ہونا نہیں یہ گمان تو بالکل غلط نکلا، نہ زندہ ہونا تو درکنار یہ بھی تو نہ ہوا کہ دیر ہی میں زندہ ہوتے بلکہ بہت ہی جلدی زندہ ہو گئے کہ وہ مدت دس روز کے برابر معلوم ہوتی ہے وجہ اس مقدار کے برابر معلوم ہونے کی اس روز کی درازی اور ہول اور پریشانی ہے کہ قبر میں رہنے کی مدت اس کے سامنے اس قدر کم معلوم ہوگی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) جس (مدت) کی نسبت وہ بات چیت کریں گے اس کو ہم خوب جانتے ہیں (کہ وہ کس قدر ہے جب کہ ان سب کا زیادہ صائب الرائے یوں کہتا ہوگا کہ نہیں تو تم ایک ہی روز (قبر میں) رہے ہو (اس کو صائب الرائی اس لیے فرمایا کہ یوم کے طول اور ہول کے اعتبار سے یہی نسبت اقرب ہے پس اس شخص کو حقیقت سے زیادہ ادراک ہوا اس لیے اس شخص کی رائے پہلے شخص کے اعتبار سے بہتر ہے اور یہ مقصود نہیں کہ اس شخص کی بات بالکل صحیح ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ دونوں مقداریں اصلی تحدید کے اعتبار سے صحیح نہیں اور نہ ان قائلین کا یہ مقصود تھا)

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۹۲: بعض مفسرین نے اس اتباع سے مراد یہ قرار دی کہ ان گمراہوں سے تم مقابلہ اور مقاطعہ کرتے ایسا تم نے کیوں نہ کیا؟

آیت: ۹۳: حضرت ہارون نے ادب کی پوری رعایت کے ساتھ حضرت موسیٰ کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے لفظ اختیار کیا: یا بَنَؤُم" کہ میں آپ کا بھائی ہی تو ہوں کوئی مخالف تو نہیں، اس لیے

www.toobaaelibrary.com

میرا عذر سنیں بیانِ عذر کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اپنے بس بھر پوری سعی ہدایت کی کی، انہوں نے میری بات نہ مانی اور میرے قتل کے درپے ہو گئے، بایں صورت اگر میں ان سے مقاتلہ کرتا یا انہیں چھوڑ کر آپ کے پاس جانے کا ارادہ کرتا تو صرف یہ بارہ ہزار بنی اسرائیل تو میرے پاس ہوتے باقی سب مقابلہ پر آجاتے اور بنی اسرائیل میں تفرقہ پیدا ہو جاتا آپ نے یہ عذر سن کر حضرت ہارون علیہ السلام کو چھوڑ دیا اور سامری کی خبر لی۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون دونوں کے مقاصد اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل تھی۔ دونوں جانبیں، اہل علم اور عقل وفہم اور فکر ونظر کے لیے محل غور وفکر ہیں کسی کو خطا کہنا آسان نہیں۔ امت کے اجتہادی اختلافات عموماً اسی طرح کے ہوتے ہیں۔

آیت :۹۶: چوں کہ سامری کی پرورش جبریل امین کے ذریعہ ہوئی تھی اس لیے وہ ان سے مانوس تھا پہچان گیا، اور دوسرے نہ پہچان سکے۔ (عن ابن عباسؓ، بیان القرآن)

آیت:۹۷: حضرت موسیٰ کی بددعا سے اس میں یہ کیفیت پیدا ہو گئی تھی کہ اگر یہ کسی کو ہاتھ لگا دے یا کوئی اسے ہاتھ لگا دے تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا حضرت موسیٰ نے سامری کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی سخاوت اور خدمت کی وجہ سے قتل کی سزا سے منع فرما دیا (بیان القرآن)

آیت:۹۹: سورۂ طٰہٰ میں اصل بیان توحید، رسالت اور آخرت کے اصولی مسائل کا ہے، انبیاء علیہم السلام کے واقعات اسی سلسلے میں بیان ہوئے، اس کے ضمن میں رسالت محمدیہ کا اثبات بھی ہے، جس کا حصہ یہاں اگلی آیت میں بیان ہوا ہے اور ان سب کا سرچشمہ قرآن ہے۔

آیت :۱۰۰: اعراض عن القرآن کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً تلاوت سے بے توجہی، قرآن پڑھنے اور سیکھنے کی فکر نہ کرنا، یا خلاف تجوید تلاوت کرنا یا بے دلی اور لاپروائی سے یا دنیوی مال وعزت کی خواہش سے پڑھنا احکام قرآنی کو سمجھنے کی طرف توجہ نہ دینا عمل میں کوتاہی اور اس کے احکام کی خلاف ورزی تو یہ اعراض کا انتہائی درجہ ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ

www.toobaaelibrary.com

مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ۝ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۚ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (اے نبیؐ قیامت کا حال سنکر بعضے) لوگ آپ سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں (کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا) سو آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ میرا رب ان کو (ریزہ ریزہ کرکے) بالکل اُڑا دیگا پھر زمین کو ایک میدان ہموار کر دیگا کہ جس میں تو (اے مخاطب) نہ ناہمواری دیکھے گا اور نہ کوئی بلندی (پہاڑ ٹیلہ وغیرہ کی) دیکھے گا اس روز سب کے سب (خدائی) بلانے والے (یعنی صور پھونکنے والے فرشتہ) کے کہنے پر ہولیں گے (یعنی وہ اپنی صور پھونکنے کی آواز سے سب کو قبروں سے بلاوے گا تو سب نکل پڑیں گے) اس کے سامنے (کسی کا) کوئی ٹیڑھا پن نہ رہے گا (کہ قبر سے زندہ ہوکر نہ نکلے جیسے دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے سامنے ٹیڑھے رہتے تھے کہ تصدیق نہ کرتے تھے) اور (مارے ہیبت کے) تمام آوازیں اللہ تعالیٰ کے سامنے دب جاویں گی سو (اے مخاطب) تو بجز پاؤں کی آہٹ کے (کہ میدان حشر کی طرف چپکے چپکے چل رہے ہونگے) اور کچھ (آواز) نہ سنے گا (خواہ بوجہ اس کے کہ اس وقت بولتے ہی نہ ہوں گے کو دوسرے موقع پر آہستہ آہستہ بولیں جیسا اوپر آیا ہے بتخافت ونا اور خواہ بوجہ اس کے کہ بہت آہستہ بولتے ہوں گے جو ذرا فاصلے سے ہو وہ نہ سن سکے) اس روز (کسی کو کسی کی) سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو (انبیاء وصلحاء کی سفارش نفع دیگی) کہ جس (کی سفارش کرنے) کیواسطے اللہ تعالیٰ نے (شافعین کو) اجازت دیدی ہو اور اس شخص کے واسطے (شافع کا) بولنا پسند کرلیا ہو (مراد اس سے مؤمن ہے کہ شافعین کو اس کی سفارش کے لیے اجازت ہوگی اور اس باب میں شافع کا بولنا پسندیدۂ حق ہوگا اور کفار کی لیے سفارش کی کسی کو اجازت ہی نہ ہوگی پس عدم نفع بوجہ عدم شفاعت کے ہے اس میں اعتراض کرنیوالے کفار کو ڈرانا ہے کہ تم تو شفاعت سے بھی محروم رہو گے اور) وہ (اللہ تعالیٰ) ان سب کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور اس (کے معلومات) کو ان کا علم احاطہ نہیں کرسکتا (یعنی ایسا تو کوئی امر نہیں جو خلق کو معلوم ہو اور اللہ تعالیٰ کو نہ ہو اور ایسے بہت امور ہیں جو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں اور خلق کو معلوم نہیں پس مخلوقات کے وہ سب احوال بھی اس کو معلوم ہیں جن پر

www.toobaaelibrary.com

شفاعت کی قابلیت یا عدم قابلیت مرتب ہے سو جو اس کا اہل ہوگا اس کے واسطے سفارش کرنیکی شافعین کو اجازت ہوگی اور جو اہل نہ ہوگا اس کے لیے اجازت نہ ہوگی) اور (اس روز) تمام چہرے اس حی وقیوم کے سامنے جھکے ہوں گے (اور سب متکبرین اور منکرین کا تکبر و انکار ختم ہو جاویگا) اور (اس وصف میں تو سب مشترک ہوں گے پھر آگے انہیں یہ فرق ہوگا کہ) ایسا شخص تو (ہر طرح) ناکام رہے گا جو ظلم (یعنی شرک) لے کر آیا ہوگا اور جس نے نیک کام کیے ہوں گے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہوگا سو اس کو (کامل ثواب ملے گا) نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا اور نہ کمی کا (مثلاً یہ کہ کوئی گناہ اس کے نامہ اعمال میں زیادہ لکھ دیا جاوے یا کوئی نیکی کم لکھ دی جاوے اور یہ کنایہ ہے کمال ثواب سے پس اس کے مقابلہ میں کفار سے ثواب کی نفی مقصود ہوگی بوجہ عدم موجب ثواب کے کو ظلم اور حق تلفی کفار کی بھی نہ ہوگی اور کفار کے نیک اعمال کا حساب میں نہ لکھا جانا یہ کوئی ظلم نہیں بلکہ اس لیے ہے کہ ان کے اعمال شرط ایمان سے خالی ہونے کی وجہ سے کالعدم ہو گئے) اور ہم نے (جس طرح یہ مضامین مذکورہ مقام صاف صاف ارشاد کیے ہیں) اسی طرح اس کو (سارے کو) عربی قرآن کر کے نازل کیا ہے (جس کے الفاظ واضح ہیں) اور اس میں ہم نے طرح طرح سے وعید (قیامت وعذاب کی) بیان کی ہے (جس سے معنی بھی واضح ہو گئے مطلب یہ کہ سارے قرآن کے مضامین ہم نے صاف صاف بتلائے ہیں) تاکہ وہ (سننے والے) لوگ (اس کے ذریعہ سے بالکل) ڈر جائیں (اور فی الحال ایمان لے آئیں) یا (اگر بالکل نہ ڈریں تو یہی ہو کہ) یہ قرآن ان کے لیے کسی قدر (تو) سمجھ پیدا کر دے (یعنی اگر پورا اثر نہ ہو تو تھوڑا ہی ہو اور اسی طرح چند بار تھوڑا تھوڑا جمع ہو کر کافی مقدار ہو جاوے اور کسی وقت مسلمان ہو جاویں) سو اللہ تعالیٰ جو بادشاہ حقیقی ہے عالی شان ہے (کہ ایسا نافع کلام نازل فرمایا) اور (جس طرح عمل کرنا اور نصیحت ماننا جو اوپر مذکور ہوئے قرآن کی تبلیغ کا حق واجب ہے جس کا ادا کرنا سب مسلمانوں پر جو احکام کے مکلف ہیں فرض ہے اسی طرح بعض آداب قرآن کی تنزیل سے بھی متعلق ہیں جن کے ادا کرنے کا تعلق آپ سے ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ) قرآن (پڑھنے) میں قبل اس کے کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو چکے عجلت نہ کیا کیجئے (کہ اس میں آپ کو تکلیف ہوتی ہے کہ جبرئیل سے سننا اور اس کو پڑھنا ساتھ ساتھ کرنا پڑتا ہے سو ایسا نہ کیجئے اور اس کا اندیشہ نہ کیجئے کہ شاید یاد نہ رہے یاد کرانا ہمارے ذمہ ہے) اور آپ (بھی یاد ہونے کے لیے ہم سے) یہ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دے (اس میں علم حاصل کے یاد رہنے کی اور غیر حاصل کے حصول کی اور جو حاصل

www.toobaaelibrary.com

ہونے والا نہیں اس میں عدم حصول ہی کو خیر اور مصلحت سمجھنے کی اور سب علوم میں خوش فہمی کی یہ سب دُعائیں داخل ہیں تو لاتعجل کے بعد اس کا آنا نہایت ہی مناسب ہوا حاصل یہ کہ تدابیر حفظ میں سے تدبیر تعجیل کو ترک کیجئے اور تدبیر دُعا کو اختیار کیجئے) اور اس سے (بہت زمانہ) پہلے ہم آدمؑ کو ایک حکم دے چکے تھے (جس کا بیان آگے آتا ہے) سو ان سے غفلت (اور بے احتیاطی) ہوگئی اور ہم نے (اس حکم کے اہتمام میں) ان میں پختگی (اور ثابت قدمی) نہ پائی اور (اس اجمال کی تفصیل اگر مطلوب ہو تو)

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۱۱۴: چوں کہ اس میں آپؐ پر دوہری مشقت ہوتی تھی اس لیے فرمایا کہ اس کا یاد رکھنا ہماری ذمہ داری ہے، آپ تو بس اطمینان سے سنا کریں یہ دعا کرتے رہیں رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا○ یہ بڑی جامع ہے، حاصل یہ ہے کہ تدابیر حفظ میں سے تدبیر تعجیل کو ترک کیجیے اور تدبیر دعا کو اختیار کیجیے۔

آیت:۱۱۵: سابقہ آیت:۹۹: میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات کے بیان کا ذکر تھا، ان تمام قصوں میں اولین اور بعض حیثیات سے سب سے اہم حضرت آدمؑ کا قصہ ہے۔ یہ مناسبت ہوئی ان آیات کی جس میں امت محمدیہ کو اس پر تنبیہ کرنا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کا پرانا دشمن ہے اس لیے سب سے پہلے تمہارے ماں باپ سے اپنی دشمنی نکالی۔ اس لیے تمام بنی آدم کو اغوائے شیطان سے کبھی بے فکر نہ ہونا چاہیے۔

سیدنا حضرت آدمؑ کا یہ واقعہ اول تو نبوت ورسالت سے پہلے کا ہے، دیگر یہ کہ یہ بھول ہے، جو گناہ نہیں مگر آپ کے مقام بلند اور تقرب کے لحاظ سے اسے بھی ان کے حق میں لغزش قرار دی گئی، جس پر عتاب ہوا پس یہاں اس لغزش کو عصیان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دوسرا لفظ "عزم" ہے آپ نے مکمل فیصلہ تو حکم ربانی کی تعمیل کا کیا تھا مگر وساوس شیطانی سے فرق آگیا اور بھول نے اس پر قائم نہ رہنے دیا۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ○ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ○ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ○ وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ○ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ○ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ○ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ○ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ○

www.toobaaelibrary.com

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ۝ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

وہ وقت یاد کرو جب کہ ہم نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ آدم کے سامنے سجدہ (تحیت) کرو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے (کہ) اس نے انکار کیا پھر ہم نے (آدم سے) کہا کہ اے آدم (یاد رکھو) یہ بلاشبہ تمہارا اور تمہاری بی بی کا (اس وجہ سے) دشمن ہے (کہ تمہارے معاملہ میں مردود ہوا) سو کہیں تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے (یعنی اس کے کہنے سے کوئی ایسا کام مت کر بیٹھنا کہ جنت سے باہر کیے جاؤ) پھر مصیبت (اکتساب معاش) میں پڑ جاؤ (اور ساتھ میں تمہاری بی بی بھی، مگر زیادہ حصہ مصیبت کا تم کو بھگتنا پڑے اور) یہاں جنت میں تو تمہارے لیے یہ (آرام) ہے کہ تم نہ کبھی بھوکے ہوگے (جس سے تکلیف ہو یا اس کی تدبیر میں دیر اور پریشانی ہو) اور نہ ننگے ہوگے (کہ کپڑے نہ ملے یا احتیاج کے اتنی دیر بعد ملے کہ تکلیف ہونے لگے) اور نہ یہاں پیاسے ہوگے (کہ پانی نہ ملے یا دیر ہونے سے تکلیف ہو) اور نہ دھوپ میں تپو گے (کیونکہ جنت میں دھوپ ہی نہیں اور مکان بھی ہر طرح پناہ کے ہیں بخلاف اس حالت کے کہ اگر جنت سے نکل کر دنیا میں گئے تو یہ ساری مصیبتیں پیش آویں گی اس لیے ان امور کو پیش نظر رکھ کر خوب ہی ہوشیاری و بیداری سے رہنا) پھر ان کو شیطان نے (جھانسہ دیا یعنی بہکایا، کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں تم کو ہمیشگی (کی خاصیت کا درخت بتلا دوں (کہ اس کے کھانے سے ہمیشہ شاد و آباد رہو) اور ایسی بادشاہی جس میں کبھی ضعف نہ آوے سو (اس کے بہکانے سے) دونوں نے اس درخت سے کھالیا (جس سے ممانعت ہوئی تھی اور شیطان نے اس کو شجرۃ الخلد کہہ کر بہکایا تھا) تو (اس کے کھاتے ہی) ان دونوں کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور (اپنا بدن ڈھانکنے کو) دونوں اپنے (بدن کے) اوپر جنت (کے درختوں) کے پتے چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو (جنت میں ہمیشہ رہنے کا مقصد حاصل کرنے کے باب میں) غلطی میں پڑ گئے پھر (جب انہوں نے معذرت کی تو) ان کے رب نے (زیادہ) مقبول بنا لیا سو ان پر (مہربانی سے) توجہ فرمائی اور راہ (راست) پر ہمیشہ قائم رکھا (کہ پھر ایسی خطا نہیں ہوئی اور جب درخت کھالیا تو) اللہ تعالیٰ نے فرمایا

www.toobaaelibrary.com

کہ دونوں کے دونوں جنت سے اُترو (اور دنیا میں) ایسی حالت سے جاؤ کہ (تمہارے فرزندوں میں) ایک کا دشمن ایک ہوگا پھر اگر تمہارے پاس میرے طرف سے کوئی ہدایت (کا ذریعہ یعنی رسول یا کتاب) پہنچے تو (تم میں) جو شخص میری اس ہدایت کا اتباع کرے گا تو وہ نہ (دنیا میں) گمراہ ہوگا اور نہ (آخرت میں) شقی ہوگا، اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کریگا تو اس کے لیے (قیامت) سے پہلے دنیا اور قبر میں) تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے (قبر سے اٹھائیں گے وہ (تعجب سے) کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے مجھ کو اندھا کر کے کیوں اُٹھایا میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا (مجھ سے ایسی کیا خطا ہوئی) ارشاد ہوگا کہ (جیسی تجھ کو سزا ہوئی ہے ایسا ہی (تجھ سے عمل ہوا تھا وہ یہ کہ) تیرے پاس (انبیاء وعلماء کے واسطے سے) ہمارے احکام پہنچے تھے پھر ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جاویگا (جیسا تو نے خیال نہ کیا تھا) اور (جس طرح کہ یہ سزا مناسب عمل دی گئی) اسی طرح (ہر) اس شخص کو ہم (مناسب عمل) سزا دیں گے جو حد (اطاعت) سے گزر جاوے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لاوے اور واقعی آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت اور بڑا دیرپا (کہ اس کی کہیں انتہا ہی نہیں تو اس سے بچنے کا بہت ہی اہتمام کرنا واجب ہے) (یہ منکرین جو اعراض پر اصرار کر رہے ہیں تو) کیا ان لوگوں کو (اب تک) اس سے بھی ہدایت نہیں ہوئی کہ ہم ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو (اس اعراض ہی کے سبب عذاب سے) ہلاک کر چکے ہیں کہ ان (میں سے بعض) کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ بھی چلتے (پھرتے) ہیں (کیونکہ شام کو جاتے ہوئے اہل مکہ کے رستہ میں بعض ان قوموں کے مکانات آتے تھے) اس (امر مذکور) میں تو اہل فہم کے (سمجھنے کے) لیے (کافی) دلائل (اعراض کے نتائج بد ہونے کے) موجود ہیں۔

تلخیص معارف ومسائل

سیدنا حضرت آدمؑ کا واقعہ سورہ بقرہ اور اعراف میں گزر چکا ہے، تفصیلات وہاں دیکھئے۔

آیت :۱۱۷: "فتشقی" مراد شقاوت دنیا ہے نہ کہ آخرت، اسی لیے قرآن نے اس لفظ کی تفسیر یہ کی "ھو ان یاکل من کدّ یدیہ" یعنی (دنیا میں) اپنے ہاتھوں کی محنت سے خوراک حاصل کرنی پڑے گی (قرطبی) قرینہ بھی آگے یہی بتلا رہا ہے کیوں کہ آگے جنت کی نعمتوں میں سے ان چار نعمتوں کا ذکر ہے جو حیات انسانی کے لیے عمودی حیثیت رکھتی ہیں یعنی کھانا، پینا، کپڑا، مسکن۔

اس آیت نے یہ بتلا دیا کہ بیوی کا نفقہ ضرور یہ بھی یہی چار چیزیں ہیں اس سے زائد شوہر جو خرچ

www.toobaaelibrary.com

کرتا ہے وہ تبرع واحسان ہے، واجب نہیں ہے نیز اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شریعت نے کسی شخص کے ذمہ، بیوی کے علاوہ جیسے ماں باپ کا نفقہ واجب کیا ہے اتنا ہی ہے جب کہ وہ محتاج اور معذور ہوں۔

آیت: ۱۱۸: یعنی بھوک پیاس کی تکلیف نہ اٹھانی پڑے گی۔

آیت: ۱۲۱: قاضی ابوبکر نے وعصٰی کے سلسلے میں نہایت اہم بات یہ کہی ہے کہ ہم میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ آدمؑ کی طرف یہ لفظ عصیان اپنی طرف سے منسوب کرے بجز اس کے کہ قرآن کی اس آیت کے یا کسی حدیث کے ضمن میں آیا ہو جب یہ لفظ قریب ترین اباء واجداد کے لیے بھی جائز نہیں تو پھر بھلا ہمارے سب سے پہلے باپ جو ہر حیثیت میں ہمارے آباء سے مقدم اور اعظم واکبر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے معزز پیغمبر ہیں جن کا عذر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور معافی کا اعلان کر دیا۔ یہ لفظ کسی نبی کی سلسلے میں جہاں بھی آیا ہے، بمعنی خلاف اولیٰ کے ہے یا قبل از نبوت کے ہے۔

آیت: ۱۲۳: باہمی عداوت سے مراد ان کی اولاد میں باہمی عداوت ہے اور ظاہر ہے کہ اولاد میں باہمی عداوت ماں باپ کی زندگی بھی تلخ کر دیتی ہے۔

آیت: ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷: تنگی معیشت سے مراد قبر کا عالم ہے، اور یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس سے قناعت کا وصف سلب کر لیا جائیگا اور دنیا کی حرص بڑھا دی جائے گی۔ پس انہیں قلبی سکون نصیب نہ ہوگا، سامان میں راحت نہیں قلبی سکون نہ ہو تو کچھ نہیں۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّ اَجَلٌ مُّسَمًّى ۝ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ۝ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۚ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۚ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۝ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝ وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ۝ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (ان پر فوری عذاب نہ آنے سے جو ان کو شبہ اپنے مذہب کے مذموم نہ ہونے کا ہوتا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ) اگر آپ کے

www.toobaaelibrary.com

رب کی طرف سے ایک بات پہلے سے فرمائی ہوئی نہ ہوتی (وہ یہ کہ بعض مصلحتوں کی وجہ سے ان کو مہلت دی جاوے گی) اور (عذاب کے لیے) ایک میعاد معین نہ ہوتی (کہ قیامت کا دن ہے) تو (ان کے کفر و اعراض کے اقتضاء سے) عذاب لازمی طور پر ہوتا (خلاصہ یہ کہ کفر تو مقتضی عذاب کا ہے لیکن ایک مانع کی وجہ سے توقف ہو رہا ہے پس ان کا وہ شبہ اور فوری عذاب نہ آنے سے اپنے حق پر ہونے کا استدلال غلط ہے، غرض یہ کہ امہال ہے اہمال نہیں) سو (جب عذاب کا آنا یقینی ہے تو) آپ ان کی (کفر آمیز) باتوں پر صبر کیجئے (اور بغض فی اللہ کی وجہ سے جو ان پر غیض آتا ہے اور ان پر تاخیر عذاب سے اضطراب ہوتا ہے اس اضطراب کو ترک کیجئے) اور اپنے رب کی حمد (وثنا) کے ساتھ (اس کی) تسبیح (وتقدیس) کیجئے (اس میں نماز بھی آگئی) آفتاب نکلنے سے پہلے (مثلاً نماز فجر) اور اس کے غروب سے پہلے (مثلاً نماز ظہر وعصر) اور اوقات شب میں (بھی) کیا کیجئے (مثلاً نماز مغرب وعشاء) اور دن کے اول وآخر میں (تسبیح کرنے کے واسطے اہتمام کے لیے مکرر کہا جاتا ہے جس سے نماز فجر ومغرب کے ذکر کی بھی اہتماماً تکریر ہوگئی) تاکہ (آپ کو ثواب ملے) آپ (اس سے) خوش ہوں (مطلب یہ کہ آپ اپنی توجہ معبود حقیقی کی طرف رکھئے لوگوں کی فکر نہ کیجئے) اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے (جو یا اب تک بھی نہیں دیکھا) جس سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو (مثلاً یہود ونصاریٰ ومشرکین کو) ان کی آزمائش کے لیے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ (محض) دنیوی زندگی کی رونق ہے (مطلب اوروں کو سنانا ہے کہ جب معصوم نبی کے لیے یہ ممانعت ہے جن میں احتمال بھی نہیں تو غیر معصوم کو تو اس کا اہتمام کیوں کر ضروری نہ ہوگا، اور آزمائش یہ کہ کون احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے) اور آپ کے رب کا عطیہ (جو آخرت میں ملے گا) بدرجہا (اس سے) بہتر اور دیرپا ہے (کہ کبھی فنا ہی نہ ہوگا، خلاصہ کلام کا یہ ہوا کہ نہ ان کی اعراض بکسر الہمزہ کی طرف التفات کیا جاوے نہ ان کے اعراض بفتح الہمزہ یعنی اسباب عیش کی طرف سب کا انجام عذاب ہے) اور اپنے متعلقین کو (یعنی اہل خاندان کو یا مؤمنین کو) بھی نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کے پابند رہیئے (یعنی زیادہ توجہ کے قابل یہ امور ہیں) ہم آپ سے اور (اسی طرح دوسروں سے ایسے) معاش (کمانا نہیں) چاہتے (جو طاعت ضروریہ سے مانع ہو) معاش تو آپ کو (اور اسی طرح اوروں کو) ہم دیں گے (یعنی مقصود اصلی اکتساب نہیں بلکہ دین اور طاعت ہیں، اکتساب کی اسی حالت میں اجازت یا امر ہے کہ ضروری طاعت میں وہ مخل نہ ہو) اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔ (اس لیے

www.toobaaelibrary.com

ہم حکم دیتے ہیں لَا تَمُدَّنَّ اور وَاْمُرْ اَهْلَكَ الخ اور مفسرین کے بعض احوال واقوال جو اوپر معلوم ہوئے اسی طرح ان کا ایک اور قول بھی مذکور ہوتا ہے کہ) وہ لوگ (عناداً) یوں کہتے ہیں کہ یہ رسول ہمارے پاس کوئی نشانی (اپنی نبوت کی) کیوں نہیں لاتے (آگے جواب ہے کہ) کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کے مضمون کا ظہور نہیں پہنچا (مراد اس سے قرآن ہے کہ اس سے کتب سابقہ کے مضمون پیشین گوئی کے صدق کا ظہور ہو گیا مطلب یہ کہ کیا ان کے پاس قرآن نہیں پہنچا جس کی پہلے سے شہرت تھی کہ وہ نبوت پر کافی دلیل ہے) اور اگر ہم ان کو قبل قرآن آنے کے (سزائے کفر میں) کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے (اور قیامت کے روز اصلی سزا کفر کی دی جاتی کہ وہ لازم ہی تھی) تو یہ لوگ (بطور عذر کے) یوں کہتے کہ اے ہمارے رب آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول (دنیا میں) کیوں نہیں بھیجا تھا کہ ہم آپ کے احکام پر چلتے قبل اس کے کہ ہم (یہاں خود) بے قدر ہوں اور (دوسروں کی نگاہ میں) رسوا ہوں (سو اب اس عذر کی بھی گنجائش نہیں رہی، اگر وہ یوں کہیں کہ وہ عذاب کب ہوگا تو) آپ کہہ دیجئے کہ (ہم) سب انتظار کر رہے ہیں سو (چندے) اور انتظار کر لو اب عنقریب تم کو (بھی) معلوم ہو جاویگا کہ راہ راست والے کون ہیں اور وہ کون ہے جو (منزل) مقصود تک پہنچا (یعنی وہ فیصلہ عنقریب بعد موت یا بعد الحشر ظاہر ہو جاوے گا۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۱۳۰: دشمن تو سبھی ہوتے ہیں اور کیسی ہی دشمنی ہو باعث تکلیف ہوتی ہے دشمنوں کی ایذاؤں سے بچنے کا علاج صبر ہے، اور اللہ کی یاد میں مشغول ہونا ہے صبر یعنی خود کو قابو میں رکھنا، انتقام کی فکر میں نہ پڑنا، کیوں کہ فکر انتقام ایک مستقل عذاب ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اشارہ اس طرف ہے کہ اگر بندہ کو تسبیح رب کی توفیق ہو جائے تو ناز نہ کرے بلکہ اللہ کی حمد وشکر کو اپنا وظیفہ بنائے کہ یہ ذکر اللہ اسی کی توفیق کا نتیجہ اور ثمرہ ہے۔

آیت: ۱۳۱: دولت دنیا چند روزہ ہے یہ اللہ کے نزدیک مقبولیت کی علامت نہیں، بلکہ مومن کے لیے خطرہ کی چیز ہے بروایت ابن ابی حاتم حضرت ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے ارشاد رسالت ہے، مجھے تم لوگوں کے بارے میں جس چیز کا زیادہ خوف وخطرہ ہے وہ دولت وزینت دنیا ہے جو تم پر کھول دی جائے گی۔

آیت: ۱۳۲: کیوں کہ اہل وعیال نماز کے پابند نہ ہوں اور ماحول خلاف ہو تو طبعی طور پر

www.toobaaelibrary.com

انسان خود ہی کوتاہی کا شکار ہو جاتا ہے۔

جو آدمی نماز اور اللہ کی عبادت کا پابند ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے رزق کا معاملہ آسان بنا دیتے ہیں، ارشاد رسالت ہے: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم تو میری عبادت کے لیے اپنے آپ کو فارغ کر لے تو میں تیرے سینے کو غنا اور استغنا سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو دور کر دوں گا، اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرا سینہ فکر اور شغل سے بھر دوں گا اور محتاجی دور نہ کروں گا" (ابن ماجہ عن ابی ہریرہؓ)

قراءات: سورۃ مریم: تحت بصری کے لیے بالتاء الباء فتحہ شامی حمزہ کے لیے بالتاء الباء فتحہ شعبہ کسائی کے لیے بالتاء الباء والیاء، ورش کے لیے بتقلیل الباء والیاء ہے اور باقیین یعنی قالون کی اور حفص کے لیے بفتح الباء والیاء ہے اور اظہار صاد کے دال کا عند الذال حرمکین وعاصم کے لیے ہے اور باقیین کے لیے ادغام ہے زَكَرِيَّاهُ إِذْنَادَى وَيَازَكَرِيَّاهُ إِنَّا وغیرہ حفص واخوین کے لیے بحذف الہمز باقیین کے لیے باثبات الہمز ہے، يَرِثُنِي وَيَرِثُ بصری وکسائی کے لیے بجزم الثاء باقیین کے لیے بضم الثاء إِنَّا نُبَشِّرُكَ وَنُبَشِّرُهُ آل عمران میں گذر چکا ہے۔ عِتِيًّا وَصِلِيًّا وَبُكِيًّا حفص واخوین کے لیے یہ کلمات ثلثہ بکسر الاول ہیں اور بکیا اخوین کے لیے بکسر الباء ہے باقیین کے لیے یہ سب کلمات بضم الاول ہیں وَقَدْ خَلَقْتُكَ اخوین کے لیے بالنون والالف اور باقیین کے لیے بتاء مضمومہ ہے لِيَهَبَ لَكِ ورش بصری کے لیے بالالف اور قالون کے لیے بالالف یہ لفظ یہاں بیاء مفتوحہ ہے (قالون کی یہ وجہ خلاف طریق ہے) اور باقیین کے لیے اور قالون کی وجہ ثانی بھمزہ مفتوحہ واحد متکلم مضارع ہے وَكُنْتُ نَسْيًا حفص وحمزہ کے لیے بفتح النون اور باقیین کے لیے بکسر النون مَنْ تَحْتَهَا أَلَّا کی بصری شامی شعبہ کے لیے بفتح الہمز والثاء اور باقیوں کے لیے بکسر الہمز والثاء تُسَاقِطْ عَلَيْكِ حمزہ کے لیے بفتح الثاء والقاف وتخفیف السین، حفص کے لیے بضم الثاء وکسر القاف مع تخفیف السین اور باقیین کے لیے بفتح الثاء مع تشدید السین قَوْلَ الْحَقِّ شامی عاصم کے لیے بنصب لام قول اور باقیین کے لیے برفع اللام ہے وَأَنَّ اللَّهَ رَبِّي شامی اور کوفیین کے لیے بکسر الہمزہ اور باقیین کے لیے بفتح الہمزہ ہے كُنْ فَيَكُونُ تیسرے پارہ میں اور بآیت یوسف میں مذکور ہو چکے ہیں مُخْلِصًا کوفیین کے لیے بفتح اللام اور باقیین کے لیے بکسر اللام ہے يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ نساء میں مذکور ہوا وَإِذَا مَا مِتُّ صرف ابن ذکوان کے لیے بالالف بھمزہ واحدہ مکسورہ ہے اور باقیین کے لیے بلا الف بھمزتین ہے اور یہی وجہ ثانی ہے ابن ذکوان کے لیے بھی نافع، حفص واخوین کے لیے بکسر الہمز بقیہ کے لیے بضم الہمز ہے لَوْلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ نافع شامی عاصم کے لیے بسکون الذال وضم الکاف مخفف اور باقیین کے لیے بفتح الذال والکاف مع التشدید يَذَّكَّرُ ہے ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا کسائی کے لیے مخفف نُنْجِي ہے اور باقیین کے لیے مشدد نُنَجِّي الَّذِينَ ہے عَتِيًّا مقاما کی کے لیے بضم الہمز

www.toobaaelibrary.com

اور باقیین کے لیے بفتح الہمزہ ہے اَنَّا وَرِثْنَا قالون وابن ذکوان کے لیے بتسہیل ہمزہ ہے، اور باقیین کے لیے بہمزۂ ساکنہ مع تخفیف الیاء مَالًا وَّوَلَدًا وقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا. اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا. اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا اور زخرف میں اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ اخوین کے لیے کلمات خمسہ میں ضمہ واؤ سکون اللام ہے، اور باقیین کے لیے بفتح الواؤ واللام ہیکَادُ السَّمٰوٰتُ یہاں اور شوریٰ میں نافع وکسائی کے لیے بالتاء اور باقیوں کے لیے بالیاء ہے يَتَفَطَّرْنَ یہاں اور شوریٰ میں حرمیین وحفص وکسائی کے لیے بفتح الیاء والتاء وتشدید الطاء مع الفتح اور باقیین کے لیے بفتح الیاء وسکون الطاء مع کسر الطاء مخفف ہے۔

قراءات : سورۂ طٰہٰ: طٰہٰ شعبہ واخوین کے لیے بالمالۂ طار وہا۔ ورش کے لیے امالہ ہا اور بصری کے لیے بھی صرف ہا میں امالہ وتقلیل ہے لیکن امالہ ہی مقرر ہے۔ اور باقیین کے لیے دونوں میں فتح خالص ہے لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا ہمزہ کے لیے یہاں اور قصص میں وصلاً بضم الہاء اور باقیین کے لیے بکسر الہاء ہے اَلْقِهِ اَلْقِيْهِ کی بصری کے لیے بفتح الہمزہ، اور باقیین کے لیے بکسر الہمزہ ہے طُوًى یہاں اور نازعات میں شامی اور کوفیین کے لیے بالتنوین اور باقیین کے لیے بغیر التنوین ہے ہر جگہ وَاَنَا ہمزہ کے لیے نون مشدد ہے اور اِنَّنِيْ اَنَا بالنون والالف جمع متکلم ہے اور باقیین کے لیے اَنَا میں نون مخفف ہے اور اِنَّنِيْ اَنَا اللّٰهُ میں نا مضمومہ صیغہ واحد متکلم ہے وَاَنِيْ اخْتَرْتُكَ شامی کے لیے بہمزہ مفتوحہ قطعیہ اور اُخْفِيْهَا میں ہمزہ مضمومہ ہے۔ اور باقیین کے لیے اوّل میں ہمزۂ وصل مضمومہ اور ثانی میں ہمزہ مفتوحہ قطعیہ ہے مَهْدًا یہاں اور زخرف میں کوفیین کے لیے بفتح المیم وسکون الہاء اور باقیین کے لیے بکسر المیم وفتح الہاء والف بعد الہاء ہے اور جو سورۂ دہا میں ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے مَكَانًا سُوًى شامی عاصم حمزہ کے لیے بضم السین اور باقیین کے لیے بکسر السین اور دونوں اس لفظ میں ونیز سورۂ قیامہ کیا اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى میں بناء بر اصول امالہ ہوگا فَيَسْحِتَكُمْ حفص واخوین کے لیے بضم الیاء وکسر الحاء اور باقیین کے لیے بفتح الیاء والحاء فَاَوْ اٰذَنْ کی حفص کے لیے بسکون النون اور باقیین کے لیے بتشدید النون هٰذٰنِ بصری کے لیے بالیاء الساکنہ اور باقیین کے لیے بالالف ہے اور کی کے لیے بتشدید النون اور باقیین کے لیے بتخفیف النون الحفص ہے فَاَجْمِعُوْا بصری کے لیے بہمزۂ وصل وفتح المیم اور باقیین کے لیے بہمزۂ قطعی مفتوحہ مع کسر المیم يُخَيَّلُ ابن ذکوان کے لیے بالتاء اور باقیین کے لیے بالیاء۔ تَلْقَفْ مَا ابن ذکوان کے لیے بضم الفاء باقیین کے لیے بجزم الفاء ہے۔ اور بزی کے لیے تاء مشدد ہے اور حفص ہے کے لیے بسکون لام مع تخفیف قاف پہلے گذر چکا ہے كَيْدُ سٰحِرٍ اخوین کے لیے بکسر السین وسکون الحاء بغیر الف ہے اور باقیین کے لیے بفتح السین والالف مع کسر الحاء فَاِمَّا تَاْتِيَنَّهُ قتل وحفص کے لیے بہمزۂ واحد بناء بر خبر کے ہے، اور باقیین کے لیے بہمزتین بناء

www.toobaaelibrary.com

برائے تفہیم کے ہے اور یہ اعراف میں گذر چکا ہے وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا سوی کے لیے باسکان الہاء اور قالون وہشام کے لیے کسرہ بغیر صلہ مع الصلہ دونوں وجہیں مقروء ہیں مگر تحقیقی وجہ صرف صلہ ہی ہے ہشام کے لیے، اور باقیین کے لیے کسرہ مع الصلہ ہے۔ لَا تَخَفْ دَرَكًا حمزہ کے لیے بغیر الف مع سکون الفاء لَا تَخَفْ ہے اور باقیین کے لیے بالالف وضم الفاء ظاہر ہے قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ مَا رَزَقْنٰكُمْ اخوین کے لیے بضم النون ہیں تینوں کلے اور باقیین کے لیے بنون مفتوحہ والالف بعد النون ہے، اور بصری کے لیے یہ حذف الف بعد الواؤ ہے فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ کسائی کے لیے بضم الحاء وتیز وَمَنْ يَّحْلِلْ کسائی کے لیے بضم لام اولی ہے اور باقیین کے لیے یہ دونوں بکسر الحاء واللام ہیں اور تیسرا لفظ یعنی اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ میں کوئی اختلاف نہیں ہے بِمِلْكِنَا نافع عاصم کے لیے بفتح المیم اور اخوین کے لیے بضم المیم اور باقیین کے لیے بکسر المیم حُمِّلْنَا حرمین شامی اور حفص کے لیے بضم الحاء وکسر المیم مع التشدید ہے اور باقیین کے لیے بفتح الحاء والمیم مع التخفیف ہے يٰبَنِيَّ اعراف میں گذر چکا بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا اخوین کے لیے بالتاء اور باقیین کے لیے بالیاء لَنْ نَّبْرَحَ کی بصری کے لیے بکسر اللام اور باقیین کے لیے بفتح اللام، اور يَوْمَ يُنْفَخُ بصری کے لیے بنون مفتوحہ مع ضم الفاء اور باقیین کے لیے بیائے مضمومہ مع فتح الفاء يٰۤاَبَتِ لَا تَعْضُّوْا نافع اور شعبہ کے لیے بکسر الجزء اور باقیین کے لیے بالفتح ہے لَعَلَّكَ تَرْضٰى شعبہ وکسائی کے لیے بضم التاء اور باقیین کے لیے بفتح التاء لَوْ لَمْ يُلِتْكُمْ نافع بصری اور حفص کے لیے بالتاء اور باقیین کے لیے بالیاء ہے۔

* * *

www.toobaaelibrary.com

سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآءِ مَكِّيَّةٌ (۷۳) سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآءِ مَكِّيَّةٌ (۷۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ
اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ
مِّثْلُكُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝ قُلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۖ وَهُوَ
السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۖ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ
اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا
قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا
جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ۝ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ
نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ۝ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آپہنچا (یعنی قیامت وقتاً فوقتاً نزدیک ہوتی جاتی ہے) اور یہ (ابھی) غفلت (ہی) میں (پڑے) ہیں (اور اس کے یقین کرنے اور اس کے لیے تیاری کرنے سے) اعراض کئے ہوئے ہیں (اور ان کی غفلت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ) ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو نصیحت تازہ (حسب حال انکے) آتی ہے (بجائے اس کے کہ ان کو تنبہ ہوتا) یہ اس کو ایسے طور سے سنتے ہیں کہ (اس کے ساتھ) ہنسی کرتے ہیں (اور) ان کے دل (اصلاً ادھر) متوجہ نہیں ہوتے اور یہ لوگ یعنی ظالم (اور کافر) لوگ (آپس میں) چپکے چپکے سرگوشی کرتے ہیں (اس لیے نہیں کہ ان کو اہلِ اسلام کا خوف تھا کیوں کہ مکہ میں کفار ضعیف نہ تھے بلکہ اس لیے کہ اسلام کے خلاف خفیہ سازش کر کے اس کو مٹائیں) کہ یہ (یعنی محمدؐ) محض تم جیسے ایک (معمولی) آدمی ہیں (یعنی نبی نہیں اور یہ جو ایک دلکش و دلربا کلام سناتے ہیں اس پر اعجاز کا شبہ اور اس اعجاز سے نبوت کا خیال نہ کرنا کیوں کہ وہ حقیقت میں سحر آمیز کلام ہے) تو کیا (باوجود اس بات کے) پھر بھی تم جادو کی بات سننے کو (ان کے پاس) جاؤ گے حالانکہ تم (اس بات کو خوب) جانتے (بوجھتے) ہو (پیغمبرؐ (کو جواب دینے کا حکم ہوا اور انہوں) نے (موافق حکم کے جواب میں) فرمایا کہ میرا رب ہر بات کو (خواہ) آسمان میں ہو اور (خواہ) زمین میں (اور خواہ ظاہر ہو یا مخفی ہو خوب) جانتا ہے اور وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے (سو تمہارے

www.toobaaelibrary.com

ان اقوال کفریہ کو بھی جانتا ہے اور تم کو خوب سزا دے گا اور انہوں نے کلام حق کو صرف جادو کہنے پر اکتفا نہیں کیا) بلکہ یوں (بھی) کہا کہ یہ (قرآن) پریشان خیالات ہیں (کہ واقع میں وحی بھی نہیں) بلکہ (اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ) انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اس کو (قصداً و اختیاراً اپنے دل سے) تراش لیا ہے (اور خواب کے خیالات میں تو انسان قدرے بے اختیار اور معذور اور مبتلائے اشتباہ بھی ہو سکتا ہے اور یہ افترا کچھ قرآن ہی کے ساتھ خاص نہیں) بلکہ یہ تو ایک شاعر شخص ہیں (ان کی تمام باتیں ایسی ہی تراشیدہ اور خیالی ہوتی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ رسول نہیں ہیں اور بڑے مدعی رسالت کے ہیں) تو ان کو چاہئے کہ ایسی کوئی (بڑی) نشانی لاویں جیسا پہلے لوگ رسول بنائے گئے (اور بڑے بڑے معجزات ظاہر کئے اس وقت ہم رسول مانیں اور ایمان لائیں اور یہ کہنا بھی ایک بہانہ تھا ورنہ انبیاء سابقین کو بھی نہ مانتے تھے حق تعالیٰ جواب میں فرماتے ہیں کہ) ان سے پہلے کوئی بستی والے جن کو ہم نے ہلاک کیا ہے (باوجود ان کے فرمائشی معجزات ظاہر ہو جانے کے) ایمان نہیں لائے سو کیا یہ لوگ (ان معجزات کے ظاہر ہونے پر) ایمان لے آویں گے (اور ایسی حالت میں ایمان نہ لانے پر عذاب نازل ہو جاوے گا اس لیے ہم وہ معجزات ظاہر نہیں فرماتے اور قرآن معجزہ کافی ہے) اور (رسالت کے متعلق جو ان کا یہ شبہ ہے کہ رسول بشر نہ ہونا چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ) ہم نے آپ سے قبل صرف آدمیوں ہی کو پیغمبر بنایا ہے جن کے پاس ہم وحی بھیجا کرتے تھے سو (اے منکرو) اگر تم کو (یہ بات) معلوم نہ ہو تو اہل کتاب سے دریافت کر لو (کیونکہ یہ لوگ اگرچہ کافر ہیں مگر خبر متواتر میں راوی کا مسلمان باثقہ ہونا شرط نہیں، پھر تم ان کو اپنا دوست سمجھتے ہو تو تمہارے نزدیک ان کی بات معتبر ہونی چاہئے) اور (اسی طرح رسالت کے متعلق جو اس شبہ کی دوسری تقریر ہے کہ رسول فرشتہ ہونا چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ) ہم نے ان رسولوں کے (جو کہ گزر چکے ہیں) ایسے بدن نہیں بنائے تھے جو کھانا نہ کھاتے ہوں (یعنی فرشتہ نہ بنایا تھا) اور (یہ لوگ جو آپ کی وفات کے انتظار میں خوشیاں منا رہے ہیں بقولہ تعالیٰ نَتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ كذا فی المعالم، یہ وفات بھی منافی نبوت نہیں کیونکہ) وہ (گزشتہ) حضرات (بھی دنیا میں) ہمیشہ رہنے والے نہیں ہوئے (پس اگر آپ کی بھی وفات ہو جاوے تو نبوت میں کیا اعتراض لازم آیا، غرض یہ کہ جیسے پہلے رسول تھے ویسے ہی آپ بھی اور یہ لوگ جس طرح آپ کی تکذیب کرتے ہیں اسی طرح ان حضرات کی بھی اس زمانے کے کفار نے تکذیب کی) پھر ہم نے جو ان سے وعدہ کیا تھا (کہ مکذبین کو عذاب سے ہلاک کریں گے اور تم کو اور مؤمنین کو

www.toobaaelibrary.com

محفوظ رکھیں گے ہم نے) اس (وعدہ) کو سچا کیا یعنی ان کو اور جن جن کو (نجات دینا) منظور ہوا (اس عذاب سے) ہم نے نجات دی اور (اس عذاب سے) حد (اطاعت) سے گزرنے والوں کو ہلاک کیا (سو ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے اے منکرو اس تکذیب کے بعد تم پر دنیا و آخرت میں عذاب آوے تو تعجب نہیں کیونکہ) ہم تمہارے پاس ایسی کتاب بھیج چکے ہیں کہ اس میں تمہاری نصیحت (کافی) موجود ہے کیا (باوجود ایسی تبلیغ موعظت کے) پھر بھی تم نہیں سمجھتے (اور نہیں مانتے)

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۱: اس آیت سے مقصود غفلت شعاروں کو متنبہ کرنا ہے، جس میں سب مومن وکافر داخل ہیں۔

آیت:۱۰: یہ قرآن عربوں کے لیے عزت وفخر اور دائمی شہرت کی چیز ہے اس کی قدر کرنی چاہیے آج اہل عرب کی ساری خصوصیت صرف قرآن کی بدولت ہے اگر قرآن نہ ہوتا تو آج کوئی عرب قوم کا نام لینے والا نہ ہوتا۔

وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ۝ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ۝ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝ لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۖ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝ وَلَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ۝ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۖ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِىَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِىْ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِىْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّىْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِى الظّٰلِمِيْنَ ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور ہم نے بہت سی بستیاں جن کے رہنے والے ظالم (یعنی کافر) تھے تباہ کر ڈالیں اور ان کے بعد دوسری قوم پیدا کر دی تو جب ان ظالموں نے ہمارا عذاب آتا دیکھا تو اس بستی سے بھاگنا شروع کیا (تاکہ عذاب سے بچ جاویں۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ) بھاگو مت اور اپنے سامانِ عیش اور اپنے مکانات کی طرف واپس چلو شاید تم سے پوچھے پاچھے (کہ تم پر کیا گزری مقصود اس سے بطور تعریض کے ان کی احمقانہ جسارت پر تنبیہ ہے کہ جس سامان اور مکان پر تم کو ناز تھا اب نہ وہ سامان رہا نہ مکان نہ کسی دوست ہمدرد کا نام ونشان رہا) وہ لوگ (نزولِ عذاب کے وقت) کہنے لگے کہ ہائے ہماری کم بختی بیشک ہم لوگ ظالم تھے ان کا یہی شور وغم رہا یہاں تک کہ ہم نے ان کو ایسا (نیست ونابود) کر دیا جس طرح کھیتی کٹ گئی ہو یا آگ بجھ گئی ہو۔ اور (ہمارے یکتا ہونے پر ہماری مصنوعات دلالت کر رہی ہیں کیونکہ) ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعلِ عبث کرنے والے ہوں (بلکہ ان میں بہت سی حکمتیں ہیں جن میں بڑی حکمت توحید حق پر دلالت ہے اور) اگر ہم کو (آسمان اور زمین کے بنانے سے کوئی حکمت مقصود نہ ہوتی بلکہ ان کو محض) مشغلہ ہی بنانا منظور ہوتا (جس میں کوئی معتد بہ فائدہ مقصود نہیں ہوتا محض دل بہلانا منظور ہوتا ہے) تو ہم خاص اپنے پاس کی چیز کو مشغلہ بناتے (مثلاً اپنی صفات کمال کے مشاہدہ کو) اگر ہم کو یہ کرنا ہوتا (کیونکہ مشغلہ کو مشاغل کی شان سے مناسبت چاہئے تو کہاں ذات خالقِ کائنات اور کہاں یہ مصنوعات حادثہ البتہ صفات کو بوجہ قدیم اور لازم ذات ہونے کے تاہم مناسبت ہے سو جب بدلائل عقلیہ واجماع اہلِ ملل اس کا بھی مشغلہ قرار دیا جانا محال ہے تو مصنوعات حادثہ میں تو کسی کو اس کا وہم بھی نہ ہونا چاہئے پس ثابت ہوا کہ ہم نے عبث یعنی فضول پیدا نہیں کیا) بلکہ اثباتِ حق اور ابطال باطل کے لیے پیدا کیا ہے اور) ہم (اُس) حق بات کو (جس کے ثبوت پر مصنوعات دلالت کرتی ہیں اس) باطل بات پر (اس طرح غالب کر دیتے ہیں جیسے یوں سمجھو کہ ہم اس کو اس پر) پھینک مارتے ہیں سو وہ (حق) اس (باطل) کا بھیجا نکال دیتا ہے (یعنی اس کو مغلوب کر دیتا ہے) سو وہ (باطل مغلوب ہو کر) دفعۃً جاتا رہتا ہے (یعنی دلائلِ توحید جو ان مصنوعات سے حاصل ہوتے ہیں شرک کی بالکلیہ نفی کر دیتے ہیں جس کی جانب مخالف کا احتمال ہی نہیں رہتا) اور (تم جو باوجود ان دلائل قاہرہ کے شرک کرتے ہو تو) تمہارے لیے اس بات سے بڑی خرابی ہو جو تم (خلاف حق کے) گھڑتے ہو اور (حق تعالیٰ کی وہ شان ہے کہ) جتنے کچھ آسمانوں اور زمین

www.toobaaelibrary.com

میں ہیں سب اسی کے (مملوک) ہیں اور (ان میں سے) جو اللہ کے نزدیک (بڑے مقبول و مقرب) ہیں (ان کی بندگی کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں (بلکہ) شب و روز (اللہ کی) تسبیح (و تقدیس) کرتے ہیں (کسی وقت) موقوف نہیں کرتے (جب ان کی یہ حالت ہے تو عام مخلوق تو کس شمار میں ہے پس لائق عبادت کے وہی ہے اور جب کوئی دوسرا ایسا نہیں تو پھر اس کا شریک سمجھنا کتنی بے عقلی ہے) کیا (باوجود ان دلائل توحید کے) ان لوگوں نے خدا کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں (بالخصوص) زمین کی چیزوں میں سے (جو کہ اور بھی ادنیٰ تر اور نازل تر ہیں جیسے پتھر یا معدنیات کے بت) جو کسی کو زندہ کرتے ہیں (یعنی جو جان بھی نہ ڈال سکتا ہو ایسا عاجز کب معبود ہونے کے قابل ہوگا اور) زمین (میں یا) آسمان میں اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود (واجب الوجود) ہوتا تو دونوں (کبھی کے) درہم برہم ہو جاتے (کیونکہ عادۃً دونوں کے ارادوں اور افعال میں تزاحم ہوتا، ایک دوسرے سے ٹکراتے اور اس کے لیے فساد لازم ہے لیکن فساد واقع نہیں ہے اس لیے متعدد بھی نہیں ہو سکتے) سو (ان تقریرات سے ثابت ہوا کہ) اللہ تعالیٰ جو کہ مالک ہے عرش کا ان امور سے پاک ہے جو کچھ یہ لوگ بیان کر رہے ہیں (کہ نعوذ باللہ اس کے اور شریک بھی ہیں حالانکہ اس کی ایسی عظمت ہے کہ) وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور اوروں سے باز پرس کی جا سکتی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ باز پرس کر سکتا ہے پس کوئی عظمت میں اس کا شریک نہیں ہوا پھر معبودیت میں کوئی کیسے شریک ہو سکتا ہے، یہاں تک تو بطور ابطال اور نقض و استلزام محال کے کلام تھا آگے بطور سوال اور منع کے کلام ہے کہ) کیا خدا کو چھوڑ کر انہوں نے اور معبود بنا رکھے ہیں (ان سے) کہئے کہ تم اپنی دلیل (اس دعویٰ پر) پیش کرو (یہاں تک تو سوال اور دلیل عقلی سے شرک کا ابطال تھا آگے دلیل نقلی سے استدلال ہے کہ) یہ میرے ساتھ والوں کی کتاب (یعنی قرآن) اور مجھ سے پہلے لوگوں کی کتابیں (یعنی توراۃ و انجیل و زبور) موجود ہیں (جن کا صدق اور منزل من اللہ ہونا دلیل عقلی سے ثابت ہے اور اوروں میں گو تحریف ہوئی ہے مگر قرآن میں تحریف کا احتمال نہیں، پس جو مضمون ان کتب کا قرآن کے مطابق ہوگا وہ یقیناً صحیح ہے اور ان سب دلائل مذکورہ کا مقتضا یہ تھا کہ یہ لوگ توحید کے قائل ہو جاتے لیکن پھر بھی قائل نہیں) بلکہ ان میں زیادہ وہی ہیں جو امر حق کا یقین نہیں کرتے سو (اس وجہ سے) وہ (اس کے قبول کرنے سے) اعراض کر رہے ہیں اور (یہ توحید کوئی جدید بات نہیں جس سے توحش ہو بلکہ شرع قدیم ہے چنانچہ) ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی

www.toobaaelibrary.com

نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود (ہونے کے لائق) نہیں پس میری (ہی) عبادت کیا کرو اور یہ (مشرک) لوگ (جو ہیں ان میں بعضے) یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کو) اولاد بنا رکھی ہے (توبہ توبہ) وہ (اللہ تعالیٰ اس سے) پاک ہے (اور وہ فرشتے اس کی اولاد نہیں ہیں) بلکہ (اس کے) بندے ہیں (ہاں) معزز (بندہ ہیں اسی سے بے عقلوں کو اشتباہ ہو گیا اور ان کی عبدیت اور محکومیت اور ادب کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ اس سے آگے بڑھ کر بات نہیں کر سکتے (بلکہ منتظر حکم رہتے ہیں) اور وہ اسی کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں (اس کے خلاف نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ ان کے اگلے پچھلے احوال کو (خوب) جانتا ہے (پس جو حکم ہوگا اور جب حکم ہوگا موافق حکمت کے ہوگا اس لیے نہ عملی مخالفت کرتے ہیں نہ قولی مسابقت کرتے ہیں) اور (ان کے ادب کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ بجز اس (شخص) کے جس کے لیے (شفاعت کرنے کی) خدا تعالیٰ کی مرضی ہو اور کسی کی سفارش نہیں کر سکتے اور وہ سب اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور (یہ تو بیان تھا ان کی مغلوبیت اور محکومیت کا۔ آگے بیان ہے اللہ تعالیٰ کی عالیت اور حاکمیت کا) گو حاصل دونوں کا متقارب ہے یعنی) ان میں سے جو شخص (بالفرض) یوں کہے کہ (نعوذ باللہ) میں علاوہ خدا کے معبود ہوں سو ہم اس کو سزائے جہنم دیں گے (اور) ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں (یعنی خدا کا ان پر پورا بس ہے جیسے اور مخلوقات پر، پھر وہ خدا کی اولاد جس کے لیے خدا ہونا ضروری ہے کیسے ہو سکتے ہیں)

تلخیص معارف و مسائل

آیت:۱۱: بعض نے ان کو یمن کی بستیاں، حضورا، اور قلابہ قرار دیا ہے، مگر جب قرآن کریم نے متعین نہیں کیا تو عام ہی رکھنا چاہیے۔

آیت:۱۶: یہ آسمان و زمین بستیاں یہ سب کوئی کھیل نہیں ہے یہ تمام مخلوقات کی تخلیق بڑی اہم حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہے، بستیوں کی تباہی میں بھی حکمت تھی لہو و لعب کا کوئی کام بھی حق تعالیٰ کی عظمت و شان تو بہت بلند و بالا ہے اچھے معقول آدمی سے بھی متصور نہیں۔

آیت:۱۸: یہ کائنات اس لیے بنائی ہیں کہ ان کے ذریعے حق و باطل کا امتیاز ہوتا ہے ان کا مشاہدہ انسان کو حق کی طرف رہبری کرتا ہے کہ اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔

آیت:۱۹: یعنی نہ فرشتے تسبیح و تقدیس میں اپنی کسر شان سمجھتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں ہر وقت عبادت میں لگے رہتے ہیں۔

www.toobaaelibrary.com

آیت:۲۱: معبود بنایا تو زمین کی مخلوق کو اور پھر یہ کہ جنھیں خدا بنایا انھیں یہ کام کرتے دیکھا کہ وہ کسی کو زندہ کرتے ہیں اور اس میں جان ڈالتے ہیں کیوں کہ معبود کے لیے تو یہ بات ضروری ہے کہ موت وحیات خلائق اس کے قبضہ میں ہو۔

آیت:۲۲: اس آیت میں توحید کی دلیل عادی ہے اور دلیل عقلی کی طرف بھی اشارہ ہے۔

آیت:۲۷: اس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ جب مجلس میں کوئی بات آئے تو مجلس کے بڑے کے کلام کا انتظار کیا جائے، پہلے ہی کسی اور کا بول پڑنا خلاف ادب ہے۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا السَّمَاۗءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۭ اَفَاْىِٕنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَاۗىِٕقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۭ وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۭ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ۭ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ۝ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَاۗءِ وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۭ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۚ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاۗءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـــًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَاۗءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ۝ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ ۭ اَفَاَنْتُمْ

www.toobaaelibrary.com

لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

کیا ان کافروں کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ آسمان اور زمین (پہلے) بند تھے (یعنی نہ آسمان سے بارش ہوتی تھی نہ زمین سے کچھ پیداوار، اسی کو بند ہونا فرمایا جیسا کہ اب بھی اگر کسی جگہ یا کسی زمانہ میں آسمان سے بارش اور زمین سے پیداوار نہ ہو تو اس جگہ یا اس زمانے کے اعتبار سے ان کو بند کہا جا سکتا ہے) پھر ہم نے دونوں کو (اپنی قدرت سے) کھول دیا (کہ آسمان سے بارش اور زمین سے نباتات کا اُگنا شروع ہو گیا) اور (بارش سے صرف نباتات ہی کو نہیں ہوتا بلکہ) ہم نے (بارش کے) پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے (یعنی ہر زندہ جاندار کے وجود اور بقاء میں پانی کا دخل ضرور ہے خواہ بلا واسطہ ہو یا کسی واسطہ سے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ) کیا (ان باتوں کو سنکر) پھر ایمان نہیں لاتے اور ہم نے (اپنی قدرت سے) زمین میں پہاڑ اس لیے بنائے کہ زمین ان لوگوں کے لے کر ہلنے نہ لگے اور ہم نے اس (زمین) میں کشادہ کشادہ رستے بنائے تاکہ لوگ (ان کے ذریعہ سے) منزل (مقصود) کو پہنچ جاویں اور ہم نے (اپنی قدرت سے) آسمان کو (بمقابلہ زمین کے اس کے اوپر مثل) ایک چھت (کے) بنایا جو (ہر طرح سے) محفوظ ہے (یعنی گرنے سے بھی ٹوٹنے پھوٹنے سے بھی اور اس سے بھی کہ شیطان وہاں تک پہنچ کر آسمان کی باتیں سن سکیں مگر یہ آسمان کا محفوظ مضبوط ہونا بھی دائمی نہیں ایک زمانہ معین تک ہے) اور یہ لوگ اس (آسمان) کے (اندر کی موجودہ) نشانیوں سے اعراض کیے ہوئے ہیں (یعنی ان میں غور و فکر اور تدبر نہیں کرتے) اور وہ اپنا (قادر) ہے کہ اس نے رات اور دن اور سورج اور چاند بنائے (اور نشانیاں آسمان کی یہی ہیں اور شمس و قمر میں سے) ہر ایک ایک ایک دائرے میں (اس طرح چل رہے ہیں کہ گویا) تیر رہے ہیں۔ اور (یہ لوگ جو آپ کی وفات کی خوشیاں منا رہے ہیں، لقولہ تعالیٰ نَتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ، یہ وفات بھی منافی نبوت کی نہیں کیونکہ) ہم نے آپ سے پہلے بھی کسی بشر کے لیے (خواہ وہ نبی ہو یا غیر نبی دنیا میں) ہمیشہ رہنا تجویز نہیں کیا (وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ، پس جیسے آپ سے پہلے انبیاء کو موت آئی اس سے ان کی نبوت میں کسی کو شبہ نہیں ہوا اسی طرح آپ کی وفات سے آپ کی نبوت میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا، خلاصہ یہ ہے کہ نبوت اور موت دونوں ایک شخص میں جمع ہو سکتی ہیں) پھر (یہ کہ) اگر آپ کا انتقال ہو جاوے تو کیا یہ لوگ (دنیا میں) ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے (آخر یہ بھی مریں گے پھر خوشی کا کیا مقام ہے۔ مطلب یہ کہ آپ کی وفات سے

www.toobaaelibrary.com

ان کی خوشی اگر ابطال نبوت کے لیے ہے۔ تب تو ما جعلنا لبشر الخ اس کا جواب ہے اور اگر ذاتی بغض وعداوت سے ہے تو افائن مت الخ اس کا جواب ہے غرض ہر حال میں یہ انتظار مہمل اور لغو ہے اور موت تو ایسی چیز ہے کہ تم میں) ہر جاندار موت کا مزا چکھے گا اور (یہ جو ہم نے چند روزہ تم کو زندگی دے رکھی ہے تو اس سے مقصود محض یہ ہے کہ) ہم تو کو بری بھلی حالتوں سے اچھی طرح آزماتے ہیں (بری حالت سے مراد جو کہ خلاف مزاج ہو جیسے مرض وفقر اور اچھی حالت سے مراد جو کہ موافق مزاج ہو جیسے صحت اور غنا، زندگی میں یہی حالتیں مختلف طور پر پیش آتی ہیں، کوئی ان میں ایمان اور طاعت بجالاتا ہے اور کوئی کفر و معصیت کرتا ہے مطلب یہ کہ زندگی اس لیے دے رکھی ہے کہ دیکھیں کیسے کیسے عمل کرتے ہو) اور (اس زندگی کے ختم پر) پھر تم سب ہمارے پاس چلے آؤ گے (اور ہر ایک کو اس کے مناسب سزا و جزا دیں گے پس امر مہم تو موت اور مابعد الموت ہی ہوا اور زندگی محض عارضی پھر یہ لوگ اس پر اتراتے ہیں اور پیغمبر کی وفات پر خوشیاں مناتے ہیں یہ نہ ہوا کہ اس مستعار زندگی میں دولت ایمان وطاعت کما لیتے جو ان کے کام آتی اور الٹا نامۂ اعمال سیاہ اور آخرت کی منزل بھاری کر رہے ہیں ڈرتے نہیں) اور (ان منکرین کی یہ حالت ہے کہ) یہ کافر لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے ہنسی مذاق کرنے لگتے ہیں (اور آپس میں کہتے ہیں) کہ کیا یہی (صاحب) ہیں جو تمہارے معبودوں کا (برائی سے) ذکر کیا کرتے ہیں (سو آپ پر تو جنوں کے انکار کا بھی اعتراض ہے) اور (خود) یہ لوگ (حضرت) رحمان (جل شانہٗ) کے ذکر پر انکار (اور کفر) کیا کرتے ہیں (تو اعتراض کی بات تو درحقیقت یہ ہے اس لیے ان کو اپنی اس حالت پر استعجاب کرنا چاہئے تھا اور ان کی یہ حالت ہے کہ جب سزائے کفر کا مضمون سنتے ہیں جیسے اوپر ہی ذکر ہوا ہے الینا ترجعون تو بوجہ تکذیب کے اس کا تقاضا کرتے ہیں کہ یہ سزا جلد آجائے اور یہ تقاضا اور عجلت کچھ انسانی طبیعت کا خاصہ اکثریہ بھی ہے پس اس کا طبعی ہونا ایسا ہے جیسے گویا) انسان جلدی ہی (کے خمیر) کا بنا ہوا (ہے یعنی عجلت اور جلدی مثل اس کے اجزاء ترکیبیہ کے ہے اسی واسطے یہ لوگ عذاب جلدی جلدی مانگتے ہیں اور اس میں دیر ہونے کو دلیل عدم وقوع کے سمجھتے ہیں لیکن اے کافرو یہ تمہاری غلطی ہے کیوں کہ اس کا وقت معین ہے سو ذرا صبر کرو) ہم عنقریب (اس کے وقت آنے پر) تم کو اپنی نشانیاں (قہر کی یعنی سزائیں) دکھائے دیتے ہیں، پس تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ (کیونکہ عذاب وقت سے پہلے آتا نہیں اور وقت پر ٹلتا نہیں) اور یہ لوگ (جب یہ مضمون سنتے ہیں کہ وقت موعود پر عذاب آوے گا تو رسول اور مؤمنین سے یوں) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کس وقت آوے گا اگر تم (وقوع عذاب کی خبر میں) سچے ہو (تو توقف کا ہے کا

www.toobaaelibrary.com

جلدی سے کیوں نہیں واقع کر دیا جاتا اصل یہ ہے کہ ان کو اس مصیبت کی خبر نہیں جو اتنی بے فکری کی باتیں کرتے ہیں) کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جبکہ (ان کو سب طرف سے دوزخ کی آگ گھیرے گی اور) یہ لوگ (اس) آگ کو نہ اپنے سامنے سے روک سکیں گے اور اپنے پیچھے سے اور نہ ان کی کوئی حمایت کرے گا (یعنی اگر اس مصیبت کا علم ہوتا تو ایسی باتیں نہ بناتے اور یہ جو دنیا ہی میں عذاب نار کی فرمائش کر رہے ہیں سو یہ ضرور نہیں کہ ان کی فرمائش کے موافق عذاب نار آجاوے) بلکہ وہ آگ (تو) ان کو ایک دم سے آلے گی سو ان کو بدحواس کر دے گی پھر نہ اس کے ہٹانے کی ان کی قدرت ہوگی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی اور (اگر وہ یوں کہیں کہ اگر یہ عذاب آخرت میں موعود ہونے کی وجہ سے دنیا میں نہیں ہوتا تو اچھا دنیا میں اس کا کوئی نمونہ تو دکھلا دو تو گو باعدہ مناظرہ نمونہ دکھلانا ضروری نہیں لیکن تبرعاً نمونہ کا پتہ بھی دیا جاتا ہے وہ یہ کہ) آپ سے پہلے جو پیغمبر گزر رہے ہیں ان کے ساتھ بھی (کفار کی طرف سے) تمسخر کیا گیا سو جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان پر وہ عذاب واقع ہوا گیا جس کے ساتھ وہ استہزار کرتے تھے (کہ عذاب کہاں ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ کفر موجب عذاب ہے پس اگر دنیا میں وقوع نہ ہو تو آخرت میں ہوگا اور یہ بھی ان سے) کہہ دیجئے (دنیا میں جو تم عذاب سے محفوظ ہو سو یہ حفاظت بھی حضرت رحمان ہی کر رہا ہے اس میں بھی اسی کا احسان اور دلالت علی التوحید ہے اور اگر تم اس کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر بتلاؤ) کہ وہ کون ہے جو رات اور دن میں رحمان (کے عذاب) سے تمہاری حفاظت کرتا ہو (اور اس مضمون کا مسلم مقتضا یہ تھا کہ توحید کے قائل ہو جاتے مگر وہ اب بھی قائل نہ ہوئے) بلکہ وہ لوگ (اب بھی بدستور) اپنے رب (حقیقی) کے ذکر (توحید کے قبول کرنے) سے روگرداں (ہی) ہیں (ہاں ہم مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ کے مصداق کی توضیح کے لیے تصریحاً دریافت کرتے ہیں کہ) کیا ان کے پاس ہمارے سوا اور ایسے معبود ہیں کہ (عذاب مذکور سے) ان کی حفاظت کر لیتے ہوں (اور بیچارے ان کی تو کیا حفاظت کرتے ان کی بیچارگی و درماندگی کی تو یہ حالت ہے کہ وہ خود اپنی حفاظت کی قدرت نہیں رکھتے (مثلاً ان کو کوئی توڑنے پھوڑنے لگے تو مدافعت بھی نہیں کر سکتے کقولہ تعالیٰ وان یسلبھم الذباب الخ پس نہ وہ ان کے معبود ان کی حفاظت کر سکتے ہیں) اور نہ ہمارے مقابلہ میں کوئی ان کا ساتھ دے سکتا ہے (اور یہ لوگ باوجود ان دلائل ساطعہ کے جو حق کو قبول نہیں کرتے تو یہ وجہ نہیں کہ دعویٰ یا دلیل میں کچھ خلل ہے) بلکہ (اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ) میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سامان دیا یہاں تک کہ ان پر (اسی حالت میں) ایک عرصہ دراز گزر گیا (کہ پشتہائے پشت سے عیش آرام کرتے آرہے

www.toobaaelibrary.com

ہیں پس کھا کھا کے تھرانے لگے اور آنکھیں پتھرا گئیں مطلب یہ کہ ان ہی میں غلل غفلت کا ہے لیکن باجود منبہات تشریعیہ وتکوینیہ کے اتنی غفلت بھی نہ ہونا چاہیے چنانچہ ایک امر ممکنہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ یہ کہ) کیا ان کو یہ نظر نہیں آتا کہ ہم (ان کی) زمین کو (بذریعہ فتوحات اسلامیہ کے) ہر چہار طرف سے برابر گھٹاتے چلے جاتے ہیں سو کیا یہ لوگ (یہ توقع رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور مؤمنین پر) غالب آویں گے (کیونکہ قرائن عادیہ اور دلائل تنزیلیہ متفق ہیں ان کے مغلوب اور اہل حق کے غالب ہوتے جانے پر تاوقتیکہ مسلمان اطاعت خداوندی سے منہ نہ موڑیں اور حمایت اسلام نہ چھوڑیں پس اس امر میں تامل کرنا بھی تنبیہ کے لیے کافی ہے اگر اس پر بھی عناد و جہالت سے وقوع عذاب ہی کی فرمائش کریں تو) آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف وحی کے ذریعہ سے تم کو ڈراتا ہوں (عذاب کا آنا میرے پس سے باہر ہے) اور (گو یہ طریقہ دعوت الی الحق کا اور یہ انذار کافی ہے مگر) یہ بہرے جسوقت (حق کی طرف بلائے جانے کے واسطے عذاب سے) ڈرائے جاتے ہیں سنتے ہی نہیں (اور طریق وضوح حق میں تامل ہی نہیں کرتے وہی مرغی کی ایک ٹانگ عذاب ہی مانگے جاتے ہیں) اور (کیفیت عالی ہمتی کی یہ ہے کہ) اگر ان کو آپ کے رب کے عذاب کا ایک جھونکا بھی ذرا لگ جاوے تو (ساری بہادری ختم (بس اس ہمت پر عذاب کی فرمائش ہے واقعی ان کی اس شرارت کا تو یہی مقتضا تھا کہ دنیا ہی میں فیصلہ کر دیتے مگر ہم بہت سی حکمتوں سے دنیا میں سزائے موعود دینا نہیں چاہتے بلکہ آخرت کے لیے اٹھا رکھا ہے) اور (وہاں) قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے (اور سب کے اعمال کا وزن کرینگے) سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور (ظلم نہ ہونے کا یہ ثمرہ ہوگا کہ) اور اگر (کسی کا کوئی) عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہو تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کر دیں گے (اور اس کا بھی وزن کریں گے) اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں (ہمارے اس وزن اور حساب کے بعد پھر کسی حساب و کتاب کی ضرورت نہ رہے گی بلکہ اسی پر سب فیصلہ ہو جاوے گا پس وہاں لوگوں کی شرارتوں کی بھی سزائے مناسب وکافی جاری کر دی جاوے گی۔ اور ہم نے (آپ کے قبل) اور ہارون (علیہما السلام) کو ایک فیصلہ کی اور روشنی کی اور متقیوں کے لیے نصیحت کی چیز (یعنی توریت) عطا فرمائی تھی جو (متقی) اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں اور (خدا ہی سے ڈرنے کے سبب) وہ لوگ قیامت سے (بھی) ڈرتے ہیں (کیونکہ قیامت میں اس کا خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور سزا نہ ہونے لگے) اور (جیسے ان کو وہ کتاب ہم نے دی تھی اسی طرح) یہ (قرآن بھی) ایک کثیر الفائدہ نصیحت (کی کتاب) ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے سو کیا (بعد اس کے کہ تنزیل کتب کا عادۃ اللہ ہونا معلوم ہو گیا اور

www.toobaaelibrary.com

خود اس کا منزل من اللہ ہونا دلیل سے ثابت ہے) پھر بھی تم اس کے (منزل من اللہ ہونے کے) منکر ہو۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۳۴: نبی کی موت سے رسالت و نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا اور پھر موت تو سب کو آنی ہے پھر اس میں خوشی کی کیا بات ہے، جو لوگ نبی کی موت چاہتے ہیں وہ بھی تو مریں گے، پھر؟۔

آیت ۳۵: كُلُّ نَفْسٍ، ہر نفوس ارضیہ مراد ہے نفوس ملائکہ اس میں داخل نہیں بعض کہتے ہیں کہ قیامت میں ایک لحظہ کے لیے سب پر موت طاری ہو جائے گی، بعض کہتے ہیں کہ فرشتے اور حور و غلمان موت سے مستثنیٰ ہیں، ذَائِقَةُ الْمَوْتِ " یعنی ہر نفس موت کی خاص تکلیف محسوس کریگا روح کو جسم سے خاص تعلق ہے اس کے نکلنے کے وقت تکلیف و الم کا امر طبعی ہے، رہا معاملہ اہل اللہ کا تو ان کا معاملہ اس کے مصداق ہے کہ ؎ از محبت تلخہا شیریں شود!

یہ مفارقت بدن کی طبعی تکلیف کے منافی نہیں الشر خلاف طبع چیز جیسے بیماری، رنج و غم، فقر و فاقہ، اس کے بالمقابل الخیر مرغوب طبع چیز جیسے صحت و عافیت، راحت و خوشی، غنا و اسباب عیش۔

دنیا کی ہر تکلیف اور راحت آزمائش ہے، کہ کون اس پر ثابت قدم رہتا ہے، اور کون نہیں رہتا۔ حقوق شکر پر ثابت قدم رہنا بہ نسبت حقوق صبر کے مشکل ہے اسی بنا پر سیدنا حضرت عمرؓ نے فرمایا: "بلینا بالضراء فصبرنا وبلینا بالسراء فلم نصبر" (روح المعانی)

آیت ۳۷: جلد بازی مذموم ہے "ایتی" مراد وہ معجزات اور حالات ہیں جو پیغمبر علیہ السلام کے صدق و حقانیت پر شہادت دیتے ہیں (قرطبی)

آیت ۴۷: "الْمَوَازِيْنَ" بعض مفسرین جمع کے لفظ سے کہتے ہیں کہ وزن اعمال کے لیے بہت سی میزانیں استعمال کی جائیں گی، مگر جمہور علماء ایک میزان پر متفق ہیں، جمع اس لیے لائے کہ وہ بہت سے موازین کا کام دے گی، ارشاد رسالتؐ ہے کہ! قیامت کے روز جو میزان وزن اعمال کے لیے رکھی جائے گی وہ اتنی بڑی اور وسیع ہوگی کہ اس میں آسمان و زمین کو تولنا چاہیں تو وہ بھی اس میں سما جائیں (مظہری) (مستدرک حاکم عن سلمانؓ)

وزن اعمال کی صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لکھے ہوئے اعمال نامے تولے جائیں جیسا کہ حدیث بطاقہ سے اشارہ ملتا ہے مگر عام روایات اور جمہور کے نزدیک یہ صورت ہوگی کہ عین اعمال کو وہاں جواہر مستقلہ کی شکل دیدی جائے اور ان کا وزن کیا جائے، وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا (کہف)

www.toobaaelibrary.com

وغیرہ آیات سے اسی کی تائید ہوتی ہے

آیت: ۴۸: بعض لوگوں نے کہا کہ "فرقان" سے مراد اللہ تعالیٰ کی مدد ہے جو ہر موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہی اور "ضیاء و ذکر" دونوں تورات کی صفتیں ہیں (قرطبی نے اسی کو ترجیح دی ہے)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ۝ قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ۝ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝ قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ۝ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ۝ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ ۭ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ ۝ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاۗءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ۝ وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا وَّنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ الْخَبٰۗىِٕثَ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور ہم نے اس (زمانہ موسوی) سے پہلے ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کی (شان کے مناسب) خوش فہمی عطا فرمائی تھی اور ہم ان (کے کمالات علمیہ و عملیہ) کو خوب جانتے تھے (یعنی وہ بڑے کامل تھے ان کا وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی برادری سے (ان کو بت پرستی میں مشغول دیکھ کر) فرمایا کہ کیا (واہیات) مورتیں ہیں جن (کی عبادت) پر تم جمے بیٹھے ہو (یعنی یہ ہرگز قابل عبادت

www.toobaaelibrary.com

نہیں) وہ لوگ (جواب میں) کہنے لگے کہ ہم نے اپنے بڑوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے، (اور وہ لوگ عاقل تھے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مورتیں لائق عبادت کے ہیں) ابراہیمؑ نے کہا کہ بیشک تم اور تمہارے باپ دادے (ان کو لائق عبادت سمجھنے میں) صریح غلطی میں (مبتلا) ہو۔ (یعنی خود ان ہی کے پاس ان کی معبودیت کی کوئی دلیل اور سند نہیں ہے وہ تو اس لیے ضلال میں ہیں اور تم ایسوں کی تقلید کرتے ہو جو بے دلیل بے ثبوت اوہام کے پیچھے چلنے والے ہیں اس لیے تم ضلال میں ہو چونکہ ان لوگوں نے ایسی بات سنی نہ تھی نہایت متعجب ہو کر) وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا تم (اپنے نزدیک) سچی بات (سمجھ کر) ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو یا (یوں ہی) دل لگی کر رہے ہو، ابراہیمؑ نے فرمایا کہ نہیں (دل لگی نہیں بلکہ سچی بات ہے اور صرف میرے ہی نزدیک نہیں بلکہ واقع میں بھی سچی بات یہی ہے کہ یہ عبادت کے قابل نہیں) بلکہ تمہارا رب (حقیقی جو لائق عبادت ہے) وہ ہے جو تمام آسمانوں کا اور زمین کا رب ہے جس نے (علاوہ تربیت کے) ان سب (آسمانوں اور زمین اور ان میں جو مخلوق ہے جس میں یہ اصنام بھی داخل ہیں سب) کو پیدا کیا اور میں اس (دعویٰ) پر دلیل بھی رکھتا ہوں (تمہاری طرح کورانہ تقلید سے کام نہیں کرتا) اور خدا کی قسم میں تمہارے ان بتوں کی گت بناؤں گا جب تم (ان کے پاس سے) چلے جاؤ گے (تاکہ ان کا عاجز اور درماندہ ہونا زیادہ مشاہدے میں آجاوے، ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ یہ اکیلے ہمارے مخالف کارروائی کیا کر سکتے ہیں کچھ التفات نہ کیا ہوگا اور چلے گئے) تو (ان کے چلے جانے کے بعد) انہوں نے ان بتوں کو (تبر وغیرہ سے توڑ پھوڑ کر) ٹکڑے کر دیا بجز ان کے ایک بڑے بت کے (جو جثے میں یا ان لوگوں کی نظر میں معظم ہونے میں بڑا تھا کہ اس کو چھوڑ دیا جس سے ایک قسم کا استہزار مقصود تھا کہ ایک کے سالم اور دوسروں کے قطع و برید سے ایہام ہوتا ہے کہ کہیں اسی نے تو سب کو نہیں توڑا، پس ابتداءً تو ایہام ہے پھر جب وہ لوگ قطع و برید کرنے والے کی تحقیق کریں گے اور اس بڑے بت پر احتمال بھی نہ کریں گے تو ان کی طرف سے اس کے عجز کا بھی اعتراف ہو جاوے گا اور حجت اور لازم تر ہو جاوے گی، پس انتہاء یہ الزام و افحام ہے یعنی لاجواب کرنا ہے اور مقصود مشترک اثبات عجز ہے، بعض کا انکار سے اور ایک کا ان کے اقرار سے، غرض ایک کو اس مصلحت سے چھوڑ کر سب کو توڑ دیا) کہ شاید وہ لوگ ابراہیم کی طرف (دریافت کرنے کے طور پر) رجوع کریں (اور پھر وہ تقریر جواب سے مکرر پوری طرح احقاق حق کر سکیں۔ غرض وہ لوگ جو بت خانہ میں آئے تو بتوں کی بری گت بنی دیکھی آپس میں) کہنے لگے کہ یہ (بے ادبی کا

www.toobaaelibrary.com

کام) ہمارے بتوں کے ساتھ کس نے کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے بڑا ہی غضب کیا (یہ بات ایسے لوگوں نے پوچھی جن کو اس قول کی اطلاع نہ تھی تَا للّٰہِ لَاَ کِیْدَنَّ الخ یا تو اس وجہ سے کہ وہ اس وقت موجود نہ ہوں گے کیونکہ اس مناظرہ کے وقت تمام قوم کا مجتمع ہونا ضروری نہیں اور یا موجود ہوں مگر سنا نہ ہو اور بعضوں نے سن لیا ہو، کذافی الدر المنثور عن ابن مسعودؓ نحواً منہ) بعضوں نے کہا (جن کو اس قول کا علم تھا) کہ ہم نے ایک نوجوان آدمی کو جس کو ابراہیم کر کے پکارا جاتا ہے ان بتوں کا (برائی کے ساتھ) تذکرہ کرتے سنا ہے (پھر) وہ (سب) لوگ (یا جنہوں نے اوّل استفسار کیا تھا) بولے کہ (جب یہ بات ہے) تو اچھا اس کو سب آدمیوں کے سامنے حاضر کرو تا کہ (شاید وہ اقرار کر لے اور) وہ لوگ (اس کے قرار کے) گواہ ہو جائیں (پھر اتمام حجت کے بعد سزا دی جائے جس پر کوئی ملامت نہ کر سکے، غرض سب کے روبرو وہ آئے اور ان سے) ان لوگوں نے کہا کہ کیا ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے یہ حرکت کی ہے اے ابراہیم، انہوں نے (جواب میں) فرمایا کہ (تم یہ احتمال کیوں نہیں فرض کرتے کہ یہ حرکت میں نے) نہیں کی، بلکہ ان کے اس بڑے (گرو) نے کی (اور جب اس کبیر میں فاعل ہونے کا احتمال ہو سکتا ہے تو ان صغار میں ناطق ہونے کا احتمال بھی ہوگا) سو ان (ہی) سے پوچھ لو (نا) اگر یہ بولتے ہوں (اور اگر بڑے بت کا فاعل اس عمل کا ہونا اور دوسرے بتوں میں بولنے کی طاقت ہونا باطل ہے تو عجز ان کا تمہارے نزدیک مسلم ہو گیا پھر اعتقاد الوہیت کی کیا وجہ ہے) اس پر وہ لوگ اپنے جی میں سوچے پھر (آپس میں) کہنے لگے کہ حقیقت میں تم ہی لوگ ناحق پر ہو (اور ابراہیم حق پر ہے کہ جو ایسا عاجز ہو وہ کیا معبود ہوگا) پھر (شرمندگی کے مارے) اپنے سروں کو جھکا لیا (ابراہیم سے نہایت مغلوبانہ لہجہ میں بولے کہ) اے ابراہیم تم کو تو معلوم ہی ہے کہ یہ بت (کچھ) بولتے نہیں (ہم ان سے کیا پوچھیں اور اس سے فاعلیت کبیر کی نفی بدرجۂ اولیٰ ہوگی اس وقت) ابراہیم (علیہ السلام) نے (خوب خبر لی اور) فرمایا کہ (افسوس جب یہ ایسے ہیں) تو کیا خدا کو چھوڑ کر تم ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کچھ نفع پہنچا سکے اور نہ (بالمباشرۃ) کچھ نقصان پہنچا سکے تف ہے تم پر (کہ باوجود وضوح حق کے باطل پر مصر ہو) اور ان پر (بھی) جن کو تم خدا کے سوا پوجتے ہو کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے (اس تمام تقریر سے خصوصی اس سے کہ تو ڑ...نے کے بعد ان سے انکار نہیں فرمایا باوجود یکہ احتمال انتظام مقتضی انکار کو تھا ان کو ثابت ہو گیا کہ یہ کام ان ہی کا ہے اور تقریر کا کچھ جواب بن نہ آیا تو بمقتضائے اس قول کے کہ۔

www.toobaaelibrary.com

چو حجت نماند جفاجوئے را ❁ بہ پرخاش درہم کشد روئے را

یعنی جب جاہل جواب نہ رکھتا ہو اور قدرت رکھتا ہو تو برسرپیکار آجاتا ہے، آپس میں) وہ لوگ کہنے لگے کہ ان (ابراہیم) کو آگ میں جلادو اور اپنے معبودوں کا (ان سے) بدلہ لو اگر تم کو کچھ کرنا ہے (تو یہ کام کرو ورنہ بالکل ہی بات ڈوب جاوے گی، غرض سب نے متفق ہو کر اس کا سامان کیا اور ان کو آتش سوزاں میں ڈالدیا اس وقت) ہم نے (آگ کو) حکم دیا کہ اے آگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہو جا، ابراہیم کے حق میں (یعنی نہ ایسی گرم رہ جس سے جلنے کی نوبت آوے اور نہ بہت ٹھنڈی برف ہو جا کہ اس کی ٹھنڈک سے تکلیف پہنچے بلکہ مثل ہوائے معتدل کے بن جا چنانچہ ایسا ہی ہو گیا) اور ان لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہا تھا (کہ ہلاک ہو جائیں گے) سو ہم نے ان ہی لوگوں کو ناکام کر دیا (کہ ان کا مقصود حاصل نہ ہوا بلکہ اور بالعکس حقانیت ابراہیم کا زیادہ ثبوت ہو گیا) اور ہم نے ابراہیم کو اور (ان کے برادرزادہ کذا فی الدر المنثور عن ابن عباسؓ) لوط کو (کہ انہوں نے برخلاف قوم کے ابراہیم کی تصدیق کی تھی قال تعالیٰ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ اور اس وجہ سے لوگ ان کے بھی مخالف اور درپے تھے) ایسے ملک (یعنی شام) کی طرف بھیج کر (کافروں کے شر وایذاء سے) بچالیا جس میں ہم نے دنیا جہان والوں کے واسطے (خیر و) برکت رکھی ہے (دنیوی بھی کہ ہر قسم کے میوہ پھل پھول بکثرت پیدا ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی اس سے منتفع ہو سکتے ہیں اور دینی بھی کہ بکثرت انبیاء علیہم السلام وہاں ہوئے جن کے شرائع کی برکت دور دور عالم میں پھیلی یعنی انہوں نے ملک شام کی طرف باذن الٰہی ہجرت فرمائی) اور (ہجرت کے بعد) ہم نے ان کو اسحٰق (بیٹا) اور یعقوب پوتا عطا کیا اور ہم نے ان سب (باپ بیٹے پوتے) کو (اعلیٰ درجہ کا) نیک کیا (اعلیٰ درجہ کی نیکی کا مصداق عصمت ہے جو بشریت میں خواص نبوت سے ہے پس مراد یہ ہے کہ ان سب کو نبی بنایا) اور ہم نے ان (سب) کو مقتدا بنایا (جو کہ لوازم نبوت سے ہے) کہ ہمارے حکم سے (خلق کو) ہدایت کیا کرتے تھے (جو کہ مناصب نبوت سے ہے) اور ہم نے ان کے پاس نیک کاموں کے کرنے کا اور (خصوصاً) نماز کی پابندی کا اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم بھیجا (یعنی یہ حکم بھیجا کہ ان کاموں کو کیا کرو) اور وہ (حضرات) ہماری (خوب) عبادت کیا کرتے تھے (یعنی ان کو جو حکم ہوا تھا اس کو اچھی طرح بجالاتے تھے پس صالحین میں کمال نبوت کی طرف اور اوحینا الیھم فعل الخیرات میں کمال علم کی طرف اور کانوا لنا عابدین میں کمال عمل کی طرف اور ائمۃ یھدون میں دوسروں کی ہدایت و تربیت کی طرف اشارہ کافیہ ہے اور لوط کو ہم نے حکمت اور

www.toobaaelibrary.com

علم (مناسب شان انبیاء) عطا فرمایا اور ہم نے ان کو اس بستی سے نجات دی جس کے رہنے والے گندے گندے کام کیا کرتے تھے (جن میں سب سے بدتر لواطت تھی اور بھی بہت سے بیہودہ اور برے افعال کے یہ لوگ عادی تھے۔ شراب خوری، گانا بجانا، ڈاڑھی کٹانا، مونچھیں بڑھانا، کبوتر بازی، ڈھیلے پھینکنا، سیٹی بجانا، ریشمی لباس پہننا، اخرجه اسحق بن بشر والخطیب وابن عساکو عن الحسن موفوعاً کذافی الروح) بلاشبہ وہ لوگ بڑے بدذات بدکار تھے اور ہم نے لوط کو اپنی رحمت میں (یعنی جن بندوں پر رحمت ہوتی ہے ان میں) داخل کیا (کیونکہ) بلاشبہ وہ بڑے (درجہ کے) نیکوں میں سے تھے (بڑے درجہ کے نیک سے مراد معصوم جو نبی کی خصوصیت ہے)

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۵۹: اور یہ بھی ممکن ہے کہ ابراہیم کو تلاش کرنے والے وہ دوسرے لوگ ہوں جن کو ابراہیم کی اس گفتگو کا علم نہیں تھا، اور مفسرین میں سے مجاہد اور قتادہ کا قول یہ ہے کہ یہ کلام حضرت ابراہیم نے اپنے دل میں کہا یا برادری کے جانے کے بعد ایک دو ضعیف آدمی جو رہ گئے تھے ان سے کہا۔

آیت: ۶۳: "قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ" حضرت ابراہیمؑ کا قول جھوٹ نہیں بلکہ ایک کنایہ تھا۔ اور اس میں بہت سی مصالح دینیہ (قرطبی) کے لیے یہ توریہ اختیار فرمایا ایک تو یہ کہ دیکھنے والوں کو یہ توجہ ہو جائے کہ شاید اس بڑے بت کو اس بات پر غصہ آ گیا ہو میرے ساتھ عبادت میں ان چھوٹے بتوں کو کیوں شریک کیا جاتا ہے، اس سے توحید کا راستہ کھل جاتا ہے۔ اور پھر یہ کہ جو بت اس کام کو کر سکے اس میں گویائی کی طاقت بھی ہونی چاہیے اس لیے فرمایا "فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝" بہرحال یہ ایک اسناد مجازی تھا جھوٹ نہیں تھا۔

حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف تین جھوٹ منسوب کرنے کی حقیقت یہ ہے کہ: ارشاد رسالتؐ یہ ہے کہ: "اِنَّ ابراهيم عليه السلام لم يكذب غير ثلث" (بخاری ومسلم) اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ دو جھوٹ تو اللہ کے لیے ایک تیسرا اپنی زوجہ کی حفاظت کے لیے پہلا، "بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ"، دوسرا، "اِنِّيْ سَقِيْمٌ" تیسرے کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی زوجہ حضرت سارا کو اس ظالم رئیس سے بچانے کے لیے جو کسی کی بیوی کو اس کے شوہر کے ساتھ پاتا تھا تو اس سے بدکاری کرتا تھا، چناں چہ یہ دونوں حضرات بھی گرفتار کر لیے گئے، پکڑنے والوں نے رشتہ دریافت کیا، و حضرت ابراہیم نے ظالم کے خوف سے بچنے کے لیے یہ فرما دیا کہ یہ میری بہن ہے (یہی وہ قول ہے

www.toobaaelibrary.com

جسے حدیث میں تیسرے جھوٹ سے تعبیر کیا گیا) مگر اس کے باوجود اس ظالم نے حضرت سارہ کو گرفتار رکھا ادھر حضرت ابراہیم اللہ تعالیٰ کے سامنے الحاح وزاری کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی جب یہ ظالم بری نیت سے ان کی طرف بڑھا تو قدرت نے اسے اپاہج کر دیا، اس پر اس نے حضرت سارا سے درخواست کی اور باز رہنے کا وعدہ کیا ان کی دعاء سے اللہ تعالیٰ اسے صحیح سالم کر دیا، مگر اس نے عہد شکنی کی، اور اسی طرح تین مرتبہ ہوا، بالآخر اس نے حضرت سارہ کو واپس کر دیا، مگر اس حدیث میں خواص کا جواب موجود ہے کہ دراصل یہ جھوٹ نہیں بلکہ توریہ تھا جو جائز ہے، وہ یہ کہ حضرت ابراہیم نے حضرت سارہ سے کہا تھا کہ میں نے تمہیں اپنی بہن بتلایا ہے، تم بھی ایسے ہی بتلانا کیوں کہ ہم دونوں اسلامی برادری کے اعتبار سے بہن بھائی ہیں، اسی کا نام توریہ ہے، یعنی ایسے الفاظ جس کے دو مفہوم ہو سکیں جس سے سننے والا ایک مفہوم سمجھے اور بولنے والے کی نیت دوسرے مفہوم کی ہو، اور ظلم سے بچنے کے لیے باتفاق فقہاء جائز ہے۔ مگر یہ شیعوں کے تقیہ سے بالکل مختلف چیز ہے، تقیہ میں سچ کو جھوٹ بولا جاتا ہے اور اس پر عمل بھی کیا جاتا ہے، حضرت ابراہیم نے جو توریہ کیا تھا وہ حدیث مذکور میں صراحۃً مذکور ہے جس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت کذب نہ تھا، بلکہ توریہ تھا ٹھیک اسی طرح کی توجیہ پہلے دونوں کلاموں کی بھی ہو سکتی ہے، سَقِیْم" کا لفظ ظاہری بیماری کی طرح، رنجیدہ وغمگین اور مضمحل ہونے کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے، اور جو دو کلاموں کے لیے حدیث میں فرمایا کہ وہ دونوں اللہ کے لیے بولے یہ خود قرینہ توریہ ہے کہ یہ کوئی گناہ نہ تھا۔ حدیث کذبات ابراہیم کو قادیانیوں اور دیگر مستشرقین سے مغلوب مسلمانوں نے باوجود صحیح السند ہونے کے غلط اور باطل قرار دیا ہے۔ یہ محض جہالت ہے کوئی صحیح حدیث قرآن کے خلاف نہیں کہی جا سکتی، ان کی کم فہمی کا نتیجہ ہوتا ہے جس حدیث کو رد کرنا یا باطل کرنا چاہا اسے قرآن سے ٹکرا دیا اور یہ کہہ کر فارغ ہو گئے کہ یہ حدیث خلاف قرآن ہونے کے باعث غیر معتبر ہے، اور توریہ کو جو کذبات کے الفاظ سے تعبیر کرنا یہ ویسے ہی جیسے حضرت آدم کی بھول اور لغزش کو عصی کے الفاظ سے تعبیر کیا سورۂ طٰہٰ میں گزر چکی ہے کہ مقربان بارگاہ کے لیے ادنیٰ کمزوری اور محض رخصت اور جائز عمل کر لینا، اور عزیمت کو چھوڑ دینا بھی قابل مواخذہ وعتاب سمجھا جاتا ہے حدیث شفاعت میں اسی طرح کے قصور کی وجہ سے شفاعت سے عذر سارے انبیاء کر دیں گے سوائے پیغمبر آخر الزماںؐ کے۔ اور اس طرح کے اطلاق کے بارے میں احتیاط کا ذکر واقعہ حضرت آدمؑ میں گزر چکا ہے۔ اس میں ایک باریک نکتہ بیان

www.toobaaelibrary.com

کیا جاتا ہے کہ اس تیسرے موقع کے لیے حدیث میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ تھی۔ حالاں کہ بیوی کی آبرو کی حفاظت بھی عین دین ہے، ابن عطا کا یہ نکتہ نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ صلحاء اور اولیاء کی کمر توڑ دینے والی بات ہے وہ یہ کہ اس تیسری بات میں کچھ اپنا حظِ نفس یعنی بیوی کی عصمت اور حرم کی حفاظت کا بھی تھا اتنی سی دنیوی غرض شامل ہو جانے کی بناء پر اس کو فی اللہ اور للہ کی فہرست سے الگ کر دیا گیا انبیاء کرام کے مقام کی بلندی کے پیش نظر اتنے سے حظِ نفس کا شامل ہو جانا بھی اخلاص کامل کے منافی سمجھا گیا، اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ" ۔

آیت:۶۹: معجزات کے منکرین نے "كُوْنِيْ بَرْدًا" میں عجیب وغریب تحریفات کی ہیں بات یہ ہے کہ فلاسفہ کا یہ ضابطہ کے شے لازم ذات، کسی وقت شے سے جدا نہیں ہو سکتی، یہ خود ایک باطل اور بے دلیل ضابطہ ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ لازم صرف عادی ہے، عقلی نہیں اور خود فلاسفہ بھی اس کے عقلی ہونے کی دلیل معقول نہیں پیش کر سکے، اور جب یہ لازم عادی ہوا تو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے کسی عادت کو بدلنا چاہتے ہیں، بدل دیتے ہیں، اس کے بدلنے میں کوئی عقلی محال لازم نہیں آتا۔

جس وقت حضرت ابراہیم نار نمرود کے سمندر میں پھینکے جا رہے تھے تو تمام فرشتے اور تمام مخلوقات سب چیخ اٹھے، یارب آپ کے خلیل پر کیا گذر رہی ہے اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ان کی مدد کی اجازت دیدی، فرشتوں نے مدد کے لیے حضرت ابراہیم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے، وہ میرا حال دیکھ رہا ہے، جبرئیل کے سوال کے جواب میں کہا حاجت تو ہے مگر آپ کی طرف نہیں اپنے رب کی طرف (مظہری)

تاریخی روایات میں ہے کہ آپ اس آگ میں سات روز رہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے عمر میں کبھی ایسی راحت نہیں ملی (مظہری)

آیت:۷۲: نَافِلَةً دعا تو صرف بیٹے کے لیے تھی مگر اللہ تعالیٰ نے انعام وفضل سے پوتا بھی زائد عطا فرمایا۔

آیت:۷۴: اَلْقَرْيَةَ وہ بستی سدوم نام کی تھی جس کے تحت سات بستیاں اور تھیں صرف ایک بستی چھوڑ کر جس میں حضرت لوط علیہ السلام مع اپنے متعلقین اور مومنین کے تھے باقی سب کو جبرئیل علیہ السلام نے تہ وبالا کر ڈالا تھا۔

وَنُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۚ وَنَصَرْنٰهُ

www.toobaaelibrary.com

مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ وَدَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ۝ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۡ وَّسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۭ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ۝ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝ وَمِنَ الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ۝ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ ۡ وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۠ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۡ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ۭ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

اور نوح (کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جب کہ اس (زمانہ ابراہیمی) سے پہلے انہوں نے (اللہ تعالیٰ سے) دعا کی (کہ ان کافروں سے میرا بدلہ لے لیجئے) سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اور ان کے متبعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی (یہ غم کفار کی تکذیب اور اس کے ساتھ طرح طرح کی ایذائیں پہنچانے سے پیش آتا تھا) اور (نجات اس طرح دی کہ) ہم نے ایسے لوگوں سے ان کا بدلہ لیا جنہوں نے ہمارے حکموں کو (جو کہ حضرت نوح لائے تھے) جھوٹا بتلایا تھا بلاشبہ یہ لوگ بہت برے تھے اس لیے ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔ اور داؤد اور سلیمان (کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جب کہ دونوں (حضرات) کسی کھیت کے بارہ میں (جس میں غلہ تھا یا انگور کے درخت تھے کذا فی الدر المنثور) فیصلہ کرنے لگے جب کہ اس

www.toobaaelibrary.com

(کھیت) میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت جا پڑیں (اور اس کو چر گئیں) اور ہم اس فیصلہ کو جو (مقدمہ والے) لوگوں کے متعلق ہوا تھا دیکھ رہے تھے س ہم نے اس فیصلہ (کی آسان صورت) کی سمجھ سلیمان کو دیدی۔ اور (یوں) ہم نے دونوں (ہی) کو حکمت اور علم عطا فرمایا تھا (یعنی داؤد کا فیصلہ بھی خلاف شرع نہ تھا صورت مقدمہ کی یہ تھی کہ جس قدر کھیت کا نقصان ہوا تھا اس کی لاگت بکریوں کی قیمت کے برابر تھی۔ داؤد نے ضمان میں کھیت والے کو وہ بکریاں دلوادیں اور اصل قانون شرع کا یہی مقتضا تھا جس میں مدعی یا مدعا علیہ کی رضا کی شرط نہیں مگر چوں کہ اس میں بکری والوں کا بالکل ہی نقصان ہوتا تھا اس لیے سلیمان نے بطور مصالحت کے جو کہ موقوف تھی جانبین کی رضامندی پر یہ صورت جس میں دونوں کی سہولت اور رعایت تھی تجویز فرمائی کہ چند روز کے لیے بکریاں تو کھیت والے کو دی جاویں کہ ان کے دودھ وغیرہ سے اپنا گزر کرے اور بکری والوں کو وہ کھیت سپرد کیا جاوے کہ اس کی خدمت آبپاشی وغیرہ سے کریں جب کھیت پہلی حالت پر آجاوے کھیت اور بکریاں اپنے اپنے مالکوں کو دیدی جاویں، کذا فی الدر المنثور عن مرۃ وابن مسعود ومسروق وابن عباس ومجاہد وقتادہ والزہری۔ پس اس سے معلوم ہو گیا کہ دونوں فیصلوں میں کوئی تعارض نہیں کہ ایک کی صحت دوسرے کی عدم صحت کو مقتضی ہو اس لیے کلا اتینا حکماً وعلماً بڑھا دیا گیا) اور (یہاں تک تو کرامت عامہ کا ذکر تھا جو دونوں حضرات میں مشترک تھی آگے دونوں حضرات کی خاص خاص کرامتوں کا بیان ہے) ہم نے داؤد کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو کہ (ان کی تسبیح کے ساتھ) وہ (بھی) تسبیح کیا کرتے تھے اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی (جیسا سورۂ سبا میں ہے یاجبال اوبی معه والطیر) اور (کوئی اس بات پر تعجب نہ کرے کیوں کہ ان کاموں کے) کرنے والے ہم تھے (اور ہماری قدرت کا عظیم ہونا ظاہر ہے پھر ان معجزات میں تعجب ہی کیا ہے) اور ہم نے ان کو زرہ (بنانے) کی صنعت تم لوگوں کے (نفع کے) واسطے سکھلائی (یعنی تاکہ وہ (زرہ) تم کو (لڑائی میں) ایک دوسرے کی زد سے بچائے (اور اس نفع عظیم کا مقتضا یہ ہے کہ تم شکر کرو) سو تم (اس نعمت کا) شکر کرو گے بھی (یا نہیں) اور ہم نے سلیمان کا تیز ہوا کو تابع بنا دیا تھا کہ وہ ان کے حکم سے اس سرزمین کی طرف کو چلتی جس میں ہم نے برکت کر رکھی ہے (مراد ملک شام ہے جو ان کا مسکن تھا، کذا فی الدر عن السدی ویدل علیه عمارته بیت المقدس یعنی جب ملک شام سے کہیں چلے جاتے اور پھر آتے تو یہ آنا اور اسی طرح جانا بھی ہوا کے ذریعہ سے ہوتا تھا جیسا در منثور میں بروایت صحیح حاکم حضرت ابن عباسؓ سے اس کی

www.toobaaelibrary.com

کیفیت مروی ہے کہ سلیمان مع اعیان ملک کے کرسیوں پر بیٹھ جاتے پھر ہوا کو بلا کر حکم دیتے وہ سب کو اٹھا کر تھوڑی دیر میں ایک ایک ماہ کی مسافت قطع کرتی) اور ہم ہر چیز کو جانتے ہیں (ہمارے علم میں سلیمان کو یہ چیزیں دینے میں حکمت تھی اس لیے عطا فرمائی) اور بعضے بعضے شیطان (یعنی جن) ایسے تھے کہ سلیمان کے لیے (دریاؤں میں) غوطے لگاتے تھے (تاکہ موتی نکال کر ان کے پاس لاویں) اور وہ اور کام بھی اس کے علاوہ (سلیمان کے لیے) کیا کرتے تھے اور (گو وہ جن بڑے سرکش اور شریر تھے مگر) ان کے سنبھالنے والے ہم تھے (اس لیے وہ چوں نہیں کر سکتے تھے) اور ایوب کے قصے کا تذکرہ کیجئے جب کہ انہوں نے (مرض شدید میں مبتلا ہونے کے بعد) اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں (تو اپنی مہربانی سے میرے یہ تکلیف دور کر دیجئے) تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو جو تکلیف تھی اس کو دور کر دیا اور (بغیر ان کی درخواست کے) ہم نے ان کا کنبہ (یعنی اولاد جو ان سے غائب ہو گئے تھے (قالہ الحسن کذافی الدر المنثور) یا مر گئے تھے (کمال قال غیرہ) عطا فرمایا (اس طرح سے کہ وہ ان کے پاس آ گئے یا بایں معنی کہ اتنے ہی اور پیدا ہو گئے، قالہ عکرمہ کذافی فتح المنان) اور ان کے ساتھ (کتنی میں) ان کے برابر اور بھی (دیئے یعنی جتنی اولاد پہلے تھی اس کے برابر اور بھی دیدیئے خواہ خود اپنی صلب سے یا اولاد کی ہونے کی حیثیت سے) (کذافی فتح المنان من کتاب ایوب) اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور عبادت کرنے والوں کے لیے ایک یادگار رہنے کے سبب سے۔ اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل (کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے یہ سب (احکام الٰہیہ تشریعیہ اور تکوینیہ پر) ثابت قدم رہنے والے لوگوں میں سے تھے اور ہم نے ان (سب) کو اپنی رحمت (خاصہ) میں داخل کر لیا تھا بیشک یہ (سب) کمال صلاحیت والوں میں تھے۔ اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی یونس کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جب وہ (اپنی قوم سے جب کہ وہ ایمان نہ لائی) خفا ہو کر چل دیئے (اور ان کی قوم پر سے عذاب ٹلنے کے بعد بھی خود واپس نہ آئے اور اس سفر کے لیے ہمارے حکم کا انتظار نہیں کیا) اور انہوں نے (اپنے اجتہاد سے) سمجھا کہ ہم (اس چلے جانے میں) ان پر کوئی دارو گیر نہ کریں گے (یعنی چوں کہ اس فرار کو انہوں نے اپنے اجتہاد سے جائز سمجھا اس لیے وحی کا انتظار نہ کیا لیکن چوں کہ امید وحی تک وحی کا انتظار انبیاء کے لیے مناسب ہے اور یہ مناسب کام ان سے ترک ہو گیا لہٰذا ان کو یہ ابتلا پیش آیا کہ راستہ میں ان کو کوئی دریا ملا اور وہاں کشتی میں سوار ہوئے، کشتی چلتے چلتے رک گئی یونس سمجھ گئے کہ میرا یہ بلا اجازت

www.toobaaelibrary.com

فرار ناپسند ہوا اس کی وجہ سے یہ کشتی رکی، کشتی والوں سے فرمایا کہ مجھ کو دریا میں ڈال دو، وہ راضی نہ ہوئے غرض قرعہ پر اتفاق ہوا تب بھی ان ہی کا نام نکلا، آخر ان کو دریا میں ڈال دیا اور خدا کے حکم سے ان کو ایک مچھلی نے نگل لیا، اخرجہٗ ابن ابی حاتم عن ابن عباس کذافی الدر المنثور) پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا (ایک اندھیرا مچھلی کے پیٹ کا، دوسرا دریا کے پانی کا دونوں گہرے اندھیرے جو بہت سی اندھیروں کے قائم مقام، یا تیسرا اندھیرا رات کا، قالہ ابن مسعود کمافی الدر المنثور، غرض ان تاریکیوں میں دعا کی) کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں (یہ توحید ہے) آپ (سب نقائص سے) پاک ہیں (یہ تنزیہ ہے) میں بیشک قصوروار ہوں (یہ استغفار ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ میرا قصور معاف کر کے اس شدت سے نجات دیجئے) سو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ان کو اس گھٹن سے نجات دی (جس کا قصہ سورۂ صافات میں فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ الخ میں مذکور ہے) اور ہم اسی طرح (اور) ایمان والوں کو (بھی کرب اور غم سے) نجات دیا کرتے ہیں (جب کہ چندے غم میں رکھنا مصلحت نہ ہو) اور زکریا (علیہ السلام کے قصہ) کا تذکرہ کیجئے جب کہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھ کو لاوارث نہ رکھیو (یعنی مجھ کو فرزند دیجئے جو میرا وارث ہو) اور (یوں تو) سب وارثوں سے بہتر (یعنی حقیقی وارث) آپ ہی ہیں (اس لیے فرزند بھی وارث حقیقی نہ ہوگا بلکہ ایک وقت وہ بھی فنا ہو جاوے گا لیکن اس ظاہری وارث سے بعض دینی فوائد اور منافع حاصل ہو جائیں گے اس لیے اس کی طلب ہے) سو ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور ہم نے ان کو یحییٰ (فرزند) عطا فرمایا اور ان کی خاطر سے ان کی بی بی کو بھی (جو بانجھ تھیں) اولاد کے قابل کر دیا یہ سب (انبیاء جن کا اس سورت میں ذکر ہوا ہے) نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور امید و بیم کے ساتھ ہماری عبادت کیا کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے۔ اور ان بی بی (مریم کے قصہ) کا بھی تذکرہ کیجئے جنہوں نے اپنے ناموس کو (مردوں سے) بچایا نکاح سے بھی اور ناجائز سے بھی پھر ہم نے ان میں (بواسطہ جبرئیل علیہ السلام) اپنی روح پھونک دی (جس سے ان کو بے شوہر کے حمل رہ گیا) اور ہم نے ان کو اور ان کے فرزند (عیسیٰ علیہ السلام) کو دنیا جہان والوں کے لیے (اپنی قدرت کاملہ کی) نشانی بنا دیا (کہ ان کو دیکھ کر سن کر سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ بغیر باپ کے بھی اولاد پیدا کر سکتا ہے اور بغیر ماں اور باپ کے بھی جیسا کہ آدم علیہ السلام) اے لوگو (اوپر جو انبیاء علیہم السلام کا طریقہ و عقیدہ توحید کا معلوم ہو چکا ہے) یہ تمہارا طریقہ ہے (جس پر تم کو رہنا واجب ہے) کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے (جس میں کسی نبی اور

www.toobaaelibrary.com

کسی شریعت کو اختلاف نہیں ہوا) اور (حاصل اس طریقہ کا یہ ہے کہ) میں تمہارا رب ہوں تو تم میری عبادت کیا کرو اور (لوگوں کو چاہئے تھا کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ تمام انبیاء اور تمام آسمانی کتابیں اور شریعتیں اسی طریقہ کی داعی ہیں تو وہ بھی اسی طریقہ پر رہتے مگر ایسا نہ کیا بلکہ) ان لوگوں نے اپنے دین میں اختلاف پیدا کر لیا (مگر اس کی سزا دیکھیں گے کیوں کہ) سب ہمارے پاس آنے والے ہیں (اور آنے کے بعد ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ ملے گا)

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۷۶: ندائے نوح سے مراد سورۂ نوح کی آیت رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ الخ ہے۔

آیت:۷۸، ۷۹: اگر قاضی کوئی فاصلہ نصوص شرعیہ اور جمہور امت کے خلاف دیدے تو وہ فیصلہ باتفاق امت مردود و باطل ہے دوسرے قاضی کو اس کے خلاف فیصلہ دینا واجب ہے لیکن اگر ایک قاضی کا فیصلہ شرعی اجتہاد پر مبنی ہو تو کسی دوسرے قاضی کو اس کا فیصلہ توڑنا جائز نہیں کیوں کہ اس سے بڑا فساد ہوگا اور اسلامی قانون ایک کھیل بن جائے گا، ہاں اگر خود اسی فیصلہ دینے والے قاضی کو جو ایک فیصلہ اصول اجتہاد کے تحت نافذ کر چکا ہے اب از روئے اجتہاد یہ نظر آئے کہ پہلے فیصلہ اور اجتہاد میں غلطی ہو گئی ہے تو اس کا بدلنا جائز اور بہتر ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو فاروق اعظم نے اسی طرح کی ہدایت اپنے ایک مفصل خط میں تحریر فرمایا تھا، سیدنا حضرت داؤد کا فیصلہ ضابطہ کا فیصلہ تھا، اور حضرت سلیمان کا فیصلہ درحقیقت وہ مقدمہ کا فیصلہ نہ تھا بلکہ فریقین میں صلح کرانے کا ایک عمدہ طریقہ تھا، وَالصُّلْحُ خَيْرٌ، اس لیے یہ دوسری صورت اللہ کے نزدیک پسندیدہ ٹھہری۔ (مظہری)

حاکمانہ عدالتی فیصلہ سے جس کے خلاف فیصلہ ہوتا ہے وہ دب تو جاتا ہے مگر دونوں میں بغض وعداوت کا بیج پڑ جاتا ہے بخلاف اس کے مصالحتی فیصلے سے منافرت دور ہو جاتی ہے اور بقول مجاہد کے فریقین ابھی گئے نہ تھے کہ ان میں ایک صورت مصالحت کی نکل آئی اور دونوں اس پر راضی ہو گئے۔

اگر کسی کا جانور دوسرے آدمی کی جان یا مال کو نقصان پہنچا دیں تو فیصلہ کیا ہونا چاہیے اس بارے میں حضرت امام اعظم اور فقہاء کوفہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر جانور کے ساتھ اس کے مالک اور چرواہا کی موجودگی میں اس کی غفلت کی وجہ سے نقصان ہے تو جانور کے مالک پر ضمان نہیں (اور حضرت براء ابن عازب کے واقعہ کی روایت جو مستدل ہے حضرت امام شافعی کی، فقہاء حنفیہ نے اس پر کلام کیا ہے اور فرمایا ہے کہ صحیحین کی حدیث (جو مستدل ہے احناف کی) کے مقابلہ میں حجت نہیں قرار دیا جا سکتا)

www.toobaaelibrary.com

"وَسَخَّرْنَا" اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو ظاہری کمالات میں سے ایک کمال حسن صوت کا بھی عطا فرمایا تھا جب وہ زبور پڑھتے تو پرندے ہوا میں ٹھہرنے لگتے اور ان کے ساتھ تسبیح کرنے لگتے تھے، اسی طرح پہاڑ اور شجر و مدر بھی معجزہ تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن میں حسن صوت اور اچھا لہجہ جس سے دل کشی پیدا ہو مطلوب و محبوب ہے بشرطیکہ دیگر تمام آداب کا لحاظ ہو، حضرت داؤدؑ کے تسخیر میں لفظ مع آیا، اور حضرت سلیمانؑ کے تسخیر میں "ل" کا استعمال فرمایا، اس میں لطیف اشارہ یہ ہے کہ دونوں تسخیروں میں فرق تھا، حضرت داؤدؑ کے ساتھ پرندے اور پہاڑ خود بخود تسبیح کرنے لگتے تھے، ان کے حکم کے منتظر نہ رہتے تھے اور حضرت سلیمانؑ کے لیے ہوا کو ان کے حکم کے تابع بنا دیا گیا۔

آیت:۸۲: "وَمِنَ الشَّيٰطِيْنَ" یعنی غیر مومن کافر شیاطین، اور مومن کو جنھیں جنات کہا جاتا ہے وہ تو مذہبی فریضہ سمجھ کر تابع فرمان تھے اسی لیے آخر میں فرمایا حٰفِظِيْنَ یعنی وہ کوئی نقصان نہ پہنچا دیں جس کا ہر وقت خطرہ تھا، مگر ان پر حفاظت خداوندی کا پہرہ ہر وقت لگا ہوا تھا اس لیے کوئی گزند نہ پہنچا سکتے تھے۔

آیت:۸۳،۸۴: سیدنا حضرت ایوبؑ کو اللہ رب العزت نے ابتداء میں مال و دولت، آل واولاد و جائداد و شاندار مکانات اور سواریاں خدم و حشم سب کچھ عطا فرمایا تھا، پھر آپ کو پیغمبرانہ آزمائش میں مبتلا کیا، یہ سب کچھ ان کے ہاتھ سے نکل گیا ساتھ ہی بدن میں ایسی بیماری لگ گئی جیسے جذام کہ سوائے زبان اور قلب کے جسم کا کوئی حصہ نہ بچا، اس شدید بیماری کی وجہ سے سب عزیزوں اور دوستوں نے انھیں آبادی سے نکال کر باہر وہاں جہاں کوڑا کچرا ڈالا جاتا ہے۔ ڈال دیا، کوئی ان کے پاس نہ جاتا سات سال چند ماہ پڑے رہے، سوائے آپ کی بیوی کے کہ یہ حضرت یوسفؑ کی بیٹی یا پوتی تھیں، آپ کی زوجہ محترمہ محنت و مزدوری کر کے اپنے اور ان کے لیے رزق اور ضروریات فراہم کرتیں اور ان کی خدمت کرتی تھیں، آپ اس حالت میں زبان و قلب کو ذکر اللہ میں مشغول رکھتے اور شکر ادا کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ ہر انسان کا ابتلاء اس کی دینی مضبوطی کے اندازے پر ہوتا ہے تاکہ اسی کے بقدر اس کے درجات اللہ کے نزدیک بلند ہوں، آپ نے اس کے بعد اللہ کی یاد اور عبادت میں اور زیادہ محنت شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ تو نے مجھے وہ سب کچھ عطا کیا تھا، جس کی محبت

www.toobaaelibrary.com

میرے ایک ایک جز پر چھا گئی تھی پھر اس پر بھی شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے مجھے ان سب چیزوں سے فارغ و خالی کر دیا اور اب میرے اور آپ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں رہی۔

اس دور انتظار میں آپ کی زوجہ محترمہ نے کہا بھی کہ آپ کی تکلیف بہت بڑھ گئی اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے فرمایا کہ ستر سال صحیح و تندرست رہ کر اللہ کی بیشمار نعمتوں میں گذارے ہیں کیا اس کے مقابلے میں سات سال بھی مصیبت میں گذارنے مشکل ہیں، پیغمبرانہ ضبط و عزم اور صبر و ثبات کا یہ عالم تھا کہ دعا کرنے کی بھی ہمت نہ کرتے تھے بالآخر کوئی ایسا سبب پیش آیا جس سے دعا پر مجبور ہوئے، اور یہ دعا دعا ہی تھی بے صبری نہیں تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے کمال صبر پر اپنے کلام میں مہر ثبت فرما دی فرمایا۔ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ (ص) اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرما کر ارشاد فرمایا کہ زمین پر ایڑ لگائے یہاں سے صاف پانی کا چشمہ پھوٹے گا اس سے غسل کیجئے اور اس کا پانی پیجئے، یہ سارا روگ چلائے گا۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا سارا بدن کھال اور بال یکا یک اپنی حالت پر آ گئے، اللہ نے جنت کا لباس بھیج دیا اسے پہن لیا، اور اس کپڑے کی جگہ سے الگ ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے زوجۂ محترمہ جب آئیں اور انہیں نہ پا کر رونے لگیں، آپ کو نہیں پہچانا حالت بدل چکی تھی، انہیں سے ان کے بارے میں پوچھا کہ ایسے ایسے تھے کہاں چلے گئے، کیا کتوں یا بھیڑ نے اسے کھا لیا، کچھ دیر اس معاملے میں گفتگو ہوتی رہی یہ سب سنکر آپ نے بتلایا کہ میں ہی ایوب ہوں، زوجۂ محترمہ نے اب بھی نہ پہچانا اور کہنے لگیں اللہ کے بندے آپ میرے ساتھ تمسخر کرتے ہیں، پھر ایوبؑ نے فرمایا غور کرو میں ہی ایوب ہوں۔

آیت :۸۵: آیت میں تیسرے بزرگ ذوی الکفل ہیں بظاہر ان حضرات کے ساتھ نام آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر ہیں مگر دوسری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ زمرۂ انبیاء میں سے نہ تھے، بلکہ ایک مرد صالح اولیاء اللہ میں سے تھے۔

ابن جریر نے انہیں حضرت الیسعؑ کا خلیفہ بتایا ہے آپ نے اپنے بڑھاپے میں انہیں اپنی شرطوں کے مطابق کہ ہمیشہ جو روزہ رکھتا ہو، پوری رات عبادت میں گزارتا ہو، اور کبھی غصہ نہ کرتا ہو، اپنا خلیفہ بنایا اور اس میں کوئی بعد نہیں کہ ابتداء میں خلیفہ رہے ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں منصب نبوت عطا فرما دیا ہو۔

آیت :۸۷: سیدنا حضرت یونسؑ کا نام ذوالنون یا صاحب الحوت کے القاب سے ذکر کیا گیا ہے نون اور حوت دونوں کے معنی مچھلی کے ہیں چوں کہ بتقدیر الٰہی آپ کو چند روز بطن ماہی میں

www.toobaaelibrary.com

(بطور تعذیب نہیں، بطور تادیب اور مچھلی کو یہ ہدایت کہ یہ تمہاری غذا نہیں بلکہ تمہارا پیٹ بطور قید خانہ کے ہے نہ ان کے گوشت کو کوئی نقصان پہنچے اور نہ ہڈی کو) رہنے کا واقعہ غریبہ پیش آیا تھا اسی کی مناسبت سے ان کو ذوالنون اور صاحب الحوت کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا۔ آپ کو موصل کے علاقہ کی ایک بستی نینوا کے لوگوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا تھا آپ کا تفصیلی واقعہ سورۂ یونس میں گزر چکا ہے۔

آیت: ۸۸: اس سے پہلے کی آیت میں حضرت یونسؑ نے اللہ تعالیٰ سے جو دعا کی "لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ پیغمبر نے ارشاد فرمایا کہ ذوالنون کی وہ دعا جو انہوں نے بطن ماہی میں کی تھی جو مسلمان بھی یہ دعا اپنے کسی مقصد کے لیے کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائیں گے۔ (احمد و ترمذی، عن سعد ابن ابی وقاصؓ) (از مظہری) (سورۂ والصّٰفّٰت میں ابوداؤد سے منقول ہونا درج ہے)۔

آیت: ۹۰: رَغَبًا وَّرَهَبًا، یعنی وہ اپنی عبادت میں امید و بیم دونوں کے درمیان رہتے تھے (قرطبی)

آیت: ۹۳: اس رکوع میں بیان کردہ واقعات انبیاء اور ان میں اصولی وفروعی کا بیان تھا اس آیت میں بطور نتیجہ قصص اثبات توحید اور شرک کی مذمت کا بیان ہے۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ۝ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ۝ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۚ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ هٰٓؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ۭ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّهُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى ۙ اُولٰۗىِٕكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاۗءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰي سَوَاۗءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ۝ اِنَّهٗ يَعْلَمُ

www.toobaaelibrary.com

الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۝ وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ۝ قَالَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمَٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

تو جو شخص نیک کام کرتا ہوگا اور وہ ایمان والا بھی ہوگا تو اس کی محنت اکارت جانے والی نہیں اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں (جس میں بھول اور خطا کا امکان نہیں رہتا اس لکھے ہوئے کے مطابق اس کو ثواب ملے گا) اور (ہم نے جو یہ کہا ہے سب کے سب ہمارے پاس آنے والے ہیں اس میں منکرین یہ شبہ کرتے ہیں کہ دنیا کی اتنی عمر گزر چکی ہے اب تک تو ایسا ہوا نہیں کہ مردے زندہ ہوئے ہوں ان کا حساب ہوا ہو انکا یہ شبہ اس لیے غلط ہے کہ اللہ کی طرف لوٹنے کے لیے ایک دن قیامت کا مقرر ہے اس سے پہلے کوئی نہیں لوٹتا، یہی وجہ ہے کہ) ہم جن بستیوں کو (عذاب یا موت سے) فنا کر چکے ہیں ان کے لیے یہ بات (ماتناع شرعی) ناممکن ہے کہ وہ (دنیا میں حساب کتاب کے لیے) پھر لوٹ کر آویں (مگر یہ نہ لوٹنا دائمی نہیں بلکہ وقت موعود یعنی قیامت تک ہے) یہاں تک کہ جب (وہ وقت موعود آپہنچے گا جس کا ابتدائی سامان یہ ہوگا کہ) یاجوج ماجوج (جن کا اب سد ذوالقرنین کے ذریعہ راستہ رکا ہوا ہے وہ) کھول دیئے جاویں گے اور وہ (انتہائی کثرت کے سبب) ہر بلندی (ٹیلہ اور پہاڑ) پر اترے ہوئے (معلوم) ہوتے اور (اللہ کی طرف لوٹنے کا سچا وعدہ) نزدیک آپہنچا ہوگا تو بس پھر یکایک یہ حالت ہو جائے گی کہ منکروں کی نگاہیں پھٹی رہ جاویں گی (اور وہ یوں کہتے نظر آویں گے) ہائے ہماری کم بختی ہم اس سے غفلت میں تھے (پھر کچھ سوچ کر کہیں گے کہ اس کو غفلت تو جب کہا جا سکتا کہ کسی نے ہمیں آگاہ نہ کیا ہوتا) بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) ہم ہی قصوروار تھے (حاصل یہ ہوا کہ جو لوگ قیامت میں دوبارہ زندہ ہونے کے منکر تھے وہ بھی اس وقت اس کے قائل ہو جاویں گے، آگے مشرکین کے لیے وعید ہے) بلاشبہ تم اور جس کو تم خدا کے سوا پوج رہے ہو سب جہنم میں جھونکے جاؤ گے (اور) تم سب اس میں داخل ہو گے (اس میں وہ انبیاء اور فرشتے داخل نہیں ہو سکتے جن کو دنیا میں بعض مشرکین نے خدا اور معبود بنا لیا تھا کیوں کہ ان میں ایک مانع شرعی موجود ہے کہ وہ اس کے مستحق نہیں اور نہ ان کا اس میں کوئی قصور ہے آگے آیت اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ سے بھی شبہ کو دفع کیا گیا ہے اور یہ بات سمجھنے کی ہے کہ) اگر (یہ تمہارے معبود) واقعی معبود ہوتے، تو اس (جہنم) میں کیوں جاتے اور (جانا بھی ایسا کہ چند روزہ نہیں بلکہ) سب (عابدین اور معبودین) اس میں ہمیشہ کو رہیں گے (اور) ان کا اس میں شور وغل ہوگا اور وہاں (اپنے شور وغل میں) کسی کی کوئی

www.toobaaelibrary.com

بات سنیں گے بھی نہیں (یہ تو دوزخیوں کا حال ہوا اور) جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے (اور اس کا ظہور ان کے اعمال وافعال میں ہوا) وہ لوگ اس (دوزخ) سے (اس قدر) دور رکھے جاویں گے کہ اس کی آہٹ بھی نہ سنیں گے (کیونکہ یہ لوگ جنت میں ہونگے اور جنت دوزخ میں بڑا بعد ہے) اور وہ لوگ اپنی جی چاہی چیزوں میں ہمیشہ رہیں گے (اور) ان کو بڑی گھبراہٹ (یعنی قیامت میں زندہ ہونے اور محشر کے ہولناک مناظر دیکھنے کی حالت) غم میں نہ ڈالے گی اور (قبر سے نکلتے ہی) فرشتے ان کا استقبال کریں گے (اور کہیں گے) یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا (یہ اکرام کا معاملہ اور بشارت ان کے لیے زیادہ خوشی ومسرت کا سبب ہو جائیگا اور اگر کسی روایت سے یہ ثابت ہو جائے کہ قیامت کے ہول اور خوف سے کوئی مستثنیٰ نہیں سب کو پیش آئے گا تو چوں کہ نیک بندوں کے لیے اس کا زمانہ بہت قلیل ہوگا اس لیے وہ کالعدم ہے اور) وہ دن (بھی) یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم (نفخۂ اولیٰ کے بعد) آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضامین کا کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے (پھر لپیٹنے کے بعد خواہ معدوم محض کر دیا جائے یا نفخۂ ثانیہ تک اسی حالت پر رہے دونوں باتیں ممکن ہیں اور) ہم نے جس طرح اوّل بار پیدا کرنے کے وقت (ہر چیز کی) ابتدا کی تھی اسی طرح (آسانی سے) اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے ہم ضرور (اس کو پورا) کریں گے اور (اوپر جو نیک بندوں سے ثواب ونعمت کا وعدہ ہوا ہے وہ بہت قدیم اور مؤکد وعدہ ہے چنانچہ) ہم (سب آسمانی) کتابوں میں لوح محفوظ (میں لکھنے) کے بعد لکھ چکے ہیں کہ اس زمین (جنت) کے مالک میرے نیک بندے ہونگے (قیامت اس وعدہ کی تو اس سے ظاہر ہے کہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور تاکید اس بات سے کہ کوئی آسمانی کتاب اس سے خالی نہیں) بلاشبہ اس (قرآن یا اس کے جز، یعنی سورت مذکورہ) میں کافی مضمون ہے ان لوگوں کے لیے جو عبادت کرنے والے ہیں (اور جو عبادت اور اطاعت سے سرکشی کرنے والے ہیں یہ ہدایت تو ان کے لیے بھی ہے مگر ان میں ہدایت کی طلب نہیں، اس لیے اس کے فائدے سے محروم ہیں) اور ہم نے آپ کو کسی اور بات کے واسطے (رسول بنا کر) نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں پر (اپنی) مہربانی کرنے کے لیے (وہ مہربانی یہی ہے کہ لوگ رسول سے ان مضامین کو قبول کریں اور ہدایت کے ثمرات حاصل کریں اور جو قبول نہ کرے وہ اس کا قصور ہے اس سے اس مضمون کی صحت میں کوئی فرق نہیں پڑتا) آپ ان لوگوں سے (بطور خلاصہ کلام کے مکرر) فرما دیجئے کہ میرے پاس تو (موحدین اور مشرکین کے باہمی اختلاف کے بارے میں)

www.toobaaelibrary.com

صرف یہ وحی آئی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو (اس کی حقانیت ثابت ہو جانے کے بعد) اب بھی تم مانتے ہو (یا نہیں یعنی اب تو مان لو) پھر بھی اگر یہ لوگ (اس کے قبول کرنے سے) سرتابی کریں تو آپ (بطور اتمام حجت کے) فرما دیجئے کہ میں تم کو نہایت واضح اطلاع کر چکا ہوں (جس میں ذرہ برابر خفا و پوشیدگی نہیں رہی توحید اور حقانیت اسلام کی اطلاع بھی اور اس کے انکار پر جو سزا ملے گی وہ بھی صاف صاف بیان ہو چکی ہے اب نہ مجھ پر تبلیغ حق کی کوئی ذمہ داری باقی رہی نہ تمہارا کوئی عذر باقی رہا) اور اگر (اس کے حق ہونے میں تم کو اس وجہ سے شبہ ہو کہ جو سزا بتلائی گئی ہے وہ مل کیوں نہیں جاتی تو سمجھ لو کہ سزا کا ملنا تو یقینی ہے مگر) میں یہ نہیں جانتا کہ جس (سزا) کا تم سے وعدہ ہوا ہے آیا وہ قریب (واقع ہونے والی ہے) یا دور و دراز (زمانے میں واقع ہونے والی) ہے (البتہ اس کا واقع ہونا ضروری ہے کیوں کہ) اللہ تعالیٰ کو (تمہاری) پکار کر کہی ہوئی بات کی بھی خبر ہے اور جو تم دل میں رکھتے ہو اس کی بھی خبر ہے اور (تاخیر عذاب سے اس کے واقع نہ ہونے کے دھوکے میں نہ رہنا یہ تاخیر کسی مصلحت و حکمت سے ہو رہی ہے) میں نہیں جانتا (کہ وہ مصلحت کیا ہے ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ) شاید (یہ تاخیر عذاب) تمہارے لیے امتحان ہو (کہ شاید متنبہ ہو کر ایمان لے آویں) اور ایک وقت (معہود یعنی موت کے وقت) فائدہ پہنچانا ہو (کہ خوب غفلت بڑھے اور عذاب پڑھتا چلا جائے۔ پہلا معاملہ یعنی امتحان رحمت ہے اور دوسرا معاملہ یعنی عمر دراز اور اس کی سہولتیں دینا یہ عقوبت و سزا ہے۔ اور جب ان سب مضامین سے ہدایت نہ ہوئی تو) پیغمبرؐ نے باذن الٰہی کہا کہ اے میرے رب (ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان) فیصلہ کر دیجئے (جو کہ ہمیشہ) حق کے موافق (ہوا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ عملی فیصلہ فرما دیجئے کہ مسلمانوں سے جو فتح و نصرت کے وعدے ہیں وہ واقع کر دیجئے تاکہ ان پر اور زیادہ حجت تمام ہو جائے) اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے یہ بھی فرمایا کہ) ہمارا رب بڑا مہربان ہے جس سے ان باتوں کے مقابلے میں مدد چاہی جائے جو تم بنایا کرتے ہو (کہ مسلمان جلد نیست و نابود ہو جاویں گے یعنی ہم اسی مہربان رب سے تمہارے مقابلہ میں مدد چاہتے ہیں)

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۹۶: یاجوج ماجوج اور سدّ ذوالقرنین کا واقعہ سورہ کہف میں بیان ہو چکا ہے۔

آیت: ۹۸: اس آیت کے مضمون سے کفار قریش کو سخت ناگوار ہوا کہ اس میں ہمارے معبودوں کی سخت توہین کی گئی ہے اور ایک عالم اہل کتاب ابن الزبعری کے مشورہ سے خدمت اقدس

www.toobaaelibrary.com

میں اعتراض کیا کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت عزیر علیہما السلام جن کی نصرانیوں اور یہودیوں نے پرستش کی ان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں قریش اس مشورہ پر بہت خوش ہوئے کہ محمدؐ اس کا جواب نہیں دے سکتے۔ اس پر آیت (۱۰۱) اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ الخ نازل ہوئی۔ اور ابن الزبعری کے متعلق قرآن کی آیت وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ الخ سورۂ زخرف نازل ہوئی۔

آیت:۱۰۳: "اَلْفَزَعُ الْاَکْبَرُ" مراد صور کا نفخۂ ثانیہ ہے ابن عربی کا قول یہ ہے کہ نفخات تین ہوں گے، پہلا نفخہ فزع ہوگا جس سے ساری دنیا کے لوگ گھبرا اٹھیں گے، اسی کو یہاں فزع اکبر کہا گیا ہے، دوسرا نفخہ صعق ہوگا جس سے سب مرجائیں گے، تیسرا نفخہ بعث ہوگا جس سے سب مردے زندہ ہوجائیں گے اس کی تصدیق حدیث عن ابی ہریرہؓ سے ہوتی ہے (ابن جریر وغیرہ)

آیت:۱۰۵: "الذِّکْرِ" سے مراد لوح محفوظ ہے، اور "الزَّبُوْرِ" سے مراد تمام آسمانی کتابیں (زجاج) اور حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ذکر سے مراد تورات ہے اور الزَّبُوْرِ سے جملہ کتب سماوی (ابن جریر) "الْاَرْضَ" سے مراد حضرت ابن عباس کی ایک روایت میں ارض سے مراد عام ہے، دنیا کی بھی اور جنت کی بھی۔ جنت کی تو ظاہر ہے، دنیا کی پوری زمین کا وارث ہونا بھی موجود ہے متعدد آیات اس کی تائید کرتی ہیں "اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا الخ (اعراف) "وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ الخ" (نور) "اِنَّا لَنَنْصُرُ الخ" (مومن) (روح المعانی، ابن کثیر)۔

آیت:۱۰۷: لِلْعٰلَمِیْنَ، تمام کائنات کی حقیقی روح ذکر اللہ اور اس کی عبادت ہے چناں چہ جب زمین پر کوئی عبادت کرنے والا نہ رہ جائے گا تو ان سب چیزوں کی موت ہوجائے گی، اس طرح ثابت ہوگیا کہ پیغمبرؐ ان سب چیزوں کے لیے رحمت ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفر و شرک مٹانے کے لیے کفار کو پست کرنا اور جہاد کرنا بھی عین رحمت ہے جس کے ذریعہ سرکشوں کو ہوش آکر ایمان اور عمل صالح کا پابند ہوجانے کی امید کی جاسکتی ہے۔

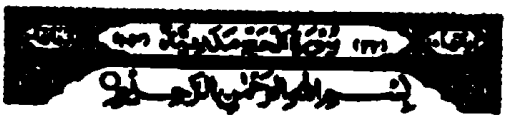

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ ۝ یَوْمَ تَرَوْنَھَا تَذْھَلُ کُلُّ مُرْضِعَۃٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَھَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا ھُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰہِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّبِعُ کُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ ۝ کُتِبَ عَلَیْہِ

www.toobaaelibrary.com

اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ يَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۝ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اے لوگوں اپنے رب سے ڈرو (اور ایمان واطاعت اختیار کرو کیونکہ) یقیناً قیامت کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہوگی (جس کا آنا ضروری ہے اس روز کے شدائد سے بچنے کی اب فکر کرو جس کا طریقہ تقویٰ ہے آگے اس زلزلہ کی شدت کا بیان ہے) جس روز تم لوگ اس (زلزلہ) کو دیکھو گے اس روز (یہ حال ہوگا کہ) تمام دودھ پلانے والیاں (ہیبت ودہشت کی وجہ سے) اپنے دودھ پیتے (بچہ) کو بھول جاویں گی اور تمام حمل والیاں اپنا حمل (دن پورے ہونے سے پہلے) ڈال دیں گی اور تجھ کو (اے مخاطب) لوگ نشہ کی سی حالت میں دیکھائی دیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے (کیونکہ وہاں کسی نشہ کی چیز استعمال کرنے کا کوئی امکان واحتمال ہی نہیں) لیکن اللہ کا عذاب ہی سخت چیز ہے (جس کے خوف کی وجہ سے ان کی حالت نشہ والے کی سی ہو جاوے گی) اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں (یعنی اس کی ذات یا صفات یا افعال کے متعلق) بے جانے بوجھے جھگڑا کرتے ہیں اور ہر شیطان سرکش کے پیچھے ہو لیتے ہیں (یعنی گمراہی کی ایسی قابلیت ہے کہ جو شیطان جس طرح بہکاوے اس کے بہکانے میں آجاتا ہے پس اس شخص میں انتہائی درجہ کی ضلالت ہوئی کہ اس پر ہر شیطان کی دسترس ہو جاتی ہے) جس کی نسبت (خدا کے یہاں سے) یہ بات لکھی جا چکی ہے (اور طے ہو چکی ہے) کہ جو شخص اس سے تعلق رکھے گا (یعنی اس کا اتباع کرے گا) تو اس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ اس کو (راہ حق سے) بے راہ کر دے گا اور اس کو عذاب دوزخ کا راستہ دکھلاوے گا (آگے ان

www.toobaaelibrary.com

مجادلین کو خطاب ہے کہ) اے لوگو اگر تم (قیامت کے روز) دوبارہ زندہ ہونے (کے امکان) سے شک میں ہو تو (ذرا مضمون آئندہ میں غور کر لو تا کہ شک رفع ہو جاوے اور وہ یہ کہ) ہم نے (اول بار) تم کو مٹی سے بنایا (کیونکہ غذا جس سے نطفہ بنتا ہے اوّل عناصر سے پیدا ہوتی ہے جس میں ایک جزو مٹی بھی ہے) پھر نطفہ سے (جو کہ غذا سے پیدا ہوتا ہے) پھر خون کے لوتھڑے سے (کہ نطفہ میں غلظت اور سرخی آنے سے حاصل ہوتا ہے) پھر بوٹی سے (کہ علقہ میں سختی آجانے سے حاصل ہوتا ہے) کہ (بعض) پوری ہوتی ہے (کہ اس میں پورے اعضاء بن جاتے ہیں) اور (بعض) ادھوری بھی (ہوتی ہے کہ بعض اعضاء ناقص رہ جاتے ہیں یہ اس طرح ساخت اور ترتیب اور نفاست سے اس لیے بنایا) تا کہ ہم تمہارے سامنے (اپنی قدرت) ظاہر کر دیں (اور اسی سے ظاہر ہے کہ وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے) اور (تتمہ اس مضمون کا یہ ہے جس سے اور زیادہ قدرت ظاہر ہوتی ہے کہ) ہم (ماں کے) رحم میں جس (نطفہ) کو چاہتے ہیں ایک مدت معین (یعنی وضع حمل کے وقت) تک ٹھہرائے رکھتے ہیں (اور جس کو ٹھیرانا نہیں چاہتے ہیں وہاں اسقاط ہو جاتا ہے) پھر (اس مدت معینہ کے بعد) ہم تم کو بچہ بنا کر (ماں کے پیٹ سے) باہر لاتے ہیں پھر (اس کے بعد تین قسمیں ہو جاتی ہیں ایک قسم یہ کہ تم میں سے بعض کو جوانی تک مہلت دیتے ہیں) تا کہ تم اپنی بھری جوانی (کی عمر) تک پہنچ جاؤ اور بعضے تم میں وہ بھی ہیں جو (جوانی سے پہلے ہی) مر جاتے ہیں (یہ دوسری قسم ہوئی) اور بعضے تم میں وہ ہیں جو نکمی عمر (یعنی زیادہ بڑھاپے) تک پہنچا دیے جاتے ہیں جس کا اثر یہ ہے کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتے ہیں (جیسا اکثر بوڑھوں کو دیکھا کہ ابھی ایک بات بتلائی اور ابھی پھر پوچھ رہے ہیں۔ یہ تیسری قسم ہوئی یہ سب احوال بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کی نشانیاں ہیں ایک استدلال تو یہ تھا) اور (آگے دوسرا استدلال ہے کہ) اے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے کہ خشک (پڑی) ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اور ہر قسم (یعنی قسم قسم) کی خوشنما نباتات اگاتی ہے (سو یہ بھی دلیل ہے قدرت کاملہ کی آگے استدلال کو اور واضح کرنے کے لیے تصرفات مذکورہ کی علت اور حکمت کا بیان فرماتے ہیں یعنی) یہ (جو کچھ اوپر استدلالوں کے ضمن میں اشیاء مذکورہ کا ایجاد و اظہار مذکور ہوا یہ سب) اس سبب سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے (یہ تم اس کا کمال ذاتی ہے) اور وہ ہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے (یہ اس کا کمال فعلی ہے) اور وہی ہر چیز پر قادر ہے (یہ اس کا کمال وصفی ہے اور یہ تینوں اُمور مل کر مذکورہ کی علت ہیں کیونکہ اگر کمالات ثلثہ میں سے ایک بھی غیر متحقق ہوتا تو ایجاد نہ پایا جاتا چنانچہ ظاہر ہے) اور (نیز اس

www.toobaaelibrary.com

سبب سے ہوا کہ) قیامت آنے والی ہے اس میں ذرا شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ (قیامت میں) قبر والوں کو دوبارہ پیدا کرے گا (یہ اُمور مذکورہ کی حکمت ہے یعنی ہم نے وہ تصرفات مذکورہ اس لیے ظاہر کیے کہ اس میں منجملہ اور حکمتوں کے ایک حکمت اور غایت یہ تھی کہ ہم کو قیامت کا لانا اور مردوں کو زندہ کرنا منظور تھا تو ان تصرفات سے اس کا امکان لوگوں پر ظاہر ہو جاوے گا پس ایجاد اشیاء مذکورہ کی تین علتیں اور دو حکمتیں مذکورہ ہوئیں اور سبب بالمعنی الاعم سب کو عام ہوا اس لیے بِاَنَّ اللّٰہ کی باء سببیت سب پر داخل ہو گئی) اور (یہاں تک تو مجادلین کی گمراہی اور اس کے رد میں استدلال مذکورہ تھا آگے ان کا اضلال۔ یعنی دوسروں کو گمراہ کرنا۔ اور دونوں ضلال واضلال کا وبال عظیم مذکورہ ہوتا ہے) بعضے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارہ میں (یعنی اس کی ذات یا صفات یا افعال کے مقدمہ میں) بدون واقفیت (یعنی علم ضروری) اور بدون دلیل (یعنی علم استدلالی عقلی) اور بدون کسی روشن کتاب (یعنی علم استدلالی نقلی) کے (اور دوسرے محقق کے اتباع وتقلید سے) تکبر کرتے ہوئے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ (دوسرے لوگوں کو بھی) اللہ کی راہ سے (یعنی دین حق سے) بے راہ کر دیں ایسے شخص کے لیے دنیا میں رُسوائی ہے (خواہ کسی قسم کی رُسوائی ہو چنانچہ بعضے گمراہ قتل وقید وغیرہ سے ذلیل ہوتے ہیں بعضے مناظرۂ اہلِ حق میں مغلوب ہو کر عقلا کی نظر میں بے عزت ہوتے ہیں) اور قیامت کے دن ہم اس کو جلتی آگ کا عذاب چکھاویں گے (اور اس سے کہا جاویگا) کہ یہ تیرے ہاتھ کے کیے ہوئے کاموں کا بدلہ ہے اور یہ بات ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ (اپنے) بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں (پس تجھ کو بلا جرم سزا نہیں دی گئی)

تلخیص معارف ومسائل

سورۃ الحج کے مکی ومدنی ہونے میں اختلاف ہے، نیز اس کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ بعض آیات رات میں بعض دن میں، بعض سفر میں، بعض حضر میں، بعض مکہ میں، بعض مدینہ میں، بعض جنگ وجہاد میں، بعض صلح وامن کی حالت میں نزول ہوا ہے، بعض آیات ناسخ بعض منسوخ، بعض محکم، بعض متشابہ۔ تمام اصناف تنزیل پر مشتمل ہے۔

آیت ۱: پیغمبر (بحالت سفر) نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد باآواز بلند تلاوت کی، سب صحابہ جمع ہو گئے، زلزلہ کا ذکر اس آیت میں ہے جانتے ہو زلزلہ کا دن کب ہوگا، پھر ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت آدم کو خطاب کر کے فرمائیں گے جہنم میں جانے والوں کو اٹھا یئے سوال کون ہیں وہ لوگ؟ حکم ہوگا، ہر ایک ہزار میں نو سو ننانوے، فرمایا یہی وہ دن ہوگا کہ ہول سے بچے بوڑھے ہو جائیں گے

www.toobaaelibrary.com

الخ، صحابہ کرام گھبرا کر بول اٹھے، یارسول اللہ! پھر ہم میں سے کون نجات پائے گا، فرمایا بے فکر رہو جہنم میں جانے والا یاجوج ماجوج میں سے ایک ہزار اور تم میں سے ایک ہوگا۔

"اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ" یہ زلزلہ قیامت، قیامت سے پہلے اسی دنیا میں ہوگا اور قیامت کی آخری علامت میں شمار ہوگا، آیات قرآنی میں یہی مذکور ہے اِذَا زُلْزِلَتِ الخ وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ الخ، اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ الخ بعض نے اس سورہ کی پہلی آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ زلزلہ حشر ونشر اور دوبارہ زندہ ہونے کے بعد ہوگا اس میں حقیقتاً کوئی منافات نہیں، دوسرے قول کے اعتبار سے حمل والی عورتوں کے حمل اور مرضعہ سے متعلق کی توجیہ یہ ہوگی کہ جو عورت اس دنیا میں حالت حمل میں مری ہے یا جو دودھ پلاتی عورت دونوں اسی حالت میں بچے کے ساتھ اٹھائی جائے گی۔ (قرطبی)۔

آیت:۳: یہ آیت نضر ابن حارث کے بارے میں نازل ہوئی یہ شخص بڑا جھگڑالو تھا۔ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا تھا، قرآن کو پچھلوں کا افسانہ کہتا تھا، اور قیامت اور دوبارہ زندہ ہونے کا منکر تھا۔

آیت:۵: حدیث بخاری میں تخلیق انسان کی تفصیل آئی ہے، انسانی مادہ چالیس روز تک رحم میں جمع رہتا ہے، پھر چالیس دن کے بعد علقہ منجمد خون، پھر چالیس دن میں مضغہ (گوشت) بن جاتا ہے، پھر ایک فرشتہ اس میں روح پھونک دیتا ہے اور پھر اس کے بعد اس کے متعلق چار باتیں فرشتہ کو لکھوا دی جاتی ہیں، عمر، رزق، اعمال کہ کیا کیا کرے گا، انجام کار بھی شقی ہوگا یا سعید، (قرطبی، عن ابن مسعودؓ) اور مضغہ کے بعد یہ بھی فرشتہ کو بتلا دیا جاتا ہے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی، یا یہ کہ غیر مخلقہ ہوگا تو اس حمل کو ساقط کر دیا جاتا ہے، یا یہ کہ اعضاء ناقص ہوں گے اور رنگ وقد کیا ہوگا اگر غیر متناسب ہوں گے تو غیر مخلقہ ہے۔

عمر کے مختلف مدارج کے احوال یہ ہوتے ہیں کہ نابالغ رہتے ہوئے بچے کے نیک اعمال والدین کے حساب میں لکھے جاتے ہیں، اور اعمال بد اگر کرے تو کسی کے نام نہیں بالغ ہونے کے بعد قلم حساب چلتا ہے ان دو فرشتوں کو اس کی حفاظت اور اسے قوت بہم پہنچانے کا حکم ہوتا ہے، حالت اسلام میں چالیس سال تک پہنچ جانے کے بعد تین قسم کی بیماریوں سے محفوظ کر دیا جاتا ہے (۱) جنون، (۲) جذام، (۳) برص، پچاس سال کی عمر میں اس کا حساب اللہ تعالیٰ ہلکا کر دیتے ہیں جب ساٹھ سال کو پہنچتا ہے تو رجوع الی اللہ کی توفیق دیدی جاتی ہے ستر سال کی عمر میں سب آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ جب اسی سال کو پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حسنات کو لکھتے ہیں سیئات کو معاف فرما دیتے ہیں، اور نوے سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ اس کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور

www.toobaaelibrary.com

اسے اپنے اہل بیت کے حق میں شفاعت کا حق دیتے ہیں اور اس کی شفاعت قبول فرماتے ہیں، اس کا لقب امین اللہ، اور اسیر فی الارض یعنی زمین میں اللہ کا قیدی ہو جاتا ہے کیوں کہ اس عمر میں عموماً قوت ختم ہو جاتی ہے، کسی چیز میں لذت نہیں رہتی قیدی کی طرح عمر گزارتا ہے اور جب ارذل عمر کو پہنچ جائے تو اس کے وہ تمام نیک اعمال، نامۂ عمل میں لکھے جاتے ہیں جو اپنی صحت اور قوت کے زمانے میں کیا کرتا تھا۔ اور اگر اس سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو وہ لکھا نہیں جاتا۔

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ابن کثیر فرماتے ہیں یہ حدیث غریب ہے، اور اس میں سخت نکارت ہے مگر اس کے باوجود امام احمد ابن حنبل نے اپنی مسند میں اسے موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح روایت کیا ہے۔ "ثَانِيَ عِطْفِهٖ" مراد اعراض کرنا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ۝ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ۝ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَاۗءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ۝ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِـُٔوْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَاۗبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ۝ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ۡ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ۭ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ۝ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ۝ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ۝ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۡ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور بعض آدمی اللہ کی عبادت (ایسے طور پر) کرتا ہے (جیسے کوئی کسی چیز کے) کنارہ پر (کھڑا ہو اور موقع پا کر چلدینے پر تیار ہو) پھر اگر اس کو کوئی (دنیوی) نفع پہنچ گیا تو اس کی وجہ سے (ظاہری) قرار پا لیا اور اگر اس پر کچھ آزمائش ہو گئی تو منہ

www.toobaaelibrary.com

اٹھا کر (کفر کی طرف) چلدیا (جس سے) دنیا و آخرت دونوں کو کھو بیٹھا یہی ہے کھلا نقصان (دنیا کا نقصان تو دنیاوی آزمائش جو کسی مصیبت سے ہوتی وہ ظاہر ہی ہے اور آخرت کا نقصان یہ ہوا کہ اسلام اور) خدا کو چھوڑ کر اسی چیز کی عبادت کرنے لگا جو (اس قدر عاجز اور بے بس ہے کہ) نہ اس کو نقصان پہنچا سکتی ہے نہ نفع پہنچا سکتی ہے (یعنی اس کی عبادت نہ کرو تو کوئی نقصان پہنچانے کی اور کرو تو نفع پہنچانے کی کوئی قدرت نہیں۔ ظاہر ہے کہ قادر مطلق کو چھوڑ کر ایسی بے بس چیز کو اختیار کرنا خسارہ ہی خسارہ ہے) یہ انتہا درجہ کی گمراہی ہے (صرف یہی نہیں کہ اس کی عبادت سے کوئی نفع نہ پہنچے بلکہ الٹا ضرر اور نقصان ہے کیونکہ) وہ ایسے کی عبادت کر رہا ہے کہ اس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ قریب ہے۔ ایسا کارساز بھی برا اور ایسا رفیق بھی برا (جو کسی طرح کسی حال کسی کے کام نہ آوے کہ اسکو مولیٰ اور آقا بنالو یا دوست اور ساتھی بنالو کسی حال اس سے کچھ نفع نہیں) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل فرمائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی (اور اللہ جس شخص یا قوم کو کوئی ثواب یا عذاب دینا چاہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ (قادر مطلق ہے) جو ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے (اور جن لوگوں کے دین حق میں مجادلہ کرنیکا ذکر آیا ہے اگلی آیت میں ان کی ناکامی اور محرومی کا بیان ہے فرمایا) جو شخص (رسول ﷺ کے ساتھ مخالفت اور مخاصمت کرکے) اس بات کا خیال رکھتا ہو کہ (میں غالب آجاؤں گا اور آپ کے دین کی ترقی کو روک دونگا اور یہ کہ) اللہ تعالیٰ رسولؐ کی (اور آپ کے دین کی) دنیا و آخرت میں مدد نہ کرے گا تو اس کو چاہئے کہ ایک رسی آسمان تک تان لے (اور آسمان سے باندھ دے) پھر (اس رسی کے ذریعہ اگر آسمان پر پہنچ سکے تو پہنچ جائے تاکہ) اس وحی کو موقوف کرادے (اور ظاہر ہے کہ ایسا کوئی نہیں کرسکتا) تو پھر غور کرنا چاہئے آیا اس کی (یہ) تدبیر (جس سے بالکل عاجز ہے) اس کے غیظ و غضب کی چیز کو (یعنی وحی کو) موقوف کرسکتی ہے اور ہم نے اس (قرآن) کو اسی طرح اتارا ہے (کہ اس میں ہمارے ارادے اور قدرت کے سوا کسی کا دخل نہیں) جس میں کھلی کھلی دلیلیں (تعیین حق کی) ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان اور یہود اور صابئین اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین، اللہ تعالیٰ ان سب کے درمیان میں قیامت کے روز (عملی) فیصلہ کردے گا (کہ مسلمان کو جنت میں اور سب اقسام کافروں کو جہنم میں داخل کریگا) بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے۔ اے مخاطب کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے (اپنی اپنی حالت کے مناسب) سب عاجزی کرتے ہیں جو کہ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور

www.toobaaelibrary.com

درخت اور چوپائے اور (تمام مخلوقات کے مطیع وفرمانبردار ہونے کے باوجود انسان جو خاص درجہ کی عقل بھی رکھتا ہے وہ سب کے سب مطیع وفرماں بردار نہیں بلکہ) بہت سے (تو) آدمی بھی (اطاعت اور عاجزی کرتے ہیں) اور بہت ایسے ہیں جن پر عذاب کا استحقاق ثابت ہو گیا ہے اور (سچ یہ ہے کہ) جس کو خدا ذلیل کرے (کہ اس کو ہدایت کی توفیق نہ ہو) اس کا کوئی عزت دینے والا نہیں (اور) اللہ تعالیٰ (کو اختیار ہے اپنی حکمت سے) جو چاہے کرے۔ (جن کا ذکر اوپر آیت اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں ہوا ہے) یہ دو فریق ہیں (ایک مومن دوسرا کافر، پھر کافر گروہ کی کئی قسمیں ہیں۔ یہود۔ نصاریٰ۔ صابئین۔ مجوس اور بت پرست) جنہوں نے اپنے رب کے بارے میں (اعتقاداً اور کبھی مباحثۃً بھی) باہم اختلاف کیا (اس اختلاف کا فیصلہ قیامت میں اس طرح ہوگا کہ) جو لوگ کافر تھے ان کے (پہننے کے لیے) آگ کے کپڑے قطع کیے جاویں گے (یعنی آگ ان کے پورے بدن پر اس طرح محیط ہوگی جیسے لباس) اور ان کے سر کے اوپر سے تیز گرم پانی چھوڑا جاوے گا جس سے ان کی پیٹ کی چیزیں (یعنی آنتیں) اور کھالیں سب گل جاویں گی، (یعنی یہ کھولتا ہوا تیز پانی کچھ پیٹ کے اندر چلا جاوے گا جس سے آنتیں اور پیٹ کے اندر کے سب اجزاء واعضاء گل جاویں گے کچھ اوپر بہے گا جس سے کھال گل جاوے گی) اور ان کے (مارنے کے لیے) لوہے کے گرز ہوں گے (اور اس مصیبت سے کبھی نجات نہ ہوگی) وہ لوگ جب (دوزخ میں) گھٹے گھٹے (گھبرا جائیں گے اور) اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اسی میں دھکیل دیے جاویں گے اور کہا جاوے گا کہ جلنے کا عذاب (ہمیشہ کے لیے) چکھتے رہو (کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا اور)

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۱۸، اطاعت وسجدہ ریزی ایک تو تکوینی وتقدیری غیر اختیاری ہے اس میں سب داخل ہیں مومن ہو یا کافر اور تمام مخلوقات اور دوسری طاعت، اختیاری ہے اس میں مومن وکافر کا فرق ہوتا ہے، یہاں مومن وکافر کا فرق بتایا ہے اس لیے اختیاری طاعت مراد ہے، انسان ذوالعقول ہے لیکن حیوانات بھی اپنی ضرورت کی حد تک شعور رکھتے ہیں، اور نباتات وجمادات میں بھی ادراک ہے، خواہ نہایت خفی، چناں چہ سورۂ فصلت میں حکم کے جواب میں آسمان وزمین نے کہا: قَالَتَا اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ اور اِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ یعنی ساری کائنات مطیع وسجدہ ریز ہے سوائے نوع انس (اور جن بھی) کے کہ دو نوع ہو گئیں ایک مومن وفرماں بردار اور دوسرے کافر ونافرمان سجدہ اور جسے اللہ نے ذلیل کر دیا ہے اسے سجدہ کی توفیق نہیں بخشی۔

www.toobaaelibrary.com

آیت:۱۹: یہ دو فریق میدان بدر کے مبارزین ہیں جن کے سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے مسلمانوں کی طرف حضرت علی، حمزہ اور عبیدہ رضی اللہ عنہم، اور کفار میں سے عتبہ بن ربیعہ اس کا بیٹا ولید بن عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ، یہ تینوں مارے گئے اور حضرت علی و حمزہ صحیح سالم واپس آئے اور حضرت عبیدہؓ شدید زخمی ہو کر آئے اور پیغمبر علیہ السلام کے قدموں میں پنج کردم توڑ دیا، (بخاری، مسلم) مگر یہ آیت پوری امت کے لیے عام ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِن ذَهَبٍ وَلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا حَرِيرٌ ۝ وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ وَهُدُوا إِلَىٰ صِرَاطِ الْحَمِيدِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِي جَعَلْنَاهُ لِلنَّاسِ سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَن يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے (بہشت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جاویں گے اور پوشاک ان کی وہاں ریشم ہوگی اور (یہ سب انعام واکرام ان کے لیے اس سبب سے ہے کہ دنیا میں ان کو) کلمہ طیب (کے اعتقاد) کی ہدایت ہوگئی تھی اور ان کو اس (خدا) کے رستہ کی ہدایت ہوگئی تھی جو لائق حمد ہے (وہ راستہ اسلام ہے) بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور (مسلمانوں کو) اللہ کے راستہ سے اور مسجد حرام سے روکتے ہیں (تاکہ مسلمان عمرہ ادا نہ کرسکیں حالانکہ حرم کی حیثیت یہ ہے کہ اس میں کسی کی خصوصیت نہیں بلکہ) اس کو ہم نے تمام آدمیوں کے واسطے مقرر کیا ہے کہ اس میں سب برابر ہیں اس (حرم کے داخل حدود) میں رہنے والا بھی (یعنی جو لوگ وہاں مقیم ہیں) اور باہر سے آنے والے (مسافر) بھی اور کوئی اس میں (حرم شریف میں) ظلم کے ساتھ کوئی بے دینی کا کام کرنے کا ارادہ کرے گا تو ہم اس شخص کو عذاب دردناک چکھادیں گے۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت :۲۳: اہل جنت کو کنگن پہنائے جانے کی حکمت ان کا اعزاز ہے، جس طرح تاج بادشاہوں کا اعزاز کے لیے پہنایا جاتا ہے، اور اہل جنت کے ہاتھوں میں تین طرح کے کنگن ہوں گے، سونے کا، چاندی کا، اور موتیوں کا۔

www.toobaaelibrary.com

جنت میں داخل ہو جانے کے بعد ایک دوسرے کے متفاوت درجات سے کسی کو حسرت و افسوس نہ ہوگا اللہ تعالیٰ اہل جنت کے قلوب ایسے بنا دے گا جن میں کسی چیز کی حسرت نہ ہوگی۔ (قرطبی)

آیت ۲۴: مراد کلمہ طیبہ ہے، یا قرآن کریم، صحیح یہ ہے کہ دونوں اس میں داخل ہیں

آیت ۲۵: حرم مکہ سے کیا مراد ہے اور اس میں سب مسلمانوں کا مساوی حق ہے؟ یہ بحث کتب فقہ میں مفصل مذکور ہے، حرم کی تخصیص یہ ہے کہ جس طرح حرم مکہ میں نیکی کا ثواب بڑھ جاتا ہے اسی طرح گناہ کا عذاب بھی بہت بڑھ جاتا ہے (مجاہد) اور حضرت ابن مسعودؓ سے اس کی تفسیر یہ بھی منقول ہے کہ حرم کے علاوہ دوسری جگہوں میں محض ارادہ گناہ سے گناہ نہیں لکھا جاتا ہے، جب تک عمل نہ کرے اور حرم میں صرف پختہ ارادہ کر لینے پر بھی گناہ لکھا جاتا ہے۔ (قرطبی نے ابن عمرؓ سے بھی یہی نقل کی ہے اور اس تفسیر کو صحیح کہا ہے)۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جب حج کے لیے جاتے تو دو خیمے لگاتے، ایک حرم کے اندر اور ایک باہر، جب کسی کو سرزنش کرنی ہوتی تو باہر والے خیمے میں جاتے لوگوں کے دریافت کرنے پر فرمایا: کہ انسان جو عتاب اور ناراضی کے وقت عتابی کلمہ، کَلَّا وَاللّٰہِ، یا بَلٰی وَاللّٰہِ، بولتا ہے یہ بھی الحادی الحرم میں داخل ہے (مظہری)۔

وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْقَآئِمِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ۝ لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ۝ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۗ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ۝ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ۗ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ۝ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (اس قصہ کا تذکرہ کیجئے) جب کہ ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو خانہ کعبہ کی جگہ بتلادی (کیونکہ اس وقت خانہ کعبہ

www.toobaaelibrary.com

بنا ہوا نہ تھا اور حکم دیا) کہ (اس مکان کو عبادت کے لیے تیار کرو اور اس عبادت میں) میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرنا (یہ دراصل ان کے بعد کے لوگوں کو سنانا تھا اور خبر بیت اللہ کے ساتھ شرک کی ممانعت کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ بیت اللہ کی طرف نماز اور اس کا طواف کرنے سے کسی جاہل کو یہ شبہ نہ ہو جائے کی یہی معبود ہے) اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے اور (نماز میں) قیام اور رکوع وسجود کرنے والوں کے واسطے (ظاہری اور باطنی نجاست یعنی کفر وشرک سے) پاک رکھنا (یہ بھی دراصل دوسروں ہی کو سنانا تھا ابراہیمؑ سے تو اس کے خلاف کا احتمال ہی نہ تھا) اور (ابراہیمؑ سے یہ بھی کہا گیا کہ) لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کر دو (اس اعلان سے) لوگ تمہارے پاس (یعنی تمہاری اس مقدس عمارت کے پاس) چلے آئیں گے پیادہ بھی اور (طول سفر کی وجہ سے دبلی ہو جانے والی) اونٹنیوں پر بھی جو کہ دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی (اور وہ لوگ اس لیے آویں گے) تاکہ اپنے (اپنے دینی اور دنیوی) فوائد کے لیے حاضر ہو جاویں (دینی فوائد تو معلوم مشہور ہیں دنیوں فوائد بھی اگر مقصود نہ ہوں مثلاً خرید وفروخت اور قربانی کا گوشت وغیرہ تو یہ بھی کوئی مذموم نہیں) اور (اس لیے آویں گے) تاکہ ایام مقررہ میں (جو قربانی کے ایام دسویں سے بارھویں ذی الحجہ تک ہیں) ان مخصوص چوپاؤں پر (یعنی قربانی کے جانوروں پر ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں جو خدا تعالیٰ نے ان کو عطا کئے ہیں (ابراہیم علیہ السلام کے خطاب کا مضمون ہو چکا آگے نبی محمد یہ مخاطب ہے) ان (قربانی کے) جانوروں میں سے تم بھی کھایا کرو (کہ یہ جائز ہے اور مستحب یہ ہے کہ) مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلایا کرو پھر (قربانی کے بعد) لوگوں کو چاہئے کہ اپنا میل کچیل دور کریں (یعنی احرام کھول ڈالیں سر منڈا لیں) اور اپنے واجبات کو (خواہ نذر سے قربانی وغیرہ واجب کر لی ہو یا بلا نذر جو افعال حج کے واجب ہیں ان سب کو پورا کریں اور (انہی ایام معلومات میں) اس مامون ومحفوظ گھر (یعنی بیت اللہ) کا طواف کریں (یہ طواف زیارت کہلاتا ہے) یہ بات تو ہو چکی (جو مخصوص احکام تھے) اور (اب دوسرے عام احکام جن میں حج اور علاوہ حج کے دوسرے مسائل بھی ہیں سنو کہ) جو شخص اللہ تعالیٰ کے محترم احکام کی وقعت کرے گا سو یہ اس کے حق میں اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے (احکام کی وقعت کرنے میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کا علم بھی حاصل کرے اور یہ بھی کہ ان پر عمل کا اہتمام کرے۔ اور احکام خداوندی کی وقعت کا اس کے لیے بہتر ہونا اس لیے ہے کہ وہ عذاب سے نجات اور دائمی راحت کا سامان ہے) اور ان مخصوص چوپاؤں کو باستثنائی ان (بعض بعض) کے جو تم کو پڑھ کر سنا دیے گئے ہیں (یعنی سورۂ انعام وغیرہ کی آیت قل لا اجد

www.toobaaelibrary.com

فیما اوحی الی محرّما میں حرام جانوروں کی تفصیل بتلادی گئی ہے ان کے سوا دوسرے چوپائے) تمہارے لیے حلال کردیا گیا ہے (اس جگہ چوپایہ جانوروں کے حلال ہونے کا ذکر کیا گیا کہ حالت احرام میں شکار کی ممانعت سے کسی کو احرام کی حالت میں عام چوپائے جانوروں کی ممانعت کا شبہ نہ ہوجائے اور جب دین و دنیا کی بھلائی احکام خداوندی کی تعظیم میں منحصر ہے) تو تم لوگ گندگی سے یعنی بتوں سے کنارہ کش رہو (کیونکہ بتوں کو خدا کے ساتھ شریک کرنا حکم الٰہی سے کھلی بغاوت ہے اس جگہ شرک سے بچنے کی ہدایت خاص طور پر اس لیے کی گئی کہ مشرکین مکہ اپنے حج میں جو تلبیہ پڑھتے تھے اس میں الّا شریکاً ھو لک ملادیتے تھے یعنی اللہ کا کوئی شریک بجز ان بتوں کے نہیں ہے جو خود اسی اللہ کے ہیں) اور جھوٹی بات سے بچتے رہو (خواہ وہ عقائد کا جھوٹ ہو جیسے مشرکین کا اعتقاد شرک یا دوسری قسم کا جھوٹ) اس طور سے کہ اللہ کی طرف جھکے رہو اس کے ساتھ (کسی کو) شریک مت ٹھیراؤ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو (اس کی حالت ایسی ہوگی جیسے) گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندوں نے اس کی بوٹیاں نوچ لیں یا اس کو ہوا نے کسی دور دراز جگہ لیجا کر پھینک دیا۔ یہ بات بھی (جو بطور قاعدہ کلیہ کے تھی) ہوچکی اور (اب ایک ضروری بات قربانی کے جانوروں کے متعلق اور سن لو کہ) جو شخص دین خداوندی کے ان (مذکورہ) یادگاروں کا پورا لحاظ رکھے گا تو اس کا یہ لحاظ رکھنا دل کے ساتھ خدا سے ڈرنے سے حاصل ہوتا ہے (یادگاروں کا لحاظ رکھنے سے مراد احکام الٰہیہ کی پابندی ہے جو قربانی کے متعلق ہیں خواہ ذبح سے قبل کے احکام ہوں یا ذبح کے وقت ہوں جیسا اس پر اللہ کا نام لینا یا بعد ذبح کے ہوں جیسے اس کا کھانا نہ کھانا کہ جس کا کھانا جس کے لیے حلال ہے وہ کھائے جس کا کھانا جس کے لیے حلال نہیں وہ نہ کھائے۔ ان احکام میں کچھ تو پہلے بھی ذکر کئے جاچکے اور کچھ یہ ہیں کہ) تم کو ان سے ایک معین وقت تک فوائد حاصل کرنا جائز ہے (یعنی جب تک وہ قواعد شرعیہ کے مطابق ہدی نہ بنائے جاویں تو ان سے دودھ یا سواری بار برداری وغیرہ کا فائدہ اٹھانا جائز ہے مگر جب ان کو بیت اللہ اور حج یا عمرہ کے لیے ہدی بنادیا تو پھر ان سے کوئی نفع اٹھانا جائز نہیں) پھر (یعنی ہدی بننے کے بعد) اس کے ذبح حلال ہونے کا موقع بیت عتیق کے قریب ہے (مراد پورا حرم ہے یعنی حرم سے باہر ذبح نہ کریں)

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۲۶: ظاہر ہے کہ دوسروں کو سنانا ہے بعد والوں کو شرک سے بچنے کی تنبیہ اور ہر طرح کی گندگی باطنی ہو یا ظاہری سے پاک رکھنا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

آیت :۲۷: آپ اعلان کریں سنانا اور ساری دنیا کے کانوں تک پہنچانا ہمارا کام ہے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر، یا جبل ابوقبیس پر چڑھ کر اعلان کیا، کانوں میں انگلیاں دیکر، شرقاً وغرباً اپنے بائیں ہر طرف ندا دی یہ آواز بعد کے قیامت تک کے انسانوں تک بطور معجزہ اللہ نے پہنچادی جس جس کی قسمت میں حج لکھا تھا سب نے جواباً لبیک اللھم لبیک کہا، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حج کے تلبیہ کی یہی اصل ہے۔ (قرطبی) آیت میں اس ندا کی تاثیر کا بھی ذکر ہے۔

آیت:۲۸: مَنَافِعَ، نکرہ لائے ہر طرح کے دینی و دنیوی منافع اور یہ عجیب بات ہے کہ حج وعمرہ کرنے والا کوئی محتاج یا فقیر نہیں ہوتا بلکہ روایات میں تو آتا ہے کہ حج وعمرہ میں خرچ کرنے والے سے افلاس وفقر وفاقہ کو دور کر دیتا ہے، اور مشاہدہ بھی ہے اور یہی کیا کم ہے کہ صحیح طور پر حج کرنے والا ایسے لوٹتا ہے گویا اپنی ماں کے پیٹ سے آج ہی نکلا ہے یعنی جیسے بچہ بے گناہ و معصوم ہوتا ہے (بخاری و مسلم)

قربانی کے جانور پر ذکر اللہ یہ اصل اور روح عبادت ہے گوشت کو حلال کر دینا یہ مزید انعام ہے ایام معلومات، یعنی ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخیں، فَكُلُوْا، بطور اباحت وجواز ہے نہ کہ وجوب، حج سے متعلق مسائل کتابوں میں مفصل مذکور ہیں۔

آیت:۲۹: "نُذُوْرَهُمْ" نذر سے مراد واجب حج ہیں جو حج کی وجہ سے اس پر لازم ہو گئے ہیں، طواف سے مراد طواف زیارت ہے جو دسویں تاریخ کو رمی جمرہ اور قربانی کے بعد کیا جاتا ہے یہ طواف حج کا دوسرا رکن اور فرض ہے پہلا رکن وقوف عرفات ہے۔

العتیق: یعنی آزاد، یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے کفار اور جبابرہ کے غلبہ سے اور قبضہ سے آزاد کر دیا ہے۔

آیت:۳۰: حرمات اللہ یعنی احکام شرعیہ الانعام یعنی حلال جانور، الا ما یتلی علیکم، یعنی وہ جانور جو سورہ انعام وغیرہ آیات میں مذکور ہیں الزُّوْرِ، حضور ﷺ نے بڑے کبائر میں جھوٹ بولنے کو فرمایا۔

آیت:۳۲: شعائر اللہ، یعنی جو عرف میں مسلمان ہونے کی علامت سمجھے جاتے ہیں حج کے اکثر احکام ایسے ہی ہیں۔

آیت:۳۳: مگر بدرجہ مجبوری ہدی کے جانور سے نفع اٹھانا جائز ہے اونٹ، ہدی کے نامزد کیا مگر سواری کے لیے کوئی جانور نہیں اور خود پیدل چل کر مشکل اٹھا رہا ہے تو اس ضرورت و مجبوری کے وقت اس پر سوار ہونا جائز ہے۔

مَحِلُّهَا" یعنی ہدی کے جانور کا ذبح کرنا حرم میں ہو حرم سے باہر نہیں اور حرم عام ہے خواہ مخر

www.toobaaelibrary.com

منیٰ ہو مکہ معظمہ کی کوئی اور جگہ ہو۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ ۖ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ لَنْ يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور (اوپر جو قربانی کا حرم میں ذبح کرنے کا حکم ہے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ مقصود اصلی تعظیم حرم کی ہے بلکہ اصل مقصود اللہ ہی کی تعظیم اور اس کے ساتھ تقرب ہے اور مذبوح اور مذبح اس کا ایک آلہ اور ذریعہ ہے اور تخصیص بعض حکمتوں کی وجہ سے ہے اور اگر یہ تخصیصات مقصود اصلی ہوتیں تو کسی شریعت میں نہ بدلتیں مگر ان کا بدلتا رہنا ظاہر ہے البتہ تقرب الی اللہ جو اصل مقصود تھا وہ سب شرائع میں محفوظ رہا چناں چہ) ہم نے (جتنے اہل شرائع گزرے ہیں ان میں سے) ہر امت کے لیے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمایا تھا (پس اصلی مقصود یہ نام لینا تھا) سو (اس سے یہ بات نکل آئی کہ) تمہارا معبود (حقیقی) ایک ہی خدا ہے (جس کا ذکر کر کے سب کو تقرب کا حکم ہوتا رہا) تو تم ہمہ تن اسی کے ہو کر رہو یعنی موحد خالص رہو، کسی مکان وغیرہ کو معظم بالذات سمجھنے سے ذرہ برابر شرک کا شائبہ اپنے عمل میں نہ ہونے دو) اور (اے محمد ﷺ جو لوگ ہماری اس تعلیم پر عمل کریں) آپ (ایسے احکام الٰہیہ کے سامنے) گردن جھکا دینے والوں کو (جنت وغیرہ کی) خوشخبری سنا دیجئے جو (اس توحید خالص کی برکت سے) ایسے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ (کے احکام وصفات اور وعدہ وعید) کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جو ان مصیبتوں پر کہ ان پر پڑتی ہیں صبر کرتے ہیں اور جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے (بقدر حکم اور توفیق کے) خرچ کرتے ہیں (یعنی توحید خالص ایسی بابرکت چیز ہے کہ اس کی بدولت

www.toobaaelibrary.com

کمالات نفسانیہ وبدنیہ ومالیہ پیدا ہو جاتے ہیں) اور (اسی طرح اوپر جو تعظیم شعائر اللہ الخ میں بلفظ انتفاعات کا ممنوع ہونا معلوم ہوا ہے اس سے بھی ان قربانیوں کے معظم بالذات ہونے کا شبہ نہ کیا جاوے کیوں کہ اس سے بھی اصل وہی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے دین کی تعظیم ہے اور یہ تخصیصات اس کا ایک طریق ہے پس) قربانی کے اونٹ اور گائے کو (اور اسی طرح بکری بھیڑ کو بھی) ہم نے اللہ (کے دین) کی یادگار بنایا ہے (کہ اس کے متعلق احکام کے علم اور عمل سے اللہ کی عظمت اور دین کی وقعت ظاہر ہوتی ہے کہ اس کے نامزد چیز سے منتفع ہونے میں مالک مجازی کی رائے قابل اعتبار نہ رہے جس سے اس کی پوری عبدیت اور مالک حقیقی کی معبودیت ظاہر ہوتی ہے اور اس حکمت دینی کے علاوہ) ان جانوروں میں تمہارے (اور بھی) فائدے ہیں (مثلاً دنیوی فائدہ کھانا اور کھلانا اور اخروی فائدہ ثواب ہے) سو (جب اس میں یہ حکمتیں ہیں تو) تم ان پر کھڑے کر کے (ذبح کرنے کے وقت) اللہ کا نام لیا کرو (یہ صرف اونٹوں کے اعتبار سے فرمایا کہ ان کا کھڑے کر کے ذبح کرنا) بوجہ آسانی ذبح وخروج روح کے بہتر ہے پس اس سے تو اُخروی فائدہ یعنی ثواب حاصل ہوا اور نیز اللہ کی عظمت ظاہر ہوئی کہ اس کے نام پر ایک جان قربان ہوئی جس سے اس کا خالق اور اس کا مخلوق ہونا ظاہر کر دیا گیا) پس جب وہ (کسی) کروٹ کے بل گر پڑیں (اور ٹھنڈے ہو جاویں) تو تم خود بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی (محتاج) کو (جو کہ بائس فقیر کی دو قسمیں ہیں) بھی کھانے کو دو (کہ یہ دنیوی فائدہ بھی ہے اور) ہم نے ان جانوروں کو اس طرح تمہارے زیر حکم کر دیا (کہ تم باوجود تمہارے ضعف اور ان کی قوت کے اس طرح اس کے ذبح پر قادر ہو گئے) تاکہ تم (اس تسخیر پر اللہ تعالیٰ کا) شکر کرو (یہ حکمت مطلق ذبح میں ہے۔ قطع نظر اس کی قربانی ہونے کے اور آگے ذبح کی تخصیصات کے مقصود بالذات نہ ہونے کو ایک عقلی قاعدے سے بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو ظاہر بات ہے کہ) اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، ولیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ (کہ نیت تقرب واخلاص اس کے شعبوں میں سے ہے البتہ) پہنچتا ہے (پس وہی تعظیم الٰہی کی مقصودیت ثابت ہو گئی اور جیسے اوپر كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا الخ میں تسخیر کی ایک عام حکمت یعنی قربانی ہونے کی خصوصیت سے قطع نظر کرنے کے اعتبار سے بیان ہوئی تھی آگے تسخیر کی ایک خاص حکمت یعنی بلحاظ قربانی ہونے کے ارشاد فرماتے ہیں کہ) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا زیر حکم کر دیا کہ تم (اللہ کی راہ میں ان کو قربانی کر کے) اس بات پر اللہ کی بڑائی (بیان) کرو کہ اس نے تم کو (اس طرح قربانی کرنے کی) توفیق دی (ورنہ اگر

www.toobaaelibrary.com

توفیق الٰہی رہبر نہ ہوتی تو یا ذبح ہی میں شبہات نکال کر اس عبادت سے محروم رہتے اور یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے لگتے) اور (اے محمد ﷺ) اخلاص والوں کو خوشخبری سنا دیجئے (اس سے پہلے خوشخبری اخلاص کے شعبوں پر تھی یہ خاص اخلاص پر ہے) بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ان مشرکین کے غلبہ اور ایذا رسانی کی قدرت کو) ایمان والوں سے (عنقریب) ہٹا دے گا (کہ پھر حج وغیرہ سے روک ہی نہ سکیں گے) بے شک اللہ تعالیٰ کسی دغاباز کفر کرنے والے کو نہیں چاہتا (بلکہ ایسے لوگوں سے ناراض ہے اس لیے انجام کار ان لوگوں کو مغلوب اور مؤمنین مخلصین کو غالب کرے گا)

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۳۷: ذبح کی تخصیصات کے مقصود بالذات نہ ہونے کو ایک عقلی قاعدے سے بیان فرمایا ہے کہ دیکھو ظاہر بات ہے کہ: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ الخ" اور یہی اخلاق اور تقویٰ کا حکم تمام ہی عبادت کا ہے۔

آیت: ۳۸: پیغمبر اور آپ کے صحابہؓ کو مشرکین نے عمرہ کی ادائے گی سے روک دیا تھا، اس آیت میں اس وعدہ کے ساتھ تسلی دی گئی ہے کہ عن قریب ان کا زور توڑ دیا جائے گا یہ واقعہ سن ۶ ھ کا ہے، اس کے بعد مسلسل کفار و مشرکین کی طاقت ہی ہوتی گئی حتی کہ ۸ ھ میں فتح مکہ ہو گیا، آگے اسی کی تفصیل آ رہی ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ۝ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ۝ وَقَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوْطٍ ۝ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰي عُرُوْشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۝ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۭ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ

www.toobaaelibrary.com

ظَلِيْمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر (گو اب تک بمصالح کفار سے لڑنے کی ممانعت تھی لیکن اب) لڑنے کی ان لوگوں کو اجازت دیدی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا ہے (یہ علت ہے مشروعیت جہاد کی) اور (اس حالت اذن میں مسلمانوں کی قلت اور کفار کی کثرت پر نظر نہ کرنا چاہئے کیونکہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے غالب کردینے پر پوری قدرت رکھتا ہے (آگے ان کی مظلومیت کا بیان ہے کہ) جو (بیچارے) اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے (یعنی عقیدہ توحید پر کفار کا یہ تمام تر غیظ وغضب تھا کہ ان کو اس قدر پریشان کیا کہ وطن چھوڑنا پڑا آگے جہاد کی حکمت ہے) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک دوسرے (کے ہاتھ) سے زور نہ گھٹاتا رہتا (یعنی اہل حق کو اہل باطل پر وقتاً فوقتاً غالب نہ کرتا رہتا) تو (اپنے اپنے زمانوں میں) نصاریٰ کے خلوت خانہ اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم (اور منعدم) ہوگئے ہوتے (آگے اخلاص فی الجہاد پر غلبہ کی بشارت ہے) اور بیشک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو کہ اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا (یعنی اس کے لڑنے میں خالص نیت اعلاء کلمۃ اللہ کی ہو) بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا (اور) غلبہ والا ہے (وہ جس کو چاہے قوت وغلبہ دے سکتا ہے آگے ان کی فضیلت ہے) یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ خود بھی نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور (دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے (پس مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر یہ کوئی کیوں کر کہہ سکتا ہے کہ انجام بھی ان کا یہی رہے گا بلکہ ممکن ہے کہ اس کا عکس ہوجاوے چنانچہ ہوا) اور یہ (مجادلہ کرنے والے لوگ) اگر آپ کی تکذیب کرتے ہوں (تو آپ مغموم نہ ہوں کیونکہ) ان لوگوں سے پہلے قوم نوح اور عاد وثمود اور قوم ابراہیم اور قوم لوط اور اہل مدین بھی (اپنے اپنے انبیاء علیہم السلام کی) تکذیب کرچکے ہیں اور موسیٰ کو بھی کاذب قرار دیا گیا (مگر تکذیب کے بعد) میں نے ان کافروں کو (چند روز) مہلت دی جیسے آج کے منکروں کو مہلت دے رکھی ہے پھر میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا تو (دیکھو) میرا عذاب کیسا ہوا۔ غرض کتنی بستیاں ہیں جن کو ہم نے (عذاب سے) ہلاک کیا جن کی یہ حالت تھی کہ وہ نافرمانی کرتی تھیں تو (اب ان کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ اپنی چھتوں پر گری

www.toobaaelibrary.com

پڑی ہیں (یعنی ویران ہیں کیوں کہ عادۃً اول چھت گرا کرتی ہے پھر دیواریں آپڑتی ہے) اور (اس طرح ان بستیوں میں) بہت سے بیکار کنویں (جو پہلے آباد تھے) بہت سے پختہ قلعے چونے کی مل (جواب شکستہ ہو گئے یہ سب ان بستیوں کے ساتھ تباہ ہوئے۔ پس اسی طرح وقت موعود پر اس زمانے کے لوگ بھی عذاب میں پکڑے جاویں گے) تو کیا یہ (سن کر) لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں جس سے ان کے دل ایسے ہو جاویں کہ ان سے سمجھنے لگیں یا ان کے کان ایسے ہو جاویں کہ ان سے سننے لگیں بات یہ ہے کہ (نہ سمجھنے والوں کی کچھ) آنکھیں اندھی نہیں ہو جایا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں (ان موجودہ منکرین کے بھی دل اندھے ہو گئے ورنہ پچھلی امتوں کے حالات سے سبق سیکھ لیتے) اور یہ لوگ (نبوت میں شبہ ڈالنے کے لیے) آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں (اور عذاب کے جلدی نہ آنے سے یہ دلیل پکڑتے ہیں کہ عذاب آنے والا ہی نہیں) حالانکہ اللہ تعالیٰ کبھی اپنا وعدہ خلاف نہ کرے گا (یعنی وعدہ کے وقت ضرور عذاب واقع ہوگا) اور آپ کے رب کے پاس کا ایک دن (جس میں عذاب واقع ہوگا یعنی قیامت کا دن اپنے امتداد یا اشتداد میں) ایک سال کی برابر ہے تم لوگوں کی شمار کے مطابق (تو یہ بڑے بیوقوف ہیں کہ ایسی مصیبت کا تقاضا کرتے ہیں) اور (جواب مذکور کا خلاصہ پھر سن لو کہ) بہت سی بستیاں ہیں جن کو میں نے مہلت دی تھی اور وہ نافرمانی کرتی تھیں پھر میں نے ان کو (عذاب میں) پکڑ لیا اور سب کو میری ہی طرف لوٹنا ہوگا (اس وقت پوری سزا ملے گی)

تلخیص معارف مسائل

آیت:۳۹: کفار کے ساتھ جہاد کا یہ پہلا حکم ہے، اس کی علت بھی بیان فرما دی اور یہ ظلم مسلسل دس سال تک رہا، اس سے پہلے ستر سے زیادہ آیتوں میں جہاد و قتال کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔

آیت:۴۰: وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ" اس میں جہاد و قتال کی حکمت کا بیان ہے، دنیا میں جتنے مذاہب ہیں اصلاً صحیح تھے (بعد میں منسوخ ہوئے اور ان میں تحریف ہوئی) اور اپنے اپنے وقت میں وہی حق تھے ان کی عبادت گاہوں کا یہاں ذکر ہے کہ ان کی حفاظت بھی فرض تھی ان کا ذکر نہیں فرمایا جن کی بنیاد کسی وقت بھی نبوت اور وحی الٰہی پر نہیں تھی جیسے آتش پرست، مجوسی یا بت پرست ہندو۔ اگر قتل و جہاد کے احکام نہ آتے تو کسی زمانے میں کسی مذہب و ملت کے لیے امن کی جگہ نہ رہتی سب ہی کے عبادت خانے ڈھا دیے جاتے۔

آیت:۴۱: اس میں خلفاء راشدین کے حق میں پیش گوئی ہے یہ آیت ہجرت مدینہ کے فوراً بعد

www.toobaaelibrary.com

نازل ہوئی ہے بہر حال دنیا نے اس کا ظہور دیکھا بھی چناں چہ علماء نے فرمایا کہ یہ آیت اس کی دلیل ہے کہ خلفاء راشدین سب کے سب اسی بشارت کے مصداق ہیں نیز بعد کے لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ ملک وسلطنت عطا فرمائیں انہیں ہدایت ہے کہ وہ اپنے اقتدار میں خلفاء راشدین کا طریق وراستہ اختیار کریں۔

آیت ۴۶: زمین کی سیر وسیاحت اگر عبرت وبصیرت حاصل کرنے کے لیے ہو تو مطلوب ہے۔

آیت: ۴۷: یعنی قیامت کا دن اتنا ہولناک ہوگا کہ اس کی ہولناکی کی وجہ سے یہ دن اتنا دراز محسوس ہوگا اسی کو خلاصہ تفسیر میں اشتداد سے تعبیر کیا گیا اور دوسری روایات سے واقعی ایک ہزار سال کا ایک دن ہونے کی شہادت ملتی ہے اسی کے لیے خلاصہ تفسیر میں اشتداد کا لفظ بھی لایا گیا۔

سورہ معارج میں پچاس ہزار کے برابر قرار دیا گیا ہے اس میں بھی اشتداد اور امتداد کی دونوں تفسیریں ہو سکتی ہیں اور ہر شخص کی شدت اور مصیبت چوں کہ دوسروں سے مختلف اور کم وبیش ہوگی اس لیے وہ کسی کو ایک ہزار سال کا محسوس ہوگا کسی کو پچاس ہزار سال کا اور اگر حقیقتاً مراد ہو تو بظاہر دونوں آیتوں میں تعارض ہوتا ہے اس کی تطبیق حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے اپنے علمی انداز میں خاص اہل علم کے لیے اصطلاحی الفاظ کے ساتھ فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ہزار سے پچاس ہزار سال تک اختلاف آفاق کے اعتبار سے ہوا لخ.....(دیکھئے بیان القرآن)

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۝ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ ۝ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۚ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ۗ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ

www.toobaaelibrary.com

عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اے لوگ میں تو تمہارے لیے ایک صاف ڈرانے والا ہوں (عذاب واقع کرنے میں میرا دخل نہیں نہ میں نے اس کا دعویٰ کیا ہے) تو جو لوگ (اس ڈر کو سنکر) ایمان لے آئے اور اچھے کام کرنے لگے ان کے لیے مغفرت اور عزت کی روزی (یعنی جنت) ہے اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق (انکے انکار اور ابطال کی) کوشش کرتے رہتے ہیں (نبی کو اور ایمان کو) ہرانے (یعنی عاجز کرنے) کے لیے ایسے لوگ دوزخ میں (رہنے والے) ہیں۔ اور (اے محمدؐ یہ لوگ جو شیطان کے اغوا سے آپ سے مجادلہ کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ) ہم نے آپ کے قبل کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے (اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے) کچھ پڑھا (تب ہی) شیطان نے اس کے پڑھنے میں (کفار کے قلوب میں) شبہ (اور اعتراض) ڈالا (اور کفار رانہی شبہات اور اعتراضات کو پیش کرکے انبیاء سے مجادلہ کیا کرتے جیسا دوسری آیات میں ارشاد ہے وکذلك جعلنا لكلّ نبيّ عدوّا شيطين الانس والجنّ يوحي بعضهم الىٰ بعض زخرف القول غرورا. وانّ الشيطين ليوحون الىٰ اوليآئهم ليجادلوكم) پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو (جوابات قاطعہ ودلائل واضحہ سے) نیست ونابود کردیتا ہے (جیسا کہ ظاہر ہے کہ جواب صحیح کے بعد اعتراض دفع ہوجاتا ہے) پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات (کے مضامین) کو زیادہ مضبوط کردیتا ہے (گو وہ فی نفسہا بھی مستحکم تھیں لیکن اعتراضات کے جواب سے اس استحکام کا ظہور ہوگیا) اور اللہ تعالیٰ (ان اعتراضات کے متعلق) خوب علم والا ہے (اور ان کے جواب کے تعلیم میں) خوب حکمت والا ہے (اور یہ سارا قصہ اس لیے بیان کیا ہے) تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کے لیے آزمائش (کا ذریعہ) بنادے جن کے دل میں (شک کا) مرض ہے اور جن کے دل (بالکل ہی) سخت ہیں (کہ وہ شک سے بڑھ کر باطل کا یقین کیے ہوئے ہیں، سو ان کی

www.toobaaelibrary.com

آزمائش ہوتی ہے کہ دیکھیں بعد جواب کے اب بھی شبہات کا اجتاج کرتے ہیں یا جواب کو سمجھ کر حق کو قبول کرتے ہیں) اور واقعی (یہ) ظالم لوگ (یعنی اہل شک بھی اور اہل یقین بالباطل بھی) بڑی مخالفت میں ہیں (کہ حق کو باوجود واضح ہونے کے محض عناد کے سبب قبول نہیں کرتے شیطان کو وسوسہ ڈالنے کا تصرف تو اس لیے دیا گیا تھا کہ آزمائش ہو) اور (ان شبہات کا اجو بہ صحیحہ ونور ہدایت سے ابطال اس لیے ہوتا ہے) تا کہ جن لوگوں کو فہم (صحیح) عطا ہوا ہے وہ (ان اجو بہ ونور ہدایت سے) اس امر کا زیادہ یقین کرلیں کہ یہ (جو نبی نے پڑھا ہے وہ) آپ کے رب کی طرف سے حق ہے سو ایمان پر زیادہ قائم ہو جاویں پھر (زیادہ یقین کی برکت سے) اس (پر عمل کرنے) کی طرف ان کے دل اور بھی جھک جاویں اور واقعی ان ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی راہ راست دکھلاتا ہے (پھر کیونکر ان کو ہدایت نہ ہو یہ تو ایمان والوں کی کیفیت ہوئی) اور (رہ گئے) کافر لوگ (سو وہ) ہمیشہ اس (پڑھے ہوئے حکم) کی طرف سے شک ہی میں رہیں گے (جو ان کے دل میں شیطان نے ڈالا تھا) یہاں تک کہ ان پر دفعۃً قیامت آجاوے (جس کی ہول ہی کافی ہے گو عذاب نہ بھی ہوتا) یا (اس سے بڑھ کر یہ کہ) ان پر کسی بے برکت دن کا (کہ قیامت کا دن ہے) عذاب آپہنچے (اور دونوں کا جمع ہونا جو کہ واقع میں ہوگا اور بھی اشد مصیبت ہے مطلب یہ ہے کہ یہ بدون مشاہدۂ عذاب کفر سے باز نہ آویں گے مگر اس وقت نافع نہ ہوگا) بادشاہی اس روز اللہ ہی کی ہوگی وہ ان سب (مذکورین) کے درمیان (عملی) فیصلہ فرمادے گا۔ سو جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور اچھے کام کیے ہوں گے وہ چین کے باغوں میں ہوں گے اور جنہوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا تو ان کے لیے ذلت کا عذاب ہوگا۔ اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں (یعنی دین کی حفاظت کے لیے) اپنا وطن چھوڑا (جن کا ذکر پچھلی آیت میں بھی الذین اُخرِجُوا مِن دِیَارِھِم کے الفاظ سے آچکا ہے) پھر وہ لوگ (کفار کے مقابلہ میں) قتل کیے گئے یا (ویسے ہی طبعی موت سے) مر گئے (وہ نام ونحروم نہیں، گو ان کو دنیاوی فوائد نہ ملے مگر آخرت میں) اللہ تعالیٰ ان کو ضرور ایک عمدہ رزق دے گا (یعنی جنت کی بیشمار نعمتیں) اور یقیناً اللہ تعالیٰ سب دینے والوں سے اچھا (دینے والا) ہے (اور اس اچھے رزق کے ساتھ) اللہ تعالیٰ ان کو (مسکن بھی اچھا دے گا یعنی) ایسی جگہ پہنچا کر داخل کرے گا جس کو وہ (بہت ہی) پسند کریں گے (رہی یہ بات کہ بعض مہاجرین اس طرح دنیاوی فتح ونصرت اور اس کے فوائد سے محروم کیوں ہوئے اور ان کے مقابلہ کے کفار ان کے قتل کرنے پر قادر کیوں ہو گئے وہ تقدیر الٰہی سے کیوں نہ ہلاک کر دیئے گئے تو اس کی

www.toobaaelibrary.com

وجہ یہ ہے کہ (بلاشبہ اللہ تعالیٰ (ہر کام کی حکمت و مصلحت کو) خوب جاننے والا ہے (ان کی اس ظاہری ناکامی میں بھی بہت سی مصلحتیں اور حکمتوں ہیں اور) بہت حلم والا ہے (اس لیے دشمنوں کو فوراً سزا نہیں دیتا) یہ (مضمون تو) ہو چکا اور (آگے یہ سنو کہ) جو شخص (دشمن کو) اسی قدر تکلیف پہنچاوے جس قدر (دشمن کی طرف سے) ان کو تکلیف پہنچائی گئی تھی پھر (اس برابر سرابر ہو جانے کے بعد اگر اس دشمن کی طرف سے) اس شخص پر زیادتی کی جاوے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کی ضرور امداد کرے گا بیشک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا بہت مغفرت کرنے والا ہے۔ یہ (مؤمنین کا غالب کر دینا) کہ اللہ تعالیٰ (کہ قدرت بڑی کامل ہے وہ) رات (کے اجزاء کو دن میں اور دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کر دیتا ہے (یہ کائناتی انقلاب ایک قوم کو دوسری پر غالب کرنے والے انقلاب سے زیادہ عجیب ہے) اور اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ (ان سب کے اقوال و احوال کو) خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے (وہ کفار کے ظلم اور مؤمنین کی مظلومیت کو سنتا دیکھتا ہے اس لیے وہ سب حالات سے باخبر بھی ہے اور قوت و قدرت بھی اس کی سب سے بڑی ہے یہ مجموعہ سبب ہو گیا کمزوروں کو غالب کرنے کا) اور (نیز) یہ (نصرت) اس سبب سے (بھی) ہے کہ (اس میں کسی طاقت کی مجال نہیں جو اس میں اللہ تعالیٰ کی مزاحمت کرے کیونکہ) اللہ ہی ہستی میں کامل ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں وہ بالکل ہی لچر ہیں (کہ وہ اپنے وجود میں محتاج بھی ہیں کمزور بھی وہ کیا اللہ کی مزاحمت کر سکتے ہیں) اور اللہ ہی عالیشان سب سے بڑا ہے (اس میں غور کرنے سے توحید کا حق ہونا اور شرک کا باطل ہونا ہر شخص سمجھ سکتا ہے اس کے علاوہ) کیا تجھ کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا جس سے زمین سرسبز ہو گئی (پھر) بیشک اللہ تعالیٰ بہت مہربان سب باتوں کی خبر رکھنے والا ہے (اس لیے بندوں کی ضرورتوں پر مطلع ہو کر ان کے مناسب مہربانی فرماتا ہے) سب اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ ہی ایسا ہے جو کسی کا محتاج نہیں ہر طرح کی تعریف کے لائق ہے۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت ۵۲: نبی جسے منصب نبوت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہو خواہ اسے کوئی مستقل کتاب اور شریعت دی جائے یا کسی پہلے نبی ہی کی کتاب اور شریعت کی تبلیغ کے لیے مامور ہو پہلے کی مثال حضرت موسیٰ و عیسیٰ و خاتم الانبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور دوسرے کی مثال حضرت ہارون ہیں۔ اور رسول وہ ہے جس کو مستقل شریعت اور کتاب ملی ہو۔ معلوم ہوا کہ ہر رسول کا نبی ہونا ضروری ہے مگر ہر نبی کا رسول

www.toobaaelibrary.com

ہونا ضروری نہیں یہ تقسیم انسانوں کے لیے ہے فرشتہ جو اللہ کی طرف سے وحی لاتا ہے اسے رسول کہنا اس کے منافی نہیں۔ ایک واقعہ غرانیق کا بیان کیا جاتا ہے یہ واقعہ جمہور محدثین کے نزدیک ثابت نہیں بلاوجہ اس کو اس آیت کا جز بنا کر شکوک وشبہات کا دروازہ کھولنا اور پھر جوابدہی کی فکر کرنا کوئی مفید کام نہیں۔

آیت:۶۰: مظلوم کی دو قسم ہے، ایک یہ کہ ظلم کا بدلہ بالکل نہ لیا، معاف کر دیا یا چھوڑ دیا۔ دوسرا یہ کہ دشمن سے برابر سرابر کا بدلہ اور انتقام لے لیا اب مقتضا یہ ہے کہ آگے یہ سلسلہ ختم ہو مگر دشمن نے اس کے انتقام لینے پر مشتعل ہو کر دوبارہ حملہ کر دیا اور مزید ظلم کیا تو یہ شخص پھر مظلوم ہی رہ گیا اس آیت میں اس دوسرے قسم کے مظلوم کی امداد کا بھی وعدہ ہے مگر پسندیدہ پہلے ہی قسم کا مظلوم ہے آیات میں ترغیب اسی کی ہے۔ دوسرے قسم کے مظلوم کے بارے میں یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ اس نے اولی کے خلاف کیا لہٰذا نصرت سے محروم ہو جائے اس لیے آخر آیت میں ارشاد فرمایا "اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ"

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۭ وَيُمْسِكُ السَّمَاۗءَ اَنْ تَقَعَ عَلَي الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ۝ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْاَمْرِ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ ۭ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـــًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ۭ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ۭ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ

www.toobaaelibrary.com

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۭ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ۭ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ ۚ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(اور اے مخاطب) کیا تجھ کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے کام میں لگا رکھا ہے زمین کی چیزوں کو اور کشتی (بھی) کہ وہ دریا میں اس کے حکم سے چلتی ہے اور وہی آسمانوں کو زمین پر گرنے سے تھامے ہوئے ہے ہاں مگر یہ کہ اسی کا حکم ہو جاوے (تو یہ سب کچھ ہو سکتا ہے اور بندوں کے گناہ اور برے اعمال اگرچہ ایسا حکم ہو جانے کے مقتضی ہیں مگر پھر بھی جو ایسا حکم نہیں دیتا تو وجہ یہ ہے کہ) بالیقین اللہ تعالیٰ لوگوں پر بڑی شفقت اور رحمت فرمانے والا ہے اور وہی ہے جس نے تم کو زندگی دی پھر (وقت موعود پر) تم کو موت دے گا پھر (قیامت میں) تم کو زندہ کرے گا (ان انعامات واحسانات کا تقاضا تھا کہ لوگ توحید اور اللہ کے شکر کو اختیار کرتے مگر) واقعی انسان ہے بڑا ناشکر (کہ اب بھی کفر وشرک سے باز نہیں آتا۔ مراد سب انسان نہیں بلکہ وہی جو اس ناشکری میں مبتلا ہوں) (جتنی امتیں قبل شرائع گزری ہیں ان میں) ہم نے ہر امت کے واسطے ذبح کرنے کا طریق مقرر کیا ہے کہ وہ اسی طریقہ پر ذبح کیا کرتے تھے تو (اعتراض کرنے والے) لوگوں کو چاہئے کہ اس امر (ذبح) میں آپ سے جھگڑا نہ کریں (ان کو تو آپ سے بحث اور جھگڑا کرنے کا نہیں مگر آپ کو حق ہے اس لیے) آپ (ان کو) اپنے رب (یعنی اس کے دین) کی طرف بلاتے رہئے آپ یقیناً صحیح راستہ پر ہیں۔ (صحیح راستہ پر چلنے والے کو حق ہوتا ہے کہ غلط راستے پر چلنے والے کو اپنی طرف بلائے غلط راستہ والے کو یہ حق نہیں ہوتا) اور اگر (اس پر بھی) یہ لوگ آپ سے جھگڑا کرتے رہیں تو آپ یہ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے (وہی تم کو سمجھے گا آگے اسی کی توضیح یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان قیامت کے دن (عملی) فیصلہ فرما دے گا جن چیزوں میں تم اختلاف کرتے تھے (آگے اسی کی تائید ہے کہ) اے مخاطب کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے (اور علم الٰہی میں محفوظ ہونے کے ساتھ یہ بھی) یقینی بات ہے کہ یہ (یعنی ان کے سب اقوال واعمال) نامۂ اعمال میں (بھی محفوظ) ہے (پس) یقیناً (ثابت ہو گیا کہ) یہ (فیصلہ کرنا) اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان ہے اور یہ (مشرک) لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن (کے جواز عبادت پر اللہ تعالیٰ نے کوئی حجت (اپنی کتاب میں) نہیں بھیجی اور نہ ان کے پاس اس کی کوئی (عقلی) دلیل ہے اور (قیامت میں) جب (ان کو

www.toobaaelibrary.com

شرک پر سزا ہونے لگے گی تو) ان ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا (نہ تو از خود کہ ان کے فعل کے استحسان پر کوئی حجت پیش کر سکے نہ عملاً کہ ان کو عذاب سے بچا لے) اور (ان لوگوں کو اسی گمراہی اور اہل حق سے عناد رکھنے میں یہاں تک غلو ہے کہ) جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں (متعلق توحید وغیرہ کے) جو کہ (اپنے مضامین میں) خوب واضح ہیں (اہل حق کی زبان سے) پڑھ کر سنائی جاتی ہے تو تم کافروں کے چہروں میں (بوجہ ناگواری باطنی کے) برے آثار دیکھتے ہو (جیسے چہرے پر بل پڑ جانا۔ ناک چڑھ جانا۔ تیور بدل جانا اور ان آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) قریب ہے کہ ان لوگوں پر (اب) حملہ کر بیٹھیں (گے) جو ہماری آیتیں ان کے سامنے پڑھ رہے ہیں یعنی حملہ کا شبہ ہمیشہ ہوتا ہے اور گاہ گاہ اس حملہ کا تحقق بھی ہوتا ہے پس یکادون استمرار کے اعتبار سے فرمایا) آپ (ان مشرکین سے) کہئے کہ (تم کو جو یہ آیات قرآنیہ سن کر ناگواری ہوئی تو) کیا میں تم کو اس (قرآن) سے (بھی) زیادہ ناگوار چیز بتلادوں وہ دوزخ ہے (کہ) اس کا اللہ تعالیٰ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے (یعنی قرآن سے ناگواری کا نتیجہ ناگوار دوزخ ہے اس ناگواری کا تو غیظ سے غضب سے انتقام سے کچھ تدارک بھی کر لیتے ہو مگر اس ناگواری کا کیا علاج کرو گے جو دوزخ سے ہوگی۔ آگے ایک بدیہی دلیل سے شرک کا ابطال ہے کہ) اے لوگوں ایک عجیب بات بیان کی جاتی ہے اس کو کان لگا کر سنو (وہ یہ ہے کہ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جن کی تم لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ ایک (ادنیٰ) مکھی کو تو پیدا کر ہی نہیں سکتے گو سب کے سب بھی (کیوں نہ) جمع ہو جاویں اور (پیدا کرنا تو بڑی بات ہے وہ تو ایسے عاجز ہیں کہ) اگر ان سے مکھی کچھ (اگلے چڑھاوے میں سے) چھین لے جائے تو اس کو (تو) اس سے چھڑا (ہی) نہیں سکتے ایسا عابد بھی لچر اور ایسا معبود بھی لچر (افسوس ہے) ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی تعظیم کرنا چاہئے تھی (کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتے) وہ نہ کی (کہ شرک کرنے لگے حالانکہ) اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا سب پر غالب ہے۔ (تو عبادت اس کا خالص حق تھا نہ کہ غیر قوی اور غیر عزیز کا جس کی عدم قوت باوضح وجوہ معلوم ہو چکی) اللہ تعالیٰ (کو اختیار ہے رسالت کے لیے جس کو چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے (جن فرشتوں کو چاہے) احکام (الٰہیہ نبیوں کے پاس) پہنچانے والے (مقرر فرما دیتا ہے) اور (اسی طرح) آدمیوں میں سے بھی جس کو چاہے عامۂ ناس کے لیے احکام پہنچانے والے مقرر کر دیتا ہے یعنی رسالت کا مدار اصطفاء خداوندی پر ہے اس میں کچھ ملکیت یعنی فرشتہ ہونے کی خصوصیت نہیں بلکہ جس طرح ملکیت کے ساتھ رسالت جمع ہو سکتی ہے جس کو مشرکین بھی مانتے ہیں چنانچہ فرشتوں کے رسول ہونے کی وہ خود تجویز کرتے تھے اسی طرح بشریت کے

www.toobaaelibrary.com

ساتھ بھی وہ جمع ہو سکتی ہے (بایں کہ اصطفا کسی ایک خاص کے ساتھ کیوں واقع ہوا تو ظاہری سبب تو اس کا خصوصیات احوال ان رسل کے ہیں اور یہ) حقیقی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے (یعنی) وہ ان (سب فرشتوں اور آدمیوں) کی آئندہ اور گزشتہ حالتوں کو (خوب) جانتا ہے (تو حالت موجودہ کو بدرجۂ اولیٰ جاننے کا غرض سب احوال سموعہ و مبصرہ اس کو معلوم ہیں ان میں بعض کا حال مقتضی اس اصطفا کا ہو گیا) اور (حقیقی سبب اس کا یہ ہے کہ) تمام کاموں کا مدار اللہ ہی پر ہے (یعنی وہ مالک مستقل بالذات و فاعل مختار ہے اس کا ارادہ مرجح بالذات ہے اس ارادہ کے لیے کسی مرجح کی ضرورت نہیں، پس سب حقیقی ارادہ خداوندی ہے اور اس کا سبب پوچھنا لغو ہے وھو معنی قولہ تعالیٰ لا یسئل عما یفعل، یعنی اللہ تعالیٰ سے اس کے کسی فعل کا سبب دریافت کرنے کا کسی کو حق نہیں۔ آگے ختم سورت پر اول فروع و شرائع کا بیان ہے اور ملۃ ابراہیم پر استقامت کا حکم دیا گیا ہے اور اس کی ترغیب کے لیے بعض مضامین ارشاد فرمائے ہیں) اے ایمان والو (تم اصول کے قبول کرنے کے بعد فروع کی بھی پابندی رکھو خصوصاً نماز کی، پس تم) رکوع کیا کرو اور سجدہ کیا کرو اور (عموماً دوسرے فروع بھی بجالا کر) اپنے رب کی عبادت کیا کرو اور نیک کام کیا کرو امید (یعنی وعدہ) ہے کہ تم فلاح پاؤ گے اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا کوشش کرنے کا حق ہے اسنے تم کو (دوسری امتوں سے) ممتاز فرمایا (جیسا کہ آیت جعلنکم امۃ وسطا وغیرہ میں مذکور ہے) اور تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی (اور اے ایمان والو جس اسلام کا تم کو امر کیا گیا ہے کہ احکام کی پوری بجا آوری ہو اور یہی ملت ابراہیمی ہے) تم اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر قائم رہو اس نے تمہارا لقب مسلمان رکھا پہلے بھی اور اس (قرآن) میں بھی، تاکہ تمہارے لیے رسول اللہ گواہ ہوں اور (اس شہادت رسول کے قبول) تم (ایک بڑے مقدمہ میں جس میں ایک فریق حضرات انبیاء ہوں گے اور فریق ثانی ان کی مخالف قومیں ہوں گی ان مخالف) لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو (اور رسول کی شہادت سے تمہاری شہادت کی تصدیق ہو اور حضرات انبیاء کے حق میں فیصلہ ہو) سو (ہمارے احکام کی پوری بجا آوری کرو، پس) تم لوگ (خصوصیت کے ساتھ) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور (بقیہ احکام میں بھی) اللہ ہی کو مضبوط پکڑے رہو) یعنی عزم و ہمت کے ساتھ دین کے احکام بجالاؤ، غیر اللہ کی رضا اور اپنے نفس کی مصلحت و منفعت کی طرف التفات مت کرو) وہ تمہارا کارساز ہے سو کیسا اچھا کارساز ہے اور کیسا اچھا مددگار ہے۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۶۵: مَعْرُوْف، یعنی کسی چیز کو کسی شخص کی خدمت میں لگا دینا جو ہر وقت یہ خدمت انجام دیتی رہے یہ بھی

www.toobaaelibrary.com

درحقیقت اس کے لیے تسخیر ہی ہے۔ اگر چہ وہ اس کے حکم سے نہیں بلکہ مالک حقیقی کے حکم سے یہ خدمت انجام دیرہی ہے چوں کہ انسان کی طبائع مختلف ہیں اس کے حق میں مضر ہوتا اس لیے اس کے تابع حکم نہیں رکھا۔

آیت:۶۷: مَنْسَكًا، یہاں اس سے مراد احکام شرعیہ کا علم ہے اسی لیے بلا حلف بیان کیا۔

آیت:۳۴، میں قربانی کا معنی تھا اسی لیے اسے واو کے ساتھ وَلِكُلِّ فرمایا۔

آیت:۶۸: بعض کفار تعجب کے ساتھ اعتراض کرتے تھے کہ تمہارا قتل کردہ تو حلال اور براہ راست اللہ تعالیٰ جسے مار دے وہ حرام (یعنی مردارِ جانور) ان کے اس جدال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی اور پھر تو مردار جانور تو پچھلی شریعتوں میں بھی حرام رہا ہے پھر وہ تمہارا اعتراض بالکل بے بنیاد ہے لہٰذا صاحب شریعت نبی سے معارضہ و مجادلہ حماقت ہی حماقت ہے۔

آیت:۷۳: شرک و بت پرستی کی احمقانہ حرکت کی ایک مثال سے توضیح یعنی مکھی جیسی حقیر چیز تو کیا پیدا کر سکتے یہ بت ان مکھیوں سے اپنے اس کھانے پینے کی کسی چیز کو نہیں بچا سکتے جو ان پر چڑھائے جاتے ہیں تو پھر یہ تمہیں کسی آفت سے کیا بچائیں گے اس لیے آخرت میں ان کی جہالت کو ان الفاظ سے تعبیر فرمایا: ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ.

آیت:۷۷: یہ آیت سجدہ تلاوت عند الاحناف و المالکیہ نہیں ہے یہ نماز کا سجدہ ہے۔ امام شافعی و احمد رحمہم اللہ کے نزدیک یہ آیت سجدہ ہے اور جو حدیث اس مقام کے سجدہ کے لیے بھی وارد کی جاتی ہے وہ امام صاحب کے نزدیک اس کے ثبوت میں کلام ہے۔

آیت:۷۸: حَقَّ جِهَادِهِ" یعنی خالص لوجہ اللہ ہو بعض نے اس سے عام عبادت اور احکام شرعیہ مراد لیا ہے۔ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا کہ یہاں جہاد سے مراد اپنے نفس اور اس کی بے جا خواہشات کے مقابلہ میں جہاد ہے۔

هُوَ اجْتَبٰكُمْ ارشاد رسالت ہے اللہ تعالیٰ تمام بنی اسماعیل میں کنانہ کا انتخاب فرمایا پھر کنانہ میں سے قریش کا پھر قریش میں سے بنی ہاشم کا پھر بنی ہاشم میں سے میرا انتخاب فرمایا (مسلم عن واثلہ ابن اسقع)

"مِنْ حَرَجٍ" بعض نے تنگی سے یہ مراد لیا ہے کہ اس دین میں ایسا کوئی گناہ نہیں جو توبہ سے معاف نہ ہو سکے، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تنگی سے مراد وہ سخت اور شدید احکام نہیں جو بنی اسرائیل پر عائد کیے گئے تھے جسے قرآن میں اصر اور اغلال سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس امت پر ایسا کوئی

www.toobaaelibrary.com

حکم فرض نہیں کیا گیا۔ بعض نے کہا تنگی سے مراد وہ تنگی ہے جو ناقابل برداشت ہو، قاضی ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس امت متجبہ کی یہ برکت ہے کہ اس سے امت کے لوگوں کو دین کی راہ میں بڑی سے بڑی مشقت اٹھانی بھی آسان بلکہ لذیذ ہو جاتا ہے۔

"مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ" یہ خطاب دراصل مؤمنین قریش کو ہے جو نسل قریش میں ہیں۔ پھر سب لوگ قریش کے تابع ہو کر اس فضیلت میں شامل ہو جاتے ہیں۔

"هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ" یعنی امت محمدیہ کا نام قرآن سے پہلے مسلم تجویز حضرت ابراہیم نے کیا ہے، اور آپ ہی کا یہ تجویز کردہ بعد میں قرآن میں اسی نام سے موسوم کرنے کا سبب بنا۔

"لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ الخ" جب دیگر انبیاء نے اپنی امت تک اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا دیے تو ان کی امت مکر جائے گی تو اس وقت امت محمدیہ شہادت دے گی انبیاء کی طرف سے۔ دوسری امتوں کی طرف یہ جرح ہوگی کہ اس امت محمدیہ کا ہمارے زمانے میں وجود بھی نہ تھا، اس کا جواب یہ ہوگا کہ ہم تو نہ تھے مگر ہم نے اپنے رسول سے یہ بات سنی ہے جن کے صدق میں کوئی شک وشبہ نہیں تو ان کی شہادت سنی جائے گی۔ (بخاری عن ابی سعید خدریؓ)

"فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ" اس احسان عظیم کا یہ فریضہ ہے کہ احکام الٰہی کی پابندی میں پوری کوشش کرو۔ بدن سے متعلقہ احکام میں سب سے اہم نماز ہے اور مال سے متعلقہ احکام میں زکوٰۃ سب سے زیادہ اہم۔

"وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ" حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مراد اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگنا ہے کہ تم کو تمام مکروہات دنیا و آخرت سے محفوظ رکھے اور بعض نے کہا مراد تمسک بالقرآن ہے کہ ان کو ہر حال میں لازم پکڑو۔

قراءات : سورۃ الانبیاء قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ حفص واخوین کے لیے بالالف قال ربی ہے اور باقیین کے لیے بغیر الف قُلْ ہے اُوْحِیَ اِلَیْهِمْ پہلا یوسف میں گذرا یعنی حفص کے لیے بنون مضمومہ مع اکسر الحاء اور باقیین کے لیے یائے مضمومہ مع فتح الحاء ہے اُوْحِیَ اِلَیَّ یعنی ثانی حفص واخوین کے لیے بالنون مع اکسر الحاء اور باقیین کے لیے یاء مع فتح الحاء فعل مجہول ہے اَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کی کے لیے بحذف الواو اَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ ہے اور باقیین کے لیے ہمزہ کے بعد واو اَوَلَمْ۔ وَلَا تُسْمِعُ شامی کے لیے تاء مضمومہ مع میم مکسورہ اور الصُّمَّ نصب ہے اور باقیین کے لیے یائے مفتوحہ مع فتح میم اور الصُّمُّ بالرفع مِثْقَالَ حَبَّةٍ یہاں اور لقمن میں رفع کے لیے بضم اللام اور باقیین کے لیے بفتح اللام ہو چکا جُذَاذًا کسائی

www.toobaaelibrary.com

کے لیے بکسر الجیم اور یاتمین کے لیے بضم الجیم اُفٍّ لَّکُمْ سبحان میں گذر چکا اَئِمَّۃَ توبہ میں مذکور ہے لِنُحْصِنَکُمْ شامی وحفص کے لیے بالنون اور شعبہ کے لیے بالتون اور یاتمین کے لیے بالیاء نُجِّی الْمُؤْمِنِیْنَ شامی شعبہ کے لیے بنون واحدہ مع تشدید الجیم اور یاتمین کے لیے دونوں سے پہلا مضمومہ دوسرا ساکن مع تخفیف الجیم وَجِرْمٌ عَلٰی شعبہ واخوین کے لیے بکسر الجار وسکون الراء بغیر الف ہے اور یاتمین کے لیے بفتح الجار والراء مع الالف اِذَا فُتِحَتْ انعام میں گذر چکا یَاجُوْجُ وَمَاجُوْجُ کہف میں گذرا ہے لِلْکُتُبِ حفص واخوین کے لیے جمع اور یاتمین کے لیے واحد ہے فِی الزَّبُوْرِ آخر نساء میں گذر چکا قٰلَ رَبِّ احْکُمْ حفص کے لیے بالالف قال ہے اور یاتمین کے لیے بغیر الف مع ضم قاف قُلْ ہے۔

سورۃ الحج: سُکٰرٰی وَمَا ھُمْ بِسُکٰرٰی اخوین کے لیے یہ دونوں بروزن فَعْلٰی ہیں اور یاتمین کے لیے بروزن فُعَالٰی، سُکَارٰی ہیں لِیَقْطَعْ ابراہیم میں گذرا ثُمَّ لْیَقْطَعْ ورش بصری اور شامی کے لیے بکسر اللام اور ثُمَّ لْیَقْضُوْا۔ ورش، بصری، قنبل اور شامی کے لیے بکسر اللام، اور وَلْیُوْفُوْا وَلْیَطَّوَّفُوْا، ان ذکوان کے لیے بکسر اللام ہے اور یاتمین کے لیے ان چاروں کلمات میں لام ساکن ہے ھٰذَیْنِ نساء میں گذر چکا لُؤْلُؤًا یہاں اور فاطر میں نافع اور عاصم کے لیے منصوب ہے یہ کلمہ اور یاتمین کے لیے مجرور لُؤْلُؤٍ ہے اور سوی وشعبہ کے لیے ہمزہ اول کا ابدال بالواؤ ہے مطلقاً اور یاتمین کے لیے بالتحقیق، لیکن وقف میں حمزہ وہشام اپنی اپنی اصل پر ہوں گے لِلنَّاسِ سَوَاءً حفص کے لیے بنصب النون اور یاتمین کے لیے برفع النون وَلْیُوْفُوْا شعبہ کے لیے بفتح الواؤ مع تشدید الفاء وَالْیُوْفُوْا ہے اور یاتمین کے لیے بسکون الواؤ مع تخفیف الفاء فَتَخْطَفُہُ نافع کے لیے بفتح الخاء مع تشدید الطاء اور یاتمین کے لیے بسکون الخاء مع تخفیف الطاء مَنْسَکًا دو جگہ اخوین کے لیے بکسر السین اور یاتمین کے لیے بفتح السین ہے اِنَّ اللّٰہَ یُدٰفِعُ کی بصری کے لیے بسکون الدال مع فتح الیاء والفاء بغیر الف اور یاتمین کے لیے بضم الیاء وفتح الدال مع کسر الفاء والالف، اُذِنَ لِلَّذِیْنَ نافع بصری اور عاصم کے لیے بضم ہمزہ ہے اور یاتمین کے لیے بہمزہ مفتوحہ ہے یُقٰتَلُوْنَ نافع شامی اور حفص کے لیے تائے مفتوحہ اور یاتمین بتائے مکسورہ وَلَوْ لَا دِفْعُ اللّٰہِ بقرہ میں گذر چکا ہے لَھُدِّمَتْ صَوَامِعُ حرمین کے لیے بدال مخففہ اور یاتمین کے لیے بدال مشددہ ہے اور اوقام تا کاصاد میں اس جگہ بصری ابن ذکوان واخوین کے لیے ہوگا، اور بقیہ کا اظہار ظاہر ہے اَفَلَمْ تَکُنْھَا بصری کے لیے بتاء مضمومہ اور یاتمین کے لیے بنون مفتوحہ والالف بِمَا یَعْمَلُوْنَ کی واخوین کے لیے بالیاء اور یاتمین کے لیے بالتاء مُعٰجِزِیْنَ یہاں اور سبا میں دو جگہ مکی اور بصری کے لیے بتشدید الجیم بغیر الف اور یاتمین کے لیے بالالف مع تخفیف الجیم۔ ثُمَّ قُتِلُوْا آل عمر ان میں اور مُدْخَلًا نساء میں مذکور ہو چکا ہے وَاَنَّ مَا تَدْعُوْنَ یہاں اور لقمان میں پہلا حرمین وشامی اور شعبہ کے لیے بالتاء اور یاتمین کے لیے بالیاء۔

● ● ●

www.toobaaelibrary.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝
وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ
فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ
رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ
مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ
لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ
اَعْنَابٍ ۖ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَ
شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ
لِّلْاٰكِلِيْنَ ۝ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا
فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ ۖ وَّمِنْهَا
تَاْكُلُوْنَ ۝ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ خلاصۂ تفسیر

بالتحقیق ان مسلمانوں نے (آخرت میں) فلاح پائی جو (صحیح عقائد کے ساتھ صفات ذیل کیساتھ بھی موصوف ہیں یعنی وہ) اپنی نماز میں (خواہ فرض ہو یا غیر فرض) خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو (یعنی فضول) باتوں سے (خواہ قولی ہوں یا فعلی) برکنار رہنے والے ہیں اور جو (اعمال واخلاق ہیں) اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی شرمگاہوں کی (حرام شہوت رانی سے) حفاظت رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی (شرعی) لونڈیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں) کوئی الزام نہیں۔ ہاں جو اس کے علاوہ (اور جگہ شہوت رانی کا) طلبگار ہو ایسے لوگ حد (شرعی سے نکلنے والے ہیں اور جو اپنی سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہد کا (جو کسی عقد کے ضمن میں کیا ہو یا ویسے ہی ابتداء کیا ہو) خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی (فرض) نمازوں کی پابندی کرتے ہیں ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس (بریں) کے وارث ہوں گے (اور) وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (اوّل بیان ہے ایجاد

www.toobaaelibrary.com

انسان کا) اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ (یعنی غذا) سے بنایا (یعنی اوّل مٹی ہوتی ہے پھر اس سے بذریعہ نباتات کے غذا حاصل ہوتی ہے) پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا جو کہ (ایک مدت معینہ تک) ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں رہا (اور وہ غذا سے حاصل ہوا تھا) پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو (گوشت کی) بوٹی بنادیا پھر ہم نے اس بوٹی (کے بعض اجزاء) کو ہڈیاں بنادیا پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھادیا (جس سے وہ ہڈیاں ڈھک گئیں) پھر (ان سب انقلابات کے بعد) ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی (طرح کی) مخلوق بنادیا (جو حالات سابقہ سے نہایت ہی متمائز و متباین ہے کیوں کہ اس سے پہلے سب انقلابات ایک جماد بے جان میں ہو رہے تھے اور اب یہ ایک ذی حیات زندہ انسان بن گیا) سو کیسی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے (کیونکہ دوسرے صناع تو اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں جوڑ توڑ کر کے ہی بنا سکتے ہیں زندگی پیدا کرنا یہ خاص اللہ ہی کا کام ہے اور نطفہ پر مذکورہ انقلابات کی تفصیل اسی ترتیب کے ساتھ قانون وغیرہ کتب طبیہ میں بھی مذکور ہے آگے انسان کے آخری انجام فنا کا بیان ہے) پھر تم بعد اس (تمام قصہ عجیبہ) کے ضرور ہی مرنے والے ہو (آگے بیان ہے اعادہ کا یعنی) پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے (اور جس طرح ہم نے تم کو ابتداء وجود عطا فرمایا اسی طرح تمہاری بقا کا سامان بھی کیا کہ) ہم نے تمہارے اوپر سات آسمان (جن میں ملائکہ کے آمد و رفت کے لیے راہیں ہیں) بنائے (کہ اس سے تمہاری بھی بعض مصلحتیں متعلق ہیں) اور ہم مخلوق (کی مصلحتوں) سے بے خبر نہ تھے (بلکہ ہر مخلوق کو مصالح و حکم کی رعایت کر کے بنایا) اور ہم نے انسان کی بقاء اور نشوونما کے لیے) آسمان سے (مناسب) مقدار کے ساتھ پانی برسایا پھر ہم نے اس کو (مدت تک) زمین پر ٹھہرایا (چنانچہ کچھ پانی تو زمین کے اوپر رہتا ہے اور کچھ اندر اتر جاتا ہے جو وقتاً فوقتاً نکلتا رہتا ہے) اور ہم (جس طرح اس کے برسانے پر قادر ہیں اسی طرح) اس (پانی) کے معدوم کر دینے پر (بھی) قادر ہیں (خواہ ہوا کی طرف مستحیل کر کے خواہ اتنی دور زمین کی گہرائی میں اتار کر کہ آلات کے ذریعہ سے نکال سکو مگر ہم نے باقی رکھا) پھر ہم نے اس (پانی کے ذریعہ سے باغ پیدا کئے کھجوروں کے اور انگوروں کے تمہارے واسطے ان (کھجوروں انگوروں) میں بکثرت میوے بھی ہیں (جبکہ ان کو تازہ تازہ کھایا جاوے تو میوہ سمجھا جاتا ہے) اور ان میں سے (جو بچا کر خشک کر کے رکھ لیا جاتا ہے اس کو بطور غذا کے) کھاتے بھی ہو اور (اسی پانی سے) ایک (زیتون کا) درخت بھی (ہم نے پیدا کیا) جو کہ

www.toobaaelibrary.com

طور سینا میں (بکثرت) پیدا ہوتا ہے جو اگتا ہے تیل لیے ہوئے اور کھانے والوں کے لیے سالن لیے ہوئے (یعنی اس کے پھل سے دونوں فوائد حاصل ہوتے ہیں خواہ روشن کرنے کے اور خواہ کرنے کے کام میں لاؤ خواہ اس میں روٹی ڈبو کر کھاؤ یہ سامان مذکور پانی اور نباتات سے تھا) اور (آگے حیوانات کے ذریعہ انسان کے منافع اور آسانیوں کا بیان ہے کہ (تمہارے لیے مویشی میں (بھی) غور کرنے کا موقع ہے کہ ہم تم کو ان کے جوف میں کی چیز (یعنی دودھ) پینے کو دیتے ہیں اور تمہارے لیے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں (کہ ان کے بال اور اون کام آتی ہے) اور (نیز) ان میں سے بعض کو کھاتے بھی ہو اور ان (میں جو بار برداری کے قابل ہیں ان) پر اور کشتی پر لدے لدے پھرتے (بھی) ہو۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت :۱: فلاح کے معنی ہیں ہر مراد حاصل ہو اور ہر تکلیف دور ہو، یہ لفظ مختصر ہوتے ہوئے نہایت ہی جامع ہے، دنیا میں بڑے سے بڑا بادشاہ ہو یا سب سے بڑا رسول و پیغمبر ہو اس دنیا میں ناممکن ہے کہ خلاف طبع کوئی چیز پیش نہ آئے اور ہر خواہش بلا تاخیر پوری ہو جائے ظاہر ہے کہ ایسی کامل و مکمل فلاح تو جنت ہی میں مل سکتی ہے دنیا اس کی جگہ ہی نہیں، البتہ اکثری حالات کے اعتبار سے فلاح اور تکلیف سے نجات یہ دنیا میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرماتے ہیں، آیات مذکورہ میں فلاح پانے کا وعدہ ان مومنین سے کیا ہے جن میں وہ سات صفات موجود ہوں، یہ فلاح عام ہے جس میں آخرت کی کامل و مکمل فلاح بھی داخل ہے اور دنیا میں جس قدر فلاح حاصل ہونا ممکن ہے وہ بھی جو اہل صلاح ان اوصاف سبعہ سے متصف ہیں اور ان پر قائم ہیں گو دنیا میں وقتی تکلیف انھیں بھی پیش آجائے مگر انجام کار ان کی تکلیف جلد دور ہو جاتی ہے اور مراد حاصل ہو جاتی ہے، ساری دنیا ان کی عزت کرنے پر مجبور ہوتی ہے اور دنیا میں نیک نام انھیں کا باقی رہتا ہے اس کی شہادتیں غور کرنے سے ملتی چلی جائیں گی۔

اوصاف سبعہ کے لیے بنیادی اور اصل الوصول تو مومن ہونا ہے اس کے بعد وہ اوصاف ہیں۔

آیت:۹: تک پہلا وصف: نماز میں خشوع، لغت میں سکون، معنی ہے، اصطلاح شرع میں خشوع یہ ہے کہ قلب میں بھی سکون ہو یعنی غیر اللہ کے خیال کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے اور اعضاء میں بھی سکون ہو، عبث اور فضول حرکتیں نہ کریں خصوصاً جنہیں فقہاء نے مکروہات نماز کے عنوان سے جمع کر دیا ہے خشوع نماز کے قبول ہونے کا موقوف علیہ ہے اور اس مرتبہ میں فرض ہے۔

دوسرا وصف: لغو ایسا فضول کلام یا کام جس میں کوئی دینی فائدہ نہ ہو لغو کا ادنیٰ درجہ معصیت اور

www.toobaaelibrary.com

گناہ ہے، اس سے پرہیز واجب ہے، اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ نہ مفید ہو نہ مضر اس کا ترک کم از کم اولیٰ ہے اور موجب مدح ہے ارشاد رسالت ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ انسان کا اسلام سب سے اچھا ہو سکتا ہے جب کہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے۔

تیسرا وصف: زکوٰۃ ہے قرآن میں عام طور پر یہ لفظ اپنے اصطلاحی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی مال کا ایک خاص حصہ کچھ شرائط کے ساتھ صدقہ کرنا، مگر یہاں بلا تاویل وہی معنی مراد ہے جو ترجمہ میں درج ہوا ہے۔ قرینہ بھی مؤید ہے، تزکیہ کہتے ہیں نفس کو شرک، ریا، تکبر، حسد، بغض، حرص، بخل سے پاک کرنا، یہ سب چیزیں حرام اور گناہ کبیرہ ہیں، نفس کو ان سے پاک کرنا فرض ہے۔

چوتھا وصف: اس کے سلسلے میں ارشاد ہوا فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ اس میں اشارہ ہے کہ اس ضرورت کو ضرورت کے درجہ میں رکھنا ہے مقصد زندگی بنانا نہیں۔ وَرَآءَ ذٰلِكَ اس میں زنا، جو عورت حرام ہے اس سے نکاح بھی بحکم زنا ہے، اور بیوی یا کنیز سے حیض ونفاس کی حالت میں یا غیر فطری طور پر جماع کرنا بھی اس میں داخل ہے یعنی کسی مرد نے کسی امرد سے، کسی جانور سے شہوت پوری کرنا بھی اور جمہور کے نزدیک اِسْتِمْنَا بِالْيَدْ بھی اسی میں داخل ہے۔

پانچواں وصف: امانت کی قسمیں چوں کہ بے شمار ہیں اس لیے بصیغہ جمع لائے تاکہ سب کو جامع ہو، خواہ حقوق اللہ سے متعلق ہو، خواہ حقوق العباد سے۔ راز کی بات بھی امانت ہے بغیر اذن شرعی کے کسی کے راز کو ظاہر کرنا امانت میں خیانت ہے۔ حدود وملازم کے لیے طے شدہ وقت خرچ کرنا اس کا حق ادا کرنا، اور کام چوری یا وقت چوری خیانت ہے معلوم ہوا کہ امانت کا لفظ بھی بڑا جامع ہے۔

چھٹا وصف: عہد میں یکطرفہ وعدہ بھی داخل ہے جس کا پورا کرنا شرعاً واجب ہو جاتا ہے العدۃ دَین فرمایا گیا ہے، یعنی وعدہ ایک قسم کا قرض ہے عہد اور وعدہ میں فرق یہ ہے کہ اوّل میں عدم ایفاء پر عدالت سے رجوع کر کے مجبور کر سکتا ہے اور وعدہ میں بذریعہ عدالت مجبور نہیں کر سکتا، دیانۃً اس کا پورا کرنا بھی واجب ہے اور بلا عذر شرعی خلاف کرنا گناہ ہے۔

ساتواں وصف: یعنی نماز کی پابندی کے ساتھ ہر ایک نماز کو اس کے وقت مستحب میں ادا کرنا۔

بغور دیکھا جائے تو ان صفات سبعہ مذکورہ میں تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد اور ان سے متعلق احکام آجاتے ہیں یہ بات قابل نظر ہے کہ اولاً بھی نماز کا ذکر ہے اور آخر میں ختم بھی اسی پر کیا گیا، اشارہ ہے کہ اگر نماز کو کما حقہ ادا کیا جائے تو باقی اوصاف اس میں خود بخود پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔

www.toobaaelibrary.com

آیت: ۱۰-۱۱: وارث، یعنی ان اوصاف والوں کا جنت میں داخلہ یقینی ہے، اور بالکل آخر میں اشارہ ہے کہ فلاح کامل اور اصلی فلاح کی جگہ جنت ہی ہے۔

آیت: ۱۲: یہاں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور بنی نوع انسان کی تخلیق میں اس کے مظاہر خاص کا ذکر ہے جس سے واضح ہو جائے کہ انسان جس کو عقل و شعور ہو وہ اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ اختیار کر ہی نہیں سکتا۔

تخلیق انسانی کے سات درجات ہیں (سورۂ حج میں گزرا) انسان کی غذا سات چیزیں بنائیں (سورۂ عبس کی آیت) فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً اور ایک آٹھویں چیز جانوروں کے لیے ہے "وَّاَبًّا"۔

پھر تخلیق انسانی کے سات ادوار کو کس انداز بلاغت سے بیان فرمایا: بجائے ایک انداز کے کہیں ایک دور سے دوسرے دور تک کے انقلاب کو لفظ ثُمَّ (للتراخی) سے تعبیر کیا، کہیں حرف فا سے کیا (بلا تاخیر) سلالۂ طین، اور نطفہ تک کا خاصہ مرحلہ ہوتا ہے کیوں کہ مٹی سے غذا کا پیدا ہونا، پھر غذا کا جزو بدن ہونا، پھر اس میں سے جزو خاص کا نطفہ کی صورت میں تبدیل ہونا انسانی قیاس کی رو سے بڑا وقت چاہتا ہے، اسی طرح تیسرا درجہ نطفہ کا گوشت کے ٹکڑے کی شکل میں تبدیل ہونا یہ بھی ایک طویل وقت چاہتا ہے اسے بھی ثم سے تعبیر فرمایا۔ اس کے بعد تینوں ادوار کا تھوڑی تھوڑی دیر میں ہونا معتبد نہیں معلوم ہوتا تو انھیں فا سے بیان فرمایا، پھر آخری دور نفخ روح اور زندگی پیدا کرنے کا ہے اسے بھی ثم سے تعبیر فرمایا کیوں کہ ایک غیر ذی روح جماد میں روح اور حیات پیدا کرنا عقلاً بڑی مدت چاہتا ہے یہاں پھر ثم لایا گیا یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا کام ہے جو انسانی قیاس کے تابع نہیں۔

آخری مقام یعنی روح وحیات پیدا کرنے کو خاص انداز سے بیان فرمایا: ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ اس امتیاز کی وجہ یہ ہے کہ اس آخری ساتویں دور کا تعلق مادیات کے بجائے عالم ارواح سے ہے اس لیے فرمایا: خَلْقًا آخَرَ.

حقیقی خالق ہر شے کا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے البتہ مجازاً خلق صنعت کے لیے بولا گیا ہے۔

آیت: ۱۵، ۱۶: معاد، انجام کار کا ذکر ہے، آیت: ۱۷: سے مبدأ اور معاد کے درمیانی حالات اور ان میں انسان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات وانعامات کی تھوڑی سی تفصیل، ذکر آسمان سے شروع فرمایا ہے "سَبْعَ طَرَآئِقَ" سات راستے، فرشتوں کی گزرگاہیں جو احکام لے کر زمین پر آتے جاتے ہیں، اور پھر

www.toobaaelibrary.com

فرمایا کہ انسان کو پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا بلکہ اس کی نشوونما اور رہائش و آسائش کے سامان بھی مہیا کیے جس کا ذکر آگے آرہا ہے، "بِقَدَرٍ" یعنی انسانوں کو آب رسانی کا قدرتی عجیب و غریب نظام قائم فرمایا۔ جس کا تفصیلی تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔ اس پورے نظام کو لفظ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ سے بیان فرمایا ہے۔ اور یہ زمین کے اندر پانی اتنا نیچے بھی نہیں رکھا کہ تم نکال نہ سکو، ہم چاہتے تو وہاں سے ختم کر سکتے تھے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰۗىِٕكَةً ۚ مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَاۗىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَاۗءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَي الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۭ وَاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ۝ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُۨ افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ۝ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَاۗءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرٰى ۭ كُلَّمَا جَاۗءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ۝ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۝ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۡ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝

www.toobaaelibrary.com

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ اَيَحْسَبُوْنَ
اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ
رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا
اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝ وَلَا
نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ
هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ۝ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْــَٔرُوْنَ ۝
لَا تَجْــَٔرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ۝
مُسْتَكْبِرِيْنَ ۙ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ۝ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَاۗءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَاۗءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝
اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَاۗءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ
لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ۝ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاۗءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ
فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ وَاِنَّكَ
لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ۝ وَلَوْ
رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا
لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(اس سے پہلی آیتوں میں انسان کی تخلیق اور اس کی بقاء وآسائش کے لیے مختلف قسم کے سامان پیدا کرنے کا ذکر تھا آگے اس کی روحانی تربیت اور دینی فلاح کا جو انتظام فرمایا اس کا ذکر ہے اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر کرکے بھیجا سو انہوں نے (اپنی قوم سے) فرمایا کہ اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کیا کرو اس کے سوا کوئی تمہارے لیے معبود بنانے کے لائق نہیں (اور جب یہ ایک بات ثابت ہے تو) پھر کیا تم (دوسروں کے معبود بنانے سے) ڈرتے نہیں ہو پس (نوح کی یہ بات سن کر (ان کی قوم میں جو کافر رئیس تھے (عوام سے) کہنے لگے کہ یہ شخص بجز اس کے کہ تمہاری طرح کا ایک (معمولی) آدمی ہے اور کچھ (رسول وغیرہ) نہیں ہے (اس دعوے سے) ان کا (اصل) مطلب یہ ہے کہ تم سے برتر ہو کر رہے (یعنی اس کا مقصد محض اپنی جاہ وعزت ہے) اور اگر اللہ کو (رسول بھیجنا) منظور ہوتا تو (اس کام کے لیے) فرشتوں کو بھیجتا (پس دعویٰ ان کا غلط ہے اسی طرح ان کی دعوت کرنا توحید کی طرف یہ

www.toobaaelibrary.com

دوسری غلطی ہے کیونکہ) ہم نے یہ بات (کہ اور کسی کو معبود مت قرار دو) اپنے پہلے بڑوں میں (کبھی) نہیں سنی بس یہ ایک آدمی ہے جس کو جنون ہو گیا ہے (اس واسطے ساری دنیا کے خلاف باتیں کرتا ہے کہ میں رسول ہوں اور معبود ایک ہے) سو ایک وقت (یعنی اس کے مرنے کے وقت) تک اس (کی حالت) کا اور انتظار لو (آخر ایک وقت پر پہنچ کر ختم ہو جاویگا اور سب پاپ کٹ جاویگا) نوح نے (ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو کر جناب باری تعالیٰ میں) عرض کیا کہ اے میرے رب (ان سے) میرا بدلہ لے بوجہ اس کے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ہے پس ہم نے (ان کی دعا قبول کی اور) ان کے پاس حکم بھیجا کہ تم کشتی تیار کر لو ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے (کہ اب طوفان آوے گا اور تم اور مؤمنین اس کے ذریعہ سے محفوظ ہو گے) پھر جس وقت ہمارا حکم (عذاب کا قریب) آپہنچے اور (علامت اس کی یہ ہے کہ) زمین سے پانی اُبلنا شروع ہو جاوے تو (اس وقت) ہر قسم (کے جانوروں) میں سے (جو کہ انسان کے کارآمد ہیں اور پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے، جیسا بھیڑ بکری، گائے بیل اونٹ گھوڑا گدھا وغیرہ) ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو دو عدد اس (کشتی) میں داخل کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی (سوار کر لو) باستثناء اس کے جن پر ان میں سے (غرق ہونے کا) حکم نافذ ہو چکا ہے (یعنی آپ کے اہل وعیال میں جو کافر ہو اسکو مت سوار کرو) یہ سن لو کہ عذاب آنے کے وقت (مجھ سے کافروں (کی نجات) کے بارے میں کچھ گفتگو مت کرنا (کیونکہ) وہ سب غرق کئے جاویں گے پھر جس وقت تم اور تمہارے ساتھی (مسلمان) کشتی میں بیٹھ چکو تو یوں کہنا کہ شکر ہے خدا کا جس نے ہم کو کافر لوگوں سے (یعنی ان کے افعال سے اور ان کے وبال سے) نجات دی اور (جب بعد فرو ہونے طوفان کے کشتی سے زمین پر آنے لگو تو (یوں کہنا کہ اے میرے رب مجھ کو (زمین پر) برکت کا اتارنا اتاریو (یعنی اطمینان ظاہری و باطنی کے ساتھ رکھیو) اور آپ سب (اپنے پاس بطور مہمانی کے) اتارنے والوں سے اچھے ہیں (یعنی اور لوگ جو مہمان کو اتار لیتے ہیں وہ اپنے مہمان کی مقصد براری اور مصائب سے نجات پر قدرت نہیں رکھتے آپ کو ان سب چیزوں پر قدرت ہے) اس (واقعہ مذکورہ) میں (اہل عقل کے لیے ہماری قدرت کی) بہت سی نشانیاں ہیں اور ہم (یہ نشانیاں معلوم کرا کر اپنے بندوں کو) آزماتے ہیں (کہ دیکھیں کہ کون ان سے نفع اٹھاتا ہے کون نہیں اٹھاتا، اور نشانیاں یہ ہیں۔ رسول بھیجنا، ایمان داروں کو بچا لینا، کافروں کو ہلاک کر دینا دفعۃً طوفان پیدا کر دینا، کشتی کو محفوظ رکھنا وغیرہ وغیرہ) پھر (قوم نوح کے بعد) ہم نے دوسرا گروہ پیدا کیا (مراد عاد

www.toobaaelibrary.com

ہے یا ثمود) پھر ہم نے ان میں ایک پیغمبر کو بھیجا جو ان ہی میں کے تھے (مراد ہود یا صالح ہیں، ان پیغمبر نے کہا کہ) تم لوگ اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود (حقیقی) نہیں، کیا تم (شرک سے) ڈرتے نہیں ہو، اور ہم نے ان کو دنیوی زندگانی میں عیش بھی دیا تھا کہنے لگے کہ بس یہ تو تمہاری طرح ایک (معمولی) آدمی ہیں (چناں چہ) یہ وہی کھاتے ہیں جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتے ہیں جو تم پیتے ہو اور (جب یہ تمہارے ہی جیسے بشر ہیں تو) اگر تم اپنے جیسے ایک (معمولی) آدمی کے کہنے پر چلنے لگو تو بیشک تم (عقل کے) گھاٹے میں ہو (یعنی بڑی بے وقوفی ہے) کیا یہ شخص تم سے یہ کہتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور (مر کر) مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے (چناں چہ جب اجزاء لحمیہ خاک ہو جاتے ہیں تو ہڈیاں بے گوشت رہ جاتی ہیں پھر بعد چندے وہ بھی خاک ہو جاتی ہیں، تو یہ شخص کہتا ہے کہ جب اس حالت پر پہنچ جاؤ گے) تو (پھر دوبارہ زندہ کر کے زمین سے) نکالے جاؤ گے (تو بھلا ایسا شخص کہیں قابل اطاعت واتباع ہو سکتا ہے اور) بہت ہی بعید اور بہت ہی بعید ہے جو بات تم سے کہی جاتی ہے بس زندگی تو یہی ہماری دنیوی زندگی ہے کہ ہم میں کوئی مرتا ہے اور کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ کیے جاویں گے بس یہ ایک ایسا شخص ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے (کہ اس نے مجھ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور کوئی دوسرا معبود نہیں اور قیامت آوے گی) اور ہم تو ہرگز اس کو سچا نہ سمجھیں گے، پیغمبر نے دعا کی کہ اے میرے رب میرا بدلہ لے اس وجہ سے کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ارشاد ہوا کہ یہ لوگ عنقریب پشیمان ہوں گے چناں چہ ان کو ایک سخت آواز نے (یا سخت عذاب نے) موافق وعدہ برحق کے (کہ لیصبحن نادمین) آ پکڑا (جس سے وہ سب ہلاک ہو گئے) پھر (ہلاک کرنے کے بعد) ہم نے ان کو خس وخاشاک (کی طرح پامال) کر دیا سو خدا کی مار کافر لوگوں پر۔ پھر ان (عاد یا ثمود) کہ (ہلاک ہونے کے) بعد ہم نے اور امتوں کو پیدا کیا (جو کہ تکذیب رسول کے سبب وہ بھی ہلاک ہوئے اور ان کے ہلاک ہونے کی جو مدت علم الٰہی میں مقرر تھی) کوئی امت (ان امتوں میں سے) اپنی (اس) مدت معینہ سے (ہلاک ہونے میں) نہ پیش دستی کر سکتی تھی اور نہ (اس مدت سے) وہ لوگ پیچھے ہٹ سکتے تھے (بلکہ عین وقت پر ہلاک کیے گئے غرض وہ امتیں اول پیدا کی گئیں) پھر (ان کے پاس) ہم نے اپنے پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے (ہدایت کے لیے) بھیجا (جس طرح وہ امتیں یکے بعد دیگرے پیدا ہوئیں مگر ان کی حالت یہ ہوئی کہ) جب کبھی کسی امت کے پاس اس اس امت کا (خاص) رسول (خدا کے احکام لیکر) آیا انہوں نے اس کو جھٹلایا سو ہم نے (بھی ہلاک کرنے

www.toobaaelibrary.com

میں) ایک کے بعد ایک کا تار باندھ دیا اور ہم نے ان کی کہانیاں بنا دیں (یعنی وہ ایسے نیست و نابود ہوئے کہ بجز کہانیوں کے ان کا کچھ نام و نشان نہ رہا) سو خدا کی مار ان لوگوں پر جو (انبیاء کے سمجھانے پر بھی) ایمان نہ لاتے تھے۔ پھر ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارونؑ کو اپنے احکام اور کھلی دلیل (یعنی معجزہ صریحہ کہ دلیل نبوت ہے) دیکر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس بھی پیغمبر بنا کر) بھیجا (اور بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہونا بھی معلوم ہے) سو ان لوگوں نے (ان کی تصدیق و اطاعت سے) تکبر کیا اور وہ لوگ تھے ہی متکبر (یعنی پہلے ہی سے ان کا دماغ سڑا ہوا تھا) چناں چہ وہ (باہم) کہنے لگے کہ کیا ہم ایسے دو شخصوں پر جو ہماری طرح کے آدمی ہیں (ان میں کوئی بات امتیاز کی نہیں) ایمان لے آویں گے (اور ان کے فرمانبردار بن جاویں) حالانکہ ان کی قوم کے لوگ (تو خود) ہمارے زیر حکم ہیں (یعنی ہم کو تو خود ان کی قوم پر ریاست حاصل ہے پھر ان دونوں کے اقتدار اور ریاست کو ہم کیسے تسلیم کر سکتے ہیں، ان لوگوں نے ریاست دینیہ کو ریاست دنیویہ پر قیاس کیا کہ ہم کو ایک قسم کی ریاست یعنی دنیویہ حاصل ہے تو دوسری قسم کے بھی ہم ہی مستحق ہیں اور جب ان کو دنیوی ریاست نہیں ملی تو دینی کیسے مل سکتی ہے اور فساد اس قیاس کا ظاہر ہے) غرض وہ لوگ ان دونوں کی تکذیب ہی کرتے رہے پس (اس تکذیب کی وجہ سے) ہلاک کیے گئے اور (ان کے ہلاک ہونے کے بعد) ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توراۃ) عطا فرمائی تا کہ (اس کے ذریعہ سے) وہ لوگ (یعنی موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل) ہدایت پائیں اور ہم نے (اپنی قدرت و توحید پر دلالت کے لیے اور نیز بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے) مریم کے بیٹے (عیسیٰ) کو اور ان کی ماں (حضرت مریم علیہا السلام) کو بڑی نشانی (اپنی قدرت کی اور ان کے صدق کی) بنایا (کہ بے باپ تولد ہونا۔ دونوں کے متعلق آیت عظیمہ ہے) اور (چوں کہ ان کو نبی بنانا منظور تھا اور ایک ظالم بادشاہ بچپن ہی میں ان کے درپے قتل ہو گیا تھا اس لیے) ہم نے (اس سے بچا کر) ان دونوں کو ایک ایسی بلند زمین پر لیجا کر پناہ دی جو (بوجہ غلات اور میوہ جات پیدا ہونے کے) ٹھیرنے کے قابل اور (وجہ نہر جاری ہونے کے) شاداب جگہ تھی (یہاں تک کہ امن و امان سے جو ان ہوئے اور نبوت عطا ہوئی تو توحید و دعوائے رسالت میں ان کی تصدیق ضروری تھی مگر بعض نے نہ کی) ہم نے جس طرح تم کو اپنی نعمتوں کے استعمال کی اجازت دی اور عبادت کا حکم دیا اسی طرح سب پیغمبروں کو اور ان کے واسطے سے ان کی امتوں کو بھی حکم دیا کہ) اے پیغمبرو! تم (اور تمہاری امتیں) نفیس چیزیں کھاؤ (کہ خدا کی نعمت ہیں) اور (کھا کر شکر ادا کرو کہ)

www.toobaaelibrary.com

نیک کام کرو (یعنی عبادت اور) میں تم سب کے کیے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں (تو عبادت اور نیک کاموں پر ان کی جزا اور ثمرات عطا کروں گا) اور (ہم نے ان سے یہ بھی کہا کہ جو طریقہ تمہیں ابھی بتایا گیا ہے) یہ ہے تمہارا طریقہ (جس پر تم کو چلنا اور رہنا واجب ہے) کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے (سب انبیاء اور ان کی امتوں کا، کسی شریعت میں یہ طریقہ نہیں بدلا) اور (حاصل اس طریقہ کا یہ ہے کہ) میں تمہارا رب ہوں تم مجھ سے ڈرتے رہو (یعنی میرے احکام کی مخالفت نہ کرو کیوں کہ رب ہونے کی حیثیت سے تمہارا خالق و مالک بھی ہوں اور منعم ہونے کی حیثیت سے تم کو بیشمار نعمتیں بھی دیتا ہوں، ان سب چیزوں کا تقاضا اطاعت و فرمانبرداری ہے) سو (اس کا نتیجہ تو یہ ہونا تھا کہ سب ایک ہی طریقہ مذکورہ پر رہتے مگر ایسا نہ کیا بلکہ) ان لوگوں نے اپنے دین اپنا طریق الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کر لیا ہر گروہ کے پاس جو دین (یعنی اپنا بنایا ہوا طریقہ) وہ اسی پر مگن اور خوش ہے (اس کے باطل ہونے کے باوجود اسی کو حق سمجھتا ہے) تو آپ ان کو ان کی جہالت میں ایک خاص وقت تک رہنے دیجئے (یعنی ان کی جہالت پر آپ غم نہ کیجئے جب مقرر وقت ان کی موت کا آجاویگا تو سب حقیقت کھل جاوے گی اور اب جو فوری طور پر ان پر عذاب نہیں آتا تو) کیا (اس سے) یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال و اولاد دیتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ (اس ڈھیل دینے کی وجہ) نہیں جانتے (یعنی یہ ڈھیل تو ان کو بطور استدراج کے دی جا رہی ہے جو انجام کار ان کے لیے اور زیادہ عذاب کا سبب بنے گی کیوں کہ ہماری مہلت اور ڈھیل دینے سے یہ اور مغرور ہو کر سرکشی اور گناہوں میں زیادتی کریں گے اور عذاب زیادہ ہوگا) اس میں کوئی شک نہیں کہ جو لوگ اپنے رب کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور (باوجود اللہ کی راہ میں دینے اور خرچ کرنے کے) ان کے دل اس سے خوفزدہ رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں (دیکھئے وہاں جا کر ان صدقات کا کیا ثمرہ ظاہر ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ دینا حکم کے موافق نہ ہو مثلاً مال حلال نہ ہو یا نیت اللہ کے لیے خالص نہ ہو اور نیت میں اخلاص کامل نہ ہونا یا مال کا حرام ہونا ہمیں معلوم نہ ہو تو الٹا اس پر مواخذہ ہونے لگے تو جن لوگوں میں یہ صفات ہوں) یہ لوگ اپنے فائدے جلدی جلدی حاصل کر رہے ہیں اور وہ ان کی طرف دوڑ رہے ہیں اور (یہ اعمال مذکورہ کچھ سخت بھی نہیں جن کا کرنا مشکل ہو کیوں کہ) ہم

www.toobaaelibrary.com

کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ کام کرنے کو نہیں کہتے (اس لیے یہ سب کام آسان ہیں اور اس کے ساتھ ان کا اچھا انجام اور ثمرہ یقینی ہے کیوں کہ) ہمارے پاس ایک دفتر (نامۂ اعمال کا محفوظ) ہے جو ٹھیک ٹھیک (سب کا حال) بتلا دے گا اور لوگوں پر ذرا ظلم نہ ہوگا۔ (یہ تو اور پر مؤمنین کی حالت سنی مگر کفار ایسے نہیں ہیں) بلکہ (برعکس) ان کفار کے قلوب اس دین کی طرف سے (جس کا ذکر بایں ربھم میں ہے) جہالت (اور شک) میں (ڈوبے ہوئے) ہیں (جن کا حال اوپر بھی معلوم ہو چکا فذرھم فی غمرتھم) اور اس (جہالت وانکار) کے علاوہ ان لوگوں کے اور بھی (برے برے خبیث) عمل ہیں جن کو (یہ مسلسل) کرتے رہتے ہیں (یہ لوگ شرک اور اعمال سیئہ کے برابر خوگر رہیں گے) یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوشحال لوگوں کو (جن کے پاس مال ودولت اور نوکر چاکر سب کچھ ہے) عذاب (بعد الموت) میں دھر پکڑیں گے (اور غریب غربا تو کس گنتی میں ہیں اور وہ تو عذاب سے کیا بچاؤ کر سکتے ہیں غرض یہ کہ جب ان سب پر عذاب نازل ہوگا) تو فوراً چلا اٹھیں گے (اور سارا انکار واستکبار جس کے اب عادی ہیں کافور ہو جاوے گا اس وقت ان سے کہا جاوے گا کہ) اب مت چلاؤ (کہ کوئی فائدہ نہیں کیوں کہ) ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ ہوگی (کیوں کہ یہ دار الجزاء ہے دار العمل نہیں ہے جس میں چلانا اور عاجزی کرنا مفید ہو جو دار العمل تھا اس میں تو تمہارا یہ حال تھا کہ) میری آیتیں تم پر پڑھ پڑھ کر (رسول کی زبان سے) سنائی جایا کرتی تھیں تو تم الٹے پاؤں بھاگتے تھے تکبر کرتے ہوئے قرآن کا مشغلہ بناتے ہوئے (اس قرآن کی شان) میں بیہودہ بکتے ہوئے (کہ کوئی اس کو سحر کہتا تھا کوئی شعر کہتا تھا اور مشغلہ کا یہی مطلب ہے پس تم نے دار العمل میں جیسا کیا آج دار الجزاء میں ویسا ہی بھگتو اور یہ لوگ جو قرآن کی اور صاحب قرآن کی تکذیب کر رہے ہیں تو اس کا کیا سبب ہے) کیا ان لوگوں نے اس کلام (الٰہی) میں غور نہیں کیا (جس سے اس کا اعجاز ظاہر ہو جاتا اور یہ ایمان لے آتے) یا (تکذیب کی یہ وجہ ہے کہ) ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے بڑوں کے پاس نہیں آئی تھی (مراد اس سے احکام الٰہیہ کا آنا ہے جو کوئی نئی بات نہیں ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ان کی امتوں کو یہی احکام دیے جاتے رہے ہیں کقولہ تعالیٰ ما کنت بدعا من الرسل، پس تکذیب کی یہ وجہ بھی باطل ٹھہری اور یہ دو وجہ تو قرآن کے متعلق ہیں، آگے صاحب قرآن کے متعلق فرماتے ہیں یعنی) یا (وجہ تکذیب کی یہ ہے کہ) یہ لوگ اپنے رسول (کی صفت دیانت وصدق امانت) سے واقف نہ تھے اس وجہ سے ان کے

www.toobaaelibrary.com

منکر ہیں، (یعنی یہ جہ بھی باطل ہے کیوں کہ آپ کے صدق و دیانت پر سب کا اتفاق تھا) یا (یہ وجہ ہے کہ) لوگ (نعوذ باللہ) آپ کی نسبت جنون کے قائل ہیں (سو آپ کا اعلیٰ درجہ کا صاحب عقل اور صاحب الرائے ہونا بھی ظاہر ہے سو واقع میں ان میں سے کوئی وجہ بھی معقول نہیں) بلکہ (اصلی وجہ یہ ہے کہ) یہ رسول ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں اور ان میں اکثر لوگ حق بات سے نفرت رکھتے ہیں۔ (بس یہ تمام تر وجہ ہے تکذیب کی اور عدم اتباع حق کی اور یہ لوگ اس دین حق کا اتباع تو کیا کرتے یہ تو اور الٹا یہ چاہتے ہیں کہ وہ دین حق ہی ان کے خیالات کے تابع کر دیا جاوے اور جو مضامین قرآن میں ان کے خلاف ہیں ان کو خارج یا ترمیم کر دیا جاوے کقولہ تعالیٰ فی سورۂ یونس :قال الذین لایرجون لقآئنا ائت بقرآن غیر ھذا او بدّلہ) اور (بفرض محال) اگر (ایسا امر واقع ہو جاتا) اور دین حق ان کے خیالات کے تابع (اور موافق) ہو جاتا تو (تمام عالم میں کفر و شرک پھیل جاتا اور اس کا اثر یہ ہوتا کہ حق تعالیٰ کا غضب تمام عالم پر متوجہ ہو جاتا اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ) تمام آسمان اور زمین اور جو ان میں (آباد) ہیں سب تباہ ہو جاتے (جیسا قیامت میں تمام انسانوں میں گمراہی عام ہو جانے کے سبب اللہ تعالیٰ کا غضب بھی سب پر عام ہوگا اور غضب الٰہی عام ہونے سے سب کی ہلاکت بھی عام ہوگی اور اول تو کسی امر کا حق ہونا مقتضی ہے اس کے وجوب قبول کو گو نافع بھی نہ ہو اور اس کا قبول نہ کرنا خود عیب ہے مگر ان لوگوں میں صرف یہی ایک عیب نہیں کہ حق سے کراہت ہو) بلکہ (اس سے بڑھ کر دوسرا عیب اور بھی ہے کہ حق کا اتباع جو انہیں کے نفع کا سامان ہے اس سے دور بھاگتے ہیں بس) ہم نے ان کے پاس ان کی نصیحت (اور نفع) کی بات بھیجی سو یہ لوگ اپنی نصیحت سے بھی روگردانی کرتے ہیں یا (علاوہ وجوہ مذکورہ کے ان کی تکذیب کی یہ وجہ ہے کہ ان کو یہ شبہ ہوا ہو کہ) آپ ان سے کچھ آمدنی چاہتے ہیں تو (یہ بھی غلط ہے کیوں کہ جب آپ جانتے ہیں کہ) آمدنی آپ کے رب کی سب سے بہتر ہے اور وہ سب دینے والوں سے اچھا ہے (تو آپ لوگوں سے کیوں مانگتے ہیں) اور (خلاصہ ان کی حالت کا یہ ہے کہ) آپ تو ان کو سیدھے رستہ کی طرف (جس کو اوپر حق کہا ہے) بلا رہے ہیں اور ان لوگوں کی جو کہ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے یہ حالت ہے کہ اس (سیدھے) رستہ سے ہٹے جاتے ہیں (مطلب یہ کہ حق ہونا اور مستقیم ہونا اور نافع ہونا یہ سب مقتضیات ایمان کے جمع ہیں اور جو وجوہات منع ہو سکتی تھیں وہ کوئی موجود نہیں پھر ایمان نہ لانا اشد درجہ کی جہالت اور ضلالت ہے) اور (ان کی قساوت و عناد کی یہ حالت ہے کہ جس طرح یہ لوگ آیات شرعیہ سے متاثر

www.toobaaelibrary.com

نہیں ہوتے اسی طرح آیات قہریہ مصائب وبلیات سے بھی متاثر نہیں ہوتے گو مصیبت کے وقت طبعی طور پر ہم کو پکارتے بھی ہیں لیکن وہ دفع الوقتی ہوتی ہے چناں چہ) اگر ہم ان پر مہربانی فرمادیں اور ان پر جو تکلیف ہے اس کو ہم دور بھی کردیں تو وہ لوگ (پھر) اپنی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے اصرار کرتے رہیں (اور وہ قول وقرار جو مصیبت میں کیے تھے سب ختم ہوجاویں کقولہ تعالیٰ: اذامس الانسان الضر دعانا الخ وقولہ تعالیٰ اذا رکبوا فی الفلك الخ) اور (شاہد اس کا یہ ہے کہ بعض اوقات) ہم نے ان کو گرفتار عذاب بھی کیا ہے سو ان لوگوں نے نہ اپنے رب کے سامنے (پورے طور پر) فروتنی کی اور نہ عاجزی اختیار کی (پس جب عین مصیبت میں اور مصیبت بھی ایسی سخت جس کو عذاب کہا جاسکے جیسے قحط جو مکہ میں حضور کی بددعاء سے ہوا تھا انہوں نے عاجزی اختیار نہیں کی تو بعد زوال مصیبت کے تو بدرجہ اولیٰ ان سے اس کی توقع نہیں مگر ان کی یہ ساری بے پرواہی وبے باکی ان مصائب تک ہے جن کے عادی ہوچکے ہیں) یہاں تک کہ ہم جب ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے (جو کہ فوق العادۃ ہو خواہ دنیا ہی میں کہ کوئی غیبی قہر آپڑے یا بعد الموت کہ ضرور ہی واقع ہوگا) تو اس وقت بالکل حیرت زدہ رہ جاویں گے (کہ یہ کیا ہوگیا اور سب نشہ ہرن ہوجاوے گا)

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۵۱: بعض علماء نے لکھا ہے کہ حلال اور طیب غذا کا عمل صالح میں بڑا دخل ہے، اس لیے دونوں حکم ایک ساتھ بیان کیے گئے۔ اسی لیے حدیث میں حرام غذا کھانے سے دعا قبول نہ ہونے کا ذکر آیا ہے۔ (قرطبی)

آیت:۵۳: لیکن ائمہ مجتہدین کے فروعی اختلافات اس میں داخل نہیں کیوں کہ ان اختلافات سے دین وملت الگ نہیں ہوجاتا۔ ایسے حضرات الگ الگ فرقے نہیں کہلاتے اسے فرقہ واریت کا رنگ دینا خالص جہالت ہے۔

آیت:۶۴: اس میں جس عذاب کا ذکر ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ عذاب ہے جو غزوۂ بدر میں ان کے سروں پر پڑا تھا، اور بعض نے اس سے قحط مراد لیا ہے، پیغمبرؐ کی دعا سے مکہ والوں پر ایسا قحط مسلط ہوا تھا کہ وہ مردار، کتے اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہوگئے تھے آپ نے بددعا بہت کم کی ہے مگر ان کے مظالم کی شدت سے مجبور ہوکر یہ بددعا کی اللھم اشدد وطاتك علی مضر واجعلھا علیھم سنین کسنتی یوسف. (بخاری ومسلم)

آیت:۶۷: پیغمبرؐ نے اسی وجہ سے بعد عشاء فضول قصہ گوئی کو منع فرمایا تاکہ دن بھر کے عمل کا

www.toobaaelibrary.com

آخری عمل عشاء کی نماز ہو جو دن بھر کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے دیگر بہت سے مفاسد ہوتے ہیں، سویرے سو جانے سے تہجد کی توفیق ہو جاتی ہے۔

آیت:۶۹: رسول ﷺ اسی شہر مکہ کے شریف نسب سے انھیں کیسامنے پیدا ہوئے پلے بڑھے، قبل از نبوت سب آپ کی تعریف کرتے تھے، صادق اور امین کہہ کر پکارتے تھے لہٰذا انھیں اب کیا عذر ہے۔

آیت:۷۰: اوپر آپ ﷺ کی بددعا سے سخت قحط پڑا تو ابوسفیان نے آپ کی رحمۃ اللعالمین کا حوالہ دیتے ہوئے کہ آپ نے اپنی قوم کے بڑوں کو معرکہ بدر میں تلوار سے قتل کر دیا اور جواب رہ گئے ہیں ان کو بھوک سے قتل کر رہے ہیں اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ عذاب ہم سے ہٹ جائے آپ کی دعا سے عذاب اسی وقت ختم ہو گیا اسی پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ
اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ بَلْ قَالُوْا
مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا
هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ قُلْ
لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ
لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ
وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا
تَتَّقُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ
قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ
مِنْ اِلٰهٍ ۭ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ
عَلٰي بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ
الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ
مَا يُوْعَدُوْنَ ۝ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝
وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ۝ ادْفَعْ بِالَّتِيْ
هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝ وَ
قُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَاَعُوْذُ
بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ۝ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ
قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ
كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ
بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ وَّلَا يَتَسَاۗءَلُوْنَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ
مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ
جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا
تُكَذِّبُوْنَ ۝ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَاۗلِّيْنَ ۝ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا

www.toobaaelibrary.com

ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ۝ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ۝ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ۝ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور وہ (اللہ) ایسا (قادر اور منعم) ہے جس نے تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل بنائے (کہ آرام بھی برتو اور دین کا بھی ادراک کرو لیکن) تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو (کیوں کہ اصلی شکر یہ تھا کہ اس منعم کے پسندیدہ دین کو قبول کرتے اور دوبارہ قیامت میں زندہ کرنے کا انکار نہ کرتے) اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلا رکھا ہے اور تم سب (قیامت میں) اسی کے پاس لائے جاؤ گے (اس وقت اس کفر ان نعمت کی حقیقت معلوم ہوگی) اور وہ ایسا ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کے اختیار میں ہے رات اور دن کا گھٹنا بڑھنا سو کیا تم (اتنی بات) نہیں سمجھتے (کہ یہ دلائل قدرت توحید اور قیامت میں دوسری زندگی دونوں پر دال ہیں مگر) پھر بھی مانتے نہیں، بلکہ یہ بھی ویسی ہی بات کہتے ہیں جو اگلے (کافر) لوگ کہتے چلے آئے ہیں (یعنی) یوں کہتے ہیں کہ کیا ہم جب مر جاویں گے اور ہم مٹی اور ہڈیاں رہ جاویں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کیے جاویں گے اس کا تو ہم سے اور (ہم سے) پہلے ہمارے بڑوں سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے یہ کچھ بھی نہیں محض بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں (چونکہ اس قول سے انکار قدرت لازم آتا ہے اور اس سے مثل انکار بعث کے انکار توحید کا بھی ہوتا ہے اس لیے اس قول کے جواب میں اثبات قدرت کے ساتھ اثبات توحید کا بھی ارشاد ہے یعنی) آپ (جواب میں) یہ کہہ دیجئے کہ (اچھا یہ بتلاؤ کہ) یہ زمین اور جو اس پر رہتے ہیں کس کی ملک ہیں، اگر تم کو کچھ خبر ہے۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کے ہیں (تو) ان سے کہیے کہ پھر کیوں نہیں غور کرتے (کہ قدرت علی البعث اور توحید دونوں کے حکم کا ثبوت ہو جاوے اور) آپ یہ بھی کہیے کہ (اچھا یہ بتاؤ کہ) ان سات آسمانوں کا مالک اور عالیشان عرش کا مالک کون ہے (اس کا بھی) وہ ضرور یہی جواب

www.toobaaelibrary.com

دیں گے کہ یہ بھی (سب) اللہ کا ہے آپ (اس وقت) کہیے کہ پھر تم (اس سے) کیوں نہیں ڈرتے (کہ اس کی قدرت اور آیات بعث کا انکار کرتے ہو اور) آپ (ان سے) یہ بھی کہیے کہ (اچھا) وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور وہ (جس کو چاہتا ہے) پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم کو کچھ خبر ہے (تب بھی جواب میں) وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں بھی اللہ ہی کی ہیں آپ (اس وقت) کہیے کہ پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے (کہ ان سب مقدمات کو مانتے ہو اور نتیجہ کو کہ توحید اور قیامت کا اعتقاد ہے نہیں مانتے یہ تو استدلال تھا مقصود پر ان کے جواب میں، آگے ان کے مقدمہ کی دلیل یعنی: ان هذا الا اساطیر الاولین الخ کا ابطال ہے یعنی یہ جو ان کو بتلایا جا رہا ہے کہ قیامت آوے گی اور مردے زندہ ہونگے یہ اساطیر الاولین نہیں ہے) بلکہ ہم نے ان کو سچی بات پہنچائی ہے اور یقیناً یہ (خود ہی) جھوٹے ہیں (یہاں تک مکالمہ ختم ہو چکا اور توحید و بعث دونوں ثابت ہو گئے مگر ان دونوں مسئلوں میں چوں کہ توحید کا مسئلہ زیادہ مہتم بالشان اور حقیقت میں مسئلہ قیامت و آخرت کا بھی مبنی اور محل کلام بھی زیادہ تھا اس لیے تتمۂ تقریر میں اس کو مستقلاً ارشاد فرماتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے کسی کو اولاد قرار نہیں دیا (جیسا کہ مشرکین ملائکہ کی نسبت کہتے تھے) اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے، اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو (تقسیم کر کے) جدا کر لیتا اور (پھر دنیا کے بادشاہوں کی عادت کے مطابق دوسرے کی مخلوقات چھیننے کے لیے) ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا (پھر مخلوق کی تباہی کی تو کیا انتہا ہے لیکن نظام عالم بدستور قائم ہے اس سے ثابت ہوا کہ) اللہ تعالیٰ ان (مکروہ) باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ (اس کی نسبت) بیان کرتے ہیں، جاننے والا ہے سب پوشیدہ اور آشکارا کا، غرض ان لوگوں کے شرک سے وہ بالاتر (اور منزہ) ہے۔ آپ (حق تعالیٰ سے) دعا کیجئے کہ اے میرے رب جس عذاب کا ان کافروں سے وعدہ کیا جا رہا ہے (جیسا اوپر اذا فتحنا علیہم سے بھی معلوم ہوا) اگر آپ مجھ کو دکھا دیں (مثلاً یہ کہ وہ عذاب ان پر میری زندگی میں اس طور سے آوے کہ میں بھی دیکھوں کیوں کہ اس عذاب موعود کا کوئی وقت خاص نہیں بتلایا گیا ہے چناں چہ آیت مذکورہ بھی مبہم ہے جس میں یہ احتمال مذکورہ بھی ہے غرض اگر ایسا ہوا) تو اے میرے رب مجھ کو ان ظالم لوگوں میں شامل نہ کیجیے اور ہم اس بات پر کہ جو ان سے وعدہ کر رہے ہیں آپ کو بھی دکھلا دیں قادر ہیں (باقی جب تک ان پر عذاب نہ آوے) آپ (ان کے ساتھ یہ معاملہ رکھئے کہ) ان کی بدی کا دفعیہ ایسے برتاؤ سے کر دیا کیجیے جو بہت ہی اچھا (اور نرم) ہو (اور اپنی ذات کے لیے بدلہ نہ لیجیے بلکہ ہمارے

www.toobaaelibrary.com

حوالہ کردیا کیجیے) ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ یہ (آپ کی نسبت) کہا کرتے ہیں اور (اگر آپ کو بمقتضائے بشریت غیظ آجایا کرے تو) آپ یوں دعا کیا کیجیے کہ اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے (جو مفضی ہو جاویں کسی ایسے امر کی طرف جو خلاف مصلحت ہو گو خلاف شریعت نہ ہو) اور اے میرے رب میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آویں (اور وسوسہ ڈالنا تو درکنار پس اس سے وہ غیظ جاتا رہے گا۔ یہ کفار اپنے کفر و انکار معاد سے باز نہیں آتے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی (کے سر) پر موت آ (کھڑی ہو) تی ہے (اور آخرت کا معائنہ ہونے لگتا ہے) اس وقت (آنکھیں کھلتی ہیں اور اپنے جہل و کفر پر نادم ہو کر) کہتا ہے کہ اے میرے رب (مجھ سے موت کو ٹال دیجیے اور) مجھ کو (دنیا میں) پھر واپس بھیج دیجیے تا کہ جس (دنیا) کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں (پھر جا کر) نیک کام کروں (یعنی تصدیق و طاعت حق تعالیٰ اس درخواست کو رد فرماتے ہیں کہ) ہرگز (ایسا) نہیں (ہوگا) یہ (اس کی) ایک بات ہی بات ہے جس کو کہے جا رہا ہے (اور پوری ہونے والی نہیں) اور (وجہ اس کی یہ ہے) ان لوگوں کے آگے ایک (چیز) آڑ (کی آنے والی) ہے (کہ جس کا آنا ضروری ہے اور وہی دنیا میں واپس آنے سے مانع ہے مراد اس سے موت ہے کہ اس کا وقوع بھی وقت مقدر پر ضروری ہے ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا اور موت کے بعد دنیا میں لوٹ کر آنا بھی) قیامت کے دن تک (قانون الٰہی کے خلاف ہے) پھر جب (قیامت کا روز ہوگا اور) صور پھونکا جاویگا تو (ایسی ہول و ہیبت میں گرفتار ہونگے کہ) ان میں (جو) باہمی رشتے ناتے (تھے) اس روز (وہ بھی گویا) نہ رہیں گے (یعنی کوئی کسی کی ہمدردی نہ کریگا جیسے اجنبی اجنبی ہوتے ہیں) اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا (کہ بھائی تم کس حالت میں ہو، غرض نہ رشتہ ناتا کام آویگا نہ دوستی اور تعارف پس وہاں کام کی چیز ایک ایمان ہوگا جس کی عام شناخت کے لیے کہ سب پر ظاہر ہو جاوے ایک ترازو کھڑی کی جاوے گی اور اس سے اعمال و عقائد کا وزن ہوگا) سو جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا (یعنی وہ مومن ہوگا) تو ایسے لوگ کامیاب (یعنی نجات پانے والے) ہوں گے (اور مذکور ہول و ہیبت کے حالات کہ نہ کسی کا رشتہ کام آوے نہ دوستی اور نہ کوئی کسی کو پوچھے کہ کس حال میں ہو یہ ان مؤمنین کو پیش نہ آئیں گے لقولہ تعالیٰ لایحزنھم الفزع الاکبر. الآیۃ) اور جس شخص کا پلہ (ایمان کا) ہلکا ہوگا (یعنی وہ کافر ہوگا) سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا اور جہنم میں ہمیشہ کے لیے رہیں گے ان کے چہروں کو (اس جہنم کی) آگ جھلستی ہوگی اور

www.toobaaelibrary.com

اس (جہنم) میں ان کے منہ بگڑے ہوں گے (اور ان سے حق تعالیٰ بواسطہ یا بلاواسطہ ارشاد فرماویں گے کہ) کیوں کیا میری آیتیں (دنیا میں) تم کو پڑھ کر سنائی نہیں جایا کرتی تھیں اور تم ان کو جھٹلایا کرتے تھے (یہ اس کی سزا مل رہی ہے) وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب (واقعی) ہماری بدبختی نے ہم کو (ہمارے ہاتھوں) گھیر لیا تھا اور (بیشک) ہم گمراہ لوگ تھے۔ (یعنی ہم جرم کا اقرار اور اس پر ندامت و معذرت کا اظہار کر کے درخواست کرتے ہیں کہ) اے میرے رب ہم کو اس (جہنم) سے (اب) نکال دیجیے (اور دوبارہ دنیا میں بھیج دیجیے لقولہ تعالیٰ فی الٓمّٓ السجدۃ فارجعنا نعمل صالحا) پھر اگر ہم دوبارہ (ایسا) کریں تو ہم بیشک پورے قصوروار ہیں (اس وقت ہم کو خوب سزا دیجیے اور اب چھوڑ دیجیے) ارشاد ہوگا کہ اسی (جہنم) میں راندے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے بات مت کرو (یعنی ہم نہیں منظور کرتے کیا تم کو یاد نہیں رہا کہ) میرے بندوں میں ایک گروہ (ایمانداروں کا) تھا جو (بیچارے ہم سے) عرض کیا کرتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجیے اور ہم پر رحمت فرمایئے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں سو تم نے (محض اس بات پر جو ہر طرح قابل قدر تھی) ان کا مذاق مقرر کیا تھا (اور) یہاں تک (اس کا مشغلہ کیا) کہ ان کے مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلا دی اور تم ان سے ہنسی کیا کرتے تھے (سو ان کا تو کچھ نہ بگڑا چند روز کی کلفت تھی کہ صبر کرنا پڑا جس کا نتیجہ ملا کہ) میں نے ان کو آج ان کے صبر کا یہ بدلہ دیا کہ وہی کامیاب ہوئے (اور تم اس ناکامی میں گرفتار ہوئے مطلب جواب کا یہ ہوا کہ تمہارا قصور اس قابل نہیں کہ سزا کے وقت اقرار کرنے سے معاف کر دیا جاوے کیوں کہ تم نے ایسا معاملہ کیا جس سے ہمارے حقوق کا بھی اتلاف ہوا اور حقوق العباد کا بھی، اور عباد بھی کیسے ہمارے مقبول اور محبوب جو ہم سے خصوصیت خاصہ رکھتے تھے کیوں کہ ان کو تحریہ بنانے میں ان کی ایذاء کہ اضلالہ حق العبد ہے اور تکذیب حق جو منشا تحریہ کا ہے کہ اضلالہ حق اللہ ہے دونوں لازم آئے پس اس کی سزا کے لیے دوام اور تمام ہی مناسب ہے اور مؤمنین کو ان کے سامنے جنت کی نعمتوں سے کامیاب کرنا یہ بھی ایک سزا ہے کفار کے لیے کیوں کہ اعداء کی کامیابی سے روحانی ایذاء ہوتی ہے یہ تو جواب ہو گیا ان کی درخواستوں کا آگے تنبیہ ہے ان کے بطلان اعتقاد و مشرب پر تا کہ ذلت پر ذلت و حسرت پر حسرت ہونے سے عقوبت میں شدت ہو، اس لیے) ارشاد ہوگا کہ (اچھا یہ بتلاؤ) تم برسوں کے شمار سے کس قدر مدت زمین میں رہے ہو گے (چونکہ وہاں کے ہول و ہیبت سے ان کے ہوش و حواس

www.toobaaelibrary.com

گم ہو چکے ہوں گے اور اسدن کا طول بھی پیش نظر ہوگا) وہ جواب دیں گے کہ (برس کیسے بہت رہے ہوں گے تو) ایک دن یا ایک دن سے بھی کم ہم رہے ہوں گے (اور سچ یہ ہے کہ ہم کو یاد نہیں) سو گننے والوں سے (یعنی فرشتوں سے کہ اعمال واعمار سب کا حساب کرتے تھے) پوچھ لیجیے، ارشاد ہوگا کہ (یوم اور بعض یوم تو غلط ہے مگر اتنا تو تمہارے اقرار سے جو کہ صحیح بھی ہے ثابت ہو گیا کہ) تم (دنیا میں) تھوڑی ہی مدت رہے (لیکن) کیا خوب ہوتا کہ تم (یہ بات اس وقت) سمجھتے ہوتے (کہ دنیا کی بقا نا قابل اعتبار ہے اور اس کے سوا اور کوئی دار القرار ہے مگر وہاں تو بقا کو دنیا ہی میں منحصر سمجھا اور اس عالم کا انکار کرتے رہے: وَقَالُوا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ، اور اب جو غلطی ظاہر ہوئی اور صحیح سمجھے تو بے کار، اور غلطی اعتقاد پر حسیہ کے بعد آگے پھر اس اعتقاد پر زجر ہے جو بطور خلاصۂ مضمون فرد قرار داد جرم کے ہے کہ) ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل (خالی از حکمت) پیدا کر دیا ہے اور یہ (خیال کیا تھا) کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے (مطلب یہ کہ جب ہم نے آیات میں جن کا صدق دلائل صحیحہ سے ثابت ہے قیامت اور اس میں اعمال کے بدلے کی خبر دی تھی تو معلوم ہو گیا تھا کہ مکلفین کی تخلیق کی حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس کا منکر ہونا کتنا بڑا امر منکر تھا) (اور یہ سب مضامین جب معلوم ہو چکے) سو (اس سے یہ کامل طور پر ثابت ہو گیا کہ) اللہ تعالیٰ بہت ہی عالیشان ہے جو کہ بادشاہ (ہے اور بادشاہ بھی) حقیقی ہے اس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں (اور وہ) عرش کا مالک ہے اور جو شخص (اس امر پر دلائل قائم ہونے کے بعد) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی بھی عبادت کرے جس (کے معبود ہونے) پر اس کے پاس کوئی بھی دلیل نہیں سو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہوگا (جن کا نتیجہ لازمی یہ ہے کہ) یقیناً کوفروں کا فلاح نہ ہوگی (بلکہ ابدالآباد معذب رہیں گے) اور (جب حق تعالیٰ کی یہ شان ہے تو) آپ (اور دوسرے لوگ بدرجہ اولیٰ) یوں کہا کریں کہ اے میرے رب (میری خطائیں) معاف کر اور (ہر حالت میں مجھ پر) رحم کر (معاش میں بھی، توفیق طاعات میں بھی، نجات آخرت میں بھی، عطائے جنت میں بھی) اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۹۳-۹۴: دنیا میں جب کسی قوم پر عذاب آتا ہے تو بعض اوقات اس عذاب کا اثر صرف ظالموں ہی پر نہیں رہتا بلکہ نیک لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں، اس لیے فرمایا کہ آپ دعا کرتے رہیے ہر حال میں

www.toobaaelibrary.com

اپنے رب کو یاد رکھئے تاکہ آپ کا اجر بڑھے (آپ تو معصوم اور عذاب سے محفوظ ہیں)

آیت:۹۵: جیسا کہ غزوۂ بدر میں اور پھر اس کے بعد قحط کے عذاب کو دکھلا دیا تھا۔

آیت:۹۶: آپ تو امن کی حالت ہو یا جنگ کی ان کے ساتھ حسن سلوک کیجئے جنگ میں تو یہ کہ عورتوں بچوں بوڑھوں اور جو مذہبی لوگ جنگ سے دور ہوں انھیں قتل نہ کیا جائے جنگ پر مارے جانے والوں کا مثلہ نہ کیجئے وغیرہ اور غیظ و غصہ آجائے تو یوں دعا کیجئے۔ آیت ۹۷-۸۹۔

آیت: ۹۹: ارشاد رسالت ہے کہ مومن جب موت کے وقت رحمت کے فرشتے اور سامانِ رحمت سامنے دیکھنے لگتا ہے تو فرشتے اس سے پوچھتے ہیں کہ کیا تم چاہتے ہو کہ پھر تمہیں دنیا میں لوٹا دیا جائے تو وہ کہتا ہے کہ میں اس غموں اور تکلیفوں کے عالم میں جا کر کیا کروں گا مجھے تو اللہ کے پاس لے جاؤ اور جب کافر سے پوچھتے ہیں تو وہ کہتا ہے رب ارجعون یعنی مجھے دنیا میں لوٹا دو۔

آیت:۱۰۱: حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب قیامت کے روز سارے انسان جمع ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کا ایک منادی پکارے گا کہ یہ شخص فلاں ابن فلاں ہے اگر کسی کا کوئی حق اس کے ذمہ ہے تو سامنے آجائے اور اس سے اپنا حق وصول کرے یہ وہ وقت ہوگا کہ بیٹا اس پر خوش ہوگا کہ میرا حق باپ پر نکل آیا، اور باپ اس پر کہ کوئی حق بیٹے پر ہوگا، تو باپ خوش ہوگا کہ اس سے وصول کروں گا، اسی طرح میاں بیوی اور بھائی بہن بھی وہ وقت ہوگا کہ جن کے متعلق اس آیت میں آیا ہے فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ، يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ الخ یہ حال کافروں کا مذکور ہوا ہے، مومنین کا حال یہ نہیں ہوگا ان کا حال قرآن میں ہے اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ پیغمبر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز محشر میں جب سب پیاسے ہوں گے تو مسلمان بچے جو ناباتغی میں مر گئے تھے وہ جنت کا پانی لیے ہوئے نکلیں گے لوگ ان سے پانی مانگیں گے تو وہ کہیں گے کہ ہم تو اپنے ماں باپ کو تلاش کر رہے ہیں، یہ پانی ان کے لیے ہے (رواہ ابن ابی الدنیا عن ابن عمرؓ عن وابی ذرؓ مظہری)

بہر حال مومنین ایک دوسرے کی شفاعت اور مدد کریں گے اور ان کے تعلقات ایک دوسرے کے کام آئیں گے۔

ایک اور آیت میں ہے وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ، یعنی محشر میں لوگ ایک دوسرے سے سوالات کریں گے حالات پوچھیں گے اس کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ محشر میں مختلف موقف ہوں گے، ہر موقف کا حال مختلف ہوگا، جب ہول و ہیبت کا غلبہ کم ہو جائے گا

www.toobaaelibrary.com

تو باہم ایک دوسرے کا حال پوچھیں گے۔

گنہگار مسلمانوں کے بارے میں قرآن کریم میں بصراحت کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے، عموماً سکوت اختیار کیا گیا ہے اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ نزول قرآن کے زمانے میں جتنے مومنین صحابہؓ تھے وہ سب کے سب عدول تھے، وہ کبیرہ سے پاک رہے اگر کچھ ہو گیا تو توبہ کر لی معاف ہو گیا (مظہری)

قرآن کریم کی ایک آیت "خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا" کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جن کی نیکی بڑھ گئی خواہ ایک ہی ہو تو جنت میں جائے گا اسی طرح سیئات خواہ ایک ہی بڑھ گئی تو جہنم میں جائے گا، مگر مومن گنہگار کا دوزخ میں داخلہ تطہیر اً ہوگا، صاف ہونے کے بعد جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ اور جس کے اعمال نیک و بد برابر سرابر ہوں گے تو وہ اصحاب اعراف میں داخل ہوگا اور ایک زمانے تک دوزخ و جنت کے درمیان حکم ثانی کا منتظر رہے گا اور بالآخر اس کو بھی جنت میں داخلہ مل جائے گا۔ (ابن ابی حاتم، مظہری)

ایک شخص کی نیکی کا پلہ ہلکا ہوگا تو بادل کی طرح کی ایک چیز لائی جائے گی اور حسنات کے پلے میں اسے رکھ دی جائے گی تو یہ پلہ بھاری ہو جائے گا وہ اس کے بارے میں اپنی لاعلمی ظاہر کرے گا تو اس کو بتلایا جائے گا کہ یہ تیرا وہ علم ہے جو تو لوگوں کو سکھایا کرتا تھا۔ (ابراہیم نخعیؒ)

ذہبیؒ نے ارشاد رسالت نقل کیا ہے کہ قیامت میں شہیدوں کے خون اور علماء کی روشنائی دونوں تولے جائیں گے تو علماء کی روشنائی کا وزن شہیدوں کے خون سے زیادہ نکلے گا۔ (عن عمر ابن حصینؓ مظہری)

آیت:۱۰۴: كٰلِحُوْنَ جہنم میں جہنمی کا اوپر کا ہونٹ اوپر چڑھ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ نیچے لٹک جائے گا دانت کھلے نظر آویں گے۔

آیت:۱۰۸: وَلَا تُكَلِّمُوْنِ، یہ اہل جہنم کا آخری کلام ہوگا اس منع کے بعد کچھ بول نہ سکیں گے جانوروں کی طرح ایک دوسرے کی طرف بھونکیں گے، (حسن بصری) اَفَحَسِبْتُمْ سے آخر سورت تک کسی مریض پر پڑھ کر دم کرنے سے فوراً شفا ہو جائے گی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ایسے ہی ایک سخت مریض پر دم کیا، پیغمبر علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ کیا پڑھا ہے، عرض کیا یہ آیات ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی آدمی جو یقین رکھنے والا ہو، یہ آیتیں پہاڑ پر پڑھ دے تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ سکتا ہے۔ (قرطبی، مظہری)

آیت:۱۱۷: اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ. اس سورۃ کی ابتداء قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ سے ہوئی تھی،

www.toobaaelibrary.com

اور انتہا لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ پر کی گئی جس سے معلوم ہوا کہ مکمل فلاح وکامیابی مؤمنین ہی کا حصہ ہے اور کفار اس سے محروم ہیں۔

قراءات: سورۃ المؤمنون: لِمَا تَیْهِمْ یہاں اور معارج میں کی کے لیے بغیر الف ہے اور باقیین کے لیے بالالف بعد النون عَلٰی صَلٰوتِهِمْ اخوین کے لیے مفرد اور باقیوں کے لیے جمع عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ شامی وشعبہ کے لیے بفتح العین وسکون الظاء اور باقیین کے لیے بکسر العین وفتح الظاء مع الالف عِیٰمَةً شامی وکوفیین کے لیے بفتح السین اور باقیین کے لیے بکسر السین تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ کی بصری کے لیے بتاء مضمومہ وباء مکسورہ اور باقیین کے لیے بتائے مفتوحہ وباء مضمومہ نُسْقِیْکُمْ نحل میں اور مِنْ اِلٰهٍ غیرہ اعراف میں اور وَمِنْ کُلِّ زَوْجَیْنِ ہود میں مذکور ہو چکے ہیں مُنْزَلًا شعبہ کے لیے بفتح المیم وکسر الزاء اور باقیین کے لیے بضم المیم مع فتح الزاء ہے هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ ان دونوں میں وصلاً کوئی اختلاف نہیں ہے ہاں وقف میں کسائی اور یزی کے لیے وقف بالہاء ہوگا۔ اور باقیین کے لیے بالتاء کالرسم قِفْرًا کی بصری کے لیے بالتنوین اور باقیین کے لیے بغیر التنوین اور ارباب اموال وہ لوگ اپنی اپنی اصل پر ہیں یعنی رَبْوَةٍ بقرہ میں گذر چکا ہے وان هٰذِهٖ کوفیین کے لیے بکسر ہمزہ اور باقیین کے لیے بفتح الہمزہ ہے اور شامی کے لیے باسکان النون مخفف اور باقیوں کے لیے بتشدید النون ہے تَهْجُرُوْنَ نافع کے لیے بتاء مضمومہ وجیم مکسورہ اور باقیین کے لیے بتائے مفتوحہ وجیم مضمومہ ہے ام تسئلهم خرجا کہف میں مذکور ہوا فَخَرٰجُ رَبِّكَ شامی کے لیے بسکون الراء وبغیر الف ہے اور باقیین کے لیے بفتح الراء مع الالف ہے سَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ یعنی آخرین بصری کے لیے بالالف مع رفع الہاء اور باقیین کے لیے بغیر الف مع کسر لام وجر ہا کالخفض ہے اور کلمۂ اولیٰ میں کوئی اختلاف نہیں ہے عٰلِمِ الْغَیْبِ کی بصری شامی اور حفص کے لیے بکسر المیم اور باقیین کے لیے بضم المیم ہے فَتَعٰلَی اخوین کے لیے بالالف مع فتح الشین والتاء اور باقیین کے لیے بکسر الشین وسکون التاء بغیر الف ہے سَخْرِیًّا یہاں اور ص میں نافع اور اخوین کے لیے بضم السین اور باقیین کے لیے بکسر السین ہے اور زخرف میں کوئی اختلاف نہیں ہے اِنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ اخوین کے لیے بکسر ہمزہ اور باقیین کے لیے بفتح ہمزہ قٰلَ کَمْ لَبِثْتُمْ کی واخوین کے لیے بضم القاف بغیر الف قُلْ ہے اور باقیین کے لیے بفتح القاف مع الالف قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اخوین کے لیے بضم القاف بغیر الف مع سکون اللام ہے اور باقیین کے لیے بفتح القاف والالف قٰلَ تُرْجَعُوْنَ اخوین کے لیے بتائے مفتوحہ مع کسر جیم اور باقیین کے لیے بتائے مضمومہ وجیم مفتوحہ۔

www.toobaaelibrary.com

سورۃ النور مدنیۃ (۲۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۚ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۚ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

یہ ایک سورت ہے جس (کے الفاظ) کو (بھی) ہم (ہی) نے نازل کیا ہے اور اس (کے معانی یعنی احکام) کو (بھی) ہم (ہی) نے مقرر کیا ہے (خواہ وہ فرض وواجب ہوں یا مندوب ومستحب) اور ہم نے (ان احکام پر دلالت کرنے کے لیے) اس (سورت) میں صاف صاف آیتیں نازل کی ہیں تاکہ تم سمجھو (اور عمل کرو) زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد (دونوں کا حکم یہ ہے کہ) ان میں سے ہر ایک کے سو درے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ذرا رحم نہ آنا چاہئے (کہ رحم کھا کر چھوڑ دو یا سزا میں کمی کر دو) اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو اور دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہیے (تاکہ ان کی رسوائی ہو اور دیکھنے سننے والوں کو عبرت ہو) (زنا ایسی گندی چیز ہے کہ اس سے انسان کی طبیعت کا مزاج ہی بگڑ جاتا ہے اس کی رغبت بری ہی چیزوں کی طرف ہو جاتی ہے ایسے آدمی کی طرف رغبت بھی کسی ایسے ہی خبیث النفس کی ہو سکتی ہے جس کا اخلاقی مزاج بگڑ چکا ہو چناں چہ) زانی (اپنے زانی اور راغب الی الزنا ہونے کی حیثیت سے) نکاح بھی کسی کے ساتھ نہیں کرتا بجز زانیہ یا مشرکہ عورت کے اور (اسی طرح) زانیہ کے ساتھ بھی (اس کے زانیہ اور راغب الی الزنا ہونے کی حیثیت سے) اور کوئی نکاح نہیں کرتا بجز زانی یا مشرک کے اور یہ (ایسا نکاح جو زانیہ کے زانیہ ہونے کی حیثیت کے ساتھ ہو جس کا نتیجہ آئندہ بھی اس کا

www.toobaaelibrary.com

جتلائے زنا رہتا ہے یا کسی مشرک عورت کے ساتھ ہو) مسلمانوں پر حرام (اور موجب گناہ) کیا گیا ہے (گو صحت وعدم صحت میں دونوں میں فرق ہو کہ زانیہ بحیثیت زانیہ سے کوئی نکاح کر ہی لے تو گناہ ہونے کے باوجود نکاح منعقد اور صحیح ہو جاویگا اور مشرکہ سے نکاح کیا تو ناجائز و گناہ ہونے کے علاوہ وہ نکاح ہی نہیں ہوگا بلکہ باطل ہوگا) اور جو لوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو (جن کا زانیہ ہونا کسی دلیل یا قرینہ شرعیہ سے ثابت نہیں) اور پھر چار گواہ (اپنے دعوی پر) نہ لاسکیں تو ایسے لوگوں کو اسی درے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی قبول مت کرو (یہ بھی تہمت لگانے کی سزا ہی کا جز ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے مردود الشہادت ہو گئے یہ تو دنیا کی سزا کا ذکر تھا) اور یہ لوگ (آخرت میں بھی سزا کے مستحق ہیں کیوں کہ) فاسق ہیں لیکن جو لوگ اس کے بعد (خدا کے سامنے) توبہ کرلیں (کیوں کہ تہمت لگانے میں انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور حق اللہ کو ضائع کیا) اور (جس پر تہمت لگائی تھی اس سے معاف کرا کر بھی) اپنی (حالت کی) اصلاح کرلیں (کیوں کہ اس کا حق ضائع کیا تھا) تو اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت کرنے والا رحمت کرنے والا ہے (یعنی سچی توبہ کرنے سے عذاب آخرت معاف ہو جائے گا اگرچہ شہادت کا مقبول نہ ہونا جو دنیوی سزا تھی وہ باقی رہے گی کیوں کہ وہ حد شرعی کا جز ہے اور ثبوت جرم کے بعد توبہ کرنے سے حد شرعی ساقط نہیں ہوتی ہے) اور جو لوگ اپنی بیبیوں کو (زنا کی) تہمت لگائیں اور ان کے پاس بجز اپنے (اسی دعوی کے) اور کوئی گواہ نہ ہوں (جو عدد میں چار ہونے ضروری ہیں) تو ان کی شہادت (جو کہ دافع حبس یا حد قذف ہو) یہی ہے کہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہدے کہ بے شک میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ مجھ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں اور (اس کے بعد) عورت سے سزا (یعنی حبس یا حد زنا) اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ قسم کھا کر کہے کہ بیشک یہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر خدا کا غضب ہو اگر یہ مرد سچا ہو (اس طریق سے دونوں میاں بیوی سزائے دنیوی سے بچ سکتے ہیں البتہ وہ عورت اس مرد پر حرام ہو جاوے گی) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا کرم ہے (کہ ایسے ایسے احکام مقرر کیے جس میں انسان کے فطری جذبات کی پوری رعایت ہے) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا حکمت والا ہے تو تم بڑی مصیبتوں میں پڑ جاتے (جن کا بیان آگے آتا ہے)

تلخیص معارف و مسائل

پچھلی سورت المؤمنون میں مسلمانوں کی فلاح دنیا و آخرت کو جن اوصاف پر موقوف رکھا گیا ہے ان میں ایک اہم وصف شرمگاہوں کی حفاظت تھی، جو خلاصہ ہے ابواب عفت کا، اس سورت میں بیشتر احکام عفت

www.toobaaelibrary.com

کی حفاظت اور ستر و حجاب کے متعلق ہیں، اس کی تکمیل کے لیے حد زنا کا بیان آیا، اس سورت میں عفت کے اہتمام کے لیے متعلقہ احکام ذکر کیے گئے ہیں اسی لیے عورت کو اس سورت کی تعلیم کی خصوصی ہدایات آئی ہیں حضرت فاروق اعظمؓ نے اہل کوفہ کے نام اپنے ایک فرمان میں تحریر فرمایا "عَلِّمُوا نساءَ کم سورة النور، ، یعنی اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو خود اس سورت کی تمہید جن الفاظ سے کی گئی ہے کہ ,, سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا" یہ بھی اس سورت کے خاص اہتمام کی طرف اشارہ ہے۔ دربارۂ عفت جو احتیاطی چیزیں ہیں (آگے بیان آرہا ہے) زنا کا ارتکاب ان تمام احتیاطوں کو توڑ کر عفت کے خلاف انتہائی حد پر پہنچنا، اور احکام الٰہیہ کی کھلی بغاوت ہے۔ اسی لیے قرآن میں تمام انسانی جرائم پر مقرر کردہ تمام سزاؤں میں زنا کی سزا سب سے زیادہ شدید ہے جو جرم خود بڑا ہے اور اپنے ساتھ سینکڑوں جرائم لے کر آتا ہے۔ قرآن کریم نے چار جرائم کی سزا خود مقرر کی ہے، شراب نوشی، زنا کرنا، چوری، کسی پاکدامن عورت پر تہمت رکھنا۔

(۱) شریف انسان سب کچھ قربان کر سکتا ہے مگر اپنے حرم پر ہاتھ ڈالنے پر مرمٹنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ (۲) جس قوم میں زنا عام ہو جائے وہاں کسی کا نسب محفوظ نہیں رہتا بایں صورت اپنی بیٹی بہن بھی نکاح میں آسکتی ہے جو زنا سے بھی زیادہ اشد جرم ہے (۳) دنیا میں بدامنی اور فتنہ و فساد کا زیادہ تر سبب عورت ہوتی ہے اس سے کم مال ہوتا ہے۔

بیان احکام میں اکثر تو صرف مردوں کو مخاطب کر کے حکم دیدیا جاتا ہے، یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، اس میں عورتیں بھی ذکر کے بغیر شامل کر دی گئیں ہیں حکمت یہ ہے کہ جس طرح عورتوں کو مستور رہنے کا حکم ہے اس کے ذکر کو بھی مستور رکھ کر ضمناً بیان کیا گیا ہے، مگر جہاں کہیں شبہ ہوا خاص خاص آیتوں میں مستقلاً عورتوں کا ذکر بھی کر دیا جاتا ہے جیسے اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ اور اس میں بھی عورتوں کا ذکر مؤخر ہوتا ہے، جیسے چوری کی سزا میں اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ مگر سزائے زنا میں صرف صراحۃً ہی نہیں بلکہ عورت کا ذکر مرد پر مقدم کر کے بیان کیا گیا، اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ" عورت ضعیف الخلقت اور طبعی طور پر قابل رحم سمجھی جاتی ہے اگر صراحۃً ذکر نہ ہوتا تو عورت کا اس سزا سے مستثنیٰ ہونے کا شبہ ہو سکتا تھا، اور مقدم اس لیے کہ فعل زنا جیسے بے حیائی چیز، اور عورت جیسی فطری حیادار صنف جس کی عفت کی حفاظت کے لیے بڑے سامان جمع فرمائے گئے، اس کی طرف سے اس فعل کا صدور بہ نسبت مرد کے زیادہ اشد ہے، بخلاف چوری کے کہ چوری کا صدور عورت سے ہو جانا بہ نسبت مرد کے اُہوں اور کم درجہ ہے۔

www.toobaaelibrary.com

جلد بمعنی کوڑا مارنا، یہ جلد سے مشتق ہے، اس میں یہ اشارہ ہے کہ کوڑوں کی ضرب اس حد تک رہنی چاہئے کہ اس کا اثر انسان کی کھال تک رہے، گوشت تک نہ پہنچے۔ خود پیغمبرؐ نے اس کی تلقین فرمائی ہے کہ توسط و اعتدال ہو یعنی نہ بہت کم ہو کہ اس سے کوئی خاص تکلیف ہی نہ پہنچے۔ واضح ہو کہ زنا کی سزا کے احکام بتدریج آئے ہیں اور خفت سے شدت کے طرف بڑھتے گئے ہیں شراب کی طرح۔ زنا کی سزا کا پہلا حکم وہ ہے جو سورۂ نساء کی آیت ۱۵، ۱۶ میں بیان ہوا ہے، یعنی ثبوت زنا کا خاص طریقہ چار مردوں کی شہادت، اور عورت کو گھر میں قید رکھنا اور دونوں کو ایذا پہنچانا مذکور ہے، نیز یہ کہ یہ سزا آخری نہیں ہے، آئندہ کچھ اور حکم آنے والا ہے، اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا۔ کا یہی مفہوم ہے، اس سے اتنا معلوم ہوا کہ زنا کی ابتدائی سزا صرف تعزیری تھی، جو قاضی یا امیر کی صوابدید پر موقوف تھی، پھر سورۂ نور کی اس آیت نے وہ سبیل بتلادی، (ابن عباسؓ) یعنی سو کوڑے کی سزا، اور یہ سو کوڑے غیر شادی شدہ مرد اور عورت کے لیے مخصوص قرار دیکر فرمایا "یعنی الرَّجم لِلثَّیب وَالجلد للبکر" بخاری کتاب التفسیر یعنی شادی شدہ کے لیے سزا سنگسار کر کے ختم کر دینا ہے اور غیر شادی شدہ کے لیے سو کوڑے مارنا ہے۔ شادی شدہ کے لیے سو کوڑے، اور غیر شادی شدہ کے لیے رَجم کی سزا دوسری حدیث سے معلوم ہوئی، جو مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، مسند احمد، ابن ماجہ میں حضرت عبادہ ابن الصامتؓ کی روایت یوں آتی ہے، ارشاد رسالت ﷺ ہے "خُذُوا عنّی، خذ وا عنّی قد جعل اللّٰه لهُنَّ سبیلاً البکر بالبکر جلد مائة وتغریب عام والثّیب بالثّیب جلد مائة والرجم، ، (ابن کثیر)

یعنی مجھ سے علم حاصل کرلو، مجھ سے علم حاصل کرلو کہ اللہ تعالیٰ نے زانی مرد و عورت کے لیے وہ سبیل (انتظام والی) اب فرمادی ہے (سورہ نور میں) وہ یہ کہ غیر شادی شدہ کے لیے سو کوڑے، اور سال بھر جلاوطنی، اور شادی شدہ کے لیے سو کوڑے اور سنگسار۔

مزید سزا "سال بھر کی جلاوطنی،، اس میں اختلاف ہے فقہاء کا، امام اعظمؒ کے نزدیک یہ قاضی کی صوابدید پر ہے۔ دوسرے جزء میں سنگ ساری کے ساتھ "سو کوڑے بھی،، یہ دوسری روایات حدیث، نبی اکرمؐ اور اکثر خلفاء راشدین کے تعامل سے یہ ثابت ہے کہ یہ دونوں سزائیں جمع نہیں ہوں گی۔ صرف سنگساری رہے گی۔ دونوں سزاؤں میں سورۃ کی آیت پر زیادتی یہ بھی بذریعہ وحی ہی ہوتی ہوگی، چاہے یہ وحی غیر متلو ہو، خود حضورؐ نے صحابہ کرامؓ کے مجمع عام میں اس پر عمل فرمایا، ماعز اور غامدیہ پر رجم کی حد جاری فرمائی، جو تمام کتب حدیث میں اسانید صحیح کے ساتھ مذکور ہے اور ایک روایت صحیحین میں

www.toobaaelibrary.com

حضرت ابو ہریرہ اور زید بن خالد جہنیؓ سے ہے کہ ایک شادی شدہ عورت کا ملازم جو غیر شادی شدہ تھا اس کے ساتھ زنا ہوا۔ واقعہ کے اقرار کے بعد ارشاد فرمایا۔ لَا قضینّ بینکما بکتاب اللّٰہ، ، پھر فرمایا زانی لڑکا جو غیر شادی شدہ تھا۔ اسے سو کوڑے لگائے جائیں، اور عورت جو شادی شدہ تھی اسے رجم کیا جائے۔ (ابن کثیر نے اس حدیث میں دونوں کی سزاؤں کو "قضا بکتاب اللّٰہ" فرمایا۔ وجہ وہی ہے کہ آپؐ کو آیت کی مکمل تفسیر و تشریح اور تفصیلی حکم بذریعہ وحی تھا، وہ سارا کتاب اللہ ہی کے حکم میں ہے گو بعض حصہ اس میں سے کتاب اللہ میں مذکور اور متلو نہیں ہے۔

مسلم شریف اور بخاری و نسائی میں رجم سے متعلق ایک مفصل خطبہ سیدنا فاروق اعظمؓ کا مذکور ہے، اس کی روشنی میں سارے امور اس کے قرائن ہیں کہ فاروق اعظمؓ نے سورۃ نور کی آیت مذکورہ کی جو تفسیر، پیغمبرؐ سے سنی اس مجموعی تفسیر کو اور آں حضورؐ کے تعامل کو کتاب اللہ اور آیت کتاب اللہ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا اس معنی میں کہ آپ کی یہ تفسیر و تفصیل بحکم کتاب اللہ ہے، وہ کوئی مستقل آیت نہیں، ورنہ فاروق اعظمؓ کو قرآن کی کوئی آیت جو رہ گئی ہو اس کو اس کی جگہ لکھ دیں، کوئی طاقت روک نہیں سکتی تھی اور حاشیہ پر لکھنے کا جو ارادہ ظاہر فرمایا وہ بھی اس کی دلیل ہے کہ درحقیقت وہ کوئی مستقل آیت نہیں، بلکہ سورہ نور کی تفصیلات ہیں۔ اور بعض روایات میں جو اس جگہ مستقل آیت کے الفاظ مذکور ہیں وہ اسناد اور ثبوت کے اعتبار سے اس درجہ میں نہیں کہ اس کی بنا پر قرآن میں اس کا اضافہ کیا جا سکے۔

نیز سزائے رجم کے حکم کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہ سنت متواترہ سے قطعی الثبوت ہے جیسا کہ حضرت علیؓ سے یہی الفاظ منقول ہیں۔ حاصل دونوں کا ایک ہی ہے۔

سورۃ نور میں زنا کی سزا کا یہ دوسرا درجہ ہے، تیسرا درجہ وہ ہے جو پیغمبرؐ نے آیت نور نازل ہونے کے بعد ارشاد فرمایا کہ سو کوڑوں کی سزا غیر شادی شدہ کے لیے، اور شادی شدہ کے لیے رجم ہے، واضح رہے کہ اسلامی قانون میں جس جرم کی سزا سخت ہے یعنی زنا، اس کے ثبوت کے لیے شرائط بھی سخت رکھی گئیں ہیں۔ کہ کوئی شخص شہادت پر آسانی سے اقدام نہیں کر سکتا، اس سے متعلق مفصل احکام کتب فقہ میں دیکھے جائیں۔

"لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ" کیونکہ مجرموں پر رحم کھانے کا نتیجہ خلق خدا کے ساتھ بے رحمی ہے۔ اس لیے ممنوع ہے وَلْيَشْهَدْ الخ یہ بھی سزائے زنا کی خصوصیت ہے اسلام میں ابتداء جرائم کی پردہ پوشی کا حکم ہے لیکن معاملہ شہادت سے ثابت ہو جائے تو پھر مجرموں کی پوری رسوائی بھی عین حکمت

www.toobaaelibrary.com

قرار دی گئی ہے۔ اسی لیے صرف مظہر عام پر اکتفاء نہ کر کے مسلمانوں کی ایک جماعت کو اس میں حاضر اور شریک رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آیت (۳) اس میں زانی اور زانیہ سے مراد وہ ہیں جو زنا سے توبہ نہ کریں اور اپنی اس بری عادت پر قائم رہیں۔ اور اگر ان میں سے کوئی مرد کسی مصلحت سے کسی شریف عورت سے، یا ایسی عورت کسی نیک مرد سے نکاح کر لے تو نکاح شرعاً درست ہو جائیگا۔ اس آیت سے نکاح کی نفی لازم نہیں آتی۔ جمہور فقہاء امام اعظمؒ، مالک و شافعی وغیرہ حضرات اور صحابہ کرامؓ سے ایسے نکاح کرانے ثابت ہیں اور تفسیر ابن کثیر میں حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی فتویٰ منقول ہے۔

"وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ"، بعض مفسرین نے "ذلك" کا اشارہ زنا کی طرف قرار دیا ہے، لیکن یہ مراد سیاق آیت سے کسی قدر بعید ضرور ہے۔ اس لیے دوسرے مفسرین نے ذٰلِكَ کا اشارہ نکاح زانی و زانیہ اور مشرک و مشرکہ کی طرف قرار دیا ہے۔ اس طرح لفظ حُرِّمَ اس آیت میں مشرکہ کے حق میں پہلے معنی کے اعتبار سے اور زانیہ اور زانی کے حق میں دوسرے معنی کے اعتبار سے صحیح اور درست ہو گیا، اس تفسیر پر آیت کو منسوخ کہنے کی ضرورت نہ رہی جیسا کہ بعض مفسرین نے فرمایا ہے۔

آیت ۴: زنا کے متعلق تیسرا حکم جھوٹی تہمت کا جرم ہونا اور اس کی حد شرعی اسی کوڑے ہیں اس کا لازمی اثر یہ ہوگا کہ کسی شخص پر زنا کا الزام کوئی شخص اسی وقت لگانے کی جرأت کرے گا۔ جب اس فعل کو اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی ہو اور اس کو یہ یقین ہو کہ میرے ساتھ اور تین مردوں نے دیکھا ہے، اور وہ تینوں گواہی دیں گے، کیونکہ اگر گواہ نہ ہوئے، یا چار سے کم رہے یا گواہی میں ان کی شبہ ہے تو اکیلا یہ شخص گواہی دیکر تہمت زنا کی سزا کا مستحق بننا کسی حال میں گوارہ نہ کرے گا۔

نیز کسی غیر محرم مرد و عورت کو یکجا قابل اعتراض حالت یا بیحیائی کی باتیں کرتے ہوئے دیکھکر اس کی شہادت دینے پر کوئی پابندی نہیں ایسے امور میں بھی شرعاً قابل سزائے جرم ہیں۔ سزا حد شرعی نہیں، بلکہ تعزیری سزا قاضی یا حاکم کی صوابدید پر کوڑے لگانے کی دی جاتی ہے۔

مسئلہ: حد قذف چونکہ حق العبد ہے، اس لیے مقذوف یعنی جس پر تہمت لگائی گئی وہ حد جاری کرنے کا مطالبہ بھی کرے، ورنہ حد ساقط ہو جائیگی (ہدایہ) آیت نمبر ۶ تا ۹، زنا کے متعلقات میں چوتھا حکم یعنی لعان کا ہے، اصطلاح شرع میں زوجین کو چند خاص قسمیں دینے کو لعان کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی مذکورہ آیات کے مطابق یا تو اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے، یا مذکورہ الفاظ کے ساتھ پانچ مرتبہ یہ قسمیں کھائے اور اگر ان دونوں میں سے کوئی کام نہ کرے تو اسے قید میں رکھا جائے گا، اور اگر جھوٹے

www.toobaaelibrary.com

ہونے کا اقرار کرلیا، تو حد قذف جاری ہوگی۔ اس طرح عورت سے بھی، دونوں طرف سے لعان پورا ہوجانے پر یہ دونوں ہمیشہ کے لیے حرام ہوجائیں گے شوہر کو چاہئے کہ طلاق دیکر آزاد کردے، ورنہ قاضی دونوں میں تفریق کرسکتا ہے۔ شریعت میں یہ قانون لعان شوہر کے جذبات اور نفسیات کی رعایت کی بناء پر نافذ ہوا ہے، دوسرا شخص تو چار گواہ نہ ہونے پر خاموش رہ سکتا ہے تاکہ تہمت زنا کی سزا سے بچ سکے مگر شوہر کے لیے یہ معاملہ بہت سنگین ہے، کیونکہ خود آنکھ سے دیکھ لیا، اور گواہ موجود نہیں۔ اگر بولے تو تہمت کی سزا اور اگر نہ بولے تو عمر بھر خون کے گھونٹ پیتا رہے۔ اور زندگی وبال ہوجائے۔ اس لیے شوہر کے معاملہ کو عام قانون سے الگ کرکے اس کا مستقل قانون بنادیا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ لعان صرف میاں بیوی کے معاملہ میں ہوسکتا ہے، دوسروں کا حکم وہی ہے جو آیت نمبر ۴ میں گزرا ہے۔

آیت لعان سے متعلق کتب حدیث میں دو واقعے ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک ہلال ابن امیہؓ کا اور دوسرا واقعہ عویمر عجلانیؓ کا حافظ ابن حجر، اور امام نوویؒ نے دونوں میں تطبیق کی صورت یہ بیان کی ہے، کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلا واقعہ ہلال ابن امیہ کا تھا اور آیات لعان کا نزول اسی واقعہ کے بارے میں ہوا، اس کے بعد عویمرؓ کو ایسا ہی واقعہ پیش آگیا، انہیں ہلال بن امیہ کا معاملہ سابقہ معلوم نہ ہوگا تو پیغمبر ﷺ نے ان کو بتلایا کہ تمہارے معاملہ کا فیصلہ یہ ہے اور قرینہ یہ ہے کہ ہلال ابن امیہؓ کے واقعہ میں حدیث کے الفاظ ہیں" فنزل جبرئیل" اور عویمرؓ کے واقعہ میں الفاظ ہیں "قد انزل الله فیك،، جس کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ تمہارے واقعہ جیسے ایک واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نازل فرمادیا ہے۔

مسئلہ: لعان کے بعد اب یہ دونوں ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتے ہیں، المتلاعنان لا یجتمعان ابداً (حدیث)

مسئلہ: لعان کے بعد اب جو بچہ پیدا ہوگا وہ شوہر کے طرف منسوب نہیں ہوگا، بلکہ اس کی نسبت اس کی ماں کی طرف کی جاوے گی، پیغمبر علیہ السلام نے دونوں معاملات میں یہی فیصلہ فرمایا۔

مسئلہ: اگرچہ بعد لعان ان میں سے ایک جھوٹا ہے، آخرت کا عذاب اور بڑھ گیا، مگر دنیا کی سزا ساقط ہوگئی، اسی طرح دنیا میں اس کو زانیہ اور بچے کو ولد الزنا کہنا بھی کسی کے لیے جائز نہ ہوگا حضورؐ نے ہلال بن امیہ کے معاملہ میں یہ فیصلہ بھی فرمایا۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا

www.toobaaelibrary.com

هٰذَا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝
وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ
تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ
اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
الْاٰيٰتِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاللّٰهُ
يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ
الشَّيْطٰنِ ۚ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ
اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّىْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِى الْقُرْبٰى
وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ
وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ۝ اَلْخَبِيْثٰتُ
لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۗ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ
كَرِيْمٌ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(اے مسلمانوں تم جو صدیقہ عائشہؓ کے متعلق جھوٹی تہمت کی شہرت سے رنجیدہ ہو اس میں خود صدیقہ بھی داخل ہیں تو تم زیادہ غم نہ کرو کیوں کہ) جن لوگوں نے یہ طوفان (حضرت صدیقہ عائشہؓ کی نسبت) برپا کیا ہے وہ تمہارے میں کا ایک (چھوٹا سا) گروہ ہے (کیوں کہ تہمت لگانے والے کل چار تھے، ایک بالذات اور جھوٹی تہمت گھڑنے والا یعنی عبداللہ ابن ابی منافق، اور تین بالواسطہ جو اس کی خبر سے متاثر ہو گئے یعنی حسان، مسطح وحمنہ جو مؤمن مخلص تھے ان سب کو قرآن نے (منکم) میں داخل کیا یعنی مسلمانوں میں حالانکہ عبداللہ ابن ابی منافق تھا اس کی وجہ ان کا ظاہری دعوائے اسلام تھا۔ مطلب آیت کا تسلی دینا ہے کہ زیادہ غم نہ کرو، اول تو خبر جھوٹی، پھر ناقل بھی کل چار ہی آدمی، اور زیادہ آدمی تو اس کے مخالف ہی ہیں پس عرفاً بھی یہ موجب زیادہ غم کا نہ ہونا چاہیے آگے ایک اور طریقہ پر تسلی ہے کہ) تم اس (بہتان بندی) کو اپنے حق میں برا نہ سمجھو (گو ظاہر میں غم کی بات ہے مگر واقع میں اس سے تمہارا ضرر نہیں) بلکہ یہ (باعتبار انجام کے) تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے (کیوں کہ اس غم سے تم کو صبر کا ثواب ملا،

www.toobaaelibrary.com

تمہارے درجے بڑھے خصوصاً متہم حضرات کی براءۃ کے لیے نص قطعی آئی اور آئندہ بھی مسلمانوں کے حق میں خیر ہے کہ ایسے مصیبت زدہ اس واقعہ سے تسلی حاصل کیا کریں گے پس تمہارا تو کوئی ضرر نہ ہوا البتہ ان چرچا کرنے والوں کا ضرر ہوا کہ) ان میں سے ہر شخص کو جتنا کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا (مثلاً زبان سے کہنے والوں کو زیادہ گناہ اور سن کر خاموش رہ جانے والوں کو یا دل سے بدگمانی کرنے والوں کو اس کے موافق گناہ ہوا) اور ان میں جس نے اس (بہتان) میں سب سے بڑا حصہ لیا (کہ اس کو اختراع کیا مراد اس سے عبداللہ بن ابی منافق ہے) اس کو (سب سے بڑھ کر) سخت سزا ہوگی (مراد اس سے جہنم ہے جس کا استحقاق پہلے سے بوجہ کفر و نفاق و عداوت رسولؐ کے بھی تھا اب اور زیادہ سزا کا مستحق ہو گیا یہ تو غم زدوں کے ضرر کی نفی اور بہتان باندھنے والوں کے ضرر کا اثبات تھا آگے ان میں جو مؤمنین تھے ان کو ناصحانہ ملامت ہے کہ) جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی تو مسلمان مردوں (جن میں حسان و مسطح بھی آ گئے) اور مسلمان عورتوں نے (جن میں حمنہ بھی آ گئیں) اپنے آپس والوں کے ساتھ (یعنی حضرت صدیقہؓ اور ان صحابی کے ساتھ دل سے) گمان نیک کیوں نہ کیا اور (زبان سے) یہ کیوں نہ کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے جیسا کہ (درمنثور میں ابوایوبؓ اور ان کی زوجہ کا یہی قول مروی ہے اس میں بہتان باندھنے والوں کے ساتھ وہ بھی شامل ہیں جو سن کر خاموش رہے یا شک میں پڑ گئے ان سب پر بھی ملامت ہے جن میں عام مؤمنین و مؤمنات بھی داخل ہو گئے، آگے اس تہمت کو رد کرنے اور نیک گمان رکھنے کے وجوب کی وجہ ارشاد ہے کہ) یہ (بہتان لگانے والے) لوگ اس (اپنے قول) پر چار گواہ کیوں نہ لائے (جو کہ اثبات زنا کے لیے شرط ہے) سو جس حالت میں یہ لوگ گواہ (موافق قاعدہ کے) نہیں لائے تو بس اللہ کے نزدیک (جو قانون ہے اس کے اعتبار سے) یہ جھوٹے ہیں (آگے بہتان لگانے والوں میں جو مؤمن تھے ان پر بھی رحمت کا ذکر ہے) اور اگر (اے حسان و مسطح و حمنہ) تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا دنیا میں (بھی کہ توبہ کی مہلت دی) آخرت میں (بھی کہ توبہ کی توفیق دی اور اس کو قبول بھی کر لیا اگر یہ نہ ہوتا) تو جس مشغل میں تم پڑے تھے اس میں تم پر سخت عذاب واقع ہوتا (جیسا عبداللہ بن ابی کو بوجہ عدم توبہ کے ہوگا گو اس وقت مہلت دنیا میں اس کو بھی دیدی گئی مگر مجموعہ داریں میں رحمت نہیں ہے اور اس سے معلوم ہو گیا کہ صحابہؓ مقبول التوبہ اور پاک ہو کر آخرت میں مرحوم ہیں اور علیکم میں خطاب مؤمنین کو ہونے کا قرینہ اولاً اوپر کی آیت میں یہ ارشاد ہے: ظنّ المؤمنون ثانیا فی الآخرة، فرمانا کہ منافق تو آخرت میں جہنم کے درک

www.toobaaelibrary.com

اصل یعنی نچلے طبقہ کا مستحق ہے وہ یقیناً مرحوم فی الآخرۃ نہیں ہوسکتا۔ ثالثاً آگے یعظم لو لا فضل اللہ علیکم میں طبرانی نے ابن عباسؓ کا قول نقل کیا یرید مسطحا وحمنۃ وحسانا کذافی الدر المنثور یعنی لو لا فضل اللہ علیکم کے مخاطب صرف تین مومن ہیں۔ یعنی مسطح، حمنہ، حسان۔ آگے اس کا بیان ہے کہ مؤمنین پر اگر اللہ کا خاص فضل نہ ہوتا کہ ان کو توبہ کی توفیق دی اور توبہ بھی کرلی تو جو کام انہوں نے کیا تھا وہ اپنی ذات میں عذاب عظیم کا موجب تھا فرمایا) جب کہ تم اس (جھوٹ بات) کو اپنی زبان سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تم کو (کسی دلیل سے) مطلق خبر نہیں (اور ایسی خبر کے ناقل کا کاذب ہونا فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون، میں بیان ہو چکا ہے) اور تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے تھے حالاں کہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات (یعنی موجب گناہ عظیم) تھی (اول تو کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت خود بڑی معصیت ہے پھر وہ بھی کون، ازواج مطہرات میں سے کہ ان پر تہمت لگانا جناب رسول مقبول کی ایذاء کا سبب بنا۔ پس اس میں بہت سے اسباب معصیت کے جمع تھے) اور تم نے جب اس (بات) کو (اول) سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں کہ ایسی بات منہ سے بھی نکالیں۔ معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے (جیسا کہ بعض صحابہؓ نے اسی طرح کہا تھا جیسا کہ سعد بن معاذ و زید بن حارثہ و ابی ایوب سے اسی طرح کا قول منقول ہے اور زائد کی نفی نہیں ہے ممکن ہے اور بہتوں نے کہا ہو مطلب یہ کہ قاذفین اور ساکتین سب کو یہی کہنا چاہیے تھا۔ یہاں تک تو ماضی پر ملامت تھی اب مستقبل کے لیے نصیحت ہے جو کہ اصل مقصود ہے ملامت کا پس ارشاد ہے کہ) اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ تعالیٰ تم سے صاف صاف احکام بیان کرتا ہے (جس میں نصیحت اور حد قذف اور قبول توبہ جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں سب داخل ہیں) اور اللہ تعالیٰ بڑا جاننے والا حکمت والا ہے (تمہارے دل کی ندامت کا حال بھی اس کو معلوم ہے اس لیے توبہ قبول کرلی اور سیاست کی حکمت بھی خوب جانتا ہے اس لیے تمہیں سیاسۃً دنیا میں سزا دی گئی: بھذا فسرہ ابن عباس رواہ فی الدر. یہاں تک نزول براءۃ سے قبل تہمت کا تذکرہ کرنے والوں کا ذکر تھا، آگے ان کا ذکر ہے جو قرآن میں نزول براءۃ کے بعد بھی باز نہ آویں اور ظاہر ہے ایسا شخص بے ایمان ہی ہوگا پس ارشاد ہے) جو لوگ (بعد نزول ان آیات کے بھی) چاہتے ہیں (یعنی اس کی کوشش عملی کرتے ہیں) کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو (یعنی یہ خبر شائع ہو کہ ان مسلمانوں میں

www.toobaaelibrary.com

بے حیائی کی بات ہے حاصل مطلب یہ کہ جو لوگ ان حضرات مقدسین کی طرف زنا کی نسبت کرتے ہیں) ان کے لیے دنیا و آخرت میں سزائے دردناک (مقرر) ہے اور (اس امر پر سزا کا تعجب مت کرو کیوں کہ) اللہ تعالیٰ جانتا ہے (کہ کون معصیت کس درجہ کی ہے) اور تم (اس کی حقیقت پوری) نہیں جانتے (رواہ فی الدر عن الابن عباسؓ، آگے ان لوگوں کو خطاب ہے جنہوں نے توبہ کر لی اور اس آخرت کے عذاب عظیم سے محفوظ ہو گئے) اور (اے تائبین) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے (جس نے تم کو توفیق توبہ کی دی) اور یہ کہ اللہ بڑا شفیق بڑا رحیم ہے (جس نے تمہاری توبہ قبول کر لی) تو تم بھی (اس وعید سے) نہ بچتے (آگے مسلمانوں کی اپنی رحمت سے بلا تخصیص اس معصیت مذکورہ کے تمام معاصی سے احتراز رکھنے کا امر اور تزکیہ بالتوبہ کی تصریح ہے جو اہتمام کے واسطے بعنوانات مختلفہ مکرر ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ) اے ایمان والو تم شیطان کے قدم بقدم مت چلو (یعنی اس کے اغوا و اضلال پر عمل مت کرو) اور جو شخص شیطان کے قدم بقدم چلتا ہے تو وہ (ہمیشہ ہر شخص کو) بے حیائی اور نامعقول ہی کام کرنے کو کہے گا (جیسا کہ اس واقعہ افک میں تم نے دیکھ لیا) اور (شیطان کے قدم بقدم چل چلنے کے اور گناہ سمیٹ لینے کے بعد اس کے وبال و ضرر سے جو کہ ثابت ہو ہی چکا تھا نجات دیدینا یہ بھی ہمارا ہی فضل تھا ورنہ) اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی کبھی بھی (توبہ کر کے) پاک صاف نہ ہوتا (یا تو توبہ کی توفیق ہی نہ ہوتی جیسا منافقین کو نہ ہوئی اور یا توبہ قبول نہ کی جاتی۔ کیوں کہ ہم پر کوئی چیز واجب تو ہے نہیں) لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے (توبہ کی توفیق دے کر) پاک وصاف کر دیتا ہے (اور بعد توبہ کے اپنے فضل سے وعدہ قبولیت کا بھی فرما لیا ہے) اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے (پس تمہاری توبہ سن لی اور تمہاری ندامت جان لی اس لیے فضل فرما دیا۔ آگے اس کا بیان ہے کہ بعد نزول آیات برائۃ کے بعض صحابہ نے جن میں ابوبکر صدیقؓ بھی ہیں، رواہ البخاری اور دوسرے صحابہ بھی ہیں۔ کذا فی الدر المنثور عن ابن عباسؓ) شدت غیض میں قسم کھالی کہ جس جس نے یہ چرچا کیا ہے جن میں حاجتمند بھی تھے ان کو اب سے کسی قسم کی مالی امداد نہ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عفو تقصیر اور امداد جاری کر دینے کے لیے ارشاد فرماتے ہیں) اور جو لوگ تم میں وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں (یعنی اس قسم کے مقتضی پر قائم نہ رہیں بلکہ توڑ ڈالیں یہ مطلب ہے ورنہ قسم تو ہو ہی چکی تھی، یعنی ان صفات کا مقتضی ہے امداد کرنا خصوصاً جس میں کوئی سبب امداد کرنے کا

www.toobaaelibrary.com

ہو جیسے حضرت مسطح کہ وہ حضرت ابوبکر کے نزدیک کے رشتہ دار بھی ہیں اور معاف کردو اور مسکین اور مہاجر بھی ہیں آگے ترغیب کے لیے فرماتے ہیں کہ) کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کردے (سو تم بھی اپنے قصور واروں کو معاف کردو) بیشک اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے (سو تم کو بھی تخلق باخلاق الٰہیہ چاہیے آگے منافقین کی وعید کی تفصیل ہے جس کا اوپر: انّ الذین یحبون الخ، میں اجمالاً ذکر تھا یعنی) جو لوگ (بعد نزول آیات کے بدکاری کی) تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاک دامن ہیں (اور) ایسی باتوں (کے کرنے اور اس کے ارادے) سے (بھی محض) بے خبر ہیں (اور) ایمان والیاں ہیں (اور جن کی برائت نص قرآن سے ثابت ہو چکی ہے اور جمع لانا اس لیے ہے کہ سب ازواج مطہرات کو شامل ہو جاوے کہ الطیبات سے سب کی طہارت ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے لوگ جو ایسی مطہرات کو متہم کریں کافر اور منافق ہی ہو سکتے ہیں) ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے (یعنی خدا تعالیٰ کی رحمت خاصہ سے دارین میں وجہ کفر کے دور ہوں گے) اور ان کو (آخرت میں) بڑا عذاب ہوگا جس روز ان کے خلاف ان کی زبانیں گواہی دیں گی اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں بھی (گواہی دیں گے) ان کاموں کی جو یہ لوگ کیا کرتے تھے (مثلاً زبان کہے گی کہ اس نے میرے ذریعہ فلاں فلاں کفر کی بات بکی۔ اور ہاتھ پاؤں کہیں گے کہ اس نے ترویج کفریات کے لیے یوں تگاپو کی) اس روز اللہ تعالیٰ ان کو انکا واجبی بدلہ پورا پورا دیگا اور (اس روز ٹھیک ٹھیک) ان کو معلوم ہوگا کہ اللہ ہی ٹھیک فیصل کرنے والا (اور) بات (کی حقیقت) کو کھول دینے والا ہے (یعنی اب تو بوجہ کفر کے اس بات کا اعتقاد ان کو کما حقہ نہیں مگر قیامت کے روز معلوم ہو جاویگا اور یہ معلوم کر کے بالکل نجات سے مایوس ہو جائیں گے کیوں کہ ان کے مناسب فیصلہ عذاب ابدی ہے یہ آیتیں غیر تائبین کے بارے میں ہیں جو نزول آیات برائت کے بعد بھی اعتقاد تہمت سے باز نہیں آئے تائبین کو فضل اللہ ورحمتہ میں مرحوم دارین فرمایا اور غیر تائبین کو لُعِنُوا میں ملعون دارین فرمایا۔ تائبین کو: لمسکم فی ما افضتم فیہ عذاب عظیم میں عذاب سے محفوظ بتلایا تھا اور غیر تائبین کو لھم عذاب عظیم، میں ونیز اس سے قبل والذی تولیٰ کبرہ الخ، میں بتلائے عذاب بتلایا۔ تائبین کے لیے انّ اللہ غفور رحیم، میں بشارت عفو وغفران یعنی ستر معصیت کی فرمائی تھی اور غیر تائبین کے لیے تشھد اور یوفیھم، میں وعید عدم عفو اور فضیحت کی فرمائی۔ تائبین کو ما زکی منکم الخ میں طاہر بتلایا تھا غیر تائبین کو اگلی آیت میں خبیث فرمایا جس میں مضمون برائت پر استدلال کر کے قصہ کو ختم فرمایا ہے یعنی

www.toobaaelibrary.com

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ) گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق ہوتے ہیں (ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ ضروریات سے ہے کہ جناب رسول اللہؐ کو ہر چیز آپ کے لائق اور مناسب ہی دی گئی ہے اور وہ ستھری ہی چیزیں ہیں تو ضرور اس مقدمہ ضروریہ کے اعتبار سے آپ کی بی بی بھی ستھری ہیں اور ان کے ستھرے ہونے سے اس تہمت خاص سے حضرت صفوان کا منزہ ہونا بھی لازم آیا اسی لیے آگے فرماتے ہیں کہ) یہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ (منافق) بکتے پھرتے ہیں ان (حضرات) کے لیے (آخرت میں) مغفرت اور عزت کی روزی (جنت) ہے۔

تلخیص معارف ومسائل

ابھی اوپر کی آیات میں حد قذف کا ذکر ہوا ہے، یہ مسئلہ عام مسلمان پاکدامن عورتوں کے متعلق تھا، اور ۶ھ میں بعض منافقین نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر ایسی تہمت گڑھی تھی اور تقلیداً بعض مسلمان بھی اس کا تذکرہ کرنے لگے تھے یہ معاملہ عام مسلمان پاکدامن عورتوں کے معاملہ سے کہیں زیادہ اشد تھا اس لیے قرآن کریم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت اور پاکی کے بیان میں اس جگہ دس آیتیں مذکور الصدر نازل فرمائیں (اَنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ تَاوَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ) جن میں حضرت صدیقہؓ کی برأت ونزاہت کا اعلان اور ان کے معاملہ میں جن لوگوں نے افترا اور بہتان میں کسی طرح کا حصہ لیا تھا ان سب کو تنبیہ اور دنیا وآخرت میں ان کے وبال کا بیان ہے یہ بہتان بندی کا واقعہ قرآن وحدیث میں واقعہ افک کے نام سے مشہور ہے۔ افک کہتے ہیں بدترین قسم کے جھوٹ وافترا وبہتان کو۔

قصہ افک وبہتان

صحیحین اور دوسری کتب حدیث میں یہ واقعہ غیر معمولی طویل تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ جب رسول اللہؐ غزوہ بنی المصطلق میں جس کو غزوہ مریسیع بھی کہا جاتا ہے ۶ ہجری میں تشریف لے گئے تو امہات المؤمنین میں سے حضرت صدیقہ عائشہؓ ساتھ تھیں، حضرت عائشہؓ کا اونٹ جس پر ان کا ہودج (پردہ دار محمل) ہوتا تھا اور چوں کہ اس وقت احکام پردہ کے نازل ہو چکے تھے تو معمول یہ تھا کہ صدیقہ عائشہؓ اپنے ہودج میں سوار ہو جاتیں پھر لوگ اس ہودج کو اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے۔ غزوہ سے فراغت اور مدینہ طیبہ کی طرف واپسی میں ایک روز یہ قصہ پیش آیا کہ ایک منزل میں قافلہ ٹھہرا آخر شب میں

www.toobaaelibrary.com

کوچ سے کچھ پہلے اعلان کیا گیا کہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے تاکہ لوگ اپنی اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو کر تیار ہو جاویں۔ حضرت عائشہؓ کو قضاء حاجت کی ضرورت تھی اس سے فراغت کے لیے جنگل کی طرف چلی گئیں وہاں اتفاق سے ان کا ہار ٹوٹ کر گر گیا اس کی تلاش میں ان کو دیر لگ گئی، جب واپس اپنی جگہ پہنچیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے ان کے اونٹ کا قصہ یہ ہوا کہ جب کوچ ہونے لگا تو عادت کے مطابق حضرت عائشہؓ کا ہودج یہ سمجھ کر اونٹ پر سوار کر دیا گیا کہ حضرت صدیقہؓ اس میں موجود ہیں اٹھاتے وقت بھی کچھ شبہ اس لیے نہ ہوا کہ اس وقت حضرت عائشہؓ کی عمر کم اور بدن میں نحیف تھیں کسی کو یہ اندازہ ہی نہ ہوا کہ ہودج خالی ہے چناں چہ اونٹ کو ہانک دیا گیا۔ حضرت عائشہؓ نے اپنی جگہ واپس آ کر قافلہ کو نہ پایا تو بڑی دانشمندی اور وقار و استقلال سے کام لیا کہ قافلہ کے پیچھے دوڑنے اور ادھر ادھر تلاش کرنے کے بجائے اپنی جگہ چادر اوڑھ کر بیٹھ گئیں اور خیال کیا کہ جب آں حضرتؐ اور رفقاء کو یہ معلوم ہوگا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں تو مجھے تلاش کرنے کے لیے یہاں پہنچیں گے اگر میں ادھر ادھر کہیں اور گئی تو ان کو تلاش میں مشکل ہوگی اس لیے اپنی جگہ پر چادر میں لپٹ کر بیٹھ رہیں۔ آخر رات کا وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ کر آنکھ لگ گئی۔

دوسری طرف قدرت نے یہ سامان کیا کہ حضرت صفوان بن معطل صحابیؓ جن کو آں حضرتؐ نے اسی خدمت کے لیے مقرر کیا ہوا تھا کہ وہ قافلہ کے پیچھے رہیں اور قافلہ روانہ ہونے کے بعد گری پڑی کوئی چیز رہ گئی ہو تو اس کو اٹھا کر محفوظ کر لیں، وہ صبح کے وقت اس جگہ پہنچے، ابھی روشنی پوری نہ تھی اتنا دیکھا کہ کوئی آدمی پڑا سو رہا ہے۔ قریب آئے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ کو پہچان لیا کیوں کہ انھوں نے پردہ کے احکام نازل ہونے سے پہلے ان کو دیکھا تھا۔ پہچاننے کے بعد انتہائی افسوس کے ساتھ ان کی زبان سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ نکلا۔ یہ کلمہ صدیقہؓ کے کان میں پڑا تو آنکھ کھل گئی اور چہرہ ڈھانپ لیا۔ حضرت صفوانؓ نے اپنا اونٹ قریب لا کر بٹھا دیا۔ حضرت صدیقہؓ اس پر سوار ہو گئیں اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر پیادہ پا چلنے لگے۔ یہاں تک کہ قافلہ میں مل گئے۔

عبداللہ بن اُبی بڑا خبیث منافق رسول اللہ کا دشمن تھا اس کو ایک بات ہاتھ لگ گئی اور کم بخت نے وہی تباہی بکنا شروع کیا اور بعض بھولے بھالے مسلمان بھی سنی سنائی اس کا تذکرہ کرنے لگے۔ جیسے حضرت حسان حضرت مسطح مردوں میں سے اور حضرت حمنہ عورتوں میں سے تفسیر درمنثور میں بحوالہ ابن مردویہ حضرت ابن عباسؓ کا یہی قول نقل کیا ہے کہ افاکہ ابی عبداللہ ابن ابی حسان ومسطح وحمنہ

www.toobaaelibrary.com

جب اس منافق کے بہتان کا چرچا ہوا تو خود رسول اللہؐ کو اس سے سخت صدمہ پہنچا، صدیقہ عائشہؓ کو تو اتہائی صدمہ پہنچنا ظاہر ہی ہے عام مسلمانوں کو بھی اس سے سخت رنج وافسوس ہوا۔ ایک مہینہ تک یہی قصہ چلتا رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ کی برأت اور بہتان باندھنے یا اس میں شریک ہونے والوں کی مذمت میں مذکورہ بالا آیات نازل فرمادیں جن کی تفسیر آگے آتی ہے۔ قرآنی ضابطہ کے مطابق جس کا ذکر ابھی حدِ قذف کے تحت میں آچکا ہے تہمت لگانے والوں سے شہادت کا مطالبہ کیا گیا وہ تو ایک بالکل ہی بے بنیاد خبر تھی گواہ کہاں سے آتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ نبی کریمؐ نے تہمت لگانے والوں پر شرعی ضابطہ کے مطابق حد قذف جاری کی، ہر ایک کو اسی اسی کوڑے لگائے۔ بزار اور ابن مردویہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ اس وقت رسول اللہؐ نے تین مسلمانوں پر حدِ قذف جاری فرمائی، مسطح حمنہ حسانؓ اور طبرانی نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہؐ نے اس موقع پر عبداللہ بن اُبی منافق جس نے اصلی تہمت گھڑی تھی اس پر دوہری حد جاری فرمائی پھر مومنین نے توبہ کرلی اور منافقین اپنے حال پر قائم رہے (بیان القرآن)

پیغمبرؐ کے دشمنوں نے آپ کے خلاف اپنی ساری تدبیریں صرف کرڈالیں جو ایذائیں آپ کو کفار کے طرف سے پہنچی ہیں ان میں شاید یہ آخری سخت اور روحانی ایذا تھی جو حضرت عائشہ جواز واج مطہرات میں سب سے افضل عالمہ فاضلہ اور مقدس ترین ام المؤمنات پر اور حضرت صفوان بن معطلؓ جیسے مقدس صحابی پر عبداللہ بن ابی منافق نے تہمت گڑھی سب سے زیادہ رنجدہ یہ بات ہوئی کہ چند سیدھے سادے مسلمان بھی ان کی سازش سے متاثر ہوئے۔

درحقیقت اس واقعہ افک نے حضرت عائشہؓ کی عفت وتقدس کے ساتھ ان کے اعلیٰ عقل وفہم کے کمالات کو بھی روشن کردیا۔ اسی لیے پہلی آیت میں فرمایا۔ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ" اس سے بڑی خیر کیا ہوگی کہ دس آیات میں ان کی پاکی کی شہادت دی جو قیامت تک تلاوت کی جائیں گی خود فرماتی ہیں کہ مجھے اپنی جگہ یہ تو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آپؐ پر میری صفائی اور برأت ظاہر فرمادیں گے، مگر خود کو اس قابل نہیں سمجھتی تھی کہ میرے معاملہ میں قرآن کی دس آیات نازل ہوجائیں گی جو ہمیشہ پڑھی جائیں گی۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں گھر آکر اپنے کاموں میں مشغول ہوگئی، ان کو کچھ خبر نہ تھی کہ منافقین نے ان کے بارے میں کیا خبریں اڑائی ہیں فرماتی ہیں سفر سے واپسی کے بعد میری کچھ طبیعت

www.toobaaelibrary.com

خراب ہوگئی، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوگئی کہ میں پیغمبرؐ کا وہ لطف وکرم اپنے ساتھ نہ دیکھتی تھی جو ہمیشہ سے معمول تھا، مجھے کچھ خبر تو تھی نہیں کہ ایسا کیوں ہے، میں اسی غم میں گھلنے لگی۔ ایک روز اپنی کمزوری کی وجہ سے مسطح صحابیؓ کی والدہ ام مسطح کو ساتھ لے کر قضاء حاجت کے لیے گئی، واپسی پر ام مسطح کا پاؤں ان کی بڑی چادر میں الجھ گیا، وہ گر پڑیں اس وقت ان کی زبان سے بددعا کا یہ کلمہ "تَعِسَ مِسطح" نکلا یہ کلمہ ان کی زبان سے سن کر حضرت عائشہؓ کو بڑا تعجب ہوا، انہوں نے کہا، تم ایک نیک آدمی کو جو غزوۂ بدر کا شریک تھا برا کہتی ہو، بری بات ہے۔ اس پر ام مسطح نے تعجب سے کہا: بیٹی کیا تم کو خبر نہیں میرا بیٹا مسطح کیا کہتا پھرتا ہے، میرے پوچھنے پر سارا واقعہ افک بیان کیا، فرماتی ہیں یہ سن کر میرا مرض دوگنا ہوگیا۔ جب میں گھر پر واپس آئی اور حضور نے تشریف لا کر حسب معمول سلام کیا اور مزاج پرسی فرمائی تو صدیقہؓ نے اجازت طلب کی کہ اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں، آپ نے اجازت دیدی، مقصد والدین سے تحقیق کرنی تھی، میں نے جا کر والدہ سے پوچھا انہوں نے تسلی دی کہ تم جیسی عورت کے دشمن ہوا کرتے ہیں اور ایسی چیزیں مشہور کیا کرتے ہیں، تم اس کے غم میں نہ پڑو، خود بخود معاملہ صاف ہوجائے گا، میں نے کہا، سبحان اللہ: لوگوں میں اس کا چرچا ہو چکا میں اس پر کیسے صبر کروں میں ساری رات روتی رہی، میرا آنسو نہ تھما، نہ آنکھ لگی، دوسری طرف پیغمبرؐ اس خبر سے سخت غمگین تھے اور اس عرصہ میں اس معاملہ کے متعلق کوئی وحی بھی آپ پر نہ آئی تھی اس لیے آپؐ نے حضرت علیؓ اور اسامہ ابن زیدؓ جو دونوں گھر کے ہی آدمی تھے ان سے مشورہ لیا کہ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے حضرت اسامہؓ نے تو کھل کر عرض کیا کہ جہاں تک ہمارا علم ہے ہمیں عائشہؓ کے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ان کی کوئی بات ایسی نہیں جس سے بدگمانی کی راہ پیدا ہو۔ آپ ان افواہوں کی کچھ پرواہ نہ کریں حضرت علیؓ نے (آپ کو غم واضطراب سے بچانے کے لیے) یہ مشورہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کچھ تنگی نہیں فرمائی اگر افواہوں کی بناء پر عائشہؓ کی طرف سے کچھ تکدر طبعی ہوگیا ہے تو عورتیں بہت ہیں اور آپ کا یہ تکدر اس طرح بھی رفع ہوسکتا ہے کہ بریرہؓ جو صدیقہ عائشہؓ کی کنیز ہیں ان سے ان کے حالات کی تحقیق فرمالیجئے چنانچہ آپؐ نے بریرہؓ سے پوچھ گچھ فرمائی انہوں نے عرض کیا اور تو کوئی بات عیب کی مجھے ان میں نظر نہیں آئی بجز اس کے کہ نوعمر لڑکی ہیں بعض اوقات آٹا گوندھ کر رکھ دیتی ہیں خود سو جاتی ہیں بکری آکر آٹا کھا جاتی ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے یہ سارا دن پھر دوسری رات بھی مسلسل روتے ہوئے گزری میرے والدین بھی میرے پاس آگئے تھے وہ ڈر رہے تھے کہ رونے سے

www.toobaaelibrary.com

میرا کلیجہ پھٹ جائے گا، میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ پیغمبرؐ تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھ گئے، جب سے یہ قصہ چلا تھا آپ میرے پاس آ کر نہ بیٹھے تھے۔ پھر آپ نے ایک مختصر خطبۂ شہادت پڑھا، اے عائشہ مجھے تمہارے بارے میں یہ باتیں پہنچی ہیں۔ اگر تم بری ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ تمہیں بری کر دیں گے (یعنی برائت کا اظہار بذریعہ وحی فرما دینگے۔ اور اگر تم سے کوئی لغزش ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ واستغفار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں جب رسول اللہؐ نے اپنا کلام پورا فرما لیا تو میرے آنسو بالکل خشک ہو گئے میری آنکھوں میں ایک قطرہ نہ رہا، میں نے اپنے والد ابوبکر صدیق سے کہا کہ آپ پیغمبرؐ کی بات کا جواب دیجئے، انہوں نے نے عذر کر دیا کہ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ جواب دیجئے انہوں نے بھی عذر کر دیا کہ میں کیا کہہ سکتی ہوں، اب مجبور ہو کر مجھے ہی بولنا پڑا۔ حضرت صدیقہؓ نے جو کچھ فرمایا وہ ایک عجیب وغریب عاقلانہ فاضلانہ کلام ہے ان کے الفاظ یہ لکھے جاتے ہیں:

"وَاللّٰہ لقد عرفت لقد سمعتم ھٰذا لحدیث حتّٰی استقرّ فی انفسکم وصدقتم بہ ولئن قلت لکم انی بریئۃ واللہ یعلم انی بریئۃ لا تصدقونی ولان اعترفت لکم با مر واللہ یعلم انی منہ بریئۃ لتصدقونی واللہ لا اجدلی ولکم مثلا الا کما قال ابو یوسف، فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَّاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ"

ترجمہ: واللہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپؐ نے اس بات کو سنا اور سنتے رہے یہاں تک کہ آپ کے دل میں بیٹھ گئی اور آپ نے اس کی (عملاً) تصدیق کر دی۔ اب اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں اس سے بری ہوں جیسا کہ اللہ جانتا ہے کہ واقعی میں بری ہوں تو آپ میری تصدیق نہ کریں گے اور اگر میں ایسے کام کا اعتراف کر لوں جس سے میرا بری ہونا اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو آپ میری بات مان لیں گے۔ واللہ اب میں اپنے اور آپ کے معاملہ کی کوئی مثال بجز اس کے نہیں پاتی جو یوسف کے والد یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کی غلط بات سن کر فرمائی تھی کہ میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس معاملہ میں مدد طلب کرتا ہوں جو تم بیان کر رہے ہو، حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ اتنی بات کر کے میں الگ اپنے بستر پر جا کر لیٹ گئی اور فرمایا کہ مجھے یقین تھا کہ جیسا کہ میں فی الواقع بری ہوں اللہ تعالیٰ میری برأت کا اظہار بذریعہ وحی ضرور فرمائینگے لیکن یہ وہم وخیال بھی نہ تھا کہ میرے معاملہ میں

www.toobaaelibrary.com

قرآن کی آیات نازل ہونگی جو ہمیشہ تلاوت کی جائیگی۔ کیونکہ میں اپنا مقام ان سے بہت کم محسوس کرتی تھی، ہاں یہ خیال تھا کہ غالباً آپ کو خواب میں میری برأت ظاہر کردی جائیگی۔ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہؐ اپنی اس مجلس سے ابھی نہیں اٹھے تھے اور گھر والوں میں بھی کوئی نہیں اٹھا تھا کہ آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو نزول وحی کے وقت ہوا کرتی تھی، جب یہ کیفیت رفع ہوئی تو رسول اللہؐ ہنستے ہوئے اٹھے اور سب سے پہلے جو کلمہ فرمایا وہ یہ تھا "اَبْشِرِیْ یَا عَائِشَۃُ اَمَّا اللّٰہ فقد ابرأک، اے عائشہ خوشخبری سنو اللہ تعالیٰ نے تو تمہیں بری کردیا، میری والدہ نے کہا کہ کھڑی ہو جاؤ اور آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہو، میں نے کہا کہ نہ میں اس معاملہ میں اللہ کے سوا کسی کا احسان مانتی ہوں نہ کھڑی ہونگی، میں اپنے رب کی شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے بری فرمایا۔ سیدنا حضرت یوسفؑ پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹے بچے کو قوت گویائی دیکر اس کی شہادت سے ان کی برائت ظاہر فرمائی۔ حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کا فرزند حضرت عیسیٰؑ سے ان کو بری کیا، اور حضرت صدیقہؓ پر تہمت لگائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی دس آیات نازل کرکے ان کی برأت کا اعلان کیا۔ جس نے ان کے فضل وعزت کو اور بڑھا دیا۔ آپ کے فضائل ومناقب کے لیے سیرت عائشہ وغیرہ کتابیں دیکھی جائیں۔

مسلمانوں میں سے دو مرد، ایک عورت اس میں مبتلا ہوئے جن پر نزول آیات کے بعد حضورؐ نے حد جاری کی۔ یہ دونوں بدری صحابی ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مغفرت کا اعلان فرمایا ہے۔ اس لیے حضرت عائشہؓ سے کوئی حضرت حسانؓ کی برائی کرتا تو وہ پسند نہ کرتی تھیں، صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حسانؓ نے حضورؐ کی طرف سے کفار کا شاعرانہ مقابلہ خوب کیا ہے اس لیے ان کو برا نہیں کہنا چاہئے، وہ جب حضرت صدیقہؓ کے پاس حاضر ہوتے تو ان کو تعظیم وتکریم کے ساتھ بٹھاتی تھیں۔

"لَا تَحْسَبُوْہُ شَرًّا لَّکُمْ" اس میں خطاب ان سب مؤمنین کو ہے جن میں اس افواہ سے صدمہ پہنچا۔ ان کا تو نزول آیات سے اعزاز بڑھا دیا، اور جنہوں نے یہ حرکات کی تھیں ان پر وعید شدید نازل فرمادی جو قیامت تک محرابوں میں پڑھی اور تلاوت کی جائے گی۔

آیت: ۱۲: بِاَنْفُسِہِمْ،، یعنی جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو بدنام ورسوا کرتا ہے وہ درحقیقت اپنے آپ ہی کو رسوا کرتا ہے، کیونکہ اسلام کے رشتہ نے سب کو ایک بنا دیا ہے۔ جیسے قرآن نے فرمایا لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَکُمْ،، لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ،، وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ،،

www.toobaaelibrary.com

فَسَلِّمُوْا اَنْفُسَكُمْ،، قرآن کی اسی تعلیم کا اثر تھا جب مسلمان ابھرے تو پوری قوم کے ساتھ ابھرے، اور چھوڑنے کا نتیجہ آنکھوں کے سامنے ہے کہ ہر ہر فرد گرا، سب گر گئے۔

مسئلہ: جب تک مسلمان کے خلاف دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو جائے، اس کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب ہے، الزام کو رد کرنا اور اسے جھوٹ قرار دینا واجب ہے، عین تقاضائے ایمان ہے۔

آیت: ۱۹: جہاں ثبوت اور سزا نہ ہو تو ایسی خبروں کی اشاعت کو قرآن نے مسلمانوں میں فواحش پھیلانے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ کاش مسلمان اس پر غور کریں۔ آیت: ۲۲: حضرت مسطح، صدیق اکبرؓ کے عزیز تھے، اور مفلس بھی، صدیق اکبرؓ انکی مالی مدد فرمایا کرتے تھے، اس واقعہ میں یک گونہ ان کی شرکت سے حضرت صدیق اکبرؓ کو صدمہ پہنچا جس سے قسم کھا بیٹھے کہ آئندہ ان کی مالی مدد نہ کریں گے، اس آیت میں ایک اعلیٰ اخلاقی تعلیم دی گئی۔ لیکن چونکہ یہ مدد ان پر واجب نہ تھی اس لیے قرآن کریم نے عنوان اہل علم و فضل کا اختیار کیا کہ جسے اللہ نے دینی کمالات عطا فرمائے ہیں اور جن کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی وسعت بھی ہے انہیں ایسی قسم نہیں کھانی چاہئے۔ آخر آیت میں فرمایا: اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ،، تو صدیق اکبرؓ نے فوراً کہا: واللہ انی احبُّ ان یغفر اللہ لی، اور پھر فوراً ہی مسطح کی مالی امداد جاری فرما دی اور یہ بھی فرمایا، اب کبھی یہ امداد بند نہ ہوگی (بخاری مسلم)

تنبیہ: آیات برأت نازل ہونے کے بعد جو شخص حضرت صدیقہؓ پر تہمت لگائے وہ بلاشبہ کافر، منکر قرآن ہے جیسے شیعوں کے بعض فرقے، ان کے کفر میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں، یہ باجماع امت کافر ہیں۔

آیت: ۲۶: اس آیت میں ایک عام ضابطہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ نے طبائع میں طبعی طور پر جوڑ رکھا ہے، انبیاء کرام پاکی اور صفائی میں مثالی ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ ان کی ازواج بھی ان کے مناسب عطا فرماتے ہیں اور پیغمبر ﷺ تو سردار انبیاء ہیں لہٰذا انکی ازواج بھی انہیں کی مناسب عطا فرمائی ہیں اور حضرت صدیقہؓ ان سب میں ممتاز ہیں۔ واضح ہو کہ حضرت نوح و لوط علیہما السلام کی بیویاں کافرہ تو تھیں مگر فسق و فجور میں مبتلا نہ تھیں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ”ما بغت امرأة نبي قط،، (درمنثور) یعنی کسی نبی کی عورت نے کبھی زنا نہیں کیا۔ کفر طبعی نفرت کا موجب نہیں، مگر بدکاری طبعی طور پر موجب نفرت عوام ہے۔ (بیان القرآن)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا

www.toobaaelibrary.com

تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا ۚ هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰي جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَاۗءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَاۗىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰي عَوْرٰتِ النِّسَاۗءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَاۗىِٕكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَاۗءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۠ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَي الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

حکم پنجم استیذان اور آداب ملاقات باہمی کسی کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت حاصل کرنا

سورۂ نور کے شروع ہی سے فواحش اور بے حیائی کی روک تھام کے لیے ان سے متعلقہ جرائم کی سزاؤں کا ذکر اور بے دلیل کسی پر تہمت لگانے کی مذمت کا بیان تھا آگے انہی فواحش کے انسداد اور عفت وعصمت کے تحفظ کے لیے ایسے احکام دیئے گئے ہیں جن سے ایسے حالات ہی پیدا نہ ہوں جہاں سے بے حیائی کو راستہ ملے انہی احکام میں سے استیذان کے مسائل واحکام ہیں کہ کسی شخص کے مکان میں بغیر اس کی اجازت کے داخل ہونا یا اندر جھانکنا ممنوع کر دیا گیا جس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ غیر محرم عورتوں پر نظر نہ پڑے۔ آیات مذکورہ میں مختلف قسم کے مکانات کے مختلف احکام بیان کئے گئے ہیں۔ مکانات کی چار قسمیں ہیں۔ ایک خاص اپنے رہنے کا مکان جس میں کسی دوسرے کے آنے کا احتمال نہیں۔ دوسرے وہ مکان جس میں کوئی اور بھی رہتا ہو خواہ وہ اپنے محارم ہی کیوں نہ ہوں یا کسی اور کے

www.toobaaelibrary.com

اس میں آجانے کا احتمال ہو۔ تیسری قسم وہ مکان جس میں کسی کا بالفعل رہنا یا نہ رہنا دونوں کا احتمال ہو۔ چوتھی قسم وہ مکان جو کسی خاص شخص کی رہائش کے لیے مخصوص نہ ہو جیسے مسجد۔ مدرسہ۔ خانقاہ وغیرہ عام لوگوں کے انتفاع اور آمد و رفت کی جگہیں۔ ان میں قسم اوّل کا حکم تو ظاہر تھا کہ اس میں جانے کے لیے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں اس لیے اس کا ذکر ان آیات میں صراحۃً نہیں کیا گیا باقی تین قسموں کے مکانات کے احکام اگلی آیتوں میں بیان فرماتے ہیں کہ) اے ایمان والو! تم اپنے (خاص رہنے کے) گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں (جن میں دوسرے لوگ رہتے ہوں خواہ وہ ان کی ملک ہوں یا کسی سے عاریۃً رہنے کو لے لیے ہوں یا کرایہ پر لیے ہوں) داخل مت ہو جب تک اجازت حاصل نہ کرلو (اور اجازت لینے سے پہلے) ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرلو (یعنی اوّل باہر سے سلام کر کے پھر ان سے پوچھو کہ کیا ہمیں اندر آنے کی اجازت ہے اور بغیر اجازت لیے ویسے ہی مت گھس جاؤ۔ اور اگر چہ بعض لوگ اجازت لینے کو اپنی شان کے خلاف سمجھیں لیکن واقع میں) یہ ہی تمہارے لیے بہتر (کہ اجازت لے کر جاؤ اور یہ بات تم کو اس لیے بتائی) تا کہ تم خیال رکھو (اور اس پر عمل کرو کہ اس میں بڑی حکمتیں ہیں۔ یہ حکم ہوا مکانات کی قسم دوم کا) پھر اگر ان گھروں میں تم کو کوئی آدمی معلوم نہ ہو (خواہ واقع میں وہاں کوئی ہو یا نہ ہو) تو (بھی) ان گھروں میں نہ جاؤ جب تک تم کو اجازت نہ دی جائے (کیونکہ اوّل تو یہ احتمال ہے کہ اس میں کوئی موجود ہو اگر چہ تمہیں معلوم نہیں۔ اور واقع میں کوئی موجود نہ ہو تو دوسرے کے خالی مکان میں بھی بلا اجازت گھس جانا، دوسرے کی ملک میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا ہے جو ناجائز ہے۔ یہ حکم ہوا قسم سوم کا) اور اگر (اجازت طلب کرنے کے وقت) تم سے یہ کہہ دیا جاوے کہ (اس وقت) لوٹ جاؤ تم لوٹ آیا کرو یہی بات تمہارے لیے بہتر ہے) اس بات سے کہ وہیں جم جاؤ کہ کبھی تو باہر نکلیں گے کیونکہ اس میں اپنی ذلت اور دوسرے پر بلاوجہ دباؤ ڈال کر تکلیف پہنچانا ہے اور کسی مسلمان کو ایذاء دینا حرام ہے) اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی خبر ہے (اگر خلاف حکم کرو گے سزاء پاؤ گے اور یہی حکم اس صورت کا ہے کہ گھر والوں نے اگر چہ لوٹ جانے کو کہا نہیں مگر کوئی بولا بھی نہیں، ایسی حالت میں تین مرتبہ استیذان اس احتیاط پر کرلیا جاوے کہ شاید سنا نہ ہو تین مرتبہ تک جب کوئی جواب نہ آوے تو لوٹ آنا چاہئے جیسا کہ حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے) اور تم کو ایسے مکانات میں (بغیر خاص اجازت کے) چلے جانے میں گناہ نہ ہوگا جن میں (گھر کے طور پر) کوئی نہ رہتا ہو (اور) ان میں تمہاری برت ہو (یعنی ان مکانات کے برتنے اور استعمال کرنے کا

www.toobaaelibrary.com

تمہیں حق ہو، یہ حکم ہے قسم چہارم کا جو رفاہِ عام کے مکانات ہیں اور جن سے عام لوگوں کے منافع متعلق ہیں۔ تو وہاں جانے کی عادۃً عام اجازت ہوتی ہے) اور تم جو کچھ علانیہ کرتے ہو یا پوشیدہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ (اس لیے ہر حال میں تقویٰ اور خوفِ خدا لازم ہے)

حکم ششم عورتوں کے پردہ کے احکام

آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (یعنی جس عضو کی طرف مطلقاً دیکھنا ناجائز ہے اسکو بالکل نہ دیکھیں اور جس کو فی نفسہٖ دیکھنا جائز ہے مگر شہوت سے نہیں اس کو شہوت سے نہ دیکھیں) اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں (یعنی ناجائز محل میں شہوت رانی نہ کریں جس میں زنا اور لواطت سب داخل ہے) یہ ان کے لیے زیادہ صفائی کی بات ہے (اور اس کے خلاف میں آلودگی ہے زنا یا مقدمۂ زنا میں) بیشک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں (پس خلاف کرنے والے سزایابی کے مستحق ہوں گے) اور (اسی طرح) مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ (وہ بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں (یعنی جس عضو کی طرف مطلقاً دیکھنا ناجائز ہے اسکو بالکل نہ دیکھیں اور جسکو فی نفسہٖ دیکھنا جائز ہے مگر شہوت سے جائز نہیں اس کو شہوت سے نہ دیکھیں) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں (یعنی ناجائز محل میں شہوت رانی نہ کریں جس میں زنا و سحاق سب داخل ہے) اور اپنی زینت (کے مواقع) کو ظاہر نہ کریں (زینت سے مراد زیور جیسے کنگن، چوڑی، بازوبند، طوق، جھومر، پٹی، بالیاں، وغیرہ اور ان کے مواقع سے مراد ہاتھ، پنڈلی، بازو، گردن، سر، سینہ، کان یعنی ان سب مواقع کو سب سے چھپائے رکھیں بلحاظ ان دو استثناؤں کے جو آگے آتے ہیں اور جب ان مواقع کو اجانب سے پوشیدہ رکھنا واجب ہے جن کا ظاہر کرنا محارم کے روبرو جائز ہے جیسا آگے آتا ہے تو اور مواقع و اعضاء جو بدن کے رہ گئے جیسے پشت و شکم وغیرہ جن کا کھولنا محارم کے روبرو بھی جائز نہیں ان کا پوشیدہ رکھنا بدلالۃ النص واجب ہو گیا۔ حاصل یہ ہوا کہ سر سے پاؤں تک تمام بدن اپنا پوشیدہ رکھیں۔ دو استثناء جن کا ذکر اوپر آیا ہے ان میں سے پہلا استثناء مواقع ضرورت کے لحاظ سے ہے کہ روز مرہ کے کام کاج میں جن اعضاء کے کھولنے کی ضرورت ہوتی ہے ان کو مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے) مگر جو (اس موقع زینت) میں سے (غالباً) کھلا (ہی) رہتا ہے (جس کے چھپانے میں ہر وقت حرج ہے مراد اس موقع زینت سے چہرہ اور ہاتھ ہتھیلیاں اور اصح قوال کے مطابق دونوں قدم بھی، کیوں کہ چہرہ تو قدرتی طور پر مجمع زینت ہے اور بعض زینتیں قصداً بھی اس میں کی جاتی ہیں مثل سرمہ وغیرہ اور

www.toobaaelibrary.com

ہتھیلیاں اور انگلیاں انگوٹھی چھلے مہندی کا موقع ہے اور قدمین بھی چھلوں اور مہندی کا موقع ہے پس ان مواقع کو اس ضرورت سے مستثنیٰ فرمایا ہے کہ ان کو کھولے بغیر کام کاج نہیں ہو سکتا اور ماظھر کی تفسیر وجہ اور کفین کے ساتھ حدیث میں آئی ہے اور قدمین کو فقہاء نے اس پر قیاس کر کے اس حکم میں شامل قرار دیا ہے) اور (خصوصاً سر اور سینہ ڈھکنے کا بہت اہتمام کریں اور) اپنے دوپٹے (جو سر ڈھانکنے کے لیے ہیں) اپنے سینوں پر ڈالے رہا کریں (کیونکہ سینہ قمیص سے ڈھک جاتا ہے لیکن اکثر قمیص میں سامنے سے گریبان کھلا رہتا ہے اور سینہ کی ہیئت قمیص کے باوجود ظاہر ہوتی ہے اس لیے اہتمام کی ضرورت ہوئی آگے دوسرا استثناء بیان کیا جاتا ہے جن میں محرم مردوں وغیرہ کو پردہ کے حکم مذکور سے مستثنیٰ کیا گیا ہے) اور اپنی زینت (کے مواقع مذکورہ) کو (کسی پر) ظاہر نہ ہونے دیں مگر اپنے شوہروں پر یا (اپنے محارم پر یعنی) اپنے باپ پر یا اپنے شوہر کے باپ پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہر کے بیٹوں پر یا اپنے (حقیقی وعلاتی واخیافی) بھائیوں پر (نہ کہ چچازاد، ماموں زاد وغیرہ بھائیوں پر) یا اپنے (مذکورہ) بھائیوں کے بیٹوں پر یا اپنی (حقیقی وعلاتی واخیافی) بہنوں کے بیٹوں پر (نہ کہ چچازاد، خالہ زاد بہنوں کی اولاد پر) یا اپنی (یعنی دین کی شریک) عورتوں پر (مطلب یہ کہ مسلمان عورتوں پر کیوں کہ کافر عورتوں کا حکم مثل اجنبی مرد کے ہے رواہ فی الدر عن طاؤس ومجاہد عطاء وسعید بن المسیب وابراہیم) یا اپنی لونڈیوں پر (مطلقاً گو وہ کافر ہی ہوں کیوں کہ مرد غلام کا حکم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مثل اجنبی مرد کے ہے اس سے بھی پردہ واجب ہے رواہ فی الدر عن طاؤس ومجاہد عطاء وسعید بن المسیب وابراہیم) یا ان مردوں پر جو (محض کھانے پینے کے واسطے) طفیلی (کے طور پر رہتے) ہوں اور ان کو (بوجہ حواس درست نہ ہونے کے عورتوں کی طرف) ذرا توجہ نہ ہو (تابعین کی تخصیص اس لیے ہے کہ اس وقت ایسے ہی لوگ موجود تھے کذا فی الدر عن ابن عباس اور اسی حکم میں ہے ہر مسلوب العقل پس مدار حکم کا سلب حواس پر ہے نہ کہ تابع اور طفیلی ہونے پر مگر اس وقت وہ تابع ایسے ہی تھے اس لیے تابع کا ذکر کر دیا گیا لقول ابن عباسؓ فی الدر مغفل نے عقلہ احمق لا یکترث للنساء اور جو سمجھ رکھتا ہو تو وہ بہرحال اجنبی مرد ہے گو بوڑھا یا خصی یا مجبوب ہی کیوں نہ ہو اس سے پردہ واجب ہے) یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردہ سے ابھی واقف نہیں ہوئے (مراد وہ بچے ہیں جو ابھی بلوغ کے قریب نہیں پہنچے اور انہیں شہوت کی کچھ خبر نہیں پس ان سب کے سامنے وجہ وکفین وقدمین کے علاوہ زینت کے مواقع مذکورہ کا ظاہر کرنا بھی جائز ہے یعنی سر اور سینہ اور شوہر کے روبرو کسی جگہ کا بھی اخفاء واجب نہیں گو خاص بدن کو دیکھنا خلاف اولیٰ ہے۔ قالت سھلتنا

www.toobaaelibrary.com

ام المؤمنین عائشۃؓ ماحصلہ لم ارمنہ ولم یرمنی ذلک المواضع اوردہ فی المشکوۃ وروی بقی بن مخلد وابن عدی عن ابن عباس مرفوعا اذاجامع احدکم زوجتہ او جاریتہ فلاینظر الی فرجھا فان ذلک یورث العمی قال ابن صلاح جید الاسناد کذافی الجامع الصغیر) اور (پردے کا یہاں تک اہتمام رکھیں کہ چلنے میں) اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کا مخفی زیور معلوم ہو جاوے (یعنی زیور کی آواز غیر محرموں کے کان تک پہنچے) اور مسلمانوں (تم سے جو ان احکام میں کوتاہی ہو گئی ہو تو) تم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ (ورنہ معصیت مانع فلاح کامل ہو جاتی ہے۔ احرار میں سے) جو بے نکاح ہوں (خواہ مرد ہوں یا عورتیں اور بے نکاح ہونا بھی عام ہے خواہ ابھی تک نکاح ہوا ہی نہ ہو یا ہونے کے بعد بیوی کی موت یا طلاق کے سبب بے نکاح رہ گئے) تم ان کا نکاح کر دیا کرو اور (اسی طرح) تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس (نکاح) کے لائق ہوں (یعنی حقوق نکاح ادا کر سکتے ہوں) ان کا بھی (نکاح کر دیا کرو محض اپنی مصلحت سے ان کی خواہش نکاح کی مصلحت کو فوت نہ کیا کرو۔ اور احرار کے نکاح پیغام دینے والے کے فقر و افلاس پر نظر کر کے انکار نہ کر دیا کرو جب کہ اس میں کسب معاش کی صلاحیت موجود ہو کیوں کہ) اگر وہ لوگ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ (اگر چاہے گا) ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے گا (خلاصہ یہ ہے کہ نہ تو مالدار نہ ہونے کی وجہ سے نکاح سے انکار کرو اور نہ یہ خیال کرو کہ نکاح ہو گیا تو خرچ بڑھ جائے گا جو موجودہ حالت میں غنی و مالدار ہے وہ بھی نکاح کرنے سے محتاج و مفلس ہو جائے گا کیوں کہ رزق کا مدار اصل میں اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے وہ کسی مالدار کو بغیر نکاح کے بھی فقیر و محتاج کر سکتا ہے اور کسی غریب نکاح والے کو نکاح کے باوجود فقر و افلاس سے نکال سکتا ہے) اور اللہ تعالیٰ وسعت والا ہے (جس کو چاہے مالدار کر دے اور سب کا حال) خوب جاننے والا ہے (جس کو غنی کرنا مقتضائے حکمت و مصلحت ہو گا اس کو غنی کر دیا جاوے گا اور جس کے محتاج و فقیر رہنے ہی میں اس کی مصلحت ہے اس کو فقیر رکھا جائے گا) اور (اگر کسی کو اپنے فقر و افلاس کی وجہ سے نکاح کا سامان میسر نہ ہو تو) ایسے لوگوں کو کہ جنکو نکاح کا مقدور نہیں ان کو چاہیے کہ (اپنے نفس کو) قابو میں رکھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اگر چاہے تو) ان کو اپنے فضل سے غنی کر دے (اس وقت نکاح کر لیں) اور تمہارے مملوکوں میں سے (غلام ہوں یا لونڈیاں جو مکاتب ہونے کے خواہاں ہوں تو (بہتر ہے کہ) ان کو مکاتب بنا دیا کرو۔ اگر ان میں بہتری (کے آثار) پاؤ اور اللہ کے (دیئے ہوئے) اس مال میں سے ان کو بھی دو جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے (تاکہ

www.toobaaelibrary.com

جلدی آزاد ہو سکیں) اور اپنی (مملوکہ) لونڈیوں کو زنا کرنے پر مجبور نہ کرو (بالخصوص) جب وہ پاکدامن رہنا چاہیں (اور تمہاری یہ ذلیل حرکت) محض اس لیے کہ دنیوی زندگی کا کچھ فائدہ (یعنی مال) تم کو حاصل ہو جائے اور جو شخص ان کو مجبور کریگا (اور وہ بچنا چاہیں گی) تو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کیے جانے کے بعد (ان کے لیے) بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ہم نے (تم لوگوں کی ہدایت کے واسطے اس سورت میں یا قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے) تمہارے پاس کھلے کھلے احکام (علمیہ وعملیہ) بھیجے ہیں اور جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں ان کی (یا ان جیسے لوگوں کی) بعض حکایات اور (خدا سے) ڈرنیوالوں کے لیے نصیحت کی باتیں (بھیجی ہیں)

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۲۷: قرآنی آداب معاشرت کا ایک اہم باب یہ ہے کہ کسی کی ملاقات کو جاؤ تو پہلے اجازت لو، بغیر اجازت کسی کے گھر میں نہ ہو، استیذان یعنی اجازت طلبی قرآن کریم کا وہ واجب التعمیل ہے کہ اس میں ذرا سی سستی اور تبدیلی کو حضرت ابن عباسؓ انکار آیت قرآن کے شدید الفاظ سے تعبیر فرما رہے ہیں انسان کا گھر اس کا مسکن ہے اور مسکن کی اصل غرض سکون وراحت ہے۔

(استیذان کے مصالح وحکمتیں) استیذان کے احکام میں ایک بڑی مصلحت لوگوں کی آزادی میں خلل ڈالنے اور انکی ایذا رسانی سے بچنا ہے۔ دوسری مصلحت خود اس شخص کی ہے کہ جب اجازت لیکر شائستہ انسان کی طرح ملے گا تو مخاطب بھی اس کی بات قدر ومنزلت سے سنے گا، اگر اس کی کوئی حاجت ہے تو اسے پورا کرنے کا داعیہ اس کے دل میں پیدا ہوگا۔

تیسری مصلحت فواحش اور بیحیائی کا انسداد ہے اسی وجہ سے اس کا حکم حد زنا وحد قذف وغیرہ کے احکام کے بعد ہی لایا گیا ہے، چوتھی مصلحت یہ ہے کہ انسان اپنے گھر میں کوئی رازدارانہ کام کر رہا ہے، بلا اجازت جانے میں اس کے پوشیدہ راز پر مطلع ہونا ہے، جو موجب ایذاء ہے۔ یہ حکم استیذان عام ہے، مرد، مرد کے پاس، یا عورت، عورت کے پاس محرم یا نامحرم کے پاس، ماں، بہن، بھائی وغیرہ۔ استیذان کرنا چاہیے۔ "بیوتکم" یعنی جس میں تم رہتے ہو۔ اس کے علاوہ کمرے میں کوئی نہ ہو۔ جس گھر میں صرف اپنی بیوی رہتی ہو تو اگرچہ واجب تو نہیں مگر مستحب اور طریق سنت یہ ہے کہ وہاں بھی اچانک بغیر کسی اطلاع کے اندر نہ جائے پاؤں کی آہٹ یا کھنکار سے کسی طرح باخبر کردے۔ اور طریقہ یہ ہے کہ پہلے سلام کرے پھر اجازت طلب کرے۔ یعنی اَلسَّلَامُ ءَ اَدْخُلُ: سلام کے بعد داخل ہونے کی اجازت طلب

www.toobaaelibrary.com

کرے۔ اور پھر گھر میں داخل ہونے کے بعد دوبارہ سلام کرے، پہلا سلام، سلام استیذان ہے، اور بہتر یہ ہے کہ اس کے بعد اپنا نام بھی لے، سیدنا حضرت عمرؓ کا یہی طریقہ تھا آپ پیغمبرؐ کے دروازہ پر یہ الفاظ کہتے، السلام علی رسول اللہ السلام علیکم ایدخل عمر یعنی سلام کے بعد کہا کیا عمر داخل ہو سکتا ہے (عن ابن عباسؓ عن ابن عمرؓ) اجازت طلبی کے وقت پوری وضاحت ہونی چاہئے تاکہ اندر کا آدمی پوری طرح پہچان لے۔ تاکہ جواب دینے میں تشویش نہ ہو۔

علی بن عاصم واسطی بصرہ گئے اور حضرت مغیرہ ابن شعبہ کی ملاقات کو حاضر ہوئے، دروازہ پر دستک دی۔ اندر سے پوچھا کون ہے تو جواب دیا۔ اَنَا، (یعنی میں ہوں) تو حضرت مغیرہ نے فرمایا کہ میرے دوستوں میں تو کوئی بھی ایسا نہیں جس کا نام "اَنَا"، ہو یعنی اَنَا اَنَا کہنے سے کیا حاصل ہے اس سے کوئی پہچانا نہیں جاتا۔ دستک دینی جائز ہے مگر اتنی زور سے بھی نہ ہو کہ سننے والا گھبرا جائے۔ متوسط آواز سے، جو لوگ پیغمبرؐ کے دروازہ میں دستک دیتے تھے وہ تو ان کی عادت یہ تھی کہ ناخنوں سے دستک دیتے تھے۔ (قرطبی) یہ ہر وقت سامنے رہے کہ استیذان کے لیے لفظ استیناس، استعمال فرمایا گیا یعنی مانوس کرنا۔ استیذان کے طریقوں میں یہ بھی ہے کہ آج کل دروازوں میں گھنٹی لگی ہوتی ہے تو اسے بجا دینا بھی واجب استیذان کی ادائیگی کے لیے کافی ہے بشرطیکہ کسی طرح سے اپنا نام بھی ایسی آواز سے ظاہر کر دے جو اس تک پہنچ جائے، آج کل شناختی کارڈ کا رواج ہے (یہ اگرچہ یورپ کی رسم ہے مگر مقصد استیذان اس سے اچھی طرح پورا ہو جاتا ہے) اس کو اختیار کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: استیذان کے بعد جواب ملے کہ لوٹ جائیے اس وقت ملاقات نہیں ہو سکتی تو برا مانے بغیر لوٹ جانا چاہئے۔ ہر شخص کے حالات اور ضروریات مختلف ہوتی ہیں۔ آیت مذکورہ میں ارشاد ہے: وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ، سلف میں سے بعض سے منقول ہے کہ میں عمر بھر اس تمنا میں رہا کہ مجھے استیذان کے بعد لوٹ جانے کا جواب ملے تو میں اس حکم قرآن (فَارْجِعُوْا) کی تعمیل کا ثواب حاصل کروں۔ ایک بار استیذان کے بعد جواب نہ ملے تو دوبارہ اور پھر نہ ملے تو تیسری بار، اگر اب بھی نہ جواب ملے تو واپس ہو جانا چاہئے، یہ طریقہ سنت ہے۔ ارشاد رسالتؐ کے ساتھ آپ کا عمل بھی ملتا ہے، حضرت سعد بن عبادہؓ کے واقعہ میں ایسا ہی ہوا۔ (مسند احمد عن انسؓ)

شریعت نے دو طرفہ معتدل نظام قائم فرمایا ہے۔ یہ ہدایت تو آنے والے کے لیے تھیں، حدیث میں دوسرا رخ بھی اس طرح آیا ہے، ارشاد رسالتؐ ہے "اِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا"، یعنی

www.toobaaelibrary.com

زائر کا بھی تم پر حق ہے۔ یہ کہ تم اسے اپنے پاس بلاؤ، باہر آ کر اس سے ملو اس کا اکرام کرو، اس کی بات سنو۔ بغیر شدید مجبوری اور عذر کے ملاقات سے انکار نہ کرو۔

مسئلہ: لیکن اگر کسی عالم، بزرگ کے دروازہ پر بغیر استیذان واطلاع کے انتظار میں بیٹھ رہے کہ جب حسب فرصت باہر آ جائیں گے تو ملاقات ہو جائے گی یہ اس میں داخل نہیں بلکہ عین ادب ہے۔

خود قرآن کریم میں، پیغمبرؐ کو آواز دیکر بلانے کے بارے میں ہدایت دی گئی ہے۔ ارشاد ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ،، حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ کسی انصاری صحابی کے دروازہ پر دوپہر تک منتظر رہا کہ جب باہر تشریف لاویں تو ان سے کسی حدیث کی تحقیق کروں، حالانکہ اگر میں ان سے ملنے کی اجازت طلب کرتا تو ضرور مجھے اجازت دیدیتے مگر میں اسے خلاف ادب سمجھتا تھا۔ (بخاری)

آیت: ۲۹: ایسے مکانات جو رفاہ عام کے طور پر بنائے جاتے ہیں جیسے مسافر خانے، عام مساجد، خانقاہیں، دینی مدارس، ہسپتال، ڈاکخانہ، ریلوے اسٹیشن، ہوائی جہازوں کے مستقر وغیرہ۔ یہ آیت صدیق اکبرؓ کی اس عرض پر نازل ہوئی جو آپ نے پیغمبرؐ کے سامنے رکھی کہ سفر تجارت میں ایسے ہی مکانات سے سابقہ پڑتا ہے تو کیا شکل ہو؟ مگر رفاہ عام کے اداروں میں اس کے متولیان نگراں وغیرہ کی جانب سے جو شرائط اور پابندیاں ہوں اس کی پابندی شرعاً واجب ہے۔ جیسے پلیٹ فارم پر، ٹکٹ فارم ٹکٹ کے بغیر جانا، یا ان رفاہی اداروں کے انتظامی کمرے اور دفاتر، مساجد اور خانقاہ کے خاص حجرے یہ بیوت مسکونہ کے حکم میں ہیں ان میں بغیر اجازت جانا شرعاً ممنوع اور گناہ ہے۔

ٹیلیفون کے مسائل: کسی سے ٹیلیفون پر گفتگو کرنی ہو تو اس سے بات چیت کے اوقات معلوم کر لینے چاہئیں۔ سونے کے، نماز کے اوقات میں بات نہیں کرنی چاہئے۔ طویل گفتگو کیلئے تو ضروری ہے کہ وقت پہلے سے لے لے۔ کیونکہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجتے ہی آدمی ضروری کام میں مشغولی کے باوجود چھوڑ کر اٹھ جاتا ہے ایسی حالت میں طویل گفتگو بے رحمی ہے۔ اسی طرح بعض لوگ ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی رہتی ہے اور نہیں اٹھاتے یہ اسلامی اخلاق کے خلاف اور حق تلفی ہے یہ بھی اِنَّ لِزَوْرِكَ عَلَيْكَ حَقًّا میں داخل ہے۔ اسی طرح بوقت استیذان دروازے کے سامنے نہ رہیں، ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہونا چاہئے اگر کسی کے بلانے پر اس کے قاصد کے ساتھ ہی پہنچ گئے تو اجازت کی ضرورت نہیں، قاصد کا آنا خود اجازت ہے اگر کچھ دیر کے بعد پہنچے تو اجازت لینی چاہئے۔ (ابوداؤد)

www.toobaaelibrary.com

آیت: ۳۰، ۳۱: انسداد فواحش اور حفاظت عصمت کا ایک اہم باب پردۂ نسواں۔

حجاب اور پردہ کے احکام کی پہلی آیت سورۃ احزاب کی ہیں اس سورت کی یہ آیتیں بعد کی ہیں۔ حضرت زینب بنت جحش سے پیغمبرؐ کے نکاح کے وقت آیت حجاب سورۂ احزاب کی ۵ھ میں نازل ہوئیں۔ اس سے متعلق مفصل بحث وہاں ہی دیکھی جائے گی۔

شرمگاہوں کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ خواہشات نفسانی کے پورا کرنے کی جتنی بھی ناجائز صورتیں ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں۔ آیت میں دو طریقوں کا ذکر آ گیا ہے، یعنی نگاہ سے دیکھنا اور زنا، ان دونوں کو صراحۃً ذکر کر دیا اس کے درمیان کے حرام مقدمات سب ضمناً آ گئے۔ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ، زمانہ جاہلیت میں عورتیں ڈوپٹہ سر پر ڈال کر اس کے دونوں کنارے پشت پر چھوڑ دیتی تھیں جس سے گریباں، گلا سینہ اور کان کھلے رہتے تھے۔ اس لیے مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ایسا نہ کریں بلکہ ڈوپٹے کے دونوں پلے ایک دوسرے پر الٹ لیں تاکہ یہ سب اعضاء چھپ جائیں (روح) شوہر کے علاوہ دوسرے محارم کو جو مستثنیٰ کیا گیا ہے وہ احکام حجاب و پردہ سے استثناء ہے، ستر عورت سے استثناء نہیں عورت کا جو حصہ بدن ستر میں داخل ہے، جس کا کھولنا نماز میں جائز نہیں اس کا دیکھنا محارم کے لیے بھی جائز نہیں۔ سورۂ احزاب میں صرف سات قسم کے محارم کا ذکر ہے، پانچ کا اضافہ بعد میں اس سورۃ نور میں ہوا ہے، پانچ محارم مردوں کا اور چار دوسری اقسام کا پردہ سے استثناء کیا گیا ہے، ان مستثنیات کی تفصیل یہ ہے: (۱) سب سے پہلے شوہر ہے، جس سے بیوی کے کسی عضو کا پردہ نہیں۔ (اگرچہ اعضاء مخصوصہ کا بلا ضرورت دیکھنا خلاف اولیٰ ہے،) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، مَارَاٰی مِنِّیْ وَلَا رَاَیْتُ مِنْهُ، (۲) اپنے باپ ہیں، جس میں دادا پردادا سب داخل ہیں (۳) شوہر کا باپ ہے، اس میں بھی دادا پردادا سب داخل ہیں (۴) اپنے لڑکے جو اپنی اولاد میں ہیں (۵) شوہر کے لڑکے جو کسی دوسری بیوی سے ہوں (۶) چھٹے اپنے بھائی، اس میں حقیقی، باپ شریک (یعنی علاتی) ماں شریک (یعنی اخیافی) داخل ہیں۔ لیکن ماموں، خالو یا چچا، تایا پھوپھی کے لڑکے جن کو عرف عام میں بھائی کہا جاتا ہے وہ غیر محرم ہیں (۷) ساتویں بھائیوں کے لڑکے یہاں بھی صرف حقیقی یا علاتی اور اخیافی بھائی کے لڑکے مراد ہیں۔ دوسرے عرفی بھائیوں کے لڑکے شامل نہیں (۸) بہنوں کے لڑکے اس میں بھی بہنوں سے حقیقی، علاتی اور اخیافی بہنیں مراد ہیں، ماموں، چچازاد بہنیں داخل نہیں۔ یہ آٹھ قسمیں تو محارم کی ہیں۔ (۹) نویں قسم "اَوْ نِسَآئِهِنَّ، یعنی اپنی عورتیں مراد

www.toobaaelibrary.com

مسلمان عورتیں ہیں یعنی ان اعضاء مستورہ کا کھولنا کسی مسلمان عورت کے سامنے بھی جائز نہیں۔ علاج معالجہ کی ضرورتیں مستثنیٰ ہیں۔ (کافر مشرک عورتوں سے بھی مسلم عورتوں کو پردہ کرنا واجب ہے وہ غیر محرم مردوں کے حکم میں ہیں مگر اس میں اختلاف بھی ہے اس لیے اوپر کا حکم استحباب پر مبنی ہے۔ (۱۰) دسویں قسم "اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ"، یعنی جوان عورتوں کے مملوک ہوں اکثر ائمہ فقہاء کے نزدیک اس سے مراد صرف لونڈیاں ہیں غلام مرد اس میں داخل نہیں ان سے عام محارم کی طرح پردہ کرنا واجب ہے۔ سعید ابن المسیب نے اپنے آخری قول میں فرمایا۔ "لَا يَغُرَّنَّكُمْ "آية النور فانه فى الاناث دون الذكور" حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ نے فرمایا کہ غلام مرد کے لیے اپنی آقا عورت کے بال دیکھنا بھی جائز نہیں (روح) اَوْمَا مَلَكَتْ الخ: یعنی مملوکہ باندیوں میں اگر کافر بھی ہوں تو ان کو مستثنیٰ کرنے کے لیے یہ لفظ علیحدہ لایا گیا ہے۔ (جصاص) (گیارہویں قسم "اَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ) مراد ایسے مغفل اور بدحواس قسم کے لوگ ہیں جو طفیلی بن کر کھانے پینے کے لیے گھروں میں چلے جاتے ہیں۔ اصل مدار حکم مغفل اور بدحواس ہونے پر ہے تابع اور طفیلی پر نہیں۔ مخنث سے بھی پردہ ہے، مرد اگر مجبوب عنین یا بہت بوڑھا ہو تو اس سے بھی پردہ ہے (۱۲) اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ الخ، ایسے نابالغ بچے جو ابھی بلوغ کے قریب بھی نہیں پہنچے، اور عورتوں کے مخصوص حالات، صفات اور حرکات وسکنات سے بالکل بے خبر ہیں، مراہق سے پردہ واجب ہے۔

(عورت کی آواز کا مسئلہ) امام شافعیؒ کی کتب میں عورت کی آواز کو ستر میں داخل نہیں کیا ہے حنفیہ کے نزدیک سارے مجموعہ کو ملانے سے راجح بات یہ ہے کہ جس موقعہ پر اور محل میں فتنہ کا اندیشہ ہو وہاں عورت کی آواز بھی عورت ہے، ممنوع ہے، جہاں یہ نہ ہو جائز ہے اور احتیاط یہ ہے کہ بلا ضرورت عورتیں پس پردہ بھی غیر محرموں سے گفتگو نہ کریں۔ اسی طرح عورت خوشبو لگا کر گھر سے باہر نہ نکلے۔ حرین برقعہ پہن کر نکلنا بھی ناجائز ہے۔

آیت: ۳۲: آیت کے طرز خطاب سے یہ ظاہر ہے کہ نکاح کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ بلا واسطہ اقدام کے بجائے اپنے اولیاء کے واسطے سے یہ کام انجام دیا جائے۔ اگر نکاح پر قدرت ہو، وسائل بھی ہوں اور نکاح نہ کرنے پر حدود شریعت پر قائم نہ رہ سکے تو اس شخص کے لیے نکاح کرنا فرض یا واجب ہے اور اگر وسائل نہ ہوں تو اس کی فراہمی کی کوشش کرتا رہے جب تک میسر نہ ہوں اپنے نفس کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرے ایسے شخص کے لیے ارشاد رسالت ہے مسلسل روزے رکھے اسی طرح

www.toobaaelibrary.com

جس شخص کو بظن غالب یہ معلوم ہو کہ وہ نکاح کرنے سے گناہ میں مبتلا ہو جائے گا مثلاً حقوق زوجیت ادا کرنے پر قدرت نہیں اس پر ظلم کا مرتکب ہوگا تو اس کے لیے نکاح کرنا حرام یا مکروہ ہے، رہا ایسا شخص جو اعتدال کی حالت پر ہو تو امام صاحب کے نزدیک نفلی عبادت میں لگنے سے افضل نکاح کرنا ہے یہ نکاح عام عبادات کی طرح مباح نہیں ہے لیکن سنت انبیاء ہے اس کی تاکیدات میں حدیث بکثرت آتی ہے اگر کوئی کہے کہ کھانا، پینا، سونا بھی، سنت انبیاء ہے جواب یہ ہے کہ انبیاء کا عمل ہونے کے باوجود کسی نے یہ نہیں کہا کہ کھانا وغیرہ سنت انبیاء ہے بلکہ اسے عام انسانی عادت کے تابع انبیاء کا عمل قرار دیا ہے بخلاف نکاح کے صراحۃً سنت المرسلین اور اپنی سنت قرار دیا ہے تفسیر مظہری میں ایک معتدل بات یہ بھی ہے کہ اگر نکاح دینی کام اور ترقی اور ذکر اللہ میں مانع نہ ہو تو اس کے لیے نکاح افضل ہے اور اگر اندازہ یہ ہو کہ نکاح مجھے ذکر اللہ سے روک دے گا تو بحالت اعتدال ترک نکاح افضل ہے قرآن کریم کی آیات اس کی تطبیق پر شاہد ہیں۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ الخ.

اَنْ یَّكُوْنُوْ فُقَرَآءَ اس میں غریب اور فقیر مسلمانوں کے لیے بشارت ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سب مسلمانوں کو نکاح کرنے کی ترغیب دی ہے اس میں آزاد اور غلام سب داخل ہیں

آیت: ۳۳: یہ معاملہ مکاتبت کا بھی آقاؤں کے لیے افضل اور مستحب ہے واجب نہیں ہے اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا ان میں بہتری کے آثار دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں قوت کسب ہے، صاحب ہدایہ کہتے ہیں کہ خیراً کا مطلب یہ ہے کہ اس کے آزاد ہونے سے مسلمانوں کو کسی نقصان ہونے کا خطرہ نہ ہو مثلاً غلام کافر ہے اور اپنے کافر بھائیوں کی مدد کرتا ہے، صحیح یہ ہے کہ دونوں پر یہ لفظ حاوی ہے (مظہری) وَاٰتُوْهُمْ الخ یعنی آقاؤں کو چاہئے کہ اس میں ان مکاتب کی مالی مدد کریں بدل کتابت میں سے کچھ کم کر دیں۔

(فن معاشیات ایک اہم مسئلہ اور اس میں قرآنی فیصلہ) عقلاء دنیا کے دو نظریے زیادہ مشہور ہیں ایک سرمایہ دارانہ نظام جسے کیپٹل ازم کہتے ہیں دوم اشتراکیت جسے کمیونزم یا سوشل ازم کہا جاتا ہے پہلا نظام سرمایہ دارانہ یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ حاصل ہے اس ملکیت پر بے روک ٹوک آزادانہ حق ملکیت ہے جیسے چاہے حاصل کرے جہاں چاہے خرچ کرے یہی نظریہ قدیم زمانے کے مشرکین و کفار کا تھا، حضرت شعیب علیہ السلام پر انکی قوم نے یہی اعتراض کیا تھا "اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا

www.toobaaelibrary.com

نشاۃ کہ یہ مال ہمارا ہے، ہم اس کے مالک ہیں۔ کسی کو پابندی لگانے کا کیا حق ہے۔ دوسرا نظام اشتراکیت کا یہ ہے کہ جو کسی کو کسی چیز پر ملکیت کا حق نہیں دیتا، ہر چیز کو تمام انسانوں میں مشترک اور سب کو اس کا فائدہ اٹھانے کا یکساں حقدار قرار دیتا ہے۔ اشتراکیت کی بنیاد یہی ہے، مگر جب دیکھا کہ یہ نا قابل عمل تصور ہے تو پھر کچھ اشیاء کو ملکیت کے لیے مستثنیٰ بھی کر دیا ہے۔

قرآن کریم نے ان دونوں بیہودہ نظریوں کو رد کر کے یہ اصول بنایا کہ (۱) ہر چیز دراصل اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے جو اس کا خالق ہے، اس نے (۲) اپنے فضل سے اس کے ایک حصہ کا تمہیں مالک بنا دیا ہے (۳) جس چیز کا تم کو مالک بنایا ہے اس پر کچھ پابندیاں اس نے لگائی ہیں، بعض چیزوں میں خرچ کرنے کو ممنوع قرار دیا اور بعض چیزوں میں خرچ کرنے کو لازم و واجب اور بعض میں مستحب اور افضل قرار دیا ہے، آیت وَاٰتُوْهُمْ الخ. سے مذکورہ تینوں ثابت ہوتی ہیں۔

"غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"، یعنی یہ لونڈیاں آقا کے جبر و اکراہ سے مغلوب ہو کر زنا میں مبتلا ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرما دیں گے اور اس کا سارا گناہ مجبور کرنے والے پر ہوگا۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۢ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اللہ تعالیٰ نور (ہدایت) دینے والا ہے آسمانوں (میں رہنے والوں) کا اور زمین (میں رہنے والوں) کا (یعنی اہل آسمان و زمین میں جن کو ہدایت ہوئی ہے ان سب کو اللہ ہی نے ہدایت دی ہے اور مراد آسمان و زمین سے کل عالم ہے پس جو مخلوقات آسمان و زمین سے باہر ہے وہ بھی داخل ہو گئی جیسے حاملان عرش) اس کے نور

www.toobaaelibrary.com

(ہدایت) کی حالت عجیبہ ایسی ہے جیسے (فرض کرو) ایک طاق ہے (اور) اس میں ایک چراغ (رکھا) ہے (اور) وہ چراغ (خود طاق میں نہیں رکھا بلکہ) ایک قندیل میں ہے (اور قندیل طاق میں رکھا ہے اور) وہ قندیل ایسا (صاف شفاف) ہے جیسا کہ ایک چمکدار ستارہ ہو (اور) وہ چراغ ایک نہایت مفید درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہے جو زیتون (کا درخت) ہے جو (کسی آڑ کے) نہ پورب رخ ہے اور نہ (کسی آڑ کے) پچھم رخ ہے (یعنی نہ اس کی جانب شرقی میں کسی درخت یا پہاڑ کی آڑ ہے کہ شروع دن میں اس پر دھوپ نہ پڑے اور نہ اس کی جانب غربی میں کوئی آڑ پہاڑ ہے کہ آخر دن میں اس پر دھوپ نہ پڑے بلکہ کھلے میدان میں ہے جہاں تمام دن دھوپ رہتی ہے ایسے درخت کا روغن بہت لطیف اور صاف اور روشن ہوتا ہے اور) اس کا تیل (اس قدر صاف اور سلگنے والا ہے کہ) اگر اس کو آگ بھی نہ چھوئے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اٹھے گا (اور جب آگ بھی لگ گئی تب تو) نور علی نور ہے (یعنی ایک اس میں خود قابلیت نور کی اعلیٰ درجہ کی تھی پھر اوپر سے فاعل یعنی آگ کے ساتھ اجتماع ہو گیا اور پھر اجتماع بھی ان کیفیات کے ساتھ کہ چراغ قندیل میں رکھا ہو جس سے بالمشاہدہ چمک بڑھ جاتی ہے اور پھر وہ ایسے طاق میں رکھا ہو جو ایک طرف سے بند ہو ایسے موقع پر شعاعیں ایک جگہ سمٹ کر بہت تیز روشنی ہوتی ہے اور پھر تیل بھی زیتون کا جو صاف روشنی اور دھواں کم ہونے میں مشہور ہے تو اس قدر تیز روشنی ہوگی جیسے بہت سی روشنیاں جمع ہو گئی ہوں اس کو نور علی نور فرمایا یہاں مثال ختم ہو گئی۔ پس اسی طرح مؤمن کے قلب میں اللہ تعالیٰ جب نور ہدایت ڈالتا ہے تو روز بروز اسی کا انشراح قبول حق کے لیے بڑھتا چلا جاتا ہے اور ہر وقت احکام پر عمل کرنے کے لیے تیار رہتا ہے۔ گو بالفعل بعض احکام کا علم بھی نہ ہوا ہو کیوں کہ علم تدریجاً حاصل ہوتا ہے جیسے وہ روغن زیتون آگ لگنے سے پہلے ہی روشنی کے لیے مستعد تھا، مومن بھی علم احکام سے پہلے ہی ان پر عمل کے لیے مستعد ہوتا ہے اور جب اس کو علم حاصل ہوتا ہے تو نور عمل یعنی عمل کے پختہ ارادہ کے ساتھ نور علم بھی مل جاتا ہے جس سے وہ فوراً ہی قبول لیتا ہے پس عمل و علم جمع ہو کر نور علی نور صادق آجاتا ہے اور یہ نہیں ہوتا کہ علم احکام کے بعد اس کو کچھ تامل و تردد ہو کہ اگر موافق نفس کے پایا تو قبول کر لیا ورنہ رد کر دیا۔ اسی انشراح اور نور کو دوسری آیت میں اس طرح بیان فرمایا ہے افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ، یعنی جس شخص کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا تو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر ہوتا ہے اور ایک جگہ فرمایا ہے

www.toobaaelibrary.com

فمن یرد الله ان یهدیه یشرح صدره للاسلام، غرض نور ہدایت الٰہیہ کی یہ مثال ہے اور) اللہ تعالیٰ اپنے (اس) نور (ہدایت) تک جس کو چاہتا ہے راہ دیتا ہے (اور پہنچا دیتا ہے) اور (ہدایت کی جو مثال دی گئی اسی طرح قرآن میں بہت سی مثالیں بیان کی گئی ہیں تو اس سے بھی لوگوں کی ہدایت ہی مقصود ہے اس لیے) اللہ تعالیٰ لوگوں (کی ہدایت) کے لیے (یہ) مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ مضامین عقلیہ محسوس چیزوں کی طرح قریب الی الفہم ہو جاویں) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے (اس لیے جو مثال افادہ مقصود کے لیے کافی ہو اور جس میں اغراض مثال کے پورے مرعی ہوں اسی کو اختیار کرتا ہے مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے اور وہ مثال نہایت مناسب ہوتی ہے تاکہ خوب ہدایت ہو۔ آگے اہل ہدایت کا حال بیان فرماتے ہیں کہ) وہ ایسے گھروں میں (جا کر عبادت کرتے) ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جاوے اور ان میں اللہ کا نام لیا جاوے (مراد ان گھروں سے مسجدیں ہیں اور ان کا ادب یہ کہ ان میں جنب و حائض داخل نہ ہوں اور ان میں کوئی نجس چیز داخل نہ کی جاوے، وہاں غل نہ مچایا جاوے۔ دنیا کے کام اور باتیں کرنے کے لیے وہاں نہ بیٹھیں۔ بدبو کی چیز کھا کر ان میں نہ جاویں وغیر ذالک، غرض) ان (مسجدوں) میں ایسے لوگ صبح و شام اللہ کی پاکی (نمازوں میں) بیان کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد (یعنی بجا آوری احکام) سے (جس وقت کے متعلق جو حکم ہو) اور (بالخصوص) نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے (کہ یہ احکام فرعیہ میں سب سے اہم ہیں) نہ خرید غفلت میں ڈالنے پاتی ہے اور نہ فروخت (اور باوجود اطاعت و عبادت کے ان کی خشیت کا یہ حال ہے کہ) وہ ایسے دن (کی دارو گیر) سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں بہت سے دل اور آنکھیں الٹ جاویں گی (جیسا دوسری آیت میں ہے یؤتون ما آتوا وقلوبهم وجلة انهم الى ربهم راجعون، یعنی یہ لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور اس کے باوجود ان کے دل قیامت کی باز پرس سے ڈرتے رہتے ہیں اور مقصود اس سے اہل نور ہدایت کے اوصاف و اعمال کا بیان فرمانا ہے اور آگے ان کے انجام کا ذکر ہے کہ) انجام (ان لوگوں کا) یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے اعمال کا بہت ہی اچھا بدلہ دیگا (یعنی جنت) اور (علاوہ جزا کے) ان کو اپنے فضل سے اور بھی زیادہ دیگا (جزا وہ جس کا وعدہ مفصل مذکور ہے اور زیادہ وہ جس کا مفصل وعدہ نہیں کو مجمل عنوانوں سے ہوا ہو) اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے شمار (یعنی بہت کثرت سے) دے دیتا ہے (پس ان لوگوں کو جنت میں اسی طرح بے شمار دیگا

www.toobaaelibrary.com

یہاں تک تو ہدایت اور اہل ہدایت کا بیان تھا آگے ضلالت اور اہل ضلالت کا ذکر ہے یعنی) جو لوگ کافر (اور اہل ضلال اور نور ہدایت سے دور) ہیں ان کے اعمال (بوجہ کافروں کی دو قسمیں ہونے کے دو مثالوں کے مشابہ ہیں کیوں کہ ایک قسم تو وہ کفار ہیں جو آخرت اور قیامت کے قائل ہیں اور اپنے بعض اعمال پر یعنی جو ان کے گمان کے مطابق کار ثواب اور حسنات ہیں توقع جزائے آخرت کی رکھتے ہیں۔ اور دوسری قسم وہ کفار ہیں جو آخرت اور قیامت کے منکر ہیں۔ قسم اول کفار کے اعمال تو) ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت کہ پیاسا (آدمی) اس کو (دور سے) پانی خیال کرتا ہے (اور اس کی طرف دوڑتا ہے) یہاں تک کہ جب اس کے پاس آیا تو اس کو (جو کچھ رکھا تھا) کچھ بھی نہ پایا اور (غایت یاس، پھر نہایت یاس سے جو جسمانی اور روحانی صدمہ پہنچا اور اس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا تو یوں کہنا چاہیے کہ بجائے پانی کے) قضاء الٰہی یعنی موت کو پایا سو اللہ تعالیٰ اس (کی عمر) کا حساب اس کو برابر سرابر چکا دیا (اور بیباق کر دیا یعنی عمر کا خاتمہ کر دیا) اور اللہ تعالیٰ (جس چیز کی میعاد آجاتی ہے اس کا) دم بھر میں حساب (فیصل کر دیتا ہے اس کو کچھ بکھیڑا نہیں کرنا پڑتا کہ دیر لگے اور میعاد سے کچھ بھی توقف ہو جاوے پس یہ مضمون ایسا ہے جیسا دوسری جگہ ارشاد ہے ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر وقولہ لن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا۔ حاصل اس مثال کا یہ ہوا کہ جیسے پیاسا ریت کو ظاہری چمک سے پانی سمجھا اسی طرح یہ کافر اپنے اعمال کو ظاہری صورت سے مقبول اور مثمر نافع آخرت سمجھا اور جیسا وہ پانی نہیں اسی طرح یہ اعمال شرط قبول یعنی ایمان نہ ہونے کے سبب مقبول اور نافع نہیں ہیں اور جب وہاں جا کر اس پیاسے کو حقیقت معلوم ہوئی اسی طرح اس کو آخرت میں پہنچ کر حقیقت معلوم ہوگی اور جس طرح یہ پیاسا اپنی توقع کے غلط ہونے سے حسرت و افسوس میں خائب ہو کر مر گیا اسی طرح یہ کافر بھی اپنی توقع کے غلط ہونے پر اس وقت حسرت میں اور ہلاک ابدی یعنی عتاب جہنم میں مبتلا ہوگا ایک قسم کی مثال تو یہ ہوئی۔ آگے دوسری قسم کے کافروں کے اعمال کی مثال ہے یعنی) یا وہ (اعمال باعتبار خصوصیت منکرین قیامت کے) ایسے ہیں جیسے بڑے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیرے (جن کا ایک سبب دریا کی گہرائی ہے اور پھر یہ) کہ اس (سمندر کے اصلی سطح) کو ایک بڑی موج نے ڈھانک لیا ہو (پھر وہ موج بھی اکیلی نہیں بلکہ) اس (موج) کے اوپر دوسری موج (ہو پھر) اس کے اوپر بادل (ہو جس سے ستارہ وغیرہ کی روشنی بھی نہ پہنچتی ہو غرض) اوپر تلے بہت سے اندھیرے (ہی اندھیرے) ہیں کہ اگر (ایسی

www.toobaaelibrary.com

حالت میں کوئی آدمی دریا کی تہ میں) اپنا ہاتھ نکالے (اور اس کو دیکھنا چاہے) تو (دیکھنا تو درکنار) دیکھنے کا احتمال بھی نہیں (اس مثال کا حاصل یہ ہے کہ ایسے کافر جو آخرت اور قیامت کے اور اس میں جزاء وسزا ہی کے منکر ہیں ان کے پاس وہبی نور بھی نہیں جیسے قسم اول کے کافروں کے پاس ایک وہبی اور خیالی نور تھا کیوں کہ انہوں نے بعض نیک اعمال کو اپنی آخرت کا سامان سمجھا تھا مگر وہ شرط ایمان نہ ہونے کے سبب حقیقی نور نہ تھا ایک وہمی نور تھا۔ یہ لوگ جو منکر آخرت ہیں انہوں نے اپنے اعتقاد وخیال کے مطابق بھی کوئی کام آخرت کے لیے کیا ہی نہیں جس کے نور کا ان کو وہم وخیال ہو۔ غرض ان کے پاس ظلمت ہی ظلمت ہے نور کا وہم وخیال بھی نہیں ہوسکتا جیسا کہ تہ دریا کی مثال میں ہے۔ اور نظر نہ آنے میں ہاتھ کی تخصیص شاید اس لیے کہ انسانی اعضاء وجوارح میں ہاتھ نزدیک تر ہے پھر اس کو جتنا نزدیک کرنا چاہو نزدیک آجاتا ہے اور جب ہاتھ ہی نظر نہ آیا تو دوسرے اعضاء کا معاملہ ظاہر ہے) اور (آگے ان کفار کے اندھیرے میں ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ) جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو (کہیں سے بھی) نور نہیں (میسر آسکتا)

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۳۵: آیت مذکورہ کو اہل علم آیت نور لکھتے ہیں کیونکہ اس میں نور ایمان اور ظلمت کفر کو بڑی تفصیلی مثال سے سمجھایا گیا۔

نور کی تعریف امام غزالی نے یہ فرمائی الظاھر بنفسہ والمظھر لغیرہ. یعنی خود اپنی ذات سے ظاہر اور روشن ہو اور دوسری چیزوں کو روشن کرنے والا ہو اور تفسیر مظہری میں ہے کہ نور دراصل اس کیفیت کا نام ہے جس کو انسان کی قوت باصرہ پہلے ادراک کرتی ہے اور پھر اس کے ذریعہ ان تمام چیزوں کا ادراک کرتی ہے جو آنکھ سے دیکھی جاتی ہیں جیسے آفتاب اور چاند کی شعائیں ان کے مقابل اجسام کثیفہ پر پڑ کر اول اس چیز کو روشن کردیتی ہیں پھر اس سے شعائیں منعکس ہو کر دوسری چیزوں کو روشن کرتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ لفظ نور کا اپنے لغوی اور عرفی معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر اطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ جسم اور جسمانیات سب سے بری اور وراء الوریٰ ہے۔ اس لیے یہاں جو لفظ نور کا اطلاق ہوا ہے اس کے معنی باتفاق ائمہ تفسیر منور یعنی روشن کرنے والے کے ہیں یا پھر صیغہ مبالغہ کی طرح صاحب نور کو نور سے تعبیر کردیا گیا۔

(نور مومن) مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ: الخ. اللہ کا نور ہدایت جو مؤمن کے قلب میں آتا

www.toobaaelibrary.com

ہے یہ ان کی ایک عجیب مثال ہے۔ یہ مثال اس مؤمن کی ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور قرآن کا نور ہدایت ڈال دیا ہے،

(نور نبیؐ) کعب احبار نے حضرت ابن عباسؓ کے دریافت کرنے پر جواب دیا، مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ، یہ مثال رسول اللہؐ کے قلب مبارک کی بیان کی گئی ہے۔ مشکوٰۃ آپ کا سینہ اور زجاج آپ کا قلب اور مصباح، نبوت ہے۔ اور اس نور نبوت کا خاصہ یہ ہے کہ نبوت کے اظہار و اعلان سے پہلے ہی اس میں لوگوں کے لیے روشنی کا سامان ہے پھر وحی الٰہی اور اس کے ساتھ اتصال ہو جاتا ہے تو یہ ایسا نور ہوتا ہے کہ سارے عالم کو روشن کرنے لگتا ہے۔ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ، سے زیتون اور اس کے درخت کا مبارک اور نافع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

رفع مساجد یعنی مساجد کی تعظیم، اور مساجد کا بنانا دونوں معانی ہیں ہر گندگی سے پاک رکھیں اور یہ بھی داخل ہے کہ ان کو ہر بدبو کی چیز سے پاک رکھیں اسی لیے پیغمبر علیہ السلام نے لہسن پیاز کھا کر منہ صاف کیے بغیر مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے، حقہ بیڑی، اور مسجد میں بدبودار مٹی کا تیل جلانا یہ سب اس میں داخل ہیں جسے لہسن پیاز کھانی ہو اسے خوب پکا کر کھائے کہ اس کی بدبو ماری جائے۔ بعض نے رفع مساجد میں مسجدوں کی ظاہری شان و شوکت کو بھی داخل کیا ہے۔ مگر نام نمود سے پاک نیت ہونی چاہئے۔ مساجد کے بڑے فضائل ہیں، یہ خود ایک موضوع ہے، اس کے آداب ہیں۔ رسالہ آداب المساجد دیکھا جائے۔ جو مکانات ذکر اللہ، تعلیم قرآن، تعلیم دین کے لیے مخصوص ہوں وہ بھی مساجد کے حکم میں ہیں۔

آیت: ۳۷: رِجَالٌ،، اس سے معلوم ہوا کہ مساجد کی حاضری صرف مردوں کے لیے ہے، عورتوں کی نماز انکے گھروں کے اندرونی حصے ہیں تجارۃ کے ساتھ پھر بیع کا ذکر اس لیے کہ بیع و شراء کا نفع حاصل ہو جاتا ہے مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ اللہ کے ذکر اور نماز کے مقابلہ میں بھی بڑے بڑے دنیوی فائدہ کا بھی خیال نہیں کرتے، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت بازار کے دوکانداروں کے بارے میں نازل ہوئی ہے تجارت کا مفہوم بہت وسیع ہے اس کے منافع اور فوائد مدتوں میں وصول ہوتے ہیں۔ نیز عہد رسالت میں دو صحابی تھے ایک تاجر تھے، دوسرے صنعت کار، لوہار کا کام کرتے تھے اگر تاجر کے کان میں اذان کی آواز پڑ جاتی تو سودا تولتے وقت ترازو ہی پٹک کر نماز کے لیے اٹھ جاتے تھے، دوسرے بزرگ کا یہ عالم تھا کہ گرم لوہے پر ہتھوڑے کی ضرب لگانے کے لیے ہتھوڑا موڈھے تک لے جا چکے ہیں کہ کان میں آواز پڑی تو وہیں موندھے کے موندھے ہتھوڑا ڈال کر نماز کو چل دیے

www.toobaaelibrary.com

تھے، اٹھائے ہوئے ہتھوڑے کی ضرب سے کام لینا بھی گوارہ نہ تھا ان کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرطبی) یہ اس نور ہدایت کا کمال ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے کہ ان کا وصف یہ بیان کیا کہ یَخَافُوْنَ یَوْماً الخ آخر میں ایسے لوگوں کو جزا دیے جانے بلکہ مزید عطا کا ذکر ہے۔

آیت: ۳۹ ان کفار کا حال بیان ہوا ہے کہ جن کی فطرت میں تو اللہ تعالیٰ نے نور ہدایت کا مادہ رکھا تھا مگر جب مادہ کو روشن کرنے والی وحی ان کو پہنچی تو اس نے روگردانی کر کے نور سے محروم ہو گئے۔ ان میں کافر و منکر دو قسم کے تھے دو مثالیں ذکر کیں آخر میں فرمایا، وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ الخ: معلوم ہوا کہ محض اسباب علم و بصیرت کے جمع ہونے سے عالم مبصر نہیں ہوتا بلکہ یہ صرف عطاء الٰہی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَاۗءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَاۗبَّةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰي رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓي اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ۭ بَلْ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ ۝ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَىِٕنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۭ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۚ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَي الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـــًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

www.toobaaelibrary.com

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

(اے مخاطب) کیا تجھ کو (دلائل اور مشاہدہ سے) معلوم نہیں ہوا کہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ آسمانوں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں (خواہ قالاً جو بعض مخلوقات میں مشاہد بھی ہے خواہ حالاً جو کل مخلوقات میں بدلالت عقل معلوم ہے) اور (بالخصوص) پرند (بھی) جو پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے) ہیں (کہ ان کی دلالت علیٰ وجود الصانع اور زیادہ عجیب ہے کہ باوجود ان کے ثقلِ اجسام کے پھر فضاء میں رکے ہوئے ہیں اور (سب (پرندوں) کو اپنی اپنی دعا (اور التجاء اللہ سے) اور اپنی تسبیح (وتقدیس کا طریقہ الہام سے) معلوم ہے اور (باوجود ان دلائل کے پھر بھی بعضے توحید کو نہیں مانتے) اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کے سب افعال کا پورا علم ہے (اس انکار واعراض پر ان کو سزا دیگا) اور اللہ ہی کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں (اب بھی) اور (انتہائی میں) اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے (اس وقت بھی حاکمانہ تصرف اسی کا ہوگا چنانچہ حکومت کا ایک اثر یہ ان کیا جاتا ہے وہ یہ کہ اے مخاطب) کیا تجھ کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ (ایک) بادل کو) دوسرے بادل کی طرف) چلتا کرتا ہے (اور) پھر اس بادل (کے مجموعہ) کو باہم ملا دیتا ہے پھر اسکو تہ بہ تہ کرتا ہے پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس (بادل) کے بیچ میں سے نکل (نکل کر آتی ہے اور اس بادل سے یعنی اس کے بڑے بڑے حصوں میں سے اولے برساتا ہے پھر ان کو جس (کی جان پر یا مال) پر چاہتا ہے گراتا ہے (کہ اس کا نقصان ہو جاتا ہے) اور جس سے چاہتا ہے اس کو ہٹا دیتا ہے (اور اس کے جان ومال کو بچا لیتا ہے اور) اس بادل (میں سے بجلی بھی پیدا ہوتی ہے اور ایسی چمکدار کہ اس بادل) کی بجلی کی چمک کی یہ حالت ہے وہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے اب بینائی کو اچک لیا (یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے تصرفات میں سے ہے اور) اللہ تعالیٰ رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے (یہ بھی منجملہ تصرفات الٰہیہ کے ہے) اس (سب مجموعہ) میں اہل دانش کے لیے استدلال (کا موقع) جس سے مضمون توحید اور مضمون لہٗ ملک السمٰوٰت والارض پر استدلال کرتے ہیں) اور اللہ (ہی کا یہ تصرف بھی ہے کہ اس) نے ہر چلنے والے جاندار کو (بری ہو یا بحری) پانی سے پیدا کیا ہے پھر ان (جانوروں) میں بعضے تو وہ (جانور) ہیں اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں (جیسے سانپ مچھلی اور بعضے ان میں وہ ہیں جو دو پیروں پر چلتے ہیں (جیسے انسان اور پرندے جب کہ ہوا میں نہ ہوں) اور بعضے ان میں وہ ہیں جو چار (پیروں) پر چلتے ہیں (جیسے مویشی، اسی طرح بعضے زیادہ پر بھی اصل یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے بناتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پورا قادر ہے (اس کو کچھ بھی مشکل نہیں) ہم نے

www.toobaaelibrary.com

(حق کے) سمجھانے والے دلائل (ہدایت عام کے لیے) نازل فرمائے ہیں اور (ان عام میں سے) جس کو اللہ چاہتا ہے راہ راست کی طرف (خاص ہدایت فرماتا ہے (کہ وہ الوہیت کے حقوق علمیہ یعنی عقائد صحیح اور حقوق عملیہ یعنی طاعت کو بجالاتا ہے ورنہ بہت سے محروم ہی رہتے ہیں) اور یہ منافق لوگ (زبان سے) دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لے آئے اور (خدا اور رسول کا (حکم (دل سے) مانا پھر اس کے بعد (جب عمل کر کے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کا وقت آیا تو (ان میں کا ایک گروہ (جو بہت زیادہ شریر ہے خدا اور رسول کے حکم سے (سرتابی کرتا ہے (اس وقت سے وہ صورت مراد ہے کہ جب انکے ذمہ کسی کا حق چاہتا ہو اور صاحب حق اس منافق سے درخواست کرے کہ چلو جناب رسول اللہؐ کے پاس مقدمہ لے چلیں اس موقع پر یہ سرتابی کرتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ آپ کے اجلاس میں جب حق ثابت ہو جاویگا تو اسی کے موافق آپ فیصلہ کریں گے جیسا عنقریب آیت واذا دعوا میں اس موقع کا یہی بیان آتا ہے اور تخصیص ایک فریق کی باوجودیکہ تمام منافقین ایسے ہی تھے اس لیے ہے کہ غریب غربا کو باوجود کراہت قلبی کے صاف انکار کرنے کی جرأت وہمت نہیں ہوا کرتی یہ کام وہی لوگ کرتے ہیں جن کو کچھ وجاہت اور قوت حاصل ہو) اور یہ لوگ بالکل ایمان نہیں رکھتے (یعنی دل میں تو کسی منافق کے بھی ایمان نہیں مگر ان کا تو وہ ظاہری طمع شدہ ایمان بھی نہ رہا جیسا اس آیت میں ہے وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ اور اس آیت میں ہے قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ اور بیان اس حکم عدولی کا یہ ہے کہ) یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسولؐ انکے (اور ان کے خصوم کے) درمیان میں فیصلہ کر دیں تو ان میں کا ایک گروہ (وہاں حاضر ہونے سے) پہلو تہی کرتا ہے (اور ٹالتا ہے اور یہ بلانا اگرچہ رسول ہی کی طرف ہے مگر چونکہ آپ کا فیصلہ حکم خداوندی کی بناء پر ہوتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف بھی نسبت کر دی گئی غرض جب ان کے ذمہ کسی کا حق چاہتا ہے تب تو انکی یہ حالت ہوتی ہے) اور اگر (اتفاق سے) ان کا حق (کسی دوسرے کے ذمہ ہو) تو سر تسلیم خم کیے ہوئے) بے تکلف آپ کے بلانے پر) آپ کے پاس چلے آتے ہیں (کیونکہ اطمینان ہوتا ہے وہاں حق کا فیصلہ ہوگا اس میں ہمارا فائدہ ہے۔ آگے ان لوگوں کے اعراض اور حاضر نہ ہونے کی وجہ واسباب بطور چند احتمالات کے بیان کر کے اور سب احتمالات کی نفی اور ایک احتمال کا اثبات ہے) آیا (اس اعراض کا سبب یہ ہے کہ) انکے دلوں میں (کفر یقینی کا) مرض ہے (یعنی ان کو اس کا یقین ہے کہ آپ اللہ کے رسول نہیں) یا یہ (نبوت کی طرف سے) شک میں پڑے ہیں (رسول نہ

www.toobaaelibrary.com

ہونے کا یقین تو نہیں مگر رسول ہونے کا بھی یقین نہیں) انکو یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کرنے لگیں (اور ان کے ذمہ جو حق ہے اس سے زائد دلا دیں، سو واقعہ یہ ہے کہ ان اسباب میں سے کوئی بھی سبب) نہیں (ہے) بلکہ (اصلی سبب یہ ہے کہ) یہ لوگ (ان مقدمات میں) بر سر ظلم (ہوتے) ہیں (اسلئے حضور نبوی میں مقدمہ لانا پسند نہیں کرتے کہ ہم ہار جاوینگے اور باقی اسباب سابقہ سب حتمی ہیں) مسلمانوں (کی شان اور ان) کا قول تو جب انکو (کسی مقدمہ میں) اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے یہ ہے کہ وہ (خوشی خوشی) کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے (تمہارا کلام) سن لیا اور (اور اس کو) مان لیا (اور پھر فوراً چلے جاتے ہیں یہ ہے علامت اسکی کہ ایسوں کا آمنا اور اطعنا کہنا دنیا میں بھی صادق ہے) اور ایسے (ہی) لوگ (آخرت میں بھی) فلاح پائیں گے اور (ہمارے یہاں کا تو قاعدہ کلیہ ہے کہ) جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے بس ایسے لوگ بامراد ہوں گے اور (نیز ان منافقین کی یہ حالت ہے کہ) وہ لوگ بڑا زور لگا کر قسمیں کھایا کرتے ہیں کہ واللہ (ہم ایسے فرمانبردار ہیں کہ) اگر آپ ان کو (یعنی ہم کو) حکم دیں (کہ گھر بار سب چھوڑ دو) تو وہ (یعنی ہم) ابھی (سب چھوڑ چھاڑ) نکل کھڑے ہوں آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ بس قسمیں نہ کھاؤ (تمہاری) فرمانبرداری کی حقیقت معلوم ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے (اور اس نے مجھ کو بتلا دیا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے قل لا تعتذروا لن نؤمن لکم قد نبانا اللہ من اخبارکم اور) آپ (ان سے) کہئے کہ (باتیں بنانے سے کام نہیں چلتا کام کرو یعنی) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو (آگے اللہ تعالیٰ اہتمام شان مضمون کے واسطے خود ان لوگوں کو خطاب فرماتا ہے کہ رسول کے اس کہنے کے اور تبلیغ کے بعد) پھر اگر تم لوگ (اطاعت سے) روگردانی کرو گے تو سمجھ رکھو کہ رسول کا کوئی ضرر نہیں کیونکہ) رسول کے ذمہ وہی تبلیغ (کا کام) ہے جسکا ان پر بار رکھا گیا ہے (جس کو وہ کر چکے اور سبکدوش ہو گئے) اور تمہارے ذمہ وہ (اطاعت کا کام) ہے جس کا تم پر بار رکھا گیا ہے (جس کو نہیں بجالائے پس تمہارا ہی ضرر ہوگا) اور اگر (روگردانی نہ کی بلکہ) تم نے ان کی اطاعت کر لی (جو عین اطاعت اللہ ہی کی ہے) تو راہ پر جا لگو گے اور (بہر حال رسول کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے) آگے تم سے باز پرس ہوگی کہ قبول کیا یا نہیں) (اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں (یعنی اللہ کے بھیجے ہوئے نور ہدایت کا کامل اتباع کریں) ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرما دیگا جیسا

www.toobaaelibrary.com

ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی (مثلاً بنی اسرائیل کو فرعون اور اس کی قوم قبطیوں پر غالب کیا پھر ملک شام میں عمالقہ جیسی بہادر قوم پر ان کو غلبہ عطا فرمایا اور مصر و شام کی حکومت کا ان کو وارث بنایا) اور (مقصود اس حکومت دینے سے یہ ہوگا کہ) جس دین کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے لیے پسند کیا ہے (یعنی اسلام جیسا کہ دوسری آیت میں ہے رضیت لکم الا سلام دینا) اس کو ان کے (نفع آخرت کے) لیے قوت دیگا اور (ان کو جو دشمنوں سے طبعی خوف ہے) ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن سے بدل دیگا بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں (اور) میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں (نہ جلی نہ خفی جس کو ریا کہتے ہیں یعنی یہ وعدہ اللہ تعالیٰ کا مشروط ہے۔ دین پر پوری طرح ثابت قدم رہنے کے ساتھ۔ اور یہ وعدہ تو دنیا اور آخرت میں ایمان اور عمل صالح پر جو جزائے عظیم اور دائمی راحت کا وعدہ ہے وہ اس کے علاوہ ہے) اور جو شخص بعد (ظہور) اس (وعدہ) کے ناشکری کریگا (یعنی دین کے خلاف راستہ اختیار کریگا) تو (ایسے شخص کے لیے یہ وعدہ نہیں کیونکہ) یہ لوگ نافرمان ہیں (اور وعدہ تھا فرمانبرداروں کے لیے اس لیے ان سے دنیا میں بھی وعدہ حکومت دینے کا نہیں ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے) اور (اے مسلمانوں جب ایمان اور عمل صالح کے دنیوی اور دینی فوائد سن لیے تو تم کو چاہئے کہ خوب) نماز کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور (باقی احکام میں بھی) رسولؐ کی اطاعت کیا کرو تاکہ تم پر (کامل) رحم کیا جائے (آگے کفر و معصیت کا انجام ذکر کیا گیا ہے کہ اے مخاطب) کافروں کی نسبت یہ خیال مت کرنا کہ زمین (کے کسی حصہ) میں (بھاگ جاویں گے اور ہم کو) ہرا دینگے (اور ہمارے قہر سے بچ جاوینگے نہیں بلکہ وہ خود ہاریں گے اور مقہور و مغلوب ہوں گے۔ یہ تو نتیجہ دنیا میں ہے) اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۴۱: کائنات کی ہر مخلوق جس کے کام کے لیے پیدا کی گئی ہے وہ برابر اس پر لگی ہوئی ہے، سرمو اختلاف نہیں کرتی، اسی اطاعت و انقیاد کو ان چیزوں کی تسبیح فرمایا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو کسی خاص قسم کی گویائی عطا کی ہو اور خاص قسم کی تسبیح و عبادت ان کو سکھا دی ہو جس میں وہ مشغول رہتے ہوں (زمخشری)

آیت: ۴۳: مِنَ السَّمَآءِ سے مراد بادل ہے، اَلْجِبَال سے بڑے بڑے بادل اور بَرَد سے اولے مراد ہیں۔

آیت: ۴۶، ۴۷: منافقین میں سے ایک شخص بشر نامی تھا، اس کے اور ایک یہودی کے مابین

www.toobaaelibrary.com

ایک زمین کے متعلق جھگڑا تھا، یہودی نے کہا کہ چلو تمہارے ہی پیغمبر کے پاس فیصلہ کرالیں۔ مگر بشر منافق تھا اسے معلوم تھا کہ پیغمبرؐ کا فیصلہ حق پر مبنی ہوگا اور میں ہار جاؤں گا۔ اس نے اس سے انکار کیا اور کعب ابن اشرف یہودی کے پاس مقدمہ لیجانے کو کہا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(ایک عجیب واقعہ) حضرت فاروق اعظمؓ ایک روز مسجد نبوی میں کھڑے تھے کہ اچانک ایک رومی دہقانی آدمی نے آپ کے برابر کھڑے ہو کر کہا اَنَا اَشْهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد ارسو ل الله، فاروق اعظمؓ نے پوچھا کیا بات ہے۔ اس نے کہا میں اللہ کے لیے مسلمان ہوگیا ہوں، پوچھا اس کا کوئی سبب ہے۔ اس نے کہا ہاں بات یہ ہے کہ میں نے تورات، انجیل، زبور اور انبیاء سابقین کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔ مگر حال ہی میں ایک مسلمان قیدی سے قرآن کی آیت پڑھتے ہوئے سنی تو معلوم ہوا کہ اس چھوٹی سی آیت نے تمام کتب قدیمہ کو اپنے اندر سمولیا ہے تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، آپ نے پوچھا وہ کون سی آیت ہے؟ تو اس رومی دہقانی نے آیت:۵۲: وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ، پڑھی ساتھ ہی اس کی تفسیر بھی عجیب وغریب اس طرح بیان کی۔ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ فرائض الٰہیہ کے متعلق ہے، وَرَسُوْلَهٗ، سنت نبوی کے متعلق ہے۔ وَيَخْشَ اللّٰهَ گزشتہ عمر کے متعلق ہے، وَيَتَّقْهِ آئندہ باقی عمر کے متعلق ہے، جب انسان ان چاروں کا عامل ہو جائے تو اس کو اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ کی بشارت ہے اور فائز وہ شخص ہے جو جہنم سے نجات پائے اور جنت میں اس کو ٹھکانا ملے۔ فاروق اعظمؓ نے فرمایا پیغمبرؐ نے فرمایا اُوْتِيْتُ جوامع الكلم یعنی الفاظ مختصر اور معانی نہایت وسیع۔ (قرطبی)

آیت:۵۵: اعلان نبوت کے بعد دس سال تک مکہ میں چین سے نہ رہنے دیا گیا۔ پھر مدینہ ہجرت کر کے گئے تو یہاں بھی خطرے میں رہے، اس کے پیش نظر کسی نے عرض کیا، یارسول اللہؐ کبھی ہم چین واطمینان کے ساتھ ہتھیار کھول کر بھی رہ سکیں گے، ؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ اس امت کے وجود میں آنے سے پہلے تورات وانجیل میں فرمایا تھا (بحر محیط اور بلاشبہ دنیا نے دیکھ لیا جو پیغمبرؐ نے فرمایا تھا کہ مجھے پوری زمین کے مشارق ومغارب سمیٹ کر دکھائے گئے ہیں اور میری امت کی حکومت ان تمام علاقوں تک پہنچے گی جو مجھے دکھائے گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ وعدہ خلافت عثمانیہ کے دور ہی میں پورا فرمادیا۔

واضح رہے کہ یہ وعدہ ایمان وعمل صالح پر استقامت اور مکمل اتباع پر ہے، اس کے درجات

www.toobaaelibrary.com

کے اختلاف سے حکومت کی نوعیت اور قوت میں بھی فرق و اختلاف لازمی ہے،

اگر روافض کے خیال کے مطابق کہ یہ خلافت کو حق نہیں مانتے تو لازم آئیگا کہ قرآن کا یہ وعدہ ہی کہیں پورا نہیں ہوا۔ ان کا یہ کہنا کہ یہ وعدہ حضرت مہدیؑ کے زمانے میں پورا ہوگا ایک مضحکہ خیز چیز ہے، اس کا حاصل تو یہ ہوا کہ چودہ سو برس تو پوری امت ذلت وخواری میں رہے گی اور قرب قیامت میں جو چند روز کے لیے ان کو حکومت ملے گی وہی حکومت اس وعدے سے مراد ہے۔ معاذ اللہ۔

..وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ الخ. علماء تفسیر لکھتے ہیں کہ اس جملے کے سب سے پہلے مصداق وہ لوگ ہوئے جنہوں نے خلیفۂ وقت حضرت عثمانؓ کو قتل کیا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاۗءِ ۭ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَي الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَي الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَي الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَاۗىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عٰمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ۭ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اے ایمان والو (تمہارے پاس آنے کے لیے) تمہارے مملوکوں کو اور جو تم میں حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینا چاہئے (ایک تو) نماز صبح سے پہلے اور (دوسرے) جب دوپہر کو (سونے لیٹنے کیلئے) اپنے (زائد) کپڑے اتار دیا کرتے ہو اور (تیسرے) نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردے کے ہیں (یعنی یہ اوقات چونکہ عام عادت کے مطابق تخلیہ اور آرام کے ہیں، جسمیں [illegible] سے رہنا چاہتا ہے اور تنہائی میں کسی وقت اعضائے مستورہ بھی کھل جاتے ہیں، یا کسی ضرورت سے کھولے جاتے ہیں اس لیے اپنے مملوک غلاموں لونڈیوں کو اور اپنے نابالغ بچوں کو سمجھا دو کہ بے اطلاع اور بغیر اجازت

www.toobaaelibrary.com

لیے ہوئے ان اوقات میں تمہارے پاس نہ آیا کریں اور) ان اوقات کے علاوہ نہ (تو بلا اجازت آنے دینے اور منع نہ کرنے میں) تم پر کوئی الزام ہے اور نہ (بلا اجازت چلے آنے میں) ان پر کچھ الزام ہے (کیونکہ) وہ بکثرت تمہارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں کوئی کسی کے پاس اور کوئی کسی کے پاس (پس ہر وقت اجازت لینے میں تکلیف ہے اور چونکہ یہ وقت پردے کے نہیں ہیں اس لیے ان میں اپنے اعضاء مستورہ کو چھپائے رکھنا کچھ مشکل نہیں) اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے اور جس وقت تم میں کے (یعنی احرار میں کے) لڑکے (جن کا اوپر حکم آیا ہے) حد بلوغ کو پہنچیں (یعنی بالغ یا قریب بہ بلوغ ہو جاویں) تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینا چاہیئے جیسا ان سے اگلے (یعنی ان سے بڑی عمر کے) لوگ اجازت لیتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے، اور (ایک بات یہ جاننا چاہیئے کہ پردہ کے احکام میں شدت فتنہ کے خوف پر مبنی ہے جہاں فتنہ کا عادۃً احتمال نہ ہو مثلاً جو) بڑی بوڑھی عورتیں جن کو (کسی کے) نکاح (میں آنے) کی امید نہ رہی ہو (یعنی وہ محل رغبت نہیں رہیں یہ تفسیر ہے بڑی بوڑھی ہونے کی) ان کو اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے (جس سے چہرہ وغیرہ چھپا رہتا ہے غیر محرم کے روبرو بھی) اتار رکھیں بشرطیکہ۔ زینت (کے مواقع) کا اظہار نہ کریں (جن کا ظاہر کرنا غیر محرم کے سامنے بالکل ناجائز ہے پس مراد اس سے چہرہ ہتھیلیاں اور بقول بعض دونوں قدم بھی، بخلاف جوان عورت کے کہ بوجہ احتمال فتنہ اس کے چہرہ وغیرہ کا بھی پردہ ضروری ہے) اور (اگرچہ بڑی بوڑھی عورتوں کے لیے غیر محرموں کے سامنے چہرہ کھولنے کی اجازت ہے لیکن) اس سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لیے اور زیادہ بہتر ہے (کیونکہ اوّل تو "ہر گندہ پرے را گندہ خورے" مثل مشہور ہے دوسرے بالکل ہی بے پردگی کا سدباب مقصود ہے) اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے۔ (اگر تم کسی اندھے لنگڑے بیمار غریب کو اپنے کسی عزیز یا ملاقاتی کے گھر لیجا کر کچھ کھلا پلا دو، یا خود کھا پی لو جب یہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ عزیز ملاقاتی ہمارے کھانے اور کھلانے پر راضی ہوگا اسکو کوئی تکلیف نہ ہوگی تو ان صورتوں میں) نہ تو اندھے آدمی کے لیے کوئی مضائقہ ہے اور نہ لنگڑے آدمی کے لیے اور نہ بیمار آدمی کے لیے کچھ مضائقہ ہے اور نہ خود تمہارے لیے اس بات میں (کچھ مضائقہ ہے) کہ تم (خواہ خود یا تم مع ان معذورین کے سب) اپنے گھروں سے (جن میں بی بی۔ اولاد کے گھر بھی آ گئے) کھانا کھا لو یا (ان گھروں میں جن کا ذکر آگے آتا ہے کھا لو، یعنی نہ تم کو خود کھانے میں

www.toobaaelibrary.com

گناہ ہے اور نہ ان معذورین کو کھلانے میں۔ اسی طرح تمہارے کھلا دینے سے ان معذورین کو بھی کھا لینے میں کوئی گناہ نہیں اور وہ گھر یہ ہیں۔ مثلاً) اپنے باپ کے گھر سے (کھالو کھلا دو) یا اپنی ماؤں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان گھروں سے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہیں یا اپنے دوستوں کے گھروں سے (پھر اس میں بھی) کہ سب مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔ پھر (یہ بھی معلوم رکھو کہ) جب تم گھروں میں جانے لگو تو اپنے لوگوں کو (یعنی وہاں جو مسلمان ہوں انکو) سلام کر لیا کرو (جو کہ) دعا کے طور پر (ہے اور) جو خدا کی طرف سے مقرر ہے اور (بوجہ اس پر ثواب ملنے کے) برکت والی (اور بوجہ مخاطب کا دل خوش کرنے کے) عمدہ چیز ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تم سے (اپنے) احکام بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو (اور عمل کرو)

تلخیص معارف ومسائل

اس سے پہلے اجانب کے لیے استیذان کا بیان تھا۔ آیات مذکورہ میں ایک دوسرے استیذان کے احکام کا بیان ہے جن کا تعلق ان اقارب اور محارم سے ہے جو عموماً ایک گھر میں رہتے ہیں اور ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور ان سے عورتوں کا پردہ بھی نہیں یہ استیذان واجب نہیں، مستحب ہے۔ جن کا ترک مکروہ تنزیہی ہے۔ یہ تین خاص اوقات کا بیان ہے جو انسان کے خلوت میں رہنے کے اوقات ہیں۔ ان اوقات ثلثہ کے علاوہ کوئی مضائقہ نہیں۔ ارشاد ہے، لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ. نابالغ بچوں کو پابند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں خطاب بالغوں کو ہے کہ وہ نابالغ بچوں کو سمجھا دیں۔ فی زمانہ عمل متروک ہو رہا ہے، حضرت ابن عباسؓ نے اس بارے میں شدید الفاظ استعمال فرمائے ہیں فرماتے ہیں کہ تین آیات ایسی ہیں جن پر لوگوں نے عمل چھوڑ ہی دیا ہے ایک تو یہی آیت استیذان۔ دوسری آیت وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُو الْقُرْبٰى، تیسری آیت: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ،، آج کل معزز و مکرم پیسے والے مالداروں کو سمجھا جاتا ہے، خوب سمجھ لینا چاہئے کہ قرآن نے پاکیزہ معاشرت کی تعلیم دی ہے۔ یہاں ایک استثنا اور ہے جسے وَالْقَوَاعِدُ الخ سے بیان فرمایا ہے، قرآن کریم اور عام تعلیمات رسولؐ میں حقوق العباد کی حفاظت و رعایت کے لیے جتنی تاکیدات آئی ہیں ان سے کوئی مسلمان بے خبر نہیں کسی دوسرے کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی تصرف کرنے پر سخت وعیدیں آتی ہیں۔ صحابہ کرامؓ کا پوری قوت کے ساتھ عمل پیرا رہنا ایک خاص وصف تھا۔ قرآنی تعلیمات اور پیغمبرؐ

www.toobaaelibrary.com

کی صحبت کیمیا اثر سے صحابہ کی شکل میں ایک ایسا بے مثال معاشرہ تیار ہوا تھا جس پر فرشتے بھی فخر کرتے تھے، دنیا میں عام طبائع معذوروں لنگڑے لولے اور نابیناؤں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے سے گھن کرتے ہیں اور ناپسند کرتے ہیں۔ حضرات صحابہؓ میں سے معذور نابینا، یا لنگڑے لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ کھانے میں ہماری شرکت سے لوگوں کو تکلیف ہوگی، تندرست لوگوں کے ساتھ یہ معذور کھانے میں شرکت سے گریز کرنے لگے۔ نیز نابینا یہ سوچنے لگے کہ ایک ساتھ کھانے میں عدل ہونا چاہئے اور مجھے اپنی نابینائی کی وجہ سے اس کا اندازہ نہ ہوگا کہ میں نے کتنا کھایا، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں دوسروں سے زیادہ کھالوں تو یہ حق تلفی ہوگی، لنگڑے آدمی کو یہ عذر کہ بیٹھنے میں میں کہیں زیادہ جگہ نہ لے لوں تو دوسرے کو تکلیف ہوگی، ان کی غایت احتیاط میں یہ آیت نمبر ۶۱: نازل ہوئی کہ دوسروں کے ساتھ ملکر کھانے کی اجازت اور اتنی زیادہ احتیاط چھوڑنے کی تلقین ہوئی۔ بعض دوسرے حضرات نے دوسرے واقعات لکھے ہیں۔ بہرحال سارے ہی واقعات نزول کا سبب ہو سکتے ہیں۔

مسئلہ: مگر یہ عرب کے اس معاشرے کے اعتبار سے تھا، جہاں کہیں ایسا رواج نہ ہو اور مالک کی اجازت مشکوک ہو وہاں بغیر صریح اجازت کے کھانا پینا حرام ہے۔ نیز یہ کہ یہ حکم اول سے آج تک جاری ہے، البتہ شرط اس کی مالک کی اجازت کا یقین ہے۔ اور یہ صرف رشتہ داروں ہی میں منحصر نہیں ہے، بلکہ دوسرے شخص کے بارے میں اگر یقین ہو کہ اس کی طرف سے ہمارے کھانے پینے اور کھلانے پلانے کی اجازت ہے اور وہ اس سے خوش ہوگا تو اس کا بھی یہی حکم ہے (مظہری) مذکورہ احکام کا تعلق ان کاموں سے ہے جو کسی کے گھر میں باجازت داخل ہونے کے بعد جائز یا مستحب ہیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاۗءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاۗءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۭ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

بس مسلمان تو وہی ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور جب رسول کے پاس کسی ایسے کام پر جمع ہوتے ہیں جس

www.toobaaelibrary.com

کے لیے مجمع کیا گیا ہے (اور اتفاقاً وہاں سے کہیں جانیکی ضرورت پڑتی ہے) تو جب تک آپ سے اجازت نہ لیں (اور آپ اس پر اجازت نہ دیدیں مجلس سے اٹھ کر) نہیں جاتے (اے پیغمبر) جو لوگ آپ سے (ایسے مواقع پر) اجازت لیتے ہیں بس وہی اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں (آگے ایسے لوگوں کو اجازت دینے کا بیان ہے) تو جب یہ (اہل ایمان) لوگ (ایسے مواقع پر) اپنے کسی کام کے لیے آپ سے (جانے کی) اجازت طلب کریں تو ان میں آپ جس کے لیے (مناسب سمجھیں اور اجازت دینا) چاہیں اجازت دیدیا کریں (اور جس کو مناسب نہ سمجھیں اجازت نہ دیں کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ اجازت طلب کرنے والے اس کام کو ضروری سمجھتے ہوں جس کے لیے اجازت طلب کررہے ہیں اور وہ واقع میں ضروری نہ ہو یا ضروری بھی ہو مگر اس کے جانے سے اس سے بڑا کوئی ضرر پیدا ہونیکا خطرہ ہو اس لیے اجازت وعدم اجازت کا فیصلہ آنحضرتؐ کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا) اور (اجازت دیکر بھی) آپ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیا کیجئے (کیونکہ ان کا یہ رخصت چاہنا اگرچہ قوی عذر ہی کیوجہ سے ہو مگر اس میں دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کی صورت تو لازم آتی ہے جس میں ایک کوتاہی کا شائبہ ہے اس کے لیے آپ کی دعاء مغفرت درکار ہے۔ دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ اجازت چاہنے والے نے جس عذر وضرورت کو قوی سمجھ کر اجازت لی ہے اس میں اس سے خطاء اجتہادی ہوگئی ہو کہ غیر ضروری کو ضروری سمجھ لیا اور یہ خطاء اجتہادی ایسی ہو کہ ذرا غور وتامل سے رفع ہوسکتی ہو تو ایسی صورت میں غور وفکر کی کمی بھی ایک کوتاہی ہے اس سے استغفار کی ضرورت ہوئی) بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے (چونکہ ان کی نیت اچھی تھی اس لیے ایسے دقایق پر مواخذہ نہیں فرماتا) تم لوگ رسولؐ کے بلانے کو (جب وہ کسی اسلامی ضرورت کے لیے تم کو جمع کریں) ایسا (معمولی بلانا) مت سمجھو جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے (کہ چاہے آیا یا نہ آیا پھر آکر بھی جب تک چاہا بیٹھا، جب چاہا اٹھ کر بے اجازت چل دیا۔ رسول کا بلانا ایسا نہیں بلکہ ان کے اس حکم کی تعمیل واجب ہے اور بے اجازت واپس جانا حرام اور اگر کوئی بلا اجازت چلا گیا تو یہ ممکن ہے کہ رسول اللہؐ سے اس کا جانا مخفی رہ جاوے لیکن یہ یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو (دوسرے کی) آڑ میں ہو کر تم میں سے (مجلس نبوی سے کھسک جاتے ہیں تو جو لوگ اللہ کے حکم کی (جو بواسطہ رسولؐ پہنچا ہے) مخالفت کرتے ہیں ان کو اس سے ڈرنا چاہئے کہ ان پر (دنیا میں) کوئی آفت آن پڑے یا ان پر (آخرت میں) کوئی دردناک عذاب نازل ہوجاوے (اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا وآخرت دونوں میں

www.toobaaelibrary.com

عذاب ہو اور یہ بھی) یاد رکھو کہ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے اللہ تعالیٰ اس حالت کو بھی جانتا ہے جس پر تم (اب) ہو اور اس دن کو بھی جس میں سب اس کے پاس (دوبارہ زندہ کر کے) لائے جاویں گے تو وہ ان کو سب جتلا دیگا جو کچھ انہوں نے کیا تھا (اور تمہاری موجودہ حالت اور روز قیامت ہی کی کچھ تخصیص نہیں) اللہ تعالیٰ (تو) سب کچھ جانتا ہے۔

تلخیص معارف ومسائل

ترجمہ وخلاصہ تفسیر میں آیات مذکورہ پر خاص روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ آیات غزوۂ احزاب کے موقع پر نازل ہوئیں، بعض منافقین اول تو آنے سے سستی کرتے اور آتے تو معمولی سا کام دکھانے کو کر لیتے اور چپکے سے غائب ہو جاتے، برخلاف اس کے مؤمنین، سب کے سب محنت میں لگے رہتے اور مجبوری اور ضرورت پر اجازت لیکر جاتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ مجلس عام کی بات نہیں ہے بلکہ پیغمبر علیہ السلام نے کسی خاص موقع اور معاملہ میں بضرورت جمع کیا ہو جیسا کہ واقعۂ خندق میں ہوا تھا، اس تخصیص کی طرف "عَلٰی اَمْرٍ جَامِعٍ" میں ارشاد موجود ہے۔ اور یہ حکم صرف پیغمبرؐ کی مجلس کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ ہر امیر اور امام کی مجلس کا یہی حکم ہوگا کہ جب کسی خاص ضرورت اور موقع پر بلایا جائے تو بلا اجازت اٹھ کر چلا نہ جانا چاہئے۔ آیت نمبر ۶۳: پیغمبرؐ کسی کو بلائیں تو یہ عام بلانا نہیں ہے کہ اختیار ہو، چاہے جائیں چاہے نہ جائیں بلکہ اس وقت جانا فرض ہو جاتا ہے۔ اور بغیر اجازت جانا حرام دوسری تفسیر یہ ہے کہ اے لوگو پیغمبرؐ کو پکارو تو عام انداز میں نام لیکر "یا محمد" کہہ کر نہیں، بلکہ تعظیمی القاب کے ساتھ، یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہا کرو۔ یہ اسی طرح جیسے سورۂ حجرات میں فرمایا۔ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ الخ. اس عام تفسیر میں ایک عام ادب بزرگوں اور بڑوں کا بھی معلوم ہوا۔

قراءات: سورۃ النور: وَفَرَضْنٰهَا کی بصری کے لیے بتشدید الراء اور باقیین کے لیے بتخفیف الراء بِهِمَا رَاْفَةٌ یہاں کی کے لیے ہمزۂ مفتوحہ اور باقیین کے لیے ہمزہ ساکنہ اور سورۂ حدید میں کوئی اختلاف نہیں ہے وَالْمُحْصَنٰتُ سورۂ نساء میں مذکور ہے اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ حفص اور اخوین کے لیے اوّل بضم الحین ہے اور باقیین کے لیے بفتح الحین اور ثانی میں کوئی اختلاف نہیں ہے اَنْ لَّعْنَةَ اللّٰهِ وَاَنْ غَضِبَ اللّٰهُ نافع کے لیے دونوں میں بتخفیف النون وضم الراء وکسر الضاد غَضِبَ مع ضم ہاء اللّٰہ اور باقیین کے لیے بتشدید النون وفتح الراء والضاد وکسر الہاء وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ حفص کے لیے بفتح الراء اور باقیین کے لیے بضم الراء الخامسۃ ہے اور اوّل میں اختلاف نہیں ہے معطوف ہے جو اوپر گذر چکا ہے یَوْمَ یَشْهَدُ اخوین کے لیے

www.toobaaelibrary.com

بالیاء اور باقیین کے لیے بالتاء ہے، عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ نافع بصری ہشام وعاصم کے لیے بضم الجیم اور باقیین کے لیے بکسر الجیم غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ شامی اور شعبہ کے لیے بفتح الراء اور باقیین کے لیے بکسر الراء اَیُّهَ المومنون اور زخرف میں یٰاَیُّهَ السّٰحِرُ اور رحمٰن میں اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ شامی کے لیے بضم الہاء وصلاً تینوں میں اور باقیین کے لیے بفتح الہاء، اور وقف میں بصری وکسائی کے لیے وقف بالالف اور باقیوں کے لیے وقف بالہاء ہوگا اِنْکَوَاهِهِنَّ ابن ذکوان کے لیے بالخلف المالہ اور باقیین کے لیے فتح خالص آیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ دوجگہ یہاں اور سورۂ طلاق میں شامی اور حفص اور اخوین کے لیے بکسر الیاء اور باقیین کے لیے بفتح الیاء ہے یُدْنٰی بصری وکسائی کے لیے بکسر الدال ویائے ساکنہ مخففہ مع الہمزہ اور شعبہ وحمزہ کے لیے بضم الدال ویاء ساکنہ مخففہ مع الہمزہ اور باقیین کے لیے بضم الدال مع تشدید الیاء بغیر ہمزہ ہے تَوَدُّ کی بصری کے لیے بتائے مفتوحہ مع فتح الواؤ والدال وتشدید القاف اور شعبہ اور اخوین کے لیے بتائے مضمومہ وسکون الواؤ مع ضم الدال مخفف ہے اور باقیین کے لیے بھی اسی طرح ہے لیکن بیائے مضمومہ ہے یُسَبِّحُ لَهٗ شامی وشعبہ کے لیے بفتح الباء اور باقیین کے لیے بکسر الباء ہے سَحَابٌ بزی کے لیے بغیر تنوین اور باقیین کے لیے بالتنوین ظُلُمٰتٌ مکی کے لیے بکسر التنوین اور باقیین کے لیے بضم التنوین خَلِیْفَ کُلَّ دَآبَّةٍ ابراہیم میں گذر چکا وَیَتَّقْهِ بصری شعبہ کے لیے بلا خلف اور خلاد کے لیے بالخلف بسکون الہاء مع کسر القاف اور خلاد کے لیے دوسری وجہ صلۃ الہاء وَیَتَّقْهِ ہے اور قالون وحفص کے لیے اختلاس کسرۂ ہاء فقط لیکن حفص کے لیے مع سکون القاف ہے یعنی وَیَتْقْهِ باقی تمام کے لیے بکسر القاف ہے اور ہشام کے لیے اختلاس وصلہ دو وجہ ہے یعنی وَیَتَّقِهِ اور وَیَتْقِهِ ہے اور باقیین یعنی ورش مکی ابن ذکوان خلف وکسائی کے لیے صلہ ہاء فقط وَیَتَّقْهِ ہے اور یہی طریق ثانی ہے ہشام وخلاد کے لیے بھی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کَمَا اسْتَخْلَفَ شعبہ کے لیے بتائے مضمومہ ولام مکسورہ اور باقیین کے لیے بتائے مفتوحہ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مکی اور شعبہ کے لیے بسکون الباء وتخفیف الدال، اور باقیین کے لیے بفتح الباء وتشدید الدال ہے لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ شامی وحمزہ کے لیے بالیاء اور باقیوں کے لیے بالتاء ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ شعبہ واخوین کے لیے بنصب ثلاث ہے اور باقیین کے لیے بالرفع، بُیُوْتَ جمرہ میں اَنْفُسِکُمْ نساء میں مذکور ہو چکے ہیں۔

❁ ❁ ❁

www.toobaaelibrary.com

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ (۷۲) (۷۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

بڑی عالی شان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب (یعنی قرآن) اپنے خاص بندے (محمدؐ) پر نازل فرمائی تاکہ تمام دنیا جہاں والوں کے لیے (ایمان نہ لانے کی صورت میں عذاب الٰہی سے) ڈرانے والا ہو، ایسی ذات جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی حکومت حاصل ہے اور اس نے کسی کو (اپنی) اولاد قرار نہیں دیا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے حکومت میں اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر سب کا الگ الگ اندازہ رکھا (کہ کسی چیز کے آثار و خواص کچھ ہیں کسی کے کچھ ہیں) اور ان مشرکین نے خدا کو چھوڑ کر اور ایسے معبود قرار دے لیے ہیں جو (کسی طرح معبود ہونے کے قابل نہیں کیوں کہ وہ) کسی چیز کے خالق نہیں اور بلکہ وہ خود مخلوق ہیں اور خود اپنے لیے نہ کسی نقصان (کے دفع کرنے) کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع (کے حاصل کرنے) کا اور نہ کسی کے مرنے کا اختیار رکھتے ہیں (کہ کسی جاندار کی جان نکال سکیں) اور نہ کسی کے جینے کا (اختیار کر سکتے ہیں کہ کسی بے جان میں جان ڈال دیں) اور نہ کسی کو (قیامت میں) دوبارہ زندہ کرنے کا (اختیار رکھتے ہیں۔ اور جو شخص ان چیزوں پر قدرت نہیں رکھتا وہ معبود نہیں ہو سکتا) اور کافر لوگ (قرآن کے بارے میں) یوں کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) تو کچھ بھی نہیں نرا جھوٹ (ہی جھوٹ) ہے جس کو اس

www.toobaaelibrary.com

شخص (یعنی پیغمبر) نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس (گھڑت) میں اس کی مدد کی ہے (مراد وہ اہل کتاب ہیں جو مسلمان ہو گئے تھے یا آپ کی خدمت میں ویسے ہی حاضر ہوا کرتے تھے) سو (ایسی بات کہنے سے) یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے (اس کا ظلم اور جھوٹ ہونا آگے بیان میں آئے گا) اور یہ (کافر) لوگ (اپنے اسی اعتراض کی تائید میں) یوں کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) بے سند باتیں ہیں جو اگلے لوگوں سے منقول ہوتی چلی آئی ہیں جن کو اس شخص (پیغمبر) نے (عمدہ عبارت میں سوچ سوچ کر اپنے صحابہ کے ہاتھ سے) لکھوالیا ہے (تاکہ محفوظ رہے) پھر وہی (مضامین) اس کو صبح شام پڑھ کر سنائے جاتے ہیں (تاکہ یاد رہیں، پھر وہی یاد کئے ہوئے مضامین مجمع میں بیان کر کے خدا کی طرف منسوب کر دیئے جاتے ہیں) آپ (اسکے جواب میں) کہہ دیجئے کہ اس (قرآن) کو تو اس ذات (پاک) نے اتارا ہے جس کو سب چھپی باتوں کی خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں ہوں خبر ہے (خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ اس کلام کا اعجاز اس کی کھلی دلیل ہے کہ کفار کا یہ اعتراض غلط اور جھوٹ اور ظلم ہے کیوں کہ اگر قرآن اساطیر الاولین، یعنی پرانے لوگوں کی کہانیاں ہوتا یا کسی دوسرے کی مدد سے تصنیف کیا گیا ہوتا تو ساری دنیا اس کی مثال لانے سے عاجز کیوں ہوتی) واقعی اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے (اس لیے ایسے ایسے جھوٹ اور ظلم پر فوری سزا نہیں دیتا) اور یہ کافر لوگ (رسول اللہ کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ (ہماری طرح) کھانا (بھی) کھاتا ہے اور (انتظام معاش کے لیے ہماری ہی طرح) بازاروں میں چلتا پھرتا ہے (مطلب یہ ہے کہ رسول و پیغمبر انسان کے بجائے فرشتہ ہونا چاہیئے جو کھانے پینے وغیرہ کی ضروریات سے مستثنیٰ ہو اور کم از کم اتنا تو ضرور ہی ہونا چاہئے کہ رسول اگر خود فرشتہ نہیں ہے تو اس کا مصاحب و مشیر کوئی فرشتہ ہونا چاہئے اس لیے کہا کہ) اس (رسول) کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر (لوگوں کو عذاب الٰہی سے) ڈراتا (اور اگر یہ بھی نہ ہوتا تو کم از کم رسول کو اپنے کھانے پینے کی ضروریات سے تو بے فکری ہوتی اس طرح کہ اس کے پاس (غیب سے) کوئی خزانہ آپڑتا یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس سے یہ کھایا (پیا) کرتا۔ اور (مسلمانوں سے) یہ ظالم یوں (بھی کہتے ہیں کہ (جب انکے پاس نہ کوئی فرشتہ ہے نہ خزانہ نہ باغ۔ اور پھر بھی یہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عقل میں فتور ہے اس لیے) تم لوگ ایک مسلوب العقل آدمی کی راہ پر چل رہے ہو (اے محمدؐ) دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے لیے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کر رہے ہیں سو (ان خرافات

www.toobaaelibrary.com

سے) وہ (بالکل) گمراہ ہو گئے پھر وہ راہ نہیں پا سکتے۔

تلخیص معارف و مسائل

لِلْعٰلَمِیْنَ معلوم ہوا کہ آپ کی رسالت و نبوت سارے عالم کے لیے ہے بخلاف پچھلے انبیاء کے۔ "تَقْدِیْرًا" جس چیز کو بھی پیدا فرمایا اس کے اجزاء کی ساخت اور شکل و صورت اور آثار و خواص بڑی حکمت کے ساتھ اس کام کے مناسب پیدا کیے جس کام کے لیے اس چیز کو پیدا کیا گیا ہے۔

آیت ۶: صرف فصاحت و بلاغت ہی نہیں اس کے تمام معانی و مضامین بھی ایسے علوم پر مشتمل ہیں جو صرف اسی ذات کی طرف سے ہو سکتے ہیں جو ظاہر و باطن کا جاننے والا ہے، دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ تو ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں، بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں الخ۔ اس کا اجمالی جواب آیت ۲۰ میں دیا گیا ہے، تفصیلی جواب اگلی آیات میں ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا ۝ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیْرًا ۝ وَ اِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِیْرًا ۝ قُلْ اَذٰلِكَ خَیْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِیْرًا ۝ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ خٰلِدِیْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ۝ وَ یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِیَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَ كَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِیْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا نَصْرًا ۚ وَ مَنْ یَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِیْرًا ۝ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ یَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ ؕ وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِیْرًا ۝

ترجمہ و خلاصۂ تفسیر

وہ ذات بڑی عالی شان ہے کہ اگر وہ چاہے تو آپ کو (کفار کی) اس (فرمائش) سے (بھی) اچھی چیز دیدے یعنی بہت سے (نہیں) باغات جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں (بہتر اس لیے کہا کہ وہ تو مطلق باغ کی فرمائش کرتے تھے گو ایک ہی ہو اور متعدد باغ کا ایک سے بہتر ہونا ظاہر ہے) اور (بلکہ ان باغوں کے ساتھ

www.toobaaelibrary.com

اور بھی مناسب چیزیں دیدے جن کی انہوں نے فرمائش نہیں کی یعنی) آپ کو بہت سے محل دے دے (جو ان باغوں میں بنے ہوں یا باہر ہی ہوں جس سے ان کی فرمائش اور بھی زیادہ نعمتوں کیساتھ پوری ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ جو جنت میں ملے گا اگر اللہ چاہے تو آپ کو دنیا ہی میں دیدے لیکن بعض حکمتوں سے نہیں چاہا اور فی نفسہٖ ضروری تھا نہیں پس شبہہ محض بیہودہ ہے ان کفار کے ان شبہات مذکورہ کا سبب یہ نہیں ہے کہ ان کو حق کی طلب اور فکر ہوئی ہے اور اس دوران میں قبل تحقیق ایسے شبہات واقع ہو گئے ہوں بلکہ وجہ اعتراضات کی محض شرارت اور طلب حق سے بے فکری ہے اور اس بے فکری اور شرارت کا سبب یہ ہے کہ) یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں (اس لیے فکر انجام نہیں ہے اور جو جی میں آتا ہے کر لیتے ہیں بک دیتے ہیں) اور (انجام اس کا یہ ہوگا کہ) ہم نے ایسے شخص (کی سزا) کے لیے جو کہ قیامت کو جھوٹا سمجھے دوزخ تیار کر رکھی ہے (کیونکہ قیامت کی تکذیب سے اللہ و رسول کی تکذیب لازم آتی ہے جو اصل سبب ہے دوزخ میں جانیکا اور اس دوزخ کی یہ کیفیت ہوگی کہ) وہ (دوزخ) ان کو دور سے دیکھے گی تو (دیکھتے ہی غضبناک ہو کر اسقدر جوش مارے گی کہ) وہ لوگ (دور ہی سے) اس کا جوش و خروش سنیں گے اور (پھر) جب وہ اس (دوزخ) کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے (جیسا مصیبت میں عادت ہے کہ موت کو بلاتے اور اس کی تمنا کرتے ہیں اس وقت ان سے کہا جاویگا کہ) ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سے موتوں کو پکارو (کیونکہ موت کے پکارنے کی علت مصیبت ہے اور تمہاری مصیبت غیر متناہی ہے اور ہر مصیبت کا مقتضا موت کا پکارنا ہے تو پکارنا بھی کثیر ہوا اور اسی کی کثرت کو موت کی کثرت کہا گیا) آپ (ان کو یہ مصیبت سنا کر) کہیے کہ (یہ بتاؤ کہ) کیا یہ (مصیبت کی) حالت اچھی ہے (جو کہ مقتضی ہے تمہارے کفر و انکار کا) یا وہ ہمیشہ کے رہنے کی جنت (اچھی ہے) جس کا خدا سے ڈرنے والوں سے (یعنی اہل ایمان سے) وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ ان کے لیے (ان کی اطاعت کا) صلہ ہے اور ان کا (آخری) ٹھکانا (اور) ان کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو کچھ وہ چاہیں گے (اور اس میں) ہمیشہ رہیں گے (اے پیغمبر) یہ ایک وعدہ ہے جو (بطور فضل و عنایت کے) آپ کے رب کے ذمہ ہے اور قابل درخواست ہے (اور ظاہر ہے کہ جنت الخلد ہی بہتر ہے سو اس میں ترہیب کے بعد ترغیب ایمان کی ہوگی) اور (وہ دن ان کو یاد دلائیے کہ) جس روز اللہ تعالیٰ ان (کافر) لوگوں کو اور جن کو وہ لوگ خدا کے سوا پوجتے تھے (جنہوں نے اپنے اختیار سے کسی کو گمراہ نہیں کیا خواہ صرف بت

www.toobaaelibrary.com

مراد ہو یا ملائکہ وغیرہم بھی) ان (سب) کو جمع کریگا پھر (ان معبودین سے ان عابدین کی رسوائی کے لیے) فرماویگا کیا تم نے میرے ان بندوں کو (راہِ حق سے) گمراہ کیا تھا یا یہ (خود ہی) راہ (حق) سے گمراہ ہو گئے تھے (مطلب یہ کہ انہوں نے تمہاری عبادت جو واقع میں گمراہی ہے تمہارے امر ورضا سے کی تھی جیسا ان لوگوں کا زعم تھا کہ یہ معبودین ہماری اس عبادت سے خوش ہوتے ہیں اور خوش ہو کر اللہ تعالیٰ سے شفاعت کریں گے یا اپنی رائے فاسد سے اختراع کر لی تھی) وہ (معبودین) عرض کریں گے کہ معاذ اللہ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم آپ کے سوا اور کارسازوں کو (اپنے اعتقاد میں) تجویز کریں (عام اس سے کہ وہ کارساز ہم ہوں یا ہمارے سوا اور کوئی ہوں۔ مطلب یہ کہ جب خدائی کو آپ میں منحصر سمجھتے ہیں تو ہم شرک کرنے کا ان کو امر یا اس پر رضامندی کیوں ظاہر کرتے) لیکن (یہ خود ہی گمراہ ہوئے اور گمراہ بھی ایسے نامعقول طور پر ہوئے کہ اسباب شکر کو انہوں نے اسباب کفر بنایا چنانچہ) آپ نے (تو) ان کو اور ان کے بڑوں کو (خوب) آسودگی دی (جسکا مقتضی یہ تھا کہ نعمت دینے والے کو پہچانتے اور اس کا شکر واطاعت کرتے مگر یہ لوگ) یہاں تک (شہوات وتلذذات میں منہمک ہوئے) کہ (آپ کی) یاد (ہی) کو بھلا بیٹھے اور یہ لوگ خود ہی برباد ہوئے (مطلب جواب کا ظاہر ہے کہ دونوں شقوں میں سے اس شق کو اختیار کیا کہ یہ خود ہی گمراہ ہوئے ہم نے نہیں کیا۔ اور ان کی گمراہی کو اللہ کی بڑی نعمتیں ان پر مبذول ہونیکا ذکر کر کے۔ اور زیادہ واضح کر دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان عابدین کو لاجواب کرنے کے لیے جو اصل مقصود تھا سوال مذکور سے یہ فرماویگا) تو تمہارے ان معبودوں نے تو تم کو تمہاری (سب) باتوں میں جھوٹا (ہی) ٹھیرا دیا (اور انہوں نے بھی تمہارا ساتھ نہ دیا اور جرم پورے طور پر قائم ہو گیا) سو (اب) تم نہ تو خود (عذاب کو اپنے اوپر سے) ٹال سکتے ہو اور نہ (کسی دوسرے کی طرف سے) مدد دیئے جا سکتے ہو (حتی کہ جن پر پورا بھروسہ تھا وہ بھی صاف جواب دے رہے ہیں اور تمہاری صریح مخالفت کر رہے ہیں) اور جو (جو) تم میں ظالم (یعنی مشرک) ہوگا ہم اس کو بڑا عذاب چکھائیں گے (اور گو اسوقت مخاطبین سب مشرک ہی ہونگے مگر اس طرح فرمانے کی یہ وجہ ہے کہ ظلم کا مقتضی عذاب ہونا بیان فرمانا مقصود ہے) اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے (مطلب یہ کہ نبوت واکل طعام وغیرہ میں تنافی نہیں چنانچہ جن کی نبوت دلائل سے ثابت ہے کو معترضین اعتراف نہ کریں، ان سب سے اس کا صدور ہوا ہے پس آپ پر بھی یہ اعتراض غلط ہے) اور (اے پیغمبر اور اے تابعین پیغمبر

www.toobaaelibrary.com

ان کفار کے ایسے بیہودہ اقوال سے غمگین مت ہو کیونکہ) ہم نے تم (مجموعہ مکلفین) میں ایک دوسرے کے لیے آزمائش بنایا ہے (پس اسی عادت مستمرہ کے موافق انبیاء کو ایسی حالت پر بنایا کہ امت کی آزمائش ہو کہ کون انکے حالات بشریہ پر نظر کر کے تکذیب کرتا ہے اور کون ان کے کمالات نبوت پر نظر کر کے تصدیق کرتا ہے سو جب یہ بات معلوم ہو گئی تو) کیا تم (اب بھی) صبر کرو گے (یعنی صبر کرنا چاہئے) اور (یہ بات یقینی ہے کہ) آپ کا رب خوب دیکھ رہا ہے (تو وقت موعود پر ان کو سزا دے گا، پھر آپ کیوں ہم و غم میں واقع ہوں)

تلخیص معارف و مسائل

عام طور پر انبیاء علیہم السلام کا فقر و فاقہ میں رہنا اللہ تعالیٰ کی ہزاروں حکمتوں اور عام انسانوں کی مصالح کی بناء پر ہے، اور وہ اس میں بھی اس حالت میں مجبور نہیں ہوتے اگر وہ چاہیں تو اللہ تعالیٰ بڑا مالدار، صاحب جائداد بنا سکتے ہیں، اس اختلاف انواع و اصناف اور اختلاف اقوال میں ہر طبقے کا امتحان ہے، غنی کے شکر کا غریب کے صبر کا وغیرہ اور دیگر انبیاء جنھیں تم بھی مانتے ہو وہ بھی کھاتے پیتے اور بازاروں میں چلتے تھے تمہیں تو اس سے یہ نتیجہ نکال لینا چاہیے تھا کہ یہ کھانا پینا اور بازاروں میں چلنا پھرنا منصب نبوت کے خلاف نہیں۔

[redacted] الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ۭ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاۗءً مَّنْثُوْرًا ۝ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَىِٕذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ۝ وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاۗءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ۝ اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِۨ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ۝ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰي يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَاۗءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰۗىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۝ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ۝ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا وَاَصْحٰبَ

www.toobaaelibrary.com

الذکر وکان الانسان قتورا ۝ وقدرنا بین ذلک کثیرا ۝ وکلا ضربنا لہ الامثال وکلا تبرنا تتبیرا ۝ ولقد اتوا علی القریۃ التی امطرت مطر السوء افلم یکونوا یرونہا ۚ بل کانوا لا یرجون نشورا ۝ واذا رأوک ان یتخذونک الا ھزوا اھذا الذی بعث اللہ رسولا ۝ ان کاد لیضلنا عن الھتنا لولا ان صبرنا علیہا ۚ وسوف یعلمون حین یرون العذاب من اضل سبیلا ۝ ارأیت من اتخذ الھہ ھواہ ۚ افانت تکون علیہ وکیلا ۝ ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ۚ ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور جو لوگ ہمارے سامنے پیش ہونے سے اندیشہ نہیں کرتے (کیونکہ وہ قیامت اور اس کی پیشی اور حساب کے منکر ہیں) وہ (انکار رسالت کے لیے) یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے (کہ اگر فرشتے آکر ہم سے کہیں کہ یہ رسول ہیں) یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں (اور وہ خود ہم سے کہدے کہ یہ رسول ہیں جب ہم تصدیق کریں۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں (کہ اپنے آپ کو اس قابل سمجھتے ہیں کہ فرشتے آکر ان سے خطاب کریں یا خود حق تعالیٰ سے ہم کلام ہوں) اور (بالخصوص اللہ تعالیٰ کے دنیا میں دیکھنے اور اس سے ہم کلام ہونے کی فرمائش میں تو) یہ لوگ حد (انسانیت) سے بہت دور نکل گئے ہیں (کیونکہ ملائکہ اور انسان کی تو بعض چیزوں میں شرکت بھی ہے کہ دونوں اللہ کی مخلوق ہیں مگر اللہ تعالیٰ اور انسان میں تو کوئی مشارکت اور مشابہت نہیں۔ اور یہ لوگ خدا کو دیکھنے کے لائق تو کیا ہوتے مگر فرشتے ان کو ایک روز دکھلائی دیں گے مگر جس طرح یہ چاہتے ہیں اس طرح نہیں بلکہ ان کے عذاب و مصیبت اور پریشانی لیکر) چنانچہ جس روز یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے (اور وہ دن قیامت کا ہے) اس روز مجرموں (یعنی کافروں) کے لیے کوئی خوشی کی بات (نصیب) نہ ہوگی اور (فرشتوں کو جب سامان عذاب کیساتھ آتا دیکھیں گے تو گھبرا کر) کہیں گے پناہ ہے پناہ ہے۔ اور ہم (اس روز) ان کے (یعنی کفار کے) ان (نیک) کاموں کی طرف جو کہ وہ (دنیا میں) کر چکے تھے متوجہ ہوں گے سو ان کو (علانیہ طور پر) ایسا (بیکار) کردیں گے جیسے پریشان غبار (کہ کسی کام نہیں آتا، اسی طرح ان کفار کے اعمال پر کچھ ثواب نہ ہوگا البتہ) اہل جنت اس روز قیامگاہ میں بھی اچھے رہیں گے اور آرامگاہ میں بھی خوب اچھے ہوں گے (مراد مستقر اور مقیل سے جنت ہے یعنی جنت ان کے لیے جائے قیام اور جائے آرام ہوگی اور اچھا ہونا اس کا ظاہر ہے) اور جس روز آسمان ایک بدلی پر سے پھٹ جائے گا اور (اس بدلی کے ساتھ آسمان سے)

www.toobaaelibrary.com

فرشتے (زمین پر) بکثرت اتارے جائیں گے (اور اسی وقت حق تعالیٰ حساب و کتاب کے لیے تجلی فرماویں گے اور) اس روز حقیقی حکومت (حضرت) رحمان (ہی) کی ہوگی (یعنی حساب و کتاب وجزا وسزا میں کسی کو دخل نہ ہوگا جیسا دنیا میں ظاہری تصرف تھوڑا بہت دوسروں کے لیے بھی حاصل ہے) اور وہ (دن) کافروں پر بڑا سخت دن ہوگا (کیونکہ انکے حساب کا انجام جہنم ہی ہے) اور جس روز ظالم (یعنی کافر آدمی غایت حسرت سے) اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھاوے گا (اور) کہے گا کیا اچھا ہوتا میں رسول کے ساتھ (دین کی) راہ پر لگ لیتا ہائے میری شامت (کہ ایسا نہ کیا اور) کیا اچھا ہوتا کہ میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا اس (کم بخت) نے مجھ کو نصیحت آئے پیچھے اس سے بہکا دیا (اور ہٹا دیا) اور شیطان تو انسان کو (عین وقت پر) امداد کرنے سے جواب دیدیتا ہے (چنانچہ اس کافر کی اس حسرت کے وقت اس نے کوئی ہمدردی نہ کی، گو کرنے سے بھی کچھ نہ ہوتا صرف دنیا ہی میں بہکانے کو تھا) اور (اس دن) رسولؐ حق تعالیٰ سے کافروں کی شکایت کے طور پر کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری (اس قوم) نے اس قرآن (جو کہ واجب العمل تھا) بالکل نظر انداز کر رکھا تھا (اور التفات [redacted] تھے عمل تو درکنار، مطلب یہ کہ خود کفار میں بھی اپنی ضلالت کا اقرار کریں گے اور رسول بھی شہادت دیں گے۔ کقولہ تعالیٰ وجئنابك علیٰ هٰؤلآءِ شهیدا اور ثبوت جرم کی یہی دو صورتیں متعاد ہیں اور اقرار اور شہادت اور دونوں کے اجتماع سے یہ ثبوت اور بھی مؤکد ہو جاویگا اور سزایاب ہونگے) اور ہم اسی طرح مجرم لوگوں میں سے ہر نبی کے دشمن بناتے رہے ہیں (یعنی یہ لوگ جو انکار قرآن کر کے آپ کی مخالفت کر رہے ہیں کوئی نئی بات نہیں جس کا غم کیا جاوے) اور (جس کو ہدایت دینا منظور ہو اس کی) ہدایت کرنے کو اور (جو ہدایت سے محروم ہے اس کے مقابلہ میں آپ کی) مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے۔ اور کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان (پیغمبر) پر ایک ہی دفعہ کیوں نازل نہیں کیا گیا (مقصود اس اعتراض سے یہ ہے کہ اگر خدا کا کلام ہوتا تو بتدریج نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس بتدریج نازل کرنے سے تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ محمدؐ خود ہی سوچ سوچ کر تھوڑا تھوڑا بنا لیتے ہیں آگے اس اعتراض کا جواب ہے کہ) اس طرح (تدریجاً) اس لیے (ہم نے نازل کیا) ہے تاکہ ہم اس کے ذریعہ آپ کے دل کو قوی رکھیں اور (اس لیے) ہم نے اس کو بہت ٹھہر ٹھہر کر اتارا ہے (چنانچہ تیئس سال کے عرصہ میں آہستہ آہستہ پورا ہوا) اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں مگر ہم (اس کا) ٹھیک جواب اور وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو عنایت

www.toobaaelibrary.com

کر دیتے ہیں (تاکہ آپ مخالفین کو جواب دے سکیں۔ یہ بظاہر بیان اس تقویت قلب کا ہے جس کا ذکر اس پہلی آیت میں ہوا ہے کہ بتدریج نازل کرنے میں ایک حکمت آپ کی دلجمعی اور تقویت قلب ہے کہ جب کفار کی طرف سے کوئی اعتراض آئے تو اسی وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب نازل کر دیا جائے) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جاویں گے (یعنی گھسیٹ کر) یہ لوگ جگہ میں بھی بدتر ہیں اور طریقہ میں بھی بہت گمراہ ہیں۔ (یہاں تک انکار رسالت پر وعید اور قرآن پر اعتراضات کے جواب تھے، آگے اس کی تائید میں زمانہ ماضی کے بعض واقعات نقل کئے گئے ہیں جن میں منکرین رسالت کا انجام اور عبرت انگیز حالات مذکور ہیں اور انکیں بھی آنحضرتؐ کے لیے تسلی اور تقویت قلب کا سامان ہے کہ پچھلے انبیاء کی اللہ تعالیٰ نے جس طرح مدد فرمائی اور دشمنوں پر غالب فرمایا وہ آپ کے لیے بھی ہونے والا ہے۔ اس میں پہلا قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا گیا کہ) اور بتحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب یعنی تورات) دی تھی اور (اس کتاب ملنے سے پہلے) ہم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو (ان کا) معین (و مددگار) بنایا تھا پھر ہم نے دونوں کو) حکم دیا کہ دونوں آدمی ان لوگوں کے پاس (ہدایت کرنے کے لیے) جاؤ جنھوں نے ہماری (توحید کی) دلیلوں کو جھٹلایا ہے (مراد اس سے فرعون اور اس کی قوم ہے چناں چہ یہ دونوں حضرات وہاں پہنچے اور سمجھایا مگر انھوں نے نہ مانا) سو ہم نے ان کو (اپنے قہر سے) بالکل ہی غارت کر دیا (یعنی دریا میں غرق کیے گئے) اور قوم نوح کو بھی (ان کے زمانہ میں) ہم ہلاک کر چکے ہیں (جن کی ہلاکت اور سبب ہلاکت کا بیان یہ ہے کہ) جب انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو (طوفان سے) غرق کر دیا اور ہم نے ان (کے واقعہ) کو لوگوں (کی عبرت) کے لیے نشان بنا دیا (یہ تو دنیا میں سزا ہوئی) اور (آخرت میں) ہم نے (ان) ظالموں کے لیے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔ اور ہم نے عاد اور ثمود اور اصحاب الرس اور ان کے بیچ بیچ میں بہت سی امتوں کو ہلاک کیا اور ہم نے (ان مذکورہ میں سے) ہر ایک (کی ہدایت) کے واسطے عجیب عجیب (یعنی مؤثر اور بلیغ) مضامین بیان کئے اور (جب نہ مانا تو) ہم نے سب کو بالکل ہی برباد کر دیا۔ اور یہ (کفار ملک شام کے سفر میں اس بستی پر ہو کر گزرتے ہیں جس پر بری طرح پتھر برسائے گئے تھے (مراد قریہ قوم لوط کا ہے) سو کیا یہ لوگ اس کو دیکھتے نہیں رہتے (پھر بھی عبرت نہیں پکڑتے کہ کفر و تکذیب کو چھوڑ دیں جس کی بدولت قوم لوط کر سزا ہوئی سو بات یہ ہے کہ عبرت نہ پکڑنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس قریہ کو دیکھتے نہ ہوں) بلکہ (اصل

www.toobaaelibrary.com

وجہ اس کی یہ ہے کہ) یہ لوگ مر کر جی اٹھنے کا احتمال ہی نہیں رکھتے (یعنی آخرت کے منکر ہیں اس لیے کفر کو موجب سزا ہی قرار نہیں دیتے اور اس لیے ان کی ہلاکت کو کفر کا وبال نہیں سمجھتے بلکہ امور اتفاقیہ میں سے سمجھتے ہیں یہ وجہ عبرت نہ پکڑنے کی ہے) اور جب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے تمسخر کرنے لگتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ کیا یہی (بزرگ) ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے (یعنی ایسا غریب آدمی رسول نہ ہونا چاہئے۔ اگر رسالت کوئی چیز ہے تو کوئی رئیس مالدار ہونا چاہئے تھا پس یہ رسول نہیں البتہ) اس شخص (کی جادو بیانی اس غضب کی ہے کہ اس) نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر (مضبوطی سے) قائم نہ رہتے (یعنی ہم تو ہدایت پر ہیں اور یہ ہم کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا تھا اللہ تعالیٰ ان کی تردید کے لیے فرماتے ہیں کہ یہ ظالم اب تو اپنے آپ کو ہدایت یافتہ اور ہمارے پیغمبر کو گمراہ بتلا رہے ہیں) اور (مرنے کے بعد) جلدی ہی ان کو معلوم ہو جاویگا جب عذاب کا معائنہ کریں گے کہ کون شخص گمراہ تھا (آیا وہ خود یا نعوذ باللہ پیغمبر، اسمیں ان کے بیہودہ اعتراض کے جواب کی طرف بھی اشارہ ہے کہ نبوت اور مالداری میں کوئی جوڑ نہیں مالدار نہ ہونے کے سبب نبوت سے انکار جہالت و گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔ مگر دنیا میں جو چاہیں خیال پکالیں مگر قیامت میں سب حقیقت کھل جاوے گی) اے پیغمبر آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے سو کیا آپ اس کی نگرانی کر سکتے ہیں یا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں (مطلب یہ کہ آپ ان کی ہدایت نہ ہونے سے مغموم نہ ہوجئے کیوں کہ آپ ان پر مسلط نہیں کہ خواہی نخواہی ان کو راہ پر لا دیں اور نہ ہدایت کی ان سے توقع کیجئے کیوں کہ نہ یہ حق بات کو سنتے ہیں نہ عقل ہے کہ غور کریں) یہ محض چوپایوں کی طرح ہیں (کہ وہ بات کو نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں) بلکہ یہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں (کیونکہ وہ احکام دین کے مکلف نہیں تو ان کا نہ سمجھنا مذموم نہیں اور یہ مکلف ہیں پھر بھی نہیں سمجھتے، پھر یہ کہ وہ اگر معتقدان ضروریات دین کے نہیں ہیں تو منکر بھی تو نہیں اور یہ تو منکر ہیں اور اراءت الخ میں ان کی گمراہی کا منشاء بھی بیان کر دیا کہ کسی شبہ و دلیل سے ان کو اشتباہ نہیں ہوا بلکہ اتباع ہوا اس کا سبب ہے۔

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۲۴: ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نصف النہار کے وقت ساری مخلوقات کے حساب کتاب سے فارغ ہو جاویں گے اور دوپہر کے سونے کے وقت اہل جنت جنت میں پہنچ جائیں

www.toobaaelibrary.com

کے اور اہل جہنم جہنم میں۔ (قرطبی)

آیت:۲۵: تَشَقَّقُ: بمعنی کھلنے کے ہیں، یہ حساب شروع ہونے کا وقت ہوگا۔

شانِ نزول: آیت:۲۸: مکہ کے مشرک سرداروں میں سے عقبہ ابن ابی معیط کی عادت تھی کہ کسی سفر سے واپسی پر معززین شہر کی دعوت کرتا پیغمبرؐ سے بھی اس کا ملنا جلنا تھا ایک مرتبہ ایسی ہی ایک دعوت میں پیغمبرؐ کو بھی بلایا جب اس نے آپؐ کے سامنے کھانا رکھا تو آپؐ نے فرمایا میں تمہارا کھانا اس وقت تک نہیں کھا سکتا جب تک تم اس کی گواہی نہ دو کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک عبادت نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، عقبہ نے یہ کلمہ پڑھ لیا، اور آپؐ نے شرط کے مطابق کھانا تناول فرمایا۔ عقبہ کا گہرا دوست ابی بن خلف نے کہا میں اس وقت تک تیری ایسی باتوں کو قبول نہیں کروں گا جب تک تو جا کر ان کے منہ پر نہ تھوکے، یہ بدنصیب کم بخت دوست کے کہنے پر اس گستاخی پر آمادہ ہو گیا اور کر گزرا اللہ نے دنیا میں بھی ان دونوں کو ذلیل کیا غزوۂ بدر میں مارے گئے اور آخرت میں ان کے عذاب کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے، جب آخرت کا عذاب سامنے دیکھے گا تو اس وقت ندامت وافسوس سے اپنے ہاتھ کاٹنے لگے گا اور کہے گا، يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا. (فلاں یعنی ابی بن خلف) (مظہری قرطبی) معلوم ہوا کہ قیامت میں غلط کار اور بے دین دوستوں کی دوستی حسرت وندامت کا باعث ہوگی۔ ارشاد رسالتؐ ہے "لاتصاحب الامؤمنا ولا یاکل مالك الا تقی" نیز "المرء علی دین خلیله فلینظر من یخالل"

آیت:۳۰: اس میں اختلاف ہے کہ آپؐ نے یہ شکایت دنیا ہی میں فرمائی؟ قرینہ یہ ہے کہ دنیا ہی میں شکایت فرمائی۔

آیت:۳۲: سے تسلی کے لیے جواب دیا گیا قرآن پر عمل نہ کرنا، تلاوت نہ کرنا، اور خلاف تجوید تلاوت بھی ہجران میں داخل ہے۔

آیت:۳۳: تدریجی نزول میں پیغمبر علیہ السلام کی تقویت قلب کی چند وجوہ ہیں، (۱) اوّل یہ کہ یاد رکھنا آسان ہو گیا۔ (۲) کفار کے اعتراض یا ناگوار معاملہ پر اسی وقت آپ کی تسلی کے لیے قرآن کی آیت نازل ہوتی جاتی۔ اگر یکبارگی نازل ہو گیا ہوتا اور اس موقع پر تسلی کا ذکر بھی نازل ہوا ہوتا، تو بہرحال تلاش کرنا پڑتا، اور ذہن کا متوجہ ہو جانا بھی عادتاً ضروری نہیں تھا، (۳) تازہ پیغام خداوندی کا آنا معیت خداوندی کی شہادت ہے جو قوت قلب کا مدار اعظم ہے، نیز جو اس مقام پر وجہ

www.toobaaelibrary.com

بتلائی گئی اسی میں حکمت منحصر نہیں۔

آیت:۳۵: مراد تورات کی تکذیب نہیں ہے کیوں کہ اس وقت تک تورات کا نزول نہیں ہوا تھا، آیات سے مراد توحید کے دلائل عقلیہ ہیں ایسے ہی نوح علیہ السلام کی تکذیب اس میں غور نہ کرنے کو تکذیب آیات فرمایا۔

آیت:۳۸: "اَصْحٰبُ الرَّسِّ" راجح یہ ہے کہ ثمود کے کچھ باقی ماندہ لوگ تھے جو کسی کنویں پر آباد تھے آیت:۴۳: خلاف شرع خواہشات کی پیروی ایک قسم کی بت پرستی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ۚ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ۝ لِّنُحْيِىَ بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِىَّ كَثِيْرًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۝ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۚ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ۝ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۚ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ۝ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَىِّ الَّذِىْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۚ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا ۚ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اے مخاطب کیا تو نے اپنے پروردگار (کی اس قدرت) پر نظر نہیں کی کہ اس نے (جب آفتاب افق سے طلوع کرتا ہے اس وقت کھڑی ہوئی چیزوں کے) سایہ کو کیونکر (دور تک) پھیلایا ہے (کیونکہ طلوع کے وقت ہر چیز کا سایہ لمبا ہوتا ہے) اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک حالت پر ٹھیرایا ہوا رکھتا (یعنی آفتاب کے بلند ہونے سے بھی نہ گھٹتا اس طرح پر کہ اتنی دور تک آفتاب کی شعاعوں کو نہ آنے دیتا کیونکہ آفتاب کی شعاعوں کا زمین کے حصوں پر پہنچنا بارادۂ حق ہے نہ کہ بالاضطرار مگر ہم نے اپنی حکمت سے اس کو ایک حالت پر نہیں رکھا بلکہ اس کو پھیلا ہوا بنا کر) پھر ہم نے آفتاب کو (یعنی اس کے افق کے قریب ہونے اور پھر افق سے بلند

www.toobaaelibrary.com

ہونے کو) اس (سایہ کی درازی وکوتاہی) پر (ایک ظاہری) علامت مقرر کیا (مطلب یہ کہ اگر چہ روشنی اور سایہ اور انکے گھٹنے بڑھنے کی اصل علت حق تعالیٰ کا ارادہ اور مشیت ہے، آفتاب یا کوئی دوسری چیز مؤثر حقیقی نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پیدا ہونے والی چیزوں کے لیے کچھ ظاہری اسباب بنادیے ہیں اور اسباب کیساتھ ان کے مسببات کا ایسا رابطہ قائم کردیا کہ سبب کے تغیر سے مسبب میں تغیر ہوتا ہے) پھر (اس تعلق ظاہری کی وجہ سے) ہم نے اس (سایہ) کو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیا (یعنی جوں جوں آفتاب اونچا ہوا وہ سایہ زائل اور معدوم ہوتا گیا اور چونکہ اس کا غائب ہونا محض قدرت الٰہیہ سے بلاشرکت غیرے ہے اور عام لوگوں کی رؤیت سے غائب ہونے کے باوجود علم الٰہی سے غائب نہیں ہے اس لیے یہ فرمایا گیا کہ اپنی طرف سمیٹ لیا) اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لیے رات کو پردہ کی چیز اور نیند کو راحت کی چیز بنایا اور دن کو (اس اعتبار سے کہ سونا مشابہ موت کے ہے اور دن کا وقت جاگنے کا ہے گویا) زندہ ہونے کا وقت بنایا اور وہ ایسا ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ (بارش کی امید دلا کر دلوں کو) خوش کردیتی ہیں اور ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں جو پاک صاف کرنے کی چیز ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے مردہ زمین میں جان ڈال دیں اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چارپایوں اور بہت سے آدمیوں کو سیراب کریں اور ہم اس (پانی) کو (بقدر مصلحت) ان لوگوں کے درمیان تقسیم کردیتے ہیں تاکہ لوگ غور کریں (کہ یہ تصرفات کسی بڑے قادر کے ہیں کہ وہی مستحق عبادت ہے) سو (چاہئے تھا کہ غور کرکے اس کا حق ادا کرتے لیکن) اکثر لوگ بغیر ناشکری کیے نہ رہے (جس میں سب سے بڑھ کر کفر وشرک ہے لیکن آپ ان کی اور بالخصوص اکثر کی ناشکری سنکر یا دیکھ کر سعی فی التبلیغ سے ہمت نہ ہاریئے کہ میں تنہا اس سب سے کیسے عہدہ برآ ہونگا بلکہ آپ تنہا ہی اپنا کام کیے جایئے کیوں کہ آپ کو تنہا ہی نبی بنانے سے خود ہمارا مقصود یہ ہے کہ آپ کا اجر اور قرب بڑھے) اور اگر ہم چاہتے تو (آپ کے علاوہ اسی زمانہ میں (ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دیتے (اور تنہا آپ پر تمام کام نہ ڈالتے لیکن چوں کہ آپ کا اجر بڑھانا مقصود ہے اس لیے ہم نے ایسا نہیں کیا تو اس طور پر اتنا آپ کے سپرد کرنا خدا تعالیٰ کی نعمت ہے) سو (اس نعمت کے شکریہ میں) آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے (یعنی کافر تو اس سے خوش ہونگے کہ تبلیغ نہ ہو یا کمی ہوجائے اور ان کی آزادی سے تعرض نہ کیا جاوے) اور قرآن (میں جو دلائل حق کے مذکور ہیں جیسا اسی مقام پر دلائل توحید کے ارشاد ہوئے ہیں ان) سے ان کا زور شور سے مقابلہ کیجئے (یعنی عام اور مکمل دعوت وتبلیغ

www.toobaaelibrary.com

کیجئے یعنی سب سے کہیئے اور بار بار کہیئے اور ہمت قوی رکھئے جیسا اب تک آپ کرتے رہے ہیں اس پر قائم رہئے آگے پھر بیان ہے دلائل توحید کا) اور وہ ایسا ہے جس نے دو دریاؤں کو (صورۃً) ملایا جن میں ایک (کا پانی) تو شیریں تسکین بخش ہے اور ایک (کا پانی) شور تلخ ہے اور (باوجود اختلاط صوری کے حقیقتاً) ان کے درمیان میں (اپنی قدرت سے) ایک حجاب اور (اختلاط حقیقی سے) ایک مانع قوی رکھ دیا (جو خود خفی غیر محسوس ہے مگر اس کا اثر یعنی امتیاز دونوں پانی کے مزہ میں محسوس اور مشاہد ہے۔ مراد ان دو دریاؤں سے وہ مواقع ہیں جہاں شیریں ندیاں اور نہریں بہتے بہتے سمندر میں آ کر گری ہیں وہاں باوجود اس کے کہ اوپر سے دونوں کا سطح ایک معلوم ہوتا ہے لیکن قدرت الٰہیہ سے ان میں ایک ایسی حد فاصل ہے کہ ملتقی کے ایک جانب سے پانی لیا جائے تو شیریں اور دوسری جانب سے جو کہ جانب اول سے بالکل قریب ہے پانی لیا جاوے تو تلخ۔ دنیا میں جہاں جس جگہ شیریں پانی کی نہریں چشمے سمندر کے پانی میں گرتے ہیں وہاں اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ میلوں دور تک میٹھا اور کھاری پانی الگ الگ چلتے ہیں، دائیں طرف میٹھا بائیں طرف تلخ کھاری یا اوپر نیچے شیریں اور تلخ پانی الگ الگ پائے جاتے ہیں) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ بیان القرآن میں دو معتبر بنگالی علماء کی شہادت نقل کی ہے کہ ارکان سے چاٹگام تک دریا کی شان یہ ہے کہ اس کی دو جانبین بالکل الگ الگ نوعیت کے دو دریا نظر آتے ہیں ایک کا پانی سفید ہے اور ایک کا سیاہ، سیاہ میں سمندر کی طرح طوفانی تلاطم اور تموج ہوتا ہے اور سفید بالکل ساکن رہتا ہے کشتی سفید میں چلتی ہے اور دونوں کے بیچ میں ایک دھاری سی برابر چلی گئی ہے جو دونوں کا ملتقی ہے لوگ کہتے ہیں کہ سفید پانی میٹھا ہے اور سیاہ کڑوا ہے۔ اور مجھ سے باریسال کے بعض طلبہ نے بیان کیا کہ ضلع باری سال میں دو ندیاں ہیں جو ایک ہی دریا سے نکلی ہیں ایک کا پانی کھارا بالکل کڑوا اور ایک کا نہایت شیریں اور لذیذ ہے۔ یہاں گجرات میں راقم الحروف جس جگہ آج کل مقیم ہے (ڈابھیل مملک ضلع سورت) سمندر وہاں سے تقریباً دس بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ ادھر کی ندیوں میں برابر مد و جزر (جوار بھاٹا) ہوتا رہتا ہے بکثرت ثقات نے بیان کیا کہ مد کے وقت جب سمندر کا پانی ندی میں آجاتا ہے تو میٹھے پانی کی سطح پر کھارا پانی بہت زور سے چڑھ جاتا ہے لیکن اس وقت بھی دونوں پانی مخلوط نہیں ہوتے۔ اوپر کھارا رہتا ہے نیچے میٹھا، جزر کے وقت اوپر سے کھارا اتر جاتا ہے اور میٹھا جوں کا توں میٹھا باقی رہ جاتا ہے واللہ اعلم، ان شواہد کو دیکھتے ہوئے آیت کا مطلب بالکل واضح ہے یعنی خدا کی قدرت دیکھو کہ کھارے

www.toobaaelibrary.com

اور میٹھے دونوں دریاؤں کے پانی کہیں ملجانے کے باوجود بھی کس طرح ایک دوسرے سے ممتاز رہتے ہیں) اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے (یعنی نطفہ سے) آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا () چنانچہ باپ دادا وغیرہ شرعی خاندان اور ماں، نانی وغیرہ عرفی خاندان ہیں جن سے پیدائش کے ساتھ ہی تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں پھر شادی کے بعد سسرالی رشتے پیدا ہو جاتے ہیں یہ دلیل قدرت بھی ہے کہ نطفہ کیا چیز تھا پھر اس کو کیسا بنا دیا کہ وہ اتنی جلد خون والا ہو گیا اور نعمت بھی ہے کہ ان تعلقات پر تمدن اور امداد باہمی کی تعمیر قائم ہے) اور (اے مخاطب تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے اور) باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں ایسا کامل ہے جیسا بیان ہوا اور یہ کمالات مقتضی ہیں کہ اسی کی عبادت کی جاوے مگر) یہ (مشرک) لوگ (ایسے) خدا کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں (جو عبادت کرنے پر) نہ ان کو کچھ نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ (در صورت عبادت نہ کرنے کے) ان کو کچھ ضرر پہنچا سکتی ہیں اور کافر تو اپنے رب کا مخالف ہے (کہ اس کو چھوڑ کر دوسرے کی عبادت کرتا ہے اور کفار کی مخالفت معلوم کر کے آپ نہ تو ان کے ایمان نہ لانے سے غمگین ہوں کیونکہ) ہم نے آپ کو صرف اس لیے بھیجا ہے کہ (ایمان والوں کو جنت کی) خوشخبری سنائیں اور (کافروں کو دوزخ سے) ڈرائیں۔ (ان کے ایمان نہ لانے سے آپ کا کیا نقصان ہے، پھر آپ کیوں غم کریں اور نہ آپ اس مخالفت کو معلوم کر کے فکر میں پڑیں کہ جب یہ حق تعالیٰ کے مخالف ہیں تو میں جو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرتا ہوں اس دعوت کو یہ لوگ خیر خواہی کب سمجھیں گے بلکہ میری خود غرضی پر محمول کر کے التفات بھی نہ کریں گے تو ان کے گمان کی کیونکر اصلاح کی جاوے تاکہ مانع مرتفع ہو سو اگر آپ کو ان کا یہ خیال قرینہ سے یا زبانی گفتگو سے معلوم ہو تو) آپ (جواب میں اتنا) کہہ دیجئے (اور بے فکر ہو جایئے) کہ میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ (مالی یا جاہی) نہیں مانگتا ہاں جو شخص یوں چاہے کہ اپنے رب تک (پہنچنے کا) راستہ اختیار کر لے (تو البتہ میں یہ ضرور چاہتا ہوں چاہے اس کو معاوضہ کہو یا نہ کہو) اور (نہ اس مخالفت کفار کو دریافت کر کے ان کی ضرر رسانی سے اندیشہ کیجئے بلکہ تبلیغ میں) اس حی لایموت پر توکل رکھئے اور (اطمینان کے ساتھ) اس کی تسبیح وتحمید میں لگے رہئے اور (نہ مخالفت سن کر تعجیل عقوبت کی اس خیال سے تمنا کیجئے کہ ان کا ضرر دوسروں کو نہ پہنچ جاوے کیونکہ) وہ (خدا) اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی (طور پر) خبردار ہے (وہ جب مناسب سمجھے گا سزا دیدیگا۔ پس ان جملوں میں رسول اللہ ﷺ سے حزن وفکر اور خوف زائل فرمایا ہے آگے پھر توحید کا بیان ہے) وہ

www.toobaaelibrary.com

ایسا ہے جس نے آسمان وزمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کیا پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ اس کی شان کے لائق ہے جس کا بیان سورۂ اعراف کے رکوع ہفتم کے شروع آیت میں گزر چکا) وہ بڑا مہربان ہے سو اس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھنا چاہیئے (کہ وہ کیسا ہے کافر مشرک کیا جانیں اور اس معرفت صحیحہ کے نہ ہونے سے شرک کرتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ وما قدروا اللہ حق قدرہ) اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو (بوجہ جہل وعناد کے) کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا چیز ہے (جس کے سامنے ہم کو سجدہ کرنے کو کہتے ہو) کیا ہم اس کو سجدہ کرنے لگیں گے جس کو تم سجدہ کرنے کے لیے ہم کو کہو گے اور اس سے ان کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے (لفظ رحمٰن ان میں کم مشہور تھا مگر یہ نہیں کہ جانتے نہ ہوں مگر اسلامی تعلیم سے جو مخالفت بڑھی ہوئی تھی تو محاورات اور بول چال میں بھی مخالفت کو نباہتے تھے۔ قرآن میں جو یہ لفظ بکثرت آیا وہ اس کی بھی مخالفت کر بیٹھے)

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۴۷: سُبَاتًا: بمعنی قطع کرنا، یعنی دن بھر کی تکان اور کمزوری نیند سے قطع ہو جاتی ہے۔ رات کو نیند سے کیا تعلق، اس کے بارے میں تفصیلات سورۂ کہف میں گذریں۔

آیت:۴۸: طَهُوْرًا: طاہر مطہر۔

آیت:۴۹: اَنَاسِیَّ كَثِیْرًا" مراد وہ جنگل کے باشندے ہیں جن کا گذارہ عموماً بارش کے پانی پر ہوتا ہے۔ شہری لوگ تو نہروں اور کنوؤں کے قریب ہوتے ہیں، بارش کے منتظر نہیں رہتے۔

آیت:۵۰: یعنی کہیں بارش کم کہیں زیادہ کردی کمی سے تنبیہ وعذاب دینا مقصود ہوتا ہے اور زیادتی بھی باعث عذاب بن جاتی ہے۔

آیت:۵۲: احکام قرآنی کی تبلیغ جس طرح ہو خواہ قلم سے خواہ زبان سے اسے جہاد کبیر کہا ہے آیت:۵۳: خلاصہ تفسیر میں تفصیل مذکور ہوئی۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ۝ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ

www.toobaaelibrary.com

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۝ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

وہ ذات بہت عالیشان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور ان ستاروں میں سے دو بڑے نورانی اور فائدہ بخش ستارے بنائے (یعنی) اس (آسمان) میں ایک چراغ (یعنی آفتاب) اور نورانی چاند بنایا (شاید آفتاب کو سراج بوجہ تیزی کے کہا) اور وہ ایسا ہے جس نے رات اور دن ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے بنائے (اور یہ سب کچھ جو دلائل توحید اور اللہ کی نعمتوں کا ذکر ہوا ہے) اس شخص کے (سمجھنے کے) لیے (ہیں) جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے (کہ اس میں سمجھنے والے کی نظر میں استدلالات ہیں اور شکر گزاری کرنے والے کی نظر میں انعامات ہیں) ورنہ

اگر صد باب حکمت پیش ناداں ✽ بخوانی آیدش باز بچہ در گوش

اور (حضرت) رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں (مطلب یہ کہ ان کے مزاج میں تواضع ہے تمام امور میں، اور اسی کا اثر چلنے میں بھی ظاہر ہوتا ہے اور خاص چال کی ہیئت بیان کرنا مقصود نہیں کیوں کہ دماغ داری کے ساتھ نرم رفتاری موجب مدح نہیں اور یہ تواضع تو ان کا طرز خاص اپنے اعمال میں ہے) اور (دوسروں کے ساتھ ان کا طرز یہ ہے کہ) جب ان سے جہالت والے لوگ (جہالت کی) بات (چیت) کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں (مطلب یہ کہ اپنے نفس کے لیے انتقام قولی یا فعلی نہیں لیتے اور جو خشونت تادیب و اصلاح و سیاست شرعیہ یا اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہو اس کی نفی مقصود نہیں) اور جو (اللہ کے ساتھ اپنا یہ طرز رکھتے ہیں کہ) راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام (یعنی نماز) میں لگے رہتے ہیں اور جو (باوجود ادائے حقوق اللہ و حقوق العباد کے اللہ تعالیٰ سے اسقدر ڈرتے ہیں کہ) دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھئے کیوں کہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے، بیشک وہ جہنم برا ٹھکانا اور برا مقام ہے۔

www.toobaaelibrary.com

(یہ تو ان کی حالت طاعات بدنیہ میں ہے) اور (طاعات مالیہ میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ) وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں (کہ معصیت میں صرف کرنے لگیں) اور نہ تنگی کرتے ہیں (کہ طاعت ضروریہ میں بھی خرچ کی کوتاہی کریں، اور اسراف میں وہ خرچ بھی آ گیا کہ بلا ضرورت استطاعت سے زیادہ مباحات میں یا طاعات غیر ضروریہ میں خرچ کریں جس کا انجام اخیر میں بے صبری اور حرص و بدنیتی ہو کیونکہ یہ امور معصیت ہیں اور جو چیز معصیت کا سبب بنے وہ بھی معصیت ہے اس لیے وہ بھی معصیت ہی میں خرچ کرنا انجام کار ہو گیا۔ اسی طرح طاعات ضروریہ میں بالکل خرچ نہ کرنے کی مذمت لم یقتروا سے مفہوم ہو گئی کیوں کہ جب خرچ میں کمی کرنا جائز نہیں تو عدم انفاق تو بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہو گا پس یہ شبہ نہ رہا کہ خرچ میں کمی کرنے کی تو نفی اور نہی ہو گئی لیکن عدم الانفاق بالکلیہ کی نفی اور نہی نہ ہوئی۔ غرض وہ انفاق میں افراط و تفریط دونوں سے مبرا ہیں) اور ان کا خرچ کرنا اس (افراط و تفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے (یہ حالت مذکورہ تو طاعات کی ادائیگی سے متعلق تھی) اور جو (گناہ سے بچنے میں یہ شان رکھتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے (جو معصیت متعلق عقائد کے ہے) اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ تعالیٰ نے (قواعد شرعیہ کی رو سے) حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے ہاں مگر حق پر (یعنی جب قتل کے وجوب یا اباحت کا کوئی سبب شرعی پایا جاوے اس وقت اور بات ہے) اور وہ زنا نہیں کرتے (کہ یہ قتل و زنا اعمال متعلقہ گناہوں میں سے ہیں) اور جو شخص ایسے کام کرے گا (کہ شرک کرے یا شرک کیساتھ قتل ناحق بھی کرے یا زنا بھی کرے جیسے مشرکین مکہ تھے) تو سزا سے اس کو سابقہ پڑیگا کہ قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائیگا (جیسا کفار کے حق میں دوسری آیات میں آیا ہے زدنا ھم عذابا فوق العذاب) اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل (و خوار) ہو کر رہے گا (تا کہ عذاب جسمانی کے ساتھ ذلت کا عذاب روحانی بھی ہو اور شدت عذاب یعنی تضاعف کیساتھ مقدار کی زیادتی یعنی خلود بھی ہو اور مراد اس و من یفعل ذلک سے کفار و مشرکین ہیں بقرینۂ یضاعف و یخلد و مہاناً و آمن کیوں کہ مؤمن گناہگار کے لیے عذاب میں زیادتی اور خلود نہ ہو گا بلکہ اس کا عذاب اس کو پاک صاف کرنے کے لیے ہو گا نہ کہ اہانت کے لیے، اور اس کے لیے تجدید ایمان کی ضرورت نہیں صرف توبہ کافی ہے جس کا آگے بیان ہے و من تاب و عمل الخ نیز قرائن مذکورہ کے سوا صحیحین میں ابن عباسؓ سے شان نزول بھی اس کا یہی منقول ہے کہ مشرکین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی) مگر جو (شرک

www.toobaaelibrary.com

ومعاصی سے) توبہ کرلے اور (اس توبہ کے قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ) ایمان (بھی) لے آوے اور نیک کام کرتا رہے (یعنی ضروری طاعات کو بجالاتا رہے) تو (اس کو جہنم میں خلود تو کیا ہوتا جہنم سے ذرا بھی مس نہ ہوگا بلکہ) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں (کو محو کر کے ان) کی جگہ (آئندہ) نیکیاں عنایت فرمائیگا (یعنی چونکہ گزشتہ کفر و گناہ زمانہ کفر کے بعد اسلام کی برکت سے معاف ہو جاویں گے اور آئندہ بوجہ اعمال صالحہ کے حسنات لکھی جاتی رہیں گی اور ان پر ثواب ملیگا اس لیے جہنم سے ان کا کچھ تعلق نہ ہوگا، پس الا استثناء منقطع ہے اور من تاب کی خبر فاولئك الخ ہے اور مقصود بالحکم تبدیل سیئات بالحسنات ہے جو مجموعہ ایمان و توبہ و عمل صالح پر مرتب ہے اور جہنم کی آگ سے محفوظ رہنا اس کا لازمی اثر ہے اور جہنم میں دخول ہی نہیں تو خلود نہ ہونا ظاہر ہے یا استثناء متصل ہو اور عدم خلود کے لیے مجموعہ ایمان و توبہ و عمل صالح شرط نہ ہو مگر مجموعہ کے ساتھ عدم خلود کا پایا جانا اس آیت میں مذکور ہوا اور صرف ایمان پر عدم خلود کا مرتب ہونا دوسرے دلائل سے ثابت ہو) اور (یہ محو سیئات و اثبت حسنات اس لیے ہوا کہ) اللہ تعالیٰ غفور ہے (اس لیے سیئات کو محو کر دیا اور) رحیم ہے (اس لیے حسنات کو قائم فرمایا۔ یہ تو تائب عن الکفر کا بیان تھا) اور (آگے اس مؤمن کا ذکر ہے جو گناہ سے توبہ کرے تاکہ مضمون توبہ کا پورا ہو جائے و نیز مقبول بندوں کے بقیہ اوصاف کا بیان ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ طاعات کے پابند اور سیئات سے پرہیز کے عادی رہتے ہیں لیکن اگر احیاناً صدور معصیت ہو جائے تو توبہ کر لیتے ہیں اس لیے تائبین کا حال ارشاد فرمایا یعنی) جو شخص (جس معصیت سے) توبہ کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے (یعنی آئندہ معصیت سے بچتا ہے) تو وہ (بھی عذاب سے بچا رہیگا کیوں کہ وہ) اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر رجوع کر رہا ہے (یعنی خوف و اخلاص کیساتھ کہ شرط توبہ ہے آگے پھر عباد رحمٰن کے اوصاف بیان فرماتے ہیں یعنی) اور (ان میں یہ بات ہے کہ) وہ بیہودہ باتوں میں (جیسے لہو و لعب خلاف شرع) شامل نہیں ہوتے اور اگر (اتفاقاً بلا قصد) بیہودہ مشغلوں کے پاس کو ہو کر گزریں تو سنجیدگی (و شرافت) کے ساتھ گزر جاتے ہیں (یعنی نہ اس کی طرف مشغول ہوتے ہیں اور نہ ان کے آثار سے گناہ گاروں کی تحقیر اور اپنا ترفع اور تکبر ظاہر ہوتا ہے) اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ کے احکام کے ذریعہ نصیحت کی جاتی ہے تو ان (احکام) پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے (جس طرح کافر قرآن پر ایک نئی بات سمجھ کر تماشے کے طور پر اور نیز اس میں اعتراضات پیدا کرنے کے لیے اس کے حقائق و معارف سے اندھے بہرے ہو کر اندھا دھند بے ترتیب ہجوم کر لیتے تھے جیسا

www.toobaaelibrary.com

کہ دوسری جگہ قرآن کا ارشاد ہے کادوا یکونون علیه لبدا (علیٰ بعض التفاسیر) سو عباد مذکورین ایسا نہیں کرتے، بلکہ عقل وفہم کے ساتھ قرآن پر متوجہ اور اس کی طرف دوڑتے ہیں جس کا ثمرہ زیادہ ایمان وعمل بالاحکام ہے پس مقصود آیت میں اندھے بہرے ہونے کی نفی کرنا ہے نہ کہ قرآن کی طرف شوق کے ساتھ متوجہ ہونے اس پر گرنے کی، کیوں کہ وہ عین مطلوب ہے، اور اس سے کفار کے لیے بھی قرآن پر گرنا تو ثابت ہوتا ہے مگر وہ مخالفت اور مزاحمت کے طور پر اور اندھے بہروں کی طرح تھا اس لیے وہ مذموم ہے) اور وہ ایسے ہیں کہ (خود جیسے دین کے عاشق ہیں اسی طرح اپنے اہل وعیال کے لیے بھی اس کے ساعی اور داعی ہیں، چنانچہ عملی کوشش کے ساتھ حق تعالیٰ سے بھی) دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما (یعنی ان کو دیندار بنادے اور ہم کو ہماری اس سعی دینداری میں کامیاب فرما کہ ان کو دینداری کی حالت میں دیکھ کر راحت اور سرور ہو) اور (تو نے ہم کو ہمارے خاندان کا افسر تو بنایا ہی ہے مگر ہماری دعا یہ ہے کہ ان سب کو متقی کر کے) ہم کو متقیوں کا افسر بنادے (تو اصل مقصود افسری مانگنا نہیں ہے گو اس میں بھی قباحت نہیں مگر مقام دلالت نہیں کرتا بلکہ اصل مقصود اپنے خاندان کے متقی ہونے کی درخواست ہے یعنی بجائے اس کے کہ ہم صرف خاندان کے افسر ہیں ہم کو متقی خاندان کا افسر بنادیجئے، یہاں تک عباد رحمٰن کے اوصاف کا بیان تھا آگے ان کی جزا ہے یعنی) ایسے لوگوں کو (بہشت میں رہنے کو) بالاخانے ملیں گے بوجہ انکے (دین وطاعت پر) ثابت قدم رہنے کے اور ان کو اس (بہشت) میں (فرشتوں کی جانب سے) بقاء کی دعا اور سلام ملے گا (اور) اس (بہشت) میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے (جیسا جہنم کے بارے میں ساءت مستقراً ومقاماً فرمایا ہے، اے پیغمبرؐ) آپ (عام طور پر لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ میرا رب تمہاری ذرا بھی پروا نہ کریگا اگر تم عبادت نہ کرو گے سو (اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ اے کفار) تم تو (احکام الٰہیہ کو) جھوٹا سمجھتے ہو تو عنقریب یہ (جھوٹا سمجھنا تمہارے لیے) وبال (جان) ہو (کر رہے) گا، (خواہ دنیا میں جیسے واقعہ بدر میں کفار پر مصیبت آئی یا آخرت میں اور وہ ظاہر ہے)

تلخیص معارف ومسائل

آیت نمبر ۶۱: اجرام سماویہ اور فلکیات کی حقیقت وہیئت کیا ہے؟ انسان کے معاش یا معاد کا کوئی مسئلہ اس سے وابستہ نہیں اور انکی حقیقت کا معلوم کرنا انسان کے لیے آسان بھی نہیں۔ خلا کے مسافروں اور سیارات

www.toobaaelibrary.com

پر کمند پھینکنے والوں کی کمائی کے حاصلات اور تمام تگ ودو کے نتائج پڑھنے کے بعد کیا سامنے آتا ہے یہ کہ راز کائنات اور اس کی حقیقت تک رسائی تو کیا ہوتی، بے حدو بے حساب سیارات اور نجوم کی گردشوں کا ادراک ہو کر اور حیرانی بڑھ گئی۔ آلات سائنس سے ان کی پیمائی کے ناممکن ہونے اور اپنی تمام کوششوں کی اس کے مقابلہ میں حقارت کا اقرار واعتراف کرنا پڑا، بلکہ حاصل اتنی بات ہوئی کہ یہ سب نظام کائنات اور نجوم وسیارات خود بخود نہیں بلکہ کسی عظیم اور غیر محسوس طاقت کے زیر فرمان چل رہے ہیں یہی وہ بات ہے جس کو انبیاء علیہم السلام نے پہلے قدم پر عام انسانوں کو بتلا دیا تھا اور قرآن کریم کی بیشمار آیتوں میں اسی چیز کا یقین دلانے کے لیے آسمان وزمین، نجوم وسیارات وغیرہ کے حالات پر غور وفکر کرنے کی تلقین کی گئی ہے، یہ سائنسی تحقیقات عام نظروں کے اعتبار سے قابل تحسین ہو لیکن اس پر غور کیا جائے کہ یہ بے مصرف شعبدہ گری جس سے انسان اور انسانیت کا کوئی معتد بہ فائدہ نہ ہو وہ حکماء اور عقلاء کا کام نہیں ——— اور دیکھنا یہ چاہئے کہ اس پچاس سال (اس سے بھی زیادہ) کی جدوجہد اور اربوں کھربوں روپیہ جو بہت سے بھوکے ننگے انسانوں کے مصائب دور کرنے کے لیے کافی ہوتا اس کو آگ کی نذر کر دینے اور چاند تک پہنچ کر وہاں پتھر سمیٹ لانے سے انسان اور انسانیت کو کیا فائدہ پہنچا؟ یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت انسان کو ایسے لایعنی مشغلے میں مبتلا کرنے سے گریز کرتے ہیں اور کائنات عالم میں غور وفکر کی دعوت صرف دو حیثیتوں سے دیتے ہیں۔ پہلی حیثیت جو اصل مقصود ہے۔ یہ ہے کہ ان آثار عجیبہ کو دیکھ کر مؤثر حقیقی اور اس غیر محسوس قوت کا یقین کر لیں جو اس سارے نظام کو چلا رہی ہے۔ اسی کا نام خدا ہے دوسرے ان زمینی اور آسمانی مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے کے لیے ہر ضرورت کی چیز ودیعت فرما دی ہے انسان کا کام یہ ہے کہ اپنی عقل وشعور اور جدوجہد سے کام لیکر ان چیزوں کو زمین کے خزائن سے نکالنے اور صحیح استعمال کے طریقے سیکھ لے۔ یہ دوسری حیثیت ثانوی رفع ضرورت کے لیے ہے۔ اس لیے ضرورت سے زائد اس میں انہماک پسندیدہ نہیں اور کائنات عالم میں غور وفکر اور تدبر کی دونوں حیثیتیں انسان کے لیے آسان بھی ہیں، نتیجہ خیز بھی۔ اور ان دونوں حیثیتوں کے نتائج میں قدیم وجدید فلاسفہ کا کوئی اختلاف بھی نہیں۔

عباد الرحمٰن

آیت: ۶۳: قرآن کریم نے اپنے مخصوص بندوں کو (جن کے عقائد، اعمال، اخلاق وعادات سب اللہ ورسول کی مرضی کے تابع اور احکام شرعیہ کے مطابق ہیں) عباد الرحمٰن کا لقب عطا فرمایا، جو ان کا سب سے بڑا اعزاز ہے، ان کے اوصاف آیت نمبر ۶۳: سے آخر

www.toobaaelibrary.com

تک بیان فرمایا ہے۔

پہلا وصف: عبادم ہونا ہے جن کے بارے میں اوپر بین القوسین اشارہ کیا گیا ہے۔ **دوسری صفت**: يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا ہے۔ **تیسری صفت**: وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا، ہے۔ **چوتھی صفت**: وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ہے۔ **پانچویں صفت**: وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ہے۔ **چھٹی صفت**: وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا ہے۔ **ساتویں صفت**: وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ہے۔ **آٹھویں صفت**: وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ہے۔ **نویں صفت**: وَلَا يَزْنُوْنَ ہے۔ **دسویں صفت**: وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ہے۔ **گیارھویں صفت**: وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ہے۔ **بارھویں صفت**: وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ہے۔ **تیرھویں صفت**: وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ہے۔ یہاں تک مؤمنین کاملین کی اہم صفات کا بیان پورا ہوا، آگے انکی جزا اور آخرت کے درجات کا ذکر ہے۔

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ مَكِّيَّةٌ (۲۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

طٰسٓمٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ۝ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ

www.toobaaelibrary.com

فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ۝ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ۝ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝

ترجمہ وخلاصہ تفسیر

طٰسٓمٓ (اس کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ (مضامین جو آپ پر نازل ہوتے ہیں) کتاب واضح (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں (اور یہ لوگ جو اس پر ایمان نہیں لاتے تو آپ اتنا غم کیوں کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ) شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے پر (تاسف کرتے کرتے) اپنی جان دیدیں گے (اصل یہ ہے کہ یہ عالم ابتلاء ہے اس میں حق کے اثبات پر وہی دلائل قائم کئے جاتے ہیں جن کے بعد بھی ایمان لانا بندہ کے اختیار میں رہتا ہے ورنہ) اگر ہم (جبراً واضطراراً ان کو مومن کرنا) چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک (ایسی) بڑی نشانی نازل کردیں (کہ ان کا اختیار ہی بالکل سلب ہوجاوے) پھر ان کی گردنیں اس نشانی (کے آنے) سے پست ہوجاویں (اور بالاضطرار مومن بنجاویں لیکن ایسا کرنے سے آزمائش باقی نہ رہے گی اس لیے ایسا نہیں کیا جاتا اور معاملہ جبر واختیار کے درمیان رہتا ہے) اور (ان کی یہ حالت ہے کہ) ان کے پاس کوئی تازہ فہمائش (حضرت) رحمٰن (جل شانہٗ) کی طرف سے ایسی نہیں آتی جس سے یہ بے رخی نہ کرتے ہوں سو (اس بے رخی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ) انہوں نے (دین حق کو) جھوٹا بتلا دیا (جو اعراض کا انتہائی درجہ ہے اور صرف اس کے ابتدائی درجہ یعنی بے التفاتی پر اکتفا نہیں کیا اور پھر تکذیب بھی خالی نہیں بلکہ استہزاء کے ساتھ) سو اب عنقریب ان کو اس بات کی حقیقت معلوم ہوجاویگی جس کے ساتھ یہ استہزاء کیا کرتے تھے (یعنی جب عذاب الٰہی کا موت کے وقت یا قیامت میں معائنہ ہوگا، اس وقت قرآن کے اور مانی القرآن یعنی عذاب وغیرہ کے حق ہونیکا انکشاف ہوجاویگا) کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا (جو ان سے بہت قریب اور ہر وقت پیش نظر ہے) کہ ہم نے اس میں کس قدر عمدہ عمدہ قسم قسم کی بوٹیاں اگائی ہیں (جو مصل جمیع مصنوعات کے اپنے بنانے والے کے وجود اور اس کے یکتائی اور کمال قدرت پر دلالت کرتی ہیں کہ) اس میں (توحید ذاتی وصفاتی واضافی کی) ایک بڑی نشانی (عقلی) ہے اور یہ مسئلہ بھی عقلی ہے کہ

www.toobaaelibrary.com

خدائی کے لیے کمال ذاتی وصفاتی شرط ہے اور کمال مذکور کے لوازم میں سے ہے کہ وہ خدائی میں اکیلا ہو) اور (باوجود اسکے) ان میں کے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے (اور شرک کرتے ہیں، غرض شرک کرنا انکار نبوت سے بھی بڑھ کر ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ان کے عناد نے ان کی فطرت کو بالکل مختل کر دیا پھر ایسوں کے پیچھے کیوں جان کھوئی جاوے) اور (اگر ان کو شرک کے مذموم عنداللہ ہونے میں یہ شبہ ہو کہ ہم پر عذاب فوراً کیوں نہیں آجاتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) بلاشبہ آپ کا رب (باوجود اس کے کہ) غالب (اور کامل القدرت) ہے (مگر اس کے ساتھ ہی رحیم (بھی) ہے (اور اس کی رحمت عامہ دنیا میں کفار سے بھی متعلق ہے اس کا اثر یہ ہے کہ ان کو مہلت دے رکھی ہے ورنہ کفر یقیناً مذموم اور عذاب کا مقتضی ہے) اور (ان لوگوں سے اس وقت کا قصہ ذکر کیجئے) جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا (اور حکم دیا) کہ تم ان ظالم لوگوں کے یعنی قوم فرعون کے پاس جاؤ (اور اے موسیٰ دیکھو کیا یہ لوگ (ہمارے غضب سے) نہیں ڈرتے (یعنی ان کی حالت عجیب اور شنیع ہے اس لیے ان کی طرف تم کو بھیجا جاتا ہے) انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار، (میں اس خدمت کے لیے حاضر ہوں لیکن اس خدمت کی تکمیل کے لیے ایک مددگار چاہتا ہوں کیونکہ) مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ مجھ کو (اپنی پوری بات کہنے سے پہلے ہی) جھٹلانے لگیں اور (طبعی طور پر ایسے وقت میں) میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان (اچھی طرح) نہیں چلتی اس لیے ہارون کے پاس (بھی وحی) بھیج دیجئے (ان کو نبوت عطا فرما دیجئے کہ اگر میری تکذیب کی جاوے تو وہ تصدیق کرنے لگیں تاکہ دل شگفتہ اور زبان رواں رہے اور اگر میری زبان کسی وقت بند ہو جاوے تو وہ تقریر کرنے لگیں اور ہر چند کہ یہ غرض ویسے بھی ہارون کو بلا نبوت عطا ہوئے ساتھ رکھنے سے حاصل ہو سکتی تھی مگر عطائے نبوت میں اور زیادہ باکمل وجوہ پوری ہوئی) اور (ایک امر یہ قابل عرض ہے کہ) میرے ذمہ ان لوگوں کا ایک جرم بھی ہے (کہ میرے ہاتھ سے ایک قبطی قتل ہو گیا تھا جسکا قصہ سورۂ قصص میں آویگا) سو (اس لیے) مجھ کو (ایک) یہ اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھ کو (قبل تبلیغ رسالت) قتل کر ڈالیں (تب بھی تبلیغ نہ کر سکوں گا تو اس کی بھی کوئی تدبیر فرما دیجئے) ارشاد ہوا کہ کیا مجال ہے (جو ایسا کر سکیں اور ہم نے ہارون کو بھی پیغمبری دی، اب تبلیغ کے دونوں مانع مرتفع ہو گئے) سو (اب) تم دونوں میرے احکام لے کر جاؤ (کہ ہارون بھی نبی ہو گئے اور) ہم (نصرت وامداد سے) تمہارے ساتھ ہیں (اور جو گفتگو تمہاری اور ان لوگوں کی ہوگی اس کو (سنتے ہیں سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور (اس) سے کہو کہ ہم رب العالمین کے فرستادہ ہیں (اور دعوت الی التوحید کے ساتھ یہ حکم بھی لائے ہیں) کہ تو بنی اسرائیل کو (اپنے بیگار اور ظلم سے رہائی

www.toobaaelibrary.com

دے کر ان کے اصلی وطن ملک شام کیطرف) ہمارے ساتھ جانے دے (خلاصہ اس دعوت کا حقوق اللہ اور حقوق العباد میں ظلم وتعدی کا ترک کرنا ہے، چنانچہ یہ دونوں حضرات گئے اور فرعون سے سب مضامین کہدیئے) فرعون (یہ سب باتیں سن کر اول موسیٰؑ کی طرف ان کو پہچان کر متوجہ ہوا اور) کہنے لگا کہ (اہاتم ہو) کیا ہم نے تم کو بچپن میں پرورش نہیں کیا اور تم اپنی (اس) عمر میں برسوں ہم میں رہا سہا کئے اور تم نے اپنی وہ حرکت بھی کی تھی جو کی تھی (یعنی قبطی کو قتل کیا تھا) اور تم بڑے ناسپاس ہو (کہ میرا ہی کھایا، میرا ہی آدمی قتل کیا اور پھر مجھ کو اپنا تابع بنانے آئے ہو، چاہیئے تو یہ تھا کہ تم میرے سامنے دب کر رہتے) موسیٰ نے جواب دیا کہ (واقعی) اس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے غلطی ہوگئی تھی (یعنی عمداً میں نے قتل نہیں کیا، اس کی ظالمانہ روش سے اس کو روکنا مقصود تھا اتفاق سے وہ مرگیا) پھر جب مجھ کو ڈر لگا تو میں تمہارے ہاں سے مفرور ہوگیا، پھر مجھ کو میرے رب نے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھ کو پیغمبروں میں شامل کردیا (اور وہ دانشمندی اسی نبوت کے لوازم سے ہے۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ میں پیغمبری کی حیثیت سے آیا ہوں جس میں دبنے کی کوئی وجہ نہیں اور پیغمبری اس واقعہ قتل خطاء کے منافی نہیں کیوں کہ یہ قتل خطاء صادر ہوا تھا جو نبوت کی اہلیت وصلاحیت کے منافی نہیں۔ یہ تو جواب ہے اعتراض قتل کا) اور (رہا احسان جتلانا پرورش کا سو) وہ یہ نعمت ہے جسکا تو مجھ پر احسان رکھتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت (اور ظلم) میں ڈال رکھا تھا (کہ انکے لڑکوں کو قتل کرتا تھا جس کے خوف سے میں صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈالا گیا اور تیرے ہاتھ لگ گیا اور تیری پرورش میں رہا تو اس پرورش کی اصلی وجہ تو تیرا ظلم ہی ہے تو ایسی پرورش کا کیا احسان جتلاتا ہے بلکہ اس سے تو تجھے اپنی ناشائستہ حرکات کو یاد کر کے شرمانا چاہیئے) فرعون (اس بات پر لاجواب ہوا اور گفتگو کا پہلو بدل کر اس) نے کہا کہ (جس کو تم) رب العالمین (کہتے ہو تو یہ تعالیٰ انا رسول رب العلمین اس) کی ماہیت (اور حقیقت) کیا ہے موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ (مخلوقات) ان کے درمیان میں ہے اس (سب) کا اگر تم کو یقین (حاصل) کرنا ہو (تو یہ پتہ بہت ہے، مطلب یہ کہ اس کی حقیقت کا ادراک انسان نہیں کرسکتا اس لیے جب ان کا سوال ہوگا صفات سے ہی جواب ملے گا) فرعون نے اپنے اردگرد (بیٹھنے) والوں سے کہا کہ تم لوگ (کچھ) سنتے ہو (کہ سوال کچھ جواب کچھ) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ وہ پروردگار ہے تیرا اور تیرے پہلے بزرگوں کا (اس جواب میں مکرر تنبیہ ہے اس مطلب مذکور پر مگر) فرعون (نہ سمجھا اور) کہنے لگا کہ یہ تمہارا رسول جو (بزعم خود) تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہے مجنون (معلوم ہوتا) ہے۔ موسیٰ (علیہ

www.toobaaelibrary.com

السلام) نے فرمایا کہ وہ پروردگار ہے مشرق اور مغرب کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کا بھی اگر تم کو عقل ہو (تو اسی سے مان لو) فرعون (آخر مجبور ہو کر) کہنے لگا کہ اگر تم میرے سوا کوئی اور معبود تجویز کرو گے تو تم کو جیل خانہ بھیج دوں گا۔ موسیٰ نے فرمایا کیا اگر کوئی میں صریح دلیل پیش کروں تب بھی (نہ مانے گا) فرعون نے کہا اچھا تو وہ دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو تو موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالدی تو دفعۃً ایک نمایاں اژدہا بن گیا (اور دوسرا معجزہ دکھلانے کے لیے) اپنا ہاتھ (گریبان میں دے کر) باہر نکالا تو وہ دفعۃً سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا (کہ اس کو بھی سب نے نظر حسی سے دیکھا)

تلخیص معارف ومسائل

بَاخِعٌ، بَخْعٌ سے مشتق ہے، یہ گردن کی ایک رگ نجاع ہے۔ مراد مشقت سے ممانعت ہے۔ تبلیغ تو کرنا ہے مگر اعتدال کے ساتھ۔

آیت ۳: اصل کلام فَظَلُّوْا لَهَا خَاضِعِيْنَ. لفظ اعناق موضع خضوع ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

آیت: ۱۲، ۱۳، ۱۴: اطاعت کے لیے معاون اسباب کی طلب بہانہ جوئی نہیں ہے، بلکہ حکم خداوندی کی تعمیل کو سہل اور مفید کرنے کے لیے خدائے ذوالجلال سے درخواست کی۔

آیت: ۲۰: ,,مِنَ الضَّالِّيْنَ،، یہاں معنی بے خبری کے ہیں منافی نبوت قتل عمد ہے، اور یہ قتل قبطی کو متنبہ کرنے کے لیے، بلا ارادہ ہوا تھا۔ واضح رہے کہ ضلال کے معانی عربی میں متعدد ہیں ہر جگہ اس کا معنی گمراہی نہیں ہوتا۔

آیت: ۲۳: فرعون کے سوال کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بجائے ماہیت باری تعالیٰ بتلانے کے، اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان فرمائے۔ جس سے یہ اشارہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کنہہ اور حقیقت کا ادراک ناممکن ہے اور ایسا سوال ہی کرنا بیجا ہے۔ (روح) فرعون سے گفتگو اور رسول کے جواب میں پیغمبرانہ مناظرہ کا ایک نمونہ اور موثر آداب بھی ملتے ہیں۔ اور اگر فرعون نے ایک ہوشیار آدمی کی طرح حضرت موسیٰ کو دبانے انہیں شرمندہ کرنے کی غرض سے ان کی کمزوریاں ڈھونڈیں۔ اس کے سوال کی ترتیب کے خلاف جواب دیا، کہ اس قتل میں مجھ سے خطا تو ہوئی مگر یہ خطا تھی، بالقصد نہیں، ایک صحیح قدم تھا جو اتفاقاً غلط انجام پر پہنچ گیا، اس لیے دعوات نبوت اور اس کی حقانیت پر کوئی اثر نہیں ڈالتا، حضرت موسیٰ اللہ کے اولوالعزم رسول تھے صدق مجسم تھے۔ جو حق وصداقت اور اظہار حقیقت ہی کو اپنی فتح سمجھتے تھے۔ اور اس سے جو نبوت ورسالت پر شبہ ہو سکتا تھا اس کا جواب بھی دیدیا۔ پھر بعد میں پہلی بات

www.toobaaelibrary.com

کی طرف توجہ فرمائی تو اس ظاہری احسان کی حقیقت کی طرف توجہ دلادی کہ ذرا سوچو، میں کہاں اور دربار فرعون کہاں، میری پرورش تمہارے گھر میں ہونے کے سبب پر غور کرو تو یہ حقیقت کھل جائے گی۔ تفصیلات فرعون کے مظالم کی سورۃ طٰہٰ میں گزری۔ اس پیغمبرانہ جواب کا اثر تو طبعی اور عقلی طور پر حاضرین پر ہونا ہی تھا کہ یہ بزرگ کوئی بات بنانے والے نہیں، سچ کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ اس کے بعد جب معجزات دیکھے تو اور زیادہ اس کی تصدیق ہوگئی۔ اور گو اقرار نہیں کیا مگر مرعوب اتنا ہوگیا کہ یہ صرف دو آدمی، دربار سارا اس کا، شہر اور ملک سارا اس کا، مگر خوف اس پر طاری ہے کہ یہ دو آدمی ہمیں اپنے ملک سے نکالدیں گے یہ ہوتا ہے خداداد رعب اور صدق وحق کی ہیبت۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗۤ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝ قَالُوْۤا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ۝ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ۝ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ قَالُوْا لَا ضَيْرَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۝ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ۝ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۝ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر (حضرت موسیٰؑ کے جو یہ معجزات ظاہر ہوئے تو) فرعون نے اہل دربار سے جو اس کے آس پاس (بیٹھے) تھے کہا کہ اس میں کوئی

www.toobaaelibrary.com

شک نہیں کہ یہ بڑا ماہر جادوگر ہے اس کا (اصل) مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو (کے زور) سے (خود یہیں ہو جاوے اور) تم کو تمہاری زمین سے باہر کر دے (تا کہ بلا مزاحمت غیرے اپنی قوم کو لے کر ریاست کرے) سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو؟ درباریوں نے کہا آپ ان کو اور ان کے بھائی کو (چندے) مہلت دیجئے اور (اپنے ملک کے حدود کے) شہریوں میں (گرداوروں کو یعنی) چپراسیوں کو (حکمنامے دیکر) بھیج دیجئے کہ وہ (وہ سب شہروں سے) سب ماہر جادوگروں کو (جمع کر کے) آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیں، غرض وہ جادوگر ایک معین دن کے خاص وقت پر جمع کر لیے گئے (معین دن سے مراد یوم الزینت ہے اور خاص وقت سے مراد وقت چاشت ہے جیسے سورۂ طٰہٰ کے شروع رکوع سوم میں مذکور ہے، یعنی اس وقت کے قریب تک سب لوگ جمع کر لیے گئے اور فرعون کو جمع ہونے کی اطلاع دیدی گئی) اور (فرعون کی جانب سے بطور اعلان عام کے) لوگوں کو یہ اشتہار دیا گیا کہ کیا تم لوگ (فلاں موقعہ پر واقعہ دیکھنے کے لیے) جمع ہوگے۔ (یعنی جمع ہو جاؤ) تا کہ اگر جادوگر غالب آجاویں (جیسا کہ غالب توقع ہے) تو ہم انہیں کی راہ پر رہیں (یعنی وہی راہ جس پر فرعون تھا اور دوسروں کو بھی اس پر رکھنا چاہتا تھا، مطلب یہ کہ جمع ہو کر دیکھو، امید ہے کہ جادوگر غالب رہیں گے تو ہم لوگوں کے طریق کا حق ہونا حجت سے ثابت ہو جائے گا) پھر جب وہ جادوگر (فرعون کی پیشی میں) آئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر (موسیٰ) پر ہم غالب آگئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ (اور انعام) ملے گا؟ فرعون نے کہا ہاں (انعام مالی بھی بڑا ملے گا) اور (مزید برآں یہ مرتبہ ملے گا کہ) تم اس صورت میں (ہمارے) مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے (غرض اس گفتگو کے بعد عین موقعۂ مقابلہ پر آئے اور دوسری طرف موسیٰ تشریف لائے اور مقابلہ شروع ہوا اور ساحروں نے موسیٰ سے عرض کیا کہ آپ اپنا عصا پہلے ڈالئے گا یا ہم ڈالیں) موسیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم کو جو کچھ ڈالنا (منظور) ہو (میدان میں) ڈالو، سو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں (جو جادو کے اثر سے سانپ معلوم ہوتے تھے) اور کہنے لگے کہ فرعون کے نصیب کی قسم بے شک ہم ہی غالب آویں گے، پھر موسیٰ نے (بحکم خداوندی) اپنا عصا ڈالا، ڈالنے کیساتھ ہی (اژدہا بن کر) ان کے تمامتر بنے بنائے دھندے کو نگلنا شروع کر دیا سو (یہ دیکھ کر) جادوگر (ایسے متاثر ہوئے کہ) سب سجدہ میں گر پڑے (اور پکار پکار کر) کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارونؑ کا بھی رب ہے، فرعون (بڑا گھبرایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ساری رعایا ہی مسلمان ہو جاوے تو ایک مضمون گھڑ کر بصورت عتاب

www.toobaaelibrary.com

ساحروں سے) کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے بغیر اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں (ضرور (معلوم ہوتا ہے کہ) یہ (جادو میں) تم سب کا استاد ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے (اور تم اس کے شاگرد ہو اس لیے باہم خفیہ سازش کر لی ہے کہ تم یوں کرنا ہم یوں کریں گے پھر اس طرح ہار جیت ظاہر کریں گے تاکہ قبطیوں سے سلطنت لے کر بفراغ خاطر خود ریاست کرو کقولہ (اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا اَهْلَهَا) سو اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے (اور وہ یہ ہے کہ) میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی پر ٹانگ دونگا (تاکہ اور عبرت ہو) انہوں نے جواب دیا کہ کچھ حرج نہیں ہم اپنے مالک کے پاس جا پہنچیں گے (جہاں ہر طرح امن وراحت ہے پھر ایسے مرنے سے نقصان ہی کیا اور) ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف کر دے اس وجہ سے کہ ہم (اس موقع پر حاضرین میں سے) سب سے پہلے ایمان لائے (پس اس پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس سے پہلے بعضے ایمان لا چکے تھے جیسے آسیہ اور مومن آل فرعون اور بنی اسرائیل) اور (جب فرعون کو اس واقعہ سے بھی ہدایت نہ ہوئی اور اس نے بنی اسرائیل کی آزار دہی نہ چھوڑی تو) ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا کہ میرے (ان) بندوں کو (یعنی بنی اسرائیل کو) شباشب (مصر سے باہر) نکال لے جاؤ (اور فرعون کی جانب سے) تم لوگوں کا تعاقب (بھی) کیا جاویگا (چنانچہ وہ موافق حکم کے بنی اسرائیل کو لے کر رات کو چل دیئے صبح یہ خبر مشہور ہوئی تو) فرعون نے (تعاقب کی تدبیر کرنے کے لیے جابجا آس پاس کے) شہروں میں چپراسی دوڑا دیئے (اور یہ کہلا بھیجا) کہ یہ لوگ (یعنی بنی اسرائیل ہماری نسبت) تھوڑی سی جماعت ہے (ان کے مقابلہ سے کوئی اندیشہ نہ کرے) اور انہوں نے (اپنی کاروائی سے) ہم کو بہت غصہ دلایا ہے (وہ کاروائی یہ ہے کہ خفیہ چالاکی سے نکل گئے یا یہ کہ زیور بھی ہمارا بہت سا عاریت کے بہانے سے لے گئے غرض ہم کو احمق بنا کر گئے ضرور ان کو تدارک کرنا چاہئے) اور ہم سب ایک مسلح جماعت (اور باقاعدہ فوج) ہیں، غرض (دو چار روز میں جب سامان اور فوج سے درست ہو گیا تو لاؤ لشکر لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں چلا اور یہ خبر نہ تھی کہ اب لوٹنا نصیب نہ ہوگا تو اس حساب سے گویا) ہم نے ان کو باغوں سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور عمدہ مکانات سے نکال باہر کیا (ہم نے ان کے ساتھ تو) یوں کیا اور ان کے بعد بنی اسرائیل کو ان کا مالک بنا دیا (یہ جملہ معترضہ تھا آگے قصہ ہے) غرض (ایک روز) سورج نکلنے کے وقت ان کو پیچھے سے جالیا (یعنی قریب پہنچ گئے اس وقت بنی اسرائیل

www.toobaaelibrary.com

دریائے قلزم سے اترنے کی فکر میں تھے کہ کیا سامان کریں) پھر جب دونوں جماعتیں (باہم ایسی قریب ہوئیں کہ) ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ کے ہمراہی (گھبرا کر) کہنے لگے کہ (اے موسیٰ) بس ہم تو ان کے ہاتھ آ گئے، موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں کیوں کہ میرے ہمراہ میرا پروردگار ہے وہ مجھ کو ابھی (دریا سے نکلنے کا) رستہ بتلا دے گا (کیونکہ موسیٰ کو روانگی کے وقت ہی کہہ دیا گیا تھا کہ سمندر میں خشک راستہ پیدا ہو جائیگا فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَا تَخَافُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى، گو خشک ہونے کی کیفیت اس وقت نہ بتلائی تھی، پس موسیٰ اس وعدہ پر مطمئن تھے اور بنی اسرائیل کیفیت معلوم نہ ہونے سے مضطرب تھے) پھر ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی عصا کو دریا پر مارو، چنانچہ (انہوں نے اس پر عصا مارا جس سے) وہ (دریا) پھٹ (کر کئی حصے ہو) گیا (یعنی پانی کئی جگہ سے ادھر اُدھر ہٹ کر بیچ میں متعدد سڑکیں کھل گئیں) اور ہر حصہ اتنا (بڑا) تھا جیسے بڑا پہاڑ (یہ لوگ دریا میں امن واطمینان سے پار ہو گئے) اور ہم نے دوسرے فریق کو بھی اس موقع کے قریب پہنچا دیا (یعنی فرعون اور فرعونی بھی دریا کے نزدیک پہنچے اور موافق پیشین گوئی سابق وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا، دریا اس وقت تک اسی حال پر ٹھیرا ہوا تھا اس لیے کھلے رستہ کو غنیمت سمجھا، اور آگا پیچھا کچھ سوچا نہیں، سارا لشکر اندر گھس گیا اور چاروں طرف سے پانی سمٹنا شروع ہوا اور سارے لشکر کا کام تمام ہوا) اور (انجام قصہ کا یہ ہوا کہ) ہم نے موسیٰ کو اور ان کے ساتھ والوں سب کو (غرق ہونے سے) بچا لیا، پھر دوسروں کو (یعنی ان کے مخالفوں کو) غرق کر دیا (اور) اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے۔ (یعنی اس قابل ہے کہ کفار اس سے استدلال کریں کہ مخالفت احکام ورسل موجب عذاب خداوندی ہے اور اس کو سمجھ کر مخالفت سے بچیں) اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور آپ کا رب بڑا زبردست ہے (اگر چاہتا دنیا میں ہی ان کو عذاب دیتا لیکن) بڑا مہربان (بھی) ہے (اس لیے اپنی رحمت عامہ سے عذاب کی مہلت مقرر کر دی ہے پس تعجیل عذاب سے بے فکر نہ ہونا چاہئے)

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۴۳: یہاں جادو کا حکم نہیں ہے بلکہ دراصل ان کے جادوؤں کا ابطال مقصود ہے جو بغیر اس کے اظہار کے ناممکن تھا۔

آیت: ۴۴: افسوس کہ مسلمانوں میں بھی ایسی قسمیں رائج ہو گئی ہیں جیسے تیرے سر کی قسم، باپ کی قسم وغیرہ۔ جو بے حد قبیح ہے اور ہرگز جائز نہیں۔

www.toobaaelibrary.com

آیت:۵۰:اور اسی طرح "فَاقْضِ مَا اَنْتَ قَاضٍ" یہ صرف اعلانِ ایمان ہی نہیں بلکہ ایمان کا گہرا رنگ چڑھ جانے کا مظاہرہ ہے۔ یہ بھی درحقیقت حضرت موسیٰ کا ایک معجزہ ہے اس طرح بہت سے واقعات ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے ہاتھوں ظاہر ہوئے کہ ایک منٹ میں ستر سال کے کافر میں ایسا انقلاب آ گیا کہ ایمان کے ساتھ غازی بن کر شہید ہونے کی تمنا کرنے لگا۔

آیت:۵۹:مگر تاریخی اشکال یہ ہے کہ قوم فرعون کی ہلاکت کے بعد بنی اسرائیل مصر کی طرف نہیں لوٹے۔ بلکہ اپنے اصلی وطن ارضِ مقدس شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اس کے بعد کے حالات سورۃ مائدہ میں دیکھئے، بہرحال وادی تیہہ میں چالیس سال حیرانی میں گزرے اور یہیں دونوں پیغمبروں کی وفات ہوگئی۔ مصر میں پھر داخلہ اور فرعون کے خزائن اور باغات وجائداد پر قبضہ ہوا۔ تاریخی کتابوں سے ثابت نہیں ہوتا۔؟ یہ اعتراض اس لیے قابل التفات نہیں کہ اس زمانہ کی تاریخ یہود و نصاریٰ کی لکھی ہوئی اکاذیب سے بھرپور ہے۔ جو کسی طرح قابل اعتماد نہیں۔ اس کی وجہ سے آیت قرآن میں تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ نیز واقعۂ موسیٰ وفرعون سے تعلق رکھنے والی تمام آیات کے الفاظ میں اس کی بھی واضح گنجائش موجود ہے کہ ان سے یہ ہو کہ اسی طرح کے خزائن وباغات وغیرہ کا مالک بنا دیا گیا جس طرح کے باغات فرعون کے پاس تھے۔ جس کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ ارضِ مصر ہی میں پہنچ کر حاصل ہوں بلکہ ارضِ شام میں بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ نیز سورۃ اعراف کی آیت میں "الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِيْهَا" کے الفاظ اکثر ارضِ شام ہی کے بارے میں آتے ہیں اس لیے حضرت قتادہ کا قول یہ ہے کہ بلاضرورت آیات قرآن کو ایسے محمل پر محمول کرنا جو تاریخ عالم سے متصادم ہو درست نہیں۔

آیت:۶۱،۶۲:ایمان کا امتحان ایسے ہی مواقع پر ہوتا ہے کہ موسیٰ پر ذرا بھر اس نہیں تھا۔ فرمایا۔ "كَلَّا" ان مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ" وہ گویا راستہ بچنے کا آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اسی طرح کا بعینہٖ واقعہ ہجرت کے وقت غارِ ثور میں چھپنے کے وقت پیغمبر کو پیش آیا تھا۔ اور صدیق اکبرؓ کی گھبراہٹ کے جواب میں فرمایا۔ "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا" حضرت موسیٰ نے "مَعِيَ" فرمایا، پیغمبر نے "مَعَنَا" فرمایا یہ امت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ اس کے افراد بھی اپنے رسولؐ کے ساتھ معیت الٰہیہ سے سرفراز ہیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۝ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۝ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ۝ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الَّذِيْ

www.toobaaelibrary.com

خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ۝ وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ۝ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ۝ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ۝ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ۝ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ۝ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ۝ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۝ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ۝ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور آپ ان لوگوں کے سامنے ابراہیمؑ کا قصہ بیان کیجئے (تاکہ ان کو شرک کی مذمت کے دلائل معلوم ہوں، خصوص ابراہیمؑ سے متعلق ہو کر، کیوں کہ یہ مشرکین عرب اپنے کو ملۃ ابراہیمیہ پر بتلاتے ہیں اور وہ قصہ اس وقت ہوا تھا) جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے (جو کہ بت پرست تھے) فرمایا کہ تم کس (واہیات) چیز کی عبادت کیا کرتے ہو، انہوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کیا کرتے ہیں اور ہم ان ہی (کی عبادت) پر جمے بیٹھے رہتے ہیں، ابراہیمؑ نے فرمایا کہ یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم ان کو (اپنی عرض حاجت کے وقت) پکارا کرتے ہو یا (تم جو ان کی عبادت کرتے ہو تو کیا) یہ تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں یا (اگر تم ان کی عبادت ترک کردو تو کیا) یہ تم کو کچھ ضرر پہنچا سکتے ہیں (یعنی استحقاق الوہیت کے لیے علم اور قدرت کاملہ تو ضروری ہے) ان لوگوں نے کہا نہیں (یہ بات تو نہیں ہے کہ یہ کچھ سنتے ہوں یا نفع وضرر پہنچا سکتے ہوں اور ان کی عبادت کرنے کی یہ وجہ نہیں) بلکہ ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے (اس لیے ہم بھی وہی کرتے ہیں ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بھلا تم نے ان (کی حالت) کو (غور سے) دیکھا بھی جن کی تم عبادت کیا کرتے ہو تم بھی اور تمہارے پرانے بڑے بھی کہ یہ (معبودین) میرے (یعنی تمہارے لیے باعث ضرر ہیں (یعنی اگر ان کی عبادت کی جاوے، خواہ نعوذ باللہ میں کروں یا تم کرو تو بجز ضرر کے اور کوئی نتیجہ نہیں) مگر ہاں رب العالمین (ایسا ہے کہ وہ اپنے عابدین کا دوست ہے اور اس کی عبادت سرتاسر نافع ہے) جس نے مجھ کو (اور اسی طرح سب کو) پیدا

www.toobaaelibrary.com

کیا پھر وہی مجھ کو (میری مصلحتوں تک رہنمائی کرتا ہے (یعنی عقل وفہم دیتا ہے جس سے نفع وضرر کو سمجھتا ہوں) اور جو کہ مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں (جس کے بعد شفا ہو جاتی ہے) تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے اور جو مجھ کو (وقت پر) موت دیگا پھر (قیامت کے روز) مجھ کو زندہ کریگا اور جس سے مجھ کو یہ امید ہے کہ میری غلط کاری کو قیامت کے روز معاف کر دیگا (یہ تمام تر صفات اس لیے سنائیں کہ قوم کو خدا تعالیٰ کی عبادت کی رغبت ہو پھر صفات کمال بیان فرمانے فرماتے غلبہ حضور سے حق تعالیٰ سے مناجات کرنے لگے کہ) اے میرے پروردگار مجھ کو حکمت (یعنی جامعیت بین العلم میں زیادہ کمال) عطا فرما (کیونکہ نفس حکمت تو وقت دعا کے بھی حاصل ہے) اور (مراتب قرب میں) مجھ کو (اعلیٰ درجہ کے) نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما (مراد انبیاء عالی شان ہیں) اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ (تاکہ میرے طریقہ پر چلیں جس میں مجھ کو زیادہ ثواب ملے) اور مجھ کو جنت النعیم کے مستحقین میں سے کر اور میرے باپ (کو توفیق ایمان کی دیکر اس) کی مغفرت فرما کہ وہ گمراہ لوگوں میں ہے اور جس روز سب زندہ ہو کر اٹھیں گے اس روز مجھ کو رسوا نہ کرنا (آگے اس دن کے بعض واقعات ہائلہ کا بھی ذکر فرما دیا تاکہ قوم سنے اور ڈرے یعنی وہ ایسا دن ہوگا) جس دن میں کہ (نجات کے لئے) نہ مال کام آویگا نہ اولاد مگر ہاں (اس کو نجات ہوگی) جو اللہ کے پاس (کفر وشرک سے) پاک دل لے کر آویگا اور (اس روز) خدا ترسوں (یعنی ایمان والوں) کے لیے جنت نزدیک کر دیجاویگی (کہ اس کو دیکھیں اور یہ معلوم کر کے کہ ہم اس میں جاویں گے خوش ہوں) اور ان گمراہوں (یعنی کافروں) کے لیے دوزخ سامنے ظاہر کی جاویگی (کہ اس کو دیکھ غمزدہ ہوں کہ ہم اس میں جاویں گے) اور (اس روز) ان (گمراہوں) سے کہا جاویگا کہ وہ معبود کہاں گئے جن کی تم خدا کے سوا عبادت کیا کرتے تھے کیا (اس وقت) وہ تمہارا ساتھ دے سکتے ہیں یا اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں پھر (یہ کہہ کر) وہ (عابدین) اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر سب کے سب دوزخ میں اوندھے منہ ڈالدیے جاویں گے (بس وہ بت اور شیاطین نہ اپنے کو بچا سکے نہ اپنے عابدین کو) وہ کفار اس دوزخ میں گفتگو کرتے ہوئے (ان معبودین سے) کہیں گے کہ بخدا بے شک ہم صریح گمراہی میں تھے جبکہ تم کو (عبادت میں) رب العٰلمین کے برابر کرتے تھے اور ہم کو تو بس ان بڑے مجرموں نے (جو کہ بانی ضلالت تھے) گمراہ کیا سو (اب) نہ کوئی ہمارا سفارشی ہے (کہ چھڑا لے) اور نہ کوئی مخلص دوست (کہ خالی دلسوزی ہی کر لے) سو کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو (دنیا میں) پھر واپس جانا ملتا کہ ہم مسلمان

www.toobaaelibrary.com

ہو جاتے (یہاں تک ابراہیمؑ کی تقریر ہوگئی آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) بیشک اس واقعہ (مناظرہ ابراہیمیہ نیز واقعہ قیامت) میں (بھی طالبان حق اور انجام اندیشوں کے لیے) ایک عبرت ہے (کہ مضامین مناظرہ میں غور کر کے توحید کا اعتقاد کریں اور واقعات قیامت سے ڈریں اور ایمان لاویں) اور (باوجود اس کے) ان (مشرکین مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے بے شک آپکا رب بڑا زبردست رحمت والا ہے (کہ عذاب دے سکتا ہے مگر مہلت دے رکھی ہے)

تلخیص معارف ومسائل

آیت: ۸۴: اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قیامت اپنے ذکر خیر رکھنے کی دعا کی ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ ملت ابراہیم سے محبت والفت رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کا طریقہ ملت ابراہیمی کے خلاف کفر و شرک ہے، مگر ان کا دعویٰ یہی ہے۔ اور امت محمدیہ تو بجا طور پر بھی ملت ابراہیمی پر ہونے کو اپنے لیے باعث فخر سمجھتی ہے۔ اس دعا سے بظاہر حب جاہ میں داخل معلوم ہوتی ہے۔ لیکن بغور دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ دراصل اللہ تعالیٰ سے نیک اعمال کی توفیق کی دعا ہے، کہ میری آخرت کا سامان بنیں اور اسے دیکھکر دوسروں کو بھی اعمال صالحہ کی رغبت ہو، حب جاہ وہ سخت مضر ہے جو دنیوی مقاصد کے لیے ہو، ایسے شخص کو حدیث میں بھوکے بھیڑیے سے بھی زیادہ نقصان پہنچانے والا بتایا گیا ہے۔ ابن عربی نے فرمایا کہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ جس نیک عمل سے لوگوں میں تعریف ہوئی ہو اس نیک عمل کی طلب خواہش جائز ہے۔

آیت: ۸۶: یہ دعا انہوں نے اپنے باپ کے لیے ان کی زندگی اس میں اس نیت وخیال سے کی تھی کہ اللہ ان کو ایمان کی توفیق دے۔

آیت: ۸۸: یعنی ماں اور اولاد قیامت میں نافع ومفید ہو سکتی ہیں مگر صرف موسیٰ کے لئے. وَلَا يَنُوْنَ. اولاد قرینہ چونکہ دنیا میں اولاد قرینہ سے آڑے وقت میں کام آنے کی توقع رکھی جاتی ہے۔ ماں واولاد اور خاندانی تعلقات اور دوستی آخرت میں بھی بشرط ایمان وعمل صالح نفع پہنچا سکتے ہیں۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۝ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ

www.toobaaelibrary.com

مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ۝ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝
فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ كَذَّبَتْ عَادُ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا
تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ
اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝
وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ۝ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝
اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ۝ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قَالُوْا سَوَآءٌ
عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ۝ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ
فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ كَذَّبَتْ
ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ
اٰمِنِيْنَ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ۝ وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ۝
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ۝
قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۡ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ
لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا
نٰدِمِيْنَ ۝ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ
الرَّحِيْمُ ۝ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ
مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۝ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ
تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ۝ قَالَ اِنِّىْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ۝ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَنَجَّيْنٰهُ
وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ۝ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ
الْمُنْذَرِيْنَ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

قوم نوح نے پیغمبروں کو جھٹلایا (کیونکہ ایک پیغمبر کی تکذیب سے سب کی تکذیب لازم آتی ہے) جبکہ ان سے ان کی برادری کے

www.toobaaelibrary.com

بھائی نوحؑ نے فرمایا کہ کیا تم (خدا سے) نہیں ڈرتے؟ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں (کہ بعینہٖ پیغام خداوندی بلا کمی بیشی پہنچا دیتا ہوں) سو (اس کا مقتضی یہ ہے کہ) تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور (نیز) میں تم سے کوئی (دنیوی) صلہ (بھی) نہیں مانگتا میرا صلہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے سو (میری اس بے غرضی کا مقتضی بھی یہ ہے کہ) تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو، وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا ہم تم کو مانیں گے، حالانکہ رذیل لوگ تمہارے ساتھ ہو لئے ہیں (جن کی موافقت سے شرفاء کو عار آتی ہے اور نیز اکثر ایسے کم حوصلہ لوگوں کا مقصد کسی کے ساتھ لگنے سے کچھ مال یا جاہ حاصل کرنا ہوتا ہے، ان کا دعوائے ایمان بھی قابل اعتبار نہیں۔) نوحؑ نے فرمایا کہ انکے (پیشہ ورانہ) کام سے مجھ کو کیا بحث (خواہ شریف ہوں یا رذیل ہوں دین میں اس تفاوت کا کیا اثر رہا؟ یہ احتمال کہ ان کا ایمان دل سے نہیں سو اس پر) ان سے حساب و کتاب لینا بس خدا کا کام ہے۔ کیا خوب ہو کہ تم اس کو سمجھو اور (رذالت پیشہ لوگوں کو اپنے ایمان کا مانع قرار دینے سے جو اشارۃً یہ درخواست نکلتی ہے کہ میں ان کو اپنے پاس سے دور کروں تو) میں ایمانداروں کو دور کرنے والا نہیں ہوں (خواہ تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ میرا کوئی ضرر نہیں کیونکہ) میں تو صاف طور پر ایک ڈرانے والا ہوں (اور تبلیغ سے میرا فرض منصبی پورا ہو جاتا ہے، آگے اپنا نفع نقصان تم لوگ دیکھ لو) وہ لوگ کہنے لگے اگر تم (اس کہنے سننے سے) اے نوح باز نہ آؤ گے تو ضرور سنگسار کر دیئے جاؤ گے (غرض جب سالہا سال اسطرح گزر گئے تب) نوحؑ نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میری قوم مجھ کو (برابر) جھٹلا رہی ہے سو آپ میرے اور اس کے درمیان ایک (عملی) فیصلہ کر دیجئے (یعنی ان کو ہلاک کر دیجئے اور مجھ کو اور جو ایماندار میرے ساتھ ہیں ان کو (اس ہلاکت سے) نجات دیجئے تو ہم نے (ان کی دعا قبول کی اور) ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں (سوار) تھے ان کی نجات دی پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا اس (واقعہ) میں (بھی) بڑی عبرت ہے اور (باوجود اسکے) ان (کفار مکہ) میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، بیشک آپ کا رب زبردست (اور مہربان ہے (کہ باوجود عذاب پر قادر ہونے سے ان کو مہلت دیئے ہوئے ہے) قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کی (برادری کے) بھائی ہودؑ نے کہا کہ کیا تم (خدا سے) ڈرتے نہیں ہو؟ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہو، سو تم اللہ سے ڈرو، اور میری اطاعت کرو، اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی صلہ نہیں مانگتا، بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے، کیا تم (علاوہ شرک کے تکبر و تفاخر میں بھی اس درجہ مصروف ہو کہ) ہر اونچے مقام پر ایک یادگار (کے طور پر عمارت) بناتے ہو (تاکہ خوب اونچی نظر

www.toobaaelibrary.com

آوے) جس کو محض فضول (بلاضرورت) بناتے ہو اور (اسکے علاوہ جو رہنے کے مکان ہیں جن کی ایک درجہ ضرورت بھی ہے ان میں بھی یہ غلو ہے) کہ بڑے بڑے محل بناتے ہو (حالانکہ اس سے کم میں آرام مل سکتا ہے) جیسے دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے (یعنی توسیع مکانات اور ایسے بلند محل اور ایسی مضبوطی اور ایسی یادگار تعمیرات اس وقت مناسب تھیں جبکہ دنیا میں ہمیشہ رہنا ہوتا تو یہ خیال ہوتا کہ فراخ مکان بناؤ تاکہ آئندہ نسل میں تنگی نہ ہو کیوں کہ ہم بھی رہیں گے اور وہ رہیں گے اور بلند بھی بناؤ تاکہ نیچے جگہ نہ رہے تو اوپر رہنے لگیں گے اور مضبوط بناؤ تاکہ ہماری عمر طویل کے لیے کافی ہو اور یادگاریں بناؤ تاکہ ہمارے زندہ رہنے سے ہمارا ذکر زندہ رہے اور اب تو سب فضول ہے۔ بڑی بڑی یادگاریں بنی ہیں اور بنانیوالے کا نام تک نہیں موت نے سب کا نام مٹا دیا کسی کا جلدی اور کسی کا دیر میں) اور (اس تکبر کے سبب طبیعت میں سختی اور بے رحمی اس درجہ رکھتے ہو کہ) جب کسی پر داروگیر کرنے لگتے ہو تو بالکل جابر (اور ظالم) بن کر داروگیر کرتے ہو (اس برے اخلاق کا اس لیے بیان کیا گیا کہ یہ برے اخلاق اکثر ایمان اور اطاعت کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں) سو (چونکہ شرک اور گزشتہ برے اخلاق خدا تعالیٰ کی ناخوشی اور عذاب کا سبب ہیں اس لیے) تم (کو چاہئے کہ) اللہ سے ڈرو اور (اور چونکہ میں رسول ہوں اس لیے) میری اطاعت کرو اور (اللہ) سے ڈرو (یعنی جس سے ڈرنے کو میں کہتا ہوں وہ ایسا ہے) جس نے تمہاری ان چیزوں سے امداد کی جن کو تم جانتے ہو (یعنی) چوپائے اور بیٹوں اور باغوں اور چشموں سے تمہاری امداد کی (تو منعم ہونے کا مقتضا یہ ہے کہ اس کے احکام کی بالکل مخالفت نہ کی جاوے) مجھ کو تمہارے حق میں (اگر تم ان حرکات سے باز نہ آئے) ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا اندیشہ ہے (یہ ترہیب ہے اور امدکم بانعام الخ میں ترغیب تھی) وہ لوگ بولے کہ ہمارے نزدیک تو دونوں باتیں برابر ہیں خواہ تم نصیحت کرو اور خواہ ناصح نہ بنو (یعنی ہم دونوں حالتوں میں اپنے کردار سے باز نہ آویں گے اور تم جو کچھ کہہ رہے ہو) یہ تو بس اگلے لوگوں کی ایک (معمولی) عادت (ہے اور رسم) ہے (کہ ہر زمانہ میں لوگ مدعی نبوت ہو کر لوگوں کو یوں ہی کہتے سنتے رہے) اور (تم جو ہم کو عذاب سے ڈراتے ہو تو) ہم کو ہرگز عذاب نہ ہوگا غرض ان لوگوں نے ہود (علیہ السلام) کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو (سخت آندھی کے عذاب سے) ہلاک کر دیا، بیشک اس (واقعہ) میں (بھی) بڑی عبرت ہے (کہ احکام کی مخالفت کا کیا انجام ہوا) اور (باوجود اسکے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب زبردست اور مہربان ہے (کہ عذاب دینے پر قادر بھی ہے اور رحمت سے مہلت بھی دے

www.toobaaelibrary.com

رکھی ہے) قوم ثمود نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے بھائی صالح نے فرمایا کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے، میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں چاہتا، بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے (اور تم جو خوشحالی کی وجہ سے اس درجہ اللہ سے غافل ہو تو) کیا تم کو ان ہی چیزوں میں بے فکری سے رہنے دیا جاوے گا جو یہاں (دنیا میں) موجود ہیں، یعنی باغوں میں اور چشموں میں اور ان کھجوروں میں جن کے گچھے خوب گوندے ہوئے ہیں (یعنی ان کھجوروں میں خوب کثرت سے پھل آتا ہے) اور کیا (اسی غفلت کی وجہ سے) تم پہاڑوں کو تراش تراش کر اتراتے (اور فخر کرتے) ہوئے مکانات بناتے ہو سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور ان حدود (بندگی) سے نکل جانے والوں کا کہنا مت مانو جو سرزمین میں فساد کرتے ہیں اور (کبھی) اصلاح (کی بات) نہیں کرتے مراد رؤسار کفار ہیں جو گمراہی پر لوگوں کو آمادہ کرتے تھے اور فساد اور عدم اصلاح سے یہی مراد ہے) ان لوگوں نے کہا کہ تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے (جس سے عقل میں خرابی آ گئی ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہو حالانکہ) تم بس ہماری طرح کے ایک (معمولی) آدمی ہو۔ (اور آدمی نبی ہوتا نہیں) سو کوئی معجزہ پیش کرو اگر تم (دعویٰ نبوت میں) سچے ہو صالح نے فرمایا کہ یہ ایک اونٹنی ہے (جو بوجہ خلاف عادت پیدا ہونے کے معجزہ ہے جیسا کہ پارۂ ہشتم کے ختم کے قریب گزرا اور علاوہ اس کے کہ یہ میری رسالت پر دلیل ہے خود اس کے بھی کچھ حقوق ہیں چنانچہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ) پانی پینے کے لیے ایک باری اس کی ہے اور ایک مقرر دن میں ایک باری تمہاری (یعنی تمہارے مویشی کی) اور (ایک یہ ہے کہ) اس کو برائی (اور تکلیف دہی) کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو ایک بھاری دن کا عذاب آ پکڑے سو انہوں نے (نہ رسالت کی تصدیق کی نہ اونٹنی کے حقوق ادا کیے بلکہ) اس اونٹنی کو مار ڈالا، پھر (جب عذاب کے نشان ظاہر ہوئے تو اپنی حرکت پر) پشیمان ہوئے (مگر اول تو عذاب دیکھ لینے کے وقت پشیمانی بیکار، دوسرے خالی طبعی پشیمانی سے کیا ہوتا ہے جب تک اختیاری تدارک یعنی توبہ و ایمان نہ ہو) پھر (آخر) عذاب نے ان کو آلیا، بیشک اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے اور (باوجود اسکے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب بڑا زبردست بہت مہربان ہے (کہ باوجود قدرت کے مہلت دیتا ہے) قوم لوط نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان سے ان کے بھائی لوط (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو؟ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس

www.toobaaelibrary.com

پر کوئی صلہ نہیں چاہتا، بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے، کیا تمام دنیا جہان والوں میں سے تم (یہ حرکت کرتے ہو کہ) مردوں سے بدفعلی کرتے ہو اور تمہارے رب نے جو تمہارے لیے بیبیاں پیدا کی ہیں ان کو نظر انداز کیے رہتے ہو (یعنی اور کوئی آدمی تمہارے سوا یہ حرکت نہیں کرتا اور یہ نہیں ہے کہ اس کے قبیح ہونے میں کچھ شبہ ہے) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) تم حد (انسانیت) سے گزر جانے والے لوگ ہو، وہ لوگ کہنے لگے کہ اے لوط، اگر تم (ہمارے کہنے سننے سے) باز نہیں آؤ گے تو ضرور (بستی سے) نکال دیئے جاؤ گے، لوطؑ نے فرمایا کہ (میں اس دھمکی پر اپنے کہنے سے نہ رکوں گا کیونکہ) میں تمہارے اس کام سے سخت نفرت رکھتا ہوں (تو کہنا کیسے چھوڑ دوں گا، جب کسی طرح ان لوگوں نے نہ مانا اور عذاب آتا ہوا معلوم ہوا تو) لوطؑ نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھ کو اور میرے (خاص) متعلقین کو ان کے اس کام (کے وبال) سے (جو ان پر آنے والا ہے) نجات دے، سو ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی سوائے ایک بڑھیا کے (مراد اس سے زوجہ ہے لوطؑ کی) کہ وہ (عذاب کے اندر) رہ جانے والوں میں رہ گئی، پھر ہم نے اور سب کو (جو لوط اور ان کے اہل کے سوا تھے) ہلاک کر دیا اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم کا (یعنی پتھروں کا) مینہ برسایا، سو کیا برا مینہ تھا جو ان لوگوں پر برسا جن کو (عذاب الٰہی سے) ڈرایا گیا تھا بیشک اس (واقعہ) میں (بھی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، اور بیشک آپ کا رب بڑی قدرت والا بڑی رحمت والا ہے (کہ عذاب دے سکتا تھا مگر ابھی نہیں دیا) اصحاب الایکہ نے (بھی جن کا ذکر سورۂ حجر کے اخیر میں گزر چکا ہے) پیغمبروں کو جھٹلایا، جبکہ ان سے شعیبؑ نے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا، بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے تم لوگ پورا ناپا کرو اور (صاحب حق کا) نقصان مت کیا کرو اور (اسی طرح تولنے کی چیزوں میں) سیدھی ترازو سے تولا کرو (یعنی ڈنڈی نہ مارا کرو نہ باٹوں میں فرق کیا کرو) اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور سرزمین میں فساد مت مچایا کرو اور اس (خدائے قادر) سے ڈرو جس نے تم کو اور تمام اگلی مخلوقات کو پیدا کیا وہ لوگ کہنے لگے کہ بس تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے (جس سے عقل مختل ہو گئی اور نبوت کا دعویٰ کرنے لگے) اور تم تو محض ہماری طرح (کے) ایک (معمولی) آدمی ہو اور ہم تو تم کو جھوٹے لوگوں میں سے خیال کرتے ہیں، سو اگر تم سچوں میں سے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو (تاکہ ہم کو معلوم ہو جاوے کہ واقعی تم نبی تھے تمہاری تکذیب سے ہم کو یہ

www.toobaaelibrary.com

سزا ہوئی شعیبؑ بولے کہ (میں عذاب کا لانے والا یا اس کی کیفیت کی تعیین کرنے والا کون ہوں) تمہارے اعمال کو میرا رب (ہی) خوب جانتا ہے (اور اس عمل کا جو مقتضاء ہے کہ کیا عذاب ہو اور کب ہو اس کو بھی وہی جانتا ہے اس کو اختیار ہے) سو وہ لوگ (برابر) ان کو جھٹلاتے رہے پھر ان کو سائبان کے واقعہ عذاب نے آ پکڑا بیشک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا (اور) اس (واقعہ) میں (بھی) بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بیشک آپ کا رب بڑی قدرت والا بڑی رحمت والا ہے (کہ عذاب نازل کر سکتا ہے مگر مہلت دے رکھی ہے)

تلخیص معارف ومسائل

آیت:۱۰۹: طاعت پر اجرت لینے کو متقدمین نے حرام کہا ہے۔ لیکن متاخرین نے اسے بحالت مجبوری جائز قرار دیا ہے۔

آیت:۱۱۱: شرافت ورذلت اعمال واخلاق سے ہے نہ کہ خاندان اور جاہ وحشم سے۔

آیت:۱۲۸: رِیْع۔ دو پہاڑوں کے درمیانی راستہ کو کہتے ہیں، بلند جگہ۔ آیۃ یہاں معنی ہے بلند جگہ۔ مصانع، پانی کا حوض، یا مضبوط محل۔ بلاضرورت عمارت بنانا مذموم ہے۔

آیت:۱۴۹: فٰرِهِيْنَ اترانے والے، یا ماہرین۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں نعمت عطا فرمائی کہ تمہیں ایسی صنعت سکھلا دی کہ پہاڑوں کو مکانات بنانا تمہارے لیے آسان کر دیا۔ مفید چیزیں خدائی انعامات ہیں بشرطیکہ ان کو برے کاموں میں استعمال نہ کریں۔

آیت:۱۶۶: غیر فطری فعل اپنی بیوی سے بھی حرام ہے۔

آیت:۱۷۱: عجوزاً۔ اگر یہ عمر کے لحاظ سے بڑھیا نہیں تھی تو اسے عجوز کے لفظ سے شاید اس لیے تعبیر کیا گیا کہ پیغمبر کی بیوی امت کی ماں کی جگہ ہوتی ہے، جو عورت کثیر الاولاد ہو اسے بڑھیا کہہ دینا کچھ مستبعد نہیں۔

آیت:۱۸۹: يَوْمَ الظُّلَّةِ: اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم پر سخت گرمی مسلط کر دی تھی نہ مکان کے اندر چین نہ باہر پھر ان کے قریبی جنگل میں ایک گہرا بادل بھیج دیا جس کے نیچے ٹھنڈی ہوا تھی ساری قوم گرمی سے پریشان تھی سب دوڑ دوڑ کر اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے۔ جب ساری قوم آ گئی تو بادل سے بجائے پانی کے آگ برسا دی۔ جس سے سب بھسم ہو کر رہ گئے۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ

www.toobaaelibrary.com

عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ۝ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ۝ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۝ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ۝ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ۝ ذِكْرٰى ۚ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ۝ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ۝ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ۝ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۝ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝

ترجمہ وخلاصۂ تفسیر

اور یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے اس کو امانت دار فرشتہ لیکر آیا ہے آپ کے قلب پر، صاف عربی زبان میں تاکہ آپ (بھی) منجملہ ڈرانے والوں کے ہو جاویں (یعنی جس طرح اور پیغمبروں نے اپنی امت کو احکام الٰہیہ پہنچائے آپ بھی پہنچائیں) اور اس (قرآن) کا ذکر پہلی امتوں کی (آسمانی) کتابوں میں (بھی) ہے (کہ ایک ایسی شان کا پیغمبر ہوگا اور اس پر ایسا کلام نازل ہوگا چنانچہ تفسیر حقانی کے اس مقام کے حواشی میں چند بشارتیں کتب سابقہ تورات وانجیل کی نقل کی ہیں، آگے اس مضمون وانہ لفی زبر الاولین کی توضیح ہے یعنی) کیا ان لوگوں کے لیے (اس پر) یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اس (پیشین گوئی) کو علماء بنی اسرائیل جانتے ہیں (چنانچہ ان میں جو لوگ اسلام لے آئے ہیں وہ تو علی الاعلان اس کا اعتراف کرتے ہیں اور جو اسلام نہیں لائے وہ بھی خاص خاص لوگوں کے سامنے اس کا اقرار کرتے ہیں جیسے کہ پارہ اول کے ربع پر آیت اتامرون الناس بالبر کی تفسیر میں اس کا بیان آچکا ہے اور ان اقرار کرنے والوں کی تعداد اور کثرت اس وقت اگر خبر واحد تک بھی مان لیجاوے تاہم قرائن کی وجہ سے معنوی تواتر حاصل تھا اور یہ دلیل قائم کرنا ان پڑھ عربیوں کے لیے ہے ورنہ لکھے پڑھے لوگ خود اصل کتاب سے دیکھ سکتے تھے، اور

www.toobaaelibrary.com

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کتب سابقہ میں تحریف نہیں ہوئی، کیونکہ باوجود تحریف کے ایسے مضامین کا باقی رہ جانا اور زیادہ حجت ہے اور یہ احتمال کہ یہ مضامین ہی تحریف کا نتیجہ ہوں اس لیے غلط ہے کہ اپنے نقصان کے لیے کوئی تحریف نہیں کرتا۔ یہ مضامین تو تحریف کرنے والوں کے لیے نقصان دہ ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ یہاں تک تو دعویٰ وانہ لتنزیل کی دو نقلی دلیلیں بیان فرمائی ہیں یعنی پہلی کتابوں میں ذکر اور بنی اسرائیل کا جاننا کہ ان میں بھی ثانی اول کی دلیل ہے اور آگے انکار کرنے والوں کے عناد کے بیان کے ضمن میں اسی دعویٰ کی عقلی دلیل کی طرف اشارہ ہے یعنی اعجاز قرآن، مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے معاند ہیں کہ) اگر (بالفرض) ہم اس (قرآن) کو کسی عجمی (غیر عربی) پر نازل کر دیتے پھر وہ (عجمی) ان کے سامنے اس کو پڑھ بھی دیتا (اس کا معجزہ ہونا اور زیادہ ظاہر ہوتا ہے کیوں کہ جس پر نازل ہوا اس کو عربی زبان پر بالکل قدرت نہ ہوتی، لیکن) یہ لوگ (بوجہ انتہائی ضد کے) تب بھی اس کو نہ مانتے (آگے حضور کی تسلی کے واسطے ان کے ایمان لانے سے ناامیدی دلاتے ہیں یعنی) ہم نے اسی طرح (شدت واصرار کے ساتھ) اس ایمان نہ لانے کو ان نافرمانوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے (یعنی کفر میں اور اس پر مصر ہیں اور اس شدت واصرار کی وجہ سے) یہ لوگ اس (قرآن) پر ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ سخت عذاب کو (مرنے کے وقت یا برزخ میں یا آخرت میں) نہ دیکھ لیں گے جو اچانک ان کے سامنے آ کھڑا ہوگا اور ان کو (پہلے سے) خبر بھی نہ ہوگی پھر (اس وقت جان کو بنے گی تو) کہیں گے کہ کیا (کسی طور پر) ہم کو (کچھ) مہلت مل سکتی ہے (لیکن وہ وقت نہ مہلت کا ہے نہ قبول ایمان کا اور وہ کفار ایسے مضامین وعید وعذاب کے سنکر براہ انکار عذاب کا تقاضا کیا کرتے تھے مثلاً کہتے تھے رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا اور وَاِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً یعنی اے اللہ اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر پتھروں کی بارش برسا اور مہلت کو، جو درحقیقت ڈھیل ہے عذاب نہ واقع ہونے کی دلیل ٹھیراتے تھے، آگے اس کا جواب ہے کہ) کیا (ہماری وعیدوں کو سنکر) یہ لوگ ہمارے عذاب کی تعجیل چاہتے ہیں (جسکا منشاء انکار ہے یعنی باوجود قیام دلیل یعنی ایک سچے بزرگ کی خبر کے پھر بھی انکار کرتے ہیں؟ رہا مہلت کو بناء انکار قرار دینا سو یہ سخت غلطی ہے کیونکہ) اے مخاطب ذرا بتلاؤ تو اگر ہم ان کو (چند سال تک) عیش میں رہنے دیں پھر جس (عذاب) کا ان سے وعدہ ہے وہ ان کے سر آ پڑے تو ان کا وہ عیش کس کام آ سکتا ہے (یعنی یہ عیش کی جو مہلت دی گئی اس سے انکے عذاب میں کوئی خفت یا کمی نہیں ہو سکتی) اور (مہلت دینا حکمت کی وجہ سے چند روز تک خواہ کم یا زیادہ کچھ ان ہی کیساتھ خاص نہیں

www.toobaaelibrary.com

بلکہ امم سابقہ کو بھی مہلتیں ملی ہیں چنانچہ) جتنی بستیاں (منکرین کی) ہم نے (عذاب سے) غارت کی ہیں سب میں نصیحت کے واسطے ڈرانے والے (پیغمبر) آئے (جب نہ مانے تو عذاب نازل ہوا) اور ہم (صورۃً بھی) ظالم نہیں ہیں (مطلب یہ کہ مہلت دینے سے جو مقصود ہے یعنی حجت پورا کرنا اور عذر کو ختم کرنا وہ سب کے لیے رہا، پیغمبروں کا آنا سمجھانا خود یہ بھی ایک مہلت ہی دینا ہے مگر پھر بھی ہلاکت کا عذاب آکر رہا۔ ان واقعات سے مہلت دینے کی حکمت بھی معلوم ہوگئی اور مہلت دینے اور عذاب میں تضاد نہ ہونا بھی ثابت ہوگیا اور صورۃً اس لیے کہا گیا کہ حقیقۃً تو کسی حالت میں بھی ظلم نہ ہوتا، آگے پھر مقصود اول یعنی مضمون وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ الخ کی طرف رجوع ہے۔ اور درمیان میں یہ مضامین منکرین کی حالت کے مناسب ہونے کی وجہ سے مذکور ہوئے تھے اور حاصل مضمون آئندہ آیات کا ان شبہات کا دفع کرنا ہے جو قرآن کی حقانیت کے متعلق تھے پس ایک شبہ تو قرآن کے اللہ کا کلام اور اس کی طرف سے بھیجا ہوا ماننے پر اس لیے تھا کہ عرب میں پہلے سے کاہن ہوتے آئے تھے وہ بھی کچھ مختلف قسم کے جملے بولا کرتے تھے نعوذ باللہ آپ کی نسبت بھی بعضے کفار یہی کہتے تھے (کما فی الدر عن ابن زید) اور بخاری میں عورت کا قول نقل کیا ہے جس زمانہ میں رسول اللہؐ پر وحی نازل ہونے میں کچھ دیر ہوئی تو اس عورت نے کہا کہ آپ کو آپ کے شیطان نے چھوڑ دیا ہے کیوں کہ کاہنوں کو شیطان ہی کی تعلیم و تلقین سے کچھ حاصل ہوا کرتا تھا، اس کا جواب ہے کہ یہ رب العالمین کا نازل کیا ہوا ہے) اور اس کو شیاطین (جو کاہنوں کے پاس آیا کرتے تھے) لیکر نہیں آئے (کیونکہ اس کے دو مانع قوی موجود ہیں ایک اس کی صفت شیطنت جس کے سبب) یہ (قرآن) ان (کی حالت) کے مناسب ہی نہیں (کیونکہ قرآن سب کا سب ہدایت اور شیطان سب کا سب گمراہی ہے نہ ان کو ایسے مضامین کی آمد ہو سکتی ہے اور نہ ایسے مضامین شائع کرنے سے ان کی غرض یعنی مخلوق کو گمراہ کرنا پورا ہو سکتا ہے ایک مانع تو یہ ہوا) اور (دوسرا مانع یہ کہ وہ) اس پر قادر بھی نہیں کیوں کہ وہ شیاطین (وحی آسمانی) سننے سے روک دیے گئے ہیں (چنانچہ کاہنوں اور مشرکوں سے انکے جنات نے اپنی ناکامی کا خود اعتراف کیا جس کی انھوں نے اوروں کو بھی خبر دی، چنانچہ بخاری میں ایسے قصے باب اسلام عمر میں مذکور ہیں پس شیطانوں کی تلقین کا کسی طرح احتمال نہ رہا اور اس جواب کا پورا ہونا اور ایک دوسرے شبہ کا جواب ختم سورت کے قریب آویگا درمیان میں تنزیل من اللہ ہونے پر بطور تفریع کے ایک مضمون ہے یعنی جب اس کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہے تو اس کی تعلیم واجب العمل ہوئی اور منجملہ اس کے اہم امر اور اعظم توحید ہے) سو (اے

www.toobaaelibrary.com

پیغمبر ہم اس کے وجوب کی ایک خاص طریق سے تاکید کرتے ہیں کہ ہم آپ کو مخاطب بنا کر کہتے ہیں کہ) تم خدا کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت مت کرنا کبھی تم کو سزا ہونے لگے (حالانکہ آپ میں نعوذ باللہ نہ احتمال شرک کا ہے نہ تعذیب کا مگر لوگوں کو یہ بات جتلانا مقصود ہے کہ جب غیر اللہ کی عبادت پر آپ کے لیے بھی سزا کا حکم ہے تو اور بیچارے تو کس شمار میں ہیں؟ شرک سے ان کو کیسے منع نہ کیا جاوے اور شرک کر کے عذاب سے کیوں کر بچیں گے) اور (اسی مضمون سے) آپ (سب سے پہلے) اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرایئے (چنانچہ آپ نے سب کو پکار کر جمع کیا اور شرک پر عذاب الٰہی سے ڈرایا جیسا کہ حدیثوں میں ہے) اور (آگے انداز یعنی دعوت نبوت کو قبول کرنے والے اور رد کرنے والوں کے ساتھ معاملہ کا طرز بتلاتے ہیں یعنی) ان لوگوں کے ساتھ (تو مشفقانہ) فروتنی سے پیش آیئے جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلیں (خواہ کنبہ کے ہوں یا غیر کنبہ کے) اور اگر یہ لوگ (جن کو آپ نے ڈرایا ہے) آپ کا کہنا نہ مانیں (اور کفر پر اڑے رہیں) تو آپ (صاف) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے افعال سے بیزار ہوں (ان دونوں امر یعنی اِخفِض و قل الخ میں حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کی پوری تعلیم ہے اور کبھی ان مخالفین کی طرف سے ایذا اور نقصان دینے کا خطرہ نہ لایئے) اور خدائے رحیم پر توکل رکھیئے جو آپ کو جس وقت کہ آپ (نماز کے لئے) کھڑے ہوتے ہیں اور (نیز نماز شروع کرنے کے بعد) نمازیوں کے ساتھ آپ کی نشست و برخاست کو دیکھتا ہے (اور نماز کے علاوہ بھی وہ دیکھتا بھالتا ہے کیوں کہ) وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے (پس جب اس کو علم بھی کامل ہے جیسے ادراک اور سمیع، علیم اس پر دال ہیں اور وہ آپ پر مہربان بھی ہے، الرحیم اس پر دال ہے اور اس کو سب قدرت ہے جیسا العزیز سے مفہوم ہوتا ہے تو ضرور وہ لائق توکل ہے وہ آپ کو ضرر حقیقی سے بچاوے گا اور جو متوکل کو ضرر پہنچتا ہے وہ صرف ظاہر کے اعتبار سے ضرر ہوتا ہے جس کے تحت میں ہزاروں منافع ہوتے ہیں جن کا کبھی دنیا میں کبھی آخرت میں ظہور ہوتا ہے آگے کہانت کے شبہ کے جواب کا تتمہ ہے کہ اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) کیا میں تم کو بتلاؤں کس پر شیطان اُترا کرتے ہیں (سنو) ایسے شخصوں پر اُترا کرتے ہیں جو (پہلے سے) دروغ گفتار بڑے بدکردار ہوں اور جو (اخبار شیاطین کے وقت اُن شیطانوں کی طرف) کان لگا دیتے ہیں اور (لوگوں سے اُن چیزوں کے بیان کرنے کے وقت) وہ بکثرت جھوٹ بولتے ہیں (چنانچہ سفلی عاملوں کو اب بھی اسی حالت میں دیکھا جاتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ فائدہ لینے والے اور فائدہ دینے والے کے درمیان مناسبت ضروری ہے تو شیطان کا شاگرد بھی وہ

www.toobaaelibrary.com

ہوگا جو جھوٹا اور گنہگار ہوگا، نیز شیطان کیطرف قلب سے متوجہ بھی ہو، کہ بغیر توجہ سے استفادہ نہیں ہوتا اور چونکہ اکثر یہ علوم شیطانی ناتمام ہوتے ہیں اس لیے ان کو رنگین اور بادقت کرنے کیلئے کچھ حاشیہ بھی ظن وتخمین سے چڑھانا پڑتا ہے جو کہ کہانت کے لیے عادۃً ضروری ہیں اور یہ ساری باتیں نبی کریمؐ میں ہونے کا کوئی دور کا احتمال نہیں کیوں کہ آپ کا سچا ہونا سب کو معلوم ہے۔ آپ کا پرہیزگار ہونا اور شیاطین سے بغض رکھنے والا ہونا دشمن کو بھی مسلم تھا اور مشہور ومعروف تھا تو پھر کہانت کا احتمال کہاں رہا) اور (آگے شبہ شاعریت کا جواب ہے کہ آپ شاعر بھی نہیں ہیں جیسا کفار کہتے تھے بَلْ هُوَ شَاعِرٌ یعنی ان کے مضامین خیالی غیر واقعی ہیں گو منظوم نہ ہوں سو یہ احتمال اس لیے غلط ہے کہ) شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں (مراد راہ سے شعر گوئی ہے یعنی مضامین خیالی شاعرانہ نثر میں یا نظم میں کہنا ان لوگوں کا طریقہ ہے جو مسلک تحقیق سے دور ہوں آگے اس دعویٰ کی وضاحت ہے کہ) اے مخاطب کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ (شاعر) لوگ (خیالی مضامین کے) ہر میدان میں حیران (ٹکریں مارتے تلاشِ مضامین میں) پھرا کرتے ہیں اور (جب مضمون مل جاتا ہے تو چونکہ اکثر خلاف واقعہ ہوتا ہے اس لئے) زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں (چنانچہ شاعروں کی گپوں کا ایک نمونہ لکھا جاتا ہے ۔

اے رشکِ مسیحا تری رفتار کے قرباں ✽ ٹھوکر سے مری لاش کئی بار جلا دی

اے بادِ صبا ہم تجھے کیا یاد کریں گے ✽ اُس گل کی خبر تو نے کبھی ہم کو نہ لا دی

صبا نے اس کے کوچہ سے اُڑا کر ✽ خدا جانے ہماری خاک کیا کی

وغیرہ وغیرہ، حتّٰی کہ کبھی کفریات بکنے لگتے ہیں۔ حاصل جواب کا یہ ہوا کہ مضامین شعریہ کے لیے خیالی اور غیر تحقق ہونا لازمی ہے اور مضامینِ قرآنیہ جس باب سے بھی متعلق ہیں سب کے سب تحقیقی، غیر خیالی ہیں اس لیے آپ کو شاعر کہنا سوائے جنونِ شاعرانہ کے اور کیا ہے، حتّٰی کہ اکثر چونکہ نظم میں ایسے مضامین ہوا کرتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو نظم پر قدرت بھی نہیں دی اور اوپر چونکہ شعراء کی مذمت ارشاد ہوئی ہے جس کے عموم میں بظاہر سب نظم کہنے والے آگئے، گو ان کے مضامین عینِ حکمت اور تحقیق ہوں اس لیے آگے ان کا استثناء فرماتے ہیں کہ) ہاں مگر جو لوگ (ان شاعروں میں سے) ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کئے (یعنی شرع کے خلاف نہ ان کا قول ہے نہ فعل، یعنی ان کے اشعار میں بیہودہ مضامین نہیں ہیں) اور انہوں نے (اپنے اشعار میں) کثرت سے اللہ کا ذکر کیا (یعنی تائید دین اور اشاعت علم میں ان کے اشعار ہیں کہ یہ سب ذکر اللہ میں داخل ہیں) اور (اگر کسی شعر میں بظاہر کوئی

www.toobaaelibrary.com

نامناسب مضمون بھی ہے جیسے کسی کی ہجو اور مذمت جو بظاہر اخلاق حسنہ کے خلاف ہے تو اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ) انہوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا ہے (اس کا) بدلہ لیا (ہے یعنی کفار یا فساق نے اول ان کو زبانی تکلیف پہنچائی، مثلاً ان کی ہجو کی یا دین کی توہین کی جو اپنی ہجو سے بھی بڑھ کر تکلیف کا سبب ہے، یا ان کے مال کو یا جان کو ضرر پہنچایا یعنی یہ لوگ مستثنیٰ ہیں کیوں کہ انتقامی طور پر جو شعر کہے گئے ہیں ان میں بعض تو مباح ہیں اور بعضے اطاعت و کار ثواب ہیں) اور (یہاں تک رسالت کے متعلق شبہات کے جوابات پورے ہوئے اور اس سے پہلے رسالت دلائل سے ثابت ہو چکی تھی اب آگے ان لوگوں کی وعید ہے جو اس کے باوجود منکر نبوت رہے اور حضورؐ کو ایذاء پہنچاتے ہیں یعنی) عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے گا جنہوں نے (حقوق اللہ، حقوق الرسول یا حقوق العباد میں) ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی (بری اور مصیبت کی) جگہ انکو لوٹ کر جانا ہے (مراد اس سے جہنم ہے)

تلخیص معارف و مسائل

آیت: ۱۹۵: یعنی قرآن وہی ہے جو عربی زبان میں ہو۔

آیت: ۱۹۶: بہت سے مضامین قرآن کتب سابقہ میں بھی موجود تھے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان مضامین کی وجہ سے کتب سابقہ کے ان حصوں کو جن میں مضامین قرآن آئے ہیں قرآن کا نام دیدیا جائے۔ نماز میں ترجمہ قرآن پڑھنا باجماع امت ناجائز ہے۔ قرآن کے اردو ترجمہ کو قرآن کہنا جائز نہیں۔

آیت: ۲۱۴: اس میں تبلیغ و دعوت کے آسان اور مؤثر بنانے کا ایک خاص طریقہ بتلایا گیا ہے جس کے آثار دور رس ہیں۔ وہ یہ کہ اپنے کنبہ اور خاندان کے لوگ اپنے سے قریب ہونے کی بناء پر اس کے حقدار بھی ہیں۔ ماحول صحیح ہو جانے پر احکام پر عمل میں سہولت ہو جاتی ہے، ایک مختصری طاقت اور جمعیت تیار ہو کر دوسروں کو دعوت و تبلیغ میں مدد ملتی ہے۔

آیت: ۲۲۴: تلفی و تخیلی اور موزون و مقفی کلام کو شعر کہتے ہیں۔ اس آیت میں شعر کے اصطلاحی اور معروف معنی ہی مراد ہیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد شعراء صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ حضرت حسان ابن ثابت اور حضرت کعب ابن مالکؓ روتے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، عرض کیا، یا رسول اللہؐ یہ آیت نازل ہوئی ہے اور ہم بھی شعر کہتے ہیں پیغمبرؐ نے فرمایا کہ آیت کے آخری حصہ کو پڑھو۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ ابتدائی آیت میں مشرکین شعراء مراد ہیں۔ (فتح الباری) جو اشعار معاصی اور مکروہات سے پاک ہوں ان کو اللہ تعالیٰ نے اِلّا الخ. سے مستثنیٰ فرمادیا

www.toobaaelibrary.com

ہے۔ اور بعض اشعار حکیمانہ مضامین اور وعظ و نصیحت پر مشتمل ہونے کی وجہ سے طاعت و ثواب میں داخل ہیں۔ جیسے کہ حضرت ابی کعبؓ کی روایت ہے اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً. (بخاری) حکمت سے مراد سچی بات جو حق کے مطابق ہو۔ حضورؐ نے اشعار سنے، صحابہ میں شاعر تھے، حضرت صدیقہؓ بھی شعر کہا کرتی تھیں۔ شعر و شاعری میں اتنا منہمک ہونا کہ ذکر اللہ اور قرآن سے غفلت ہو اس کی مذمت آئی ہے۔ اور یہ کوئی شعر ہی کے ساتھ نہیں، نثری کلام کا بھی یہی حکم ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے صرف مذمت ہی نہیں، بلکہ سرزنش بھی کی ہے۔ خلاصہ یہ کہ خدا و آخرت سے غافل کرنے والا ہر علم و فن مذموم ہے۔ اکثر اتباع کرنے والوں کی گمراہی متبوع کی گمراہی کی علامت ہوتی ہے، جبکہ متبوع کی اتباع کا اس میں دخل ہو۔

قراءات: سورۃ الفرقان: نَاكُلُ مِنْهَا اخوین کے لیے بالنون اور باقیین کے لیے بالیاء وَيَجْعَلْ لَكَ قصورًا کی شامی وشعبہ کے لیے بضم لام وَيَجْعَلُ ہے اور باقیین کے لیے بسکون لام ضَيْقًا انعام میں گذر چکا ہے وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ کی وحفص کے لیے بالیاء اور باقیین کے لیے بالنون فَنَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ شامی کے لیے بالنون اور باقیین کے لیے بالیاء ہے فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ حفص کے لیے بالتاء اور باقیوں کے لیے بالیاء وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ یہاں اور سورۂ قاف میں بصری اور کوفیین کے لیے تخفیف الشین اور باقیین کے لیے بتشدید الشین وَنُنَزِّلُ کی کے لیے دونوں سے ہے اوّل مضموم دوسرا ساکن مع تخفیف الزاء ورفع اللام وَالْمَلٰٓئِكَةُ بالنصب ہے اور باقیین کے لیے بنون واحدہ وتشدید الزاء مع فتح اللام ورفع المَلٰٓئِكَةُ۔ وَثَمُوْدَا ہود میں وَالرَّبِيْعَ بقرہ میں وَنَشْرًا اعراف میں وَلْيَذْكُرُوْا اسراء میں گذر چکے ہیں لَمَّا يَغْفُرُوْا اخوین کے لیے بالیاء باقیین کے لیے بالتاء فِيْهَا مُزْجًا اخوین کے لیے بضمتین اور باقیین کے لیے بکسر السین وفتح الزاء مع الالف ہے اَنْ يَّذْكُرَ اَوْ حمزہ کے لیے بسکون الذال وضم الکاف مع التخفیف، باقیین کے لیے بفتحتین وتشدید ثین ہے وَلَمْ يَقْتُرُوْا نافع شامی کے لیے بضم یاء وکسر تاء اور کی بصری کے لیے بیائے مفتوحہ وتائے مکسورہ، اور باقیین کے لیے بیائے مفتوحہ وتائے مضمومہ، يُضٰعَفْ لَهُ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ شامی وشعبہ کے لیے بضم الفاء والدال اور باقیین کے لیے بجزم الفاء والدال ہے اور می وشامی کے لیے بحذف الف مع تشدید ثین يُضَعَّفْ ہے فِيْهٖ مُهَانًا کی وحفص کے لیے بصلۃ الہاء اور باقیین کے لیے کسرہ بغیر صلہ ظاہر ہے قُرَّتَ اَعْيُنٍ حرمین شامی وحفص کے لیے بالالف بنا بر جمع کے اور باقیین کے لیے بغیر الف واحد ہے وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا شعبہ واخوین کے لیے بفتح الیاء مع سکون اللام مخفف ہے اور باقیین کے لیے بضم الیاء وفتح اللام مع تشدید القاف۔

www.toobaaelibrary.com

سورۃ الشعراء: طسم یہاں اور اوّل قصص میں اور طس اوّل نمل میں شعبہ اخیرین کے لیے بالفتح اور باقیین کے لیے بالفتح اور صرف حمزہ کے لیے اظہار ہے یہاں اور قصص میں اور باقیین کے لیے ادغام ہے اوّل میں اخفاء ہوگا سب کے لیے اَرْجِهْ وَقَالَ نَعَمْ وَتَلَقَّفْ وَامْتَنَّ اعراف میں اور اَنْ اَمْرِهِ ہود میں اور عُيُوْنٍ حجر میں مذکور ہو چکے ہیں خٰلِدُوْنَ کوفیین وابن ذکوان کے لیے بالالف بعد الخاء اور باقیین کے لیے بغیر الف اِلَّا عَلَى الْاَوَّلِيْنَ کی بصری اور کسائی کے لیے بفتح الخاء وسکون اللام اور باقیین کے لیے بضم خاء ولام وقاف خُلُقُ ہے فٰرِهِيْنَ کوفیین وشامی کے لیے بالالف اور باقیین کے لیے بلاالف ہے اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ حرمین وشامی کے لیے یہاں اور صاد میں بلام مفتوحہ بغیر ہمزہ والف مع فتح التاء ہے اور باقیین کے لیے معرف باللام مع الہمز وکسر التاء ہے، صرف انہیں دونوں سورتوں میں یہ لفظ مختلف فیہ ہے بِالْقِسْطَاسِ اسراء میں گذر چکا حفص کے لیے یہاں اور سبا میں بفتح السین اور باقیین کے لیے بسکون السین نَزَلَ بِهٖ شامی وشعبہ اخیرین کے لیے بتشدید الزاء۔ وَالرُّوْحُ الْاَمِيْنُ بالنصب ہے اور باقیین کے لیے بتخفیف الزاء اور الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ بالرفع ہے اور اَوَلَمْ تَكُنْ لَّهُمْ شامی کے لیے بالتاء وآيَةً بالرفع اور باقیین کے لیے بالیاء وآيَةً بالنصب ہے۔ فَتَوَكَّلْ نافع شامی کے لیے بالفاء اور باقیین کے لیے بالواؤ، يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ اعراف میں مذکور ہو چکا ہے۔

www.toobaaelibrary.com

LIBRARY

شائقینِ علم قرارت کے لیے مقامِ مسرت

کتاب القراءات

قراءاتِ عشرہ (بطریقِ شاطبیہ ودُرّہ) کی ہر ہر روایت کے اصول وفروش کا مفصل ومکمل بیان ——— اَمام نافع مدنیؒ سے امام خلف بزّار تک روایات کا اردو زبان میں ایک جامع سیٹ ———

① خزائن العرش فی روایت قالونؒ وورشؒ

② الدرّ النثیر فی قراءۃ ابن کثیر

③ وصول الثمر الی قراءۃ ابی عمروؒ

④ المصباح الزاہر فی قراءۃ ابن عامرؒ

⑤ فیض الودود بروایۃ شعبہ عن عاصمؒ ابن ابی النجود

⑥ الکلام الجیب لقراءۃ حمزہ ابن حبیبؒ

⑦ القول النہائی فی قراءۃ ابی الحسن علی کسائی

⑧⑨⑩ عمدۃ الشغف فی قراءات یزید ویعقوب وخلف

www.toobaaelibrary.com